

Y9V, 12

722

12/17

— — —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
(الفرقان ۲۵-۳۳)

بیان مسترآن یعنی ادب و حرمت مسترآن

مع حل لغات و حواشی تفسیریہ

جلد اول

از ابتدائے سورۃ الفاتحہ تا آخر سورۃ الانعام

تالیف

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب مؤلف انگریزی ترجمہ القرآن
بہ سہ ماہی شریف صاحب مکتبہ تصنیفات چھپو کر احمدیہ سچیں اشاعت الماتم

لاہور نے شائع کیا

۱۳۴۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَالْفَرْقَانِ
وَإِذَا مَدَّ الْأَعْيُنُ عَنَّا غَوَاةً
وَإِذَا شَاءَ عَنَّا تَوَّانَةً
تَبَوَّاتُ لَنَا الْأُفُقَ الْأَتَدَاةَ
وَمَا تَحِيطُ بِشَيْءٍ مِّنَّا إِلَّا بِرَأْيِ
رَبِّنَا فَأَسْبِغْ عَلَيْنَا مَطَافِ
الْأَعْيُنِ

نشان دهنه ۲۱۶۶

برآورد ۱۱۵

مخالف و رپی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

اللہ تعالیٰ نے قوس کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں میں اپنے رسول بھیجے اور ان کی تعلیم سے مردہ دلوں پر ہوی کام کیا جو آسانی یا دش مردہ زمین پر کہے دکھائی جو وہ روشن چراغ تھے جنہوں نے ایک تاریک رات میں انسانوں کی مختلف بتیروں کو سنور کیا۔ اور ان سبکے آواز اللہ تعالیٰ کے ظاہری قانون قدرت کے مطابق وہ آفتاب عالم تپ نہوا ہوا جس نے کل عالم کو سنور کیا، اور جس کے سامنے سب روشنیوں اندر چمکنیں۔ وہ سورج میرے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور وہ نور ہدایت جو آپ لائے قرآن کریم ہو۔ آپ کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا آخری اور کامل پیغام لوگوں تک پہنچ گیا اور نہ کسی نبی کی ضرورت رہی اسلئے کہ تمام صفات انبی کا کامل نظیر آچھا۔ دنیا میں ایک ہی پیغام ہو گا اور ایک ہی پیغام میرے دو قریب اقربا تے ذندہ رہینگے اُن اس پیغام کے ایک ایک نفاذ و تکمیل ایک حرف سے واقعہ ہونا اور اس پیغام کے حالات سے آگاہی حاصل کرنا ہر ایک مسلم کلام کے واسطے پہلا فرض ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ان لوگوں کی زبان میں نازل ہوا جنہوں نے دنیا میں اس کے حامل بننا تھا۔ مگر آج اس عالم کے مختلف اطراف و کائنات میں رہنے والے مسلمان ہیں زبان سے ناسخ نہیں اور بہت ہیں کہ اس پیغام کو پڑھتے ہیں مگر انہیں علم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہو ظاہر ہے کہ اگر اس پیغام کی فرض یہ بھی کہوں اس سے ہدایت حاصل کریں اور غلط ماحول کو چھوڑ کر اپنی حق اور دینی فلاح کا صحیح راستہ اختیار کریں تو اس کا مطلب کچھ بغیر وہ فرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے جب تبلیغ اسلام کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزی میں اس پاک کلام کے ترجمہ اور مطالب کو بیان کیا تو بہت سے اچانک نے اعتراض کیا کہ اگر وہ زبان میں ہی اپنے اہل ملک کے فائدہ کے لئے اسے شائع کیا جائے مگر بیان کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے یہ کام کرنا پڑا میری فرض حرف یہ ہو کہ ہر ایک مسلمان قرآن کریم کو پڑھے اور اس کے مطالب پر کاغذ ہو کر اپنی مذمہ زندگی میں اور مشکلات پریشاں آدمی اسے اپنا گامی اور دھار بنائے اس راہ کو اختیار کئے بغیر مسلمان کسی سوجھ بوجھ مشکلات سے باہر نہیں مل سکتے +

انگریزی ترجمہ کی طرح آردو ترجمہ قرآن شریف مکمل ایک جلد میں شائع نہیں ہو سکا کیونکہ وہی ترجمہ جو کہ اس ترجمہ و تقریر میں انگریزی کی نسبت بہت زیادہ تفسیر ہو۔ الفاظ کی لغت کی تفسیر کے علاوہ حاشی تفسیر یہ بھی زیادہ ہیں اور ان میں بعض بھی زیادہ ہو اور اس لئے اس کا حجم بھی قریب قریب انگریزی ترجمہ کے حجم سے دو یا چار گناں کرے گا اور علاوہ یہیں یہ وقت ہو کہ انگریزی کے لئے جو ایک کاغذ استعمال ہوا ہو ہندوستان میں۔ مریض نہیں کہ جو اسے چھاپ سکیں اسلئے سونا کا قند لگانا پڑا اور قرآن کریم کو تین جلدوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ وقت پہلی جلد شائع ہوتی جو قریب ساٹھ سے سات سو صفحوں کی ہو اور اس میں حرفت ساٹھ سو ساٹھ یا سترے ہیں گزیدہ جلدوں کا حجم جو قریباً ایک روگہ ہوں گے ہوتے ہوگی اسی کے قریب ہو گا کیونکہ ہر شاعر یا محقق اپنے پانچوں میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اسلئے آئندہ حاشی میں ان حقائق کے دو حصے کی ضرورت نہ رہے گی اس جلد کے ساتھ صرف ان مضامین کی فہرست لگائی گئی جو جو تقریریں حاشی میں آگئے ہیں اور ان الفاظ کی فہرست جن کی لغت بیان ہوئی جو نہیں لگائی گئی اس لئے کہ یہی فہرست اسی صورت میں مفید ہو سکتی جب وہ ترتیب و وارفت کی طرف تیار ہوتی اور یہ کام سب کا عمل کے ہر نہیں سکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ عمل فہرست کے آخری جلد کے ساتھ لگائی جائے گی۔ اس وقت تک لغت کی تفسیر کی تلاش میں بلاشبہ تاخیر کا کام وقت پریشاں ہوگی مگر میرے یہی عقائد ہیں آخری جلد کے مضامین کی تلاش میں بھی ہر گز تاخیر نہ کرنا۔ اس پر مبالغہ کر کے یہ عرض کر سکتے ہیں کہ ترجمہ کے متن میں صرف اس قدر تک چاہتا ہوں کہ یہی یہ کوشش نہ ہو کہ اصل الفاظ کو اردو زبان کی کسی سطح قرآن لکھا جائے یا اس کا مدد کو مد نظر رکھا ہو اور کبھی ترجمہ نہ ہوئے اسے آردہ کے علاوہ کے مطابق دیا گیا ہو۔ ترجمہ کو جو الفاظ کی حد سے نہیں لکھے دیئے گئے ہوں وہ آردہ سے اساتے کیلئے غیر کہہ پاؤں کہ وہ کلام کا ترجمہ اس لحاظ سے نہیں آسکا ترجمہ میں اپنی طرف سے غلط ترجمہ اسے کہ اصل کو قریباً نقل کر دیا گیا ہو اُن جہاں آردو زبان میں اس کا مطلب خدہ ہوتا تھا نہ ان الفاظ کو غلط ترجمہ تھا میں اس رکھ دیا گیا جو کتب میں لکھے ہیں آج +

حلی منت میں امام عقیلی کی تالیف کے بعد حضرت مولانا محمد رفیع الدین نے قرآن میں بہترین کتابیں جو اس کا بیشتر حصہ دونوں میں آج بھی گمراہی کے ساتھ ہی تاج العروس اور دسان العرب میں بھی نہیں مل سکتی ہیں کی طرف بھی کبھی توجہ دی گئی ہے اور وہاں افراد میں کسی خطہ کی تشریح میں کسی حق سے دور رہ کر دیکھا ہے۔ عام قارئین کو گفت کے حصے سے زیادہ دلچسپی دی گئی ہے اور مفادات کی تفسیر اور بحث و گفتا شناسی پر تھیل بھی معلوم ہو گا کہ اس کے بغیر تفسیر حاشیائی نامکمل ہوتے اور چونکہ یہ دانشور بھی جو کہ مسلمان نہیں قرآن کریم کے دس تہذیب کا سلسلہ عام طور پر پڑھائی ہو اور یہ فرض بغیر منت حاصل نہ ہو سکتی تھی اس لئے اسے اس اضافہ کو ضروری سمجھا کہ عام قارئین کو صرف کتب کے ہر فقرہ جس کی تشریح کی ہو تشریح کے ساتھ حاشیہ پر ہر فقرہ حروف عربی میں دیے گئے۔ اور مضامین جن پر بحث ہو ان کی سرشال اور حروف میں ہیں پس جن قارئین کو منت کے حصہ کی ضرورت نہیں وہ اسے آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں حلی منت میں بہترین صورت یہ ہوئی کہ ایک فقرہ کی مکمل تشریح اور قرآن شریف کے مختلف حصوں پر اس کا استعمال ایک جگہ آجائے گا کہ اس طرح ہر جگہ ہی بہت بڑھ جائے گا اور اصل فقرہ کے حصہ میں تقابل بھی بڑھ جائے گا۔ اس لئے قرآن شریف کے استعمال کا ایک جگہ ذکر کیا ہو اور وہاں کسی دوسرے معنی میں فقرہ کا استعمال ہو اور اسے اپنے مرتبہ پر بحث کیلئے چھوڑ دیا ہو۔ اس جگہ میں ایک فقرہ کی تفسیر کا زائد بھی کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں الفاظ کے استعمال میں درست تفسیر موجود ہے اور ایک جگہ ایک فقرہ کے معنی میں استعمال ہو اور دوسری جگہ کسی دوسری معنی میں استعمال ہو گیا ہو اور یہ صرف سیاق سے ہی فیصلہ ہو سکتا ہے اگر کوئی معنی جگہ پر دوسری جگہ سے نکالے گا تو فقرہ حاشیائی کا انجاء کرنے والوں پر ہر گاہ کہ ایک جگہ سے تفسیر معنی میں کسی کس کی طرف بھی ہر گاہ کہ صاحب الجنت سے عربی ہشتی ہی مروی ہو مگر ایک جگہ اس دنیا کے ایک باغ کے ایک بھی مراد سے لکھنے ہیں اھل اہل اللہ اور دوزخی ہیں مگر ایک جگہ دوزخ کے واروئے بھی ہیں۔

اصول تفسیر پر فیصلہ بحث کی جاگ نہیں جس سے جن اصول کو نظر رکھا ہو وہ یہ ہیں ۱۰ اول یہ کہ قرآن کریم کے ایک فقرہ کا اصل دوسرے فقرہ سے کیا جائے اور یہ اصل خود اس پاک کتاب سے بنائی ہو جائے مثلاً ہاتھ کے ذکر میں ہی معنی خدا و تعالیٰ کے ایک فقرہ کے معنی میں تفسیر قرآن کریم کے دوسرے مقام کے خلاف نہیں ہوتی چاہے جہاں تک اس پاک کتاب پر طرکیہ نہیں معلوم ہو جو کوئی معنی اس میں ایک جگہ دیکھنا ضرور ہے اور جہاں ہی قرآن دوسری جگہ اس کی وضاحت اور اس کی تفصیل موجود ہے اور اس بات سے مجھے بہت سے مشکل تھا کہ اصل کرنے میں دوسری جگہ یا دوسری معنی میں اشتباہ واقع ہو اور اس سے بچکر قرآن پاک اس اشتباہ کو دور کرتا ہو دوسری بات یہ منظور کی ہو کہ اگر حدیث صحیحہ کو تفسیر میں اس بات پر مقدم کیا جائے اس فرض سے کہ میں نے امام حاشیائی کی کتاب التفسیر و تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن کثیر کے سامنے رکھا ہے لیکن یہاں چند باتوں میں احتیاط ضروری ہے اول کوئی حدیث خواہ وہ صحاح کی پر قابل قبول نہیں اگر قرآن کریم کی وضاحت کے خلاف ہو یا اصول دینی کے خلاف ہو دوم تفاسیر میں بہت سی اسرار و بات راہ پائی ہیں اور ان پر اس قدر اصرار ہو گیا ہے کہ ان کے خلاف اگر لکھا جائے تو بعض لوگ ناواقف سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ حدیث کو رد کر دیا گیا۔ سوم قصص کی احادیث پر خود حدیثین نے وہ تنقید نہیں کی جو احادیث قرآنی کی احادیث پر کی ہو اس لئے حدیث قصص بہت احتیاط سے قبول کر کے قابل ہیں چہاں کہ احادیث میں واقعات یا مشاہدہ یا سلسلہ تاریخ کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں اور ان سے امور کے علاوہ یہ بات منظور رکھنے کے قابل ہو کہ احادیث اور بالخصوص احادیث قصص میں روایت یا بعضی جہز تیسری بات جس کا میں بالخصوص ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں یہ ہے کہ میں نے استعمال الفاظ کے متعلق منت کو سب سے مقدم کیا ہے جو جن معنی کی احادیث لغات عربی میں دیکھیں ان معنی کو قبول نہیں کیا۔ صحابہ کے اقوال کی میں بہت عزت کرتا ہوں لیکن کسی صحابی سے اختلاف کرتا چہم نہیں صحابہ میں خود آپس میں بھی اختلاف تھے معنی میں بھی واضح اختلاف کیا ہو اور سب سے آخر قوالی معنی کے متعلق اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ان بزرگوں کی محنت کی ان کے علم و فضل کی ان کے کوشش قرآن کی ہر جگہ میں بھی وضاحت ہو اور ان کی خدمت قرآن کے سامنے میں اپنی اس ناچیز خدمت کو کچھ سمجھتا ہوں لیکن حالات زمانہ کے اثر سے کوئی محفل خالی نہیں ہو سکتا۔ آج اس زمانہ میں نے علوم قرآن کریم کی محنت کو اور میں بڑھا دیا ہے میرے خیالات حالات زمانہ سے متاثر ہو کر غلط ہو سکتے ہیں مگر خدا کے کام کے ایک حرف کو بھی کوئی علم یا عقل نہیں کر سکتا۔ ان اپنے زمانہ کے مطابق جو علوم ہوں ان کی روشنی میں ہی ہر کچھ خدمت لکھنے میں کوشش کرتا ہوں۔

اس تہذیب و ادب حاشیائی میں ایک بات کی طرف بالخصوص توجہ دلانا چاہتا ہوں قرآن کریم سے انہیبت کے لئے جن دلوں میں یہ خیال پیدا کیا ہو کہ اس پاک کتاب کے مضامین میں کوئی ترتیب نہیں انہیبت سے سخت غلط کرکھا ہے ہر جگہ وہ ترتیب و مشتمل کی دینی ہے جو اور ایک مبلغ دیکھ کر تعجب سے کہیں ہیں مگر وہ فرض کی کمی سے تعجب کرتے یا خیال ہی کیا ہو یا تنگ کا اس زمانہ میں ایک مسلمان سے بھی ان خیالات سے متاثر ہو کر ایک ترتیب سے زوال اپنے

اس سے بنا کر قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جو ترتیب اور فکرم دکھانے میں اچھے مصنفین نے قابل قدر خدمات کی ہیں مگر میں نے اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے اس حصہ کو خاص وقت دے کر اور تین قسم کی ترتیب کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی جو یعنی اول آیات میں باہمی تعلق جو جگہ جگہ جہاں ضرورت تھی دہائی میں ظاہر کیا اور دوم ہر سو رنگہ رنگہ میں باہمی تعلق سمجھانے میں اپنی توفیق تان دہی افسوس کہتے ہیں بلکہ ان کے کچھ کچھ دیکھ کر اور دوسرے کے شروع میں ان تمام حصوں کی ترتیب اور فکرم دکھانے میں خاص کا خاص خیال دیکھ کر اس کے باوجود تعلق کے تحت خاصہ کیا اور اس کے علاوہ سورتوں کے ساتھ میں بھی محنت پر دیکھ کر معلوم ہے یا سمجھ کر کسی نام کے دیکھنے میں دیکھتے ہیں کہ ان کی توجہ سے ابتدائے سورت میں ظاہر کیا ہے + بعض خاص باتوں سے قارئین کو آرام کا کہہ کر یا ضروری ہو ہر سورت کی آیات کا شمار مسلسل جگہ پر کرتا ہے اور رکوع کا شمار اس آیت یا رکوع کے آخر پر میں دیا جائے گا کہ ہر سورت میں جو بلکہ اس کے شروع میں دیا ہو شائع ہے مراد ہو کہ یہاں سے دسواں رکوع سورت کا اور چودھواں رکوع کا شروع ہوتا ہو اور اس رکوع میں کیا رہا آیتیں ہیں آیات کے شمارے حاشیہ میں ملندہ جگہ عالی جھڑی ہو جہاں کسی سطر کے سامنے کوئی زیر ہے اس کے مراد ہے کہ اس سطر کے کسی موقع پر اس خبر کی آیت شروع ہوتی ہو + اور جہاں ایک سطر میں دیا ہو زیادہ آیتیں شروع ہوتی ہیں تو وہ نیز اسی ترتیب سے اور پچھلے کہتے ہیں اس سے حوالہ کی تلاش میں سہولت رہے گی۔ نوٹوں کا شمار سارے قرآن شریف میں مسلسل ایک ہی پلٹ ہو گا کہ کسی نوٹ میں جب دیکھ کر نوٹ کا حوالہ آجائے تو اس کی تلاش میں سہولت رہے۔ نوٹوں کے اندر جہاں قرآن کریم کی کسی آیت کا حوالہ دیا ہے سورت کے نام کے اور پلٹ کا ہنبر اور آگے آیت کا ہنبر دیا ہے۔ جہاں اسی سورت کی دوسری آیت کا حوالہ ہو تو صرف خطوط حوالہ میں آیت کا ہنبر دیا ہو جہاں حوالہ ہو اس سے مراد اس ہنبر کا نوٹ ہے حوالیات لغت و تفاسیر وغیرہ میں جیسے چورسے نام کے اختصاراً حروف دے دیئے ہیں۔ مثلاً کی لغت و تفاسیر کا ہنبر ہے تفسیر ابن جریر صحیح تفسیر بکر الخلیفہ۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر مام زادی رضی تفسیر میثاقی۔ غ مطبوعات راف بنی تفسیر قرآن تفسیر فتح البیان تک تفسیر کشاف۔ لسان العرب۔ وغیرہ ابن اثیری جگہ پر +

باقاؤں سے بات کا ظاہر کر دیا تاہم مزید دیکھ کر قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں سے سلف و مابین کی محنت سے بہت فائدہ اٹھایا مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی محبت اور خدمت قرآن کا شوق پیدا کیا وہ اس حدیث کے مجدد حضرت مزارع صاحب قادیانی ہیں اور ان کے بعد ہم قرآن میں جس شخص نے مجھ سے زیادہ پڑھا وہ استاد الامام حضرت مولوی ذوالعین صاحب مرحوم ہیں اگر کسی شخص کو میری اس ناچیز خدمت سے کچھ فائدہ پہنچے تو وہ جہاں میرے لئے ہو گا اس کے لئے بھی دھارکے میں بعض ایسی ہیں اگر اس میں کچھ غلطی ہو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پوری توجہ رہے

جمال ہشتیں درمن اور کرد

دگر ذہن ہاں خاکم کہ ہستم

پھر میں لکھا کہ ذکر کر سکتا تھا اگر میرے وہ احباب و اصحاب اہل بیت و اشاعت اسلام کے ہم عصر ہیں میرے معاون و دوست مجھ سے بڑھ کر ان احباب کی کوششوں کا نتیجہ توجہ سے جہزہ مشغول مولوی نغزین اور غلیوں پر اگر کوئی صاحب جہزہ ہو شی سے کام میں دے گا۔ مثلاً تعالیٰ کی صفت ساری ہے۔ قابل اصلاح فعلی نظر کرتے تو مجھے اطلاع دی اپنی سمجھ کے مطابق اصلاح کی کوشش کروں گا۔ اختلاف رائے کے ممبر ہیں تو آج اتحاد ملنے کے لئے سب بڑھ کر اسی کی خدمت ہو و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسول الامین +

اگر اللہ تعالیٰ نے ذہنی صحت اور توفیق عطا فرمائی تو دوسری جلد زجہ کی اشعار اللہ تعالیٰ زمرہ ۱۹۳۳ء میں ۱۰ تیسری جلد اپریل میں شائع ہو جائے گی مقدمہ علیہ کتاب کی صورت میں ہو گا جو کسی وقت بعد میں شائع ہو گا +

احمدیہ پبلنگس لاہور
۸۔ اپریل ۱۹۳۳ء

خالد آباد
محمد علی

فہرست مضامین القرآن جلد اول

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱	سورۃ الفاتحہ - ۱	۱	الحکمیں رضایا بقضا کا سبق	۶	زاد نزول
۱	سورتوں کے نام کی تفصیل ہیں	۱	قلب نبوی کی وسعت	۶	وہی سورتوں میں کی آیات
۱	فلاح کے بغیر ناز نہیں ہوتی	۱	احمد - محمد	۶	مقطعات
۱	فلاح کے لئے نام	۱	وحدت نسل انسانی	۶	تفہیم ربیب کا دعویٰ اور اس کی دلیل
۱	اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی چار صفات	۱	مذہب و وحی	۶	مستی پر دے حدیث
۱	فلاح کے لئے دیکھو اور اس کا نام پڑھو	۱	حقوق کی خدمت کا سبق	۶	تقویٰ اور شکر نگہداشت حقوق پر
۱	فلاح کی خدمت	۱	رب ادب	۶	توڑ دینا تقاضا کیس سے ہو
۱	فلاح میں تبدیلی کی	۱	وہاؤں میں دینا کا استعمال	۶	ہر کسی کے لئے اس میں ہے
۱	فلاح میں غنا یا غلبہ کی	۱	چرا، ورنہ اس عالم میں بھی ہو	۶	مستی کو مروت و محبت
۱	فلاح میں پیدا ہونے کی تعلیم	۱	لاکھت میں گناہوں کی ساقی کا اشارہ	۶	مستی کیلئے چڑھنا ہی ترقی
۱	بہترین دعا	۱	جہاد و تہذیب کی فکر	۶	تقویٰ کے لئے حصول کی پہلی شریعت
۱	حیاتی دعا سے متعلقہ	۱	عبادت استغاثت پر مقدمہ	۶	ایمان کا دور سر مقدمہ
۱	بہترین فیض	۱	محبت یا سچے پر ہو	۶	ایمان کے معنی پر حدیث سے روشنی
۱	ابتداء و وحی	۱	دعا کے فلاح کا قصہ	۶	ایمان کا مفہوم خاص اسلام میں
۱	فلاح یا جہاد کی ابتدا	۱	مقام صحت اور کمال انسانی کا حصول	۶	ایمان یا انبیا کی حقیقت
۱	نزول میں سب سے پہلی سورت	۱	شکر علم کو کون ہیں	۶	صلوات کی اقامت کا مفہوم
۱	بسم اللہ کا نزول ہر سورت کی ابتدا میں	۱	اسلام کا مقام پر پہنچنا ہو	۶	اقامت کے حقوق
۱	ہر سورت میں شکر آیت ہو	۱	اخلاص و علم میں مقام نبوت کی دعا میں	۶	ناز کی تفصیلات
۱	بسم اللہ ہر سورت کا خلاصہ ہو	۱	نبوت و بہت ہو	۶	ایمان و اوقات میں اتحاد و سلامتی
۱	سورۃ الفلاح کا خلاصہ	۱	الغنی - الرسول	۶	آفتابیت کی ناز
۱	فلاح کا عالم عادت و عیبت پر ہو	۱	کس کمال کی دعا ہو	۶	ایمان یا انبیا و جلالہ کا تعلق
۱	فلاح کا دعویٰ ہی دعا ہے	۱	دعا کے حصول نبوت اور امت کی بھلائی	۶	اتفاق فی فیصل، اللہ کا مفہوم
۱	اسم فلاح	۱	غضب انسی	۶	مسئلہ اور ذکر کو کھٹے ذکر کی علت
۱	بسم اللہ میں ملی توجہ	۱	شکر پریم اور نالین کون ہیں	۶	حسن و احسان
۱	بسم اللہ کی ابتدا	۱	حقوق میں تفریق و افراط	۶	وہی اور رسول کا نزول
۱	بسم اللہ کے کام میں برکت ہوتی ہو	۱	علی اور علی غلبہ سے بچنے کی دعا	۶	وہی انسی پر ایمان
۱	فلاح اور انیس کے مبالغہ میں فرق	۱	آمین	۶	پہلی وحی پر ایمان میں برکت
۱	رحمان و رحیم آخرت	۱	سورۃ البقرۃ ۱-۲۶	۶	پہلی وحی پر ایمان کی ضرورت نہیں
۱	رحمان و رحیم پر نہیں بولا جاتا	۱	نام غلام مضمون	۶	ایمان یا فقرہ کا مفہوم
۱	رحم - شکر میں فرق	۱	ابتداء میں سکھ جانے کی وجہ بات	۶	غریب کی اعلیٰ خواص

نمبر	خلاصہ مضنون	نمبر	خلاصہ مضنون	نمبر	خلاصہ مضنون
۳۹	مناشی و ادب	۲۸	پہلی کا ٹوک شیطان کو	۳۱	جناہ مرزا یحییٰ بن علیؑ کے بچاؤ پر
۳۰	تہمتی سے پہلی ٹیس ادبیت پر		شیطان صفت انسان		شیخ کون ہیں
	امد کی طرف رجوع		شیطان کا عاقلانہ انداز و انسانیت پر	۳۲	پیش قدمی پر علم و ادب کو
	ادبیت و خلق انسان کے ناتوا مہینے کو		امد کا استغناء		اصل اور حق کا کفر
۳۱	آسان کیا کر		کسی عمل پر نہ سزا کا ذکر کا علمی اضافہ		امداد کا ذکر
	سات آسان		سمر فلسفہ		ادب کی پروا نہ کرنا چاہئے
	صفا - علم و قدرت	۳۹	عزیز و محی ہیں فرق	۲۳	دلوں پر ہر سے مراد
	امد تائی کا قول		مناشی کا انجام		خدا کی مروت پر احوال پر
	فرشتوں کا وجود		آگ جلائے کی مثال		پہلی کا اثر و سادہ سادہ چھوٹا ہو
	وحی اسی عجیب ہے	۳۰	بارش کی مثال	۳۴	عقل سے کام نہ لینا دل پر ہر دم
۳۲	فرشتے جوئی کا نام نہیں	۳۱	گزردہ دل مناخ		ہرے کا مکر چاہا کھنڈل پر ہر دم
	ذریعہ آدم علیہ السلام		مناشی کا علمی و عقلی اثر و اثر		دورنگہ کے کی نسبت امد کی طرف
	ضرورت نبوت		مناشی کے شان کی نسبت پر غائب ہو		روشنی حقیت و کی تردید
	انسان کے غلیظہ حیرت سے مراد	۳۲	کا و طلق پر قرآن اور اس کا جواب		مناشی کا استدلال قرآن میں
۳۳	فرشتوں کا ذکر واد		مناشی سے سنی کرتا ہو		عقل و علم اور غائب الہم
	لاکھ کوشاں کی خوشی کا علم رکھنے		عبادت اور - طاعت میں فرق	۳۵	امداد اور قدرت پر ایمان سے مراد
	تبج و تقدیر میں فرق		خلق سے جوید اسی پر دلیل		عبادت و شہن آبی
	آدم	۳۳	عبادت سے حصول کمال		اسلام کے اندرون و دشمن
۳۴	اداسا سے مراد		تکوارہ قدرت اور قدرت و شانی کا تقابل		مناشی کے زمانہ حال
	بنی آدم اور علم و ساد		شرک فی عبادت شرک فی اوقات		علی نقی
	خدا کا انسان کو علم دینا	۳۴	شیر کو کون کون ہیں		مناشی کی دھوکہ بازی
	فصوص شیا - کا علم		راز و حید و وحی سے کھولا ہو	۳۶	امراض روحانی
	لاکھ باریشا - کا مپن کرنا		توقن کی نیش کا سلاطین		مناشی کی بیادگی
	انستری میں اشارہ		مناشی کا اثر و اثر و اثر و اثر		خدا کی باری باری باری
۳۵	مناشی جوئے سے مراد	۳۵	چکر بھر میں دو بیج کا اندھن ہیں		جہت منافی کا نشان ہو
	لاکھ اور علم فصوص شیا -		دو بیج پر فنا		صالحی کی روایت پر جہت کا احکام نہیں
	آدم کا لاکھ کو - ساد بنا	۳۶	بہشت کے باغ اور نہریں		زین کا چکر لگانا
	لاکھ کے کتمان سے مراد	۳۷	جنت کے پھل	۳۷	مناشی کا فساد و امدان کا دعویٰ اصلاح
	توڑے عالم پر انسان کے تصرف کی طرف		بہشت میں اندھ		مناشی کا مسلمانوں کو بیوقوف نہ کرنا
۳۶	سجدہ اختیار و تسخیر		پھر کی مثال		انسانوں میں شیطان
	نوی میں مئی سجدہ	۳۹	مناشی حیر		ہرے و طلاق پر شیطان کا اطلاق
	لاکھ کے سجدہ سے مراد		خلق پر اس	۳۸	شیطان کا انسان میں حق کی طرح چرنا

[illegible]

نمبر	موضوع مضامین	نمبر	موضوع مضامین	نمبر	موضوع مضامین
۱۲۹	مذہب توحید	۱۲۰	اعلام و عقائد میں فرق	۱۱۱	شان و جلالت کا نام
۱۳۰	قبیلہ کشتی کی چیز نہیں	۱۲۱	تعلیم کتابت کا رنگ انکسلی کا کلام	۱۱۲	مذہب علم جو
۱۳۱	قبیلہ اصل قصہ و نہیں	۱۲۲	وہاے ابراہیم	۱۱۳	اسلام ایک علم اور ایک دین ہے
۱۳۲	اس کے آستان کی طرف پھیرنا	۱۲۳	وہاے اثر	۱۱۴	کلام کے بدلے کی ضرورت
۱۳۳	خدا و کعبہ کی توحیدیت	۱۲۴	امت مسلمہ کی توحید کا ذکر و کلام	۱۱۵	صحابہ کا یہ تعلیم و قرآن پر
۱۳۴	اہل کتاب پر اور حضرت معلم	۱۲۵	رسول کے چار کام	۱۱۶	مسلمانوں کی ہر وجہ و حالت
۱۳۵	قبیلہ سے مراد دین	۱۲۶	وہاے ابراہیم	۱۱۷	نبی اور نبی کو تین مرتبہ خطاب
۱۳۶	میر و علی۔ سامری و عیسیٰ کے عقیدے	۱۲۷	قبیلہ کیلئے امت ابراہیمی کا اصل	۱۱۸	وہی خلق
۱۳۷	اہل کتاب کا آنحضرت کو شہادت کرنا	۱۲۸	علی اصول	۱۱۹	کلامت حضرت ابراہیم کی تفسیر
۱۳۸	وہاے امت و تفرقہ	۱۲۹	اسلم کا مقام	۱۲۰	وہاے ابراہیمی
۱۳۹	مسلمان کعبہ کی پیشکش نہیں کرتے	۱۳۰	مستحب	۱۲۱	قرآن انہیں سے نہیں لیا گیا
۱۴۰	ہجر اسود کا دورہ	۱۳۱	وہیت و انبیاء بھی میں کیلئے برقی ہے	۱۲۲	وہاے ابراہیم میں توحید کی ضرورت
۱۴۱	انگو رستان کی پیشکش	۱۳۲	براج کی عبادت	۱۲۳	میر و علی کے دورہ و تفرقہ
۱۴۲	کعبہ کی طرف منہ اٹھا دینا اگر	۱۳۳	انبیاء سب ایک امت ہیں	۱۲۴	دنیا کی عبادت کا
۱۴۳	قبیلہ کے حکم کو تین دفعہ پڑھیں	۱۳۴	امت ابراہیمی کا عقائد میں	۱۲۵	تفرقہ کے بعد و توحید مذہب
۱۴۴	اہل کتاب کا اعتراف	۱۳۵	جامعیت مذہب اسلام	۱۲۶	خدا و کعبہ کی توحید و تفرقہ
۱۴۵	عبادت انہی کا اسلام و آخری کلمہ	۱۳۶	دنیا کے لہجے ایک ہی مذہب پر ہے	۱۲۷	انبیاء میں اہل و اس کے دورہ
۱۴۶	وہاے ابراہیم کا رسول اور قبیلہ ابراہیمی	۱۳۷	ما اتزل من قبلہ کی تفسیر	۱۲۸	کعبہ کے متعلق دو چیزیں
۱۴۷	اسلام کے اندر توحید و توحید میں	۱۳۸	اسلام کسی بزرگ کو جہنم نہیں کرتا	۱۲۹	خدا و کعبہ کی توحید و تفرقہ
۱۴۸	مسلمانوں کی زندگی کا مقصد و اس کی شکل	۱۳۹	دین اسلام کا مقادیر و توحید	۱۳۰	مقام ابراہیم
۱۴۹	حیرت و حیرت	۱۴۰	عالم اسلام میں فرق	۱۳۱	خدا و کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم
۱۵۰	استقامت و الصبر و الصلوة کا دورہ	۱۴۱	خدا کی ربوبیت کی دست	۱۳۲	بنیں اور ابراہیم
۱۵۱	اسکی ارادہ میں قتل پر پورا لے کر نہیں	۱۴۲	مسلمانوں کو تعلیم کا پورا دینا ہے	۱۳۳	خدا کی عبادت
۱۵۲	ان کی زندگی کا مقصد	۱۴۳	کلام و توحید و توحید کے سابق	۱۳۴	عرب کا رسول کی اولاد سے جہنم
۱۵۳	کافری بدعت و مذہبیات نہیں	۱۴۴	تحریر قبلہ	۱۳۵	تعلیم و کعبہ
۱۵۴	شہادہ کی زندگی	۱۴۵	تحریر قبلہ کا عادیث	۱۳۶	کہہ کئے وہاے ابراہیم
۱۵۵	شہادہ کی موت اور دین کا تعلق	۱۴۶	تحریر قبلہ و توحید پر	۱۳۷	وہی کفر و توحید کی چیز
۱۵۶	مصائب میں محنت	۱۴۷	وہی قلب توحید کی چیز	۱۳۸	ابراہیم کا خدا و کعبہ کو تفسیر کرنا
۱۵۷	صحابہ کا کمال و صبر	۱۴۸	قبیلہ کے صفوں میں توحید کی طرف اشارہ	۱۳۹	خدا و کعبہ کی توحید بنانا
۱۵۸	ان کا دورہ و مقصد	۱۴۹	کلامت امت محمدیہ	۱۴۰	خدا و کعبہ بنانے کا مقصد
۱۵۹	اسکی صلوٰۃ بندوں پر	۱۵۰	تحریر قبلہ کے ذریعہ توحید	۱۴۱	اعمال کے ابراہیم کے توحید و توحید
۱۶۰	صفا و احقرہ کے ذکر میں اشارہ	۱۵۱	علم یعنی توحید و توحید		

تفسیر	خلاصہ مضامین	تفسیر	خلاصہ مضامین	تفسیر	خلاصہ مضامین
۱۶۵	جہان من بعد ہر دوں دنیا کا حکم	۱۵۵	انصاف میں انصاف و حقیقت نہیں	۱۴۰	حج اور عمرہ میں فرق
۱۶۶	روزہ اور دوامِ فردی سے اجتناب		خون بہا	۱۴۱	سعی میں انصاف و اللہ
۱۶۷	سداوت کی فرض	۱۵۶	انصاف تو مری زندگی کی بنیاد ہے		کشتن ہر ایتھاد اس کے نتائج
	حج کے بیچنے		حکم وصیت شیخ نہیں	۱۴۲	توحید ہدایت کا اصل ہے
	حجرت کے بیچنے		قرآن و حدیث کی شہادت		توحید کیا ہے
	ابوابِ جنت و ابوابِ جہنم	۱۵۷	ایک تہائی مال کی وصیت	۱۴۳	منافقہ سنگ توحید باری کی شہادت
۱۶۸	فرضوں کا کچھ دوسرے گھر میں داخل ہونا		غیراتی کاموں کی وجہ سے وصیت		شرع و انسانی کی شہادت توحید باری کی
	عوب کی ذمہ داری		دین کے لئے وصیت نہیں	۱۴۴	عقل اور عبادت کا مقام
	ایک کی دس باتیں	۱۵۸	وصیت کے وقت اصلاح	۱۴۶	عقرباں کی ایک طرف سے بیگانہ
	حج اور جنگ کے اکنسے ذکر میں حکمت		روزہ سب تو مری میں پڑا جاتا ہے		ہر کسی پر حسرت صواب میں جاتی ہے
	فی سبیل اللہ جنگ کے مواد		حزبتہ نبوی کا روزہ رکھنا اور ہفتہ کی تعلیم		نیکی پر حسرت نہیں ہوتی
۱۶۹	اس کی فرض نہ ہو تو آدمی کا قیام نہ		روزہ کی فرض	۱۴۷	معاذی اللہ کا اثر اخلاق پر
	اسلامی جنگ کی شرائط	۱۵۹	خوابشاد پر حکومت کی تعلیم		نہ ہر کسی اور باطنی عبادت کا شائق
	ہر ایک کے حق کا حکم نہیں		عاشورہ کا روزہ	۱۴۸	سودہ اور خنساء کی فتنہ
	جنگ کی حد	۱۶۰	روزہ چھڑانے کیلئے بیماری کی حد		ہر کسی اور بیگانہ کی کا شائق فتنوں کے
	فتنہ سے مراد کفار کی ذرا سالی ہے		سفر کی حد		عقل سے کام لینے کی ہدایت
۱۷۰	سید عالم میں جنگ کی ممانعت		رخصت یا وجوب	۱۴۹	عروہ اور غیرہ کی حسرت شریف نہیں
	کفار کے جنگ کے جانے کی صورتیں	۱۶۱	آیت خدیجہ پیام کی تفسیر میں اختلاف		سبح کا شہرہ سے لگا رنفرت
	کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مواد		سندس کا فتنہ کوئی کوئی کہہ سکتے ہیں		حسرت کی وجہ
۱۷۱	غزہ کی آزادی کا قیام		حد و تصرف	۱۵۰	حسرت خدا تعالیٰ کا شائق
	حد و تصرف میں جنگ کے حکم		روزہ سے پہلے کی تو ترقی پڑتی ہے		خدا کا دو زبوں سے کام لگنا
۱۷۲	فی سبیل اللہ مال کا بیچنا، ذکر، مالکیت	۱۶۲	قرآن نام کی وجہ	۱۵۱	تخصیص ثلثیت اور اصل کارہ
	حج میں روکا جانے کی صورت		انتہائے نزول قرآن رمضان میں		کعبہ کی طرف منکر کے کی اہمیت
۱۷۳	سر نہ دانا		قرآن کے تین کمالات		تالیف و تفسیر قرآن کی کامیابی کا پس منظر
	حج تین طرح پر	۱۶۳	توبہ اللہ کا بندہ سے اور بندہ کا اللہ سے		ایمان کا مفہوم
۱۷۴	حج کے بیچنے		رمضان میں توبہ کسی کی راہیں		ایشیاء
	حج کی فرض		توبہ کسی کے حصول کی دعا	۱۵۲	دشمنوں کے پیادہ کا بھی رنگ
۱۷۵	حج میں زاد راہ کی ضرورت ہے	۱۶۴	سودی دعا میں اور ان کی قبولیت		نازد و دور کا
	آخرت کا نادرہ		رمضان میں حسرت سے نفرت		ایضائے حد
	حج میں تجارت		میاں بی بی کا تعلق		صبر کے بٹاؤں کا بیانیہ کا ہے
	دینی اور دنیوی ترقی کی پہلو پہلو	۱۶۵	نزول حکم قرآنی کی پہلے روزہ میں تشریف	۱۵۳	حکم انصاف کی مناسبت
۱۷۶	میدانِ عرفات		روزہ کی حدود		نفس میں انصاف

شرب

صفحہ مضامین	صفحہ مضامین	صفحہ مضامین
۱۹۳	۱۸۴	۱۶۶
شراب کا استعمال بعد رونا	قانون شرب میں نیا کی زندگی کی لذت	اسلام کے ایک نقطہ پر پید کیا
۱۹۵	۱۸۵	۱۶۷
شرب اور رونا کا پوچھ	انبیاء کی بیعت کا عام قانون	خض عظیم تر ترقی کو
۱۹۶	۱۸۶	۱۶۸
بیتوں سے میں جوں	سب جملہ فرقہ فیصلہ کیلئے حرم کی	استغفار کا بلند مرتبہ
۱۹۷	۱۸۷	۱۶۹
انجیل اور بیت نی	ہر شے کے ساتھ کیا دوسری	جنت میں استغفار کی ضرورت
۱۹۸	۱۸۸	۱۷۰
شرکین سے شہادت کا حاج کی حاجت	حق کے قیام میں مشکلات	استغفار کی توجہ کو دیکھنا
۱۹۹	۱۸۹	۱۷۱
شرک سے پیروی کی وجہ میں	نصرت الہی کی وجہ	دوسری زندگی کی پیدائش
۲۰۰	۱۹۰	۱۷۲
شرکین اور ایک بکے علاج	انفاق ال کی توجہ	راج میں دوسرا اور تیسرا چلنا
۲۰۱	۱۹۱	۱۷۳
مسلمان اور شرک کا دوسرا	مسلمان جنگ کرنا پسند کرتے تھے	طواف
۲۰۲	۱۹۲	۱۷۴
مسلمان طلاق کا تحقیق چاہتے	موجودہ حالت اور جنگ	بلبل وادوں کی پڑائی کرنے سے روکا کر
۲۰۳	۱۹۳	۱۷۵
ایک میں میں مقاربت	حرم کے مہینوں میں جنگ	دوسرا جامع دوسری دنیا
۲۰۴	۱۹۴	۱۷۶
قانون کریم اور دوسری کے شہادت	گناہ کی مسلمانوں پر زیادتی	دنیا کی شہادت کی طلب
۲۰۵	۱۹۵	۱۷۷
بائبل میں میں تھے	ایک حصہ کی قتل	شہاد کا کام دوسرا اور قیامت میں
۲۰۶	۱۹۶	۱۷۸
سینا کے پہاڑ کی شہادت کا ذکر	گناہ کی مسلمانوں سے جنگ میں فرض	ایک نام شہادت
۲۰۷	۱۹۷	۱۷۹
حمت کے بزرگوں کی ہمت سے مراد	ہر مرد کا حکم ترقی نہیں	مہذب مہذب
۲۰۸	۱۹۸	۱۸۰
ایک شہادت سے مراد	ہر مرد کا علاج ترقی نہیں ہوتا	حکومت کی اصل فرض
۲۰۹	۱۹۹	۱۸۱
ایک سے دوسری کی قسم کا دوسرا	حصول طلاق کے لئے حیثیت	مہذب اقوام کا نقشہ
۲۱۰	۲۰۰	۱۸۲
نفس میں	جدا علی دوطرف پر ہر	مسلمانوں کی حکومت کی اصل فرض کا نقشہ
۲۱۱	۲۰۱	۱۸۳
حمت کے پاس جائے کی قسم	جدا علی کی دوسری حصہ دوسری	جس کی ترقی حاصل کرنا پر ہر
۲۱۲	۲۰۲	۱۸۴
عربوں میں طلاق	ہجرت	مہذب کا بلند مقام
۲۱۳	۲۰۳	۱۸۵
یہودیوں اور ہندوؤں میں طلاق	جہاد کی تین قسمیں	اسلام میں کال غریبوں کی ترقی کی توجہ
۲۱۴	۲۰۴	۱۸۶
حیثیت اور طلاق	جہاد صغیر جہاد اکبر	یادوں کے ساتھ
۲۱۵	۲۰۵	۱۸۷
اسلام کے طلاق میں اہمیت کا بیان کیا	مناقصوں سے جہاد	اشک کا آنا
۲۱۶	۲۰۶	۱۸۸
وجود طلاق کو کہیں میں میں نہیں کیا	مقدم کو سہ ہجرت اور جہاد میں	ملا کر کا آنا
۲۱۷	۲۰۷	۱۸۹
طلاق حالت طہریں پر کی جی	خود میر کا تعلق	جنگوں میں نزل ملا کر
۲۱۸	۲۰۸	۱۹۰
طلاق پر پہلی حد بندی	خود میر کا جیکے تعلق	فتح کر
۲۱۹	۲۰۹	۱۹۱
طلاق پر دوسری حد بندی	عید کی تمام کی خاص بیاریاں اور جہاد	مہذب اسلام کی جنگ کی
۲۲۰	۲۱۰	۱۹۲
حدت کی دوسری فرض	یہودیوں میں حرم شرب کی توجہ	انجیل کی حدت کے لئے نشان
۲۲۱	۲۱۱	۱۹۳
طلاق پر تیسری حد بندی	ہندوؤں میں شرب	تبدیل نعمت اور شہ
۲۲۲	۲۱۲	۱۹۴
سادات حقوق زوجین اور دوسری کی توجہ	حیثیت اور شرب	تباہی چاہنے والوں کو جواب
۲۲۳	۲۱۳	۱۹۵
سہ شہادت اور حدت	شراب اور انجیل کی توجہ	بہرہ جہاد کا اچھا دکھاؤ شہاد کا توجہ
۲۲۴	۲۱۴	۱۹۶
طلاق پر چوتھی حد بندی	حرم شرب کی توجہ	کاروں کا سہاروں پر شہاد
۲۲۵	۲۱۵	۱۹۷
طلاق پر پانچویں حد بندی	شراب اور انجیل کی توجہ	توجہ اخلاق سے ہر

صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین	صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین	صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین
۲۲۳	مومن کے ذریعہ سے پہلی آزمائش قہوروں کا جہنم پر غالب آنا	۲۱۲	سائل طلاق کا طریقہ ذکر کر کے	۲۰۳	طلاق صرف دو طرفہ ہی ہو سکتی ہے تین دفعہ طلاق کہنے کا کافی حکم نہیں
۲۲۴	بائبل میں طلاق کے متعلق تشدد و بیان مادہ کو پس بارش بہت اور بہت کا اجتماع	۲۱۳	صلوۃ وطنی نامہ صبر و ناروں کی تسلا و پانی کر	۲۰۴	طلاق چھ اور طلاق بائن طلاق یقی
۲۲۵	عیسائی کے جتنوں و درآن کی حمایت آکھت میں ابول نعوت و بادشاہت	۲۱۴	خوف میں نالہ و جات نماز ذکر اللہ کی بہترین صورت ہے	۲۰۵	تین طلاق کتاب میں ہے چھ ہی ہے تین طلاق یا مہر کا بہت کا نتیجہ ہے
۲۲۶	خیشہ کے دو سرے میں نفس لازم نہیں بعض کتب میں لاشہ نیلے بنی اسرائیل کو حضرت داؤد علیہ السلام کی بیٹی کی تحریر کی آمد کر خدایا آمد قلمداد ہو کر	۲۱۵	اولی قرآن کی تعلی و جی خفی سے نماز کا لکھا یا جانا ماز کی تفسیرات قرآن میں بڑے بڑے شہر یہ وہ کے ایک سال متاع کا حکم	۲۰۶	طلاق کے تین اقسام مات حیض کی طلاق طلاق نہیں طلاق تین سال کا حکم کی اور بھی ہو کر
۲۲۷	امادہ و کتب کے مسمیٰ فیضیت نادر اللہ کا کہ مہندہ کے ساتھ تفسیر میں ملے ہو خدا کا کلام کل رسروں سے ہوا	۲۱۶	منع اور عدم منع کے اقوال حدیث لادھیۃ قواعد بنی اسرائیل کا مہر سے خرچ	۲۰۷	طلاق پر چھ ہی اور بھی ہو کر عورت پر دیکھ تاحی طلاق حاصل ہو کر
۲۲۸	حضرت عیسیٰ کے ذکر کی وجہ سب قوسوں کی طرف ایک سو گنا تفسیر قیامت میں ہی غلط شفاعت کا ذکر ہوا	۲۱۷	بنی اسرائیل کی موت اور زندگی تا پنج اسرائیل سے مسلمانوں کیلئے بہت انفاق فی سبیل اللہ	۲۰۸	طلاق کی طلاق کا دقت عورت کو دقت طلاق اور بھی ہو کر ہنشاہت میں اس کی طلاق طلاق ہو کر
۲۲۹	قیامت کی غلط و شفاعت کفار سے شہادت دہر شہادہ کو ہم پر مقدم کر کے کی وجہ شفاعت کے لئے ضرورت اذن	۲۱۸	سورتن کا ذکر اور مسلمانوں کو نصیحت طاوت یا ساؤل بادشاہ کے آفتی کے اصول	۲۰۹	طلاق پر ساتوں حد بندی طلاق بائن صلوۃ کر جائزیت ہے حدیث اور طلاق میں کتب نماز شہر
۲۳۰	شفاعت اور دعا حکم سے اعط آیت الکرسی اسرار غم	۲۱۹	طاوت یا ساؤل بادشاہ کے آفتی کے اصول بادشاہت وراثت سے نہیں	۲۱۰	خود طلاق نہیں ہو سکتا خود طلاق نہیں ہو کر تو تاحی طلاق کی تقریر کے پہلے خود طلاق یا طلاق کا خروج
۲۳۱	آیت الکرسی میں مذکور باطل کا رد مشہد شفاعت کو نذرانہ و تقدیر سے پاک کیا انصاف میں بطور نقد یہودی بنائے کا کوثر آیت ۵ اگر کہ شیخ نہیں حکم اگر کہ اہل کتاب کے عقیدہ نہیں قرآن کریم مسلمانوں کی توجہ کو نہیں منوانا	۲۲۰	بادشاہت کی ضرورت مسمیٰ و اعلیٰ نو کا بہت و حقائق بھی چیل کا بہت	۲۱۱	تین طلاقوں کا عدم مہر دو دفعہ پانے کی مدت چھ روز کی مدت یہ وہ کا خروج
۲۳۲	کفر طلاق و ت اور بیان اللہ سے مراد اللہ کی ولایت مسمیٰ سے کیا ہو	۲۲۱	قررت و بچوں کا بہرہ شکاف قرآن میں کس کا بہت کا ذکر ہے عیسائیوں کا عرض سورتن کی کتابیں کابوت کی تالیف قرآن کریم میں ثابت یعنی تفسیر سکینت کا تحقق کہ ہے ہے	۲۱۲	تین طلاقوں کا عدم مہر دو دفعہ پانے کی مدت چھ روز کی مدت یہ وہ کا خروج تقریر کے پہلے خود طلاق یا طلاق کا خروج تقریر کے پہلے خود طلاق یا طلاق کا خروج
۲۳۳		۲۲۲	سکینت کا تحقق کہ ہے ہے سکینت کا تحقق کہ ہے ہے	۲۱۳	تین طلاقوں کا عدم مہر دو دفعہ پانے کی مدت چھ روز کی مدت یہ وہ کا خروج تقریر کے پہلے خود طلاق یا طلاق کا خروج

صفحہ	خلاصہ مضامین	صفحہ	خلاصہ مضامین	صفحہ	خلاصہ مضامین
۲۵۳	چراغ و چراغ کا عقد	۲۵۴	مکتبہ صدقات	۲۳۳	نور و احسان و خلاصہ توحید کے لئے کی وجہ
۲۵۴	سردیہ کے واسطے کا قتل کرنا جائز نہیں	۲۵۵	خیر سلیمان پر مال خرچ کرنا	۲۳۴	کلموں کو ہدایت دینے کے عہد
	سردیہ کا پیرا پیرا شوق و شہرہ خرچ کرنا		صدقہ سے فائدہ	۲۳۵	حضرت ہارون کا پادشاہ سے عہد
	کائنات میں کائنات	۲۵۸	خیر خدائے کائنات کا عقد کا پادشاہ	۲۳۶	انجیل کے توفیق کی دوسری مثال
	کائنات کا کائنات کا کائنات		کون کون سے صدقہ کی سبب سے کائنات		مذہب کی روایت
	قرضہ کا مصارف کرنا		سوال کرنا مذہب سے	۲۳۷	مذہب کے عہد کا ذکر قرآن کریم
۲۵۵	آؤی آیت جو اخلاص پر نازل ہوئی		بیک با کھف سے روئے کا نظام		یہ وہ علم کے لئے پیشگوئی
	آیت کی تشریح و تفسیر کے حکم سے	۲۵۹	قرآن نے صدقات کی تفسیر کرنا کیا	۲۳۸	روایات سال کی صورت کی روایت
	خداوند مال کی تعلیم		صدقہ کا دوسرا دوسرا دوسرا		کیفیت انجیل کے سو فی سال
	میں دین کے معاملات کا علاج پر		ربانہ جاہلیت	۲۳۹	مرد کے سبب سے زہر ہونے ہیں
	قرآن کے حکم میں تین دن کی خبر	۲۶۰	حرم رب کا حکم آخری حکم نہیں		حدیث کی شہادت کے سوال کے لئے
۲۵۶	دین کے میں		دین کے میں کی اخلاص نے بابا کی تفسیر	۲۴۰	انفاق کی تفسیر اور کلمہ اور کلمہ
	میں کا قی		سود کی اخلاص کا حکم		قرآن کی زندگی کے اسباب کی بات
	بہرہ مصارف میں اصل تواریخ		بیکوں کا سود		پیش کی مثال اور انجیل کے مطابق
	دو گرا		زیندارہ بیک		وہ علم کی ترقی انفاق کی تفسیر کے لئے
۲۵۸	حرم کی تفسیر		بیکوں کے زیادہ رقم	۲۴۱	انفاق کی تفسیر قرآن کریم
	بہرہ باقیہ کا جو نظام ہو		مادیت میں حرم رہا	۲۴۲	میں بات بتانا بھی صدقہ ہو
	اخلاص کا زہرہ کی پانچ پانچ		مادیت سود کی دوسرے		صدقہ کے اطلاق سے مراد
	بیک کی تفسیر	۲۵۱	مال کی بیعت		ریا کے خرچ کی مثال
۲۵۹	بہرہ باقیہ کا جو نظام ہو		شراب اور دیگر برکت بہت باک		ریا کا خرچ مسلمانوں کا نہیں
	مالک اور زمین کا بہرہ		اخلاص کی مال تعلیم اور مال قوت کا	۲۴۳	دوسرے روئے کا خراج یا مال میں
	مالک دیناری میں رہتی کی اہمیت	۲۵۲	کسی کی بیک کی زہرہ کا ذکر		مال خرچ کرنے کی سبب سے کلمہ
	کلمہ شہادت اور جہاد شہادت		سود اور جہاد میں فرق	۲۴۴	میں وادی کا اظہار صدقہ ہو
	آیت ان توبہ کی تفسیر پر بحث		سود سے عت کی تفسیر	۲۴۵	کیا مال خدا کی مال میں خرچ کیا جائے
۲۶۰	خرچ کا استعمال صحابہ میں		شرکت کی تعلیم		صدقہ کے انفاق میں نہیں
	پیشہ اور بیک کی تفسیر کا سبب		سود و دی کا دوسرے تفسیر		تشریفاتی و تشریفاتی
۲۶۱	سبب انجیل پر ایمان		سود و دی کا دوسرے تفسیر	۲۴۶	حکمت خیر کی تفسیر
	من قبلہ کی تفسیر		مصلحت اور مصلحت کی تفسیر		صاحب کا تفسیر
	مشقت سے مات پھیل جاتی ہو	۲۵۳	شراب کی تفسیر		تفسیر شہاد
۲۶۲	کل انجیل		سود و دی کا دوسرے تفسیر	۲۴۷	خلاصہ صدقات
	عفو اور عفو کا انجیل		قرآن کا مال خرچ کا حکم		انجیل کی ناقص تعلیم
۲۶۳	خاتمہ سورت بقرہ کی تعلیم		بقایا سود کا ذکر کرنا		قرآن کے

خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
نشان اور خطا	۲۶۳	پیشگوئی تشاریات سے ہو	۲۶۳	خداوند اس کی طرف سے اتصال	۲۸۶
جوشی		بائبل کی پیشگوئی میں جن میں خدا کے لئے لکھا		خدا کی بادشاہت	
تضاد وقت کے مصائب		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے		تخلو کثرت میں حکومت کی طرف سے	۲۸۷
وفا کے حق و حق و رحم		تخلو خدا کا، استقلال کیوں کے حق میں		مرد اور زندہ سے مراد	
سرورت کی غرض و غایت		آوردہ سے کہ وہ بطور عارضہ کا بیٹا تھا		مراوات کفار	۲۸۸
۳۔ مسعودۃ ال عمران ۲۶۳-۲۶۵		مرزا صاحب کی طرف سے دعویٰ عزت کی نسبت	۲۸۷	مسکرتہ عقیدہ اور باطنی شیعہ	۲۸۹
نام خلاصہ مضامین		تخلوات اصول دین ہیں		کفار سے رسالت کی ایک صورت	
بقدرہ اہل ایمان کا تقیہ اور لہذا	۲۶۵	فرقہ کو اصول کے ماتحت کیا جائے		و دشمنان اسلام کی بھی تائید	۲۹۰
زاد و تزلزل		تشاریات میں پختہ ہوا کارہ	۲۸۵	کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی کمالات	۲۹۱
صفیات آئی ہیں عیسائیت کا بطلان	۲۶۶	زیچ سے بچنے کی دعا		دوسرے شیعہ	
آنحضرت کی وفات پر عزت سے گفتگو		کفار کی مذہب کی پیشگوئی	۲۸۶	عبد رب الہی کس طرح بتا کر	
حضرت عیسیٰ پر خدا کا ذکر		الاسلام علیہ السلام سے مراد	۲۸۷	کفار کے لئے سے عیسائی چھڑا سکتا	
پہلی دیکھ کر تیرے تھل قوت کی قدرت	۲۶۷	عیسائیوں سے خطاب		حضرت عیسیٰ کے ذکر کی ابتدا	۲۹۲
قرابت میں کوئی شک نہیں ہیں		جنگ جد کی پیشگوئیاں		آدم اولیٰ اور آدم آخر	
صحابہ کے سینے انجیل ہیں		آنحضرت کی دعا کے دن		برگزدنی کی شخصوں اپنے زنا و فرج	
ابلیس کو کسی کتاب پر	۲۶۸	بائبل جنگ جدا و ہجرت کی پیشگوئیاں	۲۸۸	مریم کو اکتادہ اور نبوت کے لئے شیعہ	۲۹۳
چار بیچیں		جہنم میں مسلمانوں کا کفار کو دہندہ کیجئے	۲۸۹	اولاد کو خدمت دین کیلئے تھکا کرنا	۲۹۴
بائبل		دنیا کے مرفوعات مقصد زندگی نہیں	۲۹۰	قرابت میں خدمت دین کر سکتی ہیں	
پہلا اور دنیا میں نہ		جنت اور عیسائے الہی کا حصول نہیں	۲۸۱	مریم کا بیاد اچھا اور صاحب لادہ ہونا	۲۹۵
انجیل کے مصنف		انہما کے مرفوعات دنیا کا انجیل		حدیث میں شیطان	
زاد و تقیہ انجیل		استغفار ترقی کا آخری درجہ ہو	۲۸۲	مس شیطان کے درمیان	
حرف کے بول نام ہی قوتیت و انجیل		صحت کے وقت استغفار اور دعا		بچہ اور دوسرا شیطان	
قرابت دیکھیں میں حیات		امتہ ثانی کا زول ساء دنیا پر		ہر کوئی مضمون پیدا ہوتا ہو	۲۹۶
فرقان قوت کا نام ہو		قرابت پر تین قسم کی شہادت	۲۸۳	احادیث میں عیسیٰ کا ٹھکانا کچھ سے رشتہ	
حضرت مسیح کا اعتراف نامی	۲۹۷	عیسائیت پر تمام حجت		یعنی مریم، ابن مریم کا ذکر و مثال	
آدم کا اللہ کی صورت پیدا کر کے ہوا	۲۹۸	یہ وہ اسلام کی مثال قبول دین ہو		حدیث میں مس شیطان کا اصل مضمون	
نہی میں خمیر		آنحضرت کی جنت اور دوسری طرف	۲۸۴	حدیث میں پیدا ہونے والی روحانی مراد ہو	
سیح کا اصل نام عیسیٰ ہے اور انجیل پر		نبیوں کا حق		ذکر اور ذکر باری	۲۹۸
عکس اور تشاریات پر حب کی بحث	۲۹۹	جہاد حق	۲۸۵	مریم کے متعلق بعض مفسرین کے خیالات	
اپنی طرف سے مطابق کاویل	۲۹۹	تقریب بائبل		بے سوسہ میں	
راستی فی العلم اور تشاریات کی تائید		قرآن کامل تخلوات نبی کا فیصلہ		مذہب سے مراد	
عیسائی مذہب کی بنیاد تشاریات پر	۲۹۹	دفعہ سے بریت کا دعویٰ		مریم کا پاس مذہب کا پتہ	۲۹۹

صفحہ نمبر	خطہ مضامین	صفحہ نمبر	خطہ مضامین	صفحہ نمبر	خطہ مضامین
۳۱۹	حضرت عیسیٰ کا موعظہ بنی اسرائیل کی طرف سے ہونا	۳۱۹	امسکا رو مانی میں ذکر حضرت	۳۱۹	معمولی امور کے ذکر میں سبق
	دوسری اقسام کے ذکر کی حیثیت دینا		لکھتے ہوئے مراد	۳۲۰	نیک اور دکھ کی خواہش
۳۲۰	یہود سے باہر کی چند دوسری اقسام کی طرف سے		اصولی اور خصوصیات کی بحث	۳۲۰	نیک کا کلام
	حضرت یحییٰ اُمّت محمدیہ میں جس کا شوق		برہمن کے آداب و کمالات اور بہت میں		پر خدا ہیبت سے ہونا
	خلق کے ساتھ جس کا شوق اور انسان کیلئے ہر حال میں		کھڑے ہونے کے آگے سے مراد		سلسلہ سے ہونے کے اولیٰ آخر خود کو چھوڑنا
	خلق پر ہر حال کے لئے جس کی فائدہ دینا	۳۲۰	آنحضرت کا اپنے آپ کو دعا سے بہرہ بردار ہونا		عقلمندی کے لئے ہر چیز کی
۳۲۱	پانی میں بہنے کی حالت		کھڑکی دوسری توجہ		ایساں کا آسان پر جاننا
	پانی اور پانی کا شوق		نام کی وجہ سے		ایساں کی دوبارہ آمد کی پیش گوئی
۳۲۱	حضرت عیسیٰ کا پھر پھر چکر بٹانا		سیح کا کشیدہ طریقہ میں آنا	۳۲۲	کلمہ کی تصدیق سے مراد
	خلق اور اشیاء خاصہ صفات باہر ہر		سیح کی پانی و دیال کی آواز کیلئے ہر چیز کے		عقلمندی اور عیسیٰ
۳۲۲	طبیعی کی توجہ کو دوسرے حلقہ پر چھوڑنا	۳۲۱	سیح کو دیکھنے کی وجہ	۳۲۳	ان کی کی غاروں میں انظار کی جاتی یا نہیں
	سیح کے کلام میں حضرت عیسیٰ		حضرت عیسیٰ کا دوسری اقسام سے ملنا		نوح کا قصہ
	رو جانہ کی توجہ سے		سیح کا مقرب ہونا	۳۲۵	مریم خیمہ میں نہیں
۳۲۱	طبیعی کا باریکی میں		سیح کو مقرب کرنے کی ضرورت		کلمہ کی توجہ سے نہیں
	طبیعی کا استعمال اور ہر حال میں	۳۲۲	سیح کا ہر حال میں چھوڑنا		خیر و نیکی سے ملنا اور ان کو دینی
۳۲۲	ان کی میں ہر حال میں		سیح کے کلام میں بحث		نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
	ان کی میں ہر حال میں		کھڑکی کی آواز سے توجہ سے ہر حال میں		نبی اصطلاح سے عیسیٰ میں
۳۲۳	ان کی میں ہر حال میں	۳۲۳	صلح ہونے سے مراد		ان کی توجہ سے نفس
	ان کی میں ہر حال میں		صلح ہونے سے مراد	۳۲۶	حالیہ میں سے مراد
	ان کی میں ہر حال میں		بشارت کے ذکر میں نبی کو ہیبت سے		حرفوں میں نصیحت
۳۲۴	ان کی میں ہر حال میں		کلمہ کی توجہ سے		مریم کی نصیحت میں کی نصیحت پر ہونا
۳۲۵	ان کی میں ہر حال میں		حضرت یحییٰ کی بنیاد پر ہونا		مریم کا ذکر اور چھوڑنا
	ان کی میں ہر حال میں		دوئل میں عیسیٰ کی اصول پر		حضرت یحییٰ کا پانی والہ سے خطاب
	ان کی میں ہر حال میں	۳۲۴	بنیاد پر ہونے میں نصیحت نہیں		آنحضرت کا پانی کی توجہ سے
۳۲۶	ان کی میں ہر حال میں		سلطان مریم کا روح القدس کے ساتھ ہونا	۳۲۶	عقلمندی سے خوف ہونا کی طرف سے
	ان کی میں ہر حال میں		نفس انسانی کی پرورش کے متعلق گفتگو		ادب و اخلاق
	ان کی میں ہر حال میں		اس بشر		سیح اور مریم کے صحابہ کا ہونا
	ان کی میں ہر حال میں		توجہ دہان کی تائید شہادت		مریم کی صورت پر شہادت دینا
۳۲۷	ان کی میں ہر حال میں	۳۲۷	مریم کا مریم سے تعلق و حقیقت	۳۲۸	مریم کی دوسری کلمات مریم کی ہفت پر
	ان کی میں ہر حال میں		مریم کی شہادت کی طرف سے		مریم صلی اللہ علیہ وسلم
	ان کی میں ہر حال میں		مریم کی شہادت کے لئے ہونا		قرآن و حدیث
	ان کی میں ہر حال میں	۳۲۷	حضرت عیسیٰ کی تائید مریم کی طرف سے	۳۲۹	مریم کی بہت کی شہادت

تذکرہ	خواص مضامین	تذکرہ	خواص مضامین	تذکرہ	خواص مضامین
۳۵۰	حلیۃ ربانی فی شمس اودھ، اثبات نیایش ہری کوکب و حکم دیاسانا دعوتِ جنت کا اختر کے متعلق خطِ نبوی	۳۳۸	سیرِ میراثیوں کو نذرِ شمع کی اجازت عینِ چشتی کی تہذیب میراثیوں کی حضرت علی کا عطا اور اولیٰ ثبوت	۳۳۸	عمر بن خطاب کی وجہ بارہ حادیوں کے نام دعوت کے لئے ہدایت
۳۵۱	یشاق النبین	۳۳۹	سبا و کرب جاترہ	۳۳۹	حادیوں کا نام حادیوں کی اپنی حالت بڑی قابل
۳۵۲	آنحضرت صلعم جہانگیر عالم کے مراد اول النبین اور آخری نبی	۳۴۰	شرک فی الصفات	۳۴۰	حادیوں کے ساتھ دھوکہ قرآن شریف کا میراثیوں پر حملہ
۳۵۳	عینِ نبی علیہ السلام کی سبب کا بیان آنحضرت صلعم کی شہادت کی شہادت کی شہادت	۳۴۱	بہرِ کسب	۳۴۱	صلیب پر چڑھنے کی تہذیب سیاح کو آسان بنانے کی تہذیب
۳۵۴	ایہا ہمدانیوں کی شہادت کی شہادت اسلام عالمگیر	۳۴۲	عینِ ستم کا شرک بجا صفاتِ طاہرین عدل مقابلہ ہائے ستم و ستم	۳۴۲	متوفیات پر حضرت عیسیٰ کے خیالات وفات کی
۳۵۵	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۳	سیرِ دین و میراثیوں پر احکامِ حق ایہا ہمدانیوں کی تہذیب و تہذیب	۳۴۳	امام مالک کا مذہب کا کتبِ فہرست میراثیوں کا حقیقہ و حقیقت
۳۵۶	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۴	آنحضرت ابراہیم کے تہذیب میراثیوں کی سبب کا بیان	۳۴۴	وفات کی شہادت فتح کا صفی میراثیوں
۳۵۷	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۵	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۴۵	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب
۳۵۸	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۶	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۴۶	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب
۳۵۹	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۷	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۴۷	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب
۳۶۰	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۸	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۴۸	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب
۳۶۱	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۴۹	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۴۹	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب
۳۶۲	اسلام کو چھٹا شہادت بنانا نجات اور دوسرے خواہش	۳۵۰	سیرِ دین کی سبب کا بیان اس کے سبب کا بیان	۳۵۰	حضرت عیسیٰ کی تہذیب حضرت عیسیٰ کی تہذیب

خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
ظاہر و باطن کے تقابلیں نہایت	۳۶۳	احادیث سے قول کے معنی پر روشنی	۳۸۱	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
لغوی اصطلاحات	۳۶۴	بین ہزار سالہ کی نصرت کا وعدہ	۳۸۲	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
کامیابی کا پانچ گنا ثواب اور ناکامی کا پانچ گنا عذاب	۳۶۵	احزاب میں پانچ ہزار سالہ کا وعدہ	۳۸۳	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
کامیابی کا وعدہ سوار کا قوی ہو	۳۶۶	چند سالہ وعدہ خواب میں نزول کا حکم	۳۸۴	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
قرآن پر مسلمانوں کا اتحاد	۳۶۷	امریک کا آقا	۳۸۵	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
قرآن کی تیناد اتحاد وعدے سے نشاء	۳۶۸	عزول کا نکرہ فری بات نہ تھی	۳۸۶	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
قرآن میں اتحاد پیدا کرنے کی طاقت	۳۶۹	کا نکرہ قتال نہیں کیا	۳۸۷	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
کامیابی کا تیسرا کردار نبی الاسلام	۳۷۰	احد میں کشاکش کا کامی	۳۸۸	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
موجودہ گناہوں	۳۷۱	آنحضرت کا بد دعا کرنا	۳۸۹	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
دعوت الی الاسلام کی اہمیت	۳۷۲	رواقہ پر مومن	۳۹۰	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
عبد و صبریہ چارہ ہمارے دعوے کے	۳۷۳	آنحضرت کو بد دعا سے روکنے میں جتن	۳۹۱	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
امریک و دعوت اور مومنوں کے لئے	۳۷۴	رحمت کا غضب پر سبقت لے جانا	۳۹۲	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
پتہ نہا جب کا اصولی اختلاف	۳۷۵	حزبت سودہ جنگوں کے لئے جہاد میں	۳۹۳	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
مومنوں کی سفیدی اور سیاہی سے طرح	۳۷۶	کامیابی کا ثواب اور رسول کی طاقت	۳۹۴	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
اوستہ کے کام اور رسول کی نیکی	۳۷۷	رسول کی طاقت حرکت نہیں	۳۹۵	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
اوستہ کی کیفیت اور اس کی وجوہات	۳۷۸	و تقیہ کے لئے نہیں آتی	۳۹۶	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
ظہیریت کا اثر	۳۷۹	رسول کا دشمنی ظہیر نہیں	۳۹۷	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
بیرونی کی شہادت کی پیشگوئی	۳۸۰	سفرت الہی	۳۹۸	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
بیرونی کا انجام	۳۸۱	دعوت جنت	۳۹۹	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
اہل بیت کے مومن	۳۸۲	مکان جنت کی کیفیت اور ان کے لئے	۴۰۰	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
عصمت انبیاء	۳۸۳	خوشحالی و تنگی میں انصاف	۴۰۱	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
دشمن کو دوست بنانے کی طاقت	۳۸۴	غضب کا دباؤ	۴۰۲	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
بیرونی کی طاقت اور دنیاوی	۳۸۵	محسن	۴۰۳	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
حضرت عائشہ جنگ کا جنگی شہر	۳۸۶	بیلین و اطلاق میں فرق	۴۰۴	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
جنگ میں عورتوں کی شہریت	۳۸۷	احد میں آنحضرت کی دعا	۴۰۵	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
جنگ کا وعدہ کے شوق مندرہ	۳۸۸	علم و تحقیق	۴۰۶	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
آنحضرت کی تین ادب	۳۸۹	تکالیف کی فرض	۴۰۷	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
مشرکہ کی فتنہ	۳۹۰	تعلیم کا فائدہ اٹھانا مومنوں کا کام ہے	۴۰۸	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
محاضرات جنگ کا وعدہ	۳۹۱	خدا کی راہ میں جان دینے کی آرزو	۴۰۹	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
آنحضرت کے فتنے کا کام	۳۹۲	سنت اور تقیہ	۴۱۰	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
بنو حارثہ اور بنو سلمہ	۳۹۳	احد میں غصہ کے قتل کی خبر شہر میں	۴۱۱	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ
وقتوں سے قول کے معنی پر روشنی	۳۹۴	آنحضرت سے پہلے تمام رسول فوت ہو چکے	۴۱۲	خلاصہ مضامین	نمبر صفحہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۵۴	مطالعہ میں پسندیدگی اور ایک دوسرے کو کچھ لینا	۳۵۴	ذکر و فکر	۳۶۰	حکمت انبیاء پر مشاہدات
۳۵۵	چھٹی نمبر کے نوحہ	۳۵۵	عیادت اور دعویٰ علم کا انکشاف بیان	۳۶۱	مظاہر و محبت
	چار سے زیادہ نوحہ منت ہیں	۳۵۶	مشیائے میں نکلنے سے خدائی طرف توجہ دہانی	۳۶۲	بنی کا کام دوسروں کو پاک کرنا پڑا
	تقدیر اور ہجرت کے متعلق چار سوال	۳۵۷	دنیا اور آخرت کی آگ	۳۶۳	انحراف کی تعلیم دینا کی ایک خصوصیت
	یہاں جانتے ہو نہ علم	۳۵۸	منادوں سے	۳۶۴	مصلحت کی وجہ اور فرض
	اجازت صرف خدمت کیلئے	۳۵۹	عربوں اور دنیا میں کامیابی کی دعا	۳۶۵	قرآن کی پاکت پانچ بجائے کا فرض
۳۵۹	تقدیر اور ہجرت کی ضرورتوں کی تشریح	۳۶۰	دعوت کے ساتھ دعائی ضرورت	۳۶۶	ادائیگی فرض میں سختی کی پروا نہ ہو
	گردن نہیں کی	۳۶۱	دعا کے ساتھ عمل کی ضرورت	۳۶۷	شہداء کی زندگی
	تقدیر اور ہجرت کی ضرورت	۳۶۲	دو عمل پر کامیابی کی دعا	۳۶۸	خوف و طمع سے مراد
۳۵۹	سب سے متعلقہ تقدیر اور ہجرت کے عجز میں	۳۶۳	سرسوں سے دعا	۳۶۹	دینی اور دنیوی منافعت کی مشابہت
	چار کی حد بندی	۳۶۴	کتا ہوں سے پاک کر لینا چیزیں	۳۷۰	غزوہ حراء اور اسلحہ
۳۵۹	نوحہ کی ایک کی اصلاح	۳۶۵	عیسائیوں کے زمین میں تصرف کی تعلیم	۳۷۱	علم رسول کی قربانیاں
	نوحہ میں اصل ایک شہرہ کے ایک	۳۶۶	عیسائیوں کے اسلحہ کی پیشگوئی	۳۷۲	پر صوفی
	ایمانی سے	۳۶۷	یہی اور دشمن اور ان کے مقابلہ کی	۳۷۳	میں السوئی
	صل کی شرط	۳۶۸	ظہر و	۳۷۴	مصابغ کی فرض
۳۵۹	جہاد اور بین المذاہب	۳۶۹	نقشہ	۳۷۵	کیوں نہیں کو دیکھ نہیں ہوتی
	ملک میں سے مراد	۳۷۰	نام خلاصہ مضمون	۳۷۶	یہاں سے کا اسلامی چندہ پر کرا
	نڈیاں	۳۷۱	تعلق	۳۷۷	مہمانانہ کفن
۳۶۰	در حدیث بلا جلی ہو	۳۷۲	تایید نزول	۳۷۸	سرخس قزاقی
	اور دیکھ کی تاکید	۳۷۳	نفس واحدہ سے مراد	۳۷۹	شرعیہ سرسوی کا ایک تیانہ
	اور پروردگار کے والد کا کوئی حق نہیں	۳۷۴	نسل انسانی کا تعلق اصل ہونا	۳۸۰	آل کا آسان سے آسان
۳۶۱	ان کو کوئی خدیفہ والے سنا ہیں	۳۷۵	آدم سے پہلے نسل انسانی کا وجود	۳۸۱	ذہر اور کتا پ
	پانی وغیرہ کی تربیت	۳۷۶	حوالہ کا آدم سے پیدا ہونا	۳۸۲	دنیا کی زندگی اور دوسرے جہنم سے مراد
	حفاظت الہی کی تاکید	۳۷۷	حوت کا پسلی سے پیدا ہونا	۳۸۳	موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت
۳۶۲	صفت نوحی کی شادی	۳۷۸	انسانی اول کی پیدائش	۳۸۴	اور رجائی تقاضا اور اذیت کی تلافی
	سن بلوغ	۳۷۹	عربوں میں حجاج کا مطلب	۳۸۵	ان صاحب کا علاج
	تربیت اولاد	۳۸۰	حقوق العباد اور حرم میں داخل ہونا	۳۸۶	ایک کتاب کا پانچواں باب کو چھپا
۳۶۳	مال میں سے حق العزمت	۳۸۱	صلہ رحمی کی تاکید	۳۸۷	مسلمانوں کی باری قرآن کو بیان
۳۶۴	بیادیت میں بیانی کی دیکھ کر	۳۸۲	بیانی کی بغیر کسی کی تاکید	۳۸۸	ن کرنا سے
	انحراف کی قوت قدس کا کمال	۳۸۳	صاحب جان خدائیم	۳۸۹	قرآن کریم کے مہینے کے اصول
	آپ کی تیسریں دیکھیں ان کی تیسریں	۳۸۴	تیسریں کی بحث میں تقدیر اور ہجرت کا ذکر	۳۹۰	اور اشاعت کے دو کام ہوتے ہیں
				۳۹۱	مغز اور امانت کے حالات زمانہ میں

نمبر	خلاصہ مضامین	نمبر	خلاصہ مضامین	نمبر	خلاصہ مضامین
۴۸۸	برہنہ کا کفارہ اسلام اور دیگر مہمیں شعنی سے روکنے کا مطالبہ	۴۸۰	حوریت سے سلوک حدیث میں حسن معاشرت کی تاکید	۴۸۵	تقسیم ترکہ کے وقت فرماؤ گچھ دینا
۴۸۹	مال کے حصول کا نزدیک کتاب و رو	۴۸۱	طلاق کب دینی جائز ہو میری مقدار	۴۸۶	اسلام کا قانون وراثت تقسیم وراثت میں اصول و مہمیں
۵۰۰	رضا بالغضا مال کے حصول کے دیگر گناہ و فرائض سماہدہ کے ذریعہ سے حدیث کی تسخیر	۴۸۲	حضرت امیر کا خطبہ تفسیر میر میر یشتاق غنی	۴۸۷	تقسیم دولت کا صحیح اصول پولیسڈم
۵۰۱	مردوں کے حقوق پر حرام ہوتے سے مراد	۴۸۳	حوریت سے مراد چودہ وجہ حریت مطلق	۴۸۸	تقسیم دولت میں مساوات کا پابندی کے لئے جاری علاج
۵۰۲	ہر گھر ایک بادشاہت ہو حدیث و روایات میں اس آقا سے مراد	۴۸۴	رضاعت کے رشتے کتاب میں کا حکم	۴۸۹	حقوق وراثت کن باقیوں سے پیدا ہوتے ہیں
۵۰۳	نیک حمد کی دو بڑی صفات غوث میں مہم و علم	۴۸۵	استسلاح اور تفسیر فرق مطلق اور مباحث	۴۹۰	اولاد کا حق وراثت پرستہ لائق
۵۰۴	نشر و نکتہ دلی حرمیں حوریت کے نشوونما کا مطلق	۴۸۶	امداد میں متشکی حریت مستند کتب حرام ہوا	۴۹۱	ماں باپ کے لئے مال باپ کے ساتھ جائز کی ہوجوگی
۵۰۵	حوریت کو مانگنا اور کس حد تک جائز ہو	۴۸۷	مستند کے بارہ میں ابن عباس کا تذکرہ میری کی پیشی کا ذکر میر کا جید	۴۹۲	وصیت اور قرضہ وصیت کا حق کما تک ہو
۵۰۶	بینی کی صلح کا نونہ میان بیوی میں فساد میں وہ حکم	۴۸۸	نونیوں سے مطلق نونیوں سے شمع سے روکنے کی وجہ	۴۹۳	غرض وصیت خود خدا و بی کے لئے
۵۰۷	مقدور کرنا کلی حقوق سے حسن سلوک	۴۸۹	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۴۹۴	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۰۸	پڑوسی کے حقوق ظلموں سے حسن سلوک	۴۹۰	مالک اور ملک و نوٹری شریعت کا نزول	۴۹۵	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۰۹	فحش اور خیرین فرق مہم کیا ہو	۴۹۱	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۴۹۶	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا و زبانی نادر کے ساتھ حالات کے رجحان	۴۹۲	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۴۹۷	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۱۱	کیوں ہیں نہیں پرستہ شراب کی تعلیمی حوریت سے پھلجات	۴۹۳	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۴۹۸	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۱۲	سکے سے سکھ نادر کے لئے خود ملک کی ضرورت	۴۹۴	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۴۹۹	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں
۵۱۳	تیسرے طریق مستند کی تربیت	۴۹۵	نونیوں کی تعلیم نونیوں سے صلح کی شرائط	۵۰۰	خود خدا و بی کے لئے اور وراثت کی پانچ صورتیں

صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین	صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین	صفحہ نمبر	خلاصہ مضامین
۵۱۳	برہمچاری کاغذی کیم مسلم کے طریقی	۵۱۳	پہنچت مسلم کا استفقار	۵۱۳	شامہ سے
۵۱۳	طہرس وجہ سے مراد	۵۱۳	رب کی قسم سے شفا	۵۱۳	قوت میں اختلاف کا نہ ہونا صحیح ہے
۵۱۳	یہود کی سزا	۵۱۳	شرعیت کی ظاہری پابندی	۵۱۳	غلام شہزادہ
۵۱۳	بندر بننے سے مراد	۵۱۳	اجتہاد پر ہی میں دینی غلطی	۵۱۳	استنباط سائنسی
۵۱۳	شرک کی اقسام	۵۱۳	اسے آپ کو کئی کی سنے کے حکم سے مراد	۵۱۳	جنگ کیلئے آنحضرت کی ایک رکعت تھے
۵۱۳	شرک کے درجے کی وجہ	۵۱۳	اطاعت رسول سے منعم علیہ کی رعایت	۵۱۳	اسلام علیہ السلام کی سنت
۵۱۳	شرک کی سزا اور اس سے توبہ	۵۱۳	دنیا میں منعم علیہ کی رفاقت	۵۱۳	سنا فقوں کے مختلف حاج
۵۱۳	مسلمانوں میں میرے دوست کی باری	۵۱۳	بکتساب کا کمال حد رعایت پر	۵۱۳	سنا فقوں کے اور گروہ
۵۱۳	ایک دوسرے کی معافیت	۵۱۳	صرف نبوت باقی ہیں	۵۱۳	مترکب قبل ہو سکتا ہے
۵۱۳	یہودیت پر عرب کی بت پرستی کا اثر	۵۱۳	وایت یا روایت	۵۱۳	مسلمان کا مسلمان کو غلطی سے مار دینا
۵۱۳	مسلمانوں پر ہندوؤں کی بت پرستی کا اثر	۵۱۳	صحابہ کی کمال اطاعت	۵۱۳	سرسن کا قتل عمد
۵۱۳	بادشاہت اور نبوت کے ملے دوست	۵۱۳	دشمن کے مقابلے کے لئے تیاری کی ضرورت	۵۱۳	سرسن کو کاؤ کرنا
۵۱۳	حکیم کی ضرورت	۵۱۳	مسلمان جنگ کرتے ہوئے کیسے ہوں	۵۱۳	قتل کرنا یا نہ کرنا
۵۱۳	مسلمانوں کیلئے بادشاہت اور نبوت	۵۱۳	مال غنیمت کا حاصل کرنا غرض جنگ	۵۱۳	دشمن توڑیں سے اسلام علیہ السلام کیلئے
۵۱۳	کا دعوہ	۵۱۳	شہر	۵۱۳	ادائے کا حکم
۵۱۳	چڑوں کے کچھ اور بدلنے سے مراد	۵۱۳	جنگ کی ضرورت	۵۱۳	مال غنیمت کا خیال
۵۱۳	ادائے امانت سے مراد	۵۱۳	ولی اور ناصر	۵۱۳	اسلام علیہ السلام کا نشان ہو
۵۱۳	حاکم و محکوم کے تعلقات	۵۱۳	مسلمانوں اور کفار کی افواج جنگ	۵۱۳	رماد کی اہمیت
۵۱۳	عشق بن ابی طلحہ اور عطاء کے بعد	۵۱۳	کا مقابلہ	۵۱۳	چاند نہ کرنا اور ان کا حکم
۵۱۳	چالی	۵۱۳	اقتدار کی ضرورت کی پیشگوئی	۵۱۳	اور کو لغزش سے مراد اور ان کا حکم
۵۱۳	ادلی الام سے مراد	۵۱۳	اصول شمس چاند پر مقدم ہو	۵۱۳	ہجرت کی استطاعت نہ رکھنے والے
۵۱۳	اولی الامر کا حکم جس حد تک کاما سکتا	۵۱۳	غزایں کی ادائیگی میں موت سے خوف	۵۱۳	ہجرت
۵۱۳	مخلوق کی اطاعت باقی نہیں رہتی ہے	۵۱۳	شہر	۵۱۳	حالات موجودہ میں ہجرت
۵۱۳	حق کی معصیت کا دامن	۵۱۳	بھلائی اور دیکھ اندکی طرف سے	۵۱۳	تقریر سے مراد
۵۱۳	ادلی الامر کی اطاعت	۵۱۳	ہونے سے مراد	۵۱۳	سفر میں قصر فرمودی ہو
۵۱۳	اہل قرآن اور رسول اللہ کی اطاعت	۵۱۳	من اللہ اور من عند اللہ	۵۱۳	کیا قصر صرف حالت خوف میں ہو
۵۱۳	جلی تہیہ اور تجاوزانی احادیث	۵۱۳	رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت	۵۱۳	تقریر و جلی پر ہے قصر فرمودہ قصر عرف
۵۱۳	سنا فقوں کا ذکر	۵۱۳	رسول اللہ صلعم کے حالات میں غلطی	۵۱۳	حالات جنگ اور میدان جنگ کی نازم
۵۱۳	ہر رسول مطاع ہوتا ہے اور طاعت نہیں ہوتا	۵۱۳	کثیر کے باوجود قرآن میں اختلاف نہ ہو	۵۱۳	خود ذات اور اوقات
۵۱۳	ختم نبوت پر فیصلہ کن دلیل	۵۱۳	اس کے منسوب اللہ ہونے پر دیکھ	۵۱۳	ظہر بن ابیہ کی کا حلقہ
۵۱۳	حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد	۵۱۳	آنحضرت صلعم کا کوئی ہونا اور قرآن کی	۵۱۳	آنحضرت کی فوق العادہ امانت اور
۵۱۳	انجیل پر نبی اسرائیل	۵۱۳	میں اختلاف نہ ہونا اس کے اعجاز پر	۵۱۳	دیانت

صفحہ نمبر	موضوع مضامین	صفحہ نمبر	موضوع مضامین	صفحہ نمبر	موضوع مضامین
۵۸۵	وفا داری کی تعلیم عہد اور مہاشیت	۵۸۹	عاقبت کار کی اور کام حجت	۵۸۸	خطبہ اولیٰ میں فرق
۵۹۱	دشمن کے حقوق	۵۹۰	سج کے پھل کا قصہ	۵۸۹	ٹیک بات کا مشورہ
۵۹۲	قریبیت کی بنیاد ایک دو کلمہ کی اعانت		سج کے آسان پڑ جانے کا ذکر کرنا		اصلاح نہیں
۵۹۳	فوج کی فرض		میں نہیں۔		اللہ تعالیٰ کا انسان سے معاملہ
	جاہلیت میں غفلت کا نئے کا دستور		حضرت سح کے مقتول ہونے میں		اجماع امت
	غیر اللہ کے نام پر جانور کا ذبح کرنا	۵۹۸	حک آسان پڑ جانے کو فائدہ ملتا		شیطان کی جہاد سے مراد
	قربوں کے چھوڑنے		رضی اور عدم صلہ بیت کا تعلق	۵۹۱	کان پیرے کی رسم
	غفلت کا نئے کا حکم	۵۹۹	قول ابو ہریرہ متعلق نزول سج		خلق اللہ سے مراد وہن اللہ
	اشترک		حضرت عیسیٰ زکریا کا آئینہ توکل		درالحیات
۵۹۳	فرمان خداوی		ان پر ایمان نہیں لایا جینگے بکا حضرت		شیطان کے وعدے
	اسلام کے کمال غلبہ کی شکستیاں		صلعم پر وائیں گے	۵۹۲	ایمان بانی کی ہر ذکا
	خیریت اللہ		ان من اهل الکتاب میں ملو		مرد و عورت میں تناسخ اعمال کے
۵۹۵	اسلام میں تکلیف دین	۵۸۰	عیسائی ہیں		لاخسے سعادت
	تکلیف دین میں کیا امور داخل ہیں		طبیات جو پروردگار کی نہیں	۵۹۳	اللہ کی نیند سے حجت
۵۹۶	تمام نعمت و کمال اطاعت	۵۸۱	وحی کی اقسام		اتباع اللہ بپایم
۵۹۷	شکار کا مجاز		آنحضرت صلی علیہ وسلم کی دیگر دنیا	۵۹۴	مسئلہ تعدد اولاد پر مزید روشنی
	اہل کتاب کا کھانا کھانا اور دعوت کرنا		کی طرح تھی	۵۹۵	خاندان کا نشوونما عورت پر
	اہل کتاب کا ذبیحہ		آنحضرت سب انبیاء کے مہارنگے		عورتوں میں صلی سے مراد
۵۹۸	اہل کتاب کے مناکحت		جائے ہیں	۵۹۶	صل و انصاف پر قیام کی حیثیت
	یہودیوں اور عیسائیوں میں فیروں	۵۹۲	دوسری قوموں میں بھی	۵۹۹	ہنسی اور شہسے کی پائس
	سے نجات		حضرت موسیٰ پر نزول جبرائیل	۵۹۰	مناظروں کی دورانی چال
۵۹۹	ایمان کا نجات		صداقت قرین پر اللہ تعالیٰ کی تمکنا		ضلع کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف
	صفات نبوی اور صفات ملکوتی	۵۹۳	عیسائی عقیدہ کہ مسیح ملعون ہوا		الغوب حدیث سے مراد
	تفصیل وضع کے ذکر میں حکمت		حضرت عیسیٰ کے روح منہ ہونے	۵۹۱	نار میں کسل اور راحت
۶۰۰	مزدوں پر سج		سے مراد	۵۹۲	ضابط کی فرض اصلاح ہو
۶۰۱	ظہری عہد	۵۹۴	نشیث	۵۹۳	اذا وحیثیت عرفی کا قانون
	حقوق لیساد کی تاکید	۵۹۵	سج کا ذکر و حیدریت	۵۹۴	کسی کھانا کی تکیہ آہرے کا سر
۶۰۲	آنحضرت کا دشمنوں سے بچنا	۵۹۷	اکلا کی وراثت	۵۹۵	حضرت مریم پر بہتان
۶۰۳	یہود کا عہد		ایک لطیف اشارہ		یہودیوں میں طرہ نصیب
	زمین کنعان اور بارہ اسرائیلی سردار	۶۰۱-۵۸۶	سورة الانعام		سج کی لغت میں و صلیب
۶۰۴	عیسائیوں کو شریعت پر چلنے کا حکم	۵۸۷	نام۔ خصوصاً حضرت تعلق	۵۹۶	انجیل کی شہادت کہ مسیح صلیب
	عیسائیوں میں باہم بعض	۵۸۸	نمائند نزول		چڑھا گئے گمراہ نہ بچے

صفحہ مضامین	صفحہ مضامین	صفحہ مضامین	صفحہ مضامین
۶۰۵	۶۰۵	۶۰۵	۶۰۵
سیح کی موت ، اٹنے کے سوسنا کرنا	یہودیوں کا قریت کے فیصلوں کا	یہودیوں کا قریت کے فیصلوں کا	یہودیوں کا قریت کے فیصلوں کا
۶۰۶	۶۰۶	۶۰۶	۶۰۶
سیح کا ابطال نہیں ہو سکتا	قریت نہ کرنا	قریت نہ کرنا	قریت نہ کرنا
۶۰۷	۶۰۷	۶۰۷	۶۰۷
گزشتہ کے متعلق منسلک کا مسئلہ	قریت میں ۴ ایت روزہ	قریت میں ۴ ایت روزہ	قریت میں ۴ ایت روزہ
۶۰۸	۶۰۸	۶۰۸	۶۰۸
یہود و نصاریٰ کا دعویٰ بانییت	خاغت قریت	خاغت قریت	خاغت قریت
۶۰۹	۶۰۹	۶۰۹	۶۰۹
زمانہ قریت	حضرت یحییٰ اور حضرت صلح	حضرت یحییٰ اور حضرت صلح	حضرت یحییٰ اور حضرت صلح
۶۱۰	۶۱۰	۶۱۰	۶۱۰
کے درمیان بحث	خاکہ بن سنان	خاکہ بن سنان	خاکہ بن سنان
۶۱۱	۶۱۱	۶۱۱	۶۱۱
یہودی کی جگہ بنی کی ایک مثال	یہودی کی جگہ بنی کی ایک مثال	یہودی کی جگہ بنی کی ایک مثال	یہودی کی جگہ بنی کی ایک مثال
۶۱۲	۶۱۲	۶۱۲	۶۱۲
بنی اور بادشاہ بنائے سے مراد	صاحب ہوشی اور اصحاب ہوشی	صاحب ہوشی اور اصحاب ہوشی	صاحب ہوشی اور اصحاب ہوشی
۶۱۳	۶۱۳	۶۱۳	۶۱۳
اصحاب ہوشی اور اصحاب ہوشی	اہل اور قاتل کے قصہ کی فرض	اہل اور قاتل کے قصہ کی فرض	اہل اور قاتل کے قصہ کی فرض
۶۱۴	۶۱۴	۶۱۴	۶۱۴
آدم کے دو بیٹے	دو ملاؤں کا جنگ کرنا	دو ملاؤں کا جنگ کرنا	دو ملاؤں کا جنگ کرنا
۶۱۵	۶۱۵	۶۱۵	۶۱۵
دو ملاؤں کا جنگ کرنا	اٹھی سے مراد میرے خلاف گناہی	اٹھی سے مراد میرے خلاف گناہی	اٹھی سے مراد میرے خلاف گناہی
۶۱۶	۶۱۶	۶۱۶	۶۱۶
اٹھی سے مراد میرے خلاف گناہی	ذنب سے مراد	ذنب سے مراد	ذنب سے مراد
۶۱۷	۶۱۷	۶۱۷	۶۱۷
ذنب سے مراد	کسی کے ارادہ قتل پر اس کا قتل	کسی کے ارادہ قتل پر اس کا قتل	کسی کے ارادہ قتل پر اس کا قتل
۶۱۸	۶۱۸	۶۱۸	۶۱۸
کسی کے ارادہ قتل پر اس کا قتل	چاڑ نہیں	چاڑ نہیں	چاڑ نہیں
۶۱۹	۶۱۹	۶۱۹	۶۱۹
چاڑ نہیں	جانوروں سے سبق	جانوروں سے سبق	جانوروں سے سبق
۶۲۰	۶۲۰	۶۲۰	۶۲۰
جانوروں سے سبق	خدا یا خدا کی سزا	خدا یا خدا کی سزا	خدا یا خدا کی سزا
۶۲۱	۶۲۱	۶۲۱	۶۲۱
خدا یا خدا کی سزا	عورت کی جنت منہ کی وجہات	عورت کی جنت منہ کی وجہات	عورت کی جنت منہ کی وجہات
۶۲۲	۶۲۲	۶۲۲	۶۲۲
عورت کی جنت منہ کی وجہات	خدا کی جہاد شریعت منہ	خدا کی جہاد شریعت منہ	خدا کی جہاد شریعت منہ
۶۲۳	۶۲۳	۶۲۳	۶۲۳
خدا کی جہاد شریعت منہ	قرب پر مبنی سزا	قرب پر مبنی سزا	قرب پر مبنی سزا
۶۲۴	۶۲۴	۶۲۴	۶۲۴
قرب پر مبنی سزا	حصہ قرب آہی	حصہ قرب آہی	حصہ قرب آہی
۶۲۵	۶۲۵	۶۲۵	۶۲۵
حصہ قرب آہی	دوسروں کو دیر پناہ	دوسروں کو دیر پناہ	دوسروں کو دیر پناہ
۶۲۶	۶۲۶	۶۲۶	۶۲۶
دوسروں کو دیر پناہ	روزہ سے غنا	روزہ سے غنا	روزہ سے غنا
۶۲۷	۶۲۷	۶۲۷	۶۲۷
روزہ سے غنا	قتل سے مراد	قتل سے مراد	قتل سے مراد
۶۲۸	۶۲۸	۶۲۸	۶۲۸
قتل سے مراد	بائے کا ناچار کی انتہائی سزا	بائے کا ناچار کی انتہائی سزا	بائے کا ناچار کی انتہائی سزا
۶۲۹	۶۲۹	۶۲۹	۶۲۹
بائے کا ناچار کی انتہائی سزا	عادی چور کی سزا	عادی چور کی سزا	عادی چور کی سزا
۶۳۰	۶۳۰	۶۳۰	۶۳۰
عادی چور کی سزا	شراب کا خلاف حالات	شراب کا خلاف حالات	شراب کا خلاف حالات
۶۳۱	۶۳۱	۶۳۱	۶۳۱
شراب کا خلاف حالات	منافق یہودی	منافق یہودی	منافق یہودی
۶۳۲	۶۳۲	۶۳۲	۶۳۲
منافق یہودی	یہودیوں کے فیصلے توڑنے کے مطابق	یہودیوں کے فیصلے توڑنے کے مطابق	یہودیوں کے فیصلے توڑنے کے مطابق
۶۳۳	۶۳۳	۶۳۳	۶۳۳
یہودیوں کے فیصلے توڑنے کے مطابق			

صفحہ مضامین	صفحہ مضامین	صفحہ مضامین	صفحہ مضامین
۶۸۲	۶۶۵	۶۵۱	۶۵۱
چھوٹے چھوٹے مساجد کی ممانعت	خاق شرف نہیں ہو سکتا	چھوٹے چھوٹے مساجد کی ممانعت	خاق شرف نہیں ہو سکتا
۶۵۲	۶۶۶	۶۵۲	۶۵۲
مشک کا دوسوم سے بچنے کی ضرورت	لکھی ہوئی کتاب کی بیوقوفی از سر	مشک کا دوسوم سے بچنے کی ضرورت	لکھی ہوئی کتاب کی بیوقوفی از سر
۶۵۳	۶۶۸	۶۵۳	۶۵۳
مثال و قیاس کے وقت صبح	فرشتہ کیوں رسول بن کر نہیں آیا	مثال و قیاس کے وقت صبح	فرشتہ کیوں رسول بن کر نہیں آیا
۶۵۴	۶۶۹	۶۵۴	۶۵۴
غیر مسلم کی گاہی	اللہ کی رحمت کی وسعت	غیر مسلم کی گاہی	اللہ کی رحمت کی وسعت
۶۵۵	۶۷۰	۶۵۵	۶۵۵
رسولوں سے ان کی قبولیت کا	ظنی شہادت	رسولوں سے ان کی قبولیت کا	ظنی شہادت
۶۵۶	۶۷۱	۶۵۶	۶۵۶
اداس سے مراد	خطری روشنی اور اس پر ممانعت	اداس سے مراد	خطری روشنی اور اس پر ممانعت
۶۵۷	۶۷۲	۶۵۷	۶۵۷
حضرت عیسیٰ سے دشمنوں کو روکنا	شرک افزا علیٰ اللہ	حضرت عیسیٰ سے دشمنوں کو روکنا	شرک افزا علیٰ اللہ
۶۵۸	۶۷۳	۶۵۸	۶۵۸
کے صوفی	شرک و کفر کا فہرہ	کے صوفی	شرک و کفر کا فہرہ
۶۵۹	۶۷۴	۶۵۹	۶۵۹
انبیاء کو سنا کر کھنے کی وجہ	۱۰۰۰ روپے پر دوں کا ڈالنا	انبیاء کو سنا کر کھنے کی وجہ	۱۰۰۰ روپے پر دوں کا ڈالنا
۶۶۰	۶۷۵	۶۶۰	۶۶۰
چیزوں کی طرف مہی	مثال دیکھ کر چھوٹے اور بڑے کا	چیزوں کی طرف مہی	مثال دیکھ کر چھوٹے اور بڑے کا
۶۶۱	۶۷۶	۶۶۱	۶۶۱
حاریروں کی وجہ بہت مانہ	درگزر آفرین پرتھیں کا فائدہ	حاریروں کی وجہ بہت مانہ	درگزر آفرین پرتھیں کا فائدہ
۶۶۲	۶۷۷	۶۶۲	۶۶۲
حاریروں کی حالت ظاہری	تھا ۱۰۰۰ روپے کا رتبہ	حاریروں کی حالت ظاہری	تھا ۱۰۰۰ روپے کا رتبہ
۶۶۳	۶۷۸	۶۶۳	۶۶۳
حاریروں کی حالت روحانی	نہرو صوبہ میں فرق	حاریروں کی حالت روحانی	نہرو صوبہ میں فرق
۶۶۴	۶۷۹	۶۶۴	۶۶۴
حضرت عیسیٰ کی دعا سے مانہ	حیلۃ الدنیا سے مراد	حضرت عیسیٰ کی دعا سے مانہ	حیلۃ الدنیا سے مراد
۶۶۵	۶۸۰	۶۶۵	۶۶۵
آنحضرت کو امت کی دعا کا کھانا	آنحضرت کی صداقت کا اعتراف	آنحضرت کو امت کی دعا کا کھانا	آنحضرت کی صداقت کا اعتراف
۶۶۶	۶۸۱	۶۶۶	۶۶۶
دینی قیام سے مراد	لاصبہاں لکھنا اللہ کا مقرر	دینی قیام سے مراد	لاصبہاں لکھنا اللہ کا مقرر
۶۶۷	۶۸۲	۶۶۷	۶۶۷
حضرت عیسیٰ سے عالم پر کبر	بعثت سے مراد بعثت روحانی ہو	حضرت عیسیٰ سے عالم پر کبر	بعثت سے مراد بعثت روحانی ہو
۶۶۸	۶۸۳	۶۶۸	۶۶۸
مریم کی اولویت	آیت سے مراد غائب ہونے والی ہو	مریم کی اولویت	آیت سے مراد غائب ہونے والی ہو
۶۶۹	۶۸۴	۶۶۹	۶۶۹
حضرت عیسیٰ کا اقارب و حید اور تسلیم	دعا یہ اور علیہ کے ادا فرما دینا	حضرت عیسیٰ کا اقارب و حید اور تسلیم	دعا یہ اور علیہ کے ادا فرما دینا
۶۷۰	۶۸۵	۶۷۰	۶۷۰
وفات مسیح پر دلیل	ہرے سے مراد	وفات مسیح پر دلیل	ہرے سے مراد
۶۷۱	۶۸۶	۶۷۱	۶۷۱
حضرت عیسیٰ کی دعا سے مغفرت	حیرات کا حشر	حضرت عیسیٰ کی دعا سے مغفرت	حیرات کا حشر
۶۷۲	۶۸۷	۶۷۲	۶۷۲
امت سے مراد	غائب اور ساقی کا مقابلہ	امت سے مراد	غائب اور ساقی کا مقابلہ
۶۷۳	۶۸۸	۶۷۳	۶۷۳
صادقوں سے حق کے سوال	دعا سے انتظار	صادقوں سے حق کے سوال	دعا سے انتظار
۶۷۴	۶۸۹	۶۷۴	۶۷۴
لا مطلب	غائب دینی کی فرض	لا مطلب	غائب دینی کی فرض
۶۷۵	۶۹۰	۶۷۵	۶۷۵
سورۃ الانعام ۶۱-۶۲ تا ۶۴	ہر جی کو چھوڑ کر دیکھنا شیطان کا	سورۃ الانعام ۶۱-۶۲ تا ۶۴	ہر جی کو چھوڑ کر دیکھنا شیطان کا
۶۷۶	۶۹۱	۶۷۶	۶۷۶
نام	کام سے	نام	کام سے
۶۷۷	۶۹۲	۶۷۷	۶۷۷
مشک کا دوسوم کی چھٹی اسلام کا	دوسرے قوم کے کاٹ دینے سے مراد	مشک کا دوسوم کی چھٹی اسلام کا	دوسرے قوم کے کاٹ دینے سے مراد
۶۷۸	۶۹۳	۶۷۸	۶۷۸
۱۰۰۰ روپے کا قیام	قوم کو بے ہوا کر دینا	۱۰۰۰ روپے کا قیام	قوم کو بے ہوا کر دینا
۶۷۹	۶۹۴	۶۷۹	۶۷۹
کھانے کی مشاک و مضمت	بہن کی خاطر نیکی	کھانے کی مشاک و مضمت	بہن کی خاطر نیکی
۶۸۰	۶۹۵	۶۸۰	۶۸۰
غلام و غلامین یعنی تاریخ تبدیل	آنحضرت کی مصمت	غلام و غلامین یعنی تاریخ تبدیل	آنحضرت کی مصمت
۶۸۱	۶۹۶	۶۸۱	۶۸۱
شونہ کا شرک	کمال مل	شونہ کا شرک	کمال مل
۶۸۲	۶۹۷	۶۸۲	۶۸۲
جی کیا ہے	مسلمان غریب کے متعلق غلام و غلامین کا	جی کیا ہے	مسلمان غریب کے متعلق غلام و غلامین کا

نمبر	خلاصہ مضامین	نمبر	خلاصہ مضامین	نمبر	خلاصہ مضامین
۷۱۲	خود و جنم	۷۰۵	اشک بکھریں گو پھیرنا	۶۹۳	مکتبہ ہجرت کی ضروری شراعت
۷۱۳	کیا جنم میں رسول آئے؟	۷۰۶	فول اور بھڑات	۶۹۵	آخریت معلوم کرنا مانیہ کے کلمات
۷۱۴	مکتبہ ہجرت کا رسوم کا بتیصال	۷۰۷	مجزا کے باوجود ایمان نہ لانے والے	۶۹۶	کادارث بنایا گیا
۷۱۵	اولاد کی دسم	۷۰۸	اسلام کوئی سے مراد	۶۹۷	یہود کا انجیل ہجرت
۷۱۶	اولاد کو حلال رکھنا بھی قتل کرنا	۷۰۹	کرمی ہتھیاروں میں کوئی شخص مل کر	۶۹۸	کی سورت میں اہل کتاب کے خطاب
۷۱۷	قتل اولاد سے مراد	۷۱۰	بتایا جاسکتا	۶۹۹	قرآن کی خشیت دیکر کتب پر
۷۱۸	لو شام اللہ ما آتش کتا کی بغیر	۷۱۱	کتابت مکتبہ سے مراد	۷۰۰	خاطبات کے مختلف اقسام
۷۱۹	توحید کا علی رنگ	۷۱۲	دعا و دعاوی اور لائق کا قرآن میں ہونا	۷۰۱	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح
۷۲۰	حفاظت جان و مال کی ضرورت	۷۱۳	دنیا کی آخری مذہبی کتاب	۷۰۲	حق کی ابتدائی حالت اور تدبیر کا بیان
۷۲۱	توریت کین معنوں میں اتمام تک	۷۱۴	مشرک کا رسوم	۷۰۳	دوسرے کا شرک
۷۲۲	محمد رسول اللہ توحید کی تعلیم	۷۱۵	ظاہری اور باطنی گناہ	۷۰۴	اہل برن
۷۲۳	یثی اور یثی کے بدلہ کا قانون	۷۱۶	آخرت کا مردوں کو نہ دکرنا	۷۰۵	خدا کا جیسا ہے اس کے حقیقہ کی توحید
۷۲۴	آخرت کے اہل المسلمین پر کی دلیل	۷۱۷	رسالت اور ہجرت	۷۰۶	اللہ تعالیٰ کی رویت
۷۲۵	پرسوں کا نصب العین	۷۱۸	ضیق صمد	۷۰۷	مشیت الہی شعلی شرک
۷۲۶	ہر انسان کی اپنی ذمہ داری	۷۱۹	کفر سے سیدہ تنگ ہوتا ہے	۷۰۸	دوسرے مردوں کو گناہیں نہ دکر کی تعلیم
۷۲۷	کفار	۷۲۰	چین کا استعمال انسان پر	۷۰۹	تذہین اعمال
		۷۲۱	چین مراد خاص انسان ہر پر دلائل	۷۱۰	قرآن شریف ہجرت کا انجیل میں ہونا



نام۔ اس سورہ شریفہ کا سب سے مشہور نام الفاتحۃ یا فاتحۃ الكتاب ہے۔ سورتوں کے اسامیوں سے وہ مشہور ہیں بہت سے صحیح احادیث میں پائے جاتے ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مروی ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ سورتوں کے اسامی توفیقی ہیں یعنی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مجھے ہوئے ہوئے کی وجہ سے سنانا اللہ میں چنانچہ اس سورت کا نام الفاتحۃ یا فاتحۃ الكتاب بھی حدیث میں مروی ہے جیسا کہ اوادۃ اور ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہے جس میں فرمایا لا صلوة الا بقراءة فاتحۃ الكتاب یعنی فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ اور بھی کئی حدیثوں میں یہ نام آتا ہے مثلاً یحییٰ میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے ہے قال رسول اللہ صلعم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب جو شخص فاتحۃ کتاب نہیں پڑھتا۔ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ خود قرآن شریف میں سورۃ الحج میں اس کا نام سبعا من الثانی آیا ہے یعنی سات آیات جو بار بار دہرائی جاتی ہیں اور حدیث صحیح میں اس کا نام آخر القرآن یا آخر الکتاب بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورت قرآن کریم کی تعلیم کا پچھڑا اور ظاہر ہے۔ اور بھی نام وارد ہیں۔ جیسے الدعاء الصلوة۔ الشفاء۔ الکفر۔ الحمد۔ امام بیہقی نے انجمن نام آفتان میں لکھے ہیں۔

خلاصہ مضمون۔ اس سورت میں کل سات آیات ہیں جن میں سے پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات کا ذکر ہے جن پر اس دنیا کا کل نظام قائم ہے یعنی پہلی آیت میں ربوبیت یا وہ صفت جو ہر ایک مخلوق کو اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے۔ دوسری آیت میں رحمانیت یا وہ صفت جو ہر شے کے اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے ضروری اسباب اس کے وجود میں آنے سے بھی پہلے جیسا فرماتی ہے۔ اور تیسری یعنی وہ صفت جو ان سامان سے فائدہ اٹھانے پر عملی درجہ کے ثمرات ترتیب فرماتی ہے اور تیسری آیت میں مالکیت یا وہ صفت جو ان سامان سے فائدہ اٹھانے پر یا تو زمین کی خلاف ورزی پر نازل ہونے سے تاکہ نظام عالم قائم رہے اور جنوں اپنے کمال تک پہنچیں رہیں۔ چوتھی آیت میں بندہ کا یہ اقدام کہ صرف وہی ذات پاک جس کی عبادت ہی تین آیات میں مذکور ہیں لائق عبادت ہے اور صرف اسی سے ہر قسم کی مدد و طلب کی جاتی ہے۔ آخری تین آیات میں راہ راست پر چلنے اور تعظیم و قراط سے بچنے کی دعا ہے جس پہلی تین آیات صرف عبادت ہی کے لئے ہیں۔ آخری تین بندہ کے لئے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات کا وارث ہو اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حمد کا تعلق ہے یعنی دونوں میں مشترک ہے اور اس کے پہلے صلی علیہ وسلم کا تعلق درحقیقت پہلی تین آیتوں سے ہے کیونکہ وہ کمال عبادت کا ذکر ان آیات میں ہے اسے سخت عبادت تھراتی ہیں اور جب وہ سخت عبادت جو اوقات عبادت کا طلب کرنا بھی اسی سے ضروری ہوا اب اس کے پہلے صلی علیہ وسلم کا تعلق پہلے سے قائم ہو گیا۔ اور پھر اس استعانت کی تشریح آخری تین آیات میں فرمائی اور ان میں اس کا تعلق آخری تین آیات سے ہو گیا یہی سنی ہیں اس حدیث کے جس کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ صلوة

سورتوں کے نام
توفیقی ہیں

فاتحہ کے بغیر نماز
نہیں سوتی

فاتحہ کے نام

مذکورہ صفات کی
ربوبیت
رحمانیت
رحمیت
مالکیت

فاتحہ کے
ان کا یہ تعلق

مکینہ

یعنی فاتحہ مجید اور میرے بندہ میں ضعف ضعف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ صلی علیہ وسلم: **مکینہ** یعنی فاتحہ کے ابتدا میں رکھا جائے اس سے اعادہ شد میں اس کو اعظم المسودہ فی القرآن کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی وجہ اس کی عظمت ہے اس کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت اس کی عظمت اول تو خود اس سے ظاہر ہے کہ فاتحہ جسے مومن کا سرراج قرار دیا گیا ہے ہر رکعت میں اس سورت کا پڑھنا ضروری ہے اس کے ساتھ اور جہاں سے چاہے پڑھ لے پھر اس کا نام آخر الکتب بتاتا ہے کہ یہ سورت گویا قرآن کریم کی تعلیم کا پختہ اور مطلق حصہ ہے۔ قرآن کریم کی اہل موضوع خاندانی کا بیان کرنا۔ اور انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچانا ہے چنانچہ اس سورت کے پہلے حصہ میں وہ حامد مذکور ہیں۔ اور پچھلے حصہ میں انسانی کمال کے حصول کا ذکر ہے۔ پھر اس سورت کو **الْمُحَمَّدُ** **وَاللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ** سے شروع کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا بھی ذکر کر دیا۔ بلکہ انسانی کی بھی وحدت کی بنیاد رکھ دی۔ **وَالْحَقُّ** کا لفظ استعمال فرما کر ساری تفویضات قوی کو رد کر دیا۔ اور یہی مذہب کا مطلق حصہ ہے۔ کہ وہ خدا کی ربوبیت اور انسانی کی اخوت کو قائم کرے۔ اور ان الفاظ **الْمُحَمَّدُ** **وَاللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ** کے مترادف ہیں یہ مطلقہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس سورت کے اندر جن صفات آئی کا ذکر ہے۔ وہ جو بال صفات آئی کے لئے بطور اتم ہی چڑھ گئیں۔ یعنی ربوبیت۔ حمایت۔ ربوبیت۔ مالکیت۔ انہی سے باقی صفات آئی پیدا ہوئی ہیں۔ اور ان چار صفات میں دوسرے کمال یہ ہے۔ کہ مذہب عالم کے کُل اصولی باطلہ کی ان میں تردید ہے۔ صفت ربوبیت میں اس بات کا رد ہے کہ خدا کی ذات با صفات میں کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ وہ روح اور مادہ کا بھی رب ہے۔ اس لئے نوح اور مادہ اس کی کسی صفت میں جیسے غیر مخلوق جو تا شریک نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی بُت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی تردید ہے۔ کیونکہ حقیقی حمد عبادت ہی ذات ہو سکتی ہے جو دوسروں کی ربوبیت کرے۔ اور ربوبیت کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے۔ تعفیت رحمانیت میں جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم کر سکتا ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہے۔ کیونکہ کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ رحم بلا بدل نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس کا بیٹا انسانوں کے گناہوں کا معاوضہ بنایا جاتا ہے۔ مگر حقانیت چاہتی ہے۔ کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل بھی ہو۔ جیسا کہ اس کی مخلوق میں ہم کو نظر آتا ہے کہ انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے وہ ان کے لئے سامان حیا فرماتا ہے۔ صفت مالکیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے قوانین کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے۔ ایسے عقاید کی تردید ہے جو انسان کے اعمال کے حدود دھونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی حدود قرار دیتے ہیں۔ اور اس لئے نجات کا واسطہ خود ہی ہونا چاہیے۔ صفت مالکیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قوانین کی نافذی پہنچنا چاہیے۔ اگر اس کا معاملہ اپنی خلق کے ساتھ ملک کا معاملہ اپنے ملک کے ساتھ ہے متنازع وغیرہ عقاید کی تردید ہے جن کی مذمت سے اللہ تعالیٰ کوئی کٹنا و صاف نہیں کر سکتا۔ اور اس لئے ہر گناہ کی پاداش میں انسان کو پشاوروں میں سے گزرتا چڑھتا ہے۔ اور اس طرح عقاید باطلہ کی تردید اس حصہ میں ہے پچھلے حصہ میں ہر ایک قوم کی افراط و تفریط کی تردید ہے۔ سوائے اسلام کے جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں۔ وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف ایک خاص شارب اخلاق انسانی پر ہی سارا زور دیتے ہیں۔ اور اس لئے ان میں تفریط و افراط کی غلطیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یعنی ایک شارب

ناجی خلقت

تعلیم قرآنی

تقریباً عقاید
کی تردیدتقریباً عقاید
کی تعلیم

روحی سنج

پھر سے نیا وہ زود دیا اور دوسری کو باطل نظر انداز کر دیا۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہاں احتمال یا مہیا دروی قرار دیا گیا ہے۔ جو ایک طرف تلبیس ہے کھانا اور دوسری طرف افراط سے محفوظ رکھتا ہے۔ پس یوں سورہ فاتحہ میں ہر ایک باطل کی تردید بھی موجود ہے۔ اور اس کے بالمقابل حقایق اور اعمال میں ان اصولِ حقہ کی تعلیم ہے۔ جو بلور بنیاد کے ہیں پھر جو دعا اس صورت میں سکھائی گئی ہے۔ وہ دعا بھی اعلیٰ سے اعلیٰ دعوے جس کی نظیر کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ جیسا انہوں کو اپنے خداوند کی دعا کے متعلق بہت کچھ دعویٰ ہے۔ مگر فاتحہ کے بالمقابل یہ دعا کچھ بھی نہیں وہاں روزی روئی کی التجا ہے۔ یہاں صراطِ مستقیم کی یعنی کمالِ انسانی کے حصول کی۔ اس سے دونوں دعاؤں کے مقاصد میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہاں گناہوں کی معافی کی التجا ہے۔ یہاں اس مقام پر پہنچنے کی آرزو ہے جہاں گناہ ہی انسان سے سرزد ہو جو کسی قسم کے حقوق میں تفریط واقع ہو ذرا غلط گویا یہ بے گناہ یا مضموم بن جانے کی دعا ہے پس کمالِ اصولِ حشر کے سکھانے میں اصولِ باطل کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سکھانے میں اہل کمالِ انسانی کچھ بچا سکے ہیں اس کی نظیر ذرات میں ملتی ہے۔ ذہن میں ایسا ہی جو خلقِ اللہ تعالیٰ اور اس کے جہد میں اقبالِ قہید و کافک شکستہ کے قصہ غفرہ میں قائم کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔ جو لوگ دفاع کے پیچھے ہٹتے چلے ہیں وہ اگر فضلِ الہامی کے کام میں تو بہت جلد اپنے مقاصد کو پا سکتے ہیں۔ سورہ فاتحہ سے بہتر کوئی ذلیف نہیں اور یہ وہ ذلیف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

رُحْمًا مُّزْنُولًا۔ صرف اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہ سورت کس نازل ہوئی بلکہ اس پر بھی کہ کسی دینی میں بھی نہایت ابتدائی زمانہ کی ہے۔ یہ سورت ابتدا سے نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ اور ناذک میں پراپر پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ پشت نبوی کے چوتھے سال کا یہ واقعہ کہ سعدؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ کے پاس ایک میدان میں نماز پڑھ رہے تھے جس پر کفار کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ اور اس کے بعد ارقم کا ٹھکانہ پڑھنے کے لئے منتخب کیا گیا تاکہ اسے کہہ سکتے سال سے پہلے نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی تھی۔ اور اس لئے سورہ فاتحہ بھی پڑھی جاتی تھی۔ اس کے ابتدائی فذول کے متعلق صرف قیاس اور قرآن ہی نہیں بلکہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے۔ کہ فاتحہ اہلِ شوقِ انزل من القرآن سے پہلے پڑھی سب سے پہلے جو قرآن سے نازل ہوئی۔ اس حدیث کو یہی تھے دلائلِ النبوة میں بیان کیا ہے (ط) اس پر حجت یہ ہوئی ہے۔ کہ بلا تعلق آخر چارہ صدیک سب سے پہلے نازل ہوا ہے۔ مگر غالب مراد اول شقی سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پوری سورت جس کا نزول سب سے پہلے ہوا ہے فاتحہ ہے۔ کیونکہ سورہ عن کی صرف پہلی آیتیں صدیق پہلے نازل ہوئیں۔ اور فقیرہ صدر میں نازل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قرآن کریم میں سورت سورہ براء کے سب سورتوں کی ابتدا میں لکھی جاتی ہے اور اس کا نزول ہر سورت کی ابتدا میں صحیح حدیث سے ثابت ہے اور افاد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سورہ کی طوطی کو کہیں بچانے لگے یہاں تک کہ آپ پڑھیں اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئی۔ تاہم یہ آیت قرآن کریم کی کسی سورہ کی آیات کے اندر شمار نہیں ہوتی اور دینی فاتحہ ہے۔ ابن کثیروں ہے۔ کہ وہاں دے گا کہ ہر ایک سورہ کی ابتدا میں ایک سورت لکھ

بہترین دعا۔
عیسائی دعا کا مقابلہ

بہترین خلیفہ

ابتدائی دعا
ناز باجوت کی ابتدا

نزدایں حکم پہلی
کل سست

بہشت کا نزول
ہر سورت کی ابتدا میں

ہر سورت میں نازل

آیت

ہے اس سورۃ میں سے نہیں اور یہی امام احمد بن حنبل سے روایت ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا صحیح مذہب ہے +
بسم اللہ پر سورۃ کا خلاصہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیوں ایک مستقل آیت ہے۔ اس لئے کہ جس طرح سورۃ فاتحہ
 خلاصہ ہے کل قرآن کریم کا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم خلاصہ ہے سورۃ فاتحہ کا اس لئے کل قرآن کریم کا بھی یہ خلاصہ ہے۔
 اور چونکہ قرآن کریم کی ہر ایک سورۃ مجاہدے خود بھی ایک کتاب ہے کہ اس کے اندر ایک مستقل مضمون ہے۔ اس لئے ہر سورت
 کی ابتدا میں بھی اسے ایک مستقل آیت رکھا گیا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کا اس کا خلاصہ ہونا اس بات سے ظاہر ہے کہ فاتحہ
 میں جن چار صفات الہی کا ذکر ہے ان میں سے ہر ایک دو کا انتخاب کیا گیا ہے یعنی وہاں ربوبیت۔ رحمانیت۔ ربوبیت
 ملکیت کی صفات ہیں۔ جب کل صفات الہی کے لئے بطور راہ کے ہیں یہاں ان میں سے دو صفات رحمانیت اور ربوبیت
 کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ کریمیا جانے تو سامانوں کا مینا ہونا اور جب ان سامانوں کو کام میں لایا جائے تو اس پر
 اجر کا ترتیب ہونا یہی سلسلہ نظام عالم ہے جس پر کل کاروبار کا دائرہ چلتا ہے جس قدر سامان زندگی اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیے
 ہیں جیسے ہوا پانی آگ سبوح و قیو ایسا ہی اس کے قوانین یہ سب کچھ صفت رحمانیت کا ظہور ہے۔ اور جب ان چیزوں
 کو ہم اپنے کام میں لاتے ہیں تو ان سے نتائج کا پیدا ہونا صفت ربوبیت کا ظہور ہے۔ پس ہماری جسمانی زندگی کے سلسلہ
 میں یہی دو صفات اصل کام کرنے والی ہیں یہی حالت ہماری روحانی بقا کی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ صفت رحمانیت کے
 تقاضے ہیں الہی طرف سے قانون اور شرائع انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے ظاہر فرماتا ہے کہ **الْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَرِيمِ**
 اور جب ان شرائع اور قوانین کو ہم اپنے عمل میں لاتے ہیں تو ان پر نتائج ترتیب فرماتا ہے پس نظام جسمانی اور نظام
 روحانی دونوں کا قیام انہی دو صفات سے ہے۔ اس لئے بعض نے اللہ تعالیٰ کا اسم **عَلَمُ اللّٰهِ الْكَرِيمِ** اور اللہ تعالیٰ کو **عَلَمُ اللّٰهِ الْكَرِيمِ**
 ہے (دقیقاً) اور نہ صرف صفات الہی کو ہی بسم اللہ میں خلاصہ کیا ہے بلکہ وہ نصف حصہ جو سورۃ فاتحہ میں بندہ کے
 لئے ہے اس کو یہاں ایک جگہ پر رکھا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حصہ **يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا** سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی
 بنا استغاثت کے لئے ہے۔ چوں کہ ہم مشرکوں کی زندگی میں علیٰ قیود کا سین ہے +

بسم اللہ پر سورۃ کا
 خلاصہ ہے

سورۃ فاتحہ کا خلاصہ

نظام عالم۔ ربوبیت

و رحمانیت ہے

نظام روحانی بھی

رحمانیت و رحیمیت

پر ہے

اسم اعظم

بسم اللہ پر سورۃ کی توجہ

بسم اللہ کا توجہ

بسم اللہ امر الہی کی تعمیل بھی ہے۔ یہ امر الہی یا درکنے سے قابل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وحیقت اس امر الہی
 کی بھی تعمیل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے جو ابکاری میں ہے کہ جب آپ صلوٰۃ میں حسب معمول جاوے آپ الہی
 میں مصروف تھے۔ فرشتہ آیا۔ اور کہا اے نبی پرچہ آپ نے لکھا انا بتاؤں میں تو چنانچہ میں جانتا۔ فرشتہ پھر
 وحی ظہور ہوا ہے اور آپ نے بھی اس جواب کا اعادہ کیا اور اسی طرح تین مرتبہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ فرشتہ نے کہا
 اے اباً ہم یدک الذی خلق الخ و اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو سکھایا کہ یا کبما ہم یدک الذی خلق کس طرح
 پڑھا جاتا ہے چنانچہ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد دوسری وحی جو نازل ہوئی وہی وحی تھی
يٰٰمُحَمَّدُ اِنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ خَلَقْتَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَرَبُّكَ الْكَرِيمُ اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو تعلیم دی
 کہ وہ خدا کی ہر کس طرح طلب کیا کرے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان کو اللہ تعالیٰ نے
الْوَحْيُ الْوَحِيمُ خود بخود ہم میں ہی ہر ایک کام ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع دیکھا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے اور یقیناً جو شخص
 اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ سے استغاثت کا طالب ہوگا اسے برکت ملے گی +

بسم اللہ سے کام

میں برکت ہوتی ہے



اشد بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے ملے

بسم اللہ میں جا استغاثہ کیلئے سے مری اللہ کے نام کی مدد جاتا ہوا ہے کہ میں اور میرا اقربا کی تسبیح سے (الحق) ۱۱۰
 اسم بھوسے جس کے معنی ہونہ کی ہیں اس اسم وہ جس سے کسی کا ذکر گزرتا ہو اور وہ اس سے بچا جائے (خافض)
 وحی ذات وصفا و دونوں پر اس کا استعلا ہے۔ اللہ اسم ذات کے اور الرحمن الرحیم صفاتی نام ہیں گویا پرہیزے والا اللہ
 کی صفات رحمانیت و رحیمیت کی مدد جاتا ہے

اللہ باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے دوسری اسم اعظم ہے اور کل اسمے کسی کے لئے یہ اسم جانتا ہے۔ یہ اللہ سے شفق نہیں داس کا اصل لفظ ہے کیونکہ اللہ خیر اللہ معبود بولا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ کا لفظ اسلام میں اور نہ اسلام سے پہلے کبھی دوسرے معبود بولا گیا ہے۔ یہ اللہ کا مخفف ہے کیونکہ یا اللہ کہا جاتا ہے یا اولہ یا یا الرحمن نہیں کہا جاتا پس اُن اس میں زید نہیں یعنی کے سوا کسی دوسری زبان میں اللہ کا اسم ذات موجود نہیں •

[illegible]

کام دماغ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲-۱

سب تعریف اللہ کے لئے ہے وہ نام جہاں کا رب ملے انتہا چھوٹا بار بار عزم کرنے والا

۱۔ حمد
محدث شریف

الحمد میں اُن استغفر سے یعنی سب عباد یا ہر جنس کی حمد اور ہے خدا وہ تعریف ہے جو فضیلت کی وجہ سے کی جاتی ہے یعنی ان خوبیوں کی وجہ سے جو دوسرے کو سحر کر لیتی ہیں اور ملاح وسیع ہے کیونکہ ملاح اختیار سے بھی کی جاتی ہے اور تفسیر سے بھی اور شکر کسی خاص شمت کے مقابل پر ہونے سے اور بھی محدود ہے (خ)

ذبت۔ اصل مصدر ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشو و نما دینا یا نیک کر دہ اپنے کمال کو پہنچ جائے (خ) اور اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے پس ذبت وہ ذات ہے جو تدبیر یا ایک چیز کو اپنے کمال تک پہنچاتی ہے یہاں سے مسئلہ ارتقا کی بھی اصلیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی رو سے بھی ہر چیز تدبیر یا اپنے کمال کو پہنچتی ہے بھلی قطعاً درجہ صرف ذات باری پر ہوتا جاتا ہے دوسرے کی طرف منسوب کر کے اور وہی پر ہی مل سکتے ہیں جیسے ذبت اللہ انکھ کا مالک۔ حضرت یوسف کا قول منقول ہے اذ کفی عند ربک (یوسف ۷۶) اس کی جمع ادباً آتی ہے واد باب منظر قون غیر (یوسف ۷۶)

عالمین۔ عالم کی جمع ہے جو علم سے شوق ہو کل مخلوق یا موجودات کو عالم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ جو صانع کے جوہر و طاقت کرتا ہے۔ مخلوق کی ہر شے کو بھی عالم کہا جاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء ہزار سے بھی زیادہ عالم ہیں (ت) کل انسان بھی ایک عالم ہیں اور ہر ایک قوم بھی ایک عالم ہے بلکہ ہر زمانہ کے لوگوں کو بھی ایک عالم کہا جاتا ہے (ج) اس لئے جہاں بعض انسانوں یا قوموں کو عالمین جو فضیلت دینے کا ذکر ہے وہاں مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ یہاں مراد جمع لائے سے موجودات کی سب اقسام کو شامل کرنا ہے

عالم

الحمد رضا بقضا
کاسبق

تعبیری کی دست

احمد

محمد

اسلام کی تعلیم کی ابتدا الحمد للہ سے ہوتی ہے جس میں انسان کو رضا بالقضا کا اعلیٰ سے اعلیٰ سبق سکھایا گیا ہے کیونکہ یہ وہ صورت ہے جس کو مسلمان دن میں پانچ نمازوں میں کئی بار پڑھتا ہے اور احتیاج ہو یا تکلیف میں اس کے منہ سے حمدا و شکر کے کلمات ہی نکلے ہیں۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کیفیت معلوم ہوتی ہے جس پر اس وحی کا تذکرہ ہے آپ کے دل میں اس قدر جلائی ہوئی تھی کہ کسی حال میں خدا کی شکایت کا دم بھی آپ کے دل میں نہا سکتا تھا سچ اُٹھتے ہیں (حمہ۔ دو پر کہ حمہ پر کہ حمہ خوب آفتاب پر حمہ۔ رات سوئے وقت حمہ۔ رات کو نہ کر حمہ تاب کا سینہ حوالہ سے بزرگ تھا۔ یہی حمہ کی وجہ سے جو آپ نے سب انبیاء سے جڑ کر لی آپ کا نام احمد بنا جو آپ سے پہلے کسی انسان کا نام نہیں چلا اور جب آپ نے سب سے جڑ کر خالق کی حمد کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی مخلوق سے سب سے جڑ کر آپ کی حمد کو اپنی حمد میں لے لیا آپ محمد بنو جملی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اسلام کی تعلیم کی دست پر یہ دلالت ہے کہ اس کی ابتدا ہی نام جہاں کی بدویت سے ہوتی ہے نہ ایک قوم کی اڑ اس ایک فقرہ الحمد للہ رب العالمین میں جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی نسل انسانی کی وحدت بھی بیان کر دی۔ وہب العالمین کا لفظ اختیار کر کے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگر پہلے مشرقی طور پر نسل انسانی کی روحانی بدویت ہوتی تھی تو اسان سب کی بدویت ایک ہی تھی کہ فریجے ہوگی۔ کیونکہ یہاں (بکھر) رب العالمین یا اور کوئی ایسا لفظ اختیار نہیں کیا جس سے تفرق پیدا نہ ہو۔ پھر رب العالمین میں وحی بھی کی فرصت کی طرف بھی صاف اشارہ ہے کیونکہ اسم دلب لافافا ہے کہ ہر مخلوق کو اپنے کمال کو پہنچانے کے لئے انسان کا حقیقی کمال صرف جسم کی پردہ پر تک محدود نہیں بلکہ وہ اخلاق سے ہے پس

دست نسل انسانی

طہوت دی

مَالِكِ يَوْمَ الدِّينِ

جزا کے وقت کا مالک

جس طرح جسم کے کمال کے لئے عالم ربانی میں عاجی سامان دہ لئے پیدا کئے ہیں مضر ہی ہے کہ روحانی کمال کو حاصل کر لیں گے
لئے عاجی سامان عالم روحانی میں موجود ہیں وہی الہی ہے۔ اسی چہرے سے غور میں یہ عظیم الشان جہنمی پیکر تحقیق
حمود و بیست سے پیدا ہوتا ہے یہی وہی انسان قابل حمد ہوگا جو دوسرے انسان کی خدمت گزاری کرے اور وہی حرف
اپنے جہیل یا خاندان یا قوم کی نہیں بلکہ سب قوموں کی بلکہ انسانوں کو چھوڑ کر دوسری مخلوق کی بھی ہے

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ جہاں دوسرے مذاہب نے خدا تعالیٰ کو آفتاب یا باپ کر کے پکارا ہے۔ تو ان
کی کہیں دعاؤں میں نظر ڈالت اختیار کیا ہے۔ کیونکہ مذہب کا تعلق اپنی مخلوق سے اس سے بہت بڑھ کر ہے جو باپ کا خلق بیٹے
سے ہے۔ قرآنی دعائیں عموماً آدینا سے شروع ہوتی ہیں تو یہ دعا کا مقصد انسانوں کا کمال یعنی یکسہ پہنچانا ہے۔ کیونکہ وہ ہے جو ہر
شے کو اس کے کمال تک پہنچاتا ہے مگر آفتاب انسان کو اس کے کمال تک نہیں پہنچا پائے خدا کو آفتاب کر کے پکارنا بہت اونٹنہ ہے

عالم مالک اور ملک یعنی بادشاہ ہیں فرق یہ ہے کہ ملک صرف بعض امور میں تصرف ہوتا ہے مالک اپنی ملک پر
پورا تصرف رکھتا ہے کیونکہ صرف کے پڑھنے سے معنی میں وقت بڑھ جاتی ہے۔ دوسرے ملک کا تصرف انسانوں کی سیاست
سے مخصوص ہے یعنی وہ جوہر میں امر دینی کا تصرف رکھتا ہو جو ایک محدود تصرف ہے ملک انشاس کا جانا ہے اشیاء کا یا
یوم الدین کا ملک نہیں ہوگا مالک ہوگا

یوم۔ سے عموماً مراد وہ وقت ہے جو طبع آفتاب سے غروب تک ہے لیکن اکثر اس سے مراد زندگی کوئی مدت
ہوتی ہے خواہ وہ بہت ہی کم ہو یا بہت ہی زیادہ (غ) چنانچہ کل یوم ہوتی شان (الفرقان) ۳۰ میں یہ مرے مراد ایک آن
سے اور فی یوم مکان مقدس (۴۵) (الاحزاب) ۴۰ میں ایک یوم یکس ہزار سال کا فرمایا ہے

دین کے اصل معنی جزا ہیں (غ) نمازی میں ہے الدین الجزا فی الخیر والشر یعنی یہاں دین سے مراد یہی ہے کہ جملہ چیز
بلور استعارہ وقت کا استعمال شریعت پر ہوتا ہے گو یا شریعت کی تابعداری کا نام دین ہے

پس مالک یوم الدین کے معنی ہوتے جزا دین کے وقت میں مالک جزا دین کا ایک عظیم الشان
وقت وہ ہے جو قیامت یا محشر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر ایک رنگ جزا دین کا اس عالم میں بھی جاری ہے
اور قرآن کریم کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کی جزا دین کا ایک کھٹا کھٹا رنگ ان نتائج کا ہے جو فی
الحقیقت ہر فعل کے ساتھ ساتھ ہر آن یہاں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر وہ نظر انسانی سے بسا اوقات
مضی رہتے ہیں۔ بعض وقت بلور نمود ظاہر بھی ہو جاتے ہیں

مالک کا لفظ بجائے ملک کے اس لئے اختیار فرمایا کہ ملک محض ایک محدود اختیار کا حاکم ہے
جو فقیہین میں انصاف کے لئے مامور ہے وہ کسی مجرم کو چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن مالک کا اختیار ہے جسے چاہے
معاف بھی کر دے اس میں کفارہ اور نتائج کا ابطال ہے کیونکہ ان دونوں کی رو سے خدا کا کہ معاف نہیں
کر سکتا بلکہ سزا دینے کے لئے مجبور ہے۔ یہی وہ کس قدر حفظ واقعات ہے ایک ذکر کا آقا یا مالک جو حقیقت میں مالک
نہیں اس کا گناہ معاف کر سکتا ہے مگر خدا جو سچ سچ صفات کا دلہ ہے وہ معاف نہیں کر سکتا۔ اور اگر معافی کی خواہش انسان
میں ہے تو معافی میں کیوں نہیں۔ جو صفت خالق میں ہے وہ وہ مخلوق میں نہیں ہو سکتی

مخلوق کی خدمت کا سبق

رب اور اب

دعا میں دنیا کا استعمال

مالک۔ ملک

یوم

دین

جزا دین عالم

یہ بھی ہے

ایکیت میں مل جاتا

کی معافی کی طرف

اشارہ

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

۶

ان لوگوں کا رستہ جن پر تونے انعام کیا

المستقیم۔ وہ راہ ہے جو ایک سیدے اور جو اس خط پر ہو، وہ اس سے طریق بن کر تشریف دیتی ہے (۱) +

مستقیم
دعا ہے تاکہ مستقیم

مقرر کرنا ہے کہ صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کرنے والے کو تا حال گمراہ ثابت نہ کرتی ہے۔ پھنے الفاظ پر غور
 دیکھا۔ یہ دعا کرنے والا خود ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا ملکہ کو پہچان چکا۔ اِنَّا لَكَ قَبِيْلًا کہہ کر اپنے قوی کو خدا کی کا
 فرمائہ داری میں لگا چکا اِنَّا لَكَ مُتَلَقِّیْنَ کے ذریعہ اپنی کمزوری کو دور کرنے کی مدد اللہ سے طلب کر چکا و ان اعبد
 هٰذَا صِرَاطَ مُسْتَقِیْمٍ (سورۃ ۱۱۲) میری عبادت کرو یہ صراط مستقیم ہے پس اِنَّا لَكَ قَبِيْلًا کہنے والا صراط مستقیم پر
 اسلئے ان الفاظ میں اس راہ پر قائم رہنے کی دعا مانگتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ اسی راہ پر چلتا دے اور راہ کو پائینے
 کے بعد اس کا قدم نہ ڈالے اور نہ دست جو یہاں تک کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے جیسا کہ ہدایت کے معنی سے ظاہر
 ہے۔ اہل مقصد اس دعا کا اس اعلیٰ منزل پر پہنچنے میں کئی تشریح آئے آتی ہے اور جس کی طرف ایک طرف اَدَبُ الْعَالَمِیْنَ
 اور دوسری طرف اَدَبُ الْاَهْلِ کا بیان اشارہ ہے یہی کمال انسانی کا معراج پس اہل مطلب یہ ہے کہ اسے خدا ہیسی سید
 پر چلائے رہیں یا نہایت کہ ہم اس کمال کو حاصل کریں جو انسان کی ترقی کی اہل منزل مقصود ہے۔ جس کتابوں کا اس
 دعا میں انسان کے سامنے وہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر وہ پہنچ سکتا ہے اور مذہب کو صرف گناہوں کی معافی کی
 سکھائے تک رہ گئے۔ اسلام نہ صرف گناہوں سے بچنے اور یوں مقام صحت یا عفویت پر پہنچنے
 کی دعا سمجھا تا ہے بلکہ اس سے بھی بہت آگے کمال انسانی پر پہنچنے کی یہ دعا ہے جس کے برابر کوئی دعا کسی آسمانی کتاب میں
 نہیں۔ بلکہ خود قرآن شریف کی دعاؤں میں بھی یہ دعا سب سے افضل ہے +

تمام صحت سے
اور کمال انسانی
کا حصول ہے

۱۔ اِنْعَام۔ کے معنی ہیں انسان کو احسان پہنچانا غیر ناظر پر بغیر نہیں بولا جاتا مثلاً یہ نہیں کہا جائے گا کہ میں نے
 اپنے گھوڑے پر انعام کیا (۲) اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ سے کون مراد ہیں قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ
 عَلَیْہِمْ مِنْ النَّبِیِّیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ (النساء۔ ۶۹) یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور
 شہید اور صالح ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباس سے ہے کہ تمام مطہرین نے قبول کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اھل
 کی دعا کرنے والا اعلیٰ سے اعلیٰ منازل پر پہنچنے کی دعا کرتا ہے جہاں نبی صدیق شہید صالح پہنچے وہیں ہر مسلم پہنچنے کی
 تشریح اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسا یوں کی مشہور خداوند کی دعائیں گناہوں کی معافی کی التجاہت۔ یہاں نہ صرف اس دعا
 کی دعا ہے کہ انسان سے گناہ ہی سرزد نہ ہو۔ بلکہ اس مقام پر پہنچنے کی دعا ہے جہاں ہر شے کے برگزیدگان آگے پہنچے۔
 یعنی جڑی جڑی خدا کے ساتھ بجالائے اور ہر شے کے کمال کے حامل کرنے کے اعلیٰ مقام یا اعلیٰ سے اعلیٰ مقام جس پر کوئی
 انسان پہنچا ہو پس معلوم ہوگا یہ دعا وہی اہل مرتبہ کے لئے ہے کہ نہیں کمالات، معرفت، محبت کے حصول کیلئے ہے +
 یہاں بھی کا حفظ آجائے سے بعض لوگوں کو یہ تھوکر لگتی ہے کہ خود مقام نبوت بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا
 ہے اور گویا ہر مسلمان ہر روز بار بار مقام نبوت کو بھی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی
 ہے اس لئے کہ نبوت محض مہربیت ہے۔ اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں۔ ایک
 وہ چیز ہیں جس جو مہربیت سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت اول میں سے ہے
 جیسا کہ الرحمن علم القرآن سے بھی ظاہر ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کو شش کر کے اور وعائیں مانگ مانگ کر

انعام
مستقیم ہر گونہاس کا کس مقام پر
پہنچا تا ہےنبوت مطہرین
مقام نبوت کی دعا ہے

نبوت مہربیت جو

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

ذان کا جن پر غضب ہوا

اور خدا سے امتحان کر کے نہ پہنچے تھی بنا ڈاؤنڈہ بنے گا۔ جگر خود اللہ تعالیٰ اللہ علیہ صحت یجعل رسالہ اللہ کے تحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر بٹھا کر دیتا تھا یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آشکار صلعم پر کھول کر تمام آنے والی تسلوں کے لئے مقام نبوت و رسالت کو ایک پگڑیہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو الہی اور الوصول کے نام سے بکار کر بتا دیا کہ اب دوسری اور رسول نہیں ہو گا کیونکہ اگر دوسری بھی آجائے تو یہ افلاک مشتبہ ہو جائیں پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور کسی شخص کے شنبہ سے عمل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے ۛ

الہی۔ الرسول

کھ کلامات کی دعا

ایسے ہی لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ اس دعائیں حصول بادشاہت کی دعا ہے کیونکہ بادشاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام قرار دیا ہے۔ (المائدہ ۲۰) اور بعض نے اسے اور بھی وسیع کر کے دنیا کے تمام مہربوں میں واسطہ مستقیم کی دعا قرار دیا ہے۔ اور فی تہریرے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ سب باتیں دعا کے اہل مقصد سے دور ہیں۔ بیشک بادشاہت ایک انعام ہے۔ مال و دولت بھی ایک انعام ہے۔ مگر یہ وہ انعامات ہیں جن میں نیک و بد شریک ہیں۔ بادشاہت ایک انعام ہے۔ مگر ہر ایک بادشاہ منعم علیہ نہیں دولت ایک انعام ہے مگر ہر دولت مند منعم علیہ نہیں اور یہاں منعم علیہ کی ماہوں کا ذکر ہے نہ خاص انعامات کا اطلاق ہے نہ منعم علیہم کے مقابلاً پر غضب و عذاب اور ضالین ہیں جو دولت اور بادشاہت سے محروم نہیں اور دنیا کے کاموں کو مہر انجام دینے سے محروم ہیں بلکہ یہ کسی سے محروم ہیں۔ اطلاق کا فائدہ سے محروم ہیں۔ و عارف اس دعا کو کین ماہوں پر نیک بندے پہنچتے ہیں۔ انہی ماہوں پر پہنچنے کی باتیں بھی تفریق دے بغاٹا دیکر یہ کیوں مبنیٰ شرماء و صلحاء کے نقش قدم ہو گا۔ اس دعا کے مقابل پھر روئے کی ذراشات ایک نہایت بہت مقام ہے ۛ

مگر یہ دعائوں کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھا جاتی۔ مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت سننے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کے لئے یہ دعائیں اور اگر حصول نبوت کی دعائیں مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی حالانکہ قرآن اور مجاہدین اہل توہرہ کی تعدادیں ہو گئے خدا خود دعا سکھا اس کی غرض یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے دعا کرنے والی امت کو خلیفہ آقا کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہیں ہو سکتا ۛ

اگر دعا حاصل ہو

بے غنا سے ہو

لازم آتی ہے

غضب

غضب الہی

غضب اللفظی غضب علیہم۔ غضب کے اہل یعنی ہیں بڑے ارادہ سے خون کا جوش مارنا (خ) اور عیش میں غضب سے بچنے کی تاکید ہے اور اس کو لقب بن آدم میں ایک انکارا قرار دیا گیا ہے مگر جو کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اس لئے جب اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لفظ بولا جائے تو جو حصہ جسم سے تعلق رکھتا ہے یعنی قوران دم یا خون کا جوش مارنا وہ مار نہیں جوتا بلکہ صرف اہل غرض باقی رہ جاتی ہے جو ارادہ منہ سے ہے اور یہی حالت تمام الفاظ کی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف مہسوب ہوں گے ان میں دو حصہ جو جسم سے تعلق رکھتا ہے باقی نہیں رہتا تفصیل کے لئے دیکھو ۛ پس مغضوب علیہم و لو کہ جوئے جن کے متعلق ارادہ الہی منہ کا ہوا ۛ

وَلَا الضَّالِّينَ

اور نہ گمراہوں کا

۱۔ الضالین۔ ضال۔ ضلال سے اسم فاعل ہے۔ اور اس کے عام میں ہیں سیدی راہ سے ہٹ جانا، گمراہی، ہٹ (دغ) اور یہ ہدی کے مقابل پر ہے اس لئے اس کے معنی میں بھی کئے گئے ہیں سلوک طریق نہ لا یوصل الی المطلوب (دغ) ایسی راہ پر چلتا جو مطلوب تک نہیں پہنچاتی۔ پس ضالین وہ لوگ ہوتے جو سیدی راہ سے ہٹ گئے یا ایسی راہ چلیں پڑے جو مطلوب تک نہیں پہنچاتی۔ ضال اور اضلال کے اور معانی اپنے اپنے موقع پر آئیں گے۔

۲۔ آیت میں کن لوگوں کا ذکر ہے؟ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مفسرین علیہم بدوہیں اور ضالین جیسا کنیٰ اور ایک حدیث میں جس کو ترمذی نے حسن خوب کہا ہے یہی معنی آنحضرت صلی علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ یہ روکی صفات غالب جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے یہ ہیں کہ انہوں نے انبیاء کے بارے میں تعزیر کی راہ اختیار کی یعنی مومن انبیاء کی تکذیب کرتے رہے اور ان کے قتل کے درپے رہے۔ اور شریعت کے احکام کی نافرمانی کی یعنی ان چل دیکھا جانا یعنی ان کے ذکر کے شروع میں ہی آتا ہے۔ و یا ذل المضرب من اللہ ذلک جائزہم کا ذلکھن و ن بابایات اللہ ول یستوف النذیبین بغیر الحق ذلک بما عصوا ذلکوا یعتد و ن۔ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اس لئے کہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ جسے بڑھتے تھے (البصیر) پس انبیاء کا انکار و تکذیب اور احکام الہی کی نافرمانی یہ وہ تعزیر کی راہیں ہیں جن کی وجہ سے یہود پر غضب آئی آیا۔ یاد ہوئے وہ پہلے ایک ایسی قوم تھی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ اور مسلمان کو جب یہ دعا سکھائی گئی کہ اس کا قدم مضبوط علیہم کی راہ پر نہ پڑے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ وہ ان تعزیر کی راہوں سے بچے۔ اور یہی ان کی صفات غالب جن کی وجہ سے وہ طاق مستقیم سے پھر گئے۔ قرآن کریم میں غلو اور افراط بیان کی گئی ہیں یعنی ایک نبی کو خدا بنالینا جیسا کہ فرمایا۔

یَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِی دِیْنِکُمْ فِیْهِ لَقَدْ تَقْبَعُوا ۚ اھو ا قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیرا و ضلوا من سواہ السبیل (المائدہ ۷۷) اسے اہل کتاب اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بتوں کو گمراہ کیا اور سید سے رستہ سے ہٹ گئے جو یا اب سلم کی دعا میں ہوئی اسے اللہ ہم کو سیدھا رستہ دکھان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا اور ان لوگوں کے رستہ پر چلنے سے بچا جو جو پر غضب آئی کے نیچے آئے اور ان کے بھی جو جو افراط و غلو گمراہ ہو گئے۔ بالفاظ دیگر اس صراط مستقیم پر چلا جو تعزیر و افراط سے تکذیب و غلو سے پاک ہے۔ یہی معنی ہر بات قرآن و حدیث میں ہیں۔ مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تعزیر و افراط ماحقوق میں ہر گز نہیں ہے۔ اگر ایک نبی کا انکار تعزیر اور اس کا خدا بنانا افراط ہے تو ہر ایک حق کا انکار یا اس کا اور دیگر نافرمانی ہے۔ اور ایک حق کو کتبہ سے جھٹلانا اور اس قدر اس پر زور دینا کہ وہ اسے حقوق کی ذکر نہشت کا موجب ہو جائے افراط ہے۔

یہ بھی سمجھ سے کہ وہ دینی رنگ میں نافرمان ہوئے یعنی شریعت کے ماننے والے پھر اس پر عمل نہ کیا۔ اور معانی میں رنگ میں بھی گئے کہ ایک مشائخ کو خدا بنالینا۔ پس میں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اسے خدا اسم کو یہودی کی معنی میں اور غصاری کی معنی میں غلیظوں کا۔ یہی نہ کہ انسان اسے کمال یعنی کو نہیں پہنچتا جب تک وہ فوس پلوجل اور صلح کے صحیح نہ ہوں۔

سورہ فاتحہ کے آخر پانچ کلمات صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور ہر وہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ غیور الغضب علیہم ولا الضالین کے تو تم زمین کو بھڑائی، زمین، آسمان سے اور اس کے معنی میں اس تعزیر یعنی نہ شہنہ دی و کا قبول خوا

سُوْرَةُ الْمُنَةِ مَدَّوْهُمَا نَبَا وَنَمَانِ اِيْتَا رُيُوْن رُكْعَا

بقیہ نام مکاتیب
کی وجہ

نام اس سورت کا نام البقیۃ اس تذکرہ سے لیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو ایک گائے کے ذبح کرنے کا حکم دینے
جائے کے متعلق اس سورت کے آیتوں میں رکوع میں کیا گیا ہے۔ چونکہ اس وقت میں خاص طور پر یہودیوں کا ذکر ہے
اور یہودیوں جن کو اللہ تعالیٰ ایک موصوفہ قوم بنانا چاہتا تھا۔ گائے کی پریش کا مرض مصر میں رہ کر پیدا ہو چکا تھا۔
اس لئے گائے کے ذبح کا تذکرہ اس سورت کے اہم ترین مضامین میں سے ایک مضمون ہے۔

خلاصہ مضمون
بجز

خلاصہ مضمون۔ اس سورت کا خلاصہ مضمون یہ بتایا ہے کہ مسلمان کس طرح ایک کامیاب اور نازدہ قوم بن
سکتے ہیں۔ چنانچہ رکوع (۱) سب سے پہلے ان اصول کو ذکر کیا جو اسلام کی بنیاد ہیں اور بتایا کہ جو ان اصول پر چلے
وہ کامیاب ہوں گے اور جو ان کی پروا نہ کریں گے ان کا انجام خراب ہوگا۔ (۲) پھر ایک اور گروہ (منافقین) کا ذکر کیا جو
مذہب تسلیم کرتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے۔ (۳) پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کیا اور اس سے اس کی توحید کے کمال
دستے۔ اور اس کی عبادت کو ضروری غلہ یا (۴) پھر دشمنان کے کمال کا ذکر فرمایا اور اس کمال تک پہنچنے کی راہ بتائی کہ
بینفیت کے دے و کمال حقیقی کو حاصل نہیں کر سکتا (۵) کمال کے بعد مگر جانے کے شوق سے فرمایا یہودیوں کا ذکر کیا کہ ایک
منظم طریقہ قوم تھی مگر جو اپنی نافرمانیوں سے روکی گئی اور ان کو بتایا کہ سب بھی اگر اس نیکو مان لو جو تمہاری اپنی پیشگوئیوں
کے مطابق آیا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں شوکت و عظمت دے گا (۶ تا ۹) پھر ان پر جو فضائل کئے اور جو فرائض بیان
انہوں نے کیے ان کا ذکر فرمایا اور دشمنان مسلمانوں کو سمجھا یا (۱۰) پھر بنی اسرائیل کے شائق اور ان کی خلاف ورزی کا ذکر
کر کے مسلمانوں کو سمجھا کہ وہ ایسی غلطی نہ کریں (۱۱) پھر بنی اسرائیل نے ان اعتراضوں کا ذکر کیا جو انہیں اسلام پہنچے اور
ان کا جواب دیا کہ کیوں بنی اسرائیل میں سے یہ نبی نہیں آیا (۱۲) پھر ان کے ہاوت میں اور ترقی کر جانے، اور اخلاص
صلعم کے خلاف فہمی مینوں والے منصوبوں کا ذکر کیا (۱۳) پھر بتایا کہ اگر پہلی شرائط کو ہم سب نے منسوب کیا ہے تو ان سے
بہتر شریعت کون سے دی ہے۔ اور بتایا کہ نبوت و صرف اللہ تعالیٰ کی کامل فیاضی اور اسی اور مخلوق کے ساتھ احسان سے
ملتی ہے نہ اسے ناکسی مذہب کا پیرو ہو جائے (۱۴) پھر بتایا کہ تھوڑی بہت سچائی پر مذہب میں سب مگر اسلام کامل
صلواتوں کا مجموعہ ہے (۱۵) پھر فرمایا کہ موسیٰ کی پیشگوئی سے اور پہلو قرار اہم کے ساتھ بھی قومی وعدہ تھا کہ اس کی امداد
کو برکت دی جائے گی اور وہ اپنی اولاد کے ایک حصہ کو مکہ منورہ پر لے کر اور وہاں دعائیں کرے یہ بتایا تھا کہ آخر حجت
آتی اس چشمہ سے چوتھ کر تمام دنیا کو سیراب کرے گی اور کعبہ کو قبلہ قرار دیا (۱۶) پھر بتایا کہ اسی ابراہیمی مذہب پر یہودی
کی تقریط اور نصاریٰ کی افراط سے چکر بے نی کھڑا ہوا ہے (۱۷ و ۱۸) پھر بتایا کہ کعبہ ابراہیم کی دعاؤں کی صلاحیت
یوں ظاہر ہوئی تو یہی مندری تھا کہ اس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ قرار دیا جائے اور مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ یہ ایک قبلہ
تمہارے اتحاد کا مرکز ہے (۱۹) پھر بتایا کہ کالیسیائی کے لئے مسلمانوں کو مال و جان کی بہت سی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اپنی
باقوں کو ملے کرے اور (۲۰) پھر خدا تعالیٰ کی توحید کے مضمون کو دوہر کر (۲۱ تا ۲۳) شریعت کی تفصیلات کی طرف رجوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے پڑھا جائے۔ یا درج کر دے والے کے نام سے

کیا وہ کھائے کے لئے کہ یہ شریعت تفصیلات میں بھی ویسی ہی باتیں یا ان سے بہتر باتیں بتاتی ہے جو یہود کی شریعت میں تھیں۔ چنانچہ خداؤں کے حرام و حلال قصاص۔ وہابیہ ذوں جنگ۔ حج۔ شراب۔ جو۔ یا مٹی۔ زنا شوقی کے قطعاً طلاق بیواؤں کا ذکر کر کے (۳۳ و ۳۴) پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کیا کہ جس طرح بنی اسرائیل ایک مردہ قوم تھی جہاد اور کوشش سے خدا نے اسے زندہ کر دیا اسی طرح مسلمانوں کو بھی اب جہاد اور کوشش کرنا ضروری ہے (۳۵) پھر خدا تعالیٰ کے حق و قیوم ہونے کا ذکر کر کے یہ اشارہ کیا کہ اب وہ اپنے نام بیواؤں کو زندگی بخشنے کا۔ اور انہیں نئی قوم بنانے کا ارمان کو ادا کرے (۳۶) اللہ تعالیٰ سے روکا۔ (۳۷) پھر بتایا کہ کیونکہ مردہ قوموں کو زندہ کیا کرتا ہے حضرت ابراہیمؑ اور بنی اسرائیل کی تاریخ سے دو واقعات کا ذکر کیا (۳۸ و ۳۹) پھر کھول کر بتایا کہ اصل بنی اسرائیل کی کیا بیویوں کی اتفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اگر اس وقت ایک ایک داؤد الٹے ٹول کو سینکڑوں نہیں ہزاروں اور لاکھوں دسٹ نہیں بیٹھتے (۴۰) پھر بتایا کہ قربانیاں کر کے جب وہ تمہد ہو جاؤ تو سود نہ کھانا کیونکہ سود خور قوم آخر تباہ ہو جاتی ہے اور اخلاق فاضلہ سے ماری رہتی ہے (۴۱) اس ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اسے حقوق کی خوب نگہداشت کیا کرو اور اس دین کے معاملات کو کھلیہ یاد کرو (۴۲) اور سب سے آخر سب رسولوں پر ایمان لائے کا تذکرہ کر کے بتایا کہ کیا بیانی اس وقت تک نہیں لائے تھی جب تک کہ کمال اطاعت نہ کرو اور اس کے ساتھ خدا سے دعا میں نہ مانگو، نینا دے بھی پورا نہ لگاؤ۔ پھر خدا سے حضورؐ جی کہے رہو تو ہم کافروں کے مقابل میں تمہاری نصرت کریں گے +

سورہ بقرہ میں
کے جملے کی وجہ

سورہ بقرہ کا متن | اس سورت کا تعلق ایک تو بظاہر ترتیب سورہ فاتحہ سے ہے چونکہ سورہ فاتحہ میں یہ دعا سمجھائی گئی تھی کہ **هَذَا الصَّلَاةُ الْمُسْتَقِيمُ** تو اس کا ابتداء میں فرمایا **ذَلِكَ الْكِتَابُ** لادیب فیہ ہدی للمتقین گویا یہی دعا کا جواب ہے۔ اور بتایا کہ قرآن کریم وہ صراط مستقیم ہے اس سورت میں بتایا کہ ان نعمت علیہم کا گردہ وہ جو ان اصول پر عمل پیرا ہوتا ہے جہ کہ وہ صراط مستقیم ہے ساتھ ہی مقصود علیہم یعنی یہود کا تذکرہ بالتفصیل اور ضالین یعنی نصاریٰ کا بھلا کیا۔ لیکن چونکہ سورہ فاتحہ ساری قرآنی تعلیم کا پتھر ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن شریف کی ابتدا اسی سورہ بقرہ سے ہوتی ہے اور یہی حکم ہے پرانچہ یہاں شروع میں ہی اس پاک کتاب کی انگوٹھ کو بیان فرما دیا ہے۔ اور مکمل اور تمام طور پر وہ باتیں بتادی ہیں جو ایک قوانین کا واضح بطور تہذیب بیان کر دیا کرتا ہے۔ کہ اول یہ اس خطہ علیہم کی طرف سے ہے۔ جو نہ صرف فطرت انسانی اور ضروریات بشری کو جاننے والا ہے۔ بلکہ گزشتہ اور آئندہ کی تمام باتوں کو بھی جانتا ہے۔ پھر یہ ایک کتاب ہے۔ پر آئندہ الفاظ یا سنتر اور اقرا مجموعہ نہیں پھر اس کی غرض ہدایت دینا اور راستہ پلانے۔ پھر وہ اصول میان فرما دینے پر پہنچ کر انسان ہدایت کو پا سکتا ہے اور وہ کل پانچ اصول ہیں بین معاہدے رنگ میں یعنی ایمان باغیب (اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ پر ایمان) اللہ تعالیٰ کی وحی پر ایمان۔ اس پر جو نبی کریم صلیم پر نازل ہوئی، اور اس وحی پر جو آپ سے پہلے انبیاء پر دینا میں نازل ہو چکی۔ اور آخرت یعنی اعمال کی جزا و سزا پر یقین۔ اور دو عمل کے رنگ میں۔ صلوة یعنی نماز اور عابہ حقوق اللہ و عابہ حقوق العباد کا خلاصہ ہے۔ پھر اس کا آخری نتیجہ بتایا کہ وہ کامیاب اور بار بار دہرایا ہے۔ یہ سب کچھ پہلے کھچ کر میں بیان فرما دیا۔ اور یہ سورت

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَتَبَ لَنَا رَبِّبًا رَحِيمًا

۱
۲

میں اللہ کا نام ہے کہ اگر اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو دوسری کوئی سورت اس کی جگہ نہیں ملتی

ابتداء کے لئے ایسی سورت ہے کہ اگر اس کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو دوسری کوئی سورت اس کی جگہ نہیں ملتی
جاسکتی کیونکہ اس سورت کی ابتدا میں اس طرح اصول اسلامی کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس سے قرآن
کریم کی موجودہ ترتیب کا مضامین اللہ ہونا صاف ظاہر ہے +

رُشْدًا مِّنْهُ۔ اس سورت کا نزول مدینہ میں ہجرت کے بعد ہوا اور اس کا اکثر حصہ جنگ بدر سے پیشتر کا
ہے یعنی کے نزدیک یہ سب سے پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی بعض آیات کا نزول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی
کے آخری حصہ کا ہے۔ اس کی خاص خاص آیات کوئی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف بعض لوگوں کا خیال ہے
کہ اس میں شک نہیں کہ بعض سورتوں کا نزول ایک لئے زمانہ برمتدر اسے مگر جب تک کوئی صریح اور یقین شہاد
نہ ہو۔ فی سورتوں کی بعض آیات کو کی اور پہلے کا نازل شدہ قرار دینا غلط طریق ہے ان سے زیادہ قرین قیاس ہے
کہ سورتوں میں بعض آیات ایسی ہوں جو مدینہ میں نازل ہوئی ہوں مگر یہ بھی محض قیاس کی بنا پر قبول نہیں کیا جاسکتا
جب تک کہ کوئی صاف اور واضح شہادت نہ ہو پس جس طرح یہ غلط ہے کہ کوآیت یاہما الذین اس سے شروع ہوتی ہے
وہ کی ہے خواہ مدنی سورت میں ہو اور جو یاہما الذین امنوا سے شروع ہوتی ہے وہ مدنی ہے خواہ کی سورت
میں ہو اس طرح یہ بھی غلط ہے کہ جن آیات میں یہ دو مضامین کا ذکر یا تو بریت و انجیل کا نام ہو وہ ضرور مدنی ہیں
خواہ کی سورت میں ہوں +

عَلَّمَ۔ یہ حروف جو بعض سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں مقطعات کہلاتے ہیں اور قرآن کریم کی ۲۶ سورتوں
کی ابتدا میں آتے ہیں عام طور پر تجویز میں ان کے معنی نہیں کئے جاتے۔ حالانکہ صحابہ سے ثابت ہیں یہ حروف
الفاظ کے قائم مقام ہیں اور حروف سے الفاظ کی طرف اشارہ کرتا تمام زبانوں میں مروج ہے آج کل انگریزی
میں تو یہ رواج بہت ہی بڑھا ہوا ہے۔ عرب میں بھی یہ دستور تھا پتا پتہ اس مصرعہ میں قلت لہا قتی قالت
قالت قی کے معنی قدا قفقت ہیں یعنی میں تھک گئی۔ اور بھی کئی مثالیں اس کی ہیں مگر عربی میں کوئی قمرہ قاعدہ
تھا کہ فلاں حرف سے فلاں لفظ کی طرف اشارہ ہوگا بلکہ سابق و سابق سے معلوم کیا جاتا تھا۔ اس لئے قرآن
کریم میں بھی یہ ضروری نہیں کہ ایک جگہ جو معنی ایک حرف کے لئے ہوئے ہیں۔ دوسری جگہ بھی وہی ہوں۔ ان جو جگہ
ایک ہی لفظ پر آیا ہے اس کا مفہوم ایک ہی ہے۔ **الْحَمْدُ** اس سورت کے علاوہ پانچ اور سورتوں کی ابتدا
میں ہے یعنی آل عمران، جو البقرہ کے بعد آتی ہے اور الحکیم، الذوق۔ لفظ الحمد السجد کا جو چاروں کی ہیں
اور ترتیب قرآنی میں ایک جگہ ہیں مگر یا کل چھ سورتوں کے شروع میں **الْحَمْدُ** ہے

الْحَمْدُ کے معنی حضرت ابن عباس سے اننا اللہ اعلم مروی ہیں یعنی میں اللہ جانتے والا ہوں +

عَلَّمَ۔ ذلک۔ یہ لفظ عربی میں اشارہ مبہم کے لئے آتا ہے مگر محفلت کے ظاہر کرنے کے لئے بھی لایا جاتا ہے۔ یہاں
بجائے محفلت کتاب ہی بولا گیا ہے دوسری جگہ ہذا کے لفظ سے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ جیسے ہذا کتابنا ہذا
مبارک (الافتاح۔ ۱۵۶) یا ذلک سے اشارہ عید کتاب موجود کی طرف بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کتاب جس کا وہ
موسمی اور معنی عید السلام کو دیا گیا تھا (د) +

مخ عنہما

اصول مسلم کی
تبیات اور کتاب

نادر منہا

مدنی سورتوں میں
آیات

مقطعات

الْحَمْدُ
ذلک

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ

متقین کے لئے ہدایت ہے

الکتاب۔ کتاب محمد ص ۱ جو کتاب سے شفق ہے جس کے اصل معنی ایک دوسرے کیساتھ ملنا
پہنچ کرنا ہیں۔ اور لکھنے کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ لکھنے میں صحت ایک دوسرے کیساتھ ملنے جاتے ہیں اور کتاب میں
صیغہ کا نام ہے مع اس کے جو اس میں لکھا گیا (خ) اور کلام اللہ کو کتاب کہا جاتا ہے گو وہ لکھی ہوئی ہو یا شیخ لفظ
قرآن شریف میں قرآن پر بھی پڑا گیا ہے جیسے یہاں کسی ایک سورت پر بھی پہلی شراش پر بھی۔ ہر ایک کی اپنی دینی پڑھی
جلائی ہوئی وہی چمکیت ہو رہی ہے

دیبا۔ وہ شک جس کے ساتھ قنوت ہو (ح)

یہاں اس کتاب میں دیبا کی نفی کی ہے یہ ایک دوسری ہے جس کی صداقت کے لئے آگے مکتوب فرمایا وہ کنذ
فی دیبا ما نزلنا علی عبدنا فاقا لصورۃ من مثله اس سے کوئی مخالفت آج تک حمد ہر مکتب سے
یہ کوئی سچا اور ثابت شدہ قرار پایا ہے

۱۔ ہدیٰ یہاں یعنی ہادی ہے یعنی راہ پر چلانے والی جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ دیکھو ۱۷

متقین۔ متقی۔ راقی سے ہم حاصل ہے۔ اور راقی اصل میں اذ تقی سے جو دینی معنی باب انتقال پر۔ ہدیٰ
و قایت کے معنی میں حفظ النفس مما یؤذیہ و یفسدہ (خ) ایک چیز کی حفاظت کرنا اس سے جو اس کو بے ادب و نقصان
پہنچائے اذ تقی اصل معنی میں جمل النفس فی وقایہ مما یفسدہ (خ) یعنی اپنے آپ کو اس چیز سے بچانا جو اس کو فاسد
اسی وجہ سے اس کے معنی بعض وقت خوف بھی کہتے جاتے ہیں اور اصطلاح شریف میں تقویٰ اپنے پگھلنا میں پڑے
سے بچانا ہے حفظ النفس عما یؤذیہ (خ) اور یہی کریم صلعم نے فرمایا لا یبلغ العبد ان یموت من التقویٰ

بأس بہ حد ما اما بہ باس یعنی متقی ہونے کو انسان نہیں پہنچتا جب تک کہ ان چیزوں سے بچے کیلئے جن میں بڑی ہوا
چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن میں بڑائی نہیں۔ اور ایک حدیث میں توفیقہ نفس کے متعلق آتا ہے جس کے معنی ہیں اپنے
یوں کئے ہیں کہ اپنے نفس کو ہلاکت کیلئے پیش مت کر دے اور آفات سے اس کی نگہداشت کر دے اور متوجہ ہوں میں چکر
تقی اور راقی کے ایک ہی معنی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ اللہ کیا چیز ہے یا اتقوا اللہ سے کیا مراد ہے کہ تقویٰ

تقی اللہ

ہے جو تقویٰ اللہ اختیار کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کوئی ایسی چیز تو نہیں کہ انسان اس سے خائف ہو کہ نیچے اس سے
لئے آگے بچائے یا اس سے دور ہو بلکہ اللہ کی طرف آنا اور اس کا قرب حاصل کرنا تو بین انسانی زندگی کی خوش نصیبی
قرآن شریف میں سورۃ النساء کے شروع میں آتا ہے و اتقوا اللہ الیٰی قسا ملون یہ والا رحمہم اور اللہ کا

کر جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحوں کا تقویٰ کر دین و دفعہ قوں کو کھانے کے قتل

شریعہ نے تقویٰ اللہ کے معنی پر روشنی ڈالی ہے۔ ظاہر ہے کہ رحوں کے تقویٰ سے مراد روانے دیکے کچھ نہیں کہ رحوں
کے حقوق کی حفاظت کر دے اتقوا اللہ کے معنی بھی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ رحوں کی حفاظت کر دے۔ اور تقویٰ اللہ

جو حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو ج معنی امام اربعہ سے دے دی ہیں۔ کیونکہ ان میں پچھ
سے احسان اپنے آپ کو کسی طرح بچا سکتا ہے کہ حفاظت حقوق کرے اور کوئی حق تلف نہ ہونے دے اور یہی معنی حدیث

میں ہیں۔ کیونکہ یہ کریم صلعم نے متقی اسی کو قرار دیا جو اپنے آپ کو ہر قسم کی برائیوں سے بچا کر رہے ہو

والا ہے

کتاب

کتاب

ریب

نقی ریب کا دھ

اور اس کی دلیل

راقی

تقی

متقی ہر معنی

تقی اللہ

تقی اللہ حقوق

کی نگہداشت

اور تقویٰ حقوق کی

نگہداشت کرنے

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

۳

لَا يَسْأَلُونَ

عَنْ غَيْبِ بَرِيَان

مضمون حق مخفی ہے، یہاں تک کہ اگر برائی سے بچنے کے لئے کسی ایسے کام کو بھی چھوڑنا پڑے جس میں کوئی برائی نہیں تو وہ اسے بھی چھوڑ دیتا ہے۔ پس متقی اپنے آپ کو گناہ یا حق تعالیٰ سے بچانے والا ہے اور اتقوا اللہ کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ حقوق اللہ کی حفاظت کرو اور چونکہ ہر قسم کے حقوق اللہ تعالیٰ سے ہی انسان کے ذمے رکھے ہیں اس لئے تقویٰ اللہ میں تمام حقوق کی نگہداشت آجاتی ہے اور اگر برائی بھی اس کے معنی کئے جائیں تو خدا سے ڈرنا یا تقویٰ کرنا اس کے عذاب سے ڈرنا یا اس نرا سے ڈرنا ہے جو گناہ پرستی ہے پس پہلی فرض پھر بھی گناہ سے بچنا ہوتی اور گناہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کے ضائع کرنے کا نام ہے +

یہاں قرآن شریف کو ہدیٰ للمتقین فرمایا یعنی متقینوں کے لئے ہدایت۔ اور دوسری جگہ ہدیٰ للناس فرمایا (۱۸۵) یعنی سب لوگوں کے لئے ہدایت۔ ہدایت کے مختلف معنوں کے لحاظ سے یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ دیکھو کہ اس معنی سے سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے کہ رستہ سب کو دکھا دیا۔ اور کسی کے لئے کوئی روک نہیں جو چاہے اسے اختیار کرے جو نہ چاہے ذکر اور متقینوں کے لئے اس معنی سے ہدایت ہے کہ ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ کہنا کہ جو حق ہے اسے ہدایت کی ضرورت نہیں۔ لغویات سے بتتی دہی ہے جو اپنے آپ کو حق سمجھتا ہے ضرور دینے والی چیزوں سے گناہ سے بچتا ہے۔ اس کو ضرورت ہے کہ اسے بتایا جائے کہ یہ حقوق تمہارے ہیں۔ یہ چیزیں ضرور دینے والی ہیں حصول کمال کی راہ جو۔ ہدایت۔ تجانب اللہ کے بغیر اور محض اپنی جوہر سے کوئی انسان کمال کو حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس جوہر کے ساتھ متجانب اللہ ہدایت بھی چاہئے تاکہ وہ اسے روشنی کا کام دے ہدیٰ للمتقین میں دونوں پہلوؤں کو روشن کر دیا۔ انسانی جوہر کے بھی ضرورت ہے اور وہ تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے روشنی کی بھی ضرورت ہے۔ اسی سے منزل مقصود حاصل ہوتی ہے جس طرح الحمد للہ رب العالمین کہنے والا یا اللہ تعالیٰ کا اقرار کرنے والا اھد ذاکي دعا کا عمل ہے اسی طرح حق جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا اور رکھ دینے والی چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کتاب اس دور کا محتاج ہے تاکہ منزل مقصود پر پہنچ سکے۔ علاوہ انہی سے بھی بتانا مقصود ہے کہ انسان جس قدر بھی چاہے تقویٰ میں ترقی کرتا چلا جائے ہمیشہ اپنے لئے اس کتاب میں نئی سے نئی روشنی آئندہ ترقیات کے لئے پائے گا۔ کسی مقام پر پہنچا کر یہ کتاب عاجز نہیں ہو جاتی کہ اس سے بڑھ کر کسی درجہ پر پہنچانے کے لئے میرے پاس کوئی سامان نہیں جس طرح ترقی انسانی خیر فائز ہے۔ اسی طرح اس کتاب کا ذریعہ چھٹا چلا جاتا ہے۔ اور گو یہ کتاب ہے کہ خود تقویٰ کے بغیر درجہ ہیں اور جو شخص تقویٰ کی پہلی سیڑھی پر قدم نہ رکھتا ہو اس کتاب سے ہدایت کا طالع ہو جاتا ہے۔ وہ اس کی آخری منزل پر پہنچ جاتا ہے تاہم اس کی آخری منزل کا نام یہاں فلاح اور کس صدیقیت اور کس شہید کا مرتبہ رکھا ہے۔ تقویٰ یا دکھوں سے اپنے آپ کو بچانا ہی کمال انسانی نہیں بلکہ کمال انسانی کے حصول کی پہلی سیڑھی ہے۔ اس کے مقابل پر وہ لوگ ہیں جو دکھوں اور عقوبتوں سے بچنے کی پروا نہیں کرتے ان کا ذکر آیت ۶ میں ہے +

فَاتَّخَذُوا

لَهُمْ

بِهِمْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

مَنْ

عَلَىٰ يَوْمَنَون۔ ایمان امن سے ہے اور امن کا استعمال دو طرح پر ہے۔ متقید جیسے امنغہ جس کے معنی ہیں میں نے اس کے لئے امن کر دیا اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا نام المؤمن ہے یعنی اسے صلا کرتے والا (اپنے بندوں)

آمن

المؤمن

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں

ہوتی ہے وہ اس خلق کے قیام سے پیدا ہوتا ہے جوئی الوجود خالق اور مخلوق میں ہے اور اس کا وہ مدد دینا ہی ہے۔
اسی کی طرف خود غلطہ العیب میں بھی اشارہ تھا۔

پہلی دہائی
میں حکمت

گرمیاں دہی پر ایمان کی ضرورت میں صرف قرآن پر ایمان ہی ضروری قرار نہیں دیا بلکہ پہلے ہی دہی انہی دنیا پر پڑنے
رہنے کو جزو ایمان قرار دیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے کوئی الگ مطالبہ نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کا فیصلہ پیشہ سے
چلا آیا ہے۔ اور اس لئے بھی مآ انزل من قبلک کی ضرورت پیش آئی کہ قرآن کی دہی گل مالک پہنچنے والی دہی کو توں کوں
پر اکٹھا کرنا تھا۔ اس لئے پہلی دہی کو ذکر کرتا اس کے لئے ضروری ہوا عرض مآ انزل من قبلک لکن ایک عالم نشان تھا
کی بنیاد رکھی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جماعتی سارے انسانوں کے لئے ہے اس کی ربوبیت روحانی بھی سب قوموں
کے لئے ہے۔ ایک عرب کے آتی نے یہ اصول دنیا کو سکھایا جس کو پڑے سے پڑے خلا سفر دریافت ذکر سکے۔ اہل جہاں
مآ انزل الیہا یعنی قرآن کریم پر ضروری ہے پہلی کتابوں کے متعلق چونکہ دوسری جگہ قرآن شریف نے خوبیاں فرمایا
کہ ان میں تعریف ہو چکی ہے اس لئے ان پر عمل نہیں ہو سکتا۔ علاوہ انہیں ان کی تعلیم دہی ضرورت نشاندہ اور ضرورت نشاندہ
کے لحاظ سے اسی جن کا بہت سادہ قابل علمہ مدد را اور جو تعلیم ہمیشہ رہنے کے قابل تھی اسے قرآن شریف نے اپنے ہند
لال طور پر پیش کر دیا جب کہ فرمایا فیہا کتاب قیہد الہیۃ۔ ۲۔ پس عمل کی ضرورت صرف قرآن پر ہے +

پہلی دہی پر
ضرورت نہیں

اختر - اختر
لاختر

۱۔ اختر - اختر ازل کے مقابلہ پر ہے اور اختر واحد کے مقابلہ پر والد اور الاخترۃ سے مراد النشأة الثانیۃ
یعنی دوسری زندگی اور کسی دار کا خفہ مذکور کر کے الاخترۃ سے مراد دار الاخترۃ لیا جاتا ہے (غ) یہ لغت کی شہادت ہے
قرآن شریف کو دیکھا جائے تو اس میں الاخترۃ کا لفظ جہاں ایمان یا آخرۃ یا کفر یا آخرۃ کا ذکر ہو جس جگہ کے سوائے انصار و غیر
ہمات ہے اور کسی ایک جگہ بھی سوائے النشأة الثانیۃ کے کوئی دوسرے معنی مروی نہیں ہے قطعی شہادت ہے۔ دیکھو اور
۱۱۳۶۹۳ - ۱۱۵۱۱ - الاعراف - ۳۵ - یوسف - ۲۰۰ - یوسف - ۳۷ - الفلق - ۲۲ - ۶۰ - بنی اسرائیل - ۳۵ - المؤمنون - ۳۵
الفلق - ۳ - ۳۵ - النبی - ۲۱ - الزمر - ۳۵ - حجر - السجدة - ۷ - النجم - ۲۷ - پس الاخترۃ سے مراد الوجود
الاخترۃ لینا اور پھر یہ نتیجہ نکالنا کہ قرآن کریم کے بعد کوئی اور دہی نازل ہوئے والی ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ خلا
قرآن کریم ہے۔

یقین

ایمان بالقسمۃ
کا قسم

یوقنون یقین علم کی وہ صفت ہے جو معرفت وایت وغیرہ سے بڑھ کر ہے (غ)
ایمان بالقسمۃ یا پانچوں اصول مذہب کا قرار دیا الاخترۃ یا النشأة الثانیۃ ہندو مت کے ان اہل کا نتیجہ ہے
ضروری زندگی میں کرتا ہے۔ اس زندگی یقین رکھنا یہی ہے کہ انسان اہل کی بنا و سزا یقین کا لے کرے جب ایک انسان ایک
ضلع کے نتیجہ کو پڑا جاتا ہے تو وہ عمر اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب اچھا جاتا ہے تو اسے کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر
اگر فردی نتیجہ ایک کام کا اچھا بھی ہو مگر آخر کار اس کا اثر بڑا ہو تو عقائد انسان اس سے بھی بچتا ہے کہیں کوہ کو ایک نوا
بچہ پسند کرے گا مگر ایک عقائد انسان آج سے دس بیس بیس وقت سو سو سال آئندہ کے نتائج پر نگاہ دیکھتا ہے۔ پورے
دہیوں کی چاہیں اسی اچھی صفت کا استعمال نہیں یعنی دیکھ جائے کہ اسی قدر زیادہ ایک شخص منہ سے بکے گا۔
مذہب انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ اہل کے نتائج صرف اسی انسانی زندگی تک محدود نہیں ہیں اور سو سال تک محدود

غصب کی غرض

۵ اُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں ۱۱۱

نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں سالوں تک چلتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی کے بعد بھی انسان پر اپنا اچھا یا بُرا اثر ڈالتے ہیں۔ بلکہ جس طرح یہاں بعض وقت فوری نتیجہ ایک فعل کا اچھا نظر آتا ہے مگر اس کا انجام بُرا ہوتا ہے اسی طرح اس دنیا میں ایک فعل کا نتیجہ اچھا نظر آتا ہے مگر دوسری زندگی میں اس کا نتیجہ بد ہوتا ہے یہیں جو عمل فی نفسہ بُرا ہے اس کا نتیجہ یہاں اچھا بھی نظر آتا ہو تو بھی وہ ترک کرنے کے قابل ہے اور جو عمل فی نفسہ اچھا ہو اس کا نتیجہ یہاں بُرا بھی نظر آتا ہو تو بھی وہ ترک کرنے قابل ہے چون ہر ایک عمل کی ذمہ داری اس عمل کے اچھا یا بُرا ہونے کے لحاظ سے انسان کو رکھنی چاہئے نہ ان نتائج سے جو ممکن طور پر اس دنیا میں پیدا ہو سکتے ہیں ایک شخص جو ٹول کر دوسرے کا مال لے سکتا ہے اور مرزا سے جھگڑ سکتا ہے ایک قوم جو چوہ چنی طاقت جفا کی ہے دوسری چظل م کر سکتی ہے اور اس کا کچھ بڑا سماجی نظریہ آتا مگر ایک متقی انسان جو کچھ کرے محض اس بات کو مد نظر رکھ کر کہ یہ کام اچھا ہے یا بُرا ۱۱۱

اخلاق کے ساتھ یقین کا لحاظ جاتا ہے کہ اعمال کی جزا و سزا جب مکشوقین کا لی جہاں اس وقت تک انسان گناہ سے نہیں بچ سکتا۔ بہت لوگ ہیں جو آخرت پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جو مکمل میں یقین نہیں اس لئے گناہ کی غلطیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں جس شخص کو یقین ہو کہ غلامی شروع میں سے سنا ہے وہ اس میں لگے نہیں دانتا پس کس طرح اعمال کی جزا و سزا پر یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتا ہے ؟

مُحَمَّدٌ عَلَىٰ هُدًى یعنی ہدایت پر نکلن ہو گئے اور اس سے دوسرا دھڑ نہیں ہوئے ادا کو ایک فرد اور دوسری بجائی ہے یعنی ہدایت کے یہاں حضرت ابن عباس نے کئے ہیں (ج)

المفلحون۔ فلاح کے اصل معنی مٹی پھاڑنا ہیں زمین میں لپی چلائے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے اس لئے کسان کو فلاح کہتے ہیں اور فلاح کے معنی ظہورِ ادا اللہ بخیر ہیں (ج) مٹی کا مٹیائی اور مٹلوں کا پالینا کیونکہ جس طرح لپی چلائے زمین کی مٹی طاقتیں اور مٹی جو ہر باہر نکل آتے ہیں اسی طرح قوت انسان کی کامیابی حال ہے۔ ان کے عقلی جو ہر دن کا باہر نکل آتا ہی حقیقت میں کامیابی ہے پس فلاح سے مراد صرف دنیوی کامیابی نہیں بلکہ انسان کے عقلی قوتی کا ظہور پیر ہونے سے بعض دنیا کا مال کمالینا یا بادشاہت کا حاصل کر لینا فلاح نہیں وہ مذہبی شخص مفطم کلا سکتا ہے بلکہ فلاح کے معنی القود والخیار یعنی دنیوی اور دینی دونوں کامیابیوں کو شال کرتے ہیں چنانچہ تمام العود میں ہے کہ اگر لسان کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان میں فلاح کے لفظ سے بڑھ کر دینی اور دنیوی دونوں بھلائیوں کو شال رکھنے والا لفظ اور کوئی نہیں ۱۱۱

یہاں یہ فرمایا کہ ان باجہ اصولوں کو قبول کر کے قرآن کریم کو اپنا دستورِ عمل بنا لینے والے لوگ ہدایت پر ہیں۔ اور ان کے ہدایت پر ہونے کی یہ دلیل ہے کہ وہ فلاح حاصل کریں گے یعنی دینی و دنیوی کامیابی حاصل کریں گے۔ اور ان کے جسمانی اور روحانی قوتی اعلیٰ درجہ کا نشو و نما پائیں گے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا ثبوت دنیا کو دے دیا۔ گو با اعلیٰ ہدای دعوٰی تھا۔ ہم للمفلحون اس کی دلیل ہے ۱۱۱

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ ۖ

جنہوں نے انکار کیا (دیانت تک) ان کے لئے برابر ہے کہ تو ان کو ڈرانے یا نہ ڈرانے

لَا يُؤْمِنُونَ

وہ نہیں مانتے

کفر کا

۱۔ اٹھو! کفر سنت میں ستر الشیخ یعنی ایک چیز کو ڈھانکنے کا نام ہے۔ چنانچہ رات کو کافر کو دیا جاتا ہے۔ اور کسان کو کسی کا کفر کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بیچ کو زمین میں چھپا دیتا ہے۔ اور کسے دعوت، ناشکر، گزری سے اس لئے کہ اس کا شکار اور نہ کرنا گویا اس کو چھپا نا ہے۔ اور سب سے بڑا کفر کفار تو جہد یا شریعت یا عورت سے رخ، اور جس طرح ہر ایک فعل خود بینی قابل تریف فعل ایمان سے ہے اسی طرح ہر ایک فعل مذموم کفر ہے (دفع، اور ایمان اشرے نکھڑا کفر دو قسم ہے ایک اصل ایمان کا کفر اور اس کی ضما و رد و مرا فرد اسلام میں سے کسی فرد کفر اس سے انسان اصل ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ انہری کا قول نقل کیا ہے قد یقول المسلم کفرًا۔ پس اصطلاح شریعت میں کفر ہمارے ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اٹھارہ ہے۔ اور اس کے بچے جو بعض افعال کا نام کفر دیا ہے جیسے سبب المسلم ضوق ذنابہ کفر یا من رغب عن ابیہ فقل کفر و غیر تو یہ محض ذبح کا کفر ہے ورنہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ اور اصل معنی میں وصت ہے۔

نذیر اذکار

انذار۔ نذیر سے ہے جس کے معنی میں اپنے نفس پر کسی چیز کو واجب کر لینا (دفع، اور اذکار یا اذکار کے اصل معنی قاصر میں صرف آغٹھ نہیں معنی ایک بات کا اس کو علم دے یا دت) اور یوں بھی کہا گیا کہ اذکار ہے کہ ایک بات کے پہنچانے میں انسان کو غلط کیا جائے اور ڈرا یا جائے اور اصل معنی اذکار کے اعلام معنی میں ایک بات سے آگاہ کر دینا (دفع، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ غشیدہ دایسا علم دے والا ہے جو قوم کو خطرات سے آگاہ کرے جیسے دشمن دیر سے پس اذکار کے اصل معنی وصل کا نہیں بلکہ ایک علم دینا ہے اور بالخصوص وہ علم جو کسی آئے والے خطر سے آگاہ کرتا ہے۔ قرآن کریم کا قاعدہ ہے کہ خدا کا ذکر بالحقال کر کے اصل مقصد کو ظاہر کرتا ہے جب متقیوں کا ذکر کیا۔ اور ان کے کفر پائے معنی اپنے کمال حقیقی کو پہنچ جانے کا تو اب ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے کہ جب ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ تمہارے یہ افعال بُرے ہیں اور ان کا نتیجہ اچھا نہیں تو وہ بد راہی نہیں کرتے جتنی تو وہ بد ہے جو ہر ایک ذمہ کی بات سے چلتا ہے اور اس کے مقابل پر وہ متعصب ہے جو جھجھکتا بتایا جاتا ہے کہ وہ کہہ دینے والی چیز سے تو بد راہی نہیں کرتا۔ علاوہ انہی ہدیٰ والہ متعین کئے سے جو شبہ وارد ہوتا تھا کہ جب یہ کتاب تمام دنیا کے لئے ہے تو کیا بعض قسم کے لوگ اس سے محروم بھی رہ جائیں گے اس کا جواب دیا ہے کہ محروم وہی ہیں جسے جن کو بد راہی ہے

انذار پر دیکھئے

۱۔

جملہ سواء علیہم و اذکار و تم اصرار بتل رہم معترض ہے جو ان اللہ میں کفر و اکی حالت کو بیان کرتا ہے بالخط اور روح المعانی میں اس ترکیب کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اس کو جملہ معترضہ دانتے کی صورت میں کوئی معنی صحیح نہیں بنتے۔ کیونکہ اگر اسے ان اللہ میں کفر و اکی خبر قرار دیا جائے تو معنی یوں ہوں گے کہ وہ کافر ہوئے ان پر بتا دینا ضرور نا برابر ہے۔ حالانکہ یہ خلاف واقعہات ہے اور خلاف واقعات معنی قرآن کریم کے قبول نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکار قرآن کریم میں بار بار اظہار کو ڈرانے کا حکم ہے۔ اور ان میں سے لوگ مسلمان بھی ہوتے

۱۰. **فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ ۖ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ بِمَا كَانُوا**

ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ سو اللہ نے ان کی بیماری کو زیادہ کیا۔ ملا اوصاف کے لئے درنگ کا حکم ہے اس لئے کہ جو

۱۱. **يَكْفُرُونَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ**

برہے تھے ملا اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو۔ کہتے ہیں ہم ہی تو اصلاح

۱۲. **مُصْلِحُونَ ۚ أَلَا أَنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ**

کرتے والے ہیں دیکھو! بیشک وہی مفسد ہیں لیکن محسوس نہیں کرتے ملا

مرض۔ مرض اس حالت اعتدال سے خروج کا نام ہے جو انسان سے خاص ہے اور یہ دو طرح پر ہے ایک جسمانی جیسے
امراض معانی
لا حول الا بمرض حرم (النور ۶۱) اور دوسرے اس سے مراد زوال لئے بڑھتے ہیں جیسے جمات جن بخل ففاق وغیرہ معانی
بیماریاں رخ ہوتی ہیں اس مراد میں اور قرآن شریف میں کثرت سے مرض کا ذکر کسی معنی میں آتا ہے اور اخلاقی رذائل کو
مرض اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ فساد کے حامل کرنے میں مانع ہوتے ہیں۔ جیسے بیماریاں +

وہ بیماریاں فساد کے جس کا بیان ذکر کر دیا یعنی منہ سے جو کچھ کہتے ہیں اس پر یقین نہیں رکھتے۔ اسی لئے عذاب
الیم کو جھوٹ کا نتیجہ بتایا یا بیماری اسلام کی عداوت ہے چاہے دلوں میں بھی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بیماری کو بڑھانا
یوں تھا کہ جو جن اللہ تعالیٰ اسلام کو قوت اور شوکت عطا کرتا تھا ان کا فساد اور ان کی اسلام سے عداوت اور ترقی کو رکھتی
اللہ تعالیٰ کی طرف بیماری کا بڑھانا سبب کیا کہ یہ بظہور سزا تھا۔ یا اس لئے کہ وہ اسباب جن سے بیماریاں بڑھی اللہ تعالیٰ
ہی پیدا کرتے تھے مگر وہ چاہتے تو انہی اسباب سے حمایت حاصل کر سکتے تھے حضرت نوح علیہ السلام دعا دی الا فساد
(نوح ۷۶) میرے بلائے نے انکو صرف بھانگے میں زیادہ کیا۔ حالانکہ دعوت کی فساد کو ان کا بلانا تھا نہ بھگانا۔ مگر چونکہ جس قدر
وہ بڑھتے تھے اسی قدر وہ زیادہ دور ہوتے تھے۔ اس لئے بڑھانے کو دعا کی طرف منسوب کیا۔ گو وہ دعا کا مقصد نہ تھا +

۱۳. **يَكْفُرُونَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ**
کذب
جھوٹ ماننے والے
نہیں مانتے فساد کے جس کا بیان ذکر کر دیا یعنی منہ سے جو کچھ کہتے ہیں اس پر یقین نہیں رکھتے۔ اسی لئے عذاب
الیم کو جھوٹ کا نتیجہ بتایا یا بیماری اسلام کی عداوت ہے چاہے دلوں میں بھی رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا اس بیماری کو بڑھانا
یوں تھا کہ جو جن اللہ تعالیٰ اسلام کو قوت اور شوکت عطا کرتا تھا ان کا فساد اور ان کی اسلام سے عداوت اور ترقی کو رکھتی
اللہ تعالیٰ کی طرف بیماری کا بڑھانا سبب کیا کہ یہ بظہور سزا تھا۔ یا اس لئے کہ وہ اسباب جن سے بیماریاں بڑھی اللہ تعالیٰ
ہی پیدا کرتے تھے مگر وہ چاہتے تو انہی اسباب سے حمایت حاصل کر سکتے تھے حضرت نوح علیہ السلام دعا دی الا فساد
(نوح ۷۶) میرے بلائے نے انکو صرف بھانگے میں زیادہ کیا۔ حالانکہ دعوت کی فساد کو ان کا بلانا تھا نہ بھگانا۔ مگر چونکہ جس قدر
وہ بڑھتے تھے اسی قدر وہ زیادہ دور ہوتے تھے۔ اس لئے بڑھانے کو دعا کی طرف منسوب کیا۔ گو وہ دعا کا مقصد نہ تھا +

۱۴. **يَكْفُرُونَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ**
فساد
مفسد اور جن میں اور اشیاء میں جو خدا اعتدال سے عمل کرتی ہوں وہ تباہی (خ)

الأرض۔ آرض کے معنی یعنی الأرض یعنی زمین کا بننا یا اللہ وادنیٰ چکر کھانا کہتے ہیں (د) اور آرض زمین کہتے
ہیں گو یا اس کے معنی ہی زمین چکر کھانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور زمین کے خاص حصہ یا خاص ملک کہی کہتے ہیں معنات میں
ہے کہ ہر ایک چیز کے نیچے کے حصے کو اس کی ارض کہہ یا جائے جس طرح زمین کے اوپ کے حصہ کو اس کا کعبہ یا جائے جس طرح

صُمُّكُمْ عَنِّي فَهُمْ لَا يَرَوْنَهُ أَوْ كَصَيْفٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِي ظِلْمَةٍ ذُرَّ عَنُورُهُ ۝
 برے گھٹے اندھے ہیں پس ریح نہیں کرتے بلکہ ایسے ہندو، بھلے، بے بسا، اس سے بھتہ ہو کر ہر کوئی اندھے ہو کر
 يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حُدُودَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ غَفِيرٌ خَبِيرٌ ۝
 چو نکہ وہ لوگ اپنی انگلیاں موت کے ڈسے اپنے کانوں میں دیتے ہیں اور اشد کا زوں کا احاطہ کرنے ہوتے ہیں

انہوں نے وہ طاقت جس کے ساتھ انسان دیکھتا ہے، گمنا دے گی۔ کیونکہ دیکھنے کے لئے دو ذروں کی ضرورت ہے۔ ایک انسان کے اندر کی روشنی اور دوسری بیرونی روشنی موجب وہ اندر کا نور بتا رہا تو ان کے لئے بیرونی روشنی بھی بوسول نے روشن کی تھی کچھ فائدہ مند نہ ہوئی روشنی اسی کو فائدہ دے سکتی ہے جس کے اندر بھی نور ہو۔

عَصَا ۝ صَمٌّ - اصَمُّ کی جمع ہے۔ ہر دیکھنے والے کی جمع ہے۔ گونگا۔ غنّی غنّی کی جمع ہے۔ اندھا۔ محازی معنی مراد ہیں یعنی کلمہ کرتے نہیں نہ کتے ہیں نشانات صداقت دیکھتے نہیں۔ یہ شدہ نفاق دلسے ہیں جو حق کی شناخت اور بنیائی سے ہی محروم ہو چکے ہیں۔ یا منافقوں کے سردار ہیں اور دوسری مثال دلسے ان کے پیرو ہیں یا وہ جن کا نفاق محض بڑی اور کمزوری کی وجہ سے ہے۔

عَصَا ۝ صَيْبٌ - صَوْبٌ سے مشتق ہے صَوَاب وہ امر ہے جو حق ذات پر نہ پڑے ہو اور صَوْبٌ یا صَيْبٌ بارش کو کہتے ہیں جب وہ ایسا غائب برست ہو جو صوب نفع ہو اور صَيْبٌ ایسے بادل کو بھی کہتے ہیں (خ)

السَّمَاءِ - سماء ہر چیز کا اس کا اوپر کا حصہ ہے (خ) اس لئے محض ہندی پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اور سماء وینہ کو بھی کہتے ہیں جب تک زمین پر نہ آجائے اور سماء کے معنی سحاب بھی بادل بھی ہیں السماء السحاب (د)

الصَّوَاعِقِ - صاعقة کی جمع ہے۔ جو صعق سے ہے۔ اور صاعقة اس ہولناک آواز کو کہتے ہیں جو گرج سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے مراد بعض وقت موت یا عذاب بھی ہوتا ہے۔ مگر امر واجب کہتے ہیں کہ یہ چیز اس کی تاثیرات میں سے ہیں پس اہل معنی اس کے ہولناک آواز کے ہی میں اور زلزلہ کے ساتھ یا آندھی میں جو ہولناک آواز آتی ہے اس پر بھی قرآن شریف میں اس صفا کا اطلاق ہوا ہے۔

اس تشبیل میں صیب یا رحمت کی بارش سے مراد وحی الہی ہے۔ اندھیرے سے مراد وہ مشکلات ہیں جو وحی الہی کے قبول کرنے میں پیش آتی ہیں۔ کرک سے مراد بعض خوفناک امور ہیں جیسے مثلاً دشمنوں کے حملے جن سے کرزدل خائف ہو جاتے ہیں۔ چمک سے مراد وہ کامیابیاں ہیں جو مطلق کر روشن کر دیتی ہیں۔ یہ دوسری قسم کے منافق ہیں جو باطل اپنی روشنی نہیں کھینچ کر ان کے اندر کچھ کر دیتی ہے۔ کوئی مشکلات سامنے آ جاتی ہیں تو فوراً گھبرا جاتے ہیں۔ دشمن کی طرف سے کچھ تیار ہی دیکھتے ہیں تو بھگتے ہیں کہ بس اب مارے گئے۔ دوسری جگہ آتا ہے کہ یسوعیوں کل صیغہ علیہم (المنافقون ۴۰) اور یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا زوں کا احاطہ کرنے ہوئے ہے تو اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ مسلمانوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ہم دیکھ رہے ہیں

سحاب صیب

سماء

صاعقة

بارش کی مثال

يَكَادُ الذُّرْقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشْأَوْفِيَةٌ وَأَظْلَمَ

قریب ہے کہ کلہاں کی آنکھوں کو ایک لمبے جیسے جیوہ ان کو روشنی دیتی ہے اس میں چلنے لگتے ہیں اور جب ان پر تاریکی چھتی
عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
ہر چلنے میں اور اگر اٹھ جاتا تو ضرور ان کی سنوائی اور ان کی آنکھوں کو لے جاتا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۱

و

۳۱ کو بعض وقت صحت حسرت شرط کا کام دیتا ہے یہاں بھی بعض اگر کے معنی میں ہے
شاد۔ مشیت اور ارادہ بعض کے نزدیک یکساں ہیں مگر بعض کے نزدیک مشیت کسی چیز کو جو میں لاسے لانا ہے اور ارادہ کسی مشیت یا کام کو جسے ہی ہے اور انسان کی مشیت اصالة النبی ہے یعنی ارادہ کے ہم معنی۔ اسی معنی کی رو سے درست ہے جو کہا گیا تھا شاء الله کان جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے پس اللہ کی مشیت جو وہی ہے (یعنی) شئی بعض کے نزدیک شئی وہ چیز ہے جو جانی جائے اور جس کی فیجری جائے (د) اور شئی اس میں شاء کا مصدر ہے جو بمعنی مفعول سے یعنی چاہی گئی چیز ہے

قدرة

تادوس۔ قدر

قدرت قدر سے ہے اور جب یہ انسان کی صفت ہو۔ تو مراد اس سے ایسی حالت ہے جس میں انسان کسی چیز کے کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو مراد اس سے ہر قسم کے مجزا کزوری کی نفی ہو جی ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے قدرت مطلقہ کا لفظ دوسرے پر پولائیں جاسکتا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ظلال امر پر قادر ہے اور قدر کے معنی میں ہیں الفاعل لما پیشاء علی قدر ما تقتضی الحکمة لازالما علیہ لاننا قصداً عنہ یعنی کرتے والا اس کا ہے وہ چاہے اس اٹھانے پر جو حرکت کا اقتضا ہے نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم (د)

کرو دل منافق

تو کئی آیت میں جب یہ بیان کیا کہ خدا اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اسلام کا مایاب ہو گا تو اب بتایا کہ اسلام کی کامیابی یا ناکامی ہوں گی کہ انکھوں کو چند حیا دیں گی۔ مگر منافقوں کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی کامیابی دیکھتے ہیں تو کچھ قدم آگے اٹھاتا چاہتے ہیں لیکن پھر مشکلات تقریباً ہی میں پھر ٹھہر جاتے ہیں یہی حالت منافقوں کی تاریخی واقعات سے نکل آتی ہے کامیابی دیکھتے تو مسلمانوں کے ساتھ ملا زیادہ ظاہر کرتے تعریف دیکھتے تو طعنے لگتے ہیں اسلام کے خلاف بناتے لگتے۔ ان کی روشنی یہی مثال کے منافقوں کی طرح چلی نہیں جاتی رہی۔ اس لئے یہ آخر کار راہ راست پر آ جاتے گے

صفت قہی۔ وصفا

خلق ہی کامل و

خاص کا ماہر

یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ تمام صفات جو اللہ تعالیٰ کی ہیں وہ اس کی مخلوق کی بھی صفات ہیں۔ مگر مخلوق کبھی کامل ہے کبھی اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک نہیں ہو سکتی کیونکہ شریک کامل سے شریک پیدا ہوتا ہے مخلوق میں وہ صفات ناقصہ ہیں جو وہ ذات میں کامل طور پر مشابہ انسان میں بھی سننے کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ میں بھی انسان میں دیکھنے کی صفت ہے اللہ تعالیٰ میں بھی مگر انسان کے سننے اور دیکھنے کو اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح انسان میں بھی قدرت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے وہ کچھ ہے۔ انسان میں بھی مشیت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اس پر غالب ہے انسان کی صفات ایک تنگ اور محدود دائرہ میں کام کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات تمام جہتوں اور تمام قدروں پر پاک ہیں۔ یہ ایک اصول ہے جو صفات انہی کے سمجھنے میں بڑا کام دیتا ہے۔ ہم جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کے تحت ہیں اسی طرح اس کی مشیت کے بھی ماتحت ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت چھوٹی تو ہماری مشیت بھی اس کی صفت کا حصہ ہوگی اور یہ شرک ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَبْدُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِي مَزَقَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۲۱

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو ۳۳

سج

تہذیب و تمدن

تاکو خلق یا عرض

اور اس کا جواب

خلق

مخلوق سے بتی کرنا

اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس پر یہ احترام آریہ سلج کی طرف سے جو اسے کہ پھر وہ اپنے جیسا قادی مطلق خدا بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اپنی مملکت سے کسی کو خارج کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ امور اس کی صفات کاملہ کے خلاف ہیں۔ اس لئے وہ ایسا نہیں کرتا۔ قدرت کا سوال ہی اس بات پر آتا ہے جو اس کی صفات کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ فلاں شخص اتنا امیر ہے کہ وہ جو چاہے کھائے اور جو چاہے پہنے تو یہ ایک حقا نہ سوال ہوگا کہ کیا وہ خلافت کھا سکتا یا گندے پتھر پہن سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مطلق شے کو اختیار رکھ کے قرآن شریف نے خود بتا دیا کہ اس کی قدرت ان چیزوں پر ہے جو وہ چاہتا ہے یعنی جو اس کی صفات کے تقاضا کے خلاف نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دوسرے قادی مطلق خدا کا ہونا یا اس کی مملکت سے باہر کسی اور مملکت کا ہونا اس کی صفات کے تقاضا کے خلاف ہے اور اس لئے شے کا اطلاق ہی اس پر نہیں ہو سکتا۔ مگر اس سے بھی وجہ کرے بات ہے کہ آج سے سینکڑوں سال پیشتر جہاں اعتراضات کا نام و نشان نہ تھا اس وقت بھی قادی مکر کے معنی ائمہ اہل سنت نے یہی کئے کہ اس چیز کا کرنے والا جسے وہ چاہے اور اس اتنا کہ جسے قضاے حکمت کے مطابق ہو نہ اس سے زیادہ ہوا اور نہ کہ اس پر خود قدرت ہی ان اعتراضات کا فیصلہ کر دینے کا حق ہے۔ ۳۳ خلق مخلوق کے اصل معنی انتظام و تنظیم ہیں یعنی معجزہ اور اس کا استعمال دو طرح پر ہے۔ ۱۔ فنی بلوغ الفنی من غیر اصل ولا احتیاج یعنی ایک چیز کا باطن یا جو میں لانا جس کی ذکوئی اصل ہے اور نہ کوئی نونہ ہے جیسے نر یا خلق السموات والارض کیونکہ دوسری جگہ فرمایا ہے بیدل السموات والارض جس سے معلوم ہوا کہ یہ وہ خلق ہے جو غیر مادہ اور الہ کے ہے، اور دوسرا۔ ایک چیز سے دوسری چیز کے وجود میں لانے پر بھی یہ لفظ لا جانا جیسے خلق الانسان من نطفة اور وہ خلق جو یعنی ابتداء سے یعنی فنی سے ہستی کرتا وہ صرف اللہ تعالیٰ کیسے مخصوص ہوتا ہے ہمیں علم ہوا کہ خلق کا استعمال زبان عرب میں دو نون طرح پر ہے فنی سے ہستی کرنے پر بھی یہ لفظ لا جانا ہے اور ایک چیز سے دوسری چیز کے بنانے پر بھی چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو خالق کل شے بھی کہا ہے اس لئے جہاں تک بھی پیسلہ چلا یا جائے کہ فلان چیز فلان سے بنی اور فلان فلان سے آخر جہاں تک علم انسانی پہنچ سکتا ہے اس کا خالق ہی وہی ہے پس وہ فنی سے ہستی کرتے والا ہوا۔

اس رکوع میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت کا ذکر ہے اور انسان کو اس عظمت کے سامنے سر جھکانے کا حکم ہے اور اس سے اگلے رکوع میں انسان کے مقام بلند کا ذکر ہے کہ اس کو کس قدر شہادت لانا تھا پہلے ہے بتایا کہ خدا کے لئے عاجزی اختیار کر کے وہ سب کائنات پر مگر ان سے تباہ ہے۔

سب سے پہلا حکم جو قرآن کریم میں دیا جاتا ہے وہ اللہ کی عبادت کرنا ہے یعنی اپنے قوی کو اس کی فرمانبرداری میں لگا دینا اس طرح کہ انسان کی حالت مطلق کی جو اطاعت کے لئے مطلق ضروری نہیں عبادت کے لئے ہے اس لئے اطاعت دوسروں کو بھی ہو سکتی ہے مگر عبادت سوائے خدا کے اور کسی کی جائز نہیں پھر انسان کے وہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی نواہی میں ہیں عبادت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ خلافت دین کے لئے صحابہ کا جگہیں کرنا بھی عبادت میں داخل تھا۔

جو پیدا کرنے والا ہے عبادت اسی کی ہونی چاہئے نہ اس کے بغیر کی اور سب مذاہب کا اتفاق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے پس اس میں توحید الہی پر بھی دلیل ہے۔

عبادت مطلق

مطلقہ

حق سے توحید

میں پر دلیل

۲۲ الذی جعل لكم الارض فراشا والسماء بناءً وانزل من السماء ماء

وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار کیا اور آسمان کو ڈھکی حالت بنا دیا اور اسی سے پانی اتارا

فانزجربہ من الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا لله اندادا وانتم تعلمون

پھر اس کے ساتھ تمہارے لئے چیلوں سے رزق نکلا ۳۳ پس تم اللہ کے لئے ہر شے کی طرح نہ بننا چاہئے

عبادت کا حصول کمال

دعائی کی عبادت کردہ اور رب وہ ہے جو انسان کو اس کے کمال حقیقی تک اور اس کی پیدائش کی طاعت غائی کے حصول تک پہنچا دے۔ اس کی عبادت کے حکم میں اشارہ یہ ہے کہ وہ جن عبادت الہی قرآن کمال کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ ایک انسانی عبادت ہی کمال کے حصول تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اس کا نتیجہ نفعوں فرمایا اور اعتقاد ضرور اس اشارے سے پہنچنا حقوق کی نگہداشت کرنا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے وہ کمال انسانی کو پہنچنا تو ایک طرف راجح و انسانی کی ہی پوری نگہداشت نہیں کر سکتے۔ سچ یورپ کی اقوام کیوں آدمی نسل انسانی کے حقوق کو بالکل کر رہی ہیں اس لیے کہ خدا کی عبادت نہیں کرتیں۔ بلکہ سوسائٹی اور حکومت کی پیش کرتی ہیں +

معارض

۳۳ فرماش کہ حق مطلق یا پھیلائی ہوئی چیزیں کیونکر غرض کے معنی بے پایاں ہیں۔ راجح سمجھتے ہیں مولوی ہے کہ ایسا بنانا جس پر انسان قرار دیا جاسکتا ہے

بناء

بناء یعنی بنائی ہوئی چیز کے معنی یعنی عبادت تکبر و عظمت کے لئے ہے +

خلق سے دہل

اگر حق انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت پر والہ ہے تو زمین و آسمان کی بناوٹ اس عظمت کا اور ہی بڑا احساس پیدا کرتی ہے بعض نے بناوٹ کے معنی فیرہ یا فیرہ کئے ہیں۔ اس صورت میں ظاہری تشبیہ برابری اور آسمان کو عبادت کئے سے یہ تو ایک کرسچن کا ایک نمونہ کے تحت ہے جیسے عبادت میں ایک ترتیب ہوتی ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے بنائے ہوئے ایک درجہ بالا وہ آدمی ہے زمین کے خواص یا کچھ یا جو ہونے یا انسان کی قرار دیا جہے میں اس کی کویت کے خلاف کوئی دلیل

نقدہ قدرت اور

ظلمت انسانی کا

۳۴ آسمان سے پانی کا برسا اور اس کے ساتھ زمین سے چیلوں کا غلتا۔ اس میں بتایا کہ زمین جو پستی کا منظر ہے آسمان سے جو بلندی کا منظر ہے کس طرح فائدہ آٹھا ہے اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو عبادت میں لگا کر کسی کا نظریہ اسے توں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہو رہا ہے اور عظمت انسانی کی حق توں ظہور پذیر ہوتی ہیں جو کچھ نظارہ قدرت میں نظر آتا ہے وہی عظمت انسانی میں موجود ہے۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب تک آدمی اس سے بندوں کو ہدایت نہ دے جو آپ کے پانی سے مشابہت رکھتی ہے اندوختی استعدادیں دہی کی دی رہ جاتی ہیں۔ اسی خلق کے کائنات میں کھڑی آدمی کا ذکر کیا گیا

انداد

۳۵ انداد۔ ہنڈی کی جیسے اور ہنڈی کسی چیز کا وہ ہے جو اس کے جوہر میں اس میں شریک ہو (خ)، یا اس کی مثل (اور اس کی ضد ہو (د)

شرک کی عبادت

شرک کی عبادت

عبادت یا دیگر صورتیں وہ سب کو شریک کرنا کہ اللہ کی ذات میں ہی شریک کرنا ہے کسی شخص سے یا غیرت مطلق کے سامنے کسی یا تمام شاء اللہ و شدت جو اللہ جیسے اور آپ جیسا آپ نے فرمایا یا جسے اللہ خدا کیا کرتے تھے اللہ کا شریک کرنا ہے جو صرف ما شاء اللہ کہہ کر ہو گا۔ اسی کی مشیت سب شیعوں پر غالب ہے اور یہ جو دنیا کا حق ہے جو اللہ سے ہے اس بات کو جاننے ہو کر زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے یہ بت دینے میں پھر توں کو شریک میں شریک کرتے ہو اور ایک اصول کو مان کر خود اس کے خلاف چلتے ہو +

وَأِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا

اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے تو ایک سورت اس جیسے آؤ اور اللہ کو

شُهِدَ أَلَمْ يَنْدُوْنِ اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا ۝۳۳

چھوڑ کر اپنے مددگاروں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو عطا پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا اور ہرگز نہ رسو گئے

۱۶ سورۃ - سورۃ اہل میں بلند منزل و بلند مقام کو کہتے ہیں (غ) اور مسودہ شمر کی فضیل کو کہتے ہیں۔ تو ان کو کریم کی سورت کا سورت یا تو اس نے کہا کہ اس کا مقام بلند ہے اور یا اس نے کہیں بلخ فضیل شہر کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح سورت مضایں کا احاطہ کرتی ہے (غ) اور ہر سورت بجائے خود ایک کمال کتاب ہے اور ہر میں تو ان کریم کا ایک حصہ ہے جو دہرے حصوں سے ہم شدہ کہ ذبیحہ جو قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں یا مادہ سے قرآن کریم میں اسما و ذکر کوں کے معنی ہیں اور فتوح و انھوں نے دیوار حائل کے معنی میں آئے ہیں ۔

شہیدانہ شہید کی جیسے اور شہود اور شہادت حاضر و ناہ ہے دیکھنے کے ساتھ انکے سے ہو یا بعیر سے
 اور کسی شخص حاضر سے کو بھی کہتے ہیں خط شہیدانہ غنت میں ہی آیا ہے اللہ کی صفات میں بھی شہیدانہ ہے اور یہ بھی لفظ
 کمال کے ہے یعنی وہ جس کے علم سے کوئی چیز ظاہر نہیں (ت) یا اللہ علیہ وسلم کے علم کے لحاظ سے اور انجیل اور باطنی کے لحاظ سے
 اور انشہیدانہ اصطلاحی کے لحاظ سے انبیاء کو بھی اپنی انہوں پر شہید کہا گیا ہے کیونکہ ان کی قدر زیادہ کوئی شخص نہیں کرتا
 ہے اسی قدر زیادہ شہادت مہجہ کمال ہے جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں ان کو بھی شہید کہا گیا ہے اور باقی خراسان بھی
 جو اللہ کی راہ میں مارا جائے بلکہ حدیث میں ملے ہوئے بیہوش خلیفہ وغیرہ کو بھی شہید کہا گیا ہے یہاں شہداء کے معنی مختلف
 روایات میں ہیں بعض کے نزدیک وہ گناہگار ہیں بعض نے معبودان باطل بعض نے حکام الفصحاء ومارجہاں ہیں اور بعض کے نزدیک
 انہیں یعنی پیشرو مراد ہیں ۷

تو دنیا کی کامیں راہ دہی تھی سہی کھو گئے۔ اس ستر پھیل آیت میں دہی تھی کی طرف اشارہ کر کے اب اس کمال دہی کا ذکر کرتا ہے جس سے محمد رسول اللہ علیہ السلام پر نازل ہو کر حقیقی توحید کی راہ دنیا کو دکھائی۔ اس آیت میں قرآن کریم کے مخاطب اللہ جبرئیل دیے گئے ہیں کہ یہ ایک منظر کتب ہے جس کی مثل کو قرآن نہیں بنا سکتا ہے۔ دہی قرآن مجید میں کئی جگہ ہے کہیں اس شکر میں کس قرآن کی مثل لاؤ کہیں یوں کہ اس سورتیں اس کی مثل بنا کر دکھاؤ دنیا و آخری احوال مطالعہ ہے کہ ایک ہی سورت اس کی مثل بنا کر لے آؤ۔ یہ قرآن نہیں کس کا یہ مثل ہو ایک کتب ہے یا کلام کا یہ مثل ہوتا نہیں یا تو میں ہو سکتی ہے اقلیٰ اکثریٰ میں جس کی شکل کمال جامعیت مغربی اقل اس کے مخالف ہے جو اس کلام سے پیدا ہو۔ فصاحت و بلاغت میں قرآن کریم کا یہ مثل ہونا خود اس سے ظاہر ہے کہ یہ زبان عربی میں فصاحت و بلاغت کا معیار بنانا کام ہے ممالک اس وقت نازل ہوا جب عربی زبان میں شکر کا رواج نہ تھا۔ کمال مضامین پر حالت ہے کہ صرف تمام مذاہب کے اصول کی باطلی کی تردید کرتا اور اصول حق کو کھول کر بیان کرتا ہے بلکہ متن ادبیات اور دیانت کے اصول کی بھی بیان کرتا ہے پھر جس بات کا دعویٰ کرتا ہے اس کے خلاف بھی ساقی دیتا ہے۔ یہ جملہ جامعیت مضامین قرآن سے چھٹی سورت بھی اپنے اندر یہ کمال رکھتی ہے کہ ایک خاص مضمون کو کمال کی پہنچائی ہو۔ اور ایک کتب کا حکم رکھتی ہے مگر ہر سب سے واضح میاں نازل ہونے کا یہ سب سے کچھ کام اس کتب کا ہے کہ اسے دکھایا ہے وہ دوسری کسی کتب سے اس کے نہیں دکھایا اور ہم کہ اس صحت کی ابتدا اس دہی سے کی گئی کہ کتب پر حیات ہے۔ پس اسی میں سے مثل ہوتے ہیں اور ان کا جو کچھ ہے ان کے ساتھ

۲۵ فَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۚ وَ

تو اس آیت سے کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں یہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

بَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

ان لوگوں کو خوشخبری دیدو جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے

فردوز کے لئے اسی طرح سب دیت ہیں جو قرآن کہتے جو انقلاب دیا میں پیدا کیا اور جس طرح نہایت سستی کی حالت سے ایک قوم کو

اشکار کو مکمل تک پہنچایا اس کے متعلق دنیا کو اجڑا کر اسے کہیسا کام کسی اور کا کھینچنے کے نہیں دکھایا۔

۳۳ میں پیشگوئی کی ہے کہ اس کتاب کی مثل کبھی کوئی نہ بنا سکے گا۔ اور اس کی صداقت آج آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے۔

باجوہرہ کی بجلی کی ویل کے شخص نے توحید کو چھڑا دیا ہے۔ پرستی اختیار کر لے۔ اس کا انکار میں ہے۔ یہاں دوزخ کی آگ کے متعلق فرمایا

کلاس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ گو یا شرک یا بت پرستی سے ہی پیدا ہوتی ہے اور اس کے گناہ شرک کی ہی فروغ ہیں۔ جس طرح

ساری ٹیکسوں کی جڑ جو عیسے پتھر سے مواد میں موجود ان باطن میں یا جیسا کہ نام واضح ہے ایک قول نقل کیا ہے مراد ایسے لوگ

ہیں جو حق کے قبول کرنے میں ایسے دلت ہیں جیسے پتھر کی طرف بھی کالجی ادارہ (۲) میں اشارہ ہے۔ اور حق

میں ہر شے پر مبتلا کہ آدمی کو بھی بھوکا کرنا ہے جس پر دوسرے کی بات کا اثر دہو دیں ہو سکتا ہے کہ یہاں الجھاؤ کے مراد حق

لوگ ہوں جو حق اللہ علیٰ قلوبہم سے معذرت ہیں۔ اور انہیں اس سے مراد عام لوگ۔ لوگوں کا دوزخ کا ایندھن ہونا بتا ہے کہ دوزخ

انسان کے ہی اعمال کا نتیجہ ہے حتیٰ کہ اس کا ایندھن بھی جی سے یہ آگ جتنی ہے خود انسان ہیں کچھ اور نہیں۔

۱ احد تک لفظ قرآن میں بتایا کہ وہ کھڑے ہی تیار ہوتی ہے۔ مسلمان میں جس قدر بھلا کرے اسے حق اس کے لئے دوزخ ہے

یہی وجہ ہے کہ صراطِ راستہ میں اس بات کے قابل ہیں کہ دوزخ پر گھرنا آجائے گی جیسا کہ ان تیسرے یہ قول ایک جماعت سے نقل کیا

کیونکہ روایات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ پر ایک ایسا زمانہ آجائے جب اس میں کوئی ذرہ بچا نہیں رہے کوئی انسان اس میں

نہ رہے اور اس کا ایندھن ختم ہو گیا تو وہ آگ بھی فنا ہو جائے گی۔ اس پر تفصیل بحث سورہ ہود میں آئے گی۔

۳۹ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فِيهَا مِنْ ثَمَرَةٍ شَتَّىٰ ۖ فِي جَنَّاتٍ مُتَشَاكِمَاتٍ ۚ وَفِيهَا

اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درختوں سے ان کی نین کو ڈھانک لیا ہوں، انفلجنت مرف باغ کے صفوں پر بھی وہ نین ٹھہریں

آپسے۔ اور بہشت کو بھی جنت کہتے ہیں۔ تو اس نے کلاس کو دنیا کے باغوں سے تشبیہ دی ہے جو انہیں بہشت کا نقشہ دوزخ کہتے ہیں کیا

وہ گناہ پر مشتمل ہے جیسا کہ قرآن الفاظ قرآنی میں الجذبات والی وعدا للفقراء (۱۰۰) سے بھی ظاہر ہے۔ اور اس نے کائنات کی

فتنیں مسلمان کے اس ظاہری سے غفلت کی گئی ہے جیسا کہ نفقہ جنت کے اصل معنی بتاتے ہیں۔ اور قرآن کہتے ہیں اس اخلاک کو مری جگہ

خود بیان فرمایا ہے فذلک نفس مما اخفى لہم من قرۃ عین (الصحیحۃ) (۱۱)۔

الانہما دہر کی طرح سے یعنی وہ مقام جہاں سے پانی بہا رہا ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مثال کے طور

پر بیان فرمایا ہے اس کے لئے جنت میں لوگوں کو اس شخص کو فیض و فیض سے باز رکھو۔ اور تجری من تحتہ الاوتار اس اور ان لختین

فی جنت دہر میں ان کے نزدیک بھی مراد ہے۔

جہاں کا ذکر کیا، وہ بتا کر کہ ان فوٹوں کے لئے تیار کی گئی ہے تو اس کے مقابل پر ہر منوں کا اور ان کی آئینہ حالت کا ذکر کیا

اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے۔ اس کے احکام کی فرمانبرداری سے۔ بجائے آگ کے باغ اور نہر پر تکی ہیں۔

ہرگز نہیں سمجھا

نہیں سمجھیں۔

حجۃ

معنی پھر

جنت۔ جنت

نہر۔ انہما جنت

ربط

كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَ

جب کسی ملن کو ان میں سے کوئی پھل رزق دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ وہی ہے جو میں پہلے دیا گیا

أَنْزِلَ فِي مَشَاهِدٍ أَوْلَاهُمْ فِيهَا أَنْزَلَ مَطَهَّرَهُ وَهُمْ فِيهَا خَلِدُونَ

انہیں متاثرہ علاقہ اور ان کے سنے ان میں پاک ساتھی ہونگے اور وہ انہی میں رہیں گے۔

[illegible]

۱۲۹۔ مشابہہ۔ مشبہ ہے اور اس کا معنی بھی ایک دوسرے سے ملنے جلتے +
ازواج زوجات ہیں جو عورتیں ہیں جن کے جوڑے کے ہر فرد کو دوسرے کا زوج کہا جاتا ہے۔
اصطلاح میں اور حیوانات میں بھی ہر ایک کو جو دوسرے کا قرین یعنی ساتھی ہو اس کا زوج کہا جاسکے، وہ، چنانچہ لاشعرا
الذین ظلموا واذواجهم (والصفت ۲۲) میں اور ہم واذواجہم فی ظلال (یعنی ۵۰) میں، نام باغ نے، ان زوج کے
معنی کئے ہیں ان کے ساتھی جنہوں نے ان کے افعال میں ان کا اقتدا کیا +

مطہرۃً مطہراتاً یعنی پاکیزگی سے ہے اور طہارت دو معنی پہ جسم کی اور نفس کی (یعنی چنانچہ یہاں اندراج مطہرات کے معنی انہوں نے یوں نہیں کر دنیا کی آواٹوں اور اس کی غماستوں سے پاک یا جیسے احاطہ سے پاک کئے گئے تھے) قرار دے ہے۔ جہاں اور انہی سے پاک کئے گئے (ج)

خالِد و نِخْل سے ہے، اور خلود کے معنی ہیں کسی چیز کا فنا نہ کے واقع ہونے سے بری رہنا اور اس کا بقا اس کی حالت پر وہ ہر (خ) اور خلود فی الخلق کے معنی امام زکریاؑ کی ہیں یعنی اشیاء کا بقا اس حالت پر جس پر وہ ہیں غیر اس کے کہ ان میں فنا واقع ہو۔ بالفاظ دیگر وہ اُن متزلزل نہیں ہیں جو اس دنیا میں ہے۔ اور عیسیٰؑ کے معنی ہیں اس بطور و مقام پر (خ) اور صوح المعالی میں ہے کہ خلود مستقر کے نزدیک ہوتا ہے دائرہ یا پتہ نہ رہنا ہے۔ کوئی متزلزل نہیں ہوتا اور اہل سنت کے

بشکریہ اور نسی

مسابه
زوج

مسألة

خالد بن الوليد

۲۷ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعْضُهُ فَمَا فَوْقَهُ ۚ

بیشک اللہ اس بات سے شرم نہیں کرتا کہ کوئی سی مثال بیان کرے بھری ہمد سے بڑھ کر

نزیک بقائے طویل یعنی زمانہ و راجح ہر سادہ خواہ متعلق ہو جائے خواہ نہ ہو +

جنت کے کھیلوں کے متعلق یہ کہنا کہ یہ وہ ہے جو میں پہلے یعنی دنیا میں دیا گیا۔ مرد و جوانی پہل تو ہر نہیں کئے کیونکہ جنت کے پہل تو سب مومنوں کو دینا میں ملتے نہیں پس مرد و حامل حسد کے ثروت ہیں جن کو وہ حالی طور پر مومن یہاں بھی پالیتا ہے اور نقابا ہونے سے مراد یہ ہے کہ گو وہ آخرت کے پہل الگ ہوں گے مگر حال حسد کے مشابہ ہوں گے جس طرح بدی کی سزا اس کی مثل ہے اسی طرح نیکی کا پل بھی اس عمل نیکی سے ملتا جلتا ہے +

جنت میں انداز بھی ہوں گے۔ انداز کے صاف معنی تو ساتھی ہیں جیسے احقر و المؤمنین ظللوا و ازواجہم۔ (الصفت - ۲۲) میں یوں مرد و مومن عورتیں دونوں المؤمنین املوا و حملوا الصلحۃ میں شامل ہیں دونوں کے لئے بہشت کی ٹھکانوں کی دونوں کے لئے باغ اور نہریں ہوں گی دونوں کے لئے ازواج مطہرات یعنی پاک ساتھی ہونے جائیں۔ اگر یہ بیباں بھی مراد لی جائیں تو بہشت میں ان کا ہونا کوئی امر قابل اعتراض نہیں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوئے پیدا کئے ہیں جیسا فرمایا ہے کُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ ذَہَبًا (الذاریات - ۱۷) اور جو جوئے پیدا کرنے کی ایک غرض اس دنیا کی زندگی میں سلسلہ تولد و تناسل بھی ہے مگر وہ عورت کے جوئے کی اور اخراج بھی ہیں وہ ایک دوسرے کے لئے شہین و راحت کا موجب ہیں وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے والے ہیں۔ ان پاک تعلقات کے جنت میں ہونے پر کسی عقلمند کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور ہر حال اس بات کو تو سب نے ماننے کی حقیقت وہ نہیں جو اس دنیا کی ہے تو ناموں میں اشتراک ہوتے اور انداز کے ساتھ مطہر کا لفظ بڑا کرنا یا کہ یہ رفاقت تمام آلائشوں سے پاک ہے اس پاک رفاقت پر تو قرآن کریم کا کلام عظیم شریف اس کا اہدہ بھی ہے جس سے حیات یعنی زندگی بھی ہے اور عبادت کے اصل معنی بری باتوں سے ٹھکانا اور ان کا ترک کرنا اور یہی حقیقی استیجاب ہے (یعنی) اسی لئے حیا کو ایمان سے کہا ہے کیونکہ وہ بری باتوں یعنی معاصی سے بچتا ہے۔ اچھے کام سے رکھنے کا نام حیا نہیں +

بعضہ یعنی شوق ہے دوسرے حیوانات کے مقابل میں اس کے جسم کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے بعضہ کما جاتا ہے (یعنی) عریٰ زبان میں غایت و معجزہ کی کڑھ بچنے کی مثال بھرے دی جاتی ہے ان کی مثال میں ہے اضعف من بعضہ یعنی بھرے سے بھی زیادہ کمزور +

اصل معنوں میں کما اللہ تعالیٰ کی توحید و عظمت ہے۔ اسی کی تائید میں قرآن کریم کے کلام میں ہے کما اشرأت کیا گیا ہے لیکن کما دل و آخرت میں معجزہ ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو معبودان باطل کی شاہیں کہیں کڑی ہے اور کہیں بھی ہے دی تو یہ حق ہے اور اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے نہیں ٹرتا۔ کڑی کی مثال سورہ حکمت میں دی ہے جہاں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے سوائے اولیاء بنائے ہیں تو ان کی مثال کڑی کے گھر کی ہے جو سب گھروں میں کر سب میں پڑھتا ہے اور حکمت (العنکبوت - ۲۴) اور کھجور کی مثال یوں دی ہے کہ اس معبودان باطل کی کھجور بھی پھل نہیں کر سکتے بلکہ بھی ان سے کچلے جاتے تو سب سے دہریہ نہیں لے سکتے۔ (الحج - ۳) معبودان باطل کی ان شاہوں کو کفار بڑا مناسبت ہے تو فرمایا کہ کڑھ سے کڑھ کے کی مثال بھی باطل معبودوں کی عاجزی کے انداز کے لئے غیر نہیں یعنی کچھ کی مثال بھی کسب سے زیادہ کمزور سمجھا جاتا ہے اور باوجود کج چلت کا ذکر کیا اور وہ بھی ایک مثال ہے اس لئے فرمایا کہ ان شاہوں کے لئے اس دنیا کی چیزوں سے ان کی مثال دینے میں جہ نہیں +

۲۰. الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِمْ أَنْ

جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور اسے کاٹتے ہیں جس کا اللہ نے حکم دیا ہے کہ

۲۱. يَوْصَلُ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ كَيْفَ تَكْفُرُونَ

جو مٹاتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ایسی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں لہذا تم کس طرح اللہ کا انکار

۲۲. بِاللَّهِ كُنْتُمْ أَشْوَاقًا خَلَقَكُمْ ثُمَّ يُعِيْبُكُمْ ثُمَّ يُرْجِعُكُمْ

کہتے ہو حالانکہ تم قرعہ لگتے پھر اس نے تمہیں زندگی دی پھر مری تم کو اور پھر تم کو زندہ کر دیا اور پھر تمہیں مٹانے کا حکم

جنہ علیہ السلام

۲۳. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

کس نے ایک بات اپنی عقل میں ودیعت کر رکھی ہے اور کبھی یہ کہ اس کے رسول کتاب و سنت سے ایک بات کا حکم دیتے ہیں دیکھ

صورت میں کبھی ہے کہ انسان خود اپنے اوپر ایک امر کو واجب کر لے جسے مذکورہ جاتا ہے پہلے کی مثال السنت برویہ قولہ علیہ السلام

۲۴. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۲۵. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۲۶. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۲۷. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۲۸. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۲۹. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۰. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۱. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۲. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۳. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۴. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۵. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۶. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۷. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۸. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۳۹. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۴۰. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۴۱. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۴۲. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۴۳. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

۴۴. عَنِ اللَّهِ عَمَلٌ دَعَا قَوْمَهُمْ فِي حَقِّهِمْ أَنْ يَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ لِيَكُونَ لَهُمْ عَمَلٌ

نہایت سے دہلی

الہیت ہے۔

الہیت ہے۔

الہیت ہے۔

الہیت ہے۔

الہیت ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ ۚ

وہی ہے جس نے پوری زمین میں سے تمہارے لئے پیدا کیا پھر وہی آسمان کی طرف متوجہ ہوا
فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ
و انہیں ٹھیک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

شم چیتکرم چمچیدیکر بطور فعل نہیں بلکہ اس میں آئندہ کی ایک خبر بتائی کہ موت کے بعد وہ جہیں پھر ایک زندگی عطا فرمائے گا اور ہم الیہ ترجعون میں اس دوسری دعا کی کی خوش بتائی کہ تم اس مسئلہ کے ساتھ ساتھ ہمارے ساتھ سب کا جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہو گا

۱۴۴ گم کے معنی میں ترتیب شراب نہیں دشمنی بعض وقت صرف فائدے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں ہی معنی میں کیونکہ دوسری صف نوایا والا درجہ جدا ذلت دہا (الذلیل) ۱۴۰ یعنی زمین بعد میں بنی

استوی الی استوی جب وہ فاعل لکھتا ہو تو سادی ہونے کے معنی میں ہوتا ہے جیسے لایستون اور جب ایک ہی فاعل تو ایک جیسے ہونے کے معنی میں استعمال کی حالت میں ہونے پر ولایت کر کے جیسے ذمہ فاستوی (العلیہ السلام) اور جب اس کا صلا الی ہو جیسے یہاں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف متوجہ اپنی ذات سے بھلا تدریس (غ)

السماوات لغت میں ہے سماوات یعنی آسمان ہر ایک چیز کے اور جو ہر جہاں کا سامنے یہاں تک کہ وہی چیز اپنے سے اوپر والی چیز کے لحاظ سے اس میں ہے اور اپنے سے نیچے والی چیز کے لحاظ سے سامنے (غ)

صبع یا سات کو اعداد و نام میں سے سمجھا گیا ہے اور لسان العرب میں ہے کہ عرب لوگ سات اور ستر اور سات سو کے عدد کو کثرت کے معنی پر استعمال کرتے ہیں ابن اثیر نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور شمال دی ہے کثرت حبة انبت صبع منابل گویا سات خوش سے مراد بہت سے خوشے ہیں ان سے تفرغ لہم سبعین مرارة والتوبة ۸۰۰ گویا ستر توبہ سے مراد کئی دفعہ توبہ توبہ کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹھیک بنانا یا حالت اعتدال پر یا حکمت کے بموجب بنانا (غ) خلقک ہموالک والاعظام کا معنی بھی ہے اور یہاں بھی

علیم جملہ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا اس کی حقیقت کے ساتھ پالنا (غ) اور معالجہ اور تعلیم اور حکم و مشق الی کی صفات میں سے ہیں یعنی جاننے والا اس کا جو ہے اور جس کے چلنے سے پہلے ہے اور جو گا اور جس کے بعد ہو گا اور اس کا علم تمام دنیا پر محیط ہے ان کے ظاہر پر اور ان کے باطن پر اور جو فی ہر شے پر قدرت

زمین میں جو کچھ ہے اس کو انسان کے فائدے کے لئے بنایا اس آخری آیت میں اس اور اگلے دو آیتوں کے مضمون کی طرف اشارہ ہے بنائے والے کی عظمت کی طرف بھی اور اس کے مقام بلند کی طرف بھی جس کے فائدے کے لئے یہ چیزیں بنائیں گے کو اس بات سے شروع کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا اور اس پر حکم کیا کہ زمین میں سب کو پکڑا کر اپنے فائدے کے لئے پیدا کیا اس میں یہی سکھایا کہ زمین پر چڑھ کر اپنے فائدے کیلئے اپنے کام میں لگا دیکھ

سماوات کیسے اور صبع معلومات سے کیا مراد ہے لغت میں صبع بنی کا نام سامنے پس مراد ہے کس کی طرف متوجہ زمین سے اوپر ہم کو نظر آتا ہے وہ کیا چیز ہے قوانین کو زمین پر فرمایا ہم استوی الی السماوات دھی دخان (حجر العبد) ۱۴۱ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دخان ہے یعنی دھواں ہے پس سماوات کو زمین پر چڑھ کر بنائیں بلکہ صبح ایک دھواں ہے

اس کی طرف متوجہ

شم

استوی

سماوات

صبع

سوی

علم علیم

زمین زمین و سماوات

فائدے کے لئے

آسمان

آسمان و دھواں ہے

۳۱ وَلَمْ يَسْمَعْ بِمِثْلِ شَيْءٍ قَدِ اسْرَكَ قَالَ لِي اَعْلَمُ مَا لَا اَعْلَمُ نَحْنُ عِلْمُ اَدَمَ الْاِنْسَانِ عِلْمًا

اور ہم تیری جیسے کے ساتھ جیسے کو کہتے ہیں، یعنی یہ تقدیر کے ہیں ۴۴ فرمایا میں جیسا کہ وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۴۵ اور وہ کہے کہ سب کچھ

الذ صاء ذم کی جمع ہے جس کے معنی خون ہیں ۵

۴۵
فشتن کا کفر نادر

فشتن کا یہ کتنا مذکور مشورہ ہے اس لئے کہ مشورہ دینا ان کا کام نہیں بخلاف مایسا اور نہ بطور اعتراض ہے اس لئے کہ وہ یفلحون مایسا وہاں کا مصداق ہیں۔ مذکورہ مشورہ دے سکتے ہیں نہ اعتراض کر سکتے ہیں نہ انکار کر سکتے ہیں وہ وسائل ہیں جب ارادہ آتی ایک امر کا ہو تو وہ اس کو عمل میں آتے ہیں۔ پھر ان کا کتنا کچھ معنی رکھتا ہے وہ انکار کتنا فی الحقیقت اس رنگ کا نہیں جس رنگ کا انسان کا کتنا ہے بلکہ یہ شخص ایک حالت کا انما ہے کہ انسان سے فساد اور فزیزی وقوع میں آئے گی۔ اور یہ باطل نتیجہ ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ کیا ایک حاکم کی ضرورت اس لئے ہے کہ زمین میں فساد کرنے والے لوگ ہوں گے ۵

۴۶
عالم کرمان کی
فزیزی کا علم کچھ

۵۶ سوال ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس نے کفر انسان کے کمالات کو نہایت کچھ خوبصورت بنائے والے تھے لیکن فساد و فزیزی پھل پھل کر رہی ہے جاتے ہیں گویا ان انسان پیدا ہی نہیں ہوتا تو ان کو یہ علم کس طرح ہو گیا کہ فساد و فزیزی ہو گی؟ وہ سب کے معنی کے کفر ہے سوال یہ پیدا ہی نہیں ہوتا پچھلے معنی کے کفر سے وہ جواب ہیں۔ اہل اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کرتا رہا ہے پچھلے کوئی ایسی مخلوق کو جو جسکی فقیہ و دھرم فیصد کے لئے ضروری تھا کہ متضاد طاقتوں پر حکومت کرے اور یہ مذہب کتنا تھا جب تک خود اس کے اندر متضاد طاقتیں جمع ہوں اور متضاد طاقتوں کے ایک ہی مخلوق میں جمع ہونے کا نتیجہ فساد و فزیزی ہو گا چاہے یہ سوال عالم کی جان سے انسان کو بھلا یا ہے کہ کس بلذت قصد کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا اور کس طرح وہ فساد و فزیزی سے اس قصد کو ترک کرنا ہو گا ۴۷ شہم تشبیہ۔ مجھ سے ہے جس کے معنی ہیں پانی میں اور ہوا میں تیزی سے گزرتا بلکہ فی خلک لیسٹون (۴۸) اور عمل میں تیزی سے گزرتے پہنچے بلکہ بولا گیا ہے ان لک فی النہار یبھا طویلہ (الزمان طویل) اور شہم کے معنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں تیزی سے گزرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تشریف دہ، یا عیب سے پاک ہونا بیان کرنا مجھنا، اسی سے مصداق ہے وہ مجھا ناک کے معنی ہیں تیزی تیزی ہوا، مجھا ناک ساتھ بھٹا یا اگر تیری ذات صرف جو تک پائیں بلکہ اخلاقیات کی وجہ سے جملگی تھی ہے ۵۸ نفسک س لک۔ نفس کے معنی طہارت اور تقدیس کے معنی تہذیب ہیں دل، نقد س لک کے معنی ہیں نے

۴۹
تقدیس
شیعہ و تہذیبی نہیں

یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تیرے لئے ہے آپ کو اور ان کو جو تیری اطاعت کرتے ہیں پاک رکھتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس لئے آتی ہیں سے ہے اور تقدیس اور تقدیس وہ دونوں صلا کے ساتھ ۵۹ اور اس کے بغیر ہی آتے ہیں ہوا سے کہ بہتر یہ حیثیت طہارت کی طرف کہتے ہیں ماہ فہم اللہ تعالیٰ کی تشریف بولا تھا کہ ذات کے چھہ ہوتے وہی سے پاک ہونا تقدیس یا تیزی بلکہ صفات یا صفات سے اور تقدیس کے لکے مراد ہے کہ کتنا بطور اقرض میں جس کی تہذیبی ذات اور صفات سب ناقص و محروم ہے ۵۹

۵۹
آدم

۵۹ اعلام و آلات تعلیم و معنی اس کے اندک کمالات ہیں جن کا علم لاگو کرنا ہی نہیں دیا گیا۔ اور وہ کمالات ابھی ظاہر ہوئے تھے ۶۰ آدم۔ اوابالشر کہنے آئے کہ ہم ذہن کے بعض وقت سوچا، علی کا نام دیا جاتا ہے مراد اس کی نسل بھی ہوتی ہے یہاں نسل انسانی شامل ہے کہ یہ کامل صرف آدم کو نہیں دیا گیا بلکہ نسل انسانی کو بھی ۶۱ یا عیب کہتے ہیں آدم کو کہ وہ اس لئے کیا گیا کہ اس کو عقل و فہم دے کر دے دوسری جگہ روح سے تعمیر کیا گیا ہے۔ تمام مخلوقات پر فضیلت دینی تھی کہ یہ آدم کے معنی میں فضیلت ہے۔ یا آدم نام اس لئے رکھا کہ اس میں مختلف عناصر اور متعلقہ قوتیں رکھے گئے تھے جو اسے اس شام بخیر (الذہن) کی تہذیب و تمدن کے معنی میں تعلیم دیتے تھے اور حدیث میں جہاں شہم کو دیکھ لینے کی ہدایت فرمائی ہے تو اس کی وجہ بتانی ہے وہ ہم دیکھا

وَاذْكُرْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدْ لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبٰلٰٓسَ ۝۳۳

اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس نے نہ کی ۝۳۳

سجد
سجد مستجاب

اس کی عبادت کے معنی یہی استعمال کیا گیا ہے اور وہ دو طرح ہے ایک سجدہ اختیار سے جو انسان کے لئے خاص ہے اور دوسرا سجدہ سے جو انسان حیوان نباتات غرض ہر مخلوق اپنے خالق کو کرتی ہے (دع) اسجد والا لفظ معنی امام عجب نے دو طرح پر کئے ہیں ایک یہ کہ آدم کو نہز قبلہ سکھار مشقانی کو سجدہ کرنے کا حکم تھا اور دوسرا یہ کہ ان کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا اور اس بات کا کہ وہ اس کے اور اس کی اولاد کے صلح کو قائم کریں۔ اصطلاح شریعت میں سجدہ عبادت کے اس خاص معنی کا نام ہے جب پیشانی زمین پر رکھ دی جاتی ہے اور یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کے لئے جائز نہیں لیکن یہاں سجدہ کا لفظ اسے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی محض فرمانبرداری کے معنی میں جیسا کہ شام کے اس قول میں قلنا لہ ائیس علی فاعیذی جان اوٹ کے سر جھکانے پر اسجد کا لفظ بولا گیا ہے ۝

نوعی میں سجدہ

فلک کے سجدہ سے مراد

آدم (انسان) کے کمال کا پلار مرتبہ تعلیم اساد ہے یعنی اس میں استعداد علمی کا نگینا اب یہ اس کے کمال کا دوسرا مرتبہ آتے ہیں جس میں فلک کو آدم کی فرمانبرداری کا حکم دیا جاتا ہے۔ ملائکہ چونکہ قرآن عالم پر حکمران ہیں اس لئے ملائکہ کی فرمانبرداری سے مراد اسے عالم پر حکمرانی ہے۔ دوسری جگہ کسی کے مطابین فرمایا اسجد لکم و ما فی التخلوات و ما فی الارض جمیعاً منہ دلایا شیعہ ۱۳۲ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین کے اندر ہے سب کا سب تمہارا ہے یعنی سوز و گداز۔ اس سے بھی مراد ایسی استعداد کا انسان کے اندر رکھنا ہے جس سے وہ کل عالم کو اپنے کار میں لگا سکتا ہے یعنی بیضاوی نے لکھے ہیں والذین ذلیل والذین علیل و ما یطوبہ معانہم و یتیم بہ کم لا یرحمون یا مراد اس سے فرشتوں کا جھک جانا اور فرمانبرداری ہونا ہے بذلیہ کوشش کے ان چیزوں کے حاصل کرنے میں جن سے ان کی حالت کا تعلق ہے اور جن سے ان کا کمال پورا ہوتا ہے جمع کے صیغہ میں اشارہ ہے کہ آدم میں نسل آدمی شامل ہے جیسا کہ فرمایا و لقد خلقکم ثم ہودکم ثم قلنا للملائکہ اسجدوا لآدم والذہر والصحراۃ ۱۱۱ ہے کہ تم کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری تصویر میں بنائیں پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو گو یا ہر بشر کے لئے وہی ہوتا ہے جو ابوالشر کے لئے ہوا ۱۱۱

۱۱۱ بعض وقت اشتنائے قطع کے طور پر آتا ہے یعنی جس چیز کا اشتنا کیا جاتا ہے وہ ان میں شامل نہیں ہوتی جن سے اس کا اشتنا کیا جاتا ہے کیونکہ لفظ کا اصل معنی صرف واحد کی ماضی سے مخالفت ظاہر کرتا ہے ۝

ابلیس جس سے ہے اور ابلیس اس قرآن میں فرم کر کہ تھیں جو شدت نائیدی سے پیدا ہوا، ابلیس الجحون (الروح ۱۱) ابلیس کو ابلیس اس کی شدت نائیدی کی وجہ سے کہا ہے جو وہ رحمت الہی سے رکھتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے المرحون وابلیس ابلیس جیسا کہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے ملائکہ یا اعلیٰ ذرا فی عیون میں سے نہیں بلکہ وہ جن یا عریضتوں میں سے ہے۔ کان من الجن (الکھف ۵۰) یہ ابلیس کا ابلیس ملائکہ سے تھا اور وہ سب سے بڑھ کر حکم رکھتا تھا اور آدم کی صورت سے ہل کر یا تھا یہودیوں سے نئے بنائے ہوئے تھے ہیں جو تمہا میں دج ہو گئے ہیں چنانچہ ان کی ایک ایک قسم کی روایت کو لکھ کر لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سے اسرائیلی تھے دج کر دئے گئے ہیں جو کلام صحابہ سے نہیں ۝

بلیس

ابلیس

بلیس مشیطان

ابلیس کو شیطان بھی کہا گیا ہے جیسا کہ وہ خود بخود رکھتا ہے ابلیس سے جب دوسروں کو فرماتا ہے شیطان ہے اور خدا نے نعمت بھی دی دیت ہے کہ ابلیس وہ ہے جو خود رحمت الہی سے پاک ہے اور شیطان جو شرط بخیر تعلیمی دوری سے پر ہے

اَبٰی وَاَسْتَكْبَرُ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ

اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا ۳۵

جو دوسروں کو رحمت الہی سے دور کرتا ہے ۳۶

ابلیس سے مراد بعض لوگوں نے قوتِ دہمیدہ کو لیا ہے چنانچہ سرسید صاحب کا یہی خیال تھا اور اس کی تائید میں انمول نے شرحِ قصص سے بعض حکم کا ایک قول نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک ابلیس جس قوتِ دہمیدہ کا لکھا نام ہے جو عالمِ کبیروں پائی جاتی ہے اور اشخاصِ انسانی میں جو قوتِ دہمیدہ پائی جاتی ہے یہ اسی کے افراد ہیں مگر ہمارے نزدیک جس طرح عالمِ کبیروں کو اسے عالمِ قوتی انسان قرار دینا غلطی ہے اسی طرح ابلیس اور اس کی ذریت کو جس قوتی انسان قرار دینا غلط ہے بلکہ حقیقت جس طرح عالمِ کبیروں کو دیکھتے ہیں ابلیس اور اس کی ذریت بھی ایک ملحدہ وجود رکھتی ہے اور ان کو چہن اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ وہ انگلوں سے مستور ہیں پس ہر انسان سے تعلق رکھنے والی ایک قوتِ دہمیدہ جتنی بھی اس میں کم ہو کہہ سکتے ہیں جو اس کے اعلیٰ قوتی کو یا نیکی کے میدان کو تحریک میں لاتی ہیں اور دوسرے وجود جن کو ہم جن یا شیاطین کے نام سے موصوم کہتے ہیں جو اس کے قوتی سے پیچیدہ نفسِ امارہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کے برعکس میدان کو تحریک میں لانے کا خوبیا ہو تی ہیں۔ انسان میں ایک قسم کی خواہشات وہ ہیں جو غلطی کھاتی ہیں کیونکہ اس غلطی کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک وہ جن کا تعلق اس کے اخلاق اور روحانیت سے ہے جو اس کو ایک بلند مقام کی طرف لے جاتی ہیں اور غلطی سے کہ انسان کی ترقی کے لئے وہ دونوں قسم کی خواہشات کا اس میں ہونا ضروری تھا غلطی خواہشات کا اس لئے کہ اس زندگی کے نیندہ کو حاصل نہیں ہو سکتی اور غلطی خواہشات کا اس لئے کہ ان کے بغیر ترقی کی طرف قدم نہیں اٹھ سکتا۔ یہ کہنا کہ شیطان کو نہ ملنے پیدا ہی کیوں کیا گیا اس کا مارادف ہے کہ انسان کو یہ زندگی ہی کیوں عطا فرمائی جیوئی زندگی میں سے ہو کر ہی روحانی زندگی مل سکتی ہے۔ اسی لئے میرٹ میں اسے الشیطان مجھدی من بنی آدم مجھدی اللہم شیطان نبی آدم کے ساتھ کیا ہی لکھا ہوا ہے جیسے خون کا ہنسا یعنی جیسے اس کی جیوئی زندگی ۳۷

اور ملائکہ کو جو نور سے مخلوق اور جنوں کو ناس سے مخلوق قرار دیا گیا ہے تو وہ بھی اسی حرکتِ نفس کی طرف اشارہ ہے ملائکہ کی تحریک سے انسان کے اندر فور پیدا ہوتا ہے اللہ ولی الدین آمنوا بآیہہم من الظلمات الى النور واللہ یبصر ۱ اور لیتھم الطواغیت یخروجہم من النور والی الظلمات (۲۵۷) کیونکہ وہ ناز جس کے اندر نور نہ ہو وہ نراہ حواں ہوئے کی وجہ سے ظلمت کے قائم مقام ہے ۳۸

۳۵۔ اَبٰی۔ اَبَا شدتِ امتناع کو کہتے ہیں یعنی نہایت سختی سے ایک بات سے رکنا۔ یا سختی سے انکار کرنا (۱) ۳۶۔ اَبٰی استکبر کر کے ہے۔ اور یہ انسان کی وہ حالت ہے کہ وہ اپنے نفس پر غور کرے اور اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھے اور سب سے بڑا سمجھ کر قبول حق سے رکنا ہے استغبار اور دلچ پسرے ایک یہ کہ انسان کی قصہ کرے اور چاہے کہ بڑا ہو جائے اور یہ اگر ایسی حالت اور ایسے مکان اور ایسے وقت میں ہو جو واجب ہے تو محو ہے یعنی ابھی چیز ہے اور وہ کہ یہ کہ اپنی بڑائی کے خیال سے بھر کر اپنے نفس کے لئے وہ کچھ لکھا کر کہے جو اس کے لئے نہیں ہے اور یہ مذموم ہے اور اسی میں قرآن شریف میں یہ لفظ آیا ہے (۲) اور تکبر کا استعمال بھی دو طرح ہے ایک یہ کہ کسی کی خوبیاں یا خیروں پرست فیس ہوئی ہو اسی میں استعمال کی اس واسطے کہ تکبر سے دوسرے کو تکف سے اچھا بنی بڑائی کے خیال سے بھر کر اپنے آپ کو بڑا بنائے اور یہ مذموم ہے (۳) ۳۷۔

ابلیس قوتِ دہمیدہ

شیاطین مجرک کی ہیں

شیطان کو یہ سچا

نوری ناری غلط

ابلی

کبر

استکبار

کبر

المتکبر

وَلَا تَقْرُبُهَا هَذِهِ الشَّجَرَةُ فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ

اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۵۵

سکون روحانی کثرت

اس نے مسیحی ظاہر میں ایک طرف عالم میں سامان موجود ہیں دوسری طرف انسان میں وہ طاقت و وحیت کی گئی ہے جس سے وہ ان کو اپنے کام میں لاکسے یا سجدہ لگانے بیٹھائے جس میں اس کا علم بیٹھتا ہے توں توں اس کی طاقت بڑھتی ہے اور اسی طرح یہی تدبیر ان کی راحت کے سامان بڑھتی ہیں مگر ظاہر ہے کہ انسان کے لئے آرام اور راحت یا حالت سکون صرف خورد و نوش اور لباس و رہائش سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایک روحانی سکون کی بھی ضرورت ہے اور وہی اس کی حقیقی جنت ہے۔ کھانے پینے کے سب سامان ہوں مگر سکون قلب نہ ہو تو ان سے کوئی راحت نہیں پہنچ سکتی۔ اطمینان قلب دوسروں کو بھوک پیاس اور جہنم کی قلیق انسان خوشی سے برداشت کر لیتا ہے پس جمل وہ جنت ہاں سکون ظاہر مگر سامان خورد و نوش کی کمی اس کے لئے ضرورت ہے اور اس کے دینے کا ذکر بھی موجود ہے اس دنیا کی زندگی میں ایک روحانی جنت یا اطمینان قلب ہے۔ اظہار ہے کہ روحانی سکون یا اطمینان قلب اس وقت تک رہتا ہے جب تک انسان بڑی کامیابی تک نہیں کرتا۔ بڑی کے ارتقاب کے ساتھ سکون روحانی دور ہو جاتا ہے پس وہ جنت روحانی چیر کر انسان مصیبت کے مقام پر پہنچا اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو فطرتاً ہی ایسا پیدا کیا کہ وہ مقام دے دیا ہے۔ اس حکم پر تامل کے فطرتاً ہم نے تم کو جنت دے دی ہے۔ اب تم نے خود اس کو ضائع نہ کر دینا و معن اعراض من ذکر یعنی ان لہ معیشتہ ضحکاً اظہار ۱۲۴) چوتھیں میرے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اس کیلئے تنگی کی لذتی تو جس سے مراد اسی سکون روحانی کا جلنے دہنا ہے کہ ان کو کہہ سکتا ہے کہ یہ تصدیقاً یہ ہے لیا گیا ہے جب اس کی دنیا دہی انسان کے فطری طور پر مصوم ہونے پر ہے حالانکہ عیسائی مذہب نے اسی کو انسان کے پیدا نشی گنہگار ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے ۵

۵۵ الشجرۃ - شجرہ یا شجرت اس نبات کو کہتے ہیں جس کا تنہ پودہ یعنی درخت اور شکار دھنی ٹھکان اور مشابہت اور تشابہ کے معنی متانہ اور اختلاف کرنے کے آتے ہیں بعض لوگوں نے جعفریہ کے معنی چکر لگنے ہیں و ملت سے ثابت نہیں ۵

الظالمین ظالم کے اصل معنی زلزلت کے نزدیک وَحْمُ الشَّقِیِّ فِی حَقِّهِ مَوْضِعٌ مِّنَ الْفِتَنِ ۵۶) اور بعض ایک چیز کا مقام سے جس کے لئے خاص ہے بنا کر دوسری جگہ رکھنا کی سے ہو یا زیادتی سے یا اس کے وقت سے دشمن یا مکان سے بنا اس لئے ظلمت اَلْظُلْمُ کے معنی ہیں ایسے مقام سے اسے کھرا دھکھرونے کی جگہ یعنی مادی سے مجاوزت کا نام بھی ظلم ہے خواہ وہ نہایت ہی قلیل ہو اور خواہ بہت زیادہ ہو ۵۷) اظہار کو میں قسم تقسیم کیا ہے اعلیٰ بندہ اور اللہ تعالیٰ کے دیوا اور اس میں کفر و شرک سب سے بڑھ کر ہے اور دوسرا لوگوں پر ظلم اور تیسرا اپنے نفس سے ظلم اور یہاں ہی اپنے نفس سے ظلم مراد ہے ۵۸) یعنی اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچانا ۵

حدود الشجرۃ

ہذا الشجرۃ سے کونسا درخت مراد ہے معمر نے گیہوں۔ بھجور کا فور۔ انجیر چنل وغیرہ نام دیے ہیں۔ مگر ان کا کیا کیا مطلب؟ ہذا میں اشارہ قریب موجود ہیں اس کا ذکر کیلئے آجکلے۔ اور ابھی آجکلہ درخت تین جگہ ذکر ہے وہ ابا اور استنباط کا ذکر ہے اور وہ سب سے بڑی دہی ہے جس کی وجہ سے شیطان خود گردہ ہوتا ہے بلکہ اس کی تفسیر دوسری جگہ موجود ہے دیکھو سورہ اعراف آیت ۱۵۵) ایک جہاں پہلے شیطان بچہ سے اظہار کرتا ہے تو اس کو ملکہ ہوتا ہے کہ اس حالت سے بچتا تب وہ کہتا ہے میں نسل انسانی کو یہی راہ سے چھو دوں گا اور ان کے آگے بھیجے گا تو اس کا اور وہ شکر گزار نہیں گئے یعنی بیچیں ہیں بلکہ ہوں گے۔ اس کے بعد آدم کو پہنچا اور اس کو انت و ذوجان الجنة اور لا تقربا ہذا الشجرۃ اور لا تقربا ۵۹

فَازِلَهُمَا الشَّيْطَانُ عَنَّا فَانْزَجَهُمَا مِنَّا كَانَ تَلَافِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا ۱۳۶

پس شیطان نے ان دونوں کو اس سے بھلا دیا۔ سو اس نے ان دونوں کو اس سے نکال دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے کہا اُتارو!

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

بعض تم میں سے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ اور فائدہ اٹھانے کے ہے۔ ۱۳۷

قرآن سے صاف معلوم ہوا کہ کھڑکس اشارہ اسی شیطان کے درغلے کی طرف ہے جو انسان کی زندگی کی راہوں میں روک ٹوک بنا چاہتا ہے۔ اور ہذا العنصر سے مراد سوائے ہری کے اور کچھ نہیں۔ اور یہی ذکر شل انسانی کو گمراہ کرنے کا انجرا ہے۔ بعد العنصر ۳۹-۴۰ اور صلی امیر اشل ۱۲۷-۱۲۸ اور ص ۸۶-۸۷ میں موجود ہے۔ اور یہی کو کوہ و قرآن شریف سے ایک دور سے تشبیہ دی ہے مثلاً کلمۃ خبیثۃ کثیرۃ خبیثۃ (ابو ایوب ۲۶) اور ظاہر ہے کہ اس درخت سے آدم کو روکا اسی درخت سے بنی آدم کو بھی روکا ہوا۔ اور یہی آدم کو فرمایا لا تقربوا الفراعض (الانعام ۱۵۲) بھیکانی کی باتوں کے قریب مت جاؤ۔

وہ دنیا کا حکم نہ کرے

اس آیت کا سارا نقشہ حالت اور خطرات کا نقشہ ہے۔ اور لا تقربوا کا حکم بھی خطرات کے رنگ کا حکم ہے۔ یہ الہام نہیں دتی نہیں کیونکہ کلام الہام اور وحی اس فطری حکم کی خلاف ورزی کا علاج ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ پھر یہ بیان بی بی و دو کو حکم ہے جہاں دینی کا ذکر آتا ہے وہاں تعلق اور صبر یعنی آدم کو وہ کلمات سکھائے گئے ہیں یہ فطری حکم ہے اور اوپر کلمہ چاہیے کہ فطری حکم بھی، شدت ان کے عہد میں داخل ہے دیکھو ص ۱۲۸ انسان کو روکے اس لئے اس فطری حکم کی تقویت کے لئے وہ ذکا کا خارج ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اسے عطا فرماتا ہے۔

بہر کی فطری حیثیت

بائبل سے ہذا العنصر کی کہنی اور یہی کی تیز کا تجربہ کہ اسے ظاہر ہے کہ آدم کو اس سے روکنے کے یہی ہوئے کہ اس کی تیز کا جو خدا نے عطا فرمایا تھا پھر جیو افوں پاس کی فضیلت کیا؟ اور یہ کس قدر ہیروہ بات ہے کہ وہ عجیب جو جس سائنس جیوان پرمتا جو تواسے خدا کے حکم کی نافرمانی کو کہ انسان نے زبردستی حاصل کرلیا۔ قرآن کریم اس خیال کی تردید کرتا ہے۔ اس فطری حکم کی خلاف ورزی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے نفس پر غلبہ کرتے والے ہو گے جیسا اس اطمینان قلب اور راحت و سکون کو کھو دو گے جو ظلمت میں تھیں دی ہے۔ بس طرح اس کو کھو دیا اس کا نقشہ سورہ اعراف میں کھینچا ہے۔

زلۃ

انزل

۱۳۷ انزل۔ انزل سے ہے اور زلۃ کے معنی استیصال الیٰ التبتلیٰ بیت خیر قضیٰ (ع) ہیں یعنی بلا ارادہ پاؤں کا ڈنگ جانا اور اس لئے زلۃ اس تصور کو کہا جاسکے جو بلا ارادہ سرزد ہوئے پس ازہما کے معنی ہونے ان سے زلۃ کا راجب کرلیا یعنی شیطان کے بھلائے کی وجہ سے گریز ہوا اور ارادہ کے آدم اور اس کی زور سے کوئی تصور ہو گیا۔

غیرتاً یہ بھی شجرۃ کی طرف بھی جاسکتی ہے یعنی اس درخت کی وجہ سے ان سے نفرت کرادی اور بہت کی طرف بھی یعنی ایسی نفرت کرادی کہ بہت سے نکلا دیا۔

حیط

اھبطوا۔ اھبط کے وہی معنی ہیں جو نزل کے ہیں (د) اور یہ گونے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے بھٹا منخستۃ اللہ میں (۷۷) اور کسی مقام پر گونے کے معنی میں بھی اھبطوا مصلح (۶۱) ام رابح ہبط اور نزل میں یہ فرق کرتے ہیں کہ ہبوط استخفاف کے رنگ میں ہوتا ہے اور نزل اکرام کے رنگ میں اور عیث میں آتا ہے اللہم عبطا لاھبطا میں کے معنی ان پر یوں کرتے ہیں کہ ہم تجھے بھی حالت کی انتہا کو کرتے ہیں اور ذلت اور انحطاط سے تیری پناہ چاہتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ نزل مکانی کے علاوہ اس کے معنی ایک حالت اور دوسری طرف بھی ہے جیسا کہ بھٹا انعم

۳۰ قَتَلْتُمْ أَدَمَ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

پھر آدمؑ نے اپنے ربؑ کے کچھ باتیں کہیں پس وہ اس پر رحمت سے بھرا شیک دے دیا (۱) پھر نے ملائم کر دیا ہے

کے معنی تھے میں سبکی کی حالت میں پرگئے اور نقصان اُٹھایا (د) روح المعانی میں بھی ہے کہ بھڑک کر تیریں گے پھر ہوتا ہے یہاں پر فرشتوں نے بہت سے قصے اور بیانات سے داخل کر دیے ہیں کہیں شیطان کو سانپ بنا کر اور کہیں چار پا پر بنا کر جنت میں داخل کیا ہے حالانکہ قرآن کریم نے خود فرمادیا ہے کہ یہ بڑبڑیہ وسوسہ اندازی کے تھا قوسوس لہذا الشیطان (الاعراف: ۳۰) اور ہر ایک انسان کے دل میں شیطان وسوسہ اندازی سے ہی کام کرتا ہے وسوسوں فی صمد والذات والصفات (۵۰) چکر دے گا وہ جہنم جنت میں تھے وہ الطینان قلب کی جنت ہے۔ اور وہ دارالخفایں میں جو انسان کو رست کے جھوٹے جزائے اعمال عطا کی جاتی ہے جہاں شیطان کا کرہیں اس لئے شیطان کے وسوسہ ڈالنے پر کوئی اعراض نہیں ہوگا بیگناہی کو ایک الطینان قلب کی حالت ہے کہ کامل الطینان کی حالت میں جہاں شیطان وسوسہ اندازی نہیں کر سکتا یہی دوسری حالت ہے انسان کو صرف وہی آہی پہنچاتی ہے جیسا کہ آگے ذکر کرنے کا

یہاں لفظ اذل بالذکر اختیار کر کے بتا دیا کہ آدمؑ سے جو کچھ ہوا بلا قصد ہوا اسی کی تائید دوسری آیت میں ہوتی ہے فَنُفِثَ فِيهِ الشَّيْطَانَ (۱۱۵) مطلب یہ ہے کہ کوئی بیگناہی حاصل ہے مگر فطری کمزوری بھی ساتھ ہی آئی ہوئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق خاص حاصل نہ ہو جو وہی آہی سے پیدا ہوتا ہے اس وقت تک انسان کو کھڑکیں لگتی رہتی ہیں

عما کا فائدہ سے مراد وہ حالت جنت یا حالت الطینان قلبی ہے جس میں وہ تھے اس کے علاوہ باکیہ منجوب گناہ کیا تو الطینان قلب گیا

قلنا ۱۱۵: یہ کہنا بجا تھا اس حالت کے ہے جو پیدا ہوئی جو یا پہلے فعل کا نتیجہ یہ ہوا نتیجہ کی چونکہ حکم آہی سے وارد ہوتا ہے اس لئے اس پر قلنا کا لفظ فرمایا کہ یہ قول کے معنی میں مثلاً اھبطوا میں سے اس لئے خطاب آدمؑ اور اس کی ذریت سب سے ہے یعنی سب انسانوں سے جیسا کہ قرآن نے کہا ہے (۱۱۵) آدمؑ اور حوا اور ہر ایک انسان کو یہ وحی ہوئی نہیں اس لئے قلنا اظہار حالت کیلئے ہی ہے۔ چونکہ یہ حالت نقصان کی تھی اس لئے ہبط کا لفظ استعمال کیا ہے

بعض کے بعض عداو۔ اس میں شیطان کی عداوت کا ذکر نہیں۔ کیونکہ اس کی باہمی عداوت کو اللہ تعالیٰ نے اس

واقہ سے پہلے ہی جتلا دیا تھا ان ہذا عدو لک ولز وجہ رطفہ (۱۱۵) پس یا تو انسان کی باہمی عداوت کی طرف اشارہ

ہے کہ جب قرآن طہ کی حالت کو چھوڑے تو پھر ایک دوسرے کے دشمن بھی بن جاتے ہوا اور یہ سب لک ماہ کے مصدر بن

جالتے ہو اور یہ ہر امر ہے کہ انسان کے اندر دو قسم کی تحریکات ہیں وہ جو اس کو بلند مقام کی طرف لے جاتی ہیں اور

وہ جو اس کو پستی کی طرف لے جاتی ہیں۔ یوں گویا انسان کا اپنا ہی ایک حصہ دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے۔ اس حسی سے

جو شیطان کی فتنی نہیں ہوتی کیونکہ اس طرح انسان کا نفس بھی وسوسہ اندازی کرتا ہے وغیرہ قوسوسوس بہ فتنہ

رقی (۱۱۹) اور شیطان بھی وسوسہ اندازی کرتا ہے الفتاس الذی یوسوس فی صمد والذات صمد لجنۃ والناس (۱۱۹) اور شیطان بھی وسوسہ (۱۲۰) اور شیطان بھی آدمؑ کا حکم کرتا ہے ولستم تہم فلیطیعوا لی

اللہ (الغفران: ۱۱۹) اسی طرح شیطان بھی دشمن انسان ہے جیسا کہ بار بار قرآن میں فرمایا اور انسان کا نفس بھی جس بے رحمی شہادے

اعداء کے نفس کے بغیر نہیں کیونکہ نفس جو تیرے دلوں پہلوں کے درمیان شیطان کا نفس انسان سے جدا ہے اور اس کا

شیطان کی وسوسہ اندازی

آدم کی فتنہ

ہبط آدم سے مراد

نفسانی اور شیطان

عما، تعلق۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَمَا يَتَّبِعْكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ تَّبِعَ ۚ ۳۸

۵۵۔ چہرے کا سب اس (حالت) سے غلبہ ۵۵۔ چہرہ گریزی طرف سے تھا اسے پاس کوئی ہدایت تھے تو جس نے نیلی

هُدًى أَوْ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

ہدایت کی پیروی کی سوشال کوڈز ہے اور وہ غمگین ہونگے ۵۹

اس کو ملا کر یہاں تک کو لے لینے اور قبول کرتے اور مان پر عمل کرنے سے ان کا استقبال کیا۔

کلماتِ حکمت کی جمع ہے اور حکم و تدبیر کا تاثر ہے جو دو حواس میں سے کسی ایک کے ساتھ پائی جانے یعنی شوائب کے حواس سے کلامِ آیات اور بیانی کے احساس میں کلمہ نہ اُترے (مجموع)، اور حقیقت سے مراد صرف لفظ معروض نہیں بلکہ کلام بھی جو بہرِ کثرت کلمہ کا لفظ، کتاب۔ خوب سے جس کے معنی جمع ہیں اور جب بندہ کے لئے استعمال ہو تو مراد اُس کی طرف لوٹ آنا اور جب کلامِ آواز

بجوع کرنا ہوتا ہے (د) یہ ضروری نہیں کہ پہلی حالت بری ہو بلکہ ایک اچھی حالت سے اس سے بہتر حالت کی طرف رجوع کرنا بھی تو ہے۔
 ایک خراب رجوع بھی خدا کی طرف اور زیادہ فائدہ مند رہی ہے جھٹکتا ہے تو وہ اس کی توجہ ہے۔ اور جب اللہ کے لئے ہو تو مرد اس کے
 بندہ کی طرف محضرت کے ساتھ عود کرنا ہوتا ہے (د) اسی سے تواب ہائفہ کا یہ نسخہ ہے، جو اساتذہ الہی میں سے ہے ۔

جب آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے تو اللہ نے اس پر جو رحمت فرمایا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو نقص اس میں تھا وہ دور کر دیا جو باطنی کمزوری کے نقص کا علاج تھی اسے کما گیا اس زندہ کی روحانی نبوت کا سامان خدا کے کام میں ہے۔

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام اتنی انسان کے اندر آئی اور انہیں جیسا کہ سر سید نے غلطی سے خیال کر لیا۔ کیونکہ اگر یہ بات پہلے فطرت میں ہی موجود تھی تو فطرت کی کفری کا ملاح خود فطرت کی آواز کس طرح کسرتی ہے۔ ملاح صرف خارجی ہو سکتا ہے اور خدا کے کلام سے ملاح ہوا۔ اس آیت میں ذکر صرف ابوالہر حضرت آدم کا ہے کیونکہ کلمات صرف اس کے منکے سے نکل سکتے ہیں انہیں

اور کس طرح؟ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

عجب احوال کا حکم پہنچے ہی ہو چکا تھا وہ بارہ کیوں فرمایا؟ پہلے آدم اور اس کی اولاد کا ذکر مشترک تھا۔ اس کے بعد بقیہ

آدم من درجہ کلمات میں آدم کے ذکر الگ کر دیا۔ آدم ابو البشر کو وحی عطا فرمائی مگر اس کے بعد ہر ایک انسان کو وحی نہ

جانی تھی۔ اس نے ان کے متعلق یہاں قانون بیان فرمایا کہ اس حالت میں جو کس کا علاج یہ ہے کہ کھل اٹائی میں وقتاً فوقتاً کھانا
 اشد ہایت آتی ہے۔ اس کی چوری سے پھر انسان اس کھوئی ہوئی جنت کو اس اعلیٰ مقام روحانیت کو جس رات وصلہ
 کو حاصل کر سکتا ہے جس سے چودہ نکلے گا نہیں۔ پہلے آدم میں ابن آدم بھی شامل تھا یہاں اگر آدم نبی اللہ کو ابن آدم

۹۔ اِنشاء کر کے یہ ان حرف شرط سے اور مکسے جو تاکید کے لئے ہے اور اس کے بعد اکثر فعل تاکید آتا ہے۔
 ہدی کے معنی روکو، روکنا وہ درایت مراد ہے جو اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعے دیتا ہے۔

تبعہ کے بعضی نقش قدم پر چلنا ہیں اور یہی حکم پر عمل کرنے سے ہوتا ہے جیسے یہاں (غ) +
خوف۔ بعضی کسی کردار امر کی توقع جس کے مقابل پر جہاد ہے جو کسی محبوب امر کی توقع ہوتی ہے خوفِ امن کی ضد ہے،
محض خونِ شہداء اور خونِ اہل زمین میں خونِ نبویؐ کی کمی کا ہونا ہے۔ پھر جسے بعض میں خشونت پیدا ہوتی ہے اس

بر لا گیا ہے (غ) +

۳۹ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَانُوا بَنِيَانًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

اور جنہوں نے کفر کیا اور بنیادی باتوں کو جھٹلایا وہی اہل آگ ہیں وہ اسی میں رہیں گے ۷۱

جب آدم پہنچی کے نزل کا ذکر آیا تو اب نسل آدم کے لئے بھی تعاون بتا کر ہر ایک پر وہی نہیں آئے گی بلکہ انسانوں میں کبھی کبھی کوئی ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجایا کرے گی دوسری جگہ فرمایا اَمَّا يَا تَبٰیكُوْرُ دَمْلٌ مِّنْكُمْ وَلَا عِلْمَ لَكَ بِمَا تَعْمَلُ اسرارے پاس بھی رسول آجایا کریں گے۔ نسل انسانی کے ہادیوں کے اس طرح پر کہ جنھیں اس ہدایت کی جو وہ لائیں ہر وہی کو یہ کلام نظیر یہاں قابلِ توجہ ہے! بیان نہیں بلکہ اس ہدایت کی ہر وہی کی ضرورت ہے، وہ اس اصل حالت پر ختم ہو جائے گا جہاں نہ شیطان کے حملے کا خوف ہے نہ کوہ و دوسرا انداز ہی سے پھسلنا دے اور یہ غم ہو گا کہ یہ راہ اختیار کی یہ ذکی کیونکر انہوں سے ہم جم نہ ہو سکتا مارا اس میں آخری کا مینیالی کی طرف اشارہ ہے جو یا پھر فطری حالت اس مقام امن تک نہ پہنچی سکتی تھی جہاں شیطان حملہ نہ کر سکتا مگر وہی کسی کے اتباع سے انسان اللہ تعالیٰ سے ایسا متعلق پیدا کرتا ہے کچھ کہ کبھی پھسلتا نہیں سیکر فرمایا ان حجابی لیس علیہم سلطان (المعین ۴۷) فطری حالت بھی ایک بیگناہی کی حالت ہے مگر جو نگہ اس میں اللہ تعالیٰ سے وہ متعلق پیدا نہیں ہو گا کی طاقت اس کمزوری کا علاج ہو جائے اس لئے وہ بھی خوف کی حالت ہے کہ شیطان حملہ آور ہو کر اس جنت سے دھکا لے سکے جس حالت امن و اطمینان پر وہی اسی کا اتباع پہنچتا ہے وہ شیطان کے حملے سے محفوظ ہے اور یہوں بتایا کہ وہی اہل کی ضرورت نہا میں کیلئے ہے۔ غور انسان کی کمزوری کا علاج صرف اللہ تعالیٰ کے طاقتور ہاتھ سے ہو سکتا ہے اور وہی انسان گرنے سے بچ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اپنے آپ کو دیتا ہے۔ ملاحظہ علیہم ولا ھم یخفون فون نجات کال ہے جس کے متعلق دوسری جگہ فرمایا تَبٰیكُوْرُ دَمْلٌ مِّنْكُمْ وَلَا عِلْمَ لَكَ بِمَا تَعْمَلُ (المعین ۴۷) +

۷۱ کذب و کذب ب سے کہ تبتہ کہ معنی ہیں اس نے اس کی طرف جھوٹ منسوب کیلئے یہ کیا کہ تو جھوٹ کہتا ہے (غ) + آیات ۷۱ آیات کی جس سے اوپر یہ تاقی سے ہے جس کے معنی ہیں کسی بات پر ثابت قدم ہونا اور ایقہ کے معنی ظاہر نشان ہیں اس لئے ہند عمارت کو بھی ایقہ کہتے ہیں (تہذیب ۱۷۸) آیات رسالت معنی پیغام الہی کو بھی کہتے ہیں اور قبل اور بعد کے معنی ہیں بھی استعمال ہوتا ہے (ت) اور یہی معنی آیات کے عموماً زیادہ تر موزوں ہیں اس لئے آیات سے یہاں بعض مفسرین نے کتبہ مذہبی ہیں (د) اور قرآن کریم کے ہر ایک جملہ کو کبھی حکم پر دلالت کرتا ہے نیز کہ کہا جاتا ہے یہ وہ ایک سوہنہ ہوا یاں کی کئی خصلتیں یا ایک فصل (و غ) اور بعض کے نزدیک آیت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت کے معنی جماعت ہیں اور ہر آیت میں الفاظ و حروف کی ایک جماعت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آیت کے معنی نشان ہیں اور کلام الہی کی آیات بطور اعجاز کے نشان ہیں +

۷۲ اصحاب ۷۲ اصحاب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مثلہ فیض معنی کسی شے کے ساتھ لگ جانے والا خواہ مصاحب جسم سے جو خواہ حمایت و محبت سے (غ) اصحاب النار وہ لوگ جو بسے جنوں سے فارغ سے خلق پیدا کر رکھا ہے گویا آگ کے گناہ ان کا ہر وقت متعلق ہے یہی خلق آخرت میں کھلا دنگ اختیار کر لیتا ہے

۷۳ اصل فرض تو انسان کو اس کے کمال کی راہ بتانا تھا مگر جب وہ بتا دی تو جو لوگ ان کے مقابل پر ہیں ان کا بھی ذکر کیا کہ وہ جب آپ الہی پیغام آسمان سے تو نہ صرف اس کا انکار کرتے ہیں بلکہ اس کو جھوٹا بھی کہتے ہیں ایسے لوگ اپنے اوقال انھما میں قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور اس امن و اطمینان کی بجائے جو ابتلا آیات کرتے دلوں کو حاصل ہے ملاحظہ علیہم ان کا متعلق نار کے ساتھ ہوا جاتا ہے گویا ایک مین اذھق اور اضطراب ان کے اندر رہتا ہے یہ تو اس دنیا کی حالت ہے۔ اور آخرت میں وہی جنت و نار ایک ظاہری صورت اختیار کر لیں گے +

نسل انسانی میں
وہی کا تعاون

فطری بیگناہی اور
کال صحت

وہی کی ضرورت

کذب و کذب
آیت

اصحاب

مس دنیا کا دھن

۴۱ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُون ۝ وَأَمْسُوا

اور میرے عہد کو تم میں تمہارے عہد کو پورا کر دل کا اور مجھ ہی سے ڈرو ۷۱۷ اور اس پر ایمان

لے جاؤ ازلت مصلد قالہا معکم ولا تکتونوا اول کا فی یہ ۷۱۸

لاؤ جو میں نے تمہارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کے پچھے نہ گرو ۷۱۹

۷۱۷ اور ہون۔ عہد کے معنی ایسا وقت ہے جس میں احتیاطی ہوتی ہو اور اضطراب و غم، لانتم اشد اہبہ (الغفران ۲۳) تو جہوں بہ حد طاقتہ (الغفران ۶۰) وغیرہ جیسی سے تو جہت یعنی عبادت ہے اور تعبائیۃ عبادت میں غلو کا نام ہے۔ غلو جو اصل میں غلو ہوتی ہے یعنی ہر کسی کو فائدہ دینا یا ہر کسی کا ایسا خوف نہ ہو۔

دونوں عہدوں کا ذکر کتاب المستنشاہ ۲: ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ میں ہے۔ "تو نے سچ کے دن اور کیا ہے کہ خداوند میرا ہے اور میں اس کی راہوں پر چلوں گا اور اس کی شریعوں اور اس کے حقوق اور اس کے حکموں کی مخالفت کروں گا اور اس کی راہ کا شواہدوں کا اور خداوند نے بھی آج کے دن تجھے سے اقرار فرمایا جیسا کہ اس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو اس کی خاص گروہ ہووے اور تو اس کے سب احکام کی مخالفت کرے اور تجھے سارے گروہوں سے نہیں اس نے پیدا کیا صفت اور صفت اور نام میں بلا کرے۔ خداوند کی راہ کا شواہد ہونے کا یہ مطلب تھا کہ نبی آخر الزمان کو تسلیم کریں۔ ایسا عہد مسلمانوں سے بھی لیا گیا تھا ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بآل (ہم الجنة والجنة ۱۱۷) انشئ منہم منہوں سے ان کے مالوں اور ان کی جانوں کو خرید لیا ہے اور اس کا معاوضہ جنت ہے اب مسلمان اس عہد پر قائم نہیں ہے۔ اور یہی ان کی عیبیتوں کی اصل وجہ ہے۔

۷۱۸ مصلد فاجدق سے ہے اور مصلد قت فلا نلکے معنی میں ہے اسے صدق کی طرف منسوب کیا (غ) + مصلد قالہا معکم اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے پاس ہے تصدیق کے معنی ہیں کسی کو سچا قرار دینا اور مصلد کے بعد مصلد لانے سے یہ فرض ہے کہ یہ تصدیق اس کے فائدہ کے لئے ہے جس کی تصدیق کی گئی ہے۔ قرآن کریم کو صرف بنی اسرائیل کی کتب کا مصدق ہی نہیں کہا گیا بلکہ دوسری جگہ کتب مزلہ کا مصدق بھی کہا گیا ہے مصلد قلہا بین یدہ من الکتاب (النمل ۶۸) قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس نے دھوٹا بنیائے بنی اسرائیل کو سچا قرار دیا بلکہ تمام دنیا کے انبیاء پر ایمان لانا ضروری قرار دیا مصلد قلہا معکم کے ایک اور معنی بھی ہیں یہی ہیں کہ انہوں نے حضرت صلح کی جگہ کیا ان کے پاس تھیں ہیں آپ کے عہد کے ان پیشگوئوں کی تصدیق ہوتی اور ان کے غلط ہونے میں کوئی شبہ ہی نہ تھا مثال کے طور پر خود حضرت موسیٰ کی پیشگوئی کو لوہیں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھے سا ایک نبی بڑا کروں گا، اشتناہ ۱۸: ۱۸۔ اب موسیٰ جیسا ایک نبی آنا اس پیشگوئی کی رو سے ضروری ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ کئی اسرائیل کے کسی نبی نے موسیٰ کی مثل نہیں ہوئے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی بنی اسرائیل کا کوئی نبی موسیٰ جیسے ہوئے کا دعویٰ کر سکتا تھا کیونکہ وہ سب ایک زمرہ میں حضرت موسیٰ کے خلفاء تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک بڑے ربوبوں کو اس پیشگوئی کی بے جا روئے کا انتظار چلا تا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے جب نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تو مسیح ہے اسے کہا نہیں چھوڑ دیا فت کیا تو ایسا ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر دریافت کیا لکھا تو وہ یہی۔ اس نے کہا نہیں۔ یہاں پر بنی ہترام یا فیلیوں میں اشتناہ ۱۸: ۱۸ کا حوالہ موجود ہے یعنی بنی اسرائیل موسیٰ ہی (یوحنا ۲۱: ۱۱) اب ظاہر ہے کہ اس وقت تک

دھب

توقب۔ مصلد

بنی اسرائیل کا عہد

مسلمانوں کا عہد

صدق

مصلد

قرآن کا سب کچھ

مصلد ہوا اور مصلد

بنی موسیٰ کی جگہ

حق معنی کنا

تکین بنیوں کا عہد

وَلَا تَسْتَوُوا بِالَّذِينَ آمَنُوا وَلَوْلَا فَتْنَةُ الْغَيْبِ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْأَنْفُسُ فَاسْكَنْتُكُمْ وَأَنَا الْوَاحِدُ الْكَافِرُ ۚ

اور یہی باتوں کے لئے تم کو برابر نہ دلو اور یہی فتویٰ اختیار کرو ۱۱۱ اور حج کو جہت کے ساتھ نہ پاؤ اور خدا

تَكْمَلُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَبُوا مَعَكُمْ الزَّكَاةَ

ہاں کہ چاہا ۱۱۲ اور تم جاننے ہو ۱۱۳ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور حجک جاسے دلوں کے ساتھ کیجئے ۱۱۴

یہودیوں اور عیسائیوں کی انتظامی ان میں سے حضرت یحییٰ کو ایسا ہی کی آمد کا مصداق خود حضرت عیسیٰ نے فرمایا اور حج ہونے کا خود دعویٰ کیا اگر وہ شیل موسیٰ بنی امیہ باقی رہ گیا۔ اور حضرت عیسیٰ کے بعد کوئی نبی ہوا نہیں پس اگر حضرت صلعم ظاہر ہو کر شیل موسیٰ ہوسے کا دعویٰ دوسرے کو اس پیشگوئی کو ہی غلط مانتا ہے پس آنحضرت کے ظہور سے اس پیشگوئی کی کھانی ظاہر ہوئی اور دوسری طرف یہ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلعم کی بہت ہی ابتدائی وحی میں یہ فقط آتے ہیں کہ میں وہ موسیٰ عیسا بنی ہود کا کھود ہوں سے ظاہر ہے لہذا اسلطان فی حقون رسول اللہ یہ یو دین لایہا تینوں پر آنحضرت صلعم کی صداقت کی ایسی اتنا مہم چوت ہے جس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں۔ ایسا ہی اور کئی پیشگوئیاں ہیں جن کا مصداق ان میں کوئی نبی نہیں ہوا اور نبی صلعم کے ظہور سے ہی ان پیشگوئیوں کی کھانی ثابت ہوئی یہی مخصوص یہاں مراد ہے یعنی تم کو اس نبی کے لئے میں کیا عہد ہے جو ان پیشگوئیوں کو پورا کرتا ہے جو تمہاری اپنی کتابوں میں ہیں ۱۱۵

وَلَا تَسْتَوُوا بِالَّذِينَ آمَنُوا وَلَوْلَا فَتْنَةُ الْغَيْبِ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَالْأَنْفُسُ فَاسْكَنْتُكُمْ وَأَنَا الْوَاحِدُ الْكَافِرُ ۚ

۱۱۵ تفسیراً: لیس کپڑا پہننا ہے یا کپڑے سے اپنے آپ کو چھپا لینا یا سی سے لباس پر دیکھو ۱۱۶ پھر ظاہر سے باطل کی طرف چلے گئے ہیں اور کیفیت علیہ افعال کے معنی میں سے اس کا امر اس پر بھی کر دیا (دع) ۱۱۷

الحق۔ اور اب کہتے ہیں کہ حق کے اصل معنی مطابقت اور موافقت ہیں اور کئی وجہ پر اس کا استعمال ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی الحق کہا گیا ہے اس وجہ سے کہ وہ چیزوں کا اس کے مطابق جو اقتضائے حکمت ہے جو دین لائے والا ہے شہد و دالی

اللہ مولیٰ ہم الحق (الافتاح ۶۰) اور خدا کی پیدا کی ہوئی اشیاء کو اس کا واسطہ حق کہا جاتا ہے کہ وہ اقتضائے حکمت کے مطابق جو دین آتی ہیں اور ہر فعل و قول کو حق کہا جاتا ہے جو اس کے مطابق جو واجب ہے اور اس افعال سے جو واجب ہے اور اس وقت ہر جو واجب ہے ہر جو (دع) اور حق کے بہت سے معنی ہیں سے صدق بھی معنی ہیں (دع) اور حق تعالیٰ باطل ہے ۱۱۸

۱۱۸ باطل بغیر حق ہے وہ چیز جس کے لئے جب جہتیں کیا جائے تو کوئی ثبات نہ ہو ۱۱۹

یہاں حق سے مراد وہ پیشگوئیاں ہیں جو اب تک ان کی کتابوں میں مبی آتی تھیں اور باطل ان کی اپنی خواہشات ہیں ساتھ پیشگوئیوں کو غلط کرتے تھے۔ ۱۲۰

۱۲۰ علیحدہ (۱۱۹) اپنے یہودوں کو کہتے ہیں تم ان سے وہ باتیں کرتے ہو جو اٹھنے سے تم پر کھولتی ہیں ۱۲۱

۱۲۱ الزکوٰۃ۔ دکان سے مشتق ہے اور دیکھتی ہیں نواٹنے یا اس کے پڑھنے پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اور اسی سے زکوٰۃ ہے اور یہ وہ مال ہے جو فقرہ کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ اس لئے کہا گیا کہ حقیقتہً اس سے برکت ہوتی ہے یعنی مال جیسا ہے۔ یا اس وجہ سے کہ اس سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے (دع) ۱۲۲

۱۲۲ اذکوا۔ ذکوٰۃ کے اصل معنی جھک جانا ہیں اور ایسی فرما کر جاری پر بولا جاتا ہے جب انسان دوسرے کے آگے جھک

یہودیوں اور عیسائیوں پر اتنا مہم چوت

تینوں قلیل

لبس

حق

الحق

باطل

حق و باطل کی بات

زکوٰۃ

دیکھ

۳۳ اَنۡاۤ اَمۡرُ مِنَ النَّاسِ لَا اِلٰهَ وَّ تَسۡبُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ وَاَقۡرَبُ مَا تَعۡقِلُوۡنَ

کیا تم لوگوں کو کوئی یا کھم کرے جو اور اسے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

جالتے، اور اصطلاح شریعت میں انسان ناز میں سے ایک رکھ کر ہے جب انسان دو فیل اٹھ گھنٹوں پر رکھ کر اس قدر رکھتا ہے کہ پیٹھ اور گردن باہل سیہ می ہو جائے یہاں اصل معنی ہی مراد ہیں *

پہلے ایمان کی طرف بلا یا نقاب بتا یا کہ صرف منہ سے مان لینا ہی کافی نہیں بلکہ ان دو باتوں کو بطور اصول قبول کرنا ضروری ہے جن کو اسلام نے پاکیزگی نفس یا کمال نفس کا ذریعہ قرار دیا ہے یعنی ناز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور کمال جان سے لے کر وہ کمال احسان کے لئے کیونکر غنائے زیادہ ترغوض ان کمالات انسانی کا حصول ہے جو اپنے نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہے *

و اما سکھائیں یہ بتا یا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے انسان کی گردن جھکی نہیں چاہئے *

۳۴ اَلۡبَدِیۡۃُ اَمۡرٍ مِّنۡ دۡحِیۡۃٍ یَّٰۤاٰیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَومَ الذِّکۡرُ

یٰۤاٰیُّہَا الَّذِیۡنَ

ضیاع

تتمتعون فی حیاتیات انسان کا اس چیز کے ضبط کو چھوڑ دینا ہے جس کی اسے ودیعت کی گئی ہو خواہ ضعف مطلب سے یا لہو والی سے یا مادہ یا یہاں تک کہ اس کی یاد دل سے جاتی ہو کہ وہ زبان قابل مراعہ ہے جو عموماً جو جیسے فذوق یا انسیتم لقاہ جو مکھوٹا (العین ۱۷۷) یہاں بھی دہی زبان مراد ہے جو عدا ہو کیونکہ دوسروں کو نصیحت کرنے والا عدا ہی ترک کرنا ہے تنقوت تجلے کے اصل معنی ہیں اس کی پوری پوری پیروی کی خواہ جسم سے ہو یا اقتدار سے حکم سے دغ اور تلافی کتاب منزل میں اللہ سے مخصوص ہے خواہ قرات سے ہو اور خواہ ان پر عمل کرنے سے دغ اس نطق کو اللہ کی کتابوں سے مخصوص کر کے یہ بتا دیا کہ ان کی تلاوت کی اصل فرض ان کی پیروی ہے *

حق

حققون عقل کے اصل معنی روکنا اور پکڑ لینا ہیں جیسے مثال داؤٹ کا گھٹنا یا زدن کی رسی سے اونٹ کا روک لینا دغ، حدیث میں ہے عقلی و عقل جاں عقل کے معنی گھٹنا باندھ دو ہیں، اما ماغب کہتے ہیں عقل کا استعمال و طرح ہے ایک اس قوت کو عقل کہا جاتا ہے جو قبول علم کے لئے انسان کو تیار کرتی ہے اور دوسرے اس علم کو بھی عقل کہا جاتا ہے جو اس قوت کے ذریعہ سے انسان حال کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے عدم عمل کے لئے کفار کی نیرت کی ہے وہاں تہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں، اور یہ بات صاف بھی ہے قوت تو اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے اندر رکھی ہے قابل الزام دیکھیں جو اس قوت سے کام نہیں لیتے *

ہا کیونکہ مزاج

یہاں یا مخصوص خطاب علماء سے جو دوسروں کو فہم کے لئے ہیں اور اپنی اصلاح نہیں کرتے۔ اگر خطاب نبی رسول کے علماء سے لیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ دلائی ہے مگر میرے نزدیک خطاب مسلمانوں سے ہے اس طرح دونوں خطابوں کو ملائے ہیں یہ اشارہ ہے کہ یہ کچھ کہا گیا ہے مسلمانوں کی تفسیم کے لئے کہا گیا ہے جیسا کہ لفظ خود مال نہ جو اس کا وعظ دوسروں پر بھی اثر نہیں کرتا *

ذہب میں عقل پر

کی عزت

افلا تفتقون اس قسم کے نفرت قرآن شریف میں بکثرت آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا جوہر دیا ہے اور اس سے کام لے بغیر انسان صلاقت کو بھی نہیں پاسکتا اور دیکھ ذہب کی اور کچھ طرح کی رائے شفاء حاصل ہو سکتی ہے مغربات میں حدیث نقل کی ہے ما خلق اللہ خلقاً اکمل علیہ من عقل اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو اس کی بجائے عقل سے زیادہ عزت والی ہو۔ اسی سے انسان کی فضیلت حیوان پر ہے یہ کہنا کہ ذہب میں

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝

اور صبر اور نماز کے ساتھ دوامانگئے رہو اور عینتاً یہ بڑی مشکل ہے مگر عاجزی کرنے والوں کے لئے نہیں بلکہ

الَّذِينَ يَنْظُرُونَ أَهْمُ مُلْقُوا رَبَّهُمْ وَأَتَاهُمُ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور کہ وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ۱۱۔

صل کا دخل میں جمع قرآن شریف کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو لازم کرتا ہے جو صل سے کام نہیں لیتے۔ ان سے یہ کہہ کر ہی سے وہ باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کو صل خود دریافت نہیں کر سکتی لیکن صل کا جہان باقوں کے معلوم کرنے سے لڑنے ہے اور ان باقوں کا صل کے مطابق ہونا اور ان کی صداقت کو صل سے معلوم کر لینا باطل، الگ ہے۔ وہی صفت کی روشنی میں صل کو طاعت دینی والی اور تین کو دینی چہرے ایک کو دوسرے کا مخالف بنانا دو طرف کی حقیقت سے بیزاری کا نتیجہ ہے۔

۱۱۔ الصبر صبر اصل میں شکی کے اندر روک رکھنے کا نام ہے اور پھر اپنے آپ کو روک رکھنے کا نام ہے اس چہرے کو صل اور شریعت پہنچتی ہیں، بالفاظ دیگر طاعت قائم رہنے اور وحییت کے شک کے بغیر کا نام صبر ہے پس صبر ایک عام لفظ ہے اور صحبت میں استعمال جگہ میں ثبات اور مدد دینا کہیں کہیں ہے۔

حق، مدد

صبر

کبیرہ کبیر

کبیرہ کبیر کے اصل معنی بڑیاں، مگر کبیرہ کا استعمال اس چیز پر بھی ہے جو سخت اور دشوار ہو سبکدوشی اس معنی میں آیا ہے۔

وَأَنَّ كَاتِبَ كِبَرِهِمْ لَا يَمُوتُ (الانعام - ۳۵)

حافظین خشوع عاجزی، فروتنی، سکون اور دربانہ روی (دست ہے) اور ان کی سبکی کے لئے اور نگاہ کے نچا ہونے کے لئے یہ لفظ بالخصوص بولا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں یہ خشعت الاحصوات (الحق) الخاضعة لاهتمام العظماء ۳۳۳۔

خشوع

رقی، استقامت

قرآن کریم نے مومن کو مشکلات کے وقت جو طریق استقامت بتا ہے۔ وہ صبر اور صلوة کے ساتھ ہے۔ بعد حصول حد پر مضبوط رہنے کا نام ہے۔ اور صلوة اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا صبر تو یہ چاہنا ہے کہ انسان ایک بات پر دیر آوارہ نہ ہو کسی مخالفت کی اور کسی روک کی اسے کچھ پروا نہ ہو تمام دنیا بھی اس کے خلاف ہو تو ایک مضبوط پہاڑ کی طرح اس کے قدم پر نہیں ڈالتے۔ اور صلوة یہ چاہتی ہے کہ وہ اس قدر عاجز ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گرا پڑے اور اپنے آپ کو کچھ بھی مانگے جب انسانوں کے سامنے حد درجہ کی مضبوطی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حد درجہ کی عاجزی انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے تب کامیابی کی دریں اسلحہ جاتی ہیں۔ اور مشکلات کے پہاڑ بھی ہوں تو اُٹھ جاتے ہیں۔

انتہائیں غریب بعض حضرات نے استقامت کی طرف لی ہے یعنی صبر وصلوة سے درجہ چاہتا عام لوگوں کو دشوار معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعض نے اسے صرف صلوة کی طرف لیا ہے اور میرے نزدیک یہی درست ہے جیسا کہ سابق عبارت بتاتا ہے۔ کیونکہ خدا کے حضور عاجزی، اختیار کا، مصائب اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا یہ انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہمت پر ہر امتین کا دل بکسے جس کا معنی ہے کہ وہ عاجزی امتین یقین حاصل ہوتا ہے۔ یہاں استقامت بالصلوہ وصلوة کا حکم ہے کہ صلوة کے ذکر کو جاری رکھا جائے کیونکہ یہاں نبی کی شرافت یا پس پیمان کا ذکر ہے اور یہ قصہ عام ہے کہ زیادہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سری و خفیہ میں حکم دیکر لوگوں کو صبر کے ذکر کو جاری رکھنے کیونکہ وہاں جگہ کا ذکر ہے اور دشمن کے مقابلہ جہاں گو دعا کی بھی ضرورت ہے مگر قدم استقامت ہے۔

مصائب میں صبر

اللہ کی خدمت

ظن

۱۱۔ عظمت، عظمت اس چیز کا نام ہے جو نشانات سے حاصل ہو اور جب یہ مضبوط ہو تو قہر کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور جب بات ہی بکھر رہی ہو تو قہر کی حد سے آگے نہیں جھڑتا، ظن، شک اور یقین دونوں پر بولا جاتا ہے جب یقین مراد ہو تو ایسا یقین ہوتا ہے

۵۰. **وَاذْفَرْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَجْبَحْنَكُمْ وَأَعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ**

اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو الگ کر دیا پس ہم نے تمہیں بجایا اور جن کے کوئی کوئی کر دیا اور تم دیکھتے رہے

نجات کے معنی اسلام میں کشادہ سے جہاد کرنا ہے۔ جتنا جہاد کیا اس سے باطل الگ ہو جاتا اور غصہ پائینا ہے۔
آل۔ اہل کی پہلی جوتی صورت ہے آل اور اہل میں فرق یہ ہے کہ آل صرف معوذہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اہل عام ہے۔ نگہ کی طرف یا مکان یا زمانہ کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے اور دوسرے آل کا لفظ اشرف اور افضل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اہل ہر ایک کی طرف منسوب ہو سکتا ہے اور جس کے نزدیک اس کا استعمال سب سے خصوصیت ذاتی کے نہیں ہوتا خواہ وہ قریبی قرابت کے لحاظ سے ہو یا دوستی اور قتل کے لحاظ سے ہو۔ اس نے آل کو مصلحت و رامت کو مصلحت میں ہے فرق ہے کہ امت کو مصلحت میں سب نام لیا اور آل میں مگر آپ کی آل میں وہی لوگ کشائش کے جو مصلحت میں اور عمل مضبوط کی خصوصیت رکھتے ہوں (ع)

فرعون مصر کے بادشاہوں کا لقب تھا وہ خاص فرعون جس کا یہاں ذکر ہے تیسرے ثانی تھا۔
یسعون۔ سوم کے اصل معنی کسی چیز کی طلب میں جھگڑنا ہیں پھر خاص جانے پر اور صرف طلب پہی اس کا مشتق ہوا ہے۔ اور یہاں طلب کے معنی میں ہی ہے (ع) اور سامہ کے معنی یہی آتے ہیں کہ ایک سخت کام پر ڈال دیا (د)
بین یحیون۔ فرج کے اصل معنی جاننا اور چیز کا طلق کا ثناء ہے۔ مگر خاص کائنات کے معنی یہ بھی ہے یہ لفظ بولا جاتا ہے۔
بلوہ۔ جلی سے ہے جو چکر کے لئے پڑا ہوتا ہے پڑا جاتا ہے۔ اور جلی کے معنی آزمانا اس لئے آئے ہیں کہ گریز یا کشت آزمانا سے اسے بڑھا کر دیا غم و تکلیف کو بھی اسی نے بلوہ کہتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی آزمانا میں بعض وقت بڑے مصائب کے ہوتے ہیں اور بعض وقت خوشی اور راحت پہنچانے سے اس لئے انعام کو بھی بلوہ کہا جاتا ہے حضرت قر کا قول ہے **يُكَلِّمُنَا بِالْأَمْثِلِ وَالْمَثَلِ** اور **يُكَلِّمُنَا بِالْأَمْثِلِ وَالْمَثَلِ** اور قرآن شریف میں بھی ہے **وَنُذَكِّرُكَ الْأَمْثِلَ وَالْمَثَلِ** (الانبياء ۳۵) اور یہاں بلوہ اس تخفیف و شفقت کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جس کا ذکر یحیون میں ہے اور اس انعام کی طرف بھی جس کا ذکر نجات دینے میں ہے۔

سودا العذاب یا پڑاؤ کہ جس کا یہاں ذکر ہے۔ بائبل میں اس کے متعلق ہے **اور میری نے حضرت کو روئے میں بنی اسرائیل پر سختی کی اور انہوں نے سخت محنت سے کار اور اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کھیت کر و لگان کی زندگی** صحیح کی (دفعہ ۱: ۱۳: ۱۳) لڑکوں کے ہاتھ کا حکم بھی فرعون نے دیا تھا صاحب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دانی شائوں کو **.....** یوں کہا کہ **.....** اگر بیشاپ تو اسے ہلاک کرو اور بیشاپ جو تو جینیہ دو (دفعہ ۱: ۱۵: ۱۶) فرعون اور اس کی قوم نے **.....** قہری کو ایک دوسری قوم ان کے ملک میں قوت پوشہ اس لئے ذات اور نیگا کہ کام میں ان سے لینے شروع کئے۔ لڑکوں کو ہاتھ اور لڑکیوں کو جیتا رکھنے سے بھی یہ منشاء تھا کہ قوم نابود ہو جائے مگر یہ لڑکیاں محبوبہ کرہ یوں کے خلق میں آئیں حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان تمام مصیبتوں سے چھڑایا۔

فرق۔ فرقنا۔ فرق اور فلق کے ایک ہی معنی ہیں لیکن فرق علیحدہ ہونے کے لحاظ سے اور فلق بٹ جانے کے لحاظ سے کہا جاتا ہے (ع) مگر اپنی کے بٹ جانے سے مراد یہی اس کا بٹ جانا ہی ہے دوسری جگہ فرمایا **فَالْفَلَقُ**۔ اور ایک جگہ **فَالْفَلَقُ**۔ البھر فقہ۔ اصل میں اس میں جگہ کا نام ہے جس میں بہت سا پانی جمع ہوا (ع) اس نے دیرا سمندر سب پر بولا جاتا ہے پھر ایک خاص معنی دست پر بولا جاتا ہے جیسے فقہ فی الصلح یعنی علم میں دست اور محوڑے کو جو بہت چلنے والا ہو مگر کہہ سکتا ہے

آل۔ اہل

آل۔ اہل

فرعون و یسعون

سام

بین

جلی۔ بلوہ

فرعون و یسعون

کہا۔

بنی اسرائیل و لڑکوں

مات۔

فرق۔ فلق

فقہ

وَلَاذْ وَعَدُ نَا مُوسَىٰ اَرْبَعًا لِّسَلَاةٍ

۵۱

اور جب ہم نے سنے سے چالیس رات کا وقت مقرر کیا گیا

جیسے آنحضرت مسلم، بوطی کے ایک گھوڑے پر سوار ہوئے تو فرمایا انا وجدناہ بنجرۃ ۱۰، دوسری نئے بنجر کے معنی زیادہ پھانٹا

جی ہیں جس سے یحییٰ آسمان سے جس کا ذکر آگے آئے گا اور شہرہوں اور ریتوں کو بھی بچھا دیا جائے گا (۱۱) ۱۰

قرآن کریم میں بنی اسرائیل کے دریا پار ہونے کا ذکر بھی جگہ ہے۔ مگر میں یہ ذکر نہیں کر دوں گا، یہاں بارہ رستے بن گئے تھے اور پانی کی دیواریں کھڑی رہ گئی تھیں اور ان میں دسبے بن گئے تھے۔ یہ کسی صبح حدیث میں یہ صوبہ ہے، یہاں فرما بنجر اللہ و فرما یعنی دریا کو تھم سے الگ کر دیا۔ دو جگہ فرمایا وصفا و ذابنی اسمائیل اللہ و لا حد ۱۳۸۔ یعنی بنی اسرائیل کو ہم نے دریا پار کر دیا۔ ایک جگہ فرمایا فاطلق (اللہ) ۶۳۰ یعنی دریا پھٹ گیا۔ دریا پھٹنے سے ملو دیوی ہوتی ہے کو خشک راستہ نہ گیا اور ایک جگہ فرمایا فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لطفہ ۷۷۰ دریا میں ان کو خشک راستہ پہلے جاؤ۔ اور ایک جگہ فرمایا۔

واتوا البحر وھو (الذخا ۷۸) دریا کو ٹھہرا دیا دریا میں چھوڑ کر پار ہو جاؤ نہ کہیں بارہ رستوں کا ذکر ہے نہ پانی کی دیواریں کا۔ ان خشک راستہ کس طرح ہو گیا یا دریا کس طرح پھٹ گیا یہ قرآن شریف نے بیان نہیں فرمایا۔ انہی میں صرف اس قدر ہے کہ تھو دفر سے نہ سب پور بنی آدم ہی کے تمام باتوں میں دریا کو چلا یا اور دریا کو سکھا دیا (فرج ۱۱۳: ۱۲)

اس قدر صاف ہے کہ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر شت سینا میں لانے دریا دریا میں مکمل حائل ہوا۔ بائبل اور سفر میں بائبل نے اسے بحیرہ قلیزم کا شمالی حصہ پر جو وہ شہر یوہنا سے کچھ اوپر دریا سے مکمل ہے وہاں کوئی ٹنگ حصہ سمندر کا اس زمانہ میں ہو جہاں سے پانی کے آسمان سے جیسا کہ بائبل کہتی ہے یا جو ارجلے سے پھٹ جانے سے خشک راستہ نکل آیا ہو۔ مگر زیادہ تر قریب قیاس یہ ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کو اتنی دور آئے کی ہمت نہیں دی اور شاید یہ واقعہ دیکھا

نیل سے تعلق رکھتا ہو یا کسی اور دریا سے جو دریا میں حائل ہو ہو۔ دریاؤں میں یہ بسا اوقات ہو جاتا ہے کہ ایک وقت دریا پانیاب ہو جائے اور تا فانا ایک ایسی خطرناک آفت سے کہ سیلاب آ جا جائے جو دریا پہاڑوں سے نکلے ہیں ان میں یہ واقعات اکثر پیش آ جاتے ہیں خود دریائے نیل کے متعلق یہ امکان ہے کہ نہانے زمانے میں یہ اس قدر بڑا دریا ہو اور کوئی حصہ اس کا پانیاب ہو اور فرعون نے جو شخا قیہ میں کوئی اسرائیل کو پکڑ لیں یہ خیال دیکھا ہو کہ روکا پتہ لے لے۔ بہر حال وہ اسباب جو اس طرح پر گزراوے اور فرعون کی کو فوق کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیے معمولی ہوں یا غیر معمولی اس سے احسان میں فرق نہیں تھا۔ اگر بنی اسرائیل کو وہ صوبہ کو دشمنوں سے غامض چھپا کر لیا لینا۔ اگر دیکھنے کے گرد حاصرہ کی ہونے کی ایک آندھی سے ہٹا دینا انصاف اتنی ہی تو معمولی اسباب سے ایک نتیجہ کا پیدا ہو جاتا کسی طرح احسان کی نوعیت کو نہیں نکال سکتا۔

۱۱۔ واعدنا واعدلے اب مغالہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا اور حضرت موسیٰ کی طرف سے اس کا قبول کرنا موسیٰ جو ابی نام ہے چارے غصہ میں کو موسیٰ ماہ میں پانی اور دھنی شجر سے مرکب بناتے ہیں اور جڑیں اس کو ماس

یہیں سے غلی کا وزن بناتے ہیں غصہ بنی اسرائیل اس کو ماسا شہ (ظننا) سے مشتق بناتے ہیں اور تازہ تحقیقات یہ ہے کہ یہ مصری لفظ ہے جس کے معنی بچہ یا بیٹا ہیں۔ حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں سے نہایت اولوالعزم بنی ہیں آپ کے والد کا نام عمران تھا اور مصر میں آپ پیدا ہوئے آپ کی بنی مریم آپ سے بہت بڑی بیٹیں اور بارہوں آپ سے تین سال بڑے تھے۔ آپ کا کانا

عورت پندہ رسول مسیح کچھ گارے مگر تازہ تحقیقات یہ ہے کہ آپ کا زمانہ تیرہ سو قبل مسیح کے قریب ہے کہ یہ کہہ کر محسوس ہوتا ہے کہ زمانہ جس کے ساتھ آپ کو معاملہ پیش آیا ساڑھے تیرہ سو سال قبل مسیح ہے۔ آپ کا غلیم ایشام کا بنی اسرائیل کو فرعون کی

بجھ

جیو۔ چھار

بنی اسرائیل کا بنجر

واحد

موسیٰ

جیسے شہر

ثُمَّ أَخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ ۖ وَانْتُمْ ظَالِمُونَ ۖ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ

پھر تم نے اس کے پیچھے پھڑبھڑایا اور تم ظالم تھے ۷۱۰ پھر اے تم کو اس کے بعد معاف

٥٣ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَاذْنِبْنَا مِثْلَ الْكُتُبِ وَالْفَرْقَانِ ۝ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ ۝

کودیا تاکہ تم شکر کو ملو اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فرقان دیا تاکہ تم ہدایت پاؤ گے۔

قلبی سے آزاد کرنا اور ایک شریعت اپنی قوم کو دینا ہے۔ قرآن کریم میں آپ کا ذکر کثرت احاطہ جس کی وجہ آپ سے آنحضرت
صلی علیہ وسلم کی شاعت ہے۔

لیلۃ قمر ناموہب اکتساب سے صحیح صادق و یک کے دفعہ کو کہا جائے۔ یوں تو چالیس راتوں میں چالیس من بھی شامل ہیں۔ مگر بات کے لئے جو کمزوریات زیادہ دروزوں ہے شاید اس منہا بہت سے لیلۃ کا فائدہ اختیار کیا۔ لیلۃ ۱۳۶ میں چالیس کی جگہ تیس اور دس کہا دوا حدیثا موصوفی ثلثین لیلۃ والجمعنا بعضاً +

بائیں میں حضرت موسیٰ کا چلیس دن پہاڑ پر رہنا خوب ہے اور موسیٰ نے چلی کے میدان کو گلیلیا اور پہاڑ کو تھبکیا اور
موسیٰ پہاڑ چلیس دن مات رہا اور ۲۴ (۱۸) روز غلت کا زمانہ تھا جب حضرت موسیٰ پر قریت کے احکام نازل ہوئے ۱۰۱ یہ
واقعیہ مصر سے آنے کے بعد کا ہے پہلا کام حضرت موسیٰ کے سپرد و سر فونی کیا گیا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کو ذروں کے چبوتے نکال
اور شرح وہ نکال دلائے تشریفات نازل ہوئی +

مذکورہ شخص نے تمام اخراجات کا جب ایک مستقل دفتر بنانے کے ارادے میں اس سے درپس ملو یہ ہے کہ اس نے ایک بچے کی صورت بنائی
مخصوص جہاں بنی اس میں چار سو سال سے بچے کے گائے کی پرورش ہوتی تھی اس کا ارادہ بنی اس میں بچہ اور ایسے ہندوستان میں
ہندوؤں کی بہت سی باتوں کا اثر شامل ہے جو بچے پر بہت سی قوت پرستی کی ترقی عام کا یہی ایک موجب ہے اور بہت سے
رسوم و رواج ہندوؤں کے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں حضرت موسیٰ چلیس دن کے لئے پناہ پر گئے تھے قبطی اس میں نے
ایک بچے کا بت بنا کر اس کی پرورش شروع کر دی اس کی تفصیل قرآن شریف میں سورہ طہ میں ہے اور بائبل میں کتاب یسوع
کے ۲۷ باب میں ہے

۱۵۷۱ عرفتاً جنھو کے اہل کسی گھر کے لئے کا قصہ کہ میں اس نے وہ صحائف منقول و روایات پر مبنی مشاہدہ
 بجا نہ آئی دو سرے معنی کی مرے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت صلعم نے اصفیٰ علیہ السلام کا حکم دیا جس کے معنی ایشیہ نے کئے
 ہیں وہ ان جو خوش شہادہ و دلچسپ قصہ کا شہادہ اب (ت) یعنی کہ ڈالشی کے بالوں کو نہ دیا کیلئے مرنجیل کی طرح چڑھنا نہ
 کیا جائے تا وہ حضرت جنتہ کے معنی ہیں اس نے دیکھ کر منہ کے دو کر کے کا قصہ کہ میں آگے یا اسے مشاہدہ کیا۔

شکر و نعت کا تصور اور اس کا ظاہر کرنا ہر ایک شکر و نعت جی دل کا شاعر ہے جس کا تصور ہے ہوا ایک شکر و نعت جی زبان کا شاعر ہے جو اپنے دل کے شائبے اور ایک شکر و نعت جی احسان کا شاعر ہے جس سے نعت کی کائنات اس کے استحقاق کے مطابق دریا ہے (غ) اور شکر و نعت کفر و نعت کے مقابل ہے جس میں نعت کو چھپانے کے (غ) اس نے شکر و احسان جی نعت کو چھپاتا اور اس کا چھپانا ہے (د) اور اللہ تعالیٰ شکر و نعت جی توحید کے عمل پر بہت بڑی جزا دینے والا ہے، شکر ہے اس کے پس جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو

علا کہ خفتان حق و باطل میں فرق کو کتنے ہی مفسد فقیہ علم پروردگار نے ٹھیس جگ جبر کو بھی نشان کہہ کریم الفتنان میں علم الحق الحق (الافتان) فرقان

وَاذْكُرْ لَكُمْ يَوْمَ لَنْ تَوْفِيَهُمْ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ لِلَّهِ بَهِرَةً فَاخْذُكُمُ

اور جب تم کو اسے موتی بہرہ دینی بات بھی نہ مانگے جینک کہ کھلا کھلا اللہ کو دے دیکھیں پس تم کو ہولناک

الصُّبْحَةَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

آواز نہ آئی اور تم دیکھ رہے تھے

ما کہو مت، جیسے ظلمتم انفسکھنی اپنے آپ پر ظلم کیا اور آج یا بھائی بندے صفی میں لڑی استطال ہو تا ہے فسلمو علی انفسکم واللہ ۶۱ میں ایسا ہی ظن المؤمنون والمؤمنات با انفسهم خیر والاعراف میں انفس سے مراد اہل ایمان اور اہل شریعت لئے گئے ہیں فاقولوا انفسکم میں مراد بھائی بھینچی ہو سکتے ہیں اور سب نفس بھی جیسا ظلمتم انفسک میں مراد قومیت میں ہے کوئی لادی کو حضرت موسیٰ نے حکم دیا تھا کہ تم میں سے ہر مرد اپنی کمربت پوار یا غیسے اور ہر مرد کو تم اپنے بھائی کو اور ہر ایک آدمی اپنے دوست کو اور ہر ایک آدمی اپنے قریب کو قتل کرے چنانچہ اس دن لوگوں میں سے وہ ایک تین چار مرد مارے گئے خروج ۲۶: ۲۸ میں ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ درست ہو اور قرآن کریم نے فاقولوا انفسکم میں ای طرف اشارہ کیا ہریشی اپنے لوگوں کو جاس شرک کے بانی مبنی اور قوم کو گمراہ کرنے والے ہیں قتل کرو۔ مگر دوسرے معنی جا نام راغب نے بھی نقل کئے ہیں کہ قتل نفس سے مراد ادا طافۃ الشہوات ہے بلحاذا سیاق و سباق بہتر معلوم ہوتے ہیں۔ نیز مگر اول تو ظلمتم انفسکھنی نفسوں میں ظلم کا لفظ ہے اس سے مراد بھی ذیل خواہشات میں مبتلا ہونا ہے دوسرے تو یہ کہ یہاں صاف طور پر مذکور بھی ہے اور اس کے بعد گویا بتایا کہ تو یہ ایسی ہو کہ وہ بارہ اس قسم کی ذلیل حرکت کرتے نہ مردود اس لئے اپنے نفسوں کو بہت فراموش نہ بناؤ۔ اور اگلے الفاظ کتاب علیکم بھی ای طرف اشارہ کرتے ہیں اور سورہ اعراف میں جہاں اس واقعہ کا زیادہ تفصیل سے بیان ہے صرف تو یہ ہی کا ذکر ہے دیکھو الاعراف ۱۵۰ میں یہ دوسرے موقع کی تفصیل بھی دوسرے معنی کو ترجیح دیتی ہے

وَاذْكُرْ لَنْ تَوْفِيَهُمْ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ لِلَّهِ بَهِرَةً فَاخْذُكُمُ
خود ہی خدا کو نہ دیکھیں۔ یہ کہنے والے سانسہ بنی اور کھیل میں بلکہ وہ ستر آدمی ہیں جن کو حضرت موسیٰ قوم میں سے منتخب کیے ساتھ لے گئے تھے جیسا کہ سورہ اعراف میں ہے وَاذْكُرْ لَمْ يَوْمَ لَنْ تَوْفِيَهُمْ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ لِلَّهِ بَهِرَةً فَاخْذُكُمُ
اپنی قوم سے ستر آدمی ہا رسے میقات کے لئے جن نے یہ میقات اور وادعانا والا منور ایک بتی ہیں۔ یہ ستر آدمی حضرت موسیٰ کے ساتھ طرح ہو گئے۔ اور انہیں نے یہ لفظ کہے کہ جینک ہم خدا کو اس طرح نہ دیکھیں جس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس وقت میں تمام اسے کہنے سے نہیں ان کا کہتے حضرت موسیٰ نے ان کی ضد کو کہہ کر انہیں سوال کیا رب ادق انفسک الیک والاعراف ۱۵۰
جیسے خصوصیت کے حاملوں کی وغیرہ پر زور دیا کہ تم اپنے حق کی حلا کر اس کو ناپسندی فرما سکتے جیسا کہ ان کے قول اذْكُرْ لَنْ تَوْفِيَهُمْ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىٰ لِلَّهِ بَهِرَةً خدا تعالیٰ نے اپنی ایک کھلی دکھائی جس سے پہاڑیں زلزلہ لگایا جملہ دنیا میں ہی اشارہ ہے ادیبوں کو یا اگر اللہ تعالیٰ کو اس کے کاموں اور عجیب قدرتوں سے پچا نا ہوتا ہے ان انکوں سے نہیں دیکھا جاتا ای کو یہاں صاف عاقبت کا ہے سورہ اعراف میں ای کو الیافۃ یعنی لفظ بھی کہتا ہے لَمَّا اخذَ تَمَّ الرِّجْلَةَ (الاعراف ۱۵۰) جب ان کو زلزلہ آئی۔ ای طرح قرآن شریف میں شروہ کے خطاب کو ایک جگہ رجۃ معنی زلزلہ کہا ہے فَاخْذُ تَمَّ الرِّجْلَةَ (الاعراف ۱۵۰) اور دوسری جگہ بھی کہ صاف عاقبت کا ہے فَاخْذُ تَمَّ الرِّجْلَةَ (الاعراف ۱۵۰) پس صاف عاقبت کے معنی ہولناک واز

نفس سے دیکھنا

یہ مرنش کا لاشہ دیکھنا

حضرت موسیٰ کا منہ دھو کر برہان الیقین کرنا

صاف عاقبت کا ہے ایک باتیں

وَادْخُلُوا الْبَابَ مُجْتَلًا ۖ وَقُولُوا حِطَّةٌ ۖ تَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ وَسَنَرِزِقُ

اور دروازے میں فرما نہ داری سے داخل ہو جاؤ اور کہو ہماری خطائیں معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں میں معاف ہو جائیں گے اور

الْمُحْسِنِينَ ۚ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ ۚ ۵۹

اصلاح کرنے والوں کو اور زیادہ بھی دیکھ کر ان لوگوں نے جو ظالم تھے بات کو بدل کر اس کے خلاف بنا دیا جو انہیں کہا گیا تھا

فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رَجْرًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ يَا كَاذِبُوا يَفْسُقُونَ ۚ

پس ہم نے ان پر جو ظالم تھے اور اسے ایک عذاب بھیجا اس لئے کہ وہ بدبھدی کر رہے تھے ۶۰

۵۸ امام راغب نے مجتہد کے معنی میں متذللین متقاربین یعنی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کرتے ہوئے یا
تقیل حکم کرتے ہوئے یہی معنی یہاں درست ہیں۔ اسی کے مطابق سورہ ماہدہ میں ہے ادخلوا علیہم الباب (المائدہ ۲۶) یہ امر انہیں کہ عجبہ کرتے ہوئے داخل ہو +

۵۹ حطۃ کھڑے معنی اور پسے ہوئے آثار ناپیں (ح) اور حطۃ کے معنی ہیں خطۃ غناذ فرینا (ح) یعنی ہمارے گناہ دور کرنے
جائیں۔ اسی کے قریب قریب معنی حسن قتادہ وغیرہم سے مروی ہیں۔ ابن عباس سے حضرت عائشہ معنی مروی ہیں۔ تفسیر الکفر
خطا یا کفر و حطۃ کی دعا کا جواب ہے اس سے بھی اسکی معنی کی تائید ہوتی ہے +

۶۰ بات کے بدل دینے کے معنی یہ ہیں کہ اسے قبول نہ کیا۔ خارج کر دیا اور اسے انکار کیا۔ اس کی تفصیل ماہدہ میں ہے
اور اس کی بجائے زراعت وغیرہ کو چالاکانہ کی چیزیں (۵۹) یعنی اسکی حدیث میں جو آتا ہے کہ حطۃ کی جگہ انہوں نے
حبۃ فی شمعۃ کہا یعنی بالی ہیں وانا جو زراعت کی طرف اشارہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جو تبدیلی انہوں نے چاہی وہ یہی تھی
کہ بجائے جنگ میں جانے کے ہم دعا کرتے ہیں گے اور یوں جنگ کو ناپسند کیا جو کہ حطۃ دینی کے مطابق دوسری جگہ ہے
فاذهب انت وویلک فقالوا انا ههنا قاصدون (المائدہ ۲۷) یعنی ہم جنگ نہیں کریں گے تم اور تمہارا
رب جنگ کر دے

۶۱ کے معنی ریختہ کے اصل معنی اضطراب ہیں۔ اور اس عذاب کو رجز کہا جاتا ہے جو پنی شدت کی وجہ سے قتل پیدا کرے
(د) اور اسے علی کوئی جو ایسا عذاب پیدا کرے۔ رجز کہا جاتا ہے۔ اور سنائی کی حدیث میں طاعون کو بھی رجز
کہا ہے +

من السماء۔ یا اور پسے آئے ہیں یہ اشارہ ہے کہ وہ متضاد و قدر اٹل ہو گئے۔ روح المعانی میں ہے مشکلفۃ
الی الجحۃ الحق یكون منها القضاء او مبالغة فی علوہ بالقرع والاسیلا یعنی من السحاب اشارہ ہے اس
جہت کی طرف جہاں سے قضا آتی ہے یا مبالغہ ہے اس کے علویں قدر اور قلب کے ساتھ۔ دوسری جگہ ہے کہ
چالیس سال جنگ میں شکستیں کھرتے رہیں گے۔ یہی وہ قتل پیدا کرنے والا عذاب ہے۔ اور اگر ہذا القریۃ سے
سقیم مراد دیا جائے تو عذاب طاعون ہو گا جس سے اسرائیلی وہاں ہلاک ہوئے (تفسیر ۲۵-۲۹)

تجید ۱

حطۃ

یہ اس میں ہو گیا
میں بدلنے سے تھا

ریختہ

من السماء

ریز کا عذاب

۷۰. وَإِذْ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوِيهِ فَقُلْنَا أَغْرِبْ بِعَصَاكَ الْخَمْرَ فَالْقَوْمُ لَمْ يَلْزِمْنَا عَسَاةَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی نکال دیا تو ہم نے کہا اے چٹان پرارو! اس سے بارہ چٹپے پھوٹ

عَيْنَا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مِّنْهُمْ أَنَّهُمْ إِذْ يُنَادُونَ رَبَّهُمْ رَبَّنَا ارْزُقْنَا إِلَهَ لَا تُعَذِّبُنَا وَلَا تَرْجُفْنَا مِن فَرَقٍ

غلط سب قبیلوں نے اپنا اپنا کھاٹا مان لیا اللہ کے دینے سے کھاؤ اور پناہ دے اور فساد پیدا نہ کر دینے سے نہ بڑھو

۷۱. اضرب اضرب ایک چیز کے دوسری پر اسے کہتے ہیں اور ضرب فی الارض کے معنی زمین میں چٹانیں (خ)، بلکہ تاج العروہ میں ضرب باہنی ضربا لکھا ہے یعنی چلا گیا۔ اسی لئے ضرب العناط کے معنی ہیں قضاے حاجت کے لئے گیا اور ضرب کے معنی بار تابھی گئے ہیں +

عصا عصا، امر صنت نے عصا کے اصل معنی جوق اور اختلاف لکھے ہیں (دل) یعنی اکٹھا ہونا۔ بلکہ مصری کہتے ہیں کہ عصا کے معنی سوٹا اس لئے کہ اس پر انگلیوں کا اجتماع ہوتا ہے (دل) اس لئے عصا کے معنی حاجت اور مصوت کے معنی میں جمع کیا لغت میں آئے ہیں۔ خوارج کے متعلق آیت شقوا عصا المسلمين یعنی انہوں نے مسلمانوں کی حاجت میں اختلاف ڈال دیا۔ ایسی ہی آیات و قبیل العصا کے معنی ہیں کہ حاجت اسلام میں تفرقہ ڈالنے والوں سے پھر جس عصا کے معنی سوٹا اور حاجت دونوں ہو سکتے ہیں +

۷۲. اضرب بضم الهمزة الضمیر کے معنی طرح طرح ہو سکتے ہیں اپنا سوٹا چٹان پر مارو۔ اپنے سوٹے سے چٹان پہلے جاؤ۔ اپنی حاجت کے ساتھ چٹان پہلے جاؤ +

۷۳. اضرب بضم الهمزة الضمیر کے معنی کسی چیز کی ذوق پھٹ جانا اور بغیر صبح کو کھٹے کو کہہ رات کو چھڑاتی ہو (خ)، غیور اور غیور میں وقت پانی جاتی ہے۔ سورہ اعراف میں اسی موقع پر بیعت ہے اس کے معنی میں ہی پھٹ کھٹا ہر گزیر اول خروج پر بولا جاتا ہے (دو تھوڑا ہوتا ہے)، اور قلین یا انھما اس پر بھی بولا جاتا ہے جو بیعت سے نکل کر یا ہر جاتا اور دست اختیار کر لیتا ہے۔ اور غیور جس سے فوج ہے۔ دیانت نہ کر دے کو چھاڑتا ہے (خ) عین اصل معنی آنکھ ہیں۔ پانی غٹنے کی جگہ کو اسی کھانے سے عین کہا جاتا ہے کیونکہ آنکھ سے بھی پانی نھتا ہے۔ جانو کہ عین کھٹے اس لئے کہ وہ خصوصیت سے ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ سورہ کو عین کہتے ہیں اس لئے کہ فضل الجاہر ہے جس طرح آنکھ فضل الاعداء سے کسی چیز کی ذات کو بھی اس کا عین کہتے ہیں (دعا) +

۷۴. اناس۔ الناس کی دوسری صورت ہے اناس یا الناس بعض وقت یعنی قبیلہ اور خطا بھی آتا ہے (دعا) یہاں یہی معنی بنے گئے ہیں بنی اسرائیل کے بارہوی قبیلے تھے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بارہ قبیلے علیحدہ علیحدہ چشموں پر مجرمن ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ بارہ چٹپے الگ الگ مقامات پر ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہوں گے +

۷۵. عنی حیث عنی، عنی سے ہے عنی اور حیث دونوں کے معنی فساد ہیں (خ)، یا اس کے معنی حد سے گزرنا ہیں اور پھر فساد میں حد سے گزر جانے پر بولا گیا ہے +

۷۶. عنی حیث عنی، عنی سے ہے عنی اور حیث دونوں کے معنی فساد ہیں (خ)، یا اس کے معنی حد سے گزرنا ہیں اور پھر فساد میں حد سے گزر جانے پر بولا گیا ہے +

۷۷. عنی حیث عنی، عنی سے ہے عنی اور حیث دونوں کے معنی فساد ہیں (خ)، یا اس کے معنی حد سے گزرنا ہیں اور پھر فساد میں حد سے گزر جانے پر بولا گیا ہے +

ع
نہا
میں
نہا

ضرب

عصا

اضرب

غیر

غیر

انجاس

نجد

عین

اناس

عنی حیث

انسان

میں

بارہ

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ اللَّيْلَةُ وَالْمُسْكَنَةُ مُرَابَّاءُ وَيُغْضِبُ قَرْنٌ لِلَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا

اور وہ اللہ کے غضب کا کھین گئے یہ اس لئے تھا کہ وہ مالکی

يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ

باطل کا اعتراف کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق مار رہے تھے یہ اس لئے تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور سب سے بڑھتے ۹۰

جی ہے مگر یہاں ٹکڑے اور مرد اور شہر ہے ۹۰

اولیٰ اور دوسرے مرد وہاں اولیٰ اور دوسرے حالات معلوم ہوئی ہے۔ وہ سبڑیاں نکالیں چاہتے ہیں وہ بغیر کسی اختیار کے کسی کے بیان میں بکریں جو قمر خدا رحمت میں جگہ جگہ کی وہ خلق نہیں رہ سکتی۔ اس نے ان کو کھانا یا گوشت نہ کھانے کی مشق نہیں مگر یہ حالت انجام کار نہ ہوا۔ یعنی زیادہ غضب نہ رحمت میں لگ جائے تو فتنہ رحمت میں نہیں آسکتیں پہلی طرز بھی بتا دی کہ شہر کی زندگی اختیار نہ کر دے کیسے ہی باقی کرے یہ چیزیں مل جائیں گی۔ ان کی خواہشات کا یہ بلان اس قسم کے کار کی طرف اس لئے بھی زیادہ تھا کہ ہم میں وہ ایسے ہی کام زیادہ کر کے تھے دوسرے معنی شہر میں اور یہاں ملک دوسرے مرد نہیں بلکہ مرد ایسے کہ ایک شہر کی صورت میں رہائش اختیار کر لو ۹۰

۹۰ ضربت علیہم یہ عاودہ ضربت النجیۃ کے یہاں ایسے معنی اس لئے عاودہ لکھا گیا۔ مرد وہ ہے کہ ذلت سے ان کو اس طرح ضرب اندر پھینک دیا جیسے شہر اس شخص کو جس پر عہد لگا یا جاسکے ۹۰

الذَّلَّةُ سُذُنٌ اور ذلۃ کے یہ بھی معنی ہیں مگر یہاں حکوم ہونے کی حالت اور ذلۃ وہ ہے جو صعوبت کے بعد (مگر ذلۃ ایسی ملک کی حالت ہے جس کے ساتھ قتل و غارت گری کی پوری کراہی ہو ۱۱ میں مفسرین نے لکھا ہے۔ کیونکہ یہ حکومت کی ذلیل ترین حالت ہے ۹۰

المسکنة ممکن ہے کہ جو حرکت کے بعد ٹھہر جائے گا نام ہے (خ) اور متکثر کے معنی زوال و مہجہ بھی ہیں (خ) اور اس کے معنی ہیں جھکنا اور ذلۃ اور حال پر داخل ہیں اور یہی مسکنۃ سے مراد غضب معنی کراہی ہوتی ہے (ل) گو یا مسکن کی حالت وہ ہے کہ جو حکمران ہوتے کئے لئے ہاتھ پاؤں نہ آسکیں پس یہ حکومت کا دوام ہے ۹۰

بأذنیہ وہ اصل میں مکان کے اجڑا ہونے کی حالت ہے اور بلکہ غضب من اللہ کے معنی ہیں ایسے مکان میں اتمار کہ اس کے ساتھ اللہ کا غضب (خ) اسی نے یقیناً جگہ بنائے کے معنی میں ہے یا باعد کے معنی یہ عقل میں گڑھا اس گڑھا یا غضب کی جگہ نہ گیا (ت) اور باعد کے معنی دیکھی آئے ہیں یعنی لوٹ آیا ۹۰

يَقْتُلُونَ قَتْلَ کے معنی میں بیان ہو چکے ہیں روح المعانی میں آیت ۷ میں ذیلًا قَتْلُونَ (غیا) کے ایک گڑھ کو قتل کرتے ہوئے قتل کے معنی میں کہیں وہاں من القتل مبادیۃ الاسباب للوجوب لظول النجیۃ مراد عیب عیبہ کو لا یعنی قتل سے مراد ان اسباب کا حصول ہے جن سے حیات نازل ہو سکتی ہے طاعہ اس میں زوال حیات مرتب ہو یا نہ اور یہی فی الواقع ہے کہ ایک فعل کے اشراف پر عام طور پر وہ غلط ہو گیا کہ جو اصل فعل بطلات کرنا خود قرآن شریف میں اس کی کئی مثالیں ہیں جیسے قتلن اہل بیت ۲۳ میں ہلکے سے مراد واقعی بھی مانا نہیں بلکہ پہنچنے کے قریب ہونا ہے پس قتلن البہیین میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے قتل کے درپے ہوتے تھے اور دیکھی ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے قتل کر دیتے تھے ۹۰

نراعت اور نراعت
نہی کا متبادل

ضرب

ذل - ذلۃ

سکن

مسکنۃ

بأ -

قتل یعنی ذلۃ

یقتل

۶۳ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

اور جب ہم نے تم سے اور تمہارا سے اوپر ہاتھ بلند کیا

جب ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو

انصاری: نصہاف کی جمع ہے۔ اور یہ نام حضرت موسیٰ کے گاؤں نامہ سے مشتق ہے بعض نے اس کو عربی وادعیا سے لے کر کوشش کی ہے مگر یہ تاویل بعید ہے *

انصاری: صحابی کی جمع ہے جو عبادت سے جس کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں چلا گیا (ت) اور مکے میں معنی ہیں ظاہر ہوا رخ، اسی وجہ سے کفار غیبت کو صحابی کہتے تھے۔ صحابی کون لوگ ہیں اس کی مختلف تویا کی گئی ہیں بعض کے نزدیک وہ ملائکہ کی جہات کہتے تھے بعض کے نزدیک ستاروں کی بعض کہتے ہیں وہ دین فوج پر تھے بعض کہتے ہیں یہود و نصاریٰ کے بین بین ایک فرقہ تھا۔ انکو پیٹیا یا بری ٹینیکا میں ہے کہ یہ ایک نیم عیسائی فرقہ تھا جو یہود و نصاریٰ کے مریوں سے بہت ممتا جلتا تھا۔ یہ راسے آخری خیال کے ساتھ فنی ہے۔ اور یہود و نصاریٰ کے ذمہ کے ساتھ تین تھیں ہیں *

ایمان باللہ وایوم الآخر کو قرآن کریم نے مسلمان ہونے کے مرادف رکھا ہے۔ دیکھو نوٹ ۲ سورہ کاد کے آخیں یہ ذکر کرتے ہوئے کہ اللہ وایوم الآخر کو ایمان لائے والی قوم اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت نہیں رکھ سکتی فرمایا: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَلَا يَهْدِيهِمْ بُرْهُ حَذِثَ مِثْقَىٰ ذُرِّيَّةٍ مِّنْ اِنسٍ لَّا يَتَذَكَّرُ اُولٰٓئِكَ سَاعَةَ اَن كُنْ تَاۤتِيهِمْ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُدُّهُمْ وَلَا طَوْلُ اِيْمَانِهِمْ اِنْ لَا يَرَوْنَ نَارًا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ السَّعِيرِ

پچھلے کلمے کے خاتمہ پر یہ بتایا گیا کہ ان فریبوں کی وجہ سے ذلت اور کمزوری ہو کر رہی گئی۔ اور وہ اللہ کے غضب کے پیچھے آگئے۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جنت الہی کا دروازہ ہمیشہ کھلے گا کسی قوم پرندہ نہیں جو ایمان کی نذر ہوئی ہے اور یہود اب بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں اور قوموں میں ممتاز ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلام لائیں اس فرض قیودوں کو رحمت کی راہ بنائے گی کہ گمراہ کو عام اصول کے ذمہ میں بیان کیا اس لئے کہ یہود سمجھتے تھے کہ تو یہودی کو نجات مل سکتی ہے اور دنیا کی دوسری قومیں سب کی سب محروم کی گئی ہیں پس یہاں یہ اصول بیان کر دیا کہ کئی قوم بحیثیت قوم نجات کی شکیکا رہے نہ نجات سے محروم ہے۔ اسلام کا دواثرہ دین ہے۔ ہر ایک قوم اس میں داخل ہو سکتی ہے۔ ایمان اور عمل صالح شرط ہیں۔ اللہ بین امتوں سے مراد منہ سے دھوی ایمان کرنے والے ہیں اور ان کو یہودیوں اور نصاریوں کے ساتھ رکھ کر یہ بتا دیا کہ وہ جو ایمان سے چھٹا خا نہ تھیں *

اسلام اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ دوسرے مذاہب میں بھی صداقت ہے۔ اس میں صداقت میں جلال کی نیر ہو گئی ہے۔ مگر وہ صداقت اپنے کمال میں صرف اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ جو فہم علیہم ولا یفہم یحرفون کی حالت جو اس دنیا میں ہی انسان کو بخشی بنا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا کمال قرب عطا فرماتی ہے۔ صرف اسلام سے ہی ممکن ہے۔ ان الفاظ سے یہ مطلب نکالنا کہ عیسائی وہ کہ وہ تشریف اور کفارہ پر ایمان رکھ کر بھی انسان نجات پا سکتا ہے قرآن کریم کی تا تمظیم کے علاوہ ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام والی عبارت۔ ومن یتقہ ھذہ الاسلام یتقہ انفس قبل منہ (آل عمران ۴۴) اور یہی آیات نجات کا لے لئے آنحضرت صلی علیہ وسلم پر ایمان کو ضروری ٹھہرائی ہیں بدو شہادت خاتم النبیین اب کی شخص خدا کے قرب کو حاصل نہیں کر سکتا گوا کہ حد تک گناہ سے پاک ہو جاتا ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ

وَأَذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۖ

اور جو اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم متقی بنو ۷۳ پھر اس کے بعد

فَاُولَٰئِكَ فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو ۷۴ اور بیشک تم نے

الَّذِينَ اعْتَدُوا لَكُمْ فِي السَّابِقِ فَعَلْنَا لَهُمْ كُفْرًا بَرْدَةً خَاسِرِينَ ۝

کو جاننے پر جو تم میں سے بہت کے معاملہ میں حد سے غل گئے ہیں ہم نے ان کو کفر کا ذوق بڑھ دیا ۷۵

ایمان باندھنا، مراد تو حیوانی پرانوں کا نام ہے تو اول تو یہ ایمان لکھا نہیں یہی ۷۰ مری جلد سے یہ تیسرہ نکال جائے گی۔

دوسری جگہ یہی قید لگا کر ہے تو پھر دی تمہاریوں نہ لگائیں جو وہ قرآن شریف نے لگا کر ان کا ایمان باندھ دیا اور ایمان الّا خسر سے مراد مسلمان ہو کر ہے۔ اور وہ سب کچھ بھی جسے اعلیٰ صاحب کو کافی نہ ہوئے۔ کروڑوں کی تعداد میں وہ لوگ ہیں جو یہ تین خدا ماننے میں یا بت پرستی کے ساتھ خدا ماننے میں یا بد مذہب کے یہ ردول کی طرح خدا کے منکر میں یا دھرم پر ہیں ایمان باندھ سے مراد صرف تو حیداری لینے سے حاصل ہونے کی بجائے ۷۱ قرآن کریم کے وہ سب مقامات کی بھی مخالفت لازم آتی جہاں پادین اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ صرف اسلام کو قرار دیا ہے۔

۷۲ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ صرف اسلام کو قرار دیا ہے۔

اختصاصی

کرنا ہے کہ ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں گے۔

رد

۷۳ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور جو اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم متقی بنو ۷۳ پھر اس کے بعد

۷۴ فَاُولَٰئِكَ فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو ۷۴ اور بیشک تم نے

الَّذِينَ اعْتَدُوا لَكُمْ فِي السَّابِقِ فَعَلْنَا لَهُمْ كُفْرًا بَرْدَةً خَاسِرِينَ ۝

کو جاننے پر جو تم میں سے بہت کے معاملہ میں حد سے غل گئے ہیں ہم نے ان کو کفر کا ذوق بڑھ دیا ۷۵

۷۶ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ صرف اسلام کو قرار دیا ہے۔

۷۷ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۖ

اور جو اس میں ہے اس کو یاد رکھو تاکہ تم متقی بنو ۷۳ پھر اس کے بعد

۷۸ فَاُولَٰئِكَ فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو ۷۸ اور بیشک تم نے

الَّذِينَ اعْتَدُوا لَكُمْ فِي السَّابِقِ فَعَلْنَا لَهُمْ كُفْرًا بَرْدَةً خَاسِرِينَ ۝

کو جاننے پر جو تم میں سے بہت کے معاملہ میں حد سے غل گئے ہیں ہم نے ان کو کفر کا ذوق بڑھ دیا ۷۹

۸۰ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اور خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی حقیقی راہ صرف اسلام کو قرار دیا ہے۔

خدا و اختلا

خدا

پادشاہ سے

۶۶ جَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّلْمُتَّقِينَ

سو ہم نے انہیں عبرت بنایا ان کے لئے جو ان کے سامنے تھے اور ان کے پیچھے ہیں اور متقیوں کے لئے نصیحت بنایا

سے تباہ و کلام نام ہے +

سببت کے اس معنی کا نشانہ ہے رخ، اور اصطلاح میں ایک خاص دن تھا یہودیوں کو ہفتہ میں ایک دن یعنی شنبہ کو لا رہا بند رکھنے کا حکم تھا اس لئے وہ دن کاروبار کے قطع ہونے کی وجہ سے سبت کہلایا، اعتقاد فی السبب سے مراد سبت کے حکم کو توڑنے سے ہفتہ میں ایک دن ان کی عبادت کے لئے مقرر تھا جب اس دن بھی خدا کی طرف دھیان نہ لگایا اور اپنی دنیا میں ہی مبتلا ہو، تو اخلاق فاضلہ سے آہستہ آہستہ غاری ہو جت چلے گئے +

قرہ دہ، قیل ذکر جمع ہے بندہ

خامسین مخصیصاً سے ہے جس کے معنی ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جانا میں رخ، وہ زخروں کے متعلق اسبب سے، قال الحسنى في الموضع ۱۰۸، ۱۰۹ سورہ ناس میں ہے ينقلب اليك البصر خاضعاً للمآلات (المآلات ۴۰) جہاں متعجباً معنی لئے گئے ہیں +

کو فدا قرہ دہ خامسین ۱۰۸، ۱۰۹ مجاہد سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے، قال مصنف قلوبہم ولہم یسبحوا قرہ دہ معنی ان کے دل میں سبھ گھومتے تھے اور صریح میں سبھ جو کر بند نہیں ہے مغفوات میں بھی منقول ہے قیل بل جعل اخلاقہم کما خافوا یعنی ان کے اخلاق بندروں کے سے ہو گئے، اس تفسیر کی تائید قرآن کریم کے دیگر مقامات سے ہوتی ہے۔ انسان ۴۱ میں ہے اول نظہم کما لعنا اصحاب السبت یعنی ہم ان پر لعنت کریں جیسا سبت والوں پر لعنت کی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر لعنت واقع ہوئی یعنی لعنت صحابہ سبت پر ہوئی لیکن اول الذکر بند نہیں بلہ گئے بلکہ ذلیل کئے گئے، اسی طرح دوسری جگہ غلہ جعل منہم القرۃ والحنازیر وعبد الطاغوت اولئک شر مبکرات و افضل عن مسواہ السلیل زلا! لندک ۶۰ یعنی ان میں سے بندہ اور سوار ہوئے اور وہ جنہ شیطان کی پرستش کی یہ لوگ بہت بری حالت میں ہیں اور سید سے رستہ سے بہت دور چلے گئے۔ اب جو لوگ بندہ اور سوار رہنے انہی کے متعلق فرمایا ان کی حالت بہت ڈرا ب ہے اور وہ یہ بھی راہ سے دور چلے گئے، یہ انسان کو ملزم کرنے کا طریق ہے جو ان کو ۱۰ اور قرآن کریم ایسے کام و بات سے چھوڑ دے کسی کو گدے سے مثال دیتی کھنڈ لالہ کسی کو کھنڈے سے کھنڈ لالہ کھنڈ بندہ ایک تعال جاؤر سے یعنی انسان کے نفس کی فعل کرتا ہے گوس کے نیچے حقیقت نہیں ہوتی پس ان کو بندہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ محض تعالیٰ کے طور پر رسوم و اکرے ہیں اور ان کا خالص حقیقت سے خالی ہیں یا دولت کے لحاظ سے ان کو بندہ کہنا ہے اور اس کی طرف خامسین میں، اشارہ ہے عربی زبان میں بندہ کی مثال ناک کی کثرت کے لئے دی جاتی ہے انفی من قومہ اور یہودیوں میں اس بڑی کی کثرت پر ذلیل گواہ ہے پیڑ سے وہ ہیں جو فتن و فحش کے پیر ہیں یہ بی بیج باپ کو بھی نہیں دیتے نہ سزا کی... کسی نے دوسرے کی جورو سے بولا کما کیا ہے اور دوسرے نے اپنی جورو سے زانی کی ہے دوسری نے اپنی بہن سے بی بیج کی بڑی کو تیسرے دیران خواب کیا ہے دوسری ۲۲: ۹۰-۱۱۱ ان تمام باتوں کے لحاظ سے یہ لوگ بندہ بن گئے +

۹۵ بحال جو بڑا ناک سزا کو کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوکل کے معنی تیر کر کے ہیں رخ، اور نکال سے مراد وہ منہ سے جو دوسرے کا کیا

کام کرنے سے روک دینا رخ، مابین یوں کہ اسے ملو اس زمانہ کے لوگ، اور ماخلع سے سمجھے گئے و انی سلس ہیں +

موضع، وعظا ایسا روکنا ہے جس کے ساتھ تخفیف ہو معنی ٹپسے کام سے اس کا بجا نہیں کرنا یا وہی ابوی

کا لہ و اسے جس سے قلب میں رقت پیدا ہو رخ، موضعۃ اسی سے آگے ہے +

و عظ

موضعۃ

نقل اسرائیل بن ہرنا

قد دہ
خاضعاً

وَأَذَقْتُمُو نَفْسًا أَفْأَدَّرْتُمُوهَا وَلِلَّهِ الْخُرُجُ مِمَّا هِيَ ۚ وَاللَّهُ فَاحِشٌ ۚ
وَأَذَقْتُمُو نَفْسًا أَفْأَدَّرْتُمُوهَا ۖ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ قُلْنَا اضْرِبْهُ

اور جب تھے کہ ایک شخص کہ (اپنی طرف) قتل کر دیا جہاں میں اس قتل میں اختلاف کیا اور منطقی طور پر یہ ثابت ہے کہ اس کو

بَعْضُهُمْ أَكْذَابُ لِكُلِّ نَفْسٍ مِّنْهُم مَّا لَمْ يَأْتِ بِذِكْرٍ مِّنَ اللَّهِ الْمَتَىٰ يَأْتِ بِذِكْرٍ لَّكُم مِّنْهُ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

یہاں بعض سے مارو، اس طرح انہی دھڑوں کو زندہ کرتے ہوئے اور تھیں اپنے نشان دکھاتا ہے تاکہ تم عمل سے کام لو۔ عہد

۹۹ قلمت جیہ کہ قتلون النبیین کی تحریروں میں لکھا گیا ہے قتلتم کے معنی یا تو یہاں یہ ہیں کہ تم نے ان تمام اسباب کے جتنے رواج و مذمت کے کے منقطع کرنے کا موجب ہو سکے تھے اور یا یہ کہ تم نے اپنی طرف سے قتل کروا کر کوئی اور ذریعہ جوایا ہو جو کہ اور اقم دورہ سے قتل علمت کے وزن پر اس کا مکمل تلافی نام نہ رہا اور دورہ کے معنی نشوونما جیگر کا زائادہ

اختلاف ہیں۔ دت، خلق کی حدیث میں ہے انا کان الداء من قبلہا جاں درء کے معنی خلاف اور شون نہیں اس لئے دارتہم
کے معنی اختلاف و فتناعلم کئے گئے ہیں جنی تھے اختلاف کیا اور جھگڑا کیا (ج د) اور درء کے معنی دفع بھی آتے ہیں جس کی

مثال: دور دوراً وقت سے دور دوراً عین الخ اب اللہ یوم نؤدۃ عن انفسکم الموت (انور العارفین ص ۱۷۸)

اشثناء ۱۰۱-۹ میں جو عام حکم ہے کہ جب مقتول کا پتہ نہ ملے تو ایک ایسی پھیا لیکر جو شے ملے ذاتی ہو اسے فوج کیا جائے اور اس پر لکھ دوھتے جاہلیں ممکن ہے کہ ان آیات میں اس کی طرف اشارہ ہو۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جس طرح سارے واقعات جن کا ذکر کلمۃ اللہ میں ہے وہ ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف ہیں۔

سے نہیں بچیں۔ بلکہ اس کے مقابلہ پر ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے اور قوال کہہ رہا ہے، خدا کا ذکر تبتا جی اس نے جب پہلے کبھی کو اس آیت پر غور کیا تو ایک لمحے کے فوج کرنے میں تھرتے کس قدر پس و پیش سے کام لیا۔ قوال یہ بتاتا ہے کہ اس کے مقابلہ پر ترس حالت رخ کر دیا کرتے ایک عظیم الشان انسان کو تس کر دیا۔

مفسرین کہتے ہیں ایک شخص نے چھانوٹس کر دیا تھا، کیا اس کی بیٹی سے شادی کر کے اس کی جائیداد کا وارث ہو سکتا ہے؟

ایک کھڑائی اٹھا دو ہر قتل انبیاء میں سے اول کی مثالیں کئی ایک بیان کر دیں مگر دوسرے کی مثال کوئی بیان نہ کی تھی۔ دوسرے فضائیں شایع حلفت کے لئے ہے کسی عظیم الشان انسان کا ذکر ہو سکتا ہے تیسرے تمام قوم ایک معمولی

[illegible]

اب اس کے متعلق چند اور باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ اول یہ کہ اپنی طرف سے قتل کروانے کے بعد پھر ان لوگوں میں خلا جو اسے جیسا فائدہ پہنچا تھا وہی دیکھنا ہے۔ دوسرے وہ قتل میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ فرمایا کہ جو تم جیسا ناچا کرتے تھے اس لئے اسے ظار کرنا تھا۔ اب ایسا قتل یا قتل کی کوشش جس میں اختلاف ہو اور دوسرے قتل بھی کسی ہی کی جاوے پھر

یوحنا کے صلیب پر چڑھانے کا واقعہ پورا وہ کوئی واقعہ اس قسم کا تاریخ نبی اسرائیل میں نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم میں وہ لوگ
جگہ مافرا یا وہ قولہم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم یعنی وہ تو یہی کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا مگر

८

جی، اسوشل کی

مقامت قلبی

5

28

الحمد لله

کھٹے کھٹے

مقابلہ ایک اور

واقعہ

قتلہ فضا میں کسی

نبی کے قتل کا ذکر ہے

پہنچے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مسح قتل کی پیش

۴. ثُمَّ قَسَمْتَ لَقَوْلُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فِيهِ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً

پھر تمہارے دل اس کے بعد سخت ہو گئے سو وہ پتھروں کی جی جگہ سختی میں اس سے بھی زیادہ کم ہو گئے

فرمایا وہاں قتل و مصلوبہ و لگن شبہ رحم انہوں نے اس کو قتل کیا نہ صلیب پر مارا بلکہ ان کے لئے وہ مشابہ بالمقتل کروا گیا۔ اور پھر فرمایا وہاں الذین اختلفوا فیہ لقی شاک منہ النساء۔ وہاں لوگوں نے اس کے بارے میں شک کیا کہ یہ اس کے متعلق شک میں ہیں پس اگر ایک طرف قرآن صفائی سے بتاتے ہیں کہ ان الفاظ میں کسی نبی کے قتل کا ذکر ہے تو دوسری طرف یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسا نبی جس کے قتل میں اختلاف ہو اور کامیابی مذہبی ہو ویرح علیہ السلام ہیں۔ گویا قوم ہو کہ سیدہ عذرا بیوں کا نقشہ کھینچا ہے کہ ایک طرف تو کھائے تک کو ذبح کرنے میں اس قدر بیت و صل کرتے ہیں اور دوسری طرف ایک عظیم الشان نبی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر ہی ہے بھرت مسیح کی ذف اشارہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فوراً بعد فرمایا تم قسمت قتل و بکرم من بعد ذلک پھر تمہارے دل اس کے بعد سخت ہو گئے اور قرآن شریف سے ہی ثابت ہے فطال علیہم الاملا فقصت قلوبہم (الحمد بیڈ ۱۶۰) یعنی ایک لہذا زمانہ گزرنے کے بعد جس کے دل سخت ہو گئے تھے وہیں یہ کوئی ایسا قتل ہے جو حضرت موسیٰ سے لہذا زمانہ گزرنے کے بعد قلع میں آیا۔

قرآن کریم آپذنی
تفسیر کرتا ہے

قرآن کریم بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ ان واقعات کا جو ذکر یہاں ہے۔ وہی ذکر سورۃ النساء میں بھی ہے و کیر آیت ۱۵۳ جہاں خدا کو دیکھنے کی درخواست ہے۔ پھر کھڑا بنائے گا ذکر ہے۔ اور آیت ۱۵۴ جہاں میشاق کا ذکر ہے اور فریض فرامرداری سے داخل ہونے کا حکم ہے اور بیت کے معاملہ میں زیادتی سے روکا ہے۔ اور آیت ۱۵۵ جہاں فیض میشاق اور قتل و فیاض کا ذکر ہے۔ یہ سب کچھ اس کے مطابق ہے جو یہاں سورۃ بقرہ میں بیان ہو۔ اس قدر فرق ہے کہ یہاں تفصیل ہے سورۃ النساء میں انہی واقعات کا ذکر اختصار سے ہے اور کیر آیت ۱۵۴ میں حضرت مسیح کے قتل کی کوشش اس میں ناکامی ہو۔ اختلاف کا ذکر ہے۔ گویا جو کچھ یہاں سورۃ بقرہ میں اشارۃً بیان فرمایا اس کو سورۃ النساء میں کھول کر بیان کر دیا۔ یہ کمال قرآن پاک کا ہے کہ یہ دو سورتیں کئی سال کے فرق پر نازل ہوئی ہیں لیکن ایک میں جو اختصار ہے اس کی دوسری میں تشریح کر دی ہے اور جس کو پہلے تفصیل سے بیان کر دیا تھا اس کا دوسرے کو قدر باختصار ذکر کر دیا۔ یہ معانی بلکہ بھی اس بات کا موید ہے کہ یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کی کوشش کی طرف ہی اشارہ ہے۔

فصل کا مسئلہ

ذکر و منوت پر

حضرت مسیح اور صلیب

صلیب

رہا یہ سوال کہ فطرتاً اضربوا بعضہما سے کیا مراد ہے واضربوا میں ضمیر فطرت کی طرف جاتی ہے۔ کیونکہ بعض وقت فطرت کی ضمیر لفظ صحنی ذکر آ جاتی ہے اور بعضہا کی ضمیر فعل قتل کی طرف جاتی ہے یعنی بعض قتل سے اس کو مار دے یا فعل قتل اس پر چڑھا اور مذہب سے دو چار ہو کر فطرت کی طرف جانا جو مصدر فعل سے معلوم ہے۔ بجز لفظ میں تسلیم کیا گیا ہے اور یہی ہے کہ حضرت مسیح پر چڑھا قتل وارد نہیں ہوا۔ صلیب پر آپ صرف تین گھنٹے رہے اور سختی بھر ڈی دو میں کوئی شخص صلیب کی موت سے مر نہیں سکتا۔ آپ کے ساتھ جو چڑھا قتل دس گھنٹے ان کی ڈبیاں توڑی گئیں آپ کی ڈبیاں نہیں توڑی گئیں یہی قاضی بوجہ بعضہما ہے۔ اور لکھا ہے بھی اللہ المولیٰ لکھتا دیا کہ جس کو تم مردہ خیال کر بیٹھے تھے اسے خدا نے یوں زندہ رکھا یا زندہ کر دیا۔ اور یہ جو فرمایا ہے یہ دیکھو آیا کہ لکھ کر تعلقون تو بتایا کہ سچ جو تم کو مردہ معلوم ہوتا تھا جس طرح اسے خدا نے زندہ کر دیا کہ یہ اللہ کے نام کو بلند کرنا اس کی زندگی کا مقصد تھا اسی طرح اگر تم بھی اعلان کلمہ اللہ کا کام اختیار کرو تو تم ایک مردہ قوم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی عطا فرمائے گا۔

وَأَنَّ مِنَ الْجِبَارَةِ لِمَا يُتَجَرَّمُ مِنْهُ الْأَعْمُرُ وَأَنَّ مِنْهَا لِمَا يَشْقَىٰ فَيُخْرِجُ

اور عین پتھروں میں ایسے بھی ہیں کہ ان سے نہریں بہتی ہیں اور بیشک ان میں ایسے بھی ہیں کہ پھٹتے ہیں تو ان میں سے

مِنْهُ الْمَاءُ وَأَنَّ مِنْهَا لِمَا يَهْطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

پانی غائب ہے اور بیشک ان میں ایسے بھی ہیں کہ اندر سے خوف سے گر جاتے ہیں اور اس سے بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُونَ ۚ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ

جو ذکر ہے ۲۹۔ پس کیا تم امید رکھتے ہو کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے اور ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے

يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يَرْجُؤْنَ مِنْ بَعْدِ عَقْلَوَةٍ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

جو انہوں کے کلام کو سنتے ہیں اس میں تعریف کرتے ہیں اس کے کہ اسے سمجھ لیا اور وہ جانتے ہیں غفلت

۳۰۔ قسمت جو حق اس سخت پتھر کو کہتے ہیں اس لئے قسوة کے معنی دل کی سختی میں آؤ یہاں بمعنی بدل سے +

ان کی سخت دلی کو پختہ پتھروں سے شل دی ہے لیکن باہر اُنید دلاتی ہے ایسے میں بہنے کا واجب پتھر بنا

میں سے بھی نہ پر گل آتی ہیں تو پتھر جیسے سخت دلوں میں سے معلوم کی نہ یہ کیوں نہ نہیں جو ایک عالم کو یزید کو دریں

اس سے نکلے دگر پردہ میں جن سے پھرت کہ قسور نامی پانی نکل آتا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کا نفع بہت وسیع نہیں بعض

ایسے بھی ہیں کہ ان کا نفع اگر دوسروں تک نہ پہنچے تو اپنی ذات میں ہی فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے جلال کے

سامنے جھک جاتے ہیں بنی اسرائیل کی تاریخ تو حسب اسلامی تاریخ کا نقشہ ہے پس بنی اسرائیل سے چھ کر سہاوا

کو توجہ دلاتی ہے کہ باوجود قساوت قلبی کے بھی انہیں ناسمیت نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ فرمایا لَعَنَ الرَّبُّ اَللَّذِينَ اَصْنَعُوا

اِنَّ تَحْشَمُ قُلُوبَهُمْ لَنَ كَمَا اَللّٰهُ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ اَوْفَوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِ فَضَالٍ عَلَيْهِمْ اُولٰٓئِكَ

فَقَسَمْتَ لِقُلُوبِهِمْ (المحمد ۱۶) کیا ان لوگوں کے لئے جو مومن ہیں وقت ہمیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کیلئے

اور جو حق انہوں کے لئے جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی مثل نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی پھر انہیں ناسمیت نہ کر

گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ قساوت قلبی کے بعد طو سے قوم ترقی کر سکتی ہے +

۳۱۔ قطعہ معون طبع نفس کا اشتیاق ہے کسی چیز کے لئے اس کو چاہتے ہوئے دعا اور اس کا اکثر استعمال ذیل خواہشات

پر چڑتا ہے مگر اس کے معنی صرف دعا بھی نہیں کسی چیز کی امید رکھنا (ح) +

کلام اللہ۔ کلامہ کلہ سے ہے جس کے لئے دیکھو مثلاً اور کلامہ ان الفاظ کو کہتے ہیں جو ایک نظم میں ہوں مع اس

معنی کے جو ان کے نیچے ہوں دعا معنی حرف لفظ بمعنی یا معنی نیز لفظ پر کلامہ نہیں بولا جاتا پس کلامہ اللہ الفاظ طبعی

میں اور یہ عقیدہ کہ وہ حرف مفہوم ہے جو صاحب وحی کے قلب میں ڈالا جاتا ہے لفظ کلامہ کے معنی سے غلط نظر ہے +

معروفون تحقیقنا حوت سے ہے جس کے معنی کنارہ یا حد میں مادی و عذریہ کے معنی التیغیر والتبہل میں دت یعنی تخی و ترو

تبدیل کرنا تخی و تبدل فعلی بھی ہو سکتا ہے اور معنی بھی مگر اول مراد فعلی ہی لی جاسکتی ہے اور یہی جوہر مذہب ہے اور

اسی کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے ہوتی ہے جو آگے آتی ہے یکتون الکتاب یا یذہبہم ثم یعطون هذا

قصۃ داؤد

بنی اسرائیل کی

قصہ تعلیمی

مسئلہ کی حالت

مفہوم

کلام

کلامہ اللہ مفہوم

یا لفظ نہیں

حرف تحقیق

عزوب فعلی

١٠ وَلَذَٰلِكَ قَوْلُ الَّذِينَ يَمُنُّونَ أَتَدْرِكُونَ وَإِذَا أَخْلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا

اور جب ان لوگوں سے ملے ہیں جو ایمان والے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور جب تنہائی میں ایک دوسرے کیساتھ جوتے ہیں کتڑیاں

بشکلی تقریبی

عند اللہ اپنے اہل حق سے کچھ کرنا کہہ دیتے ہیں۔ یہ ان کی طرف سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تحریف فعلی کی ہے جس میں یہاں تحریف فعلی ہی مراد ہے۔ قرآن کریم کے اجماعوں میں سے ایک یہ اجماع ہے کہ بائبل میں تحریف ہو سکا۔ کاحی اس وقت تک بائبل کا دنیا اس سے غیر ختمی اور تصدیق تیرہ سو سال بعد خود عیسائی محققین کے یہ اعتراف ہے کہ بائبل میں تحریف ہوئی ہے۔ ایک قلمی کو یہ تمیز ہر سو سال پیش کر کے دے واجب تحریف کا نام کہ نہ دیتا تھا؟

اس بات کا جواب کہ قیاسی
شہادت کے ساتھ کیا کیا
۱۰ اصل کیوں رکھا۔

جیسا کہ قرآن کریم کے اس بیان پر کہ اعتراض میں حکم ہے کہ اس پر حریف شدہ نہیں آئی تفسیریں۔ قرآن کا نام وہی کیوں رکھا۔ قرینیت اور تخیل میں کیوں کیا؟ یہ نہایت ہی لطیف اعتراض ہے جو حریف ہو جانے سے کتاب کا نام بدلنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دوسرا اعتراض جو کہ ان پر کل کے لئے کیوں ٹٹا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ سے اصل مطالبہ ہے کہ جو کچھ یہ تمہارے آقا میں دیکھیں جو تم خدا کا کلام سمجھتے ہو اسی پر کل کرو ورنہ تمہارے سامنے دو کھڑے لات و کھڑے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ يٰۤاهْلَ الْكِتٰبِ لَسَمِعْتُمْ اٰتِىَ الْاِنْجِيلِ (المائدہ ۶۸)۔ تم پر قرآن اتر گیا کہ تو ان کیمر ان کا معتق ہے تفسیق کے معنی اور بیان ہو چکے ہیں کہ ان کی چشم کشمیں کو چوراکر کے ان کی چٹائی کی شہادت دیتا ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ اصول کا معنی ہے یا اگر ان کے سامنے ربط و یاس کا معنی ہی ہوتا تو ان کو ان کے غلط خیالات کی تردید کیوں کرتا؟ پھر اعتراض ہے کہ ان کو ہدایت حدیث کیوں کیا؟ اس مسئلہ کا جو دو تحریرات کے دن میں ہدایت و فوج ہو۔ چچو کشمیں ہدایت دونوں صاحب جبکہ بائبل میں حریف ایک مسلم امر ہے۔ یہ اعتراض حضرت مسیحی پر آیا ہو کہ انہوں نے بائبل اس حریف کو دیکھا۔ وہ بات جو حضرت مسیحی کو خدا نے نہیں بتائی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء اب ہم خود ایک معسر بائبل کا خزانہ کھاتے ہیں کہ بائبل میں حریف لکھی ہوئی ہے۔ یہ معسر ہادی و ٹولوا صاحب میں پہنچا ہے ایک جلد میں بائبل کی مکمل تفسیر لکھ کر میں بھی ہر وہ اس بات کا حریف کرتے ہوئے کہ مسرت کی کتابیں حضرت موسیٰ کی اپنی لکھی ہوئی تھیں بلکہ اس قدر وہ اس کی بھی کہ ہے نہائی نہیں لکھتے ہیں ۷

کتب خمسہ میں توفیق
عظمیٰ کی مثالیں :-

”مگر غور سے تحقیق کر لے گا پھر اسناد پڑھ کر کتب خستہ میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اس پر اسے خیال سے کہ جو وہ مکتوب میں یہ یوسف کی کتاب ہیں جن میں بہت نادر کتب بھی ملتے ہیں افغانستان سے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اشتیاء باب ۳۳ میں موسیٰ نے بچی مرث کا حال خود نہیں لکھا، اشتیاء باب ۱۰۱-۱۰۲ میں یہ بیان کر دہ باتیں ہیں جو موسیٰ نے یزدن کے اس یاد بیلان کے ”سہدان“ میں..... امرتشل کو کہیں کسی ایسے شخص کے قتل خیال سے لکھا گیا جو کشتنجان میں رہتا تھا مگر موسیٰ کشتنجان میں کسی بھی شخص کے اس قسم کی بہت سی بتائیں دیکر پھر دوسری صاحب کئی وجوہات اس بیان کی تائید میں دیتے ہیں کہ موسیٰ کی پانچ کتابیں اصل میں ایک شخص کی لکھی ہوئی تھیں بلکہ پہلی تحریروں کی بنا پر تائید کی گئی ہیں“۔

ذاتِ جلال و شرف کی بنا پر
کارِ شکر و تحسین

نے عہد نامہ یا انامیل کی حالت اس سے بھی بدتر ہو۔ وہی مفسر کہتا ہے:-
 تاویل کے لئے واسطہٴ مسیح کا اقبال کو پانی میں گئے ہیں حالانکہ وہ غلبہ اکثر امی زبان میں گفتگو کرتا تھا
 شہی یا غلبہ جو کان کا تہوں کا کبھی یہ خیال تھا کہ ان کی تحریر میں ابتدائی کلیساؤں سے آگے جاتیں گی جن سے وہ خود
 اٹھتے ہی حال پوس کی تحریروں کا جوہر سے خطوط جن کی اب اس قدر عزت کی جاتی ہے۔ وہ اس میں صرف
 ہنسی کلیساؤں کے لئے لکھے گئے تھے جن کے نام وہ نے جنوں نے ان کو بچا نقل کیا۔ وہ ہرگز انگوٹوں میں پک نہوٹے

ماہی کے متعلق پہلے
جندگوں کا خیال۔

اَحْلَلْتُمْ مَا فَخَّرَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِمَا جَاءَكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُونَ

کیا تم ان سے وہ باتیں کہتے ہو جالہ نے تم پر رکھی ہیں تاکہ وہ ان کے ذریعہ تم سے رکے حضور تم سے جگہ لو کہیں کیا تم عقل والا نہیں ہو؟

ذہانت تھے جن باتوں میں ہم کہتے ہیں؟

پھر اس سے بھی واضح الفاظ میں وہی مفسر لکھتا ہو +

پہلے صلیبیوں میں ہم مقدس الفاظ کی حفاظت میں وہ اعتدال کا خیال نہیں پاتے جو وہ نامتو مسلم کے پہنچانے میں پا جاتا تھا ایک نسخہ کا نقل کرنے والا بعض وقت وہ الفاظ دہج ذکرنا تھا جو اصل عبارت میں موجود ہوتے تھے بلکہ وہ دہج کر دیتا جو اس کے خیال میں دہج ہونے چاہئے تھے۔ وہ ایک ناقابل اعتبار حافظہ پر بھروسہ کرتا یا بعض وقت اصل عبارت کو بدل کر اس منہ پر کے خیالات کے مطابق کر دیتا جس میں وہ خود توانا ابتدائی عیسائی بزرگوں کی عبارات اور حوالہ جات کے علاوہ قریباً چار ہزار حدیث کے روایتی نسخے موجود ہیں نیز یہ ہے کہ اختلاف عبارات بہت زیادہ ہو؟

نہایت میں قرآن میں کیا

نہایت میں قرآن میں کیا

بہت سی مثالیں موجود ہیں اور اس سے وہی جاسکتی ہیں جہاں حاصطوطیہ تحریر تسلیم کی گئی ہو اور نہ ترجموں میں ہر اختلاف کیا گیا ہے مگر یہ مقام تفصیل نہیں جتنی باب ۱۴ کی تفسیر آیت نکمیں صرح کے دو بیروہا دروزہ کے نہیں نکالے جاتے ترجمہ شدہ ترجموں میں سے غلط دی گئی ہے۔ اسی آیت میں باب میں جہاں کوئی شخص صبح کو نیک استاد کہہ کر غلط کرتا ہو اور صبح جو اب میں کہتا ہے تو کچھ نیک کیوں کہتا ہے؟ ترجمہ شدہ ترجموں میں یہ لفظ ہیں تو کچھ سے نیکی کی بات پیلہ پوچھتا ہو جتنی ۱۱۹، ۱۲۱ اس پر پوری ڈیڑھ مفسر ذکر و مرقس ۱۶۱۱ کی تفسیر میں لکھتا ہو جتنی کے مصنف نے یا کسی پہلے کا تب نے عبارت میں غلط دی تھی تفسیر کی تاکہ قاری یہ خیال نہ کرے کہ صبح اپنے نیک ہونے سے انکار کر دے اور کمرش کے آخری باب کی آیت ۹-۱۰ تک کے متعلق ہی مفسر کو یہ اعتراض ہے کہ یہ بعد میں بڑھائی گئیں۔ مرقس کا نسخہ ایک نانہ کے بعد جب تلاش کیا گیا تو نامکمل ملا۔ اس لئے ضرورت پورا کرنے کے لئے اس قدر آیات بعد میں بڑھادی گئیں جو صبح حریف باہل اب ایک افراس الشمس صداقت ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآن کریم کا یہ اجماع بھی کہ تیرہ سو سال پیشتر اس وقت حریف باہل کی خبر دی جب دنیا میں کسی کو جزیرہ نہ ملے کہ باہل میں حریف ہوتی ہے دیکھی ہو دی کو یہ علم تھا نہ عیسائی کو نہ کچھ سب ملتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کے منہاجب اللہ ہرے کا نہایت پریمی بڑھتی ہو +

فہم

علاوہ فہم کے معنی ہیں ایک چیز کا اسے علم دینا +

یہاں جو کچھ زیارت کے قصد کو کہتے ہیں اور عرف شریعت میں بیت اللہ کی زیارت کے قصد کے لئے مخصوص ہے اور حجة دہل کو کہتے ہیں جو مقصد تقیم کو واضح کر دیتی ہے اور حجاجہ یہ ہے کہ وہ قصوں میں سے ہر ایک وہ مرسے کی دلیل کو رد کرنا چاہے +

حج
حجة حاجۃ

منافقین یہودی جب مسلمانوں سے ملے تو کہتے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور ہماری کتابوں میں ان کی پیشگوئیاں ہیں لیکن جب اپنے علماء کے پاس آئے دہاں انکو بعض ہم کتابی شریعت میں شیاطین ہم کہاں؟ تو وہ ملتا ان کو کہتے کہ ہم مسلمانوں کے پیشگوئوں کا ذکر کریں کہہ ہو۔ اس سے انکے فہم میں ایک دلیل آجاتی تو جس کی بنا پر وہ یہودیوں کو ملو کر سکتے ہیں۔ اس کا جواب انکی آیت میں دیا ہے کہ خدا تو سب کچھ جانتا ہے۔ تم اسے چھپانے سے کیا بچاؤ گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاح کی پیشگوئیاں اس وقت میں دیں میں عام طور پر مشہور تھیں +

منافق یہودی

یہودیوں کے
کتابوں میں

قُلْ آمَنَّا بِاللَّهِ عَمَدًا فَلْيَنْجِلْ اللَّهُ عَنْهُمُ الْغَمَّ أَفَرْتَوْنَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْمَلُونَ

کہو کیا تم نے، اللہ سے دعا کی کہ وہ ان کو غم سے ہرگز غلام نہ کرے یا اللہ سے دعا کی کہ وہ ان کو غم سے ہرگز غلام نہ کرے

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا

ہاں! جو بے ایمان ہو گیا ہے اور اس کی گناہیں اسے گھیر گئی ہیں وہی ناک واپس ہیں اسی میں

خُلِدُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

رہیں گے۔ اور جو ایمان لائے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں وہی جنت والے ہیں اسی میں رہیں گے

عَمَدًا یہود کہتے تھے ہم کو صرف چالیس دن عذاب ہوگا اور بعض کہتے تھے سات دن میل کستا ہے یہودیوں میں
سلم سے کہ کوئی یہودی خواہ کیسا ہی بدکار ہو گیارہ ماہ یا ایک سال سے زیادہ دوزخ میں نہ رہے گا یہودیوں نے اس
پر یہ بتائی کہ ہر کسب کا تین دن دوزخ میں رہنا تمام بدکاریوں کے لئے کفارہ ہو گیا۔ خدا کا کوئی حکم یہاں تک نہیں بلکہ ان
میں بھی اعمال کو نجات کے لئے منہ دہری قرار دیا ہے یعنی ۲۳-۲۴ میں یہود کے لئے کفارہ دلوں کو کچا کتنا ہوئے کے بدکار
میرے پاس سے چلے جاؤ یہاں نجات بدکار کیلئے نہیں +

یہودیوں میں یہودیوں
کا دوزخ کی عذاب
چند دنوں کا ہوگا

عَمَدًا سیئۃ۔ سودہ عشق ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کیلئے حرم لاتی ہے خواہ امور دنیوی سے ہو یا امور
آخری سے اور خواہ وہ حالت نفس کے متعلق ہو یا بدن کے یا خارجی امر ہو جیسے مال و جاہ کا جائے رہنا یا اللہ
سیئۃ اس فعل قبح کو کہا جاتا ہے جو حسنۃ یعنی بھلائی کی ضد ہے پھر یہ سیئۃ اودھنۃ و دھم سے اول و حسب
اقتضائے عقل و شریعت مراد وہی یہاں مراد ہو اور دوسری وہ جو باعتبار اوقات طبیعت پر مبنی جو چر طبیعت کو
اچھی معلوم ہو اور طبیعت اس کو ہلاک کرے اس پر حسنۃ کا لفظ بول دیا جاتا ہے اور جو طبیعت پر گراں ہو اس کو سیئۃ کہہ
دیا جاتا ہے (۲۴) اس معنی میں بہت جگہ قرآن شریف میں یہ دونوں لفظ استعمال ہوئے ہیں +

سودہ

سیئۃ حسنۃ

خطیئۃ۔ خطا سے جس کے اصل معنی العداۃ عن الجہۃ میں معنی شیعہ کمت سے ایک طرف بھاگنا اور یہ
کئی قسم ہے اول یہ کہ ارادہ کو اس کے غیر کا جس کا ارادہ حق ہے پھر اس کو کرے یہ خطا نام ہے۔ اور اس میں خطا
ماخوذ ہوتا ہے اور یہی یہاں مراد ہے دوسرے یہ کہ ارادہ ایسی چیز کا کرے جس کا ارادہ حق ہے لیکن جو کچھ ارادہ
کیا ہے اس کے خلاف اس سے واقع ہو جائے یہ وہ خطا ہے جس کے متعلق آتا ہے دھم عن امتثال الطواغیت والفسا
بما من اجتہاد خطا و فہلہ اجرت فی جہنم اجتناب و کرہ اور اس کا اجتہاد غلط ہو جائے اس لئے ایک امر بتا دیا ہے خطا
ان فیہا و اخطا تا میں مراد ہے اور سیئۃ اور خطیئۃ میں امام صاحب نے یہ فرق کیا ہے کہ خطیئۃ کا لفظ اکثر اس
امر پر بولا جاتا ہے جو فی نفسہ مقصود اذیہ نہیں ہوتا +

خطیئۃ خطا

سیئۃ اور خطیئۃ

ہی کے لئے کسب کا لفظ اختیار کر کے بتا دیا کہ انسان جب بہترین ہی کے لئے لگ جاتا ہو تو چاروں طرف سو
جہاں اس کو گھیر لیتی ہیں پھر اس کے لئے غلے کا رستہ نہیں رہتا جو شخص ہی کے مقابلہ کی کوشش کرتا ہے وہ بدیوں میں
گھرا نہیں بلکہ آخر کار غالب آتا ہے یہی کوشش کو بہت سخت معلوم ہوتی ہے جو حقیقت میں وہ ایک کمزور چیز جو ایک ایسے
زبردست ہو کہ نہ قدرت الہی کی مدد نہ اس لئے نہ الہی اور نہ ہی میں جب مقابلہ ہوگا تو غالب آئے گی +

ہی کا مقابلہ

یہی کی قوت ہی
کے دہشت جو

بُحْ

نہیں اس کی تائید

۸۳ وَادْخُلُوا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ الْجَنَّةَ لَنْ تَجِدُوا فِيهَا آلَ اللَّهِ وَلِيًّا وَلِأُولَئِكَ

اور جب کہ سب یعنی اسرائیل سے اقوام کیا کہ سوائے اللہ کے تم کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے سوا

لِحُسْنَاءٍ وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا

اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کرنا اور لوگوں کو اچھی بات کہو اور نماز

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ

قائم کرو اور زکوٰۃ دو پھر تم میں سے تمہاروں کے سوائے تم بچ گئے اور تم دور عمل جانے والے ہو

۸۴ لِحُسْنَاءٍ وَذِي الْقُرْبَىٰ وَذِي الْقُرْبَىٰ كَتَبَ فِيهَا مِن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ مِّنَ الْوَدَّاعِ

یا برے جن آدمی اس کا اکثر استعمال قرآن شریف میں اس پر جس کی رو سے اچھا لگے (یعنی) یہاں حسن سے مراد کلمہ

حسنہ یعنی اچھی بات اور احسان ایک اپنے فضل میں ہوتا ہے جیسا اچھا علم یا اچھا عمل جیسے حدیث میں آیا کہ کلمہ

یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے یا کہ تم اس کو دیکھو کہ جو یا کہ تم اس کو دیکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور اکثر استعمال ہوا

دوسرے پرانے نام پر ہے۔ گویا انسان کا حسن متعدی ہو جاتا ہے

ذِي الْقُرْبَىٰ قُرْبَی کی لحاظ سے ہوتا ہے نسبت کے لحاظ سے جیسے یہاں قرابت بھی یا باپ کے لحاظ سے جوگی

یا ماں کے پھر قرب مکان و زمانہ کے لحاظ سے جو تاہم یا مرتبہ کے لحاظ سے جیسے من القربین میں رعایت یعنی نگہداشت

کے لحاظ سے جیسے ان رحمت اللہ قرب من المحبین میں قدرت کے لحاظ سے جیسے من القرب الیہ من اجل انہ یوردہ (یعنی)

نگہ رکھ کر ان کے لحاظ سے بھی ہو سکتا ہے

۸۵ لِيَتَذَكَّرَ أُولَئِكَ لِيَعْلَمُوْا أَنَّ إِلَٰهَهُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَأَنَّهُمْ خَلِقُوا كُلَّ شَيْءٍ وَأَنَّهُمْ

لیتذکرہ کی وجہ سے اور یہ تم کو یاد دلاؤں میں سے وہ جو جو پہلے سے پہلے

اپنے شغل ہو گیا ہو یعنی اس کا باپ مر گیا ہو (یعنی) اور ہر ایک مفرد کو یہ کہتے ہیں جیسے ذلک یلیقہ

تولیم۔ تولی کا اصل وہی ہے جس کے معنی قرب ہیں اور جب اس کا صلیب ہو خواہ غفلت یا تقدیر جیسے یہاں تو

اس کے معنی اعراض اور ترک قرب کے ہوتے ہیں (یعنی)

۸۶ مَعْرُوفُونَ ۱۰۰ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۱ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۲ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ

۱۰۰ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۱ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۲ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ

۱۰۳ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۴ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ ۱۰۵ عَرْضُ عَرْضٍ سَعْدٌ وَوَعْدُ عَرْضٍ عَرْضٌ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تَحْبُسُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ ۸۴

اور جب ہم نے تم سے اتوار لیا کہ تم اپنے خون نہ گراؤ گے اور نہ اپنے لوگوں کو اپنے گھروں سے باہر

دیارِ اکم نہ اقر تم وَاَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ ۸۵

خانوے پھر تم نے اتوار کیا اور تم گواہ ہو رہے تھے پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے لوگوں کو قتل کیسے ہو

وَتَحْبُسُونَ فِرْيَاقَكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَطْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْأَنْثَرِ وَالْعَدْلَانِ ۸۶

اور اپنے میں سے ایک کروہ کو ان کے گھروں سے باہر کالتے ہو ان کے خلاف گناہ اور زیادتی سے ایک دوسرے کی مدد کرتے

وَلَنْ يَأْتِيَنَّكُمْ أَسْرَى نَقْدًا هُمْ وَهُوَ حَرْمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفْئُونٌ مَوْزٍ بَعْضُ

اور اگر وہ قید ہو کر تمہارے پاس آئیں خیر دیکھنا میں چاہتا ہوں کہ ان کا ناکارہ ہر گرام کیا گیا تھا تو کیا تم کہتے ایک

الْكَيْبِ وَكَفَرُونَ بِبَعْضٍ فَمَجْرَمٌ يَفْعَلُ لَكُمْ مِنْكُمْ الْآخِرُ فِي الْحَيَاتِ وَالْآخِرُ ۸۷

حصہ کو ملتے ہو اور ایک حصہ کا ان کو ملے تو میں شخص میں سے ایسا کرتا ہوں کی ہر سزا اٹھایا ہو کہ نہ ان کی زندگی میں نہ

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَرْدُّونَ إِلَىٰ شِرَاطٍ عَلَلٍ مَا لِلَّهِ بِغَايِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ۸۷

اور قیامت کے دن زیادہ جنت عذاب کی طرف لوٹے جائیے اور ان میں سے جو نہیں جانتے تھے وہ لوگ ہیں جو

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الَّتِي كُنَّا نَقْرَأُكَهَا ۱۱۲ مَكِينٌ تَشْتَبَهُ ۱۱۱ حَامٌ لَوْ كُنَّا نَقْرَأُكَهَا ۱۱۰ بَابُ كَالشَّرِيعِ نَاظِرٌ تَشْتَبَهُ ۱۰۹ مَكِينٌ لَوْ كُنَّا نَقْرَأُكَهَا ۱۰۸ حَامٌ لَوْ كُنَّا نَقْرَأُكَهَا ۱۰۷

۱۔ بیان خطاب براہ راست کیلئے۔ اس لئے کہ یہ بات یہود و نصاریٰ کے خاص تعلق رکھتی تھی اور ان کی ایک نالیان

عربی تھی کہ ان کو اس میں ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی طرف خصوصیت سے مسلمانوں کو متوجہ کرنا تصدق دوسرے اپنے خون

دگرانے سے مراد ہے کہ اپنی قوم کے خلاف جنگ نہ کرو گے یہ حکم خروج ۲۰: ۱۳ میں ہے۔ چنی مجاہدین کو گھروں سے نکالنے

سے مراد یا تو یہ ہے کہ ان کے گھروں پر قابض ہو نہ کالچ کرنا۔ دیکھو خروج ۲۰: ۱۶ اور یہ امر افسوس ہے کہ گنہگاروں کو

بعض لوگوں کو گھروں سے نکالنا پڑے ۵

۵۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ دوسرے کی اعانت کرنا ہے اور ظالمین میں سے شقی ہو گا یا ایک دوسرے کی مدد کرنے والے

ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی پیچھے کی ٹیک اپنے ساتھی سے لگتا ہے ۵

۱۱۔ اتم اور انعام کا اس کو کہتے ہیں جو قرآن سے پیچھے کہیں کہ یا اس کے اس میں میں تاخیر ہے دفعہ اور حدیث

میں اتم کی توفیق کی ہو ماحاک فی نفسک یعنی جو چیز پر انداز کر جائے اور راجح ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی

دیکھتے ان بظلم الناس علیہ اور تو نا پسند کرے کہ لوگ اس کی اطاعت میں ۵

عداوت عداوت یعنی عداوت سے ہو اور یہ کیا دیکھی دل سے ہو تا تو اس کو عداوت یا معاودت کہا جاوے اور کبھی چلنے

میں ہوتا تو اس کو عدالت یعنی تیز رفتاری کہتے ہیں اور کبھی معاد میں یا نہ وہی غلط دیکھنے سے ہوتا تو اس کو عدالت کہا جاوے

۱۔ بیان خطاب براہ راست کیلئے۔ اس لئے کہ یہ بات یہود و نصاریٰ کے خاص تعلق رکھتی تھی اور ان کی ایک نالیان

عربی تھی کہ ان کو اس میں ہے اور اس لئے بھی کہ اس کی طرف خصوصیت سے مسلمانوں کو متوجہ کرنا تصدق دوسرے اپنے خون

دگرانے سے مراد ہے کہ اپنی قوم کے خلاف جنگ نہ کرو گے یہ حکم خروج ۲۰: ۱۳ میں ہے۔ چنی مجاہدین کو گھروں سے نکالنے

سے مراد یا تو یہ ہے کہ ان کے گھروں پر قابض ہو نہ کالچ کرنا۔ دیکھو خروج ۲۰: ۱۶ اور یہ امر افسوس ہے کہ گنہگاروں کو

بعض لوگوں کو گھروں سے نکالنا پڑے ۵

۵۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ دوسرے کی اعانت کرنا ہے اور ظالمین میں سے شقی ہو گا یا ایک دوسرے کی مدد کرنے والے

ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنی پیچھے کی ٹیک اپنے ساتھی سے لگتا ہے ۵

۱۱۔ اتم اور انعام کا اس کو کہتے ہیں جو قرآن سے پیچھے کہیں کہ یا اس کے اس میں میں تاخیر ہے دفعہ اور حدیث

میں اتم کی توفیق کی ہو ماحاک فی نفسک یعنی جو چیز پر انداز کر جائے اور راجح ہو جائے اور اس کے ساتھ ہی

دیکھتے ان بظلم الناس علیہ اور تو نا پسند کرے کہ لوگ اس کی اطاعت میں ۵

عداوت عداوت یعنی عداوت سے ہو اور یہ کیا دیکھی دل سے ہو تا تو اس کو عداوت یا معاودت کہا جاوے اور کبھی چلنے

میں ہوتا تو اس کو عدالت یعنی تیز رفتاری کہتے ہیں اور کبھی معاد میں یا نہ وہی غلط دیکھنے سے ہوتا تو اس کو عدالت کہا جاوے

اشْتَرُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَلَا يَخَفُ عَنْهُمْ الْعَلَابُ لَهُمْ يُصْرُونَ

آخرت کے بدلے اس دنیا کی زندگی کو خرید لیا پس نہ ان سے عذاب ملکا کیا جائیگا اور نہ وہ مدد دینے جائیں گے۔

اور ائمہ اور محد واجہان میں فرق یہ رہا کہ ائمہ اپنی ذات میں ایک نسل جو اور عدولت دوسرے نسل میں ہیں ان کا نسل کمر اُسی کے مخالف ہوئے کی وجہ سے ائمہ سے اور اسے حمایتوں نسل کی وجہ سے عدولان ہوا ہے

[illegible]

الدنيا دُئوسے ہے جس کی سنی قرب ہے اور دنیا قریب کی زندگی یا قریب کی نفع ہے بمقابلہ آخرت کے •

[illegible]

مدینہ منورہ پہنچا، وہاں اس دوری قس قس میں کچھ جنگ جیتی تھی۔ وہاں وہ لوگ کی دہری توہوں میں سے ایک یعنی مغلیہ خراج کے حلیف بن گئے تھے۔ اور دوسرے یعنی جو قزلباشوں کے بولے، اپنے اپنے حلیف سے مل کر یہی جماعتی تہذیب کو قتل کرنے اور گھروں سے غارت کر دیا۔ ایک فریق غالب آکر دوسرے کے قیدی لے لیتا تو یہ وہی قزلباشوں کے کہنا ہے کہ انہیں جو خراج تہذیب انہیں ملے گا وہاں اسے کوئی قور سے جنگ کرنے کا تہاں نہیں ملے گا۔ اس سے قزلباشوں نے جماعتی تہذیب کو قتل سے بچانے کے لیے کوشش کی۔

گودنیا میں بھی بڑا جوش و خروش تھا۔ اسی جنت کی امید نہ رکھو بلکہ دنیا سے جبراً علیاً ہٹا دیں۔ یہود کا نصب بیان کر کے قوم سلاطین کو دیا۔ اسی کی طرف توجہ دے کر انہیں اس کے نقش قدم پر چلنے اور غرضت بیان کھینچنے سے روک دیا۔ یہودیوں کے انکار کا نشانہ بن کر انہیں ایک طرف توہم رومی کا اٹھانا اور دوسرے کجگوئی میں دنیا کے ایک حصے میں مسلمان غیظی جوش میں خود مرے حصہ میں نہیں چند ہوتا ہے اور وہ مہر کی طرف ایک ملک دوسرے اسلامی ملک کو تباہ کر کے ایک ٹکڑی ٹکڑی کر کے دوسروں سے مل کر بھی خود بخود ایک طرف خود مسلمان جیسا ہوں کے ساتھ مل کر ظرافت اسلامی کو تباہ کر کے تباہ ہیں۔ اور دوسری طرف اس کے قیام کیلئے اپنی اپنی اور مظاہرے کرتے ہیں +

یہود کا قصہ بیان کر کے بھیا یا جو کہ کچھ عجیب حالات ہیں جو مسلمانوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر کے ان کے خون گرا اور ان کے ملک چھیننا جائز نہیں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جس کی زبان اور پس کے ہاتھ سے مسلمانوں کو نہ ٹھانے۔ ہاتھ سے دھک دینا ہے جو کہ ان کو قتل کریں۔ ان کا مال لوٹیں ان کے ملک چھینیں زبان سے یہ کہ ان کی عزت پر حمل کریں گالی دیں یا ڈھکیں۔ یا ہم جنگ کر کے باہم فساد کر کے دنیا کی زندگی میں دوسری رسوائی حاصل کر کے یہ ہیں ایسا اس رسوائی میں بھی زندہ رہنا نہیں چاہئے اور جب حکمران کسی کو اب ویسے ایک دوسرے کو کہ فریاد رانی قوم کی تباہی کے دے دیے ہیں علماء اور مشائخ کو یہ

علاوہ اس کے کہ ذوالکسلان ناپس یا اسلام پر چلے ہو، سو یہ ہیں ان کا جواب دینا بلکہ کسلان کو کہ قربا مان کا کیونہ ہوگا؟

علاوہ اب کلام کا مخ ہر طرف پھیرا ہو کہ لوگ جنہوں سے وحدہ شکیاں کہیں، سو جب اب ان کی ہدایت کا سامان ہوگا یا تو انہوں نے دنیا کی خاطر ہودن کو ترک کر دیا، مگر وہ دامت کو انتہیکہ پہنچے تو ان کا عذاب دھڑکا دیا جاتا، ان کی نصرت ہوتی مگر اب یہاں نہیں ہوگا



وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَفَعَيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ۚ

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد ہم نے ایک دوسرے کے پیچھے رسول بھیجے۔

اِنَّكَ عِنْدَ ابْنِ مَرْيَمَ الْمَوْتِ وَاَيْدٍ نَزُّوْرُ الْقُدُسِ ۝

ہم مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے دلائل دے اور روح القدس کے ساتھ اس کی تائید کی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا آدَمَ مَعْنَى جِثْرِہِیْنِ اور خلیقہ کے معنی اس کو اس کے پیچھے رکھا۔

تھا

رسول

مذکورہ بالا حقائق
مجاہد کے حوالے سے

الرسول رسول کی جمع ہو، اور رسول اصل میں وہ ہے جس کی قول اور رسالت کا عمل ہوتا ہے پس بغیر کسی رسالت کے اصل کا لفظ حقیقی معنی میں اس مخلوق نہیں پاسکتا اللہ کے رسول وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیام اس کی مخلوق کیلئے لائے ہیں مگر مجازاً اس کا اطلاق دوسرے پر جائز ہو جیسے نبی یا رسول علیہ السلام الطیبات والوسنویں ۱۰۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مکرزہ صحابہ شال ہیں دیکھو مفردات راجحہ: وایسا ہی لفظ مؤسّل مجازاً حضرت عیسیٰ کے حوالہ میں پہلے لایا گیا وہ اصحاب ہم مشابہ اصحاب الطہرۃ الانبیاء ہا المرسلون (تفسیر ۱۳۱) میں عیسا اس کا اطلاق اس امت کے مجاہدین پر ہوا اور یہی جہت ہے میں جائز ہے، لاکر یہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں اور انبیاء پر جو خدا کی طرف سے مخلوق کے لئے کوئی نئے سے ہیں یہ لفظ بالخصوص ہوا لایا ہے۔ اور ایک فرستادہ یا قاصد پر بھی ہوا جاتا ہے جیسے جاعل للکلمۃ رسلاً (الفطرہ ۱۲) خلا جاء و الرسول (روصفہ ۱۰۵)۔

سلسلہ نبوی کی

سلسلہ نبوی اسوئیل میں انبیاء کے آئے کو اب بطور غنت بیان کیا ہے۔ اور اول سلسلہ حضرت موسیٰ اور آخر سلسلہ حضرت عیسیٰ کا نام لیکر باقی ناموں کو چھوڑ دیا لکنا سب سے مراد یہاں شریعت کی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ کو دی گئی۔ یہ شریعت سبب انبیاء کے لئے ایک ہی رہی۔ اس لئے اپنے وقت اور ضرورت کے لحاظ سے اس میں انبیاء کچھ کی کچھ تبدیلی کرتے تھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے ولعلل لکھو بعض الذی ہم علیہ السلام لکھنا تم چنانچہ قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کو انجیل اور حضرت داؤد کو زبور دیا جائے گا ذکر یہ۔ اسی لئے قرآن کے آخر فرمایا کہ جو کچھ کوئی رسول تمہارے پاس لاتا تھا تم اس کو قبول نہ کرتے تھے معلوم ہوا کہ ہر ایک رسول کچھ نہ کچھ اپنی امت ہی لاتا تھا جسے لوگ قبول نہ کرتے تھے جس کو نبیات یعنی معجزات یا پیشگوئیوں سے اللہ کے بیان کیا ہے۔ اور معجزات یا پیشگوئیاں محض تائید کے لئے ہوتی ہیں۔

رسول کہتے ہوتے
لانا ضروری ہے

علیہ عیسیٰ، اس کا اصل عیس اور وزن فعلی ہے دل، اور جب کے لوگ اس آؤنٹ کو انقیس کہتے ہیں جس کی مسخدی پر کچھ مبارکی ہو اور عیسیٰ ما لفظ لکھتے ہیں اور یکن ہے کہ اسی سے لفظ عیسیٰ کا اشتقاق ہوتا، مگر بعض اہل لکھنے نزدیک عیسیٰ کا حالہ نامبرائی میں یہ لفظ عیسیٰ نہیں بلکہ ایسیہ ہے۔ اور انجیل میں یسیح آیا ہے جس کے معنی سید یا مبارک ہیں (د)۔

مریم کے معنی عزرائلی میں خدا مر یا عابدہ ہیں مگر قافوس میں ہو کہ مریم عربی لفظ ہے اور اس صورت کو کہتے ہیں التي تحب عاۃ الرجال ولا تقهرہ

عیسیٰ

مریم

بیضاء

لہذا

دع القدس مفردات میں ہے کہ روح نفس کے معنی میں بھی آتا ہے اور خراف الملائکہ کو بھی کہا ہے جبریل کو

اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْهُ اَلَا تَهْوٰۤى اَنفُسُكُمۡ اِلٰى تَكْبَرٍ ۚ تُمْ فَرِحَۤیۡنَ اَنۡ تَكْفُرَۤیۡنَ اَلَا تَذٰكُرُۤنَّ

ہر ایک کی ہر بار جو رسول آپ کا آتا ہے، آپ نہیں چاہتے تھے کہ تم نے کبر کی کیا پس ایک گویا کہ تم نے کبر کیا یا اور ایک گویا کہ

تَقْتُلُوۡنَ ۚ وَقَالَ قُلُوۡبُنَا غُلْفٌ ۚ مَّا لَنَاۤ اَلَّا نَكْفُرَۤهُمْ فَقُلٰۤیۡنَا مَآ یُؤْمِنُوۡنَ

قتل کیا کرتے تھے، اور کہتے ہیں ہمارے دل ہڈوں میں نہیں، بلکہ غلاف ہیں۔ ان کے دل کی وجہ سے ان پرعت کی پس وہ بہت ہی کم ملتے ہیں۔

جی جیسے روح القدس اور روح الامین کے نام سے یاد کیا ہے خود قرآن میں کلام الہی کو بھی روح کہا گیا ہے۔ جیسے کہ اذ لکنا وحیانا الیہا روحا من امرنا (الشوریہ ۵۲) کیونکہ کسی سے زندگی ملتی ہے۔ یہاں روح القدس اس سے مراد بعض کے نزدیک جبریل ہیں اور بعض کے نزدیک انجیل (ج)۔

حضرت عیسیٰ کے نام کے ساتھ قرآن کریم نے نظاں پر کر دیا ہے۔ یہ عیسائیوں پر پانا محبت کے لئے ہے کہ وہ جنت میں خدا اور جنت میں بنائے ہوئے ایک صورت کا عیسا تھا۔ اور انہی کی کتاب میں لکھتا ہے کہ وہ جو موت سے پیدا ہوئے تھے، وہ عیسا تھا۔ پھر عیسائیوں کے خیال کے مطابق گناہ مود و گناہیں نہیں لایا بلکہ جودت لائی۔ کیونکہ جودت سے ہی آدم کو مسمیٰ میں لکھا گیا پس یہ بتا ہے کہ جب اس کی ان مروجہ ہے۔ تو ترسے اور مرے انسانوں سے بیگناہی کا اقرار اس پر کیا کرے سکتے ہیں کیونکہ جبریل عیسیٰ گناہ مود و گناہیں اور اس کے درمیں گناہ کا چنانہ ضروری ہے عیسا عیسائیوں کا عقیدہ ہے تو یہ کہ اس سے کہیں کرے کہ شہید عیسا عیسیٰ کی والدہ کو جو شہرت و دنیا میں حاصل ہے اس کا عشر عشر بھی ان کے خاندان کو حاصل نہیں اس لئے نبی مریم کی قبر منسوب کرنا اور فی تھا جیسے حضرت خاتمہ کی فضیلت کی وجہ سے بنی خاتمہ۔

حضرت عیسیٰ سے روح القدس کا تعلق وہی ہے جو برہنہ کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ برہنوں کو بھی روح القدس کی تائید ہے فرمایا ایدھم بروح منہ (المائدہ ۵۷) جہاں صحابہ کا ذکر ہے یعنی پنی روح سے ان کی تائید کی۔ اور حدیث میں ہے اللہم ابدسنا بروح القدس سے اور حدیث میں ہے روح القدس کی بیعت اور تائید روح القدس کا خصوصیت سے ذکر اس لئے کیا کہ یہودی ان کا انکار کرتے اور ان کو ناپاک قرار دیتے تھے۔

۱۲۱ اصل قصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری عداوت اس وجہ سے نہیں کہ تم کو دلال نہیں ملے بلکہ تم ایسے ہی القاب ہو گئے جو کہ یہودی خدا کے رسولوں کی تکذیب کرنے سے پہلے ایک گروہ کے قتل کے بھی درپہ ہونے چنانچہ کنہیہم کہ انہی رکھنا اور قتل کرنا کو مصلح رکھ کر بتایا ہے کہ اس وقت بھی ایک رسول کے قتل کے درپہ ہوا وہ اپنی طرف سے توہم نے قتل کر دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ اس کا پانچے والا نہ مرنے چنانچہ روح المعانی میں ہے انکہ لا یمن فیہ فاکھڑا قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم عداۃ مستند و فی انہی عداۃ مستند۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کے قتل کے درپہ پڑنے پر یا اس کے اسباب قتل کے حق کو دینے پر بھی قتل کا مندرجہ دل دیا جائے کہ وہ شخص فی الواقع مقتول نہ ہو۔

۱۲۲ غلغلا یا غلغل کی جگہ سے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو غلاف میں ہو اور اس سے من کی مراد جو عداوت کے خلاف ہیں اور غلغل کی جگہ سے معنی ہمارے دل خود علم کے خلاف یا علم کے دعوایں ہیں یعنی علم ان کے اندر بغیر ہوا ہے مطلب یہ کہ تم تم سے کچھ کہنے کے صانع نہیں۔

۱۲۳ لہن لہن کے اس معنی میں علم الہی کی وجہ سے محال دینا اور دور کر دینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں لعنت کرنے سے ملو و مرزا کو بنائے اور دنیا میں لعنت ہے کہ ایک شخص اس کی رحمت اور اس کی توفیق سے کٹ جائے، اور

روح القدس

اس مریم نام کی

روح القدس کا تعلق حضرت عیسیٰ سے

یہودی کا شہید

تکذیب و قتل انبیا

غلغلا

لعنت

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب آئی جس کی تصدیق کئی پہلی جہان کے پاس سے اور پہلے وہ ان پر چلا کر پڑھتے

يَسْتَفْتُونَ عَلَى الدِّينِ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَعَرُفُوا الْكُفْرَ بِهِمْ فَلَعْنَةُ

تجھ اٹھا کر دیتے۔ مگر جب ان کے پاس وہ آیا جسے انہوں نے پہچانا اس کا انکار کر دیا پس انکار کرنے والوں

اللَّهُ عَلَى الْكُفْرِيِّينَ ۚ سَمِيعًا شَدِيدًا وَإِلَيْهِ انْقَسَبُهُمْ أَن يَكْفُرُوا إِنَّمَا أَنْزَلَ

پر اللہ کی لعنت ہے کفر کرنے والوں پر۔ سچے سچے سناؤں نے یہی جان کر کچھ ڈاکو اس کا انکار نہیں کرنا شروع کیا اور

اللَّهُ بَغِيًّا أَنْ يُزِيلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

اس سے کہ اس کے فضل میں سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اُتارے

شرح ابن مزار کے شعر میں آتا ہے مقام الذی تب کا لیل اللعین جہاں الرجل اللعین سے مراد وہ ہے جس کا گیا

الانسان ہے (ج) *

قیلا ما ملائیل کے لئے بطور تکیہ پڑھنا یا گیا یعنی بہترین کم *

یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے دل ایسے پر دوس کے اندیشوں کو آپ کی بات ان میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جیسے

دوسری جگہ سے قولنا ہی لکنہ معاذ اللہ حونا الیہ وحمہ اللعین کا ۱۵ گویا عیسائی پر دہشیں اور یا یہ کہ ہمارے دلوں میں ایسے

ای علم بھرا ہو اس پر ہم ترستے کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم رحمت اور توفیق الہی سے

دور رہا ہے جو یہی وجہ ہے کہ تم بہت کم ہی ملنے سے ہو *

استفحقن... استفتاح فتح سے ہے اور اس کے ایک معنی ہیں کہ حضرت مسیح کی رحمت کے ذریعے سے خدا کی طرف لوٹنا

کرتے تھے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اس کی فرج چاہتے تھے۔ یہی لوگوں سے پہچنے بھی لکھوں سے استنباط کرنے تھے

دیا یہ کہ دوسری قوموں پر اس ذبیحہ سے غلبہ مانگتے تھے (۱۵) استفحقن یعنی بھٹوں بھی ہو سکتا ہے (حق) یعنی شئی

آخرومان کے آنے کی خبریں بت پرستوں کو سننا یا کرتے تھے *

چکرانگن کے ساتھ دھرم تھا کہ نبی موعود پر ایمان لائیں گے تو اشد تعانی و نیایشیں نہیں ممتاز فرم بنائے گی۔ (استثناء ۲۸: ۱۵ و ۱۶)

اس لئے جب وہ نیایشیں و عبادت کے انکار کے ذیل ہوئے تو پھر خدا سے یہ دعائیں مانگنے لگے کہ وہ موعود نبی

آئے تو میں اس کا خون پرغلبہ نہ کر سکوں جب وہ کتاب آگئی جو ان کی وحی کی تصدیق کرتی تھی اور یہی اس موعود نبی کی سب سے بڑی

علامت تھی کہ وہ دنیا کے کل انبیاء کی تصدیق کرے گا تو اسے روک دیا *

یہاں بیچا دیوی کیسے کہ وہ آنحضرت کی صداقت کو خوب پہچانتے ہیں اس لئے کہ نہایت بہت اہم ہونے نشان آپ کی صداقت کا کل

چکے تھے بلکہ پہلے ہی کا دعویٰ یہ مانگتے ہی نے دیکھا تھا صرف آنحضرت نے دیکھا۔ دوسرا دنیا کی تصدیق نہیں نے دیکھی تھی موعود نبی کی

اس موعود نبی کا انکار اللہ کی جناب سے دوسری ہے۔ صرف اس کی جا بات پڑل کر کے وہ خدا کا رسائی حال کر سکتے

تھے جب اس کو روک دیا تو خود ہی دوسری یا لعنت کو خرید لیا *

ما

دلوں کے پردے

استفتاح

نہجہ عقل اور ہنج

موعود

موعود کی صداقت

وَاذْخُلْنَا فِي مِثْقَالِكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُلْ مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمِعُوا ۙ

اور جب ہم نے تمہارے قوت کو دیکھا اور تمہارے اوپر پہاڑ نکلیا جو ہم نے تم کو دیا ہے، سے بھاری ہے کہ پتھر اور سونے

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَشْرَبُاُنِي قُلُوبُهُمُ الْعَجَلُ بِكُفْرِهِمْ قَتْلَ بِئْسَمَا
انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی ۱۱۱ امان کے کڑی دھمکے والوں میں پھرا بیچ گیا ۱۱۱ کہ وہ بری بات جو جسکے

يَا مُرْكُزِمُ يَا اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ اِلٰهٌ اِلَّا اِلٰهٌ ۙ

کہو کہ تمہارا ایمان نہیں تمہارے پاس اگر تم ایمان واسلہ کہو اگر آؤت کا گھر احد کے

عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمْنُوا الْوُتَ اِنْ لَّيْتُمْ صٰدِقِيْنَ

ہاں اور لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے لئے ہے قوت کی آرزو کرو اگر تم سے ہو ۱۱۱

وَلَنْ يَّيْمَنُوهُ اَبَدًا اِلَّا مَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ ۙ

اور کبھی اس کی آرزو نہ کرے گی بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے پہلے ہی رکھ دیے اور اہل ظالموں کو جانتا ہے

۱۱۱ اصحاہ۔ جمع کے اصل معنی سننا ہیں مگر علاوہ شوائب کے تو ان فریت میں کبھی اس سے مراد ضم اور بھی
طاوت کی گئی ہے رخ، ایمان میں لینے سے مراد بھیننا یا فرمانبرداری سے کہ یہ کبھی سنے کی اصل غرض ہوتی ہے ۙ

۱۱۱ اور جو وقت عہد کے تم نے اس کی ایسی نافرمانی کی کہ گویا تم نے منہ سے ہی کہہ دیا کہ ہم نافرمانی کرتے
ہیں۔ فی الحقیقت سمعنا یعنی ہم نے سنا، عیناً یعنی ہم نے سنا اور عیناً یعنی ہم نے نافرمانی کی دل سے کہا۔ یا

زبان حال سے کہا سمعنا اور زبان حال سے کہا عیناً یعنی ہم نے سنا اور عیناً یعنی ہم نے نافرمانی کی۔

۱۱۱ اشہاد ۱۰۔ شہاد پانی یا دوسری سیال چیزوں کے پینے پر دیا جاتا ہے (خ) جب کسی چیز کا اندر سماعت کرنا

بتانا ہو قواس کو پینے کی چیز سے مشابہت دیتے ہیں کیونکہ پانی نوراً و رومہ میں پہنچ جاتا ہے اور پھر پانی
سے مراد پھر نہ کی محبت کا سچ جانا ہے لہذا یہ سب کدہ شک کی بنیادی جو پھر نہ کی پرتشدد تم سے ظاہر
ہوتی دہی تمہارے اندر چلی آتی ہے ۙ

توریت میں یہ ذکر ہے کہ پھر نہ کو جلا کر خاکستر کیا یا میں طاکر بنی اسرائیل کو بلا دیا تھا۔ خروج ۲۰: ۲۴ مگر ایک

سے معنی سی بات ہے۔ قرآن کریم نے فی قلوبہم بڑھا کر بتا دیا کہ یہ معنی یہود کو کافی ظاہر الفاظ سے ظنی لگی ہے اور
تحریف جو گئی ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ فرماتا ہے۔ کہ خاکستر کو دریا میں ڈال دیا۔ لہذا قہتم لئلا یفسدہ
فی البیضاء (طہ ۹۷) ۙ

۱۲۔ موت کی آرزو کرنے سے مراد جھوٹے کی موت کی دعا کرنا ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں عیسائیوں کو

مباہلہ کے لئے بلایا گیا یہاں یہودیوں کو ایک قسم کے مباہلہ کے لئے بلایا جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے
ادعوا بالملوت علی اہی الضالین اکل ذب دعا کر کہ جو فریق جھوٹ پر ہے اس کو موت آجائے۔ اگر تم مقلد

۱۱۱

منہ سے دہی پانا

اور ظنی نافرمانی

شہاد

توریت کی فصل کی

یہودیوں سے۔ مباہلہ

مفسر

وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ عَلَىٰ حَبِوَةٍ ۖ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَدْعُونَ أَهْلَهُمْ

اور دینے تو میں کو سب لوگوں سے بھلا دینی، زندگی بھر میں پانچ ادا سے بھی جنہوں نے شرک کیا ان میں سے ہر ایک کو اپنا

وَيَدْعُوهُمْ إِلَىٰ الْفَسَادِ ۖ وَكَذَٰلِكَ يَجْزِيكَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

ہے کہ کاش اے نبی! وہ لوگ جس کی جڑی جلتے اور یہ بات اے نکمے اور دکھنے والی نہیں کہ اے نبی! یہ کہتے اور افسوس کہتے ہیں کہ

بارگاہ اُمی ہو جیسا کہ تبارادوحی ہے تو خدا تعالیٰ فرماری دعا کو قبول کرے گا۔ اگلی آیت میں بتا دیا کہ اپنی چٹائی

کی دھ سے وہ ایسی دعا کی کبھی جرأت نہ کریں گے بیض نے موت کی آرزو کیے سے اپنی ہی موت کی آرزو

کی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ مومن موت سے خائف نہیں ہوتا۔ مگر تم موت سے خائف ہو۔ مگر یہ معنی

کچھ موزوں نہیں۔ اور دوسرے معنی کی تائید خود قرآن شریف سے ہوتی ہے۔ اور حضرت ابن عباس جیسا مفسر

بھی دی معنی کرتا ہے +

علا ۱۲ احوص۔ حریص سے افضل ہے۔ اور حوص کے معنی ہیں بہت زیادہ ایک چیز کو چاہنا (غ)

اشرا کو ۱۰۔ پیشانہ یہ ہے کہ ایک چیز دو یا دو سے زیادہ کے لئے پائی جائے اور دین میں شرک دو قسم

سے اول شرک عظیم یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شرک ٹھہرانا۔ دوم شرک صغیر یعنی کسی امر میں غیر اللہ

کی رعایت کرنا (کناغ)۔ مرث میں ہے اشراک في هذه الآية اخفى من ديب النمل على العصفاء یعنی اس

آیت میں شرک چھپنے کے صاف جگہ چھپنے سے بھی زیادہ مخفی ہے +

بصیر۔ بقتہر۔ کچھ کو کچھ ہیں اور دیکھنے کی قوت کو بھی اور دل میں جو قوت در کہ ہے اس کو بصیرت

بھی کہتے ہیں اور بقتہر بھی (غ) اور البصیر اللہ تعالیٰ کے اسامیوں سے ہے۔ اور اس سے مراد ہے کہ وہ

تمام اشیاء کو دیکھتا ہے ظاہر کو بھی اور مخفی کو بھی بغیر کسی آدہ کے اور بصیر اس کے حق میں وہ صفت ہے جس سے

تمام اشیاء کے کمال اور صاف انکشاف ہوتا ہے (دست) +

مضج۔ فخر ج۔ حق ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا +

بصیر۔ جہادۃ آباد کر کے یعنی دیوانی کا تعین۔ اس نے غدا وغدا وہ مدت ہے جس میں جہنم کی زندگی کے ساتھ آباد

ہوتا ہے جہنم میں جہنم کا لفظ آتا ہے جیسے لہرانہ انہم یعنی سکتہ تم (الحجۃ ۷۲) اور جہنم سے یہ صفت مخرج ہو گا صلاک اور

یہاں یہ بیان کر رہے کہ ان بہرہوں کو قرآن کی زندگی کیلئے سب لوگوں سے زیادہ حویں پانچٹے یہاں تک کہ ان کو

بھی بڑھا کر دیں پانچٹے اور مرغوں سے مراد بعض لوگوں نے بعض شرک لئے ہیں اس لئے کہ وہ بہت جلد موت کے قائل ہیں

اس لئے اس دنیا کی زندگی کو ہی وہ سب کچھ سمجھتے ہیں اور بعض نے جو اس کو مراد لیں وہ جیسا کہ ابن جریر میں ہے چھینکے ہیں

سال بڑی کی دعا دیتے تھے نیز سال زندہ رہا اور جن عباس سے روایت ہے کہ اس سے مراد بھی لوگ ہیں اور بھی ہو سکتا

ہے کہ وہ من الذین اشراکوا سے بیان شروع ہوتا ہے۔ اول شرکوں سے مراد اول کتاب کے شرک یعنی عیسائی لوگ ہیں، ثانیہ ہر ایک

گروہ یا کلمہ کی تعداد میں، مثلاً ہر کس دنیا کی زندگی پر حواس ہی ہی نہ لگے شرک جانی یعنی عیسائی تو ایک ہزار سال کی زندگی کہتا

ہیں۔ اس صورت میں ہزار سال کی زندگی سے مراد ایک قوم کی مخالفت ہلاک کی ہزار سال کی زندگی ہوگی جیسا کہ دوسری جگہ میں اشارت

اور دوسرے جگہ میں اشارت ہے ان ہزار سال کا جو تو ہم کو یہ کہانی لگتی ہے کہ ہزار سال بھی مسلم کی مخالفت کوئی غالب نہیں ہو سکتا

اندھ سے موت

حوص

شرک

بصیرت

البصیر

مضج

جہادۃ

بصیر

ہزار سال کی زندگی

میراثت کی حالت

اسلام

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجَبْرِئِيلِ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۙ

کو جو کوفی جبریل کا دشمن ہے ۱۲۷ سویشک اس نے اللہ کے حکم سے اس کو تیرے دل پر اتارا

مَصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

اس کی تصدیق کرتا ہوا جو اس سے پہلے ہے اور مرثوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ۱۲۸

۱۲۷ جبریل - بخاری میں حکمر کا قول ہے کہ جبریل - میرا کال - اسرائیل سب یعنی جبرائیل جبرائیل صلیک یا صراف کے معنی جبرائیل یعنی افسدہ مگر جبریل جبرائیل اور اسل سے مرکب ہو سکتا ہے بیڑ کے معنی کسی قسم کے غلبے کے کسی چیز کی اصل کو کہنے سے ماہر اس لئے جبرائیل یا بادشاہ کو بھی کہتے ہیں ۱۲۸ اور بائبل آؤں سے پہلے ہی رجوع کرنے والا پس جبریل ہے جو اصلاح کرنے والے بادشاہ کی طرف بار بار رجوع کرتا ہے ۱

کسی ایک صبح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلیک کے وقت میں یہودی جبریل کو اپنا دشمن کہتے تھے چنانچہ بخاری میں آنحضرت صلیک کے سامنے جبرائیل سلام کا قول ہے ذات علیہ والہیہ وہ من الملائکۃ اور بعض روایات میں اس کی تشریح کی گئی ہے کہ وہ جبریل کو ملک المشرقین والہذا اب یعنی بخاری اور عذاب کا ذرشت کہتے تھے حالانکہ بائبل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ فرشتہ ہے جو وحی لاتا تھا چنانچہ ۱۲۸ میں جبریل کو حکم ہوتا ہے کہ انیل کو اس کی روایات کے معنی سمجھا دے اور لوقا ۱۱: ۱۹ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور قرآن کریم میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جبریل اللہ تعالیٰ کی وحی آنحضرت صلیک پر لاتے تھے جیسا کہ یہاں بھی صاف فرمایا اور احادیث سے حضرت جبریل کا آنحضرت صلیک کے ساتھ رمضان میں قرآن کریم کا دور کرنا ثابت ہے ماہ بخاری سے یہی بھی ثابت ہے کہ وہی فرشتہ جو آنحضرت صلیک پر وحی لایا حضرت موسیٰ پر بھی وحی لاتا تھا دیکھو ورتو کا قول کتاب کیف کان بدو الخ میں - ہذا الناموس الذی نزل اللہ علی موسیٰ معلوم ہوتا ہے یہودیوں کا یہ عقیدہ اس لئے ہو گیا کہ جب جبریل کسی نبی پر وحی لاتا تو وہ اپنی قساوت قلبی کی وجہ سے انکار کرتے اور ان پر عذاب آتا اس لئے وہ عذاب کو جبریل کی طرف منسوب کرتے لگ گئے ۱

وچھنے کچھ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی اسلام کے ساتھ عداوت کا اشارہ ذکر کیا تھا اس رکع میں ان کی عداوت کا کلمہ کر ذکر کیا ہے کہ یہاں تک ان کی عداوت ترقی کر گئی ہے کہ وہ جبریل سے بھی دشمنی کرتے ہیں ۱

۱۲۸ نزل - تنزیل اور انزال میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ تنزیل اس موقع کے ساتھ خاص ہے جہاں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آنے کی طرف یا سوروں اور آیات کے یکے بعد دیگرے نزل کی طرف اشارہ ہو اور انزال عام ہے ۱

قلب کے اصل معنی ہیں ایک چیز کا ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف پھیرنا ۱۲۸ قلب دل کو کہا جاتا ہے ۱۲۹ کہ وہ خون کو پھیرتا ہے یا اس لئے کہ خیالات کو پھیرتا ہے اور قلب کے معنی کسی چیز کا اصل یا اس کا نائب بھی ہیں (دست) حدیث میں ہے اول کل شیء قلب و قلب القرآن عیس - ہر چیز کا ایک قلب ہے اور قرآن کا قلب عیس ہے یہاں ابن ابی شیبہ نے قلب کے معنی لب اور اصل ہی کہے ہیں پس انسان کے جسمانی قلب کے مقابلہ پر ایک قلب اس کی روح کا مرکز ہے اور اس کا یہاں ذکر ہے نزول وحی اسی قلب پر ہوتا ہے بیض نے نزول قلب سے یہاں مراد ہی جبریل قلبک متصفا باخلاقی القان ان تبرے دل کو اخلاق قرآنی سے متصف کیا ۱

۱۲
۱۳

یہودی کا خدا ۱۵
منصوب ہے -

جبریل جبرائیل جبرائیل

جبر
ان

جبرائیل اور یہودی

جبرائیل کا بھی لا

تنزیل - انزال

قلب

قلب پر نزول قرآن
سے مراد

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِإِذْنِ هَؤُلَاءِ ذَوَاتِ

مُرْشِدَانِ لَا يَكُونُ لَكُلِّ نَفْسٍ مِنْهُمْ حِسَابٌ وَلَا تَنْزِيلٌ لَهَا مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ لَا يَحْشَوْنَ عَذَابَ اللَّهِ إِنَّهُمْ يَخِفُّونَ عَنْ عَذَابِ اللَّهِ أَكْثَرًا

چنانچہ شیطانوں نے جلیس کیا ہیں۔ غالباً یہ تو یہ ہے کہ سلیمان کی بہت سی بیبیوں میں جن میں سے کچھ اسرائیلی قوم کی اور کچھ غیر اسرائیلی تھیں۔ مگر اس نے ان سب کے لئے قرآن مجید نہیں برائے تھے۔ نہ ہی اس نے ان بیبیوں کے دیوتاؤں کی پرستش کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ملائے گا بھی اور محاب کیا۔ قرآن کریم کی صداقت کی کسی غفلت نظر آتی ہے کہ جو بات تیرہ سو سال پیشہ پیر بائبل کو پڑھنے کے ایک آدمی کے منہ سے نکلے۔ آج تحقیق کے بعد وہی درست ثابت ہوئی ہے۔ اور بائبل کا اپنا بیان غلط ثابت ہوتا ہے پس قرآن بائبل سے نقل نہیں کرتا۔ بلکہ بائبل کی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔

۱۲۹ النہر۔ النہر والحدائق وغیرہ۔ حقیقتہً ہمارے پھر ان دھوکے کی باتوں اور خیالات کو کہتے ہیں۔ جن کی حقیقت کچھ ہے۔ اور جو ہر کی قول ہے کل ما لطف ودق ما اخذنا فهو مھودت، وہ امر جس کی اصل و حقیق اور لطیف ہو وہ کھوسے۔ اور جو پیشہ شد ہے ان من البیان پھر اس معنی بعض بیان کرنا حکم رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ دیتا ہے پس شیطانوں کے لوگوں کو سحر سکھانے سے دھوکے کی باتیں اور خیالات سکھانا اور اسے جن کی اصلیت کچھ نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت سے شیطان ایسی باتیں لوگوں کو بتاتے رہتے ہیں پھر کے معنی جو قلب راہیت عام لوگوں نے بنا رکھے ہیں۔ اس کی حقیقت کچھ نہیں۔

یہاں بتا گیا کہ شیطان یعنی شریر لوگ ایک حضرت سلیمان پر کچھ افترا کر کے لوگوں کو سنا ہے اس میں اور یہودی اس کی پروہی کرتے ہیں اور دوسرے یہ لوگ اس سحر کی پروہی کرتے ہیں جس کی تعلیم دینے والے بھی شریر لوگ ہیں۔ سحر کو وہ کس کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کا ذکر آگے آئے ہے۔

۱۳۰ یا بابل، ایک نہایت قدیم اور بہت بڑا شہر تھا جو عتیک عاق عرب کا دار الخلافہ رہا۔ دریائے فرات کے قریب تھا جس کے دونوں طرف اب اس کے کھنڈرات باقی ہیں۔ مسیح سے ۲۳۰۰ سال پیشہ بھی یہ دار الخلافہ تھا جو چین سمجھتے ہیں کہ اس کے گرد و گرد کی شیل ۵ میل تھی۔ بخت النصر کے زمانہ میں بھی یہ عروج پر تھا بعد میں تباہ ہو گیا۔

ماروت اوروت کا
یہودیوں نے
پڑھ لکھ کر

ما انقلی میں مانتیہ ہے ابن جریر نے اس معنی کی روایت کی ہے۔ کہ یہ کھنڈر تھوڑے کچھ رسول بنا کر دنیا میں نہیں بھیجا تھا چہ جائیکہ ان پر پھر انہوں نے جو یہودیوں کے تعلقات ایمانوں سے بھی تھے جن کو وہ اب اسلام کے خلاف لگا بھی رہے تھے۔ اور یہودیوں سے ہی انہوں نے ماروت اوروت کا قصہ لیا تھا جن میں یہ مشہور تھا جیسا کہ اس کے لکھا کہ بائبل میں مذمت ماروت نام دو فرشتوں پر کچھ نازل ہوا تھا اور کہ وہ لوگوں کو کچھ سحر کی باتیں سکھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہاں دو قسم کی باتوں کی نفی کی ہے ایک ان کی جوسلیمان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں دوسرے ماروت اوروت کے قصہ کی اور ان پر سحر نازل ہونے کی اور جس طرح پہلے سلیمان کی طرف منسوب شدہ باتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا یہاں سحر کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ یہودی یہ کفر اس کا اتباع کرتے ہیں کہ یہ دو فرشتوں ماروت اوروت پر نازل تھا۔ اس کی نفی کی ہے کہ وہ دو فرشتوں ماروت اوروت پر سحر نہ لگایا ہو۔

ماروت اوروت کے
تھے جن میں
یہودیوں نے

ماروت اوروت کے جس قدر یہ سحر پڑھتے تھے جس قدر یہ ان کی اصل یا جو میں ہیں کچھ ملتی ہے۔ یا یہودیوں میں۔ قرآن و حدیث ان خرافات سے پاک ہیں۔ امام ہادی نے ان قصوں کا ذکر کر کے لکھا کہ یہ کھنڈر

وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَحَدٍ حَقِّ يَقُولِ إِلَّا أَنَّهُ الْفَنُّ فَنَنَّهُ فَلَا تُكْفَرُ فَنِيَّتُهُمْ لَعَنُوا

اور وہ دونوں کسی کو سکاڑتے تھے یہاں تک کہ کہتے بہم صرف فتنہ میں ہیں کا فرق بنو ۱۳۱ سورہ ان دونوں (ذہبی)

مَا يَفِرُّ قَوْمٌ بِهِ بَيْنَ الرَّعْرِ وَرَوْحِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ

سے وہ باتیں سمجھتے ہیں ۱۳۲ جن سے روم اس کی بی بی کے درمیان تفریق کرنے میں ملے ۱۳۳ اور اس سے وہ کسی کو ضرر پہنچانے والے

مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعْلَمُونَ مَا يُضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ

نہیں پہنچے سوائے اس کے جو اللہ کے حکم سے ہو ۱۳۴ اور وہ باتیں سمجھتے ہیں جو انہیں ضرر دیتی ہیں اور انہیں نفع دیتی ہیں۔

خامدہ دو ہے۔ شباب عاتی نے کہا ہے کہ جو شخص ان باتوں کو ماننا ہے کہ اُروت ماروت دو فرشتے ہیں
کو زہر کی وجہ سے غلاب دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا کاف ہے۔ کیونکہ ماننا تکبر معصوم ہیں وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی
نہیں کر سکتے۔ روح العالی میں ہے کہ ان قصوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ثابت نہیں۔
اسے کاش اسلام کی کتابوں میں ان خرافات میں سے کچھ نہ پڑتا جن کو کوئی عاقل قبول نہیں کر سکتا۔ غرض یہ
قصے اہل علم کے نزدیک مردود ہیں *

تعلیم صحہ

۱۳۱ اُروت ماروت کا قصہ بننے والوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ فرشتے جو اُدھے منہ بابل کے کنوئیں میں
لٹکے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو جاہد سکاڑتے ہیں مگر پہلے یہ کہہ لیتے ہیں کہ ہم ایک آزمائش ہیں پس ہم سے جاہد نہ کیجیو
اس سلسلے سے سر پہ قصہ کا کار کیا ہے اور فرمایا کہ وہ کچھ سمجھنے ہی نہیں جو یہ کہنے کی ذمہ داری ہے۔ کہ ہم فتنہ
ہیں تم ہم سے جاہد نہ کیجیو۔ قرآن شریف سے صراحتاً یہ کہنا سیکھا کہ شیطان کا کام یہاں فرمایا جو مسلمانوں کو لٹکے ہوئے رکھے
۱۳۲ انہما میں ضمیر ان دو ذریعوں کی طرف جاتی ہے جن کا ذکر اُپر ہے یعنی ایک وہ کفر کی باتیں جو سلیطان
کی طرف منسوب کی جاتی ہیں حالانکہ سلیطان کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اور دوسرے وہ کفر جس کا بابل میں اُروت
و ماروت پر نازل ہونا بیان کیا جا چکا ہے *

ذہبی

۱۳۳ اس ایک قصہ میں اس کل منصوبہ کی حمایت کو بیان کر دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا جاتا تھا۔ دنیا
میں صرف ایک ہی۔ سوسائٹی پر رنگ نہ حسب ایسی ہے جس نے مرد اور عورت میں تفرق کیا ہے یعنی مردوں
کو اس کا ممبر بنایا جاتا ہے مگر عورتوں کو نہیں۔ اور یہ ذہبیوں کا طریق ہے۔ یہیں بیان کیا گیا کہ ذہبیوں نے فرشتوں
سوسائٹیوں کے ذریعے اسلام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جس کی طرف اگلے الفاظ میں اشارہ ہے
اور یہ وہی وہی فرشتوں سے ملکر خبیثہ منصوبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کر رہے ہیں *

اسلام کے خلاف
خیثہ منصوبے

۱۳۴ یہ بتایا کہ ان کی غرض اسلام کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا ہے۔ مگر وہ نقصان نہیں پہنچا
سکیں گے۔ دوسری جگہ قرآن کہہ رہا ہے کہ اہل کتاب خبیثہ منصوبے مومنوں کو نقصان پہنچانے کے لئے کرتے ہیں
إِنَّمَا الْغَلُوفُ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيُضِلَّ بِهِمُ الْغُلَامَ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ وَالْبَنَاتِ
خبیثہ منصوبے شیطان کا یہ ہیں جن کی غرض یہ ہے کہ وہ یعنی شیطان مومنوں کو علم میں ڈالے اور وہ ان کو کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتا اے اللہ کے اذن سے جو نقصان پہنچتا ہے وہ پہنچے گا۔ یہ دونوں جگہ نظر قریباً

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝۱۰۰

کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کی ہستی
آسمانوں اور زمین

آیت ہے جو دوسری سے نسخ ہوئی ہو یا دوسری کی نسخ ہو بلکہ اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت تک کسی ایسی آیت کے نازل ہونے کا ثبوت عین ملتا جس نے کسی پہلی نازل شدہ آیت کو نسخ کر دیا ہو پس جب یہ جگہ اسی آیت تک پیش نہیں آیا جب کسی کا اعتراض کرنا ہی ممکن نہ تھا تو یہاں نسخ آیات قرآنی کے مضمون کو بیان کرنا باطل یعنی بات ہے۔ یہ دوسری قطعی دلیل اس بات ہے کہ یہاں نسخ آیات قرآنی کا ذکر نہیں بلکہ نسخ شرائع سابقہ کا ذکر ہے +

تیسری قطعی دلیل یہ ہے کہ یہاں نسخ کے ساتھ فراموشی کا ذکر ہے لیکن قرآن کریم کے متعلق قطعی طور پر فرمایا **مَنْ ذَا الَّذِي يَمْحُو اٰیٰتِنَا** جو کچھ کو نہ جانے اس کے تو اسے نہیں بھولے گا اور اس کے آگے جو یہ فرمایا **اَلَا مَشَآءُ اللّٰهِ** جو اللہ چاہے تو اس کے یہی نہیں کچھ حد بھول بھی جاؤ گے کیونکہ اس طرح جہالت باطل سے معنی ہو جاتی ہے ہم پر ہر گز سزا نہیں بھولے گا مگر بھول جانے کا۔ یوں کوئی معمولی آدمی بھی نکلے تو نہیں کر سکتا چہ جائیکہ قرآن جیسی پرہکت کتاب کی طرف یہ بات خوب ہو **اَلَا مَشَآءُ اللّٰهِ** معنی صاف نہیں لگا دیکھیں تو تم بھول بھی جاؤ گے ہو مگر ہمارے پرہکتا کیا ہے کہ جو ہم پر چھائیے اسے ہرگز نہ بھولے گا۔ اور امر واقع بھی یوں ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس مکہ کی سورت ایک وقت نازل ہوئی ہے اور آپ کو کبھی اس کا ایک لفظ نہیں بھولا پھر بغرض محال اگر آنحضرت بھول جاتے تو ساتھ ساتھ جو لوگ خلفائے پچھلے جاتے تھے اور جن کی تعداد کو پہلے تعزیری محکمہ گرامر دینہ اگر نیکو ذہن تک پہنچائی تھی تو سب کے سب کس طرح بھول جاتے تو ہر ایک بھولتا تو دوسرا فوراً اسے درست کر دیتا جس طرح ابھی جب ایک حافظ قرآن ایک لفظ کو غلط پڑھتا ہے تو دوسرا اس کے کچھجے درست کرنے کو کھڑا ہوتا ہے پھر سب سے بڑھ کر نہ صرف ہر ایک آیت خلفی کا قیام کو بلکہ کسی بھی جاتی ہے۔ اس تحریر کو کون جو کر دیتا تھا اس کے ٹھکانے کا یہاں کوئی ذکر ہے یہاں صرف فراموشی کرانے کا ذکر ہے۔ ہاں فراموشی پہلی شریف کی بعض باتیں ہوتیں جو مرد زمانہ سے باطل دیکھتے نہ ہو جاتیں۔ پس اس لحاظ سے نسخ شرائع سابقہ کا ذکر ہے۔ نسخ آیات قرآنی کا +

ما یہ سوال کہ قرآن کریم کی کوئی آیت جو اس وقت بین المذہب موجود ہے آیا وہ نسخ ہے؟ کچھ روایات ضروری ہیں مگر عجیب بات ہے کہ ان میں سے کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پہنچتی کسی کوئی روایت میں نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کو نسخ فرمایا حالانکہ اگر نسخ آیات قرآنی کا مسئلہ درست ہوتا تو کوئی نہ کوئی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ جاتی پس جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت کو نسخ فرمائیں دیتے اور ہر آیت کا قائل عمل ہو تا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ثابت ہے۔ تو محض کسی صحابی کے قول سے کوئی آیت نسخ نہیں ہو سکتی صحابی کا قول تو دیکھتے ہی جنت نہیں چہ جائیکہ آیات قرآنی کے بارہ میں جو قرآن شریف میں موجود ہیں کسی ہمت کو کھس ایک صحابی کے قول کی وجہ سے نسخ ہو گیا دوسری بات روایات نسخ کے متعلق یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں اکثر ان روایات کی یہ حالت ہے کہ جہاں ایک صحابی کی رائے ایک آیت کے نسخ ہونے کے متعلق ہے وہیں دوسرے صحابی کی رائے اس کے غیر نسخ ہونے کے متعلق ہے پس معلوم ہوا کہ خود روایات ایک دوسری کی تردید کرتی ہیں پس نسخ کا مسئلہ ادنیٰ کمزور وجوہات ہے +

تیسری بات یہ ہے کہ یہاں روایات ضعیف ہیں چنانچہ طبری کا قول ہے **الروایات فی النسخ کم ما ضعیفہ** چوتھی بات یہ ہے کہ بعض نے صرف پانچ آیات کو نسخ کہا اور بعض نے کئی سو آیات کو نسخ کہا یہاں اس قدر اختلاف

قرآن کریم کا جو ذکر
انسخت بھی اسے
بھولے نہیں

نسخ کی کوئی روایت
انسخت تکمیل پہنچتی

صحابی کا قول نسخ
بہجت نہیں
روایت میں ایک
دوسرے کی تعدید

روایات نسخ ضعیفہ
متعلقہ نسخ ضعیفہ

۱۰۸. وَمَا لَكُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ مَنٍّ وَلَا يَصِيرُ أَمْ تَرِيدُونَ أَنْ تَشْأُرُوا أَرْسُلَكُمْ كَمَا

اور تمہارا اٹلے کے سوا کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے۔ ۱۳۹ بلکہ تم چاہتے ہو کہ اپنے رسوں سے سوال کرو جس طرح پہلے

سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

سب سے سوال کیا گیا تھا اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفرے لیتا ہے وہ ضرور یہی راہ سے گمراہ ہو گیا ہے ۱۴

وَذَكِّرْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ رَدُّوهُمُ لَكَارِهُونَ ۝ وَذَكِّرْهُمْ مِنْ بَعْدِ إِذْ لَقِيتَ الْفَارِغَةَ لَاحِشَةً مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ ۝

اہل کتب ہمیں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں لوٹ کر کافر بنادیں اپنے خد کی وجہ سے

مِنْ عِدَّةٍ مَّا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحُكْمُ فَاعْتَصُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اس کے بعد کان کے لئے حق کھل گیا سو غصہ اور درد گزر کر وہ ہنسٹیک کر اٹھا۔ انا کا نام ہے ہشک اللہ سرخیز رقاصہ ۱۳۱

اختلاف بتانا ہے کہ یہ محض ائمہ راستے کی بات ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہوتی کہ جب ایک شخص ایک آیت کو دوسری کے ساتھ

تفصیل نہیں دے سکا تو اس نے اسے منسوخ کر دیا۔ اور وہ بھی نہیں سوجھا کہ آبی اوراق جسے منسوخ کر دیا ہے وہ پہلے کی۔ بلکہ منسوخ کتنا فرق ہے

ہے بھی یا نہیں یہ تطبیق دینے کی جگہ غور و فکر کرنا ہوگا یا قرآن کریم میں اختلاف قبول کرنا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

اختلاف کے برعکس کو بطور دلیل پیش کیا ہے وہ یہ کہ ان میں سے نہ تو ایک جہت پر اتفاق ہے نہ اختلاف کا کثرت (المناسبات: ۸۶) اس

اگر تو ان کو کہہ دے کہ میں اختلاف قبول کیا جائے تو وہ سن کر خدا کا لہجہ نہیں اور اگر اختلاف ہے تو نسخ کی ضرورت نہیں۔ یہ کہنے

اسخبر قور وکھا اعلیٰ کاک کا جلا قطبہ، ندوے سکھ، کور و سرخ و انکسار و طاقیہ، رو، جاکتہ سے بر نسخ آوات

وَقَدْ كُنَّا مِنْ أَفْوَاجٍ ۖ

۳۹۹ ابرار اے کہ انعام و رشادت و سزا کی طرف اشارہ ہے اور یہ کہ یہ ۱۲۰۰ دوسری جنگ کو ظاہر کرتا ہے اور انعام

کتاب الحکمة و الفقه من الکلام النبوی علی ما روایت از ائمه و فضلاء آل ابراهیم و محمد رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم

حکومت کے ساتھ ایک دوسرے کو بھڑکانا۔ یہ خطبہ اس وقت کہ جب اس نے جیل سے نکل کر روایا

[illegible]

چنانچه بودی صاحب این کتب و در هر یک از آنها که می خواهی بنویسی یا نه

کے جیسے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَمَا يَكْفُرُ لَكُمْ بِهِ اللَّهُ مُبْدِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (اور وہ جسے تم کو اس کے مبدیٰ اور آخرت کے لیے کفر سے روکتا ہے، وہ اللہ ہے)۔

[illegible]

موسیٰ سے انہوں نے اس سے بی برحکمہوں لیا۔ یہاں نے بے نظریے کے مزیدی بیان کو چور کرنا سیکھا۔

جیسا کہ یہودیوں نے کیا +

عزتِ حسنہ۔ حسنِ یہ کہ ایک حصے کے ایک حصے کے روئے کی خواہش کی جس کے جس کے

بسا اوقات اس پہ اس کے دور کے بی بی کو سبھی سے دعا ہے کہ وہ جیسا کہ اس کی خواہش ہو اس کے لئے ہو

جس طرح کہ روایت میں ہے کہ المومنین یطوفونہا یعنی مسلمانوں کی قبروں پر گھومتے ہیں اور ان کی سزا دیا ہے کہ وہ ان کی قبروں پر گھومیں۔

نہایت میں ہے کہ جس قدر یہ ہے کہ وہ سرے کی سمت کا نزل چاہتا ہے اس کے حوصلے میں نہ ہے کہ وہ اس کے لئے

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقْلُوا مِنْ الْفَيْسِلَةِ مِنْ خَيْرٍ يَسْئَلُ عَنْ عِنْدَ اللَّهِ ۝۱۱۰

اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو کوئی بھلائی اپنے لئے مانگے میرے لئے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے۔

لَنْ يَكُونَ اللَّهُمَّ يَتَعَلَّمُونَ بَصِيرَةً ۝ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ

بیشک اللہ کچھ نہ کرے کہ جو دیکھتا ہے ۱۱۱ اور کہتے ہیں کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا سوائے ان کے جو یہودی ہوں یا

نَصْرًا ۚ تِلْكَ أَمَانَتُهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

یہانی یہ ان کی آمانتیں ہیں کہہ اپنی روشن دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ۱۱۲

یہ ہے کہ صرف یہ خواہش کرے کہ اسے بھی وہ سرے جیسی نعمت مل جائے اور دوسرے سے نہ ال کہ خواہش نہ کرے اور مرد میں جس جو آسمانے لاصدا الا فی الشکین تو اس کے معنی کہ ہیں کہ کوئی حد نہیں جو نقصان دہ نہ بن جائے مگر وہ باقر میں۔ مگر یہاں حد کا استعمال غلط کے معنی میں ہے۔

اصطلاح کے معنی میں ترک حرامت کرنا اور یہ غلو سے بڑھ چکا ہے۔

یہاں بتایا کہ یہودی گمراہ ہوتے ہوئے اس حد تک پہنچے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان حالت کفر کی طرف لوٹ جائیں بعض حد سے دور نہ گمراہ تہجد کے مذہب کو مت پرستی سے تو چھٹا کھتے دوسری جگہ اہل کتاب کا قول کفار کے متعلق نقل کیا ہے۔ هؤلاء اھدای من الذین آمنوا سبیلا (النساء ۵۱) یہ یوموں سے زیادہ ہدایت کی راہ پر ہیں کفار قوش اور یہودی اسلام کی پگھلی کے لئے غرض واحد تھی ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمان دین اسلام پر لوٹا اور اسی غرض کے لئے جنگ کر رہے تھے۔ ولایزالون یقاتلکم حتی یردکم عن دینکم وان استطاعوا ان ۲۱۱

اللہ کے اپنا امر یا حکم لانے سے منشاء یہ ہے کہ اسلام کی بادشاہت قائم ہو جائے فرمایا اس سے پہلے یہ تو نہیں نہیں گئے پس تو ہی ضرور رگڑ سے کام لو۔ مسلمانوں کا جنگ کرنا صرف اپنی حفاظت کے لئے اور اسلام کی حفاظت کے لئے تھا انتقام کے طور پر کبھی جنگ نہیں کی مگر یہی قصص جو وہ رگڑ پر عمل فرما رہے تھے کہ کے بعد لا تغرب علیکم الیوم اسی حکم کی تفصیل میں فرمایا پس اس آیت کو منہج کنساج غلطی ہے۔

۱۱۲ لیا اس سے پہلے مسلمان نماز نہ پڑھتے تھے کسی حکم کے دینے کا منشاء لازماً یہ نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے اس کے خلاف ہو رہا تھا۔ یہاں اوپر کی آیت میں مسلمانوں کی مشکلات کا ذکر کیا کہ اہل کتاب اس قدر دشمن ہو رہے ہیں کہ اسلام سے ہی رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان مشکلات کا علاج یہاں بتایا کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ مصیبت میں نماز بہترین علاج ہے۔ گویا انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہی۔ مگر صرف نماز سے انسان اپنے کمال کو حاصل نہیں کرتا جب تک کہ زکوٰۃ کی صورت میں محدود حق ساقہ نہ ہو۔ آخر فرمایا کہ نماز پڑھ کر خدا کا کچھ نہیں بلکہ اپنی ہی جان کی بھلائی کے لئے کچھ کام کرے جو جس کا نتیجہ بعد میں ظاہر ہوتا ہے۔ منافع کچھ نہیں ہوتا اللہ کے ہاں محفوظ

ستہ

۱۱۳ اَبْرَہَہ (دشمن ہوا) سے بُرھان وہ دلیل ہے جو عوفی کو روشن کر دے جو نہایت مضبوط اور لامحالہ سچی ہو رہی ہے۔
الوسن کا وہ وہاں ارضی ہونے کا ہند ہے اور ہا دیکھ کر ۱۱۴۔ قالوا ایہو وہم ارضی مفضل شال

صغ

یہود کا بت پستی

کو تہید سے اچھا

قزادینا

جنگیں یہ مسلمان

کا حفر برل

نماز پر مروج

برھان

فہود

۳۳

ملکت کا کلام تھا

۱۰۰

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتْ النَّصْرَةُ عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصْرَةُ لَيْسَتْ ۱۱۳

اور یہودی کہتے ہیں نصرانی کسی بچائی نہیں اور نصرانی کہتے ہیں یہودی

الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتَّبِعُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ

کسی بچائی نہیں مگر وہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح اہل حق نے کہا کہ وہ لوگ کہتے ہیں جو علم نہیں

قَوْلِهِمْ فَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَخْتَلِمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۚ وَمَنْ أَظْلَمُ ۱۱۴

کہتے ہیں اللہ ان کے دماغ میں قیامت کے دن ان باتوں میں ڈھیل کر دے گا جو ان میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اس سے بے مثال کون

مَنْ مَنَعَ مَسِيحَ اللَّهِ أَنْ يُدْكَرَ فِيهِ اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهِ أُولَٰئِكَ مَا كَانُوا

جو اللہ کے مسیح کو نہ مانے اور ان کے نام کا ذکر نہ کرنا چاہتے اور ان کے خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو مناسب دعا

أَنْ يَدْخُلُوها الْأَخَافِينَ لَهُمْ فِي الْمَذَاقِ نَزِي ۚ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

کون میں وہ داخل ہوں گے ڈرنا سے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ۱۱۵

طرف حقوق خدا کی بھلائی میں لگ جانا اس دنیا کی جنت ہے اور یہی آخرت کی جنت کی دلیل ہے ۵

۱۱۵ صاحب اس بات کو بیان کیا کہ غلات کس طرح حاصل ہوتی ہے جو ساتھ ہی اب بھی بنیاد یا کسی مذہب کے متعلق یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں کوئی بھی بچائی نہیں۔ یہود اور نصاریٰ ایک ہی کتاب بائبل کی پیروی کا دعویٰ کرتے

ہیں مگر جو بھی ضامین اگر وہی کہتے ہیں کہ دوسرے فریق کے مذہب میں کچھ کمی صافست نہیں۔ یہ جابلو لوگوں کا کام ہے کہ جب اپنے مذہب کی صداقت کو بیان کرنا شروع کیا تو وہ دوسرے سب کو سزا سزا ملے اور تمام قسم کی غویہوں سے خالی کردیا۔

غلات کا ایک بیشک اسی میں ہے کہ کال طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں لگ جانے اور حقوق خدا کے ساتھ احسان اس کی نذر کرنا۔ مقصد جو بڑا بچہ دیکھ صداقت میں باقی جاتی ہے۔ اس عبادت مذہبی کے اختلافات کا فیصلہ

یہاں نہیں ہوگا۔ یعنی یہ نہیں کہ کسی کا عقیدہ ذرا غلط ہو تو اللہ تعالیٰ اسے فوراً ہلاک کر دے یا کسی دھرم میں جھکا کر دے جو کسی خط عبادت کی وجہ سے رو جاتی ہے اس کا کھلا خلاف قیامت کے دن ہی ہوگا اور وہیں اس کے پورا کرنے کا سامنا

بھی ملے گا۔ اگلی بات میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو دینا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جہاں دیکھ کر کہنے لگے دنیا میں بھی رسوائی ہے۔ ۵

۱۱۶ اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جہاں دیکھ کر کہنے لگے دنیا میں بھی رسوائی ہے۔ ۵

۱۱۷ مسیحیوں کے مقابل خصوصیت سے یہ لفظ اسلام کی جادو کا ہے جو لایا گیا ہے جو یوں کہ امت صواہم و بیوم وصلات

و مساجد بنا کر کہا تھا اسم اللہ کثیرا (آیت ۳۰) خواب عبادت یعنی آباد کرنے کی خدمت ۵

خوفی۔ انکار کا پہنچنا ہے خواہ اپنی طرف سے ہو یا غیر کی طرف سے رنج پس منہ رو کہنے میں آخر کار ناکامی پہنچتی ہے اور دوسرے کا مغلوب ہو جانا بھی ۵

ہم مذہب یہاں پہنچے کے ہونے کی تعلیم

نقل عبادت میں دنیا میں گرفت نہیں

مسجد

خواب خوفی

۱۱۰ وَلِلَّهِ الشِّرْكُ وَالْمُغْرِبُ فَإِنَّمَا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الذِّكْرُ بِحُجَّتِ اللَّهِ وَأَسْمِعْ عِلْمَهُ

اور شریک اور مغرب اللہ ہی کا ہے پس جس پر تم پر ہے اس پر بھی ہرگز شک نہ ہو جس نے دلا جانے والا ہے

پہلی آیت میں اختلاف عقاید کا ذکر کیا تھا کہ اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا یہاں فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں شرارت میں حصہ لے رہے ہیں ان کو بھی دنیا میں خدا کی عبادت کو روکنے تک جانتے ہیں اور ان کو دینان کہتے ہیں۔ ان کو سزا بھی دینا ہے لیکن جاتی ہے یہودیوں اور عیسائیوں نے جس طرح ایک دوسرے کے مذہب کو ہر قسم کی غیبت سے جاری کیا یا اسی طرح ایک دوسرے کو ان کی عبادت کا روکا اور ایک دوسرے کو دشمن ہو گئے کہ ہر فرقہ دوسرے کی غیبت کے واسطے راجب اس کو طاقت ملی۔ اسی کی ذمہ داری تھی کہ وہ نہ کر کیا مگر اس کو بھی کریم کے عباد کی حالت پر حیران کر کے بطور شیوہ کوئی ان عباد کی ناکامی کا ذکر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر مشرکین نے مسیحیوں کے روکا جس کی طرف مسیحیوں نے اشارہ دیا۔ اس نے کہ وہ تمام دنیا کی مساجد کا مرکز ہے، تو یہودیوں کی مساجد بھی اسی کے مساوی ہوتے۔ اس نے ان کا انجام بھی اس پیشگوئی میں ذکر کیا کہ وہ جس طرح پہلی آیت میں بتایا کہ یہی مذہبیں صداقت سے الگ تھیں کرنا چاہتے ہیں یہ بتایا کہ تمام مذاہب کے پیروں کو عبادت میں آزادی دینی چاہیے۔ انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو کافر ہی مساجد سے روکتے تھے۔ مگر آج تو مسلمان خود بھی اپنے مسلمان بھائیوں کو مساجد سے روکتے ہیں اور ایک فرقہ کا مسلمان دوسرے فرقہ کے مسلمان کو بھی مسجد میں آنے نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں ذلت اٹھارہ ہے۔

یہاں دنیا کی سزا کو آخرت کی سزا کے لئے بطور پیش خیر اور پشیمان فرمایا ہے جس وقت یہ لفظ نازل ہونے اس وقت دشمنان اسلام کے وہم و گمان میں بھی وہ تھا کہ ان کی طاقت اور قوت کا خاتمہ ہو کر ان کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑے گا مگر خوشی ہے کہ ان میں سے غیر متوقع امر صفا سے پیش آیا۔ اور یہودیوں اور دوسرے دشمنان اسلام کا چرچہ ہی سال میں ذیل ہو جانا قرآن شریف کی صداقت پر ایک بڑا بھاری نشان بھرا۔

۱۱۱ وَاسْمِعْ صَوْتَهُ فَوَاقِیْ سَبْعَ مِائَاتٍ مِّنْ مَّوَدِّعِیْہِمْ وَاسْمِعْ صَوْتَهُ فَوَاقِیْ سَبْعَ مِائَاتٍ مِّنْ مَّوَدِّعِیْہِمْ

یہاں جبکہ ذکر ہے کہ جس پر کوئی قرین نہیں ہے اسے قہر بیت المقدس کے ناسخ اور جس نے قول جھٹکے پہنچ بتایا ہے کہ اس آیت میں قبلہ کا کوئی ذہن نہیں بلکہ چنانچہ پہلی آیت میں بتایا تھا کہ مسلمانوں کو مساجد سے باہر کی عبادت سے روکا جاتا ہے تو یہاں مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ اگر ان کو خدا تعالیٰ سے روکا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توجہ خدا تعالیٰ پر ہے وہیں بلکہ مسلمانوں کو تسلی دیا کہ اللہ کی توجہ وہیں ہوتا ہے ساتھ ہی اسے بتایا کہ پہلی آیت میں بتایا کہ کسی کو مسجدوں سے روکنے والوں میں اللہ تعالیٰ کے اسلام کہنے والا فرمایا ہے۔ یہاں اسی کی مزید وضاحتیوں کی کہ مسلمانوں کو غائب کیا جائیگا اور جن مسجدوں سے ان کو روکا جائیگا اسے ہر مذہب میں ان کا پڑن کا پڑن اور قہر ہوگا بلکہ ان کو اس قدر قہر حاصل ہوگا جتنی کہ وہ مسجد میں تھے۔ اور وہی قہر ان کے ساتھ ہوگا اور وہی اللہ کی توجہ ہوگی کہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا ملک اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس لئے کہ وہ خدا کے ایک نام میں مشرقی اسلام کو غائب کیا۔ جبکہ اب مغربی میں بھی اسے غائب کرنا

ہاں کہہ رہا ہے کہ وہ مسجدوں سے روکا جاتا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحٰنَ ۤإِبْرٰهٖمَ ۚ لَمَّا فِي السَّمٰوٰتِ اَلَا مَرْضًى كُلُّ لٰهٍ قٰنُتُوْنَ ۝۱۱۶

اور کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا وہ پاک ہے بلکہ کچھ اسوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے سب اس کے فرما پر اور میں ۱۱۶

۱۱۶ اولاد یعنی مطلقہ ہے جو جائیداد اور اسحق چھوٹے بڑے پر استعمال ہوتا ہے۔ اور سبھی کو بھی قائل کیا جاتا ہے اور قلنا کہ اولاد (یوسف ص ۷۱-۷۲) اور ہمارا کیا جاتا ہے (رحمہا علیہا السلام) تبارک وتعالیٰ یعنی بتداء کی سرزمین سے رخصت ہوا اور کسے اور کہا جا کہ اللہ الہیاتی حیاتی ایسے یسویہ مایلدات۔ مائیں حاملہ ہیں کوئی نہیں جانتا ان سے کہا ظاہر ہوئے ظاہر ہے۔ اور کہا جا کہ عجمہ فلان ولادہ فلانہ ظہر ظان کی صحت سے خریدا ہوئی ہے (دت) اور قلیل معنی قرینت آتا ہے اور عیش میں ہے کہ اشتقاق سے حضرت عیسیٰ کو فرمایا تھا انا ولدناک جس کے معنی ہیں میں نے تماری تربیت کی ہے تمہارے لئے اسے قائل سمجھ لیا اور تحریف کی (د) •

تاقنون۔ حقوت ضعیف کے ساتھ طاقت کو لازم کر لینا اور محض مفعول اور محض طاقت پر بھی دلا جاتا ہے (د) • یہاں عیسائیوں کے عقیدہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سورت میں زیادہ تر بحث یہودی و کلیلیوں سے کی ہے اور کسی قدر عیسائیوں کی اور آل عمران میں عیسائیت پر محض بحث ہے۔ یہودیوں کے۔ اتنا محبت کے لئے یہاں عیسائیوں کے عقیدہ کی اس جگہ دیکھا ہے یعنی حق کی انجیت کا عقیدہ۔ کیونکہ کفارہ کا عادی انجیت مسیح پر ہی ہے •

عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن کی طرف انھوں نے قائل کیا ہے حالانکہ وہ ابن مائیں ہیں ذوق یہ ہے کہ اولاد کا لفظ صرف حقیقت پر دلا جاتا ہے اور ابن مجاز بھی دلا جاسکتا ہے۔ یوں تو قرآن شریف نے دونوں لفظوں سے یہی معنی یوں بھی فرمایا جو محال انصاری الیسویہ ابن اللہ (التوبہ۔ ۳۰) لکھا کرتا کہ اس عقیدہ کا لفظ انھوں نے لکھا ہی کیا ہے اس لئے کہ اس میں ان کے عقیدہ کی ناقصولیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر عیسائی مسیح کو جو ان کے نگاہ میں خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ تو مجازاً یہ لفظ اوروں پر بھی دلا جائیگا ہے اسرائیل خدا کا بیٹا بلا کائنات نہ کہ لایا (درج ۳: ۲۳) اور خود مسیح کہتے ہیں۔ تمہارے دے جو صبح کونے والے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلے تھے۔ (متی ۱۹: ۲۹) اور پھر کہتے ہیں۔ اور جو تمہیں دکھ دیں اور ستا دیں ان کے لئے دعا مانگو تاکہ تم اپنے جو آسمان پر سے بیٹے ہو (متی ۵: ۴۴ و ۴۵) یعنی ہر ایک شخص را استیابان کہ خدا کا بیٹا بن سکتا یا کہلا سکتا ہے اور یہی مجازاً استعمال اس لفظ کا ہے اور انجیل گواہ ہے کہ مسیح نے اپنے لئے بھی یہ لفظ انجی حزن میں استعمال کیا تھا جن

معتزلوں دو صوفیوں پر اس کا پلونا جائز ہے چنانچہ جب یہودیوں نے اسے کہا کہ ہم تجھے تھراؤ کریں گے اس لئے کہ تو کفر کرتا اور اسے آپ کو خدا کہتا ہے تو حضرت مسیح نے یوں جواب دیا اور کیا تمہاری شہادت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا۔ تم خدا ہو بلکہ اس نے ہمیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا تم اس شخص سے جیسے اپنے شخص کو کہہ دیا میں سمجھتا ہوں کہ تو کفر کرتا ہے اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں (یوحنا ۱۰: ۳۲-۳۶) میں مجاز کے نگاہ میں خدا کا بیٹا بننے سے تو مسیح کی کوئی خصوصیت نہ رہی۔ اور اگر اس کی خصوصیت قایم کی جائے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں تو پھر اسے حقیقی طور پر خدا کا بیٹا ماننا پسے گا۔ اسی لئے قرآن کی یہ ہے انھیں اللہ ولد ان کو ان کی طرف منسوب کیا۔ اور اسی لئے اس پر یہ اعتراض کیا۔ لعلونکہ وہ صاحبہ حقیقی بیٹا تو بنیر ہی بی کے ہو نہیں سکتا۔ اور تم خود ہی بی کے کمال نہیں چہ عیسائیوں کی اس خرافہ کا غلطی کا جاں نہیں دکر ہے اس کے بعد لفظ عجمان اور قتالی کی شان میں بولا ہے۔

مجان کے معنی ہیں کہ وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ اور بیٹا بننے میں نہ صرف اس کی طرف ایک ظاہری عیب ہی

ولد
قندہ کا استعمال
مادی

حقوت۔ تاقوت
عیسیٰ عتیدہ کی
بیٹا

انجیت مسیح کا عقیدہ

خدا بیٹا بلکہ عباد

انجیل کی شہادت

مسیح کا بیٹا خدا

بیٹا لکھا گیا

انجیت کے عقیدہ

ظاہری عیب سے پاک

۱۱۸ بَلِّغِ السَّمُوءَ الْأَرْضَ وَإِنْ أَنْتَ مِنْ أَقَامِكُمْ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وَقَالَ الَّذِينَ

اساتذہ اعلیٰ کا عیب بنانے والے ۱۴۹۹ء کا جواب کوئی ملک بدری کرتا ہے تو صرف اسے کھدیتا ہے کہ سو دھجیا جائیگا۔ ۱۴۹۹ء کا جواب

لَا يَعْلَمُونَ إِلَّا كَلِمَاتُ اللَّهِ أَوْ تَاتَيْنَا آيَةً مُكَرَّمَةً قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ

علم نہیں رکھتے تھے ہیں کیوں؟ شہدہ کے کلام نہیں لکھا یا دیکھیں، ہنگامہ پاس نشانی نہیں لکھی، پہلی طرح انہی کے قول کی مانند ان لوگوں کا جواب لکھی ہے

منسوب کہنا چاہیو۔ کہ جس طرح باپ بیٹے کا علاج ہوگا، خدایمیں بیٹے کا علاج وہاں بلکہ اعتدالی کی صفات میں بھی عجیب
مانتا ہے اس لیے کہ وہ بیٹے کی ضرورت یہ بتانی جاتی ہے کہ خدا باپ میں عدل ہے رحم نہیں۔ اور بیٹے میں رحم ہے
پس خدا کی صفات ناقص ہوئیں جہاں رحم جیسی چیز ہی موجود نہیں۔ اس لئے جواب دیا کہ وہ عقیدہ صحیح نہیں ہو
جو خدا کی طرف عجیب منسوب کرتا ہے۔

ابیت کے تعلق سے
بڑھاکو فرق چھوڑنا تھا

اس کے بعد یہ فرمایا کہ زمین اودھ سان میں سب کچھ اسی کا ہے اور سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔ یہاں بھی نبیؐ کی ترویج کی ہے اس لئے کہ فرمایا کہ: تو سب کا خالق اور سب کا مالک ہے اور سب اس کے ہوسے پورے فرمانبردار ہیں۔ حالانکہ باپ بیٹے کا خالق ہوتا ہے نہ مالک اور نہ ہی بیٹا باپ کا کال فرما خبردار ہو سکتا ہے پس جب خدائیں اودھ سان کی مخلوق میں باپ اور بیٹے کے تعلق سے بڑھ کر تعلق پہلے ہی موجود ہے تو پھر بیٹا بنانا لامحلہ ہوا۔

بیع - ابداع
پرست

۱۴۹) روح یا ابداح کے معنی ہیں ایسا بننا جس کا پہلے نمونہ موجود نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے جب یہ نقطہ استعمال ہو تو مسمیٰ ہوتے ہیں بغیر آلہ اور مادہ اور نماد اور مکان کے کسی چیز کا وجود میں لانا (خ) اور بدعت شریعت میں نئی بات داخل کرنے کا نام ہے۔

غیرادہ کے پیدائش
والدین کے ساتھ

یہ آیت بھی انبیت کے حقیقہ کی تردید کرتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ صاف فرمایا بدیع السعادات والاوض
انی یكون له دلیل ولو لم یکن له صاحبۃ دخلت کل شیء وھو کل شیء علیم (الانعام ۱۰۳) جب تمام چیزوں کا مالک
خالق ہے کہ اس کا ارادہ اور کی خدمت میں اسے دیکھنے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے تو پہلے کا جو ارادہ
کی طرف پھر کر دینی کا منسوب کرنا ہے۔ علاوہ انہیں یہ بھی درست نہیں کہ وہ ذات سے کثرت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے
کہ خدا ایک مدبر عالم اور ہستی اور تصرف کا ال ہے۔ یہاں تا فزون کی طرح نہیں +

تضام

۱۹۔ القضاء یعنی جس ایک امر کا فیصلہ کرنا تو دل سے ہو یا عقل سے اور اس کا اعلان یعنی اطلاع دینے اور حکم کر دینے کو بھی قضاء کہا جاتا ہے پس حق امر کے معنی ہوئے کسی نہ کسی فیصلہ کرتا ہے یا کسی حکم کو جاری کرتا ہے۔ اور قضاء و استدعاء میں یہ فرق ہے کہ قضا کے معنی اندازہ کرنا ہے، اور قضاء اس پر پورے حکم کر دینا یا اس کا اعلان کرنا ہے۔ اور قضاء و استدعاء میں یہ فرق ہے کہ قضا کے معنی اندازہ کرنا ہے، اور قضاء اس پر پورے حکم کر دینا یا اس کا اعلان کرنا ہے۔ اور قضاء و استدعاء میں یہ فرق ہے کہ قضا کے معنی اندازہ کرنا ہے، اور قضاء اس پر پورے حکم کر دینا یا اس کا اعلان کرنا ہے۔

تضام اور قدرتی
فق

ادوہ کے فیض کو ہونے کے قابل اعتراض کرتے ہیں کہ کن کا حکم کس کو دیتا ہے جواب ظاہر ہے کہ اس امر پر جو عالم میں موجود ہے کہ ہر تاجر کیونکہ خدا سے پہلے خدا ہے اور وہ چیز انوار الہی میں پہلی ہے گویا ہر جس اس کا وجود

حکمت

تَشَافَهَتْ فَلَمْ يَمُوتْ قَدْ بَيَّنَّا الْإِنْسَانَ لِقَوْمٍ يُؤْفِقُونَ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَ

ان عمل کی ہر جگہ میں یہی ہے کہ جن لوگوں کو ہم نے بھیجا ہے ان کی یہی باتیں ہیں جن سے کام لیتے ہیں۔ یہی ہے کہ ہم نے بھیجا ہے کہ تم بھی ان کی باتیں

نَذِيرًا وَلَا تَسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْحَجِيمِ وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى

جینے والا معذرت نہ مانگا۔ انہی سے دفعہ دہائی کے متعلق ہاں میں ہیکل کی آیت اور یہودی جو ہے ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ ہی عیسائی

نہیں۔ بادہ کا مخلوق ہونا تو خود بدایہ لا کرتا دیا۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ جو کچھ انسانوں کے نزدیک نامکن ہے اللہ تعالیٰ وہ بھی کر دکھائے گا اس کے ہاں نامکن کچھ بھی نہیں اور انسان کی محدود طاقت پر اللہ تعالیٰ کی غیر محدود طاقت کا انکار کرنا غلط ہے۔

۱۱۱ اِذْ يَقُولُ يٰقَوْمُنَ يٰقِينُ كَيْفَ مَعْنٰی ۱۱۲ یٰبٰنِ یٰوَحٰیكُہٗ ہیں۔ تلج العروس میں ہے کہ یقین شک کے دور ہوئے اور علم و تحقیق امر کو کہتے ہیں۔ پس یقین یا یقون کے معنی یہ ہیں کہ ایک بات کیوں ہی مان لے بلکاس کے لئے اس امر کا علم حاصل ہوتا اور اس کی تحقیق بھی ضروری ہے نہ ہی قطعی طور پر اس کو درست پانا پس قوم یقونوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس وقت یقین سے کام لیتے ہیں جو انسان کے اندر رکھی گئی ہے جس طرح قوم یقونوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوت عقل سے کام لیتے ہیں اور قوت یقین سے کام لیتا ہے کہ جب انسان ایک امر کو تحقیق کے بعد درست پاتا ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے شہادت اس کے دل میں نہیں اٹھتے۔ اکثر لوگ جو حق سے محروم رہ جاتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں قوت یقین نہیں ہوتی یا اس سے کام نہیں لیتے۔ اور چھوٹے چھوٹے شہادت میں مبتلا رہتے ہیں۔

نہاداری کی عقلی کے ذکر کے بعد اب جاہل لوگوں کی ایک غلطی کا ذکر کیا ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ خدا ان سے خود اس طرح کلام کرے جس طرح رسولوں سے کلام کرتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ان کا قول نقل کیا ہے حتیٰ فونی مثلما اوحی الی اللہ فلا نقول کلمۃً لّٰہی کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائے تھے جب تک کہ ہم کو بھی وہی کچھ نہ آیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو نازل کیا جاتا ہے۔ اور یا اگر ان سے کلام نہیں کرتا تو ان پر ایک عظیم الشان نشان نیچے۔ ایہیہ کی تکلیف اس کی عظمت کے لئے ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ ہلاکت کا نشان نازل ہو جیسا کہ دوسری جگہ صاف مذکور ہے فلیتأنا بآیۃ کا اداصل الاولون (۱۱۱) یعنی جب پہلوں کی ہلاکت کا ذکر بار بار قرآن شریف میں ہے تو وہی ہلاکت کا نشان ہم پر کیوں نہیں اترتا۔ دونوں باتوں کا جواب اگلی آیت میں دیا ہے۔

۱۱۲ اِنَّا نَحْنُ حَقٌّ كَيْفَ مَعْنٰی ۱۱۳ ہاں بائیں سے مراد یہی ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ رحمت کے مطابق اپنی ضرورت حد تک پیش آئے۔ پچھے بھیجا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حق تعالیٰ صداقت کے لئے کہ تم کو بھیجا ہے کیونکہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے حق ہی ہے۔

۱۱۴ بَشِيرًا بَشَارَاتٍ مِّنْہٗ وَالا بَشَارَاتِ كَيْفَ مَعْنٰی ۱۱۵ سب سے بڑی بشارت جو انبیاء و مرسلین سے ہے اللہ تعالیٰ سے ملتی قرب کا پیدا ہونا ہے جو انسان کا کمال ہے۔

نَذِيرًا كَيْفَ مَعْنٰی ۱۱۶ منہادیں یعنی انذار کے لئے والا انذار کے معنی کے لئے دیکھو ۱۱۷ ایسی خبر دینے والا جس میں انسان کو انجام دینے ڈرایا جائے۔

حَجِيمٌ حَجْمَةٌ ۱۱۸ آگ کے شعلوں کی شدت کو کہتے ہیں۔ اسی سے حجیم ہے۔

یقین

خدا کے نام

لوگوں سے کلام کرنا

کا عرض

مطابق نصیحت

بھٹ

بشیر

نذیر

حجیم

حَتَّىٰ تَبْعُرَ رِجْلَهُمْ ۖ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ فَمَا لَهُدِي ۚ وَلَئِنْ أَتَيْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ

یہاں تک کہ ان کے ذہب کی چوری کو کہہ کر اللہ کی ہدایت بھی دلال، ہدایت ہے اور اگر ان کی گمراہی و ہمنوں کی یہی گمراہی

الَّذِي جَاءَ لَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيٍّ ۝

اسکے بعد تیرے پاس علم آیا تو تیرے لئے اللہ کی نوا ہے کہ نہ کوئی ولی اور نہ دغا جو کہ گناہ

پہلی آیت کے سوال کا جواب دیا ہے۔ ایک سوال یہ تھا کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔ اس کا جواب آیا ہے کہ ہم نے پیغمبر کو حق کے ساتھ خوشخبری دے کر بھیجا ہے۔ اور وہ خوشخبری یہ ہے کہ اس کی اتباع سے انسان خدا کے قرب کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور جو خدا کے قرب کو حاصل کرے گا، اس سے کلام بھی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قدوس ہے، ناپاک لوگوں سے جو طرح طرح کے گندوں میں مبتلا ہیں وہ کس طرح کلام کر سکتا ہے۔ ان اگر وہ رسول کی بشری کیفیت سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس کا اتباع کریں۔ اور دوسرا سوال تھا کہ ہم پر وہ نشان و ہدایت کیوں نہیں آتا جیسا پہلی قوموں پر آیا تو اس کا جواب دیا کہ اسی سے ان کو ڈرانے کے لئے توہمت نہیں بھیجا ہے۔ وہ تو آخرت میں گناہ تھی انھیں بتایا کہ راہ راست پر لڑنے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔

۱۵۱ ملۃ۔ ملۃ کا اصل اَفْلَکُ الثَّکَّابُ ہے جسے عربی میں سے کتاب لکھوائی۔ وَانْ کَرِمْ مِیْنِ جِدِّیْ لَللّٰہِ

علیہ الصلوٰۃ علیہ وسلم اور ملۃ دین کی طرح ہے یعنی وہ رستہ جو اللہ تعالیٰ نے میرے انبیاء کے ذریعے لوگوں کو بتا دیا ہے

تاکہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور اس میں اور دین میں فرق یہ ہے کہ ہر ملۃ صرف اس نبی کی طرف مضاف ہوتی ہے جس سے وہ مذہب چلتا ہے جیسے ملۃ ابراہیم یا داوید ملۃ داوید یا عیسیٰ ملۃ عیسیٰ

یا احادیث کی طرف یہ لفظ مضاف نہیں ہوتا اور بحیثیت مجموعی کل قوم کی طرف مضاف ہو جاتا ہے جیسے یہاں ہے

ملۃم اور دین خدا کی طرف یا احادیث کی طرف جیسے دین اللہ یا دینی مضاف ہوتا ہے۔ اور ملۃ اس لحاظ سے

کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے رستہ بتایا اور دین جس کے معنی طاعت ہیں اس کے لحاظ سے جو اس کو قائم کرتا ہے یعنی

اھواء۔ عہد کی جیسے جس کے معنی ہیں نفس کا میلان شہوت یا خواہشات کی طرف رخ، عہد کے اصل

معنی نفس کا ارادہ ہیں اور غیر ارادہ دونوں میں اس کا استعمال ہے (دست) مگر چونکہ اس کے معنی ہندی سے ہستی

کی طرف گرتا بھی ہیں (دست) اس لئے اکثر استعمال اس کا ان خواہشات پر ہے جو سماج میں داخل ہیں۔ یا گری

ہوتی خواہشات ہے۔

۱۵۲ جملہ۔ کے معنی ہیں ادراک الشئ بمعنیہ (خ) یعنی کسی چیز کا اپنی حقیقت کے ساتھ ادراک خواہ اس

کی ذات کا ادراک ہو اور اس صورت میں ایک ماحول کی طرف متغی ہوتا ہے جیسے لا تَقْلِبُوْهُمْ اِلٰہَ یَعْلَمُ

اور خدا کسی چیز کے لئے صرف یہ حکم دے گا کہ اس کے لئے ایک دوسری چیز موجود ہے اور وہ جیسا کہ خدا جانتا ہے

مصحف (المعنیہ)۔ ۱۰۔ پھر علم کی ایک تقسیم تھی اور عملی ہے۔ نظری وہ ہے جو صرف علم حاصل کر لینے سے

کامل ہو جاتا ہے۔ جیسے موجودات عالم کا علم اور عملی وہ جو بغیر عمل میں آنے کے کامل نہیں ہوتا جیسے عبادات

کا علم۔ اور ایک تقسیم علم کی عقلی اور سمعی ہے یعنی وہ جو فکر سے حاصل ہوتا ہے اور وہ جو سماعت سے حاصل

ہوتا ہے (ع) یاں اھواء کے مقابل پر جملہ کا لفظ اختیار کر کے بتایا ہے کہ حقیقی مذہب ایک علم یا عمل

نہیں ہے

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ وَلَهُمْ أُولَٰئِكَ يَتْلَوْنَ هَٰذَا الْقُرْآنَ مُدًّٰمَ يَكْفُرُوا بِاللَّعْنَةِ الَّتِي لَهَا ۚ وَاللَّهُ يَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا ۚ لِيُخْرِجَ مِنْهَا ذُرِّيَّتًا مُّقِيمَةَ الصَّلَاةِ وَإِذَا يُخْرِجُهَا ۖ فَسَيُؤْتِي السَّيْفَ الْأَمْرَ قَوْمًا مُّزَيَّنًا ۚ وَمَا يُؤْتِي السَّيْفَ إِلَّا الْقَوْمَ الْكَافِرَ ۚ وَقَدْ خَلَقْنَاكَ كَمَا نَحْنُ خَالِقُهُ ۖ قُلْ هُوَ أَشَدُّ حَقًّا ۚ وَلَٰكِنَّا نَحْنُ الْغَافِلُونَ ۚ

ہے اس کی کوئی بات دلائل سے خالی نہیں۔ اور وہ ایک قاعدہ اور قانون کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ شکر

کا نام مذہب نہیں ہے۔

جس کے لئے کہ ہے جو وہاں کی پوری حکومتیں جو یہاں سے پائیں دے تیں اور جو کوئی اس کا انکار کرے وہی نقصان اٹھائے اور

سب سے اس کی کوئی بات وفاق سے خالی نہیں۔ اور وہ ایک قاعدہ اور قانون کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔

اسلام ایک علم اور
کمال ہدایت ہے

یہاں ہر ایک شخص مخاطب ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہود اور نصاریٰ حقیقت کی طرف تو فوراً نہیں گئے کہہ سکتے ہیں کیا کیا صداقتیں ہیں، اور کس طرح مذہب کو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ وہ صرف اسی شخص سے خوش ہو سکتے ہیں جو ان کے مذہب کو اختیار نہ کرے۔ مگر ان کا مذہب کیا ہے؟ اس کا نام یہاں اہواء رکھا ہے، یعنی جہنم خواہشات میں جن کو دین میں دھل کر لیا ہے۔ اور بالقابل، اسلام ایک علم ایک سائنس ہے جس نے مذہب کے سارے اصول کو کمال صفائی کے ساتھ بیان کیا۔ اور ان کے باہر تعلقات کا قہم کئے اور ان کی شخصیات کے داخلہ دیئے۔ اسی کو یہاں الہدھی کہہ سکتے ہیں۔ کال ہدایت نامہ ہے صرف یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لئے ایک سلسلہ کال ہدایت نامہ کو کیونکر چھوڑ سکتا ہے۔ بیچ ہیرے تو گھٹن میاں میں کو خوش کرنے کے لئے دین اسلام کے پاک اصول کو چھوڑ کر جو کچھ میاں کی کتے ہیں ان کا تعلق کوڑے چلے جائے ہیں۔ حالانکہ ایک اند کو بھی کرنے کی کو شش چاہئے تھی +

الكتاب

توضیحات

۱۵۲ کتاب سے مراد یہاں قرآن کریم ہے۔

یسا تو نہ تھی تلافی کا جس کا معنی تھا بڑے مروجی ہیں یعلمون بہ حق عملہ یعنی اس پر عمل کرتے ہیں جیسا اعلیٰ کرتے تھے۔ تلافی کے معنی کے لئے دیکھو ۶۷۰

یہ کچھ قرآن کریم کے کمال ہدایت جو سنے پر تھا۔ سو آیت اقبال میں بالصرحت یہ ذکر کر کے اب رکوع کی آخری آیت میں عل کی طرف توجہ دلانی ہے۔ بمقام ربہ و دو نصارائی کے اپنی کتابوں پر عمل نہ کرنے کے باوجود

کمالِ علم کے جہل
کی ضرورت

صحابہ کا بیشتر عمل

قرآن

مسائل کی طرح

حالت

بتایا ہے کہ کافلِ ہدایت نامہ ہونے سے پہلے ہی صورتیں فاضلہ ہر سکنہ چھپ اس پر عمل کیا جائے۔ اس نے فرمایا کہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ یا کسی کی پیروی کرنے میں اہل اور چل کرے ہیں جیسا کہ پیروی اور عمل کرنے کا حق ہے۔ اولاً فاضلہ یومنون بہ کہ کہہ بتایا کہ اصل ایمان قریشی سے کونساں پہر عمل کرے اور فی الواقعہ اگر فرمایا جائے تو جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم پر عمل کیا ہے کبھی کسی قوم نے کسی آسانی کتاب پر اس طرح عمل کر کے نہیں دکھایا نہ ہزاروں سالوں کی بدوں اور نہ ہزاروں سالوں کے رسم و رواج سے قرآن کی آیات کے نزول پر وہیوں پاک ہوتے جاتے تھے کہ گویا کبھی ان میں یہ چیزیں تھیں ہی نہیں۔ کوئی حکم قرآن شریف کا نازل نہیں ہوا جس کو انہوں نے فوراً عمل میں لاکر نہیں دکھایا۔ تیج بھی لوگ مسلمان ہی کہتے ہیں۔ مگر بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کبھی حکم قرآن شریف کا نہیں جس پر عمل ہو۔ الا ماشاء اللہ صدقہ دوسے چند اشخاص کو کچھ تو ہر جو تو لگا بات ہے۔ پس تیج مسلمانوں کا شمار عکاس دوسرے حصہ میں ہے جو فرمایا وہ میں دیکھتا ہوں فاضلہ ہم انھیں دیکھ کر جب حق عمل ادا نہیں کرتے تو اولاً فاضلہ یومنون بہ میں بھی داخل نہیں ہو سکتے۔

۱۲۲ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰزْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ تَنْفُسُكُمْ

اے نبی اسرائیل! میری نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی اور یہ کہیں نے تم کو قتل نہ کیا

۱۲۳ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْتُمْ اَيُّوْمًا لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ

دنیا کی دنیا ۱۲۳ اوس دن سے بچاؤ کر جب کوئی بھی کسی کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ اس کی مدد کی جائے گی

۱۲۴ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةُ ۚ وَلَا هُمْ يَنْصُرُوْنَ ۚ صَوَّارِ اَيْتٰكُمُ اِيْرٰهُمْ

معاوضہ بدل کیا جائیگا اور نہ اس سے سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے

رَبُّهُ يَبْكُمُ ۖ فَاتَّخَذْتُمْ اِلٰهًا لِّمَنْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِلٰهًا مَّاء

چند احکام سے آواز دیا تو اس نے ان کو پکار کیا فرمایا میں ضرور تمہیں لوگوں کے لئے پیشا بنائے والا ہوں ۱۲۵

۱۲۵ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْ رَسُوْلًا مِّنْ اَمْرِیْ ۚ اَلَمْ یَاۤاِیُّهَا الَّذِیْنَ اٰزْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ

صلعم کے ساتھ ہو جائے سے وہ دنیا میں مغزبن جائیگا۔ دوسری مرتبہ ان کو حضرت موسیٰ اور ہارون کے زمانہ اور حضرت

موسیٰ اور ابراہیم سے نبی اسرائیل کی پیچیدگیوں کی طرف توجہ دلائی اب تیسری مرتبہ حضرت موسیٰ سے بھی پہلے کا زمانہ

اور بارہویں وعدہ یاد دلانا ہے اور یہی اس کا تعلق پہلے مضمون سے ہے۔ گویا اس طرح تین دفعہ خطاب کر کے اور

ابتدائی وعدے یاد دلانے کی اسرائیل پر تمام حجت کیا ہے ۱۲۶

۱۲۶ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْۤ اٰیٰتِیْ ۚ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْۤ اٰیٰتِیْ ۚ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْۤ اٰیٰتِیْ ۚ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْۤ اٰیٰتِیْ ۚ اِنِّیْۤ اِیْمَرُیْۤ اٰیٰتِیْ ۚ

ہیں ایک اس کے حال سے واقفیت حاصل کرنا دوسرے اس کی خوبی اور نقص کا ظاہر کر دینا اور سب اوقات یہ دلائل

بائیں تصور دھونے میں اور سب اوقات ان میں سے ایک ہی تصور دھونے میں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ فاضل ہو تو صرف وہ

مضیٰ مراد ہوتے ہیں مگر خوبی یا نقص کا ظاہر کر دینا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ حالات سے تو واقف ہی ہے دفعہ اور چونکہ

اصل فرض ابتداء امتحان کی صرف خوبیوں یا نقصوں کا اظہار ہی ہوتا ہے اور حال سے واقفیت حاصل کرنا صرف

ایک دفعہ ہے جس کے بغیر انسان دوسرے کی جودت یا زورات کا اظہار کرنے کے قابل ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ

میں جو اصول قائم کیا گیا ہے اس کے مطابق بھی ابتداء کی یہی سببیں ہیں یعنی مراد حضرت ابراہیم کے کمالات کا ظاہر کرنا

ابراہیم، حمزہ، مجزئی نام ہے اور نبی اسرائیل اور نبی خلیل و عظیم الشان قوموں کے ورثہ ہیں۔ ان کا نشانہ

کوئی ۲۴۰۰ سال قبل مسیح ہے۔ اور یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے نزدیک ایک عظیم الشان پیغمبر تھے۔ یہ کہ

عرب بھی آپ کی ہی طرح کرتے تھے۔ بائبل کے محرم ثابت ہوئے کی وجہ سے یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم

کوئی تاریخی نشانہ نہ تھے مگر عرب کی روایات اور عرب کا آپ سے تعلق اور غنا کہ میں آپ کے نشانات اس

خیال کو باطل ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں ۱۲۷

کلمات کے معنی ۱۲۷ میں بیان ہو چکے کلمات اللہ سے مراد احکام آہی ہیں دفعہ حضرت ابن عباس سے ایک

روایت ہے کہ تیس احکام ہیں جن میں سے دس مومنوں کی سفت میں سورہ بتائیں ہیں دس غلوہیں ہیں مگر

۱۵
۱۴
۱۳

دفعہ ۱۰ اور

تائید کتب

نبی رسول کریم
خطب

انتہی

ابراہیم

عرب سے متعلق

کلمات

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی

اور ابراہیم کے مقام کو قبلہ نماز بنا دیا

خصوصیت دنیا میں حاصل ہونے والی ہے کسی دوسرے گھر کو حاصل نہیں ہوتی +

قوب مشاة

فقیر کے محتاجانِ دین

امامی

خاندان کی قدرت

پہچان کی شہادت

بائبل میں یہ بتا دے

اور اس سے مراد

کعبہ کے شعلے ۳۳

پیشکش

خانقاہ کی کمی

دشمن قابض نہ ہو

مقام ایرواسیہ

مشابہہ۔ ثواب سے ہے جس کے معنی کسی چیز کا پہلی حالت کی طرف رجوع کرنا ہیں (دفعہ) اور اس کا مادہ وہی ہے جو ثوابِ ابدی مشابہہ وغیرہ کا مادہ ہے اور مشابہہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ بار بار لوٹ لوٹ کر تائید اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں تفرق کے بعد لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ)۔ دونوں معنی کے لحاظ سے غاصد کعبہ اس لفظ کا مصداق ہے کیونکہ اگر تائید و امتداد میں جاتی ہے آتے رہتی اور کونکر مذاہب عالم اس تفرق پیدا ہو جانے کی وجہ سے یہ مقام چھان کے اجتماع کا اوکل نسل انسان کو ایک کے ساتھ ملنا
امن۔ مصدر ہے بطور مبالغہ یہاں لایا گیا ہے اور مراد مقام امن سے ہے۔

البدیت یا بیت اللہ یا خانہ کعبہ وہ پاک گھر جس کی شہرت اور عزت عرب میں ایسے قدیم زمانہ سے ملتی ہے جس کا کوئی پتہ نہیں چلے گا نہ جو یہودیوں کے مخالف اسلام نے تسلیم کرنا چاہا لکھنا ہے کہ مکہ کے مذہب کی نمایاں خصوصیات کیسے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ پر نظر کرتا ہے۔ خانہ کعبہ میں سکول سنہ عیسوی سے بھی ضعف صدی اخیر تک لکھا ہوا عرب کے مذہب کے لکھنے والے اس ملک میں ایک عجیبہ جس کی عرب لوگ بہت ہی عزت کرتے ہیں۔ ان افغانوں میں تیشنا خانہ کعبہ کا وہ جس پر ذکر کیا ہے کیونکہ کسی حید کا وہ عرب میں نام ہی نہیں جس کی عزت عرب میں عام ہو چکی ہو۔ نہ بانی رعایا سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ سے خانہ کعبہ کراچ عجب کے ہر گوشہ کے لوگ کوئے نہسے ہیں بین اودھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گذارہ سے، شام کے بادشاہ سے۔ یہ وہاں اعراب عرب سے لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہوئے اپنے اپنے تہا سے اس قدر عام طور پر سادے ملک میں اس وقت کا حال دیکھنا ایک ایسے قدیم زمانہ سے ہونا چاہیے جس کے پرے اور کوئی قدیم زمانہ تاریخ میں نہیں ہو سکتا جس میں بھی بیت ایل کا ذکر کیا ہے جس کا نقلیہ ابن ہشام کے ہاتھوں گراہل کا بیان بیت ایل کو مقام کی تعریف میں قابل اعتبار نہیں اور اس پر بعد کے خیالات کا ذکر چڑھاوا ہے۔

[illegible]

۱۵۹۔ مقام ابراہیم۔ خاد کعبہ میں ایک معروف مقام ہے جو ستونوں پر قائم اور آٹھ فٹ بلند ہے یہاں طواف

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنْ

اور جب ابراہیم نے کہا میرے رب اس کو امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق

الْثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ

دے جو کوئی ان میں سے اللہ اور نیکے آئے والے دن پر ایمان لائے نہ کرنا اور جو کافر ہوگا تو اسے

فَأَمَّتْهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَفِيهِ الْمَصِيرُ

بھی قوت سے دن فائدہ اٹھانے والا نہ ہوگا پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دینگا اور وہ پُرانا ٹھکانہ ہے ۱۲۱

سے تفسیر مراد ہے (ج)

طائفین طائفین طائفین طائفین وہ ہیں جو اس کے طواف کے قصد سے

طائفین

عاکفین عاکفین عاکفین عاکفین وہ ہیں جو اس کے عاکف کے قصد سے

عاکف

تعلق پیدا کر لیا ہے، اسی سے اس کا عاکف ہے جو آخری عشرہ رمضان میں مسجدیں رہنے کا نام ہے عاکفین سے مراد بعض لوگوں

اعکاف کچھین

نے تعین کر کے لیا ہے مگر اور صرف عبادت کے لئے بیٹھے والے ہیں۔ بحالت طواف طائفین بحالت عبادت

عاکف بحالت رکوع واکم (ج) دکن، بحالت سجدہ مساجد (ج) بیچ

یہاں حضرت ابراہیم اور اسماعیل کو خدا کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خدا کی تعظیم وہاں پہلے سے

تفسیر کتبہ

موجود تھا مگر وہاں بت و فرسہ رکھ دینے کے تھے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے اور تفسیر سے مراد بتوں سے پاک

کرنا اور بت پرستی اور شرک کو دور کرنا ہی ہے۔ اس کی کمال تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُخت ہوئی مفسر تھی حضرت ابراہیم

اور اسماعیل نے انکی دوبارہ تعمیر بھی کی ہے جیسا آگے ذکر آتا ہے +

عَلَىٰ بَلَدٍ ۚ بَلَدٌ وہ مکان ہے جو خلوط سے محدود ہو اور اس کے سانکوں کے اجتماع اور ان کی اقامت سے

بلد

اس کے اندر اس کی حالت پائی جائے (ج) جس طرح مطلق فضا البیت خدا کی تعظیم پر لایا گیا ہے اسی طرح مطلق البلد کہ

البلد

مطلق پر لایا گیا ہے ۱۲۱ قسم بهذا البلد (البلد ۱۲۱) +

حضرت ابراہیم کی دعا و باتوں کے لئے ہے ایک یہ کہ اس مقام کو بَلَد یعنی شہر بنا دے کیونکہ پہلے وہاں شہر نہ تھا

کہنے دعا ابراہیم

گو خدا کی تعظیم خدا اور دوسرے امن والا اور پھر اس شکل میں اس کے رہنے والوں کے لئے پھل میسا فرا دے وادی غیر

ذی نوع یعنی ہے آب و گیاہ جنگل میں رکھ کر یہ دعا بتائی ہے کہ کس قدر ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرت پہ تھا اور کس طرح فی الواقع

دنیا بھر کے محل میں ملے ہیں۔ مگر دعائیں صرف مومنوں کی شرط تھی یعنی آپ یہ چاہتے تھے کہ کیا صرف مومن ہی آباد ہوں

متاع

عَلَىٰ ۱۲۱ امتحان متاع اس نفع کا حاصل کرنا ہے جو ایک وقت تک محدود ہوگا پس امتحان کے معنی ہوئے ایک وقت تک نفع

اٹھانے والوں کا یعنی کفر یا ایمان پر امتحان نہیں رہے گا +

اضطراب اضطراب کے معنی ہیں انسان کو اس بات میں ڈالنا جو اس کے ضرر کا موجب ہو یا اضطراب و خرابی سبب سے بھی

اضطراب

ہو کہ کفر، جیسے غلو بیت سے بے بس ہونا اور واقعی سبب سے بھی جبکہ و غیرہ سے (ج) غلو بیت کے لئے و کعبہ ۱۲۱ +

مصیبت و حیرت کے معنی شوق بھی بھڑانا ہیں اور صدمہ کے معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کیا ہوا

صناد

يَتْلُوا عَلِيمًا آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُؤْتِيهِمُ الْغَنَاءَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

جن پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ شیک تو فاجت مکت والا ہی ۱۲۵

آیت

یٰۤاَنۡا: کہنے کے بطور اس دو اُم کو کہا جاتا ہے اور آیت کے معنی ہیں کہ ایک جماعت جن کو ایک امر جمع کرے خواہ ایک دین ہو یا ایک مکان یا ایک زمانہ اور خواہ یہ امر جامعِ تنجیر سے ہو یا اختیار سے (یعنی جمعِ اہم) ہے اصطلاحِ شریعت میں آیتہ و تنجیر ایک دین کی جماعت بنانے کا

دوبہ

آپ رؤیت کا نظرم صرف آنگھ سے اور ان پر نہیں بلکہ وہم و خیال یا فکر یا عقل کے ساتھ ادواک پر بھی آتا ہے (یعنی) • مناسک • مناسک • مناسک اور مناسک کی جمع ہے۔ اور مناسک کے اصل معنی عبادت یا بہت عبادت ہیں اور مناسک اصطلاحِ اعمال ج پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ان میں عبادت کے لئے معمولی حالت سے بہت کچھ بعد اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اور مناسک وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور اس کا قرب تلاش کیا جائے اور نیکیہ ذمہ کہتے ہیں اور مناسک میں ہے کہ مناسک وہ امور ہیں جن کا ثر لیت حکم دیتی ہے اور وروج وہ جن سے وہ نکلتی ہے۔

مناسک

نیکیہ

آیت مسئلہ

اس دعا میں دو امور کی طرف اشارہ ہے ایک آیت مسئلہ کی طرف کی حضرت ابراہیم کی دعاؤں کے پورا کرنے والی ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ دنیا میں ایک ہی امت سارے کسلافی کو سب انبیاء و ائمہ مسلماً ہی تھے۔ اس میں جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت مسلمان نہ وہے پند آدمی تھے جو ٹھوس سے بھاگ کر دوسری جگہ پہنچ گزین ہوئے تھے اور دشمن ان کو چاروں طرف سے تباہ کرنے پر تھے ہونے لگے پس اس آیت کے نزول کے وقت یہ ایک پیشگوئی تھی۔ بیچ خاکے فضل سے وہ آیت مسئلہ چاروں طرف دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ دوسرے یہاں یہ بتایا کہ اعمال ج حضرت ابراہیم اور اسماعیل کے ذریعے قائم کئے گئے۔ یہ اعمال ج ہزار ہا سال سے کچھ ایک ہی جگہ ہیں پس یہ سزا کا دوسرہ نہیں بلکہ دوسرے میں کچھ اعلیٰ کے قائم کر دہ ہیں •

اصول ابراہیم

کے قائم کردہ ہیں

ذکر توحید

تعلیم دینا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہی اس میں مناد و برکت حاصل ہو۔ اور توحید نفس کا خیرات اور برکات سے بڑھنا ہے۔ اور عقل تزکیہ بھی بندہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ یہ کیونکہ وہ اس کے لئے کتاب کرتا ہے جیسے قد اظہر من ذکر الشمس (۹) اور کبھی خدا کی طرف کیونکہ فی الحقیقت وہی مدنی ہے ولکن اللہ علیٰ ہر منشاہ (القدرۃ ۳۱) اور کبھی نبی کی طرف اس لئے کہ وہ واسطہ ہو تا ہے یعنی اس کی باتوں اور اس کے نمونے کی تکریم حاصل ہوتا ہے جیسے یہاں •

اعلام و تعلیم

میں فرق

تعلیم کتاب و حد

سے علم رسول کا

کام ہے۔

حکیم حکمت

یعلّم: اعلام اور تعلیم میں یہ فرق ہے کہ اعلام اخبار و اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جلدی سے یا ایک دفعہ ایک بات کو علم دے دینا اور تعلیم میں تکریر اور تکریر پائی جاتی ہے یہاں تک کہ اس سے تعلیم کفایت پائی جاتی رہ جائے اور بعض نے کہا ہے کہ تعلیم یہ ہے کہ معانی کے قصور کے لئے نفس کو آکاہ کیا جائے (یعنی) اور یہاں کتاب کے پڑھ دینے سے تعلیم کو الگ کر کے بتا دیا کہ تعلیم کتاب سے مراد اس کے معانی پر آکاہ کرنا ہے اور یہ رسول کے کاموں میں سے ایک کام ہے کہ وہ نمونوں کو کتاب کے معانی سمجھائے اور اس کی تشریح کرے جن لوگوں نے رسول کا کام صرف کتاب کا پڑھ دینا سمجھا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے •

حکمت: حکمت سے جس کے اصل معنی ہیں اصلاح کے لئے شوق دیا اور حکمت کے معنی ہیں علم عقل سے حتیٰ کہ پالینا (یعنی) یہاں حکمت کو برداشت۔ معرفت دینی۔ عقلی (یعنی) ہے (ج) یہ ظاہر ہے کہ حکمت کتاب سے علاوہ کوئی چیز

۱۶
ج
۱۱

دعا ہر ایک کی
ادعا عطا دی گئی
الاول

۱۲۰ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ

اور کون ابراہیم کے مذہب سے منہ موڑنا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو حق بنایا اور قیامت آجہے

اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ

اسے دنیا میں برگزیدہ کیا اور بیشک وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں سے ہے ۱۶۵

اور اس کی تعلیم بھی رسول دیتا ہے اور وہ چیز وہی ہے جس کو سنت کہا جاتا ہے یعنی تفصیلات شریعت کیونکہ دوسری
دہی چیز ہے جس کی تعلیم رسول دیتا ہے *

العزیز اس لئے آئی میں سے ہے عزة انسان کی وہ حالت ہے جو اسے مقرب ہونے سے بچائی ہے پس
العزیز وہ ہے جو غالب ہے اور اس پر کوئی غالب نہیں *

حضرت ابراہیم کی اسی دعا کی طرف جو اس آیت میں مذکور ہے اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا
وحدة ابی ابراہیم میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں یعنی اس دعا کی قبولیت میرے ذبیحہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس
دعا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح بعض وقت اللہ تعالیٰ ایک دعا کا اثر ہزار سال بعد ظاہر کرتا ہے۔ اس میں
یہ سبق ہے کہ دنیا کی ہر جہت اور ہر تہی ایک دن کا کام نہیں۔ بڑے کام ایک لمحے وقت کو چاہتے ہیں *

قرآن کریم کے یہ دعا دنیا کو اس وقت یا دو لانی جب بھی نہ امت مسلمہ کا وجود تھا۔ اور نہ اس امت مسلمہ
کی تعلیم و تہذیب کا حرف چند مسلمان تھے جن کی حاضری معرض خطبہ تھیں۔ اور سارا جزیرہ تاسعہ سرب کفر و شرک
فحق و غیر سے بھرا تھا۔ اور پھر یہ دعا کس طرح پوری ہوئی کہ نہ صرف سارا عرب ہی امت مسلمہ بنا گیا بلکہ یہ امت مسلمہ
دنیا کے سارے ملکوں میں پھیلی۔ اور ان کا ایسا تزکیہ ہوا کہ پھر یہ دنیا کے مذہبی کے اور ان کو ایسی تعلیم کہ جس سے
کہ پھر یہ دنیا کے معلم بنے جیسا کہ آگے اسی طلب کو ظاہر کرنے کے لئے فرمایا فاصنعوا لکم دینا علی الناس و یحیی
الرسول علیکم و علیکم الدینا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا یہ نتیجہ ہے کہ تم دنیا کے معلم اور مذہبی بننے کے قابل
ہو گئے ہو اور اس لئے ہم نے تم کو دوسرے لوگوں کا پیشرو بنایا ہے *

یہاں رسول کے چار کام بیان فرمائے ہیں۔ اول ان آیات کی تلاوت اپنی امت پر کرتا ہے جو اس پر نازل
ہوتی ہیں۔ دوسرے وہ کتاب جو اس پر نازل ہوتی ہے اپنے پیروں کو سکھاتا ہے۔ تیسرے ان کو حکمت سکھاتا ہے
یعنی وہ ہر ایک باتیں جو اس پر وحی میں آتی ہیں۔ چوتھے وہ ان کے لئے نو ذہن کرنا و سچی قوت قدسی سے
ان کو آگاہیوں سے پاک کرتا ہے جو شخص یہ چار کام نہیں کرتا وہ رسول نہیں۔ ان حدیثے ربانی اور امت کے لوگ
بھی ایک رنگ میں یہ کام کرتے ہیں مگر وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو آیات نازل ہوتی ہیں ان کی تلاوت کرتے ہیں اور رسول
پر نازل شدہ کتاب کی تعلیم دیتے ہیں ان کی حکمت بھی رسول سے مستعار ہے اور ان کی قوت قدسی اسی رسول
مقبول سے حاصل کی جاتی ہے *

۱۶۵ یرغب۔ دغ کا اصل غمہ کسی چیز میں دسخت ہے اور دغۃ دغی دغب ارادہ میں دسخت ہے۔ دغب
کا اصل غی یا غی ہو تو مراد اس چیز کی خواہش اور آرزو ہوتی ہے جیسے انا لالی دینا وغیبون (الغفر ۳۲) میں اور صلہ
عن ہو تو مراد اس سے خواہش اور ارادہ کا پھر جانا ہوتا ہے جیسے یہاں (غ) *

اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّكَ اَسْلِمْ فَقَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَوَضِعَا اَرْحَامُهُ ۱۳۱

جب اس کے رب نے اسے کہا فرمانبردار بن جاؤں گے سب کا فرمانبردار ہو اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کی جیسی بیکہ
بِئْتِهِ وَيَعْقُوبُ يَنْبَغِي اِنَّ اللَّهَ اصْطَفٰ لَكُمْ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُوْنَ عَلَيْهِ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
اور یعقوب نے (جی، اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے جس میں تمہارا گھر اس حالت میں کہ تم فرمانبردار ہو

سفہ

صغیر اصطفا

مصطفیٰ

فیدلکے سنت

ابراہیمی کا اصل

علی اصول

مسلم کا شہ

وصیہ

یعقوب

ابراہیم کا توحید

قائم ہونا

سفہ نفسہ۔ سفہ جماتی ہلکا پن پر چلا جاتا ہے۔ اور رکعتی کی وجہ سے جو ہلکا پن نفس میں پیدا ہوتا ہے
اس پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ سفہ نازی ہے اور سفہ نفسہ اصل میں سفہ نفسہ تھا، یا لکھتے بلکہ تیرنے
اصطفاً یعنی اصطفیٰ کا اصل صغیر جس کے معنی ہیں کسی چیز کا مادہ سے پاک ہونا اور اصطفاً کے معنی ہیں ایک
چیز کے خالص حصہ کو لینا اور تعالیٰ کا اصطفاً و طرح پر ہے ایک ملاوٹ اور رکھوٹ سے پاک رکھنا۔ دو سرچن لینا
اور برگزیدہ کرنا۔ ابراہیم بنی کریم مسلم کا نام مصطفیٰ ہے کیونکہ آپ کو تمام کھوٹوں اور ملاوٹوں سے پاک کر دیا گیا ہے
چونکہ حضرت ابراہیم کا تقدس بہت سی قوموں میں مسلم تھا اس لئے اب ملت ابراہیمی کے اصل الاصول کو بیان کیا
اور بتایا کہ اس کو ایک امر مشترک کے طور پر قبول کرو تو غامبی جگر آسان ہو جاتا ہے اور اس کو روکنا خود اپنے
مذہب کے اصل الاصول کے خلاف چلنا ہے

۱۳۱ پچھلے امت ابراہیمی کا اصل علی رنگ میں بیان کیا اور وہ یہ ہے کہ تعالیٰ کا کامل فرمانبردار ہو جو احکام
ہوں ان کے خلاف دنیا کے کسی مال عزت۔ شہرت آرام جان تک کی پروا نہ کرے۔ اسلام یعنی فرمانبرداروں کے ساتھ
ربو بیت عالمین کا ذکر اس بات کے بتانے کے لئے ہے کہ وہ فرمانبردار ہی مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے ہے گو یہ جس
خیال کو ایک جگہ امسود وجہ اللہ و موحسن سے ظاہر کیا ہے۔ اسی کی طرف۔ یہاں اسلمت لرب العالمین میں اشارہ
کیا ہے

اسلام جس کو کہاں ملت ابراہیمی کا علی اصل الاصول قرار دیا گیا ہے کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وہ کامل فرمانبردار
جس کو اسلام کے نام سے ظاہر کیا گیا ہے اس امر کی تفسیر یہ ہے کہ انسان کسی اور چیز کے آگے نہ جھکے خواہ دنیاوی
مال و دولت کا لالچ ہو خواہ خدا کے پیچھے کسی دوسری طاقت کا خوف۔ سارے لالچوں اور ساری مشکلات کے ہونے
ہونے اپنے فرائض کا بجالانے والا یعنی معنی میں مسلم ہے۔ اور یہی المعنی سے اعلیٰ مقام ہے جس پر انسان کھڑا ہو سکتا ہے
۱۳۱ وصی۔ وصیہ کے معنی ہیں دوسرے کے سامنے کوئی بات پیش کرنا جس پر وہ عمل کرے اس کو وہ خط کے ساتھ
لائے ہوئے (دعا) یعنی کے لحاظ سے یہ ضروری نہیں کہ حالت استعجاب میں یا تبرک پر بات کہی جائے

یعقوب حضرت ابراہیم کے پوتے اور حضرت اسماعیل کے بیٹے کا نام ہے۔ ان کا دو سر نماز میں مل گیا ہے۔
بائبل میں ہے کہ حضرت اسماعیل کے اٹا میو اور یعقوب تمام پیدا ہونے اس طرح کہ یعقوب کا اٹا میو کی اڑی بھتی
اس لئے ان کا نام یعقوب ہوا اسماعیل کے ساتھ جو برکات کے وعدے تھے وہ صرف یعقوب کی نسل میں پورے ہوئے
اور بنی اسرائیل یعقوب کی ہی اولاد ہیں

اس میں بھی ظاہر کرتا مقصود ہے کہ حضرت ابراہیم کیسے توحید الہی کے شیعائے کو ہی وحیت انہوں نے اپنے بیٹوں کو کی
اور ابراہیمی ان کے خاندان میں بھی اثر چلا یاں تک کہ یعقوب نے بھی اپنی اولاد کو یہی نصیحت کی۔ اس سے معلوم ہو کہ

۱۳۳ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ خَضَعَ يَعْقُوبُ لِمُوتٍ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا

ایکا تم جو دیتے جب یعقوب کے سامنے موت آئی جب اس نے اپنے بچوں کو کہا کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کرو گے؟ اس پر

نَعْبُدُ الْهَدَاةَ وَاللَّهَ اَبَاكَ اِنْ رَأَوْهُمْ فَاسْلَعِيْلَهُمْ وَلَهُنَّ اَوْحِلُ وَنَحْنُكَ مُسْلِمُونَ

ہم تو خدا کی عبادت کرتے ہیں اور ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے خدا کی جو ایک ہی خدا ہے اور ہم اسی کے فرماؤں میں ہیں

۱۳۴ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمُ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

ایک جماعت جو گزر چکی ان کی نیکیوں و برائیوں سے کیا اور تم پر اس کے اعمال سے پوچھا نہیں جائے گا

۱۳۵ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلُ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

اور کہتے ہیں یہودی ہمارا جو قادیسا کی تم پر مانتا ہے ہمارے کو بیکار ہمارا ہمارے کے خدا کی عبادت میں بہت دھما دھما کرنا اور ان کی عبادت میں

انبیاء کی وصیت بھی امور دینی کے متعلق ہوتی ہے۔ ہرگز یہ وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا
وہ نہ ہو تاہم وہ دلت کا وہ نہیں چھوڑے۔ اسی نے جو اس وقت کے فرما دیا مانتا تھا وہ صلیبیہ

۱۳۶ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۳۷ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۳۸ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۳۹ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۴۰ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۴۱ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۴۲ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

۱۴۳ اَيَا نَبَاكَ اِيَّاهُ يَجْعَلُ اَوْ اَنْصُرُ لَهَيْكُلِ الْفِرْعَوْنَ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ اَوْ لَهَيْكُلِ الْمَلَائِكَةِ

وہ جو دنیا میں نیکی قائم کرنے آئے ہیں وہی ان کا خدا اور وہی ان کا

حیث انبیاء بھی ہیں
کے لئے ہوتی ہے۔

اب انجاء

اسحاق

جورج کی عبادت

خلی

انبیاء پر ملتیں

حجف

حلیف

ملت ابراہیم کا

مخدوم اصل

۱۳۰ صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ قُلْ اتَّخَذْتُنَا

اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہے اور ہم ہی کی عبادت کرنے والے ہیں بیشک اگر کیا تم اللہ کے بارے میں

فی اللہ ہُو رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُكُمْ وَأَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ عَالِمُونَ

جگہ ہے اور اللہ ہمارا رب اور تمہارا رب اور ہمارے لئے اعمال تمہاری اور تمہاری کیلئے اعمال ہمارے اور ہم

جگہ کے معنی ہیں کائنات اللہ شہم معنی انسان کی شرارتوں سے بچا کر تیس عباد کو پہنچائے گا اور ان کی مخالفت
تہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔

یہاں یہ بتایا کہ ایسے صاف اور جاح مذہب پر ایمان نہ لانے والے وہی لوگ ہوں گے جو حق کے دشمن
ہیں۔ کیونکہ اس مذہب کو ان لینا جو دنیا کے سارے انبیاء کو راستہ باز ٹھہراتے ہیں اعتقادات عقل و احساس
سے اور یہ مذہب کسی بزرگ کو چھوٹا اور نفی قرار نہیں دیتا۔ اگر یہ سیدھی سیدھی بات نہ مانیں تو سمجھ لو کہ
صرف حق کی مخالفت پڑا دے ہوئے ہیں مگر ان کی مخالفت کی پروا ذکر وہ ان کی شرارتوں سے خدا تعالیٰ
ترک و محض رکھ سکے گا۔

۱۳۱ صِبْغَةَ صِبْغَةَ اِسْلَامِ میں رنگ کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مراد دین ہے۔ کیونکہ جس طرح رنگ کا اثر
پکڑے ہو جاتا ہے اسی طرح مذہب کا اثر انسان پر جوتا ہے۔ بعض نے اس کے معنی طہارت کئے ہیں۔ اور
مفہومات میں ہے کہ صِبْغَةُ اللہ میں اشارہ اس چیز کی طرف ہے جو انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے
یعنی عقل جس سے باہر سے ان کی تیز ہوتی ہے۔ مگر تاج انور میں صِبْغَةُ کے معنی دین دیتے ہیں اور ہر ایک
وہ راہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا اور قرآن شریف میں صِبْغَةُ ثَلَاثِ لَوْنِ (المومنون ۲۰)
آتا ہے جہاں مراد سالن ہے۔ اور عیاروں کے پتہ سمجھ کو یعنی جو وہ نیچے کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں صِبْغَةُ
یا اصطلاح کہا جاتا ہے (غ)۔

یہاں دین الہی کا جس کو رنگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے لفظ صِبْغَةُ اختیار کر کے عیسائیوں کے لفظ
سے لگایا اشارہ مقابلہ کیا ہے کہ ایک طرف خدا تعالیٰ پیغمبر یعنی دین الہی یا دین اسلام ہے جس کو لینے سے انسان
گل انبیائے عالم کو راستہ باز قرار دیتا ہے اور دوسری طرف ایک انسانی پیغمبر یعنی عیسائی مذہب ہے جس کا
اصل الاصول یہ ہے کہ سوائے مسیح کے دنیا میں کوئی راستہ باز نہیں ہو گیا سب کو چھوٹا قرار دیتا ہے۔ ایسا
مذہب دنیا میں بھی غالب نہیں ہو سکتا صِبْغَةُ اللہ میں صِبْغُ یا تو اس نے ہے کہ یہ اَمْنَا بِاللہِ الْاٰتِ
میں اَمْنَا کے لئے مصدر کو رکھ ہے۔ یا اس نے کفر میں لانے کے لئے ہے اور بعض نے اس کو طہارت اور ایمان
سے بدل کہا ہے۔

۱۳۲ مَخْلُوعُونَ خَالِصُ اور صافی یکساں ہیں معنی کوٹ و غیر دست پاک۔ نیکو صافی ابتدا سے ہی اور ابھی
اور خالص جو عین صاف ہو جائے (غ) مسلمانوں کا اخلاص یہ ہے کہ وہ یہودیوں کی تشبیہ سے اور نصاریٰ
کی تشبیہ سے بری ہیں (غ) اور دوسری جگہ فرمایا مَخْلُوعُونَ لَہِ الدِّینِ اٰیۃً جو ایمان و نبی کو اس کیلئے خاص
کرنیو لہی معنی یہاں ہیں معنی ایمان اور طاعت و دونوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر کے دے اور قہر کم

اسلام کسی بزرگ کو
جبراً نہیں کہتا

صِبْغُ
اصطلاح

دین اسلام کا معنی
عیسائی پیغمبر سے

خالص اور صافی
دین
مخلص

أَمْ يَقُولُونَ لَئِنْ أَرْسَلَهُمْ لَاسْمِعِيلَ وَاسْمُعِيلَ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَأَنَّهُمْ أَهْلُ عِلْمٍ ۚ

یہودی یا

کیا کہتے ہو کہ اگر ہم اسے بھیجیں اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد

اور نصرتہ قل ۚ إِنَّهُمْ أَكْثَرُ عِلْمًا مِنَ اللَّهِ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَبَ تَهْمَةً عَلَى عَذْرَاءٍ بَرَّةٍ

میرا مانتے ہو کہ کیا تم زیادہ جانتے والے ہو یا اللہ اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس شہادت کو لکھتا ہے جو پاک عورت پر لکھی گئی ہے

وَمَا لِلَّهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ تِلْكَ أَمَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَرَكُمْ ۚ

اور اللہ اس سے بے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو ۱۵۰ یہ ایک جماعت تھی جو گنہگار تھی ان کیسے ہے جو انہیں نے کیا یا اللہ تعالیٰ

مَا كَسَبْتُمْ وَلَا أَسْأَلُكُمْ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

جو تم نے کیا یا اللہ تعالیٰ، تم سے اس کے متعلق پوچھنا نہیں چاہتا وہ کہتے تھے ۱۵۱

کھوت اور آمیزش سے پاک رکھنے والے ۱۵۲

دنیائے ہر ایک قوم اللہ تعالیٰ کی رو عانی ربوبیت کو اپنے تک محدود کرتی ہے مگر اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جو دنیا و دیر سکھ سے یعنی ہر مسلمان میں وہ ہماری ربوبیت بھی فرماتا ہے ۱۵۰

یہودی اور یہودی جو مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں ان کو غلطی طبع کر کے فرمایا کہ وہ تمہارا بھی رب ہے۔ یہ گویا اب العالین کی کھلی تفسیر کی اور ایک مسلمان کو کھجور دیا کہ جو تمہارے دشمن ہیں جو تمہارے دین کے مخالف ہیں ان کا رب بھی وہی خدا ہے جس جب اللہ تعالیٰ ان کی بھی ربوبیت فرماتا ہے اور ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے یعنی صفات الہی کو اپنے اندر لینے کی کوشش کرتا ہے اور جس کا مذہب تحقیق بخلاق اللہ ہے اس سے لے بھی ضروری ہوا کہ وہ اپنے قلب میں اس قدرت

پیدا کرے کہ اس میں اپنے دشمنوں کے لئے بھی کچھ ہمدردی اور خیر خواہی موجود ہو۔ یہ نہایت ہی مشکل مقام ہے۔ مگر دنیا و دیر سکھ کی تعلیم دینے والی کتاب اسی مقام پر مسلمانوں کو پہنچانا چاہتی ہے اور یہی نقشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور صحابہ کی زندگی میں نمودار ہے کہ کس طرح عمل طریقت دشمنوں سے محبت اور پیار کر کے دکھایا اور کس طرح ان کے سارے مظالم پر کہ کلمہ پیر دینا اٹھائنا وہ لکھ لکھ لکھ کر بتایا کہ اصل کامیابی و کامیابی ان کے لئے ہے جس پر تمہاری اچھے عمل کرو

مگر یہ دیکھ کر خاص نیکی کی راہیں صرف اسلام میں ہی ہیں اور وہ تو ہمیں کے اعمال عرف خدا کے لئے ہوں ضرور کامیاب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان سے عبادت، عمل پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ ذکر بھی کر دیا ۱۵۱

قرآن کریم کے پانچ ہودوں اور عیسائیوں کو یہ لازم دیا ہے کہ تم یہ لیتے ہو کہ یہ پہلے نبی ہودی یا عیسائی تھے یعنی ان خاص عبادت کے پیرو تھے جن کی تعلیم تم دیتے ہو۔ یہ واقعات پختی سے بیچ میں عیسائی لکھتے ہیں کہ یہ پہلے نبی کفارہ مسیح پر ایمان لائے تھے۔ کیونکہ اس کے بغیر وہ نجات یافتہ نہیں ٹھہر سکتے اس سے ٹھہر کر کمال ظلم اور کیا انھوں نے شہادت ہے کہ تمام انبیاء کی تعلیم یہ ہوئی تھی کہ خدا سے واحد پر ایمان اور اعمال صالحہ کا بجا لانا ہے یوں پر وہ دھوکا

یہی حالت ہودی کی تھی کہ وہ بھی ہودہ بنی اسرائیل کی اولاد ہونے کے اپنے آپ کو اعمال سے مستغنی خیال کرتے تھے ۱۵۲

۱۵۱ پانچ سے پہلی جو کمال خاص پیدا ہوتا ہے اس لئے پھر وہ ہر ایک کفر شہادت لوگوں کے اعمال تمہارے کام نہ آتے ۱۵۳

خدا کی ربوبیت کی رو

مسلمانوں کی تعلیم

اپنے دشمنوں سے

ہمدردی کریں۔

کفارہ مسیح اہل نبی

سابق

۱۳۷ سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ النَّبِيُّ كَانُوا عَافِيًا فُلْ

بیوقوف لوگ بول اٹھیں گے کس چیز نے انکو ان کے قبلہ سے پیرو دیا جس پر وہ تھے کور

۱۳۸ لِلَّهِ الشُّرُقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَكَذَلِكَ سَخَّرْنَا

شرق اور مغرب اللہ کا ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستہ کی طرف ہدایت کر کے بخدا اور ہی طرح ہے تمہیں

کھلا قبلہ۔ مقابلہ سے لیا گیا ہے۔ اور اہل میں اس نام حالت کا نام ہے جس پر سامنے کھڑا ہونے والا جگہ

چنانچہ دو آدمی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہوں ان میں سے ہر ایک دوسرے کا قبلہ کہلاتا تھا۔ اور اس کے

مقابلہ ذوقہ جو پیشہ کی طرف کی چیز کو کہتے ہیں۔ اور عرف میں اس مکان مقابل کا نام ہو گیا ہے جس کی طرف غائب نہیں ہوتا

یہاں سے وہ صفوں شرقی ہو تے ہیں جو تحویل قبلہ کے نام سے موسوم ہے یعنی بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کا قبلہ

قرار دیا جائے اس کا تعلق پچھلے مضمون سے ظاہر ہے۔ کیونکہ وہاں حضرت ابراہیم اور خانہ کعبہ کا ہی ذکر ہے۔ گو الفاظ قرآنی

کی ہم اور تبارک ہی کر سکے مگر روایات صحیحہ میں تحویل قبلہ کا کھلا ذکر ہے چنانچہ بخاری میں ہی متعدد روایات طرق مختلفہ سے

اس بارہ میں آئی ہیں یعنی حضرت ابن عمر کی روایت عبد اللہ بن دینار کی روایت سے کہ مسجد قریش میں لوگ مسجد کی ناز و نب

رہتے تھے جب ایک شخص نے ان کو اطلاع دی کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہو چکا ہے۔ اور لوگوں نے حالت غائض

ہی شام سے مکہ کی طرف منہ پھیر لیا یہ روایت کتاب التفسیر میں امام بخاری نے پانچ مختلف طرق سے بیان کی

ہے۔ اور یہ کہ روایت کبریٰ کریم صلعم نے مدینہ میں اگر رسول یا سترہ یا تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ناز و نبی

تب آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا۔ یہی وہ طریق پڑا ہے۔ اور حضرت انس کی روایت کہ انہوں نے فرمایا

کہ اب ان لوگوں میں سے جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی یہ سب سوا کوئی ذندہ نہیں رہا اور پھر اس کی توجہ

حضرت عمر کی وہ روایت ہے جو واغظن و امن مقام ابراہیم مصطفیٰ کے تحت امام بخاری کتاب التفسیر میں لائے ہیں

کہ آپ نے فرمایا میں باتوں میں میری رائے کا توافق اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہوا میں نے پہلی بات یہ ہے کہ میں نے

عرض کیا یا رسول اللہ لی اغتظت من مقام ابراہیم مصطفیٰ اگر آپ مقام ابراہیم یعنی کعبہ کو مصطفیٰ جانا نہیں۔

پس اس قدر روایات کے ہوتے ہوئے اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نبی کریم صلعم پہلے بیت المقدس کی طرف منہ

کے کہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ہجرت کے سولہ یا سترہ ماہ بعد خانہ کعبہ صریح وحی الہی کے تحت قبلہ قرار پایا

البتہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تحویل قبلہ وہ دفعہ ہوئی وہ صریح قطعی نہیں۔ اس کے لئے قرآن میں کوئی

دلیل ہے نہ صریح حدیث صحیح میں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں بھی آنحضرت صلعم بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے

نماز پڑھا کرتے تھے۔ البتہ وہاں خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کو سامنے رکھ لیتے تھے۔ مدینہ میں جب تشریف

لائے تو یہ وقت پیش آئی کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے میں خانہ کعبہ کی طرف پٹھ ہوئی تھی۔ اس لئے یہ کھل دیا

یہ چاہتا تھا جیسا کہ روایات میں صاف آیا ہے کہ آپ کا قریب خانہ کعبہ ہو جس وقت حضرت ابراہیم سے تھا مگر یہ کہ

آپ سے پہلے انبیاء جو گزرے ان کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا اس لئے آپ سے بھی اسی کو قبلہ کھلے ہاں تک کہ کوئی کئی

سے تحویل قبلہ ہوئی۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وحی الہی کا سرچشمہ صلعم کا اپنا قبلہ نہ تھا۔ ورنہ سولہ یا سترہ ماہ تک

آپ کا دل تو یہ چاہے کہ خانہ کعبہ قبلہ ہو مگر وحی نازل نہ ہو۔ یہ بے معنی بات ہے۔

بیت المقدس
کی طرف
میں
میں
میں
میں

قبلہ

نویل قبلہ

نویل قبلہ

نویل قبلہ

نویل قبلہ

نویل قبلہ

نویل قبلہ

اُمّةٌ وَسَطٌ لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ يَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

ایک اعلیٰ صہ کا گرہ بنایا جو تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو

ما دہم کہی

اس تحویل قبلہ میں کیا راز تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ رہا یہ کہ آیا ان الفاظ کا وہم میں اسی تحویل قبلہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ علمہ سوال ہے ان الفاظ کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ ان مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے جس پر پہلے تھے یعنی بیت المقدس کس چیز سے پھیر دیا۔ یہ توجیہ تحویل قبلہ کا ذکر ہو گیا۔ اور یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ ان مسلمانوں کو ان انبیاء کے قبلہ سے رجحان کا ذکر بھی نام لے کر ہوا ہے جس پر وہ انبیاء تھے یعنی بیت المقدس کس چیز سے پھیر دیا جس میں تحویل قبلہ ضروری نہیں تھی۔ اور یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ ان مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے یعنی خانہ کعبہ کس چیز سے بھگا دیا۔ اور یہ اشارہ ہو گا ہجرت کی طرف کہ جب ان کا قبلہ خانہ کعبہ تھا تو وہاں سے بھاگ کر یوں آئے اللہ للشرق والمغرب جو جواب دیا ہے آخری حق کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا وہاں سے چلا آنا قبلہ ہونے کے منافی نہیں اس لئے کہ شرق و مغرب کا مالک اللہ ہی ہے وہ ان کو اس قبلہ کا مالک بھی بنا دیا گا پہلے، معنی اختیار کرنے کی صورت میں اللہ للشرق والمغرب سے یہ مراد ہو گی کہ اللہ کا تعلق تو کسی خاص سمت سے نہیں۔ سب سمتیں ہی کی ہیں، اگر ایک زمانہ میں بیت المقدس تھا اور اب کعبہ ہے تو اس میں کوئی تہج نہیں ہاں یہ ضروری تھا کہ آخری نبی کا قبائرو مقرر کیا جاتا جو دنیا پر خدا کی عبادت کا سب سے بڑا نمونہ تھا اور اسی کی طرف ان الفاظ کا مطلب مستقیم میں اشارہ ہے یا یہ اشارہ ہو کہ یہ صحیح تعلیم کتب کا تعلق کسی خاص سمت سے نہیں ہے نہ مسلمانوں کو یہی ہے۔

وسطا۔ وسط کسی چیز کا درمیان ہے۔ اور بعض اوقات بلحاظ اطراف کے جو افراط و تفریط کو ظاہر کرتی ہیں اعلیٰ اور اشراف چیز کو بھی وسط کہا جاتا ہے نہ چنانچہ بخاری میں الوسطہ کے معنی العدل لکھے ہیں اور ابن جریر نے لکھا ہو کہ ادرہ عرب میں خیابانی بہترین لوگ وسط کہلاتے ہیں۔ اور یہاں مراد ایسا گروہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہونے کی وجہ سے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہوا ہے۔

وسط

شہداء

شہداء۔ شہید کے معنی کے لئے دیکھو ص ۳۳۰ امام رابع نے لکھا ہے کہ شہداء وہ سے مراد ایسے لوگ ہیں جو جس بات کو سنتے ہیں اس کو اپنے دل میں حاضر رکھتے ہیں۔ اور گواہ ہونے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو علم انہوں نے رسول اللہ صلعم سے حاصل کیا ہے اسے لوگوں کو پہنچائیں اس لحاظ سے شہداء کے معنی مرنے بھی ہو سکتے ہیں اور پیشرو یا امام بھی۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔

قبلہ کا معنی یہ ہے

نور کی ہفتہ

کل لٹ میں اشارہ پچھلی آیت کے مضمون کی طرف ہے یعنی خانہ کعبہ کو جو توحید کا اصل مرکز ہے قبلہ قرار دینے میں ہم نے یہ بنا دیا ہے کہ یہی آخری نبی ہے۔ اور اب اسی کے پیرو دنیا میں علم دین کو پھیلانے والے اور دنیا کے معنی پیشرو اور امام ہونگے جس طرح رسول اللہ صلعم ان کے پیشرو اور امام ہیں ویکون الرسول علیکم شہیداً کہ کچھ لکھ کر یہ صاف طور پر لکھا دیا ہے کہ جس قدر حق کی تعلیم اور نفوس انسانی کے تزکیہ کرنے والے اب دنیا میں ہوں گے۔ ان کے پیشرو اور رسول ہوں گے اور رسول اللہ صلعم ہوں گے۔ اور یوں وہ سب ایک ہی سرور کے ماتحت ہونے کی وجہ سے دنیا میں اتحاد و قی اور وحدت انسانی کی بنیاد رکھنے والے ہوں گے۔ اس آیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے کمالات کی طرف ہرگز اہمیت نہیں ہے کمالات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو کام دنیا میں انبیاء علیہم السلام کرتے تھے وہ اب محمد رسول اللہ صلعم کے نام پر کرینگے۔ اور یا کل لٹ لکھ کر یہ اشارہ کیا کہ جس طرح یہ تعلیم کہ خدا کا تعلق کسی خاص سمت سے نہیں۔

کلمات آیت

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلِيمٌ بِهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ

اور ہم نے اسے جس میں ہے قبا قبلہ نہ بنایا تھا مگر اس لئے کہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے اس سے

يَتَقَلَّبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ

الگ کریں، اپنی ایڑیوں پر اُپر ہوتا ہے اور جب تک یہ ایک جہاد بات تھی کہ میں لوگوں میں نہیں اُٹھتا ہدایت کی روشا

تاہم ایک قبائلی سب کا ایک طرف منہ کرنا اتحاد کے لئے ضروری ہے ایک سیدہ روئی کی تعلیم ہے جو ہم نے تم مسلمانوں کو کئی

ہے ایسی چیزیں ہم نے تم کو سنا زردی کی تعلیم دی ہے تاکہ تم ہمیشہ کیلئے دنیا کے پیرو ہو۔

قول تبدل کے ذریعہ

عَلَيْكُمْ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَتَقَلَّبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ

تھاجس پر تہر ایک تھے مگر اس لئے کہ کھڑے کھڑے کی تیز ہو یعنی بیت المقدس جو کچھ دینک قبلہ اُٹھاس کے بعد اب

خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا۔ تو یہ جس کے لئے تھا۔ اور یہاں جملنا کا معنوم ایسا ہی ہے جیسے وہاں جملنا اور یہاں الٹی

ادبنا لا اذ فتنة للناس دینی اسباب ہیں۔ ۶۰ میں کہ اللہ تعالیٰ نے علم نہیں دیا تھا کہ روایت ہو۔ مسیح

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم نہ دیا تھا۔ نہ کسی کوئی حق قرآن میں موجود ہے کسی حدیث سے یا

ہو تاہم کہ بیت المقدس کی طرف تھے وہی الٹی کے حکم سے منہ کیا ہو۔ ان جب آپ کو مدینہ میں آکر خانہ کعبہ اور

بیت المقدس میں سے ایک کو انتخاب کرنا تھا تو آپ نے بیت المقدس کی طرف منہ کیا اور کعبہ کی طرف پیٹھ۔ اور

اللہ تعالیٰ نے ایک مدت تک آپ کو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور وہی الٹی نازل ہوئی اور اس کی غرض جیسا آگے آتا ہے

قیص تھی اور دوسرے معنی میں جو کہتے ہیں کہ کنت یعنی صحت یا جلتے یعنی ہم نے اسے جس پر توبہ ہوا ہے قبلہ

نہیں بنایا مگر اسی فرض کے لئے اور اس حدیث میں مروا خانہ کعبہ ہو گا اور کنت علیہا سے مراد مقتدا لا مستقبلا

یہی ہو سکتی ہے یعنی جس کی طرف تھامی تو جہ کا عقد تھا۔

نقلہم کا معنی تاہم الگ الگ کریں گئے ہیں کیونکہ جملہ معنی تیز بھی آتا ہے خصوصاً جب اس کا صلہ

ہو جو تیز کے لئے آتا ہے (ح) اور بعض نے جملہ معنی دویہ لیا ہے (ج) یعنی تاہم دیکھیں لکون ایسا ہے۔

اور لکون ایسا وہ دویہ معنی اس لئے صحیح ہیں کہ یہ وہ علم الہی ہے جو ایک واقعہ کے طور سے بعد ہوتا ہے اور یہ فی

الحقیقت دویہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم انسان کے متعلق دو قسم کا ہے ایک آئندہ کا علم جیسا کہ

تمام امور پر وہ غیب میں ہیں۔ ایک وہ علم جو انہار واقعہ کے بعد ہو تو جس پر ان کے واقعہ جلتے کو جو ہرگز نہیں

اس حدیث میں تحول قبلہ کی غرض بتائی ہے۔ کہ کھڑے کھڑے الگ الگ ہو جائیں۔ ایک سچے دین کی

کی ضرورت بھی پیش آتی ہے تاگر یہ ہر کہ ہر وہی ہو۔ اگر کچھ بکوں کے ساتھ تے میں تو قیوں کی اہل غرض ہو سکتی ہیں

ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کے لئے بعض واقعات ایسے پیدا کر دیتا ہے۔ چھ کئی چھ کی دینی دینی کتب رسول اللہ

صلعم کریں تھے تو بیت المقدس قبلہ بنا۔ حالانکہ وہاں مشرک کی مشرک تھے جو خانہ کعبہ کی عزت کو تھے تو بیت المقدس

کی عزت نہ کرتے تھے۔ اور جب مدینہ میں آئے نہاں یہودیوں کا دور تھا تو خانہ کعبہ قبلہ ہوا۔ تاکہ وہی لوگ مسلمان ہوں

جن کے دلوں میں صداقت اسلامی مرکوز ہو چکی ہے۔ اور کوئی انتہا ان کے قدم کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ ایک اور عرض

تحول قبلہ میں یہ بھی تھی کہ قبلہ کوئی پریش کی چیز نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مشرق سے ایک ہی قبلہ ہوتا چاہئے تھا۔ کیونکہ

قول تبدل کے ذریعہ

مقدمہ

مقدمہ

مقدمہ

مقدمہ

مقدمہ

مقدمہ

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُصِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرُؤُوفٌ رَحِيمٌ

اور اللہ ایسا، مذہب کرتا ہے ایمان کو ضائع کرے بیشک اللہ لوگوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے ۱

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهُ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ

ہم دیکھتا ہیں اس کی طرف توجہ کرنا کہ وہ دیکھتے ہیں پس ضرور ہم دیکھے اس قبلہ کو جس کی بنا دیکھتے ہیں جسے تم پسند کرتا ہے سر تقبلیتے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ

کو مسجد حرام کی طرف پھر دے اور جہاں کہیں تم ہو اپنے مومنوں کی کسی کی طرف پھر دے ۱۱۱ اور وہ لوگ

توجہ کر کے اسکا منہ پڑا سدا میں ہی دیکھ گئے پھر خدا کہہ کہ قبلہ اس وقت بنایا جاتا ہے جب مشکلات کا زمانہ گزر گیا ہے گوارا بنایا میں یہ خانہ کعبہ کی توجہ کر دیا جانا تو شاید عرب کے لوگ یہ سمجھ لیں اس کے ساتھ شامل ہو جائے کہ کعبہ پر کھڑے آسانی دین کی یہ ارکان ہیں۔ مگر صرف اس کو ابتدا میں قبلہ قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ دین میں سولہ مہینے اس کی طرف پٹھان بھی کروائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ پرستش کی چیز نہیں ہے

۱۱۱ ایمان کے معنی یہاں حضرت ابن عباس سے بخاری میں صفحہ ۴۷۱ میں ہے کہ جو نماز بیت المقدس کی طرف پڑھی ہو وہ ضائع نہیں ہوتی کیونکہ خدا تو خدا کی ہے اس کو قبلہ سے کوئی ایسا متعلق نہیں کہ اگر اس طرف منہ کر کے نہیں پڑھی گئی تو نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس میں بھی اس غلط خیال کی تردید ہے کہ قبلہ مسلمانوں کی عبادت کی کوئی اصلی مقصد ہے جیسا کہ بعض اسلام نے غلطی سے خیال کر لیا ہے۔ ایمان کا لفظ لانے میں بھی کسی اشارہ ہے کہ قبلہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس سے ایمان میں کوئی نقص پیدا ہو جاوے

۱۱۱ بیان
تبدیل سے متعلق

رُؤُوفٌ رَحِيمٌ اس کے معنی میں اللہ درجہ کی رحمت پاتی جاتی ہے جو اپنے الطاف کے ساتھ خود ہی اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے (۱) اور (۲) اس سے یہ مشتق ہے رحمت سے زیادہ خاص اور زیادہ وقت دہانی سے (۱)

رؤف
راحم
تقلب

۱۱۱ انقلاب جھکنا فی السجود۔ تقلب قلب سے ہے اور اس کے معنی بار بار پھرنا ہیں۔ فی یہاں یعنی اسی جگہ۔ توجہ یا منہ۔ توجہ یا منہ کے بار بار اسلام کی طرف پھرنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا یا اس کی طرف سے کسی امر کا انتظار کرنا ہے۔ مگر یہاں مراد اس حکم کا انتظار نہیں کہ کہہ کہ قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ وہ حکم نازل ہو چکا۔ اور اس پر اعتراضات کا جواب بھی ہو چکا۔ بلکہ یہ انتظار یا توجہ یا دعا اس لئے ہے کہ خدا کہہ جو مشرکین کے قبضہ میں ہے اور جسے اب قبلہ بنایا جاتا ہے کب بت پرستی سے پاک ہو گا۔ اور مسلمانوں کا اس پر کب قبضہ ہو گا۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهُ۔ ۱۱۱ یہ کہہ کہ اس کے معنی میں اس لئے کہ یہ آئندہ کے متعلق ہے اور منہ پھرنے کا حکم پہلے ہو چکا ہوتا ہے جس وقت تو یہ بھی اقبال کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے فل وجھک یا فلک جہۃ ہو مولیٰ یعنی اس طرف متوجہ ہونا اور کسی انصاف کے معنی میں جیسے ثم ولایتہم مدبرین یا ما ولہم عن قبلہم

منہ کا اشارہ
لفظ
وہی

شطر کسی چیز کے نصف یا وسط کو کہتے ہیں اور یہاں مراد اس کی جگہ ہے (۲)
الحوام جو اھر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ منہ وہ جس سے وہاں جاتے خواہ نہ یہ تفریق آئی ہو جیسے حوام علی قریبہم

شطر
حوام

أَوْ لَوْ الْكِتَابُ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ

جنیں کتاب دیکھی ہو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے ہے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو وہ کرتے ہیں ۱۸۲

(الانبیاء ۹۷) میں دہاں مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہی ایسا ہے کہ جس پر موت وارد ہو جائے وہ اس دنیا میں وہیں اس آگے یا پھل یا شریعت کی رو سے یا کسی حکم کی وجہ سے جس کی اتباع ہوتی ہے یا غیب کی وجہ سے اور حق کو کرم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے رو سے اس میں بہت سی باتیں منفع ہیں جو دوسری جگہ کرنی جائز ہیں (و) اسی مادہ سے صحت و مسمیٰ وہ شخص جو ایک چیز کے حصول سے روک دیا گیا ہے

حکم
محرم

محرم ہے +

المسجد المحرم۔ اس وسیع احاطہ کا نام ہے جس کے اندر خاد کعبہ ہے۔ یہ احاطہ کوئی دو سو پچاس قدم لمبائی میں اور دو سو قدم چوڑائی میں ہے۔ اور خاد کعبہ اس کے قریب وسط میں واقع ہے جو لمبائی میں اٹھارہ قدم اور چوڑائی میں چودہ قدم ہے۔ اور اس کے شمال مشرقی گوشہ پر حجر اسود ہے۔ مگر بعض وقت مسجد الحرام کی حد کو یہاں پر بدل دیا جاتا ہے جس کے اندر خود مکہ معظمہ اور میدان منیٰ اور عرفات واقع ہیں اور جس کے اندر جنگ کرنا یا تہلیل یا شکار کرنا یا گھاس وغیرہ (دوسرے اذکار کے) کا مشائخ ہے۔ جیسے لمن لم یکن اھلھا صاھبھا المسجد الحرام (۱۹۷) میں یا لا تقوا تلوم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوا کوفہ (۱۹۸) میں +

خاد کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔ مگر کعبہ کے اندر جو توحید کا مرکز ثابت ہوئے تھے تو لازماً یہ خیال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں پیدا ہوتا ہو گا کہ اس آلائش سے یہ مرکز توحید کو اس طرح پاک ہو گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشی دی کہ تم کو ہی اس قبلہ کا متولی بنائیں گے جسے تم چاہتے ہو۔ اور اس کے بعد جفا کر تولی دھچک تو اس کے معنی نہیں کہ یہ حکم بھی ملتا ہے۔ کیونکہ یہ جہالت تو بے معنی ہی ہو جاتی ہے کہ ہم قبلہ منہ اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے پس تو یہی اپنا منہ پھیرے۔ بلکہ اصل مراد اسی خیال کا ازالہ ہے کہ خاد کعبہ میں بہت ہیں تو فرمایا کہ اس وجہ سے مضائقہ نہ کرو۔ کیونکہ ہم تم کو اس کا متولی بنا دیں گے۔ اور یہ مرکز توحید مدین کے اٹھ میں ہی رہے گا اس لئے بغیر کسی خیال کو دل میں نہ لے کے اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ اس سے پہلے معلوم ہوا کہ کعبہ کا متولی کوئی غیر مسلم نہیں ہو سکتا۔

۱۸۳۔ اہل کتاب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پوری طرح کھل چکی تھی۔ پیشگوئیاں ان کی کتاب میں موجود تھیں جن کے پورا ہونے کا ابھی تک ان کو انتظار تھا۔ حضرت امیر الہدیم علیہ السلام کی ادویں سے اسماعیل کے ساتھ وعدہ تھا۔ حضرت اسماعیل کو عرب میں چھوڑا گیا۔ بیت ایل سوائے عرب کے ان کو نہیں رہتا۔ یعنی خاد کعبہ کے سوائے کوئی گھر بیت اللہ نہیں کہلا یا۔ حضرت امیر الہدیم کا تعلق اسی گھر سے تھا۔ اور حضرت امیر الہدیم علیہ السلام کی یادگاریں یہاں موجود تھیں۔ پس جب امیر الہدیم کی دعاؤں کا موعود بنی آیا تو موعود بنی تھا کہ اس کا قبلہ بھی کعبہ ہو گا اس لئے بھی کہ وہ جانتے تھے کہ کئی موعود عرب میں ظاہر ہوئے والا ہے۔ بلکہ یہی دعویٰ کہ حضرت کی مدین سے پہلے ہو دی ملک عرب میں کثرت سے آگیا ہو گئے تھے اور ان کی پیروی میں اب تک بھی صراحت عرب کا نام پایا جاتا ہے جو چنانچہ صحیحہ ۲۱: ۱۳ میں ان الفاظ کے بعد عرب کی بابت الہامی کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت کی صاف پیشگوئی ہے تو اس قدر روشن نشان آپ کی صداقت کے ہیں تھے کہ دل صداقت کا انکار نہ کر سکتے تھے۔

اہل کتاب اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

وَلَيْسَ اتَّبَعَ الَّذِينَ يُؤْتُوا الْكِتَابَ كُلَّ آيَةٍ تَاتِيهِمْ قَبْلَ تِلْكَ وَمَا أَنْتَ ۱۳۵

اور اگر تو ان لوگوں کے پاس نہیں کتاب دی گئی ہے سب نشان بھی لے گئے وہ تیرے قبل کی تاجہ لری نہ گئے اور تو ان کے

یتابع قبلہم وما بغضہم یتابع قبلہ بعض ولکن اتبعوا ہواہم

قبلہ کا تابع ہے اور وہ ایک دوسرے کے قبلہ کے تابع ہیں اور اگر تو ان کی گری ہوئی خواہشوں کی پیروی

مِنْ بَعْدِ رَجَاءِكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَٰلِكَ لَإِلَٰهَ الظَّالِمِينَ ۚ الَّذِينَ اتَّبَعْتَهُمْ ۱۳۶

اس کے بعد تیرے پاس علم سے آپکا تو بیشک اس وقت ظالموں میں سے ہوا تھا وہ لوگ جنہیں ہم نے

الکتاب یغفر ذنوبہم کما یغفرون ابناءہم وإن فریقاً منهم لیکفون الحق

کتاب دی ہے اسے اسی طرح پہناتے ہیں اس طرح وہ اپنے بیٹوں کو بچاتے ہیں اور ان میں سے ایک فریق یقیناً حق کو چھپانے

وہم یعلمون ۚ الحق من ربک فلا تکونن من المماتین ۱۳۷

اور وہ جانتے ہیں عداوت دینا حق تیرے رب کی طرف سے ہے پس ہرگز نہ بننے والوں میں سے نہ ہو ۱۳۷

۱۳۵ قبلہ میں ان کے قائم مقام ہے کیونکہ یہ ایک ظاہر اور کھلا نشان دین کا تھا اور حدیث لا تظہر قبلتک میں بھی اسی طرف اشارہ ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں تھے

موسیٰ کے پیروں میں یہودیوں کا قبلہ اور تھا سامریوں کا اور پھر یہودیوں کا قبلہ بیت المقدس تھا تو عیسائیوں نے بجائے اس کے مشرق کو اپنا قبلہ قرار دیا۔ مسلمانوں میں بہت سے اختلافات کے باوجود قبلہ کا اختلاف

نہیں ہوا اور وہ اصول دین پر بھی ملحق ہیں + ۱۳۶ ایہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و جہان پیشگوئیوں اور وعدوں کے جو اہل کتاب کو مٹے گئے تھے ان پر واضح ہو چکی تھی۔ مگر محض اس حد کی وجہ سے قبول نہ کیا کہی ہمدیش میں سے نہیں دور ہو رہی تھیں

بھی ہے نہ لجا جاتے تھے ماعرفوا کفر و ابہ۔ تمام علامات شناخت یقینی طور پر نظر آ رہی تھیں۔ اس لئے ہی طے آپ کا بھی مروجہ نہ پہنچاتے تھے جس طرح ایک انسان اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ یا ابناء ہم سے مراد یہاں

بنی اسرائیل ہیں یعنی جن نشانات سے ان کی صداقت کو پہچانتے تھے۔ وہ سب نشانات یہاں بھی موجود ہیں +

۱۳۷ اہل المہدیین۔ مہدیہ کسی امر میں تردد کو کہتے ہیں۔ جیسے فلا تکن فی مہدیہ من نقاشہ (الجمہۃ) ۲۳۰ وغیرہ مقامات پر اور امتیاز کے معنی میں الخیاضۃ فیہ مہدیہ دغ یعنی اس امر

میں جھگڑنا جس میں تردد ہو + یہاں خطاب مخالف کو جو نہ کہ بھی فرمایا تھا کہ اہل کتاب جانتے ہیں انہی میں ہم تو اس لئے اب نہ مانا جو کہ حق نہ کہ کذب کی طرف ہی آپس جھگڑے کو جو درود حق کو قبل کر لے اور یا یہ خطاب علم ہے مگر اس صورت میں بھی مراد مخالف ہی چوہ

قبلہ سے مراد ہیں

یہودیوں اور سامریوں کی عیسائیوں کا قبلہ

اہل کتاب کا انحراف کوشاں تھا کہ ان

مہدیہ

استرا

وَلِكُلٍّ رِجْمَةٌ هُوَ مُؤْتَاهَا فَاَسْتَبَقُوا الْخَبْرَ

اور ہر ایک کے لئے ایک طرف ہے جو مردہ منہ کرتا ہے پس نیکیوں کو ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دے گا

۱۸۵۸ ایک سے مراد ہر ایک قوم یا ہر ایک اہل مذہب یا ہر ایک شخص ہے +

وجہ - وجہ قصہ کو اور وجہ اور وجہ مقصد کو کہا جاتا ہے اور اہل میں جہۃ یا وجہۃ وہ جس کی طرف ہر کسی چیز کے لئے توجہ کرتے ہیں (غ) +

استبقوا - سبق اہل میں پہلنے میں آگے ہونے کو کہا جاتا ہے۔ اور استباق کے معنی ہیں تسبیح یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنا اور پہلنے کے علاوہ اس قسم کے تقدم پہلی بولا جاتا ہے جیسے بزرگی میں سبقت - اور المسابقت المسابقتوں میں اور کئی دوسرے مقامات پر یہی سبقت مراد ہے (غ) +

اس رکع میں ایک قبلہ اور پھر خاد کعبہ کو قبلہ قرار کرنے کی روایات بیان فرمائی ہیں مسلمانوں کو اگر ایک قبلہ کی قبلہ سے تو ایک ان کے لئے باطنی قبلہ بھی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ دنیا کی ہر قوم نے اپنا ایک مقصد قرار دے لیا ہے اور وہ محض دنیا کا محدود ہے پس اسے مسلمانوں کو خیرات اور نیکیوں میں قدم بڑھا دے اس کو اپنا مقصد اسی کو قبلہ قرار دے اور وہ ان کا بظاہر ہی معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک قوم نے اپنے لئے ایک قبلہ ٹھہرا لیا ہوا ہے پس ہم اس قبلہ کی طرف سبقت کر دو جو حید کا مرکز اہل ہوئے کی وجہ سے ہر قسم کی خیرات اور نیکیوں کا کام کو مختار بناتا ہے۔ کیونکہ جس طرح شرک تمام جہوں کی جڑ ہے۔ توحید سے تمام نیکیاں پیدا ہوتی ہیں اور ان کو اہل میں مراد پھیل لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز پڑھنے میں ہر شخص کسی کی کسی طرف منہ کرے گا۔ اور ان کا الگ الگ طرف منہ کرنے میں سب کی توجہ ایک طرف نہیں رہ سکتی۔ اس لئے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو ایک طرف منہ کرنے کی ہدایت کر کے ان میں یکجہی اور اتحاد کی بنیاد رکھ دی اور اس پر قائم ہو جانا بہت سی نیکیوں کو دے دیتا ہے درحقیقت ایک قبلہ پر اتفاق اسلام کی اخوت عالمگیر کی بنیاد ہے اسی لئے حدیث میں آتا ہے۔ لا تکفوا اہل قبلت اسے اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو +

خاد کعبہ کی جو کچھ خوت مسلمانوں کے دلوں میں ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ یہ توحید کا اصل مرکز ہے اور اہل انسانی کے اتحاد کا بھی اصلی مرکز ہے جس کو تمام انڈیشی تھائین نے اس خوت کو پرستش کے قیام مقام قرار دے کر اجازت کیلئے۔ حالانکہ کسی چینی کی خوت کو نانا اور امر ہے اور اس کی پرستش امر و گیس ہے پرستش یا عبادت میں ان باتوں کا پایا جانا ضرور ہے۔ اول اس چیز کی عظمت سے اس قدر متاثر ہونا کہ اس کی طرف توجہ تمام ہو۔ دوسرے اس کی حمد و ستائش کرنا جس سے اس سے دعا مانگنا۔ اب جب ایک مسلمان خاد کعبہ کی طرف منہ کرتا ہے تو ان نیکیوں باتوں میں سے ایک بات کا بھی وہم تک اس کے دل میں نہیں ہوتا۔ وہ اللہ اکبر کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے بھی دست بستہ کھڑا ہوتا بھی جھکتا بھی نہیں پر کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہر حمد و ستائش کرتا ہے اور جو کچھ مانگتا ہے اپنے مالک حقیقی سے ہی مانگتا ہے۔ اس وقت نہ اس کے دل پر خاد کعبہ کی عظمت کا کوئی اثر ہوتا ہے نہ اس کی طرف اس کی توجہ ہوتی ہے۔ نہ وہ خاد کعبہ کی حمد و ستائش کرتا ہے۔ نہ خاد کعبہ سے کوئی دعا مانگتا ہے پس صرف حالت نماز میں خاد کعبہ کی طرف منہ کرنے کو خاد کعبہ کی پرستش قرار دیا محض ایک جاپانہ اور متعصبانہ خیال ہے۔ پھر اس وقت بھی مسلمانوں کی نماز کی طرح ہوتی تھی جب خاد کعبہ کی

۱۸
تجوید پر اس نے تاکید کی
وہاں سے

وجہۃ

سبق - استباق

وجہات قرینہ

مسلمان کعبہ کی
رسم پر یہ کہتا

اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمْ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تم کو اکٹھا کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۵۳

طرف پیچھے کے ہوئے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ ڈھکیا اس وقت وہ بیت المقدس کی پرستش کرتے تھے وہ
خود خانہ کعبہ کی مشنوں کو بے بھی باوجود اس کی اس عظمت کے جو ان کے دلوں میں کبھی بھی نہیں کی وہ
ان جنوں کو ضرور پہنچتے۔ جو انہوں نے اس کے اندر رکھے ہوئے تھے مگر اس گھر کی پرستش کبھی نہیں کی۔ بلکہ
چراغوں کی بھی جتنے بوسے دیا جاتے تھے جو وہیں کبھی پرستش نہیں ہوتی کیونکہ یہ بن گھڑا پتھر تھا۔ اس سے کبھی انہوں نے
مراویں مانگیں۔ اس کو اپنا معبود سمجھا۔ ان صرف طرف میں بوسہ دینا ثابت ہے اور مسلمان بھی بوسہ دیتے ہیں مگر
پیش ایک نشان محبت کے طور پر یہ کہ وہ پتھر دو اداں ایک نشان کے طور پر لگا گیا ہے۔ یہی وہ پتھر ہے جس کی
طرف حضرت داؤد نے اپنی زبوں میں بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ پتھر جسے مسلمانوں نے دیکھا ہے کہ اس کو بوسہ دیا ہے یہ خدا
سے ہوا جو ہماری نظروں میں عجیب ہے (ذکر ۱۸: ۲۲ و ۲۳) یہی وہ بن تراشا پتھر ہے جس کا کوئی دیکھا کہ وہ پتھر غیر
اس کے کوئی نہ دیکھے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکلے آپ سے آپ نکلے (ذیل ۲: ۱۴۵) اب یہ دیکھا ہوا پتھر کہنے
کا سر ہو گیا ہے ماسی مقدس تاریخ کو تلاش کرو تو سوائے بنی انیس کے اور کسی کے لئے نشان نہیں ہو سکتا۔ حج کو
یہ وہوں کا درویش ایک معمولی واقعہ ہے جو سوائے انبیاء کے ساتھ پیش آیا۔ مگر بنی اسرائیل کو بنی اسرائیل کے جن کی قوم
امت تک ملکر ان ہی باطل مذکور کیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کو خدا پرستی سے بھی اپنی طرف سے خارج کر دیا۔ وہ نہ صرف
اپنے ملک سے محال کر لیا۔ مگر گستاخانہ کے لئے بلکہ ان کو بیوقوف کے لئے رد شدہ تصور کر لیا گیا ہے کہ وہ پتھر
جس کو مسلمانوں نے مذکور کیا۔ اور ماسی کی یادگار میں خانہ کعبہ کا وہ پتھر ہے جو چراغوں کے نام سے موسوم ہے اور اس
بوسہ دینا ہی بات کی یادگار ہے کہ وہ دیکھا ہوا پتھر کہنے کا سر ہوا ماسی کی طرف حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی انگلیوں
والی پیش میں اشارہ کیا ہے۔ جہاں یہ کہ ہے کہ انگو رستان کا مالک جب آئیگا تو انگو رستان کو ادباً جہاں کے سپرد کر دیا
یہ انگو رستان کیا ہے وہی خدا کی بادشاہت ہے جس کا ذکر وہ حضرت مسیح نے نبیل کو واضح کرتے کے لئے ان الفاظ میں کیا
ہے "میں نے انہیں کہا کہ تم نے نوشتوں میں بھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیلوں نے تاپنے کیا دی کہنے کا سر ہوا۔
یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے جس تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے پہلے
اور ایک قوم کو اس کے قبل لانے دو جائیگا جو اس پتھر پر گئے گا جو رہو جائے گا جس پر وہ گئے گا جسے میں ڈالے گا۔"
(متی ۲۱: ۴۲ و ۴۳) یہاں مسیح نے بنی اسرائیل کو صاف طور پر کہہ دیا کہ خدا کی بادشاہت تم سے پہلے کر لیا اور
قوم کو دی جائے گی اور وہ قوم کو کسی سے وہ وہی قوم ہے جس کا نشان وہ پتھر ہے جسے راج گیلوں نے تاپنے
کیا یعنی قوم بنی انیس۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے چراغوں کو بوسہ دیا جاتا ہے ۱۵۴

چراغوں کا بوسہ

انگو رستان کا پتھر

کعبہ کی طرف منہ
دھکا دینا کہ ہے۔

۱۵۵ ان الفاظ کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ جہاں کہیں تم ہو اللہ تعالیٰ تم سب کا شہر ایک جگہ کرے اور یوں
بھی ہو سکتے ہیں کہ جہاں کہیں تم ہو تم سب پر موت وارو کہے گا۔ اور یوں بھی کہ جہاں کہیں تم ہو اللہ تعالیٰ تم سب کا
ناز کو ایک ہی جہت کی طرف کرے گا (خدا) فیات بکرمہا ذل من جعل الصلوة مقبلة للجمہ (۱) اور یوں
ملاحظہ کیجئے کہ یہی آخری ہی زیادہ موزوں ہیں یعنی تم راہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں ہو شمال میں خواہ جنوب میں
جہاں بھی دنیا میں پھیلے ہوئے ہو جب تم سب ایک خانہ کعبہ کی طرف منہ کر گے۔ تو ہماری نمازیں ادا اس کے ساتھ

۱۴۹ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْكَوْثُ مِنْ

اور جہاں سے تو نکلے اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر دے اور یقیناً یہ تیرے رب کی طرف

۱۵۰ رَبِّكَ ذُو الْمَلَأِ الْبَاقِلِ عَمَّا تَعْمَلُونَ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

حق ہے اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو اور جہاں سے تو نکلے اپنے منہ کو مسجد حرام کی

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ

طرف پھیر دے اور جہاں کہیں تم ہو اپنے منہوں کو اس کی طرف پھیر دو تاکہ لوگوں کے لئے کوئی دلیل

عَلَيْكُمْ مِّنْ حُجَّةٍ إِلَّا الْإِذْنَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ

تمہارے خلاف ذرہ بھلا اگر وہ جو ان میں سے ظالم ہیں سنان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو عتہ ۱

ہی تم میں ایک اچھا دو گنا

میں اس ظاہر طریقہ پر تو کسی قدر کہتا ہے کہ جہاں کہیں تم ہو گے تم سب کی تان یا کسی جہت کی طرف ہوگی، مگر میں کیا ایک عظیم الشان پیشگی ہیجی ہے کہ اسے مسلمان فرما تم جہاں کہیں دنیا میں ہو گے اللہ تعالیٰ اس اہل نظر دھاری کے ساتھ ایک اور اعتماد قائم رکھے گا اور اگر خدا جس کی تائید کو دیکھا جائے تو اسلام کا یہ ایک امتیازی نشان ہے کہ تو میت اہل ملک کی حد بندیوں کو باطل توڑ دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو وہ کہیں بھی ہوں ایک کرتا ہے۔

۱۵۱ اے حکم کہ جہاں سے تو نکلے اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر دے تین دفعہ دوہرایا گیا ہے۔ اول آیت ۱۴۹ میں۔ دوم آیت ۱۵۰ میں۔ تیسرے اس آیت میں مگر تین دفعہ لائیں مختلف وضعوں کیلئے جو پہلی مرتبہ تو اس اطمینان کے لئے کہا تھا کہ خدا کعبہ بت پرستوں کے تصرف میں ذرہ بے گناہ کہ تم کو اس کا متولی بنا دیں گے اس لئے تم اپنا منہ جوشک و ادھر پھیر دو۔ دوسری دفعہ آیت ۱۴۸ میں یہ بتا کر کہ ایک قبلہ پر قائم کرنے سے اصل فرض جتنی پیدا کرتا ہے پھر فرمایا کہ جہاں سے تمہو اس کی طرف منہ پھیر لو۔ اور اصل فرض کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ تیسری مرتبہ یہاں فرمایا کہ تم اس کی طرف منہ پھیر لو تاکہ لوگوں کے لئے تمہارے خلاف کوئی دلیل نہ رہے یعنی یہ درحقیقت ان پر ایک اتمام حجت ہے۔ اگر خدا کعبہ کو قبلہ مقرر نہ کیا جاتا تو یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب دعائے ابراہیمی کا موجود ہی لایا تو اس کا قبلہ ہی وہی گھر چاہئے جہاں حضرت اسماعیل کو بطور نشان کے چھوڑا گیا تھا چنانچہ آیت ۱۵۱ میں صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ یہی رسول ہے جس کے لئے حضرت ابراہیم نے دعا کی تھی۔

۱۵۲ اے یہاں آیت شانے منقطع ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں کے لئے حجت تو اب کوئی باقی نہیں رہی اور انما حجت بگوئے مگر ظالم تو اب بھی نہیں گئے۔ یا یہ کہ اب بھی حجت کریں تو یہ ظلم ہے۔ اور یا اس کوئے والے ظالم ہیں یہودی اس وقت کہتے تھے کہ تو میری سیاح تک کہتے ہیں کہ کعبہ کو قبلہ بنا نا عیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے تھا۔ یہاں شخص کی نسبت کہاجا کہ جس نے بڑا سال کی بہت پرستی شریک بخوری غار بازاری روا لاری جنگ و جدال رسوم قبیحہ کروں ملک و ہ سے مشاویہ اگر گویا ان کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ کیا اس کو ایک خانہ کعبہ چڑھانا ممکن تھا؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ اس نے

تذکرہ طوف مبارک
کعبہ کی طرف منہ
پھیر دینا حکمت

اہل کتاب کا وہ شخص
کہ کعبہ کی طرف منہ
نہ پھیرے گا

وَلَا تَرْفَعِي عَلَيْهِمْ رُءُوسَكُمْ وَقُلْتُمْ لَكُمْ فَهَذَا فَوَلِّصْ لَهُ مَا فِي السَّكَنِ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ كَانُوا فَتًى ۝ كَمَا أَمَرْنَا فِيكُمْ رَسُولًا

اور تاکیں اپنی نفیخت تہریری کوں اور تاکہ ہایت پاؤ ۱۵۱ جیسا کہ ہم نے تمہیں تہریری سے ایک رسول بھیجا

وَقُلْتُمْ بَنُوا عَلَيْنَا أَيْبَاءً وَبِزَكَاةِكُمْ وَبِعِلْمِكُمُ الْكُتُبِ وَالْحِكْمَةِ وَعِلْمِكُمْ

جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تم کو پاک کرتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور تم کو وہ پچھلکا

فَالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ فَأَذْكُرُ فِي أَذْكُرْكُمْ وَأَشْكُرُ الْوَالِي وَلَا تَكْفُرُونَ ۝

۱۵۲ ہے جو تم نہیں جانتے تھے ۱۵۱ پس مجھے یاد کرتے تمہیں تہیں یاد رکھوں گا اور میری شاکری دلوں گا

خاندکبہ کی طرف پیشہ کر کے تازہ پشی تو کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور ۱۵۱ جولہ سال تک برابر غافلوں میں خاندکبہ کی طرف پیشہ کرتے رہے۔ اور سبھی مسلمان بھی کہتے رہے۔ اور اس حصہ میں اسلام کی ترقی کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا پس یہ ناشی کی حجت پارتی ہے۔

۱۵۲ اور دوسری غرض یہ بیان فرمائی کہ تا قہم پاتا م نعمت ہو اور تا قہم کمال ہدایت کے پلے والے جہان سب چیزوں کا تعلق علم انہی میں خاندکبہ سے تھا جو خدا کی عبادت کا سب سے پہلا گھوڑا پر تھا۔ اول را با خرنسے ہست۔ جو سب سے پہلا گھوڑا اسی کو دنیا کا آخری قبلہ قرار دیا۔ جہاں سے لوگ روئے زمین منتشر ہوئے وہیں پرچہ ان کا اپنی غرضی ہو کر یوں بھی ناف زمین ہے۔ کیونکہ ملک عرب پرانی دنیا کے چین مرکز میں واقع ہوا ہے۔ دنیا تو جہاں بھی جوں گئی تھی اور خاندکبہ کو بھی۔ وہ دونوں کو آنحضرت صلعم دلہا لائے۔

۱۵۳ یعنی جتنا را قبلہ خاندکبہ کو اسی طرح قرار دیا ہے جیسا کہ تم میں دعائے ابراہیمی والا رسول بھیج دیا جتنا جتنا خاندکبہ کو یہاں دوسرا ایسا ہے جو حضرت ابراہیم کی دعائیں اور آچکے ہیں یہ اسی طرف اشارہ کرتے کہ جسے کعبہ دعوہ اور ہی ہو کہ وہ رسول آگیا تو ضروری ہوا کہ وہ گھر بھی اس کا قبلہ قرار دیا جاسے تاکہ تم دنیا میں نیکی کے معلم بنو۔ اسی لئے تو قبل قبلہ پر اعتراض کا ذکر کرنا تھا۔ لکن ذوالشہد اعلی الناس۔

۱۵۴ اذکی وفی۔ ذکی کے معنی جھٹلالتی ہیں دت، یعنی کسی چیز کا یاد رکھنا اور یہ دہلج ہرچہ دل سے اور زبان سے اور ان میں جو پہلے قہم ایک پہلے کے بعد کسی چیز کا ذکر دوسرے جیسے اس کا تھوڑا بیتی یاد رکھنا (۱۵۴) اذکی وفی معنی شامہ بھی ہیں یعنی شریف کرنا اور شرف بھی یعنی زندگی دینا (د) انہ لذلک لث دلفو ملک (الذخرف ۴۴) میں اوصاف عقل ذی الذکر (۱۵۵) ۱۵۴ اذکی وفی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ اور الذکر قرآن شریف کا بھی نام ہے۔ یہاں اذکی وفی میں بندہ کا اللہ کی شانکار نامو ہے اور اذکی کہیں بندہ کو اللہ کا شرف یا زندگی دینا دوسرے غفلوں میں غفلت خدائیں اس کا ذکر کیا دینا یا جس طرح قرآن کریم نے دی کی سزا کا ذکر انہی الفاظ میں کر دیا ہے دیکھو مثلاً اسی طرح نیکی کی جزا کا ذکر بھی اسی الفاظ میں کر دیا ہے اور مراد ذکر اللہ کی جزا کے غیر دینا ہے یہاں کہہ سے مراد ناسر کر دہی یا نعمت کا انفا ہے دیکھو مثلاً۔

یہ مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ تم ہر ذکر کر دینی میرے نام کو دنیا میں پھیلاؤ تو میں تمہیں جہانم دیکھا اور قہم نعمت کو چھپاؤ تو میرا سے نئے نرا بھی ہے چنانچہ اگلے کچ کے دودھ کہنے میں ایک حصہ میں ہدایت کیا جیسے ملائے میں شکلات کی پتلا کا اور دوسرے حصہ میں گمان ہدایت کا ذکر ہے بخش۔ یہ مسلمان پڑھنے کیلئے یہاں اشارہ دینی کی کہیں کہیں شامت اسلام کے کام کو دینا نصیحت ہے

وَلَا تَرْفَعِي رُءُوسَكُمْ

ہدایت کی ہو پاد اور شاکری

دعائے ابراہیمی کا سب سے پہلا گھوڑا

ذکی

الذکر

دعائے ابراہیمی کے یہ مسلمان جس میں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

اے مومنو! ایمان لانے پر صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو

۱۴۱ صبر۔ صبر کے معنی کے لئے دیکھو صفحہ ۱۳۷ اور یہ دو قسم ہے۔ ایک صبر حرام اور جہاد کی چیزوں کے ترک کرنے پر اور دوسرا صبر طاعت اور قربانیوں کے بحال رہنے پر۔ یہاں یہی دو معنی کا صبر مراد ہے۔ کیونکہ جیسا کہ پہلے رکوع کی آخری آیت کے الفاظ سے یہاں مضمن یہ ہے کہ ہدایت کے پھیلانے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا مقابلہ ضروری ہے مسلمانوں کو یہ وعدہ دیا تھا کہ خدا کعبہ پرست پرستوں کے ہاتھ میں نہیں دے گا بلکہ ہم جن کو اس کا متولی بنادیں گے یہ ایک بڑا بھاری مقصد تھا۔ ہدایت کا دنیا میں پھیلنا۔ شہد اور علی الناس یعنی دنیا میں مڑکی اور پیشرو بننا۔ لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینا یہ عظیم الشان کام مسلمانوں کے سپرد کیا گیا تھا اب بتانا جو کمال مقاصد حاصل ہونا آسان نہیں بلکہ اس میں بڑی بڑی مشکلات پیش آئیں گی۔ ان مشکلات کے اندر وہ اللہ تعالیٰ سے چاہو۔ مگر وہ دیکھیں گے ایک صبر کے ساتھ یعنی طاعات اور قربانیوں کے بحال رہنے پر مضبوط رہو اور جو تعظیم ان میں پیش آئے ان کی پروا نہ کرو اور دو سرے نماز کی امتیاد یعنی قیام الی اللہ کیساتھ کیونکہ نہ بھی اصل میں دعا ہی ہے صبر اور صلوٰۃ کا مفہوم دو ضدوں کا ظاہر کرتے ہیں۔ صبر کمال درجہ کی مضبوطی کا نام ہے۔ یہاں تک کہ انسان کسی شکل اور کار کاوش کی پروا نہ کرے۔ صلوٰۃ کمال درجہ کی عاجزی اور قہر نام کا نام ہے یہاں تک کہ انسان اپنے ملک کے سامنے گرجائے۔ صبر اس صلوٰۃ کے مقام کو ظاہر کرتا ہے جو انسان کل دنیا کے مقابلہ پر اختیار کر سکتا ہے صلوٰۃ اس اتنا ہی عاجزی کے مقام کو ظاہر کرتی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اختیار کرنا چاہئے ان دونوں صفات کو اپنے اندر جمع کرنے سے ہی انسان کمال کو حاصل کر سکتا ہے یعنی دنیا اور دنیا کی مشکلات اور دنیا کے جبارین کے سامنے علو اور مضبوطی دکھائے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی دکھائے۔ عاجزی اور قہر الی اللہ سے اس کے سامنے راہیں کھل جاتی ہیں مضبوطی اختیار کر کے ان ماہوں پر چل سکتا ہے۔ اگر وہ ہی نہ کھلے تو مضبوطی کس کام کی اگر وہ کھل جائے اس پر مضبوطی سے قدم بڑھنے والا نہ ہو تو راہ کھلنے سے فائدہ کیا اس لئے نہ خالی صبر کمال انسانی تک پہنچا ہے نہ ہی صلوٰۃ

یہی حکم صبر اور صلوٰۃ سے مدد چاہنے کا چلتے بھی سورہ کے شروع میں آچکا ہے۔ وہاں بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ صبر اور صلوٰۃ سے مدد چاہو تو یہی خبر کی صداقت ہم پر کھل جائے گی۔ مگر اس موقع پر صلوٰۃ کے ذکر کو جاری رکھا۔ دانتا کعبیۃ اور یہاں صبر کے ذکر کو جاری رکھا۔ ان اللہ مع الصابرين۔ یہ فرق اس لئے ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی شناخت میں زیادہ ضرورت عاجزی اور دعا کی ہے اور کامیابیوں کے حصول میں زیادہ ضرورت صبر یعنی مضبوطی کی ہے اس لئے ہر وقت ہر جس کی زیادہ ضرورت علی اس کے ذکر کو جاری رکھا۔ چنانچہ اس رکوع میں بلکہ آگے دو دیکھ صبر کا ذکر ہی چلتا ہے۔ دیکھو و الصابرين فی الباس والضرار وحين الباس (۱۷۷) اس سے قرآن کریم کا اعجازی کلام ہونا ثابت ہوتا ہے کہ کس طرح ہر وقت ہر اس کے کھانے سے افادہ کا استعمال کیا ہے۔ اے یہ بیک وقت بتا دیکھو چاہیں اور اس کیلئے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا یہ بچہ قرآن شریف کو پڑھے اور اس پر غور کرے

۱۹

تبلیغ دینت کی نیت
اور مومنان کی ہدایت کا
مقصد

صبر

مسلمانوں کی زندگی
کا مقصد اور اس کے
حصہ ہیں طاعات

صبر اور صلوٰۃ

دو معنیوں پر مشتمل
صبر اور صلوٰۃ کا ذکر
اور دونوں میں فرق

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتُلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۱۵۴

۱۵۴۔ جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے مطلقاً

سبیل

سبیل اللہ

اللہ کی راہ میں
جسے دیکھنا پائیں

۱۵۴۔ سبیل اللہ۔ سبیل اس رستہ کو کہتے ہیں جس میں سہولت ہو اور اس کی جمع سبیل آتی ہے پھر ہر ایک اس ذبیحہ پر یہ نفع ہوا جائے جس کے ساتھ کسی چیز کی طرف پہنچ سکیں جیسے ادھ لکی سبیل دہلک (الغفلۃ) ۱۲۵۰ اخذ اللہ تعالیٰ فی اللہ العرش سبیلہ دینی اسما ایضاً ۱۲۷۲۔ پس سبیل اللہ وہ راہ ہے جس پر لکڑیاں خدا کو پہنچ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللذین جاہلوا فیما نزلناہم بہم سبیلنا (الغفلۃ) ۱۲۹۔ یہ راہ ہے اسی لئے امام زہری نے لکھا ہے کہ فی سبیل اللہ عرف قرآن میں جاوے کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ جاوے قاتل نہیں مگر اس جاوے کے لئے بعض وقت قتال کی ضرورت پیش آجاتی ہے اور یہ اس وقت جب ان راہوں پر چلنے سے تنہا کے ذریعہ سے روکا جاتا ہے کہ جب صبر کی ضرورت بتائی قرآن میں ان لوگوں کا ذکر کرتا ہے جو صبر میں کمال دکھاتے ہیں۔ یہ لوگ بھی جو خدا کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسے لوگوں کو مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں کہنے والے کون تھے؟ دوسری جگہ منافقین کا قول مذکور ہے۔ لو کا خدا خدا ناما مآدا مآدا قتلوا (ال عمران) ۱۵۵۔ اور راہ جو تک صبر ایک امر کا ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے ہر مخاطب مراد ہے +

میں کی زندگی کا نام

اس سے کیا مراد ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں؟ امام زہری نے اس کے ایک معنی میں کہے ہیں کہ کیا نفی موت سے مراد علم و ناکامی کی موت ہے موت کے اس معنی کی تائید میں انہوں نے یہ آیت پیش کی ہے و یا تبارک لا یصلح علیہم الجہنم (البقرہ) ۱۷۱۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ خدا کی راہ میں کام کرتے ہوئے مارے جائیں۔ ان پر جہنم و ناکامی کی موت نہیں آتی اس لئے ان کو ناکام موت نہ کہو بلکہ وہ کامیاب ہوں گے اس صورت میں + استعانت باللہ و بالصلوٰۃ کا نتیجہ بتا یا کہ ایسے لوگ ناکام بھی نہیں ہونگے +

اللہ کی بصیرت کی
حیات میں۔

اگر امام مبنی سنے جائیں تو ظاہر ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے حالانکہ کافر موت کے بعد مطلق فی جہنم جھکتے تھے۔ وہ زندگی دنیا کے سب کے لئے ہے نیکیوں کیلئے بھی اور بدوں کے لئے بھی۔ مگر وہوں کے لئے چونکہ اس زندگی میں عذاب ہے جس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے و یصوبون علیہم عذاب عظیم ۱۷۱۔ وہ زندگی لغز و رس ہے اس لحاظ سے کہ جتنی نہیں گراس کی حیات یا زندگی بھی نہیں کہہ سکتے پس زندگی حقیقت میں نیکیوں کے لئے ہی ہے۔ پھر بالخصوص وہ لوگ جو یہاں شہید کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام یا ان کے کال متبعین جن کو صلیح اور شہید کہا گیا ہے یا وہ لوگ جو اپنی جائیں خدا کی راہ میں دیئے ہیں۔ یہ لوگ اپنے شاہدہ یا یقین سے گویا عینی گواہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ عذاب جو اکثر اہل دنیا کی صورت میں اس عالم میں رہتا ہے ان کی صورت میں اٹھ جاتا ہے وہ اسی زندگی میں ایک نئی زندگی پالیتے ہیں۔ اور موت کے ساتھ ہی ان کی وہ نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کو خصوصیت سے اجاء یعنی زندہ کیا گیا ہے +

شہداء کی زندگی

شہداء کی موت اور
ان سے استفادہ کا
ناجائز ہونا

جن لوگوں نے ظاہر الفاظ پر نہ دروے کو اس آیت کے یہ معنی کرنے چاہے ہیں کہ شہداء کبھی مرتے ہی نہیں۔ اور پھر اس خیال کو شرک کی حد تک پہنچا یا ہے یہاں تک کہ ان سے استراذ کہتے ہیں۔ بلکہ بعض یہودہ باتوں کا حقد بھی ان کے متعلق رکھتے ہیں وہ قرآن شریف کے منشاء سے ہر دور صریح گئے ہیں۔ انبیاء صلیح شہید صلیح سب مرتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلیح کو ارشاد ہوتا ہے انٹ میت و انھم میتون (الزمرہ) ۲۰۔ صلیح صلیح

۱۵۵ وَلَسَبُّكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْعُرِيِّ

اور ضرر ہوگی مقدراً دیکھو کہ اور مالوں اور جانوں اور بچوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے

۱۵۶ وَيَسِّرُ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اور آسان کرے مالوں کو جو سختی و مصائب میں ہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ ہی سے ہیں اور ہمیں ہی لوٹنا ہے

۱۵۷ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْتَخِرُونَ

یہی وہی عزیزان کے رب کی طرف سے مغفرت اور رحمت ہے اور یہی وہ ہیں ۱۵۷

سے ثابت ہے کہ اللہ اعلیٰ روحیں (جسم، جنت میں سبز پرندوں کی صورت میں ہوں گی) چنانچہ صحیح مسلم میں ہے ان ارواح الشہداء فی حواصل طیور حضرت اشعری فی الجنت حیث شادات اور ایک حدیث میں مجائے حواصل کے حوصلہ کا حفظ ہے۔ اور دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ ہر کرامان عالم الغیب نہیں بن جانا کہ اس عالم میں کوئی شخص کچھ دعا کرے تو اس کا علم ایک ولی یا شہید کو ہو جائے عالم الغیب صرف ایک امشب کی ذات ہے وہی ب کی دعائیں سنتا ہے۔ اور وہی حاجات کو پورا کرتا ہے۔ نیک لوگ ہمارے لئے شفیع ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو ہمارے حق میں قبول بھی فرماتا ہے۔ مگر موت کے بعد وہ عالم برزخ میں جاتے ہیں اور اس عالم کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ قرآن و حدیث سے بعد موت ان سے استفادہ جائز ثابت ہوتا ہے

۱۵۸ خدا کی طرف سے یہی اہلکار کمالات کا نام ہے دیکھو ۱۵۸ انیکوں پر جو تکالیف آتی ہیں جن میں اہلکار صریح ضرورت پیش آتی ہے ان کی حکمت یہاں بیان کی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے اندر ولی کمالات کو ظاہر کرنا مقصود ہے جو کوئی قوم بڑی نہیں بنتی اور نہ کوئی انسان بڑا بنتا ہے جب تک کہ مصائب کی کشالی میں دہسے پس قضاء و قدر کے مصائب انسان کو بڑا بنانے کے لئے ہیں۔ نہ مذاب کے طور پر اصلحہ کے رنگ میں نہ ہلاکت کے طور پر

اس آیت سے صحابہ کے کمال صبر پر شہادت ملتی ہے۔ وطن گھریا اموال جانتا وہیں سب کچھ تھوڑا کر دیا نظر دین کوئے گندہ میں پہنچے مگر یہاں ابھی اور مصائب کی خبر سنائی جاتی ہے کس قدر کمال صبر ہے کس سے گہرائے نہیں بلکہ ان نے مصائب کو خدا کی راہ میں خوش دلی سے برداشت کرتے ہیں

۱۵۹ اِنَّ اللّٰهَ وَاٰلِهٖ رَاجِعُونَ مصیبت کے وقت اس کلمہ کا منہ پر آنا مضافاً اور مقام توحید کا بننا بلند مقام ہے۔ اس میں یہ بتایا کہ اگر مال و جان کا کچھ نقصان ہوا تو یہ چیزیں انسان کی زندگی کا اصل مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو لگا دینا ہے۔ دنیا کی چیزیں جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں جس خطہ کی امانتیں ہیں وہ جب چاہے اپنی امانتوں کو واپس لئے ہم خود بھی اس کی امانت ہی ہیں

۱۶۰ صلاۃ صلاۃ کی جمع ہے جس کے معنی دعا ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صلاۃ اپنے بندہ کے حق میں اس کا تذکرہ ہی کرتا ہوں سے پاک کرتا ہے (غ) یا بندہ یا فرشتہ کی صلاۃ بندہ کے حق میں دعا سے مغفرت ہے اور اللہ کی صلاۃ خود مغفرت ہے۔ علاوہ صلاۃ کے رحمت کا لفظ بھی فرمایا یعنی صرف حفاظت ہی نہیں فرماتا بلکہ انعام و احسان بھی کرتا ہے

لَئِنْ الصَّفَا وَالثَّرْوَةُ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَأَعْمَرَ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرٌ إِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

کہاں دون کا طواف کرے اور جو کوئی شرف سے بکلی کرتا ہے تو یقیناً اللہ بڑا قدر دان جانے والا ہے ۱۴۱

۱۴۱ الصفا والمروة - صفا (صفاۃ کی جمع) صاف پتھروں کو کہتے ہیں اور مروة چھوٹے کنگروں کو کہتے ہیں اس دو چھوٹی چھلی پہاڑیوں کے نام ہیں +

صفا - مروة

شعائر - شیعیرۃ کی جمع ہے اور یہ شعور سے ہے جس کے سنی ہیں پارک عظم حاصل کیا دیکھو مثلاً اور شعائر سے مراد ہر ایک وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے علم ربانی تھی جو اس نے اعمال کی کو شعائر اللہ کہا گیا ہے یا شعائر اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ صالحی نشان ہیں جن کے قیام کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس لئے قربانوں وغیرہ کو بھی شعائر اللہ فرمایا ہے (ت)

شعائر

صفا اور مروة کے دو کوش یہاں دوہرا اشارہ ہے ایک تو صبر کے معنوں کے متعلق کیونکہ صفا اور مروة دو مقام ہیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑتی تھیں ان کے عظیم الشان حیران کن اثرات اللہ تعالیٰ نے دیا کہ ان دو پہاڑیوں کو آبی نشان قرار دیا اور ہمیشہ کے لئے اس صبر کے نمونہ کی یادگار بنایا جب حضرت ابراہیم کو حضرت ابراہیم نے اس بے آب و گیاہ بیا بان میں چھوڑا تو انہوں نے صرف اس قدر دریافت کیا اللہ اہم تھا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم آپ کو دیا ہے کہ میں یہاں چھوڑ دو حضرت ابراہیم نے فرمایا ہاں - تو انہوں نے کہا انا لا یضیعنا - پھر اللہ تعالیٰ ہم کو خائف نہیں کرے گا - اس کی طرف یہاں اشارہ کر کے یہی بتایا کہ حضرت ابراہیم کا ابراہیم کو یہاں چھوڑنا حضرت سارہ کی خوشی کے لئے تھا جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت تھا پس دوسرا اشارہ صفا اور مروة کے دو کوش یہ بھی ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں کا تعلق حضرت ابراہیم سے ہے اور آپ کو یہاں چھوڑنے کے یہی معنی تھے کہ اس مقام سے ان کا کوئی خاص تعلق ہے +

صفا اور مروة کے دو کوش اشارہ

۱۴۲ حج - حج کے معنی عبادتیں بیان ہو چکے - عرف شریعت میں تحدید اللہ کا نام ہے + اعظم - عظامۃ آباد کرتا ہے و عمار و عمار و عمار و عمار (۱۴۰) اور عمار گویا وہ مدت ہے جس میں عمارت جسم آباد ہوتا ہے اور عمارت اور عمارت کے معنی ہیں نماز کرنا جس میں عبادت کی عادی سی اس کا قیام رکھنا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں بیت اللہ کا تقسیم اور حج اور عمرہ میں فرق یہ ہے کہ حج صرف خاص ایام تہ ذی الحج میں ہوتا ہے اور عمرہ ہر وقت ہو سکتا ہے اور حج میں عیدان و فحاش میں اجتماع ہوتا ہے - عمرہ میں نہیں +

حج

عمرہ

اعتماد عمرہ

حج اور عمرہ میں فرق

جناح - جناح پرندے کے بازو کو کہتے ہیں اور ہر چیز کے دو طرفوں کو اس کے جناح کہا جاتا ہے + و اعظم جناح - الی جناح (طہ ۷۲) میں جناح سے مراد - جانب ہے - اور جناح کے معنی ہیں نال ہوا وان جوا السلوف - جناح (الافغانی ۶۱) اور گناہ کو جوا نشان کوئی سے ایک جانب نال کر دے جناح کہا جاتا ہے +

جناح

جناح

یطوف - طواف کسی چیز کے گرد گھومنے کا نام ہے - یہاں صفا اور مروة کے طواف سے مراد سی ہیں الصفا و المروة طوع - طوع کے معنی اختیار دینی فرمانبرداری کے ہیں اور سی سے طاعت اور استعانت ہے اور سی سے ہی

طواف

طوع

۱۶۰ **إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوْا فَاوْلَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ**

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور کھل کر بیان کر دیا ان میں رحمت کے ساتھ توبہ قبول کرنے والے

۱۶۱ **الرَّحِيمِ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ**

رحیم کرنے والوں۔ وہ لوگ جو کافر ہوئے اور گئے دنیا کا ایک کدو کا ذی تھے یہی ہیں کہ ان پر شاد اور فرشتوں

۱۶۲ **وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ ۝ خُلِدْنَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ**

اور لوگوں کی۔ سب کی۔ لعنت ہے۔ اسی میں رہینگے۔ ان کا کدو ہلکا کیا جائیگا

۱۶۳ **وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَالْهَكَمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ**

اور ان کو مہلت دی جائیگی اور ہمارا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ رحمان رحیم ہے

ایک طرف اگر اس میں کدو گھسائے پڑھا لے میں ایسی احتیاط کی جس کی نظیر نہیں تو دوسری طرف اس کے پہنچانے میں جانوں تک ویریں

عناں پہنچلی آیت میں توبہ کرنے والوں کا ذکر ہے اس میں ان کا جو توبہ نہیں کرتے یعنی وہی لوگ جن کا ذکر گذشتہ سے پہلے آیت میں ہے وہ وہ توبہ نہیں کرتے۔ اللہ کی لعنت انہی سے دور ہو جانا۔ ملائکہ کی احتیاطی کے محروک سے یہی توبہ کی توفیق چھن جاتا ہے۔ لوگوں کی لعنت و دربر کیا جاتا ہے

۱۶۴ **عَالِمٌ ۝ اِلَه ۝ اس کا اشتقاق اَلہ سے ہے جس کے معنی ہیں اس نے عبادت کی اور اِلہ کے معنی معبود ہیں۔ اس کی جمع اِلہاتہ آتی ہے۔ (خ) معبودانِ باطل پر اس لفظ کا اطلاق ان کے متقدمین کے نقطہ خیال سے ہوا ہے**

واحد۔ (ح) اَلہ کے معنی اِفْخَرَاد یا اکیلا ہونا ہیں اور وَاحِدٌ فی الحقیقت وہ ہے جس کی کوئی جزو نہ ہو مگر اس کا استعمال بہت وسیع ہے جس کو کوئی نظیر نہ ہو اس کو بھی واحد کہہ دیجئے یہاں تک کہ کہتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں واحد ہو تو اس کے معنی ہیں وہ جس کا نہ کوئی جزو ہو سکتا ہے اور نہ ہی جس میں کثرت ہو سکتی ہے۔ (خ) اور اَحَدٌ مطلق سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے پر نہیں بولا جاتا (خ)

جس طرح پہلے رکھی گئی آیت میں اس رکھی کے معنوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسی طرح اس رکھی کی تفسیر آیت میں اگلے لکھی کے معنوں کی طرف توجہ دلائی ہے یعنی توحید الہی۔ اور اس رکھی میں جو کلمہ مرکب تفسیر تھی اور صریحاً معنی

طاہرات پر قائم ہوتا ہے اور نیز عبادت کے پھیلائے کی تعلیم تھی اس لئے بتا دیا کہ حیات کا اصل الاصول توحید الہی ہے اور اسی پر سب سے پہلے انسان کو قائم ہونا چاہئے۔ توحید کی تعلیم کی طرف رہاں توجہ دلائی ہے۔ کیا ہی اگر ایک طرف

واحد لکھ کر بتا دیا کہ اس کا کوئی جزو ہو سکتا ہے اس کی ذات میں کثرت ہے اور نہ اس کی صفات میں اس کا کوئی فرق ہے تو دوسری طرف اَلْهَکُمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لکھ کر بتا دیا کہ وہی انسان کا حقیقی محبوب اور مطلوب اور مقصود ہے۔ اسی لئے وہ

ایک ہی عبادت کے لائق ہے۔ اور دوسری کوئی چیز اس کے ساتھ عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ذات میں بھی واحد ہے اور صفات میں بھی اور عبادت میں بھی مگر وہ انسانوں سے بے تعلق بھی نہیں۔ کیونکہ وہ رحمان و رحیم ہے

اللہ

واحد

احد

توحیدیت کا اصل

توحید کہہ

۲۰
ع
بابت کا اصل لفظ
نہیں ہے

۱۶۳ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْخِلَافِ اٰیٰتٍ لِّلَّذِيْنَ اَلْقٰنَیْ

مشابہ آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور سات اور دن کے اول بدل میں اور

تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ

سمند میں لوگوں کو نفع پہنچانے کو جتنی ہیں اور پانی میں جو اشد بادل سے اتارتا ہے

فَاَحْیٰیہِ الْاَرْضَۢ بَعْدَ مَوْتِہَا وَبَشِّرْہِمْ اَنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَتَضَرِّفُ اِلَیْہِ الرِّیْحُ

پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس کے اندر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہر اقل کے سر پر پھیر میں

وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرٰتِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِۚ اٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگا گیا ہے ان لوگوں کیلئے یقینی نشان ہیں جو اس کو سمجھتے ہیں

۱۶۴ اختلاف اختلاف کے معنی بھی ہیں اور اختلاف کے معنی یہاں ایک کا دوسرے کے پیچھے آنا ہے اور اختلاف یعنی جو کہ ایک دوسرے سے الگ راستہ اختیار کرے (خ)

نہار۔ نہار کے معنی ۱۶۳ میں بیان ہو چکے۔ نہاد وہ وقت ہے جس میں روشنی کا انتشار ہو جو طلوع آفتاب سے غروب تک ہے۔ مگر اصطلاح شریعت میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہمارا ہے۔

فلک کشتی۔ واحد اور جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور فلک وہ ہے جس میں سیارے چلتے ہیں اور کشتی کی مشابہت کے لحاظ سے (خ)۔

بث۔ کسی چیز کو پراگندہ کرنا اور اسے اٹھانا ہوا مثلاً (الواضحہ ۶۰)۔ ۱۶۵ بٹھ کر کوئی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ فکر کو پراگندہ کرتا ہے (خ) اور بٹھا دینا میں یہاں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے وجود میں لانے اور ظاہر کرنے

کی طرف اسے جو موجود تھا (خ)۔ دابۃ۔ دبت اور دھوب بٹا جانے کا نام ہے اور دابۃ کا استعمال ہر حیوان پر ہوتا ہے (خ) یا ہر ایک زمین پر چلنے والے پر دت)

تضریف۔ تضاريف کے معنی ہیں ایک چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیرنا اور یہی معنی تضریف کے ہیں۔ مگر اس میں کثرت پائی جاتی ہے۔

دیاح۔ اس کا واحد دیح ہے اور یہ اس کو کہتے ہیں جو حرکت میں ہو جو مائتان شریف میں جہاں یہ لفظ دیا گیا ہے وہاں مراد عذاب ہے اور جہاں دیح دیا گیا ہے وہاں مراد رحمت ہے (خ)۔ واحد کی مثالیں یہاں آسمان

علیہ صلوٰۃ علیہ وسلم (القصہ ۱۹)۔ کشتل دیح ذیبا صرا (ال عمران ۱۱۶)۔ اشتدت بہ الریح (ابراہیم ۱۸)۔ وجمع کی مثالیں ہیں وادسلنا الودح لواءہ (الحج ۲۲)۔ یوسل الودح عطشاً (الہٰد ۴۶)۔ اور یوسل الودح (بقرہ ۱۸۰)۔

بشیر (الفتح ۲۶)۔ اسی لئے ایک روایت میں نبی کریم صلی علیہ وسلم کی یہ دعا ہے اللہم اجعلہا کرباً یا کرباً ولا تجعلہا یأساً (۲)۔ عذاب تنجیب کے اصل معنی جو معنی کیچیتا ہیں یوم یصیرون فی النار علی وجوہہم (القصہ ۴۸)۔ اور تنجیب

سحب۔ سحب

﴿

تذانی کی صحت سے

۱۶۸ یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِن ثَمَرِ الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ

اے لوگو! اس سے جو زمین میں ہے حلال اور پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے

۱۶۹ الشَّيْطٰنُ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَىٰ

شیطان (بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)۔ وہ تمہیں صرف بدی اور جیانی کا حکم دیتا

علاقہ حلالہ حلال کی اصل گرہ کھولنے سے ہے۔ واصل عقد من لسانی (طہ ۲۷) اور کسی جگہ اترنے کے وقت پوچھ کے اترنے پھرنے الاختال بولا جاتا ہے اس سے مطلق ذول برحق لفظ لا جاتا ہے جیسے اوتمحل قریباً من داحم (العن ۳۱) اور احلہ کے معنی دوسرے کو اترنا و احولا قومہم دارالجلال (ابن تیمیہ ۲۸) اسی سے فقط محققہ ہے جس کے اصل معنی اترنے کی جگہیں اور حل عقدہ سے ہی حلال کے معنی لئے گئے ہیں۔ گو یا وہ چیز اس کے لئے کھول دی گئی یا آزاد کر دی گئی۔ اور جو شخص حالت احرام سے باہر نکل آئے اُسے بھی اسی لئے حلال یا محل کہا جاتا ہے (غ) اور اصطلاح شریعت میں حلال وہ ہے جس کی اجازت شریعت نے دی ہے یا جس سے روکا نہیں۔

خطوات خطوۃ کی جمع ہے جو چلنے والے کے دونوں قدموں کے درمیانی فاصلہ کا نام ہے (غ) شیطان جو حکم دے تو فراموشی کی راہوں پر چلتا ہے اس لئے اس کے خطایات سے مراد ہر ایک اللہ تعالیٰ کی نصیحت ہے۔ جب ہدایت کے اصل الاصول قہید کا ذکر کیا تو اب کسی قدر ذکر ہدایت کی تفصیلات کا کیا ہے اور بتایا ہے کہ کھانے پینے تک کے احکام بھی شریعت میں دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ خداؤں کا اثر اخلاق و روحانیت و دونوں پر پڑتا ہے۔ یہاں سے لیکر انکیتوس رکی تک یہ ذکر کیجئے گا کہ عموماً اسی احکام کو بیان کیا ہے جن کا تعلق صبر سے ہے کیونکہ یہی اصل مضمون ہے جس پر بحث شروع ہے۔ اس میں سب سے پہلی ضرورت حلال کھانے کی بتانی جو مال باطل طریق پر حاصل کیا جائے وہ حلال نہیں ہو سکتا دوسری ضرورت طیب کھانے کی بتانی سنی تہری چیزیں ایک خدا کو لاکر بتائی۔ یعنی عتیق کو یا، کیسے نہ مختلف روح سے بھی طیب کا اختلاف یہاں ہو سکتا ہو اسلئے عام لفظ لکھا یا بہ انسان میں جو حکم دیا وہ عام حکم عام ہے تو کہ کہنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہو ایک حدیث میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں کس طرح مستجاب الدعوات ہوں تو آپ نے فرمایا اطب مطہر کن مستجاب الدعوات مستقر کانا کھا و مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ دنیا اور دین ظاہری اور باطنی طہارت کے احکام کو کس طرح طایا ہے۔

خود قرآن شریف نے بھی غذا کے حکم کے بعد یہ لفظ لاکر کہ شیطان کے قدموں کی پیروی ذکر۔ باطنی طہارت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غذا بھی اچھی کھاؤ۔ اخلاق بھی اچھے دکھاؤ۔ جیسا کہ انھی آیت میں شیطان کی پیروی ذکر کی وضاحت کر دی کہ پیروی اور پیروی کی باتوں سے بچو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کیم انسان کی جسمانی روحانی حالتوں میں ایک تعلق بتاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں اوقات جسمانیات کی طرف سے مضمون کو روحانیات کی طرف اور روحانیات سے جسمانیات کی طرف متقل کرتا ہے۔

ظاہری اور باطنی طہارت کا تعلق

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا أَمْرَ عَلَيْهِ بِإِنْ أَلْفَ عَفْوٍ تَرْجِيهِمْ إِنَّ الَّذِينَ
 مَرَّضُوا ضَرْفًا جَائِعًا ذَوَاتِ أَنْفُسٍ كَرِهَتْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِ مَا لَهُمْ وَيَتَلَبَّسُونَ فِي الْأَرْبَابِ وَمَنْ يَتَلَبَّسْ

يَكْفُرُونَ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ الْكِتَابِ فَيشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي
 جہاں سے چھلے ہیں جہاں سے لٹا ہے ان کا ہے اور اس کے عوض قدرتی حقیت لیتے ہیں ۱۰۰ اے پیڑوں میں سوائے انگ کے

بَطْنُكُمْ إِلَّا النَّارُ وَلَا يُكَلِّمُ اللَّهُ ذُو الْقُلُوبِ الْغَلِيظَةِ وَلَا يُرِيكُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
 کچھ نہیں ڈالتے اور اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے وہ ناکام ہوگا ۱۰۱

نار کا دھن سے بھرا ہے۔ بخور کے گوشت کے کھانے سے جو دھوئی اور بے غیرتی انسانوں میں پیدا ہوتی ہے وہ آج کل کی
 مذہب قوموں کے فحش تعلقات اور عرواقوں کے ننگے جسموں سے خود نکال رہی ہے +

سور کا گوشت عرب کے لوگ اسی طرح محبوب رکھتے تھے جس طرح یورپ اور امریکہ کی عیسائی اقوام لحم
 الخنزیر اسی لئے کہتے ہیں جو اسی طرح اس کا گوشت حرام ہے اسی طرح دوسری اشیاء بھی حقیقتہً حلال و حرام
 میں سے کئی ایسے ہیں جو اس میں خون نسبتاً اس قدر کم ہوتا ہے کہ اس کا اثر بدصحت نہیں پڑ سکتا +

۱۰۲ اضطرر یعنی اس سے جبر و قہر یعنی حاجت ہے اور اضطرار باب افعال ہے جس کی تا کو طحا
 سے مل دیا ہے اور اس کے معنی ہیں کسی چیز کی طرف تیار ہونا اور اضطرار کے معنی ہیں اس کو کسی چیز کا متوجہ اور
 اس کی طرف مجبور کر دینا (دلت) اور اضطرار انسان کی بہنی بے اختیار رہی اور دوسرے کے مجبور کرنے سے بھی ہوتا ہے
 اور اسی صورت میں بھی کہ خود انسان اس کے بغیر نہ رہ سکتا جیسے خدا (رح)

غیر باغ۔ باغ بھی ہے جس کے معنی ہیں میانہ روی سے تجاوز کی خواہش کرنا عطا پس غیر باغ سے مراد یہ چوٹی
 کھد ہونے شخص میں سے کیسے خدا ترن ہیں یا تمیہ کفعموت میں ہو غیر مطالب مالی پس لطلبہ گو یا دل کو موت کرتا ہے +
 لا حاد۔ حاد۔ حد و یعنی تجاوز سے ہے مثلاً پس لا حاد سے مراد ہوتی کہ جس قدر کی ضرورت بقائے نفس
 کے لئے ہے اس سے تجاوز نہ کرے +

۱۰۳ اس رک کی کا خاتمہ پھر کہنا ہے ہدایت پر کیا ہے۔ گو یا ہدایت کے اصول و ذوق کو بیان کر کے پھر اصل مضمون کی
 طرف توجہ دلا دی ہے۔ اور ساتھ ہی پھر ظاہر سے باطن کی طرف رجوع کیا ہے۔ یہ قرآن کریم کا کمال ہے کہ ہر ایک مظاہر
 سے باطن کی طرف اور باطن سے ظاہر کی طرف مضمون کا انتقال کرتا رہتا ہے۔ توجہ کے بعد خداؤں کا ذکر کیا تا
 معلوم ہو کہ خداؤں بھی انسان کے خیالات پر ماضی ہوتی ہیں۔ خداؤں کا ذکر کرتے ہوئے پھر کلام کا انتقال باطن کی طرف
 کیا اور ان کے لئے دعاؤں کا ذکر کیا تا مسلمان قوم یہودیوں کی طرح ظاہر پرست نہ ہو جائے اور حقیقی نیکی اور تقویٰ کو کوشش
 چند ظاہری امور کی یا ہندی پر محدود نہ کر دے اور اندرونی پاکیزگی اور حقیقی تعزنی کی راہوں سے غافل نہ ہو جائے ان
 کھانے کا محاورہ اسی مناسبت سے اختیار کیا گیا ہے تا جماعتی خداؤں کی حرمت کو ہی کافی نہ سمجھ لیا جائے +

اور یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا تو کلام سے مراد محبت کا کلام
 ہے جو ایک نعمت کے رنگ میں انسان کو دیا جاتا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو پاک نہیں کرے گا اور نہ ان سے

مذہبہ۔ اہل

جہ۔ غیر باغ

حاد

حمت خدا اور
 تقویٰ کا کمال

خدا کا مضمون
 کا کمال

۱۶۵ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ

یہ وہ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا سو ان کا گناہ بڑا ہے اور ان کو

۱۶۶ عَلَى الثَّارِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ

کیا عجیب ہے ۱۶۵ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور جو لوگ کتاب کا خلاف کرتے ہیں وہ

۱۶۷ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۚ لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا أَوْجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ

یقیناً وہ کسی بڑی لغت میں ہیں ۱۶۶ لڑائی بڑی ہی ہے ایسے کہ تم اپنے منہوں کو مشرق کی طرف پھیر دو لیکن بڑا نیک

الْبِرُّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ الْيَوْمِزِ وَالْآخِرِ وَلِلْكَاتِبَةِ الْكِتَابِ التَّيَبِينَ وَأَنَّى الْمَالِ عَلَى

وہ ہے جو اللہ اور آخرت کے دن اور خوشیوں اور کتاب اور نیکیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت کے لئے خوش

حَبِّهِ ذَوَى الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَالسَّابِقِينَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ

اور یتیموں اور مسکینوں اور سابقوں اور مسکینوں کو اور غلاموں کو آزاد کرانے میں مل دے اور

أَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۚ وَالْمُوفُونَ بَعْدَهُمْ إِذَا عَاهَدُوا ۚ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ

نماز کو قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے عہدوں کو پورا کرنے میں سچے اور عہد شکنوں کو صبر کرنے والے سچے

کلام کرے گا یہ سچی بناد یا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ہی گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور ان سے کلام

کرتا ہے وہ گو یا اسی عالم میں جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کتنا ہیادیت میں وہ توں باتیں داخل ہیں خود ہوتا

پر حال نہ ہوتا اور دوسروں کو اس کا نہ پہنچانا ۛ

۱۶۸ مَا أَصْبَرَهُمْ ۚ صَبْرُكَ الصَّبْرُ ۚ صَبْرُكَ الصَّبْرُ ۚ صَبْرُكَ الصَّبْرُ ۚ صَبْرُكَ الصَّبْرُ ۚ صَبْرُكَ الصَّبْرُ ۚ

کرتے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (ع) اسی کے مطابق عہد سے اس کے معنی مروی ہیں کیونکہ صبر کا بڑا معنی

معنی میں توان کو یہ نہیں صبر ہے یہ تھا کہ وہ صبریت سے کہتے۔ مراد یہ ہے کہ وہ ایسے احوال کر رہے ہیں جو ان

آگ کی طرف سے جارہے ہیں پس ان اعمال کی جرات آگ کی جرات ہے مہیاں آجوب کے لئے ہے استغنا یہ

یا موصول بھی ہو سکتا ہے ۛ

۱۶۹ اَلَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ ۚ اخْتِلَافُ فِي الْكِتَابِ ۚ اخْتِلَافُ فِي الْكِتَابِ ۚ اخْتِلَافُ فِي الْكِتَابِ ۚ

نزل الكتاب بالحق سے ظاہر ہے اور ان کا اختلاف فی الكتاب یہ ہے کہ اس کے بار میں طبعی حق پہنچنے

ویچہ رہ گئے (د) یعنی طریق حق پر نہ چلے اور کتاب کے بار میں اختلاف سے مراد اس کا رو کرنا بھی ہو سکتا ہے

جیسے کہ احکام حق قول مختلف (الذاریات) ۛ سے ظاہر ہے اور یہاں اختلاف ان کا یہ تھا کہ کبھی اس کو صحیح کہتے کبھی

کبھی شریک بھی کرتا ہے امر حق خاص لئے اس کے رو کر نے میں وہ کسی ایک قول پر قائم نہ ہو سکتے تھے ۛ

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ
کے احکام و روایت

صبر

اختلاف و کتاب

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِشِرْكٍَ ۖ هُمُ الْمُتَّقُونَ

اور جو لوگ ہیں، اور جو آپ کے وقت میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان لکھا یا اور یہی متقی ہیں ۲۱۵

بر

۲۱۵ المؤمن آمن، یعنی اللہ صم فی اللہ میں مبتنی بنی میں وسعت اختیار کرنا، اس جہل کی ترکیب ایسی ہے جیسے کہ سب سے پہلے جو خدا تعالیٰ سے ہے اللہ موجود، خدا تعالیٰ سے خدا تعالیٰ کی وحدت ہے۔ اسی طرح یہاں اللہ سے کہ راستہ ہائی اس کی راستہ ہائی ہے جو ایمان لاتا ہے وغیرہ۔ یا چونکہ زبان عربی میں سب اللہ کے وقت صفت کو بطور اسم استعمال کر لیتے ہیں جیسے بڑے بڑے کو اللہ کہہ دیتے ہیں۔ اور جیسے قرآن کریم میں حضرت نوح کے بیٹے کو کہا گیا کہ انا غل غلیر صالح۔ اسی طرح یہاں نیز بطور مبالغہ بڑے راستہ باز کو کہا گیا ہے۔

حق حبہ

حق حبہ۔ میں جو میرا مال کی طرف لٹی گئی ہے اور جو یہ ہے کہ جتنی دنیاوی ہے کہ جس چیز سے محبت کرتا ہے اس لفظ کی راہ میں نیچ کر جیسے نوا یا لہ تلوۃ اللہ حق متفقوا المؤمنون (ال عمران ۹۱) مگر یہاں نیز اللہ کی طرف بھی جاسکتی ہے جیسے دوسری جگہ یصومون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیمنا واسیرنا (الاساق ۸۰) نیز اگر حق حبہ کی تفسیر سے اگلی آیت میں خود ہی یوں کر دی انما نطعمکم لوجه اللہ پس وہ یوں جگہ حق حبہ سے مراد اللہ کی محبت کیلئے ہے گویا یہ تیا کر غلیر یا مان ہے کہ اس کی محبت کیلئے اس کی مخلوق کی خدمت میں غفلت بر جاتے اور اپنے مال کو مروتانہ لفظ کے لئے کہ وہ بھی اسی خدا کی مخلوق ہیں جس نے اس کو دیا ہے۔

ابن السبیل

مقابل

ابن السبیل۔ ابن کے معنی کے لئے دیکھو ۱۱۱ اور سبیل کے لئے ۱۱۱ ابن السبیل مسافر کو کہتے ہیں۔ مساکین۔ شوال کسی چیز کے جاننے کی استدعا ہے یا مال کی استدعا یا اس چیز کی بہت جاہور معرفت یا مال کی طرف توجہ (دخ) اور کسی شے کی معرفت کا سوال بعض وقت اس فرض کے لئے ہوتا ہے کہ ایک بات کا علم پہنچائے اور بعض وقت پہنچ کر دوسرے کو لازم کر کے خاموش کیا جائے (دخ) اور مادہ قالی کا سوال بندوں سے کرنا یا دوسری فرض سے ہے جو قرآن شریف میں اکثر استعمال لفظ شوال کا معرفت کی استدعا ہے جیسے یستوفک۔ سالک مسائل۔ سلام یستوفک وغیرہ اور مسائل فقہ کو بھی کہتے ہیں (دخ) یہاں مساکین سے مراد دونوں قسم کے سوال کرنے والے ہو سکتے ہیں۔

مسائل

لجبة رقاب

الرقاب۔ رقبۃ کی جمع ہے جس کے معنی گردن ہیں مگر اس سے مراد دل بھی لے لیا جاتا ہے اور تجارتوں میں ملوکہ معنی غلاموں اور لونڈیوں کو رقاب کہا جاتا ہے جیسے اس معنی میں مراد غلام یعنی جیسے سواری پر لے لیا جاتا ہے فقہیہ رقبۃ مؤنثہ (الفساۃ ۹۰۰) (دخ) اور یہاں جو فی الرقاب فرمایا تو اس کو کہ مال ملک نہیں دیا جاتا بلکہ لے لیا جاتا ہے یا کہ بارہاں حرف کیا جاتا ہے اور چونکہ انسان کو عورتا گردن سے مارا جاتا ہے اس لئے رقبۃ کے معنی آتے ہیں اس کی حفاظت کی جیسے کا یزید بن مومن کا ولا ذمۃ (التوبۃ ۱۰۱) اور اسی سے رقیب حفاظت کرنے والے کے معنی میں حفاظت بھی ہیں سے بڑا

رقب

رقیب

بأس۔ یا بأس

البأساء۔ بؤس اور باس اور باسۃ تینوں کے معنی شدت اور مراد وہ ہیں جیسی سختی اور امر نا پسندیدہ (دخ) اور باس مذہب اور جنگ کی سختی کو بھی کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کذا ۱۱۱ شد الباس اذھنا برسول اللہ صلعم اور باس کے معنی صرف حرب یعنی جنگ بھی ہیں اور باسۃ کے معنی بھوک ہیں (ت)۔

کھ۔ ضواء

الضواء۔ خیر سے ہے جس کے معنی سود حال ہیں پس کے متعلق جو جیسے علم فضل کی کمی سے یا جن میں شہ کی ہنر کے نہ ہوئے کی وجہ سے یا ظاہری حالت میں جیسے مال و جاہ کی کمی سے (دخ) اور باسۃ کے مقابلہ پر باسۃ اور باسۃ کے مقابلہ پر باسۃ اور باسۃ کے ساتھ ضلوع یا باسۃ سے مراد ظہر یا بھوک ہے اور ضلوع سے مراد پیاس یا زور کا عذاب ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

۱۷۸

اے لوگو جو ایمان لائے ہو

صدقہ خواہ صدقہ اول و کذب کا اصل استعمال قول میں ہے صدقہ سے کہ قول خیر کے مطابق ہو اور جس بات کی خبر دی ہے وہ بھی صحیح ہو اور یہ دونوں افعال جراح پر بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے دیکھال صدقہ قواما عاھد والہ علیہ (الاحزاب: ۲۳) میں صدقہ قول کے معنی ہیں عہد کو سچا کر دیکھا یا اس افعال کے ذریعہ سے جو کئے (غیر بھی) یہاں ہیں + پھر رکوع کے تفصیلات شریعت کا ذکر شروع کیا تھا اس واسطے کہ آگے بھی جاری رکھا جائے جیسے اس رکوع میں بھی تھا اور وصیت کا ذکر ہے چنانچہ بعض قوموں نے تفصیلات شریعت پر اس قدر زور دیا کہ اصل فرض کو جو باطنی طہارت قلبی بھول گئے اس لئے ان تفصیلات کے ذکر میں ایک خاص اصول سمجھا دیا اور وہ یہ کہ صرف ظاہری تفصیلات شریعت پر زور دینے سے جبکہ مندر شریعت کو مد نظر نہ رکھا جائے کوئی احسان حقیقی راستہ بازی کو حاصل نہیں کر سکتا تفصیلات شریعت میں سب سے بڑا حکم کھیر کی طرف مندر کوئے کہ ہے یہاں تک کہ اس کو اسلام کا ظاہری نشان قرار دے کر فرمایا کہ اہل قبلہ کی تکفیر سے کہہ کر باہر فرمایا کہ وہ راستہ بازی جس کی طرف اللہ تعالیٰ حکم کو بلا تفسیر ان تفصیلات شریعت پر عمل کر لینے کا نام نہیں یہاں تک کہ ایک خاص سمت کی طرف مندر کر لینا بھی وہ نیک نہیں یہاں پھر ان مترضین کا بھی جواب ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام خدا کیہ کی طرف مندر کرے ایک مشک کا فضل کا ارتکاب کہتے ہیں کیونکہ فرمایا کہ کسی خاص سمت میں مندر کر لینا کوئی بڑی عظیم الشان نیک بھی نہیں ہے چنانچہ اس سمت کی عبادت پر یہ آیت ان آیات قرآنی میں سے ایک ہے جنہوں نے اپنی عدم تبت کا خلق حق ترین و مقبول سے بھی وصول کیا ہے +

اس آیت میں قوم کی کامیابی کا اہل عمل سے بتایا ہے کہ وہ مشکلات کے مقابلہ کے وقت گھبرائے نہیں یہی لئے اس کا خاترا و الصبرین فی الباساء و الضراء و حین الباس پر کیا ہے اور حالانکہ من اھن سے کہے کہ اگر وہ نیک رخصہ مگر انصاف برین کو منسوب کر دیا ہے اور یہ مقصد علی الملح ہے یعنی خصوصیت سے قوم دانا اس کی طرف مقصود ہے کہ یہی بڑا عظیم الشان امر ہے یعنی نیک اور عظیم الشان اور مقابلہ کے وقت نہ صرف انسان استقلال رکھے بلکہ قدم آگے بڑھائے اور یہی اصل معنی اس صورت کا چلتا ہے +

جن امور کو یہاں راستہ بازی صدقہ اور تقویٰ کی جزو قرار دیا ہے وہ یہ ہیں اول اصول صحیحہ کا قبول کرنا جن میں سے پہلے اللہ پر ایمان ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کا مال اور قدرت کا طرہ ایمان لانے کے انسان کے اندر نیکیوں کی قوت پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو سرعہ قدسیت جانتا ہوا خود پاک ہونے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اللہ پر ایمان لا کر اسے اخلاق انہی کو اپنے دلچسپنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح ہر ایک قسم کی بری باتوں سے رکتا اور ہر ایک قسم کی نیک کی طرف قدم اٹھاتا ہے دوسرے آخرت پر ایمان بھی ہر ایک عمل کی جزا و سزا کا قائل ہوتا اور اس لئے اپنے ہر ایک عمل میں اپنی ذمہ داری کو بھر رکھتا ہے دوسرے فرشتوں پر ایمان بھی نیک کی تحریک کو جب دلی میں پیدا ہو فوراً قبول کر لینا ہے چنانچہ سب پر ایمان یعنی اللہ تعالیٰ جتنے جو عظمت انسان کی بہتری کے لئے نازل کی ہیں ان پر عمل پیرا ہونا چنانچہ یہیوں ایمان یعنی خاص طرح کا بنیاد مئے ان تعلیمات پر عمل کر کے دکھایا ان کے تہذیب اور نقش قدم پر چلنا +

ایشہ

دوسرے عظیم الشان اصل کامیابی کا عملی رنگ رکھتا ہے اور وہ اشارے معنی میں مال کا دوسروں کی بہبودی کے لئے فیج کرنا ان میں منعم انسان کے اپنے قریبی ہیں اولاد و ماں باپ بھائی بہن اور شہ دار چچ بھیم ہیں جن کا بچہ

تفصیلات شریعت کے ذکر میں اس مقام کی طرف توجہ دینا

کہ ایک طرف مندر کر کے اسلام کا ظاہری نشان قرار دے کر باہر فرمایا کہ وہ راستہ بازی جس کی طرف اللہ تعالیٰ حکم کو بلا تفسیر ان تفصیلات شریعت پر عمل کر لینے کا نام نہیں یہاں تک کہ ایک خاص سمت کی طرف مندر کر لینا بھی وہ نیک نہیں یہاں پھر ان مترضین کا بھی جواب ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام خدا کیہ کی طرف مندر کرے ایک مشک کا فضل کا ارتکاب کہتے ہیں کیونکہ فرمایا کہ کسی خاص سمت میں مندر کر لینا کوئی بڑی عظیم الشان نیک بھی نہیں ہے چنانچہ اس سمت کی عبادت پر یہ آیت ان آیات قرآنی میں سے ایک ہے جنہوں نے اپنی عدم تبت کا خلق حق ترین و مقبول سے بھی وصول کیا ہے +

تو ایضاً میں صرف قوم کی کامیابی کا اصل

ایمان کا مضمون

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ

مقتول کے بارے میں تہرہ قصاص مقرر کیا گیا ہے۔

کوئی نہیں۔ اس لئے ہر ایک قوم کے دوسرے وہ قوی القربی کا ہی مقتول رکھتے ہیں۔ پھر سیکین ہیں جو خود کام کچ کر کے سے عاجزی یا جن کے پاس کام کر کے کا ضروری سامان نہیں۔ پھر سافین۔ پھر سال ہیں۔ پھر گدوں کا آزاد کرنا۔ یا غلطی کی حالت میں پرے ہونے لوگوں کو اس حالت سے باہر نکالنا۔ غلطی کی حالت میں وہی لوگ کہتے تھے جو جگوں میں قید ہو جاتے تھے۔ اور وہ گواہین ہیں۔ یہاں دشمنوں سے پیارا اور محبت کی غرض سے تعلیم نہیں بلکہ عملی نیکوئی کے لئے نیکو کا حکم دیا کہ ان کی آزادی کا حکم کیا جائے۔ اس زمانہ میں تو کم ہی مسلمان ہیں جن کی گروہیں آزاد ہیں اور جو غلطی کی حالت میں ہیں پس مسلمانوں کی بہتری پر ان کی تعلیم پر ان کی ترقی پر رد و جہد کرنا بھی اس کے اندھا چاہتا ہے۔

اس کے بعد تہرہ اصل فرمایا تاخذاً تم کر کے جو انسان کے اپنے نفس کی تکمیل کے لئے ضروری ہے اور زکوٰۃ دے جو دوسروں کی بہبودی کے لئے ہے۔

اس کے بعد جو قصاص حاصل فرمایا کہ حد کر کے تو اس حد کو پورا کر کے خواہ اس کی وجہ سے کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے اور عداوت وہ آزار کا جسے ہو یا مسلمان سے۔ آج مذہب مالک میں اٹھارہ کی پابندی اس وقت تک ضروری تھی جہاں تک ہے جب تک اپنا مطلب ملتا ہو اور پس۔ اور آخیں پانچواں اور سب سے ضروری اصل بیان کیا اور وہ ہے حد پر عمل میں جب غرض فائدہ اٹھانا پڑے۔ تو کہ درود اور تکلیف کی حالت میں جب انسان کو حیاتی طور پر رکھ دینا چاہیے اور سب سے زیادہ کریں الباس۔ مشکلات سے مقابلے کے وقت میں یا دشمن سے مقابلے کے وقت میں جیسے جنگ کی حالت میں پہلی اصل گر کا یہاں کیا ہے۔ یہی لئے اس کو آڑ پر رکھا اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دیں۔ وہ بھی صبر سے کام لیا اور جانی ہیں کہ حق تعالیٰ کی اور استبدادی ان کے اندر پیدا نہیں ہوتی۔

آزاد فرمایا کہ جو حیایان میں ہی لوگ سچے ہیں اور حقیقی بھی ہیں۔

۱۱ کتاب کے معنی کے لئے دیکھو مگر کتابت کے معنی ثبات یعنی ایک چیز کا ایک کرنا اور تعیناتی امانہ کرنا اور یہاں تعیناتی واجب کرنا اور جن کو دنیا اور دینی دونوں کیونکہ سچے ایک چیز کا امانہ کیا جاتا ہے پھر کسی جانی ہے پھر کسی جانی ہے گواہی مہماء امانہ ہے اور اس کا منہ اٹھنا (ع) اس لئے مقرر کر کے یا فرض کرنے کے معنی میں کثرت سے یہ لفظ قرآن شریف میں آیا ہے جیسے یہاں اور آیت ۱۸۰ میں کتب علیکم۔۔۔۔۔ الوصیۃ اور آیت ۱۸۳ میں کتب علیکم الصیام اور آیت ۱۸۷ میں وابتدأ مآل کتب اللہ لکھو اور آیت ۲۱۶ میں کتب علیکم القتال اور سب سے دیگر مقامات پر اور اسی لئے کتب اللہ سے مراد اللہ کا حکم بھی ہو جاتا ہے جیسے اولو الامر کا بعضہم اعلیٰ بعضہ فی کتاب اللہ (الانفال۔ ۷۵) میں کتاب اللہ سے مراد اللہ کا حکم ہے۔ (ع)۔

قصص قصص۔ قصے سے جس کے معنی نقش قدم کے بھیجے جاتا ہے فائدہ اعلیٰ اٹا رہا قصصاً (المکذ۔ ۶۴) وحقاً لاہمۃ قصیہ (القصص۔ ۱۱) اسی سے قصص اخبار بیان کرنے کے معنی میں ہے حق قصص علیک اصول القصص (یوسف۔ ۳) اور قصص کے معنی منبہ اللہ یا اللہ کو دینی فون کا بھلا کرنا اس طرح کہ قائل کو قتل کیا جائے اور حد پر کسی کو قتل علاؤ اللہ بھیجے کسی کو قتل کر کے اس کو قتل کے بدلے قتل کیا جائے۔ حد تک تو پس قصاص فی القتل پر کوئی قصص کسی دوسرے کو قتل کیا ہو تو قتل کیا جائے قصاص کے معنی کو دیکھو لکھا لکھا مآل کے معنی میں کوئی وقت نہیں رہتی۔

دشمن کا پادشاہی

مقتول زکوٰۃ

بہت حد

سچے پادشاہی
کامیابی کا ہے

کتاب

کتاب اللہ

قصص

قصص

قصاص

الْحَرْبُ بِالْحِجْرِ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ

ان دو پر تو آزاد غلام ہو تو غلام عورت ہو تو عورت ۳۱۷ مجرم شخص کو بچے بمافی کی طریت

الْخِيَةِ شَيْءٌ فَأْتِ بَاءً يَكْتُمُ رُفٌ وَأَدَّ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ

کے صافی دی گئی ہے تو مگر سے پیری کرنا چاہئے اور بیک کے ساتھ اس کی ادائیگی کی جائے
تخفيف من سركم ورحمة فمن اعذب بعد ذلك فله عذاب اليم

تھما سے رب کی طرف سے تخفیف اور ہلانی ہے پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے گا اس کے لئے دردناک دھکے ۳۱۸

اس آیت میں مقتول کے بارہ میں قصاص کا حکم دیا ہے یعنی قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ اس کا ذکر یہاں اس سبب سے کیا ہے کہ مسلمانوں کے آپ اپنے دھکے دینے والوں اور قاتل کو قتل کرنے والوں سے قصاص لینے کا وقت آگیا تھا۔ تو ان کو ہم میں قصاص کا حکم صرف قتل کی صورت میں ہے۔ زنجوں میں قصاص کا حکم نہیں۔ صحابہ نے ضرورت زمانہ کے لحاظ سے کر دیا ہو تو جزاء مینہ مینہ کے مثلہا کے تحت ہے۔ اور ماسی کے تحت ایک دہی کے مناسب حال اور مرداری ہے۔ مگر قتل میں صراحت سے قصاص کا حکم ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں قاتل کے لئے قتل کی سزا کی خبر فرمائی قرار دیا ہے اس سزا کو نیا سے اٹھانے کے لئے جتنی کوشش کی گئی ہیں سب ناکام ہوئی ہیں اس میں کچھ حصہ کے لئے سزا قتل ہو تو قتل کی گئی تھی اس کا نتیجہ جرم قتل میں خطرناک اضافہ ہو ا پس یہاں سے قتل میں قصاص قتل و تہذیب کی ضروریات میں سے ہے۔

قصاص میں کوئی نیا
حقیقت یا نہ ہو

۳۱۷ جب آپ قصاص کا حکم صاف الفاظ میں بیان کر دیا یعنی یہ قتل کا حکم قاتل پر ہے کسی دوسرے پر تو یہاں ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلائی جس میں ایک قسم قبیح کی نگینہ تصور تھی عرب میں رواج تھا کہ بعض قومیں اپنے آپ کو دوسرے سے برا سمجھتی تھیں اس لئے ان کا غلام قتل ہو جانے کو وہ کہتے تھے کہ ہم اس کی جگہ آزاد کو قتل کر دیتے۔ ایسا ہی یہ بھی رواج تھا کہ آزاد غلام کو قتل کر دے تو اس آزاد کو قتل دیکھا جاتا تھا۔ ایسا ہی اب بھی رواج ہے کہ بعض قومیں اپنے آپ کو زیادہ مذہب خیال کرتی ہیں ان کا کوئی آدمی کسی ماتحت قوم کے آدمی کو قتل کر دے تو وہ اس سے قصاص نہیں لیتیں جس پر یہ اسلام نے قصاص کا حکم دیا یعنی یہ قاتل کو قتل کیا جائے تو ساقی تمام اشیائے کبھی اٹھا دیں۔ اور دیا کہ قاتل آزاد ہو تو وہی قتل کیا جائے۔ عورت قاتل ہو تو وہی قتل کی جائے۔ غلام قاتل ہو تو وہی قتل کیا جائے۔ اور سب اشیائے قاتل قاتل و امتیازات مرتبہ کو اٹھا دیا چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے المسلمون یلکھا فادماء ہم جتنی سب مسلمانوں کے خون بڑھیں اور قاتل خواہ کوئی ہو یہ خبر نہیں کر سکتا کہ اس کا خون مقتول سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے امام ابو حنیفہ کے مذہب میں آزاد غلام کو قتل کر دے تو آزاد قتل کیا جائے گا اور یہی قرآن شریف کا مذہب ہے۔

۳۱۸ اس حصہ میں یہ اجازت دی ہے کہ اگر مستقیماً یعنی وارث قاتل غنہا پر پڑی ہو جائے تو موت کا لے لینا جائے نہ اس زمانہ میں بھی بعض حالات میں خون ہلے لینا جائے تا کہ جیسے ایک سلطنت کا باشندہ دوسری سلطنت کی کسی رعایا کو خاص حالات میں قتل کر دے تو ہر چاہی کافری معا و خد بکھا جاتا ہے۔ اسلام پر تکلیف عالمگیر ذہب ہے اس لئے ہر قسم کی تجاویز اس کی تعلیم میں موجود ہے۔

خون بہا

۱۵۹ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اور اسے عقل والو تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم سمجھ سکو ۱۵۹

۱۸۰ كَتَبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ

تم پر جب تم میں سے کسی کے لئے موت آجودوہ عمر کے ساتھ وصیت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُسْقِينِ

اگر وہ بہت سال مال باپ کے لئے اور قریبوں کے لئے چھوڑے ہستیوں پر لازم ہے ۱۸۰

۱۹۱ اَلَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَضُونَ قَتْلَهُمْ وَمَن تَرْتَضِ أُولَئِكَ لَئِيْلًا مُّسْتَغْنًى
اُنہوں کی کوئی شے نہ ہو۔ وہوں میں قتل کے واقعات ان میں اس قدر پیشے ہیں کہ مجبوراً پھر سزا کی طرف رجوع کرنا پڑے
یہ بھی اشارہ ہے کہ مسلمانوں کو کھوار سے نیست و نابود کرنے کی کوئی شے نہ ہو۔ اب قصاص نے بغیر قتل ہی زندہ
نہیں رہ سکتے۔

۱۹۲ اَلَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَضُونَ قَتْلَهُمْ وَمَن تَرْتَضِ أُولَئِكَ لَئِيْلًا مُّسْتَغْنًى
نہیں کہا جاتا جب تک کہ وہ شیر ذرا اور مکان چھپ سے دور ہو

۱۹۳ اَلَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَضُونَ قَتْلَهُمْ وَمَن تَرْتَضِ أُولَئِكَ لَئِيْلًا مُّسْتَغْنًى
یہ آیت ان آیات میں سے ایک ہے جن میں قتل کا حکم قطعی سمجھا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ پہلے وصیت کا حکم دیا
گیا پھر سورہ نساء میں وراثت کا حکم نازل کر کے اسے نسخ کیا گیا۔ مگر اس کے متعلق فریضہ ہونے کے احوال بھی موجود ہیں
چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ ایک جماعت نے قاتلین کو قتل کی عتاب لکھی ہے۔ اور انہوں نے اسے غیر نسخ قرار دیا ہے۔
بیضاوی میں بھی اس کے نسخ نہ ہونے کا قول موجود ہے۔

۱۹۴ اَلَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَضُونَ قَتْلَهُمْ وَمَن تَرْتَضِ أُولَئِكَ لَئِيْلًا مُّسْتَغْنًى
حق یہ ہے کہ اس کے غیر نسخ ہونے کی قرآن شریف اور حدیث صحیح سے کھلی کھلی تائید ہوتی ہے چنانچہ قرآن شریف سے تو
یوں تائید ہوتی ہے کہ وراثت کے حکم میں ہر گرجا ساتھ ساتھ من بعد وصیۃ کا لفظ موجود ہے یعنی تقسیم ترکہ وصیت کے بعد
کے بعد ہو پس وہ وصیت اور کوئی نسخہ ہے؟ اور دوسرے سورہ مائدہ میں جو آخری سورتوں میں سے ایک جو صاف
طور پر وصیت لکھا جائے اور اس کا بعد نہ ملے گا۔ گواہی لینے وغیرہ کا حکم موجود ہے۔ دیکھو لئیلۃ آیت ۱۰۶ و ۱۰۷

۱۹۵ اَلَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا أُولَئِكَ هُمُ الَّذِينَ يَرْتَضُونَ قَتْلَهُمْ وَمَن تَرْتَضِ أُولَئِكَ لَئِيْلًا مُّسْتَغْنًى
حدیث سے اس کا غیر نسخ ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔ صحابہ ابن ابی وقاص سے متفق علیہ حدیث ہے کہ میں نے فتح مکہ
کے سال بیان دیا کہ یہی آیت وراثت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلوٰۃ علیہ وسلم میری عبادت کے لئے تشریف لائے۔ تو
میں نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس بہت سال ہے اور ایک ہی بیٹی میری وراثت ہے میں سب مال کی وصیت کر دوں
آپ نے فرمایا نہ پھر میں نے دو تہائی کے لئے عرض کی پھر نصف کے لئے سب نے اٹھ اٹھ کر کہا پھر میں نے ایک تہائی
کے لئے عرض کیا تو آپ نے ایک تہائی کی وصیت کرنے کو قبول کیا اور فرمایا اگر تم اپنے وارثوں کو چھوڑ دو تو اس
بہتر ہو کہ تم ان کو خیر چھوڑو۔ اس حدیث سے جو نبی کریم صلوٰۃ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام کی ہے صاف ظاہر ہے
کہ حکم وصیت اس وقت تک غیر نسخ سمجھا جاتا تھا اور نہ صرف ایک صحابی نے ہی اسے غیر نسخ سمجھا بلکہ خود
آنحضرت صلوٰۃ علیہ وسلم نے بھی اسے غیر نسخ قرار دیا۔ اور وصیت کرنے کو جائز رکھا۔ ان نبی کریم صلوٰۃ علیہ وسلم سے یہ ضروری قرار دیا

۱۸۱ فَمَنْ يَدَّ لَهُ بِعَدُوِّهِ فَاسْمِعْهُ فَإِنَّمَا أَغْمِ عَلَى الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

پھر کوئی اسکے بعد جو اسے تن لیا ہو اسے بدل مے تو اسکا نشانہ نہیں ہے جو اسے ملنے میں یقیناً اللہ سننے والا دیکھنے والا

۱۸۲ عَلِيمٌ فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصِلٍ جَنَفًا أَوْ أَثَمًا فَاصْلَحْ بِهِمْ فَلَا تَأْتِمُرُ بِاللَّهِ عَفْوَكَ ۚ

ہے۔ مجھے وصیت کرنے کی طرف سے خود ہی ڈانٹا کہ خوف پر چھوڑ دو لیکن میں نے اسے نہیں مانا اور میں نے اپنے لیے اور تم کے لیے

کہہ دیا کہ اصل عروم نہ کیا جائے اس لئے ایک تلافی تک مال کی وصیت کر دی جائے۔ وہ دوسرے اس سے معلوم ہوا کہ اس وصیت سے مراد غیر مال کا ہوں گے۔ وصیت ہے۔ ذکر شدہ وارثوں اور قریبیوں کے لئے۔ اسی لئے میں نے آیت کے معنی کو نہیں لیا ہے کہ جب اختیار کی ہے کہ لدا اللہ میں والہ قریبین کا قتل، تن قتل خفیہ ہے یعنی پوش مال کثیر مال باپ اور قریبیوں کے لئے چھوڑے وہ وصیت کرے۔ مال باپ اور قریبیوں کے لئے وصیت کرنا مرد میں دوسرے سے معلوم ہوا کہ خفیہ سے مراد آنحضرت کے سامنے بھی مال نہیں دیا گیا کیونکہ حضرت سے یہ کہا کہ میرا مال کثیر ہے اور اسی بنا پر وصیت کی اجازت چاہی۔

پس اس حدیث متفق علیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے معنی میں لکھے جاتے تھے اور خود آنحضرت صلعم نے ہی لے کر جب ایک شخص کا کہہ کر تہ ساہو ہو کر وہ کچھ حصہ کی وصیت خدا کی راہ میں کر دیا کہ وہ جس کے لئے وصیت کی ضرورت تھی اس لئے بھی نہیں کران کے لئے خود قرآن شریف نے مقرر کر دیا۔ اور حضرت وصیہ قلواری گواہا دیں سے۔ مگر قرآن کریم کے مطابق ہے۔ اہل بیض سورتوں میں جب اقربا کو وراثت کا حصہ دینا ہو تو وہ بھی وصیت میں شریک ہو سکتے ہیں دوسری روایات سے بھی اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی کے متعلق روایت ہے کہ جب ان کے ایک آٹا کو وہ غلام نے جس کا ترکہ سات سو درہم تھا وصیت کرنے کا ارادہ کیا تو آپ سے اسے روک دیا اور فرمایا یہ غیر بیعی مال کیونکہ نہیں ہے اور حضرت عائشہ کے کسی شخص نے پوچھا کہ میرے پاس تین ہزار درہم ہے اور چار ہزار شیش تو آپ نے فرمایا کہ یہ خود ہی کسی چیز سے اپنے خیال کے لئے چھوڑ دو۔ یہ بیعی مال کیونکہ نہیں ہے پس ایک حدیث متفق علیہ میں رسول اللہ صلعم کا اپنا فیصلہ دوسرے حضرت علی اور حضرت عائشہ صدیقہ کا فیصلہ جن کا ہم قرآن سلم ہے۔ اس آیت کے معنی کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں اور اسے فراموش قرار دیتے ہیں اور مرد اس سے صرف اسی قدر ہے کہ شخص اپنے ورثہ کے لئے مال کثیر چھوڑے وہ کچھ حصہ اس مال کا فی سبیل اللہ بھی وصیت کرے مسلمانوں آج اس پر عمل متروک ہے مگر دوسری قومیں اسی وصیتیں کرتی ہیں کہ جس قدر وصیت ہے کہ ہر وارث قرآن قرآن پر عمل نہیں مگر یہ قرآن اس پر حال ہیں۔

اور اگر کوئی بیعی معنی کئے جائیں کہ اگر کوئی شخص مال کثیر چھوڑے تو اس کے لئے اپنے والدین اور قریبیوں کیلئے وصیت کرنا مقرر کیا گیا ہے تو یہی آیت کو حنفی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو سکتا ہے کہ اس صورت میں وصیت پر عمل نہ کرے دالہ والدین والہ قریبین مراد لئے جائیں یا جو سکتا ہے کہ بیض سورتوں میں والدین کو وہ دینا اور تو ان حالات میں یہ حاجت ہو جیسے شہداء والدین کا قریبوں اور قریبیوں کو بیع کر دینے سے ہے کہ ان کو حصہ نہیں پہنچتا ان کے لئے وصیت ہو سکتی ہے یا اگر کوئی اور صورت تسلیم نہ کی جائے تو حدیث لا وصیہ قلواریت کو آیت کے مقابلہ میں نسخ قرار دیا جائے گا۔

۲۲۷ جن جن حکم میں فیصلہ کرتے ہیں ایک طرف جھک جائے گا نامہ جتن سے باطل کی طرف جھکتا ہے،

کتاب تافہاں کی وصیت
بیعی کا اس کے لئے وصیت

مذہب کے لئے وصیتیں

حضرت علی کا بیعہ

حضرت عائشہ کا بیعہ

۲۳
روزہ

۱۸۳

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ

اسے لوگو جو ایمان لے کر آئے تمہارے لئے روزہ ضروری ٹھہرانے لگے ہیں جیسے کہ ان لوگوں کیلئے

عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

ضروری ٹھہرانے لگے جو تم سے پہلے تھے ۲۳ تا کہ تم متقی بنو ۲۳

وجہ تکلف و تہذیب

۱۔ اتم سے مراد عوامِ خلافت و رومی حکم الہی ہے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وصیت کرنے والا کسی وارث کے حق کو تلف کر دے یا خلاف ورزی حکم الہی میں کوئی مال وصیت کرنے لگے تو دوسروں کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کر دے جیسا کہ سعید بن ابی وقاص کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

کھوم

۲۔ انصیام صوم اصل میں ایک فعل سے رکھنے کا نام ہے کھانا پو یا کلام یا چلنا یا فی ذلک وقت للزمت صومنا دہم ۱۰۔ کلام کو رکھنے کو صوم کہتے ہیں جیسے قلن اکلنا الیوم انبیاء سے خود کھا رہے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اس شخص کا جو احکام شریعت کا مکلف ہو چکے ہو صوم کہتے ہیں صوم کی سفری کے نمودار ہوئے سے رات کی سیاسی کے نمودار ہوئے (یعنی خوب آفتاب ایک ارادہ کھانا کھانے پانی پینے اور حلال سے رکھنا نہیں ہے) اور اس کے ساتھ جیسا کہ احادیث سے وضاحت کر دی ہے ہر ایک کو پانا جائز فعل یا قول کا ترک بھی شامل ہے۔

روزہ سب ضروری ہے
یا جائز ہے

روزہ کا دنیا کی سب قوموں میں پانا جائز نہیں کی طرف ہمارے قرآن کریم اشارہ کر رہا ہے ایک حقیقت ہے اور دنیا کی کوئی قوم نہیں جس نے روزہ کو عبادات میں نہ رکھا ہو۔ صرف جیسا بنوں نے شریعت کو جواب دے کر روزوں کا انکار کیا ہے۔ گو اب ان کے حکما بھی کسی دیکھی دیکھی روزہ کی ضرورت کے کوجہانی فوائد کی خاطر ہی سہی قائل ہو رہے ہیں۔ مگر تہذیب ہے کہ حضرت عیسیٰ کا انجیل سے نہ صرف خود روزہ رکھنا ثابت ہے بلکہ اپنے پیروں کے لئے روزہ رکھنے کی تعلیم بھی موجود ہے اور عیسائیت کا موجودہ خیال کہ شریعت پر عمل کرنے کا فائدہ نہیں۔ پچاس کا خیال ہے یہی ۴: ۲۰ سے صوم کا روزہ رکھنا تھا۔

حضرت عیسیٰ کا روزہ
رکھنا اور ضروری
تعلیم دینا

۳۔ آج چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا آخر کو چھوٹا ہوا اور ۱۶: ۶ میں ہے جب تم روزہ رکھو یا کاروں کی مانند اپنا چہرہ آداس دینا و نماز اور ۱۶: ۱۵ میں روزہ کے ثواب کا ذکر ہے۔ اور تیسرا باب جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے اشکالاً دیکھتے بدلہ دے اگر عبادت پر فرما بلتا ہے اور صوم کی تعلیم بھی یہی ہے تو کفارہ کا عقیدہ باطل ہے۔ اور نوکھ ۲۵: ۳۳ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کہا تھا کہ ان کے شاگردوں کے بعد بہت روزہ رکھیں گے مگر روزے دن آویگے کہ وہ ایمان سے جدا کیا جائے گا ان دنوں میں وہ عبادت روزہ رکھیں گے۔

روزہ کی فرض

۴۔ روزہ کی علت غائی ہے پہلی قوموں میں جو روزہ رکھنے کا رواج تھا وہ جیسا کہ باوری کر دہانے نجوم یا ٹیڈ میں لکھا ہے قرآن و ریح و صیبت کے وقت تھا گویا ظاہر صوم میں ہم اور صیبت اختیار کی جاتی تھی اسلام نے روزہ کی فرض بیان کی ہے کہ تم متقی بنو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی بات کی عاقبت کر دہا و رتا و دوں اور نیکی کی قوتیں نشو و نما پائیں کیونکہ انسان کی ہر ایک قوت اپنے کمال تک پہنچنے کے لئے اس بات کی محتاج ہے کہ سے نشو و نما دی جائے اور روزہ میں خدا کے حکم کی فرمانبرداری کیلئے حلال چیزوں کو ترک کیا جاتا ہے پس روزہ سے خواہشات کو ترک کرنے کی قوت انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے اور یہی قوت انسان کو سب نفس پر حکم پر ناکر اعلیٰ سے اعلیٰ یا کبریا اور نیکی کے مقام پر پہنچاتی ہے۔ اسلام نے ہر ایک چیز کو ایک قاعدہ اور ضبط کے ماتحت کیا ہے اور وقت پر کھانا پینا تعلیم اسلامی کے مطابق ہے۔ روزہ میں اس ضبط کو توڑنا مقصود

۱۸۴ آیَاتُ مَا مَعْدُ ذُنُوبُكُمْ كَانَ مِنْكُمْ رَضِيحًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

چند دن ۲۲۴ پھر کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں کتنی دہری، کر لی جائے ۲۲۵

خوابات چلاوت
کی تعلیم

نہیں بلکہ انسان کے اندر یہ قوت پیدا کرنا مقصود ہے کہ خواہشات حیوانی جو کھانے پینے اور زوج کی طرف رجحان کرنے سے شوق رکھتی ہیں، انسان کے اعتدال کے نیچے ہوں اور ایسا نہ ہو کہ انسان ان کا غلام اور ان کا محکوم بن جائے۔ روزہ میں خواہشات حیوانی پر قابو پانے کی عملی راہ بتائی ہے پس اسلام دوسرے مذاہب سے یہ امتیاز رکھتا ہے کہ روزہ کو انسان کے زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کا ذریعہ بنا دیتا ہے +

۲۲۴ مَعْدُ وَذَاتُ آيَاتٍ ۱۰۰ میں آیا ما معد و ذات آیاتہ عقی کے معنی اعداد کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانا یا کتنی کرنے کے بعد ہم عدا (۱۰۰) فِشَلِ الطَّائِبِينَ (اللہ متوکلہ) ۱۱۳ یعنی کئے والے یا صاحب رکھنے والے الف سنة ماکلفہ (العیدہ) ۵۰ اور بعض کتنی سے بچاؤ کے کہ کتنی طرح پر خدا کا استعمال جو تاسے شلکسی چیز کو معد و دکما جاتا ہے بجزیات نما کرنا مقصود ہو اور اس صورت میں اس کا مقابلہ اس سے ہوتا ہے جو اپنی کثرت کی وجہ سے کتنی چیزیں لاتی چاکستی (ن) اور یہی یہاں مراد ہے چنانچہ مقاتل کہتے ہیں کہ معد و دیا معد و ذات کا لفظ جہاں جہاں قرآن شریف میں آیا ہے تو اس سے مراد چالیس سے کہہ دے خواہ چالیس ہوں جیسے آیت ۸۰ میں یا تیس جیسے یہاں آگے شہر رمضان لکھنا بھی دیا یاتین جیسے وا ذکر و اللہ فی ایام معد و ذات (آیت ۲۰۳) میں اور آگے آتاسے عیدۃ من یا م آخر اور لکھنا (الحدۃ) ۴۰ جو حدۃ کے معنی الشیء المَعْدُ و دین یا کتنی کتنی چیز اور بعض کثنا بھی جیسے وما جعلنا عدا تہم (الحدۃ) ۳۱ اور حرمات کی حدۃ کہ وہ دن ہیں جن کے گزرنے پر اس کا نخل کرنا جائز ہے (۲) +

یہاں آیا ما معد و ذات سے مراد رمضان کا مہینہ ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ عا شورا کا روزہ یا بعض اور ربیعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینہ کے آنے سے پہلے رکھتے تھے وہ بعض نقل کے طور پر تھے جو نبی اُنکی حکم سے اور اس نے آیا ما معد و ذات میں ان کی طرف اشارہ نہیں چنانچہ ابن جریر نے دونوں قسم کے اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ میرے نزدیک درست قول اسی شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ آیا ما معد و ذات سے اشارہ شہر رمضان کی طرف ہے۔ کیونکہ اگر کوئی حدیث لے کر کہتا ہے کہ حجۃ قائم ہو سکے کہ بھی اہل اسلام پر کوئی روزہ سوائے رمضان کے فرض کئے گئے ہوں اور پھر وہ رمضان کے بعد سے منہ رخ ہو گئے ہوں (ج) اور بخاری میں جو عا شورا کا روزہ رکھنے کا حکم ہے تو یہ یا نزول آیت سے پہلے تھا یا عرفہ بلونقل +

۲۲۵ مَرَضَى۔ مَرَضَى کی جمع ہے۔ اور مَرَضٍ اس احتیال سے خرج کا نام ہے جو انسان سے خاص ہے۔ اور یہ جسم میں بھی ہو سکتی ہے اور اطلاق میں چل بدل تغافل بدلی وغیرہ کو بھی مَرَضٍ کہا جاتا ہے (۲) اور بعض کے اصل معنی نقصان ہیں اس لئے انھوں نے مَرَضِہً اس زمین کو کہتے ہیں جو کڑھو اسی طرح شمس مَرَضِہً جب سوچ پوری روشنی

دے دے (۲) +

سفر۔ سفر کے اصل معنی کشف الغطا ہیں یعنی پردہ کا اٹھا دینا (۲) اسی لئے مسافر لکھے والے کو کہتے ہیں کہ مسافر وہ ایک چیز کو کھل دیتا ہے اور واضح کر دیتا ہے اس کی جمع مسافرۃ ہے بآید ہی مسفرۃ (عین) ۱۵ (۲) اور بعض کہتے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ حقائق کا انکشاف کرتی ہے اس کی جمع اسفار ہے کثرت الحما رحیل اسفار (الجمعۃ ۵) (۲) اور حدیث میں اس سفر ابا بکر آتاسے یعنی فجر کو بھی صبح روشن ہو جائے وہ (۲) اور مسافر کسا فراس لئے کہا

سفر۔ سافر

مسافر۔ مفر

اسفار

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

۱۱۔ جو اس میں شفقت پاتے ہوں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں ۱۲۔

افسوس ہے کہ
بیاری کی

[illegible]

مفكر

سفر کس قدر ہے؟ بعض نے کہا لفظ عام ہے خواہ کسی قدر جو بعض نے ایک دن اس کی حد قرار دی ہے۔ امام شافعی نے ۱۷ فرسخ اور امام ابوحنیفہ نے تین منزل یعنی تین دن کا سفر یا ۴۴ فرسخ۔ قول اول قرآن کریم کے عام الفاظ پر مبنی ہے امام شافعی نے ایک حدیث پر مبنی دیکھی ہے جس میں آتا ہے کہ چار روز سے کم میں قصر صلوٰۃ نہ کرو۔ اور یہ بعض کے نزدیک چار فرسخ اور بعض کے نزدیک دو فرسخ ہے پس ۴۴ میل یا ۴۴ میل کی حد اس حدیث کی رو سے ہو گی۔ مگر قرآن کریم کے ظاہر الفاظ سے قول اول کو ہی ترجیح ہے۔ کیونکہ بعض وقت ۴۴ میل سے کم سفر میں بھی روزہ چھوڑنا ضروری ہو سکتا ہے یاں سیر اور سفر میں بھٹن سفر فسخ کر سکتا ہے۔ پھر سفر خواہ پیدل ہو خواہ کشتی پر خواہ گھوڑے پر خواہ ریل پر سفر ہی ہے ان چیزوں سے سفر کے سفر ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ سفر اور بیماری میں روزہ ترک کرنے کی رخصت ہے یا وجوب اس پر بہت بحث ہوتی ہے جیسا کہ حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ سفر میں روزہ ترک کرنا ضروری سمجھتے تھے اور بعض اگر قابل برداشت پاتے تو رکھ بھی لیتے تھے۔ لیکن اگر رخصت بھی اسے قصور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی خصیتیں فائدہ اٹھانے کے لئے ہی ہیں۔ اور محتاط نہ سمجھیں کہ سفر اور بیماری میں روزہ نہ رکھا جائے۔ لیکن یا اس کو اگر کوئی شخص رکھ لے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے گناہ کیا ہے یا نہ کہ اس کا روزہ نہیں چھوڑا۔

طاعة

۲۲۱ یطیقون حلقہ کے معنی میں مفردات میں ہے الحلقۃ اسم لمفرد ارمایکن للانسان ان یفعلہ
بمشقۃ یعنی طاقت اس مقدار کا نام ہے جو انسان کے لئے ممکن ہے کراس کو مشقت کے ساتھ کر کے کہہ کر یہ
لفظ طوق سے مشتق ہے اور طوق وہ چیز ہے جو گردن میں ہو یعنی اس کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ اسی تشبیہ کے لحاظ
سے حلقہ کے معنی ہیں (غ) اس نے یطیقونہ کے معنی یوں ہو سکے ہیں کہ روزہ رکھنے میں سخت مشقت اٹھانے
پڑے اور فقیروں میں ایک قول اس کے مطابق ہے یصومونہ بعد ہم فطاعتہم اور دوسری قرأت میں یطیقونہ
یا یطیقونہ اس معنی کی تہذیبیں کیونکہ اول کے معنی یطیقونہ ہیں اور دوم کے معنی بھی ہیں ہی اپنی یطیقونہ یا یطیقونہ
ہیں جو طوق سے ہے اور دوسرے صورت میں یہی ہے کہ ان کے لئے روزہ رکھنے میں سخت مشقت یا تکلیف ہے اور یطیقونہ
کے معنی تہذیبونہ بعد اللہ سے مراد ہیں (دش) یعنی تکلیف سے روزہ رکھ سکے ہوں ۛ

خدا

فداۃ۔ فدا اور فداء کے معنی ہیں انسان کا کسی مصیبت سے اپنی حفاظت کر لینا اسی مال کے ذریعہ جو اس کے لئے فوج کے لئے (فدا)۔

فَمَنْ تَصَوَّرَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهِ وَأَنْ تَصُوِّرُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

بھرجو کنی تصف کے لیکن کرنا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اھا اگر تم دونوں دیکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جاؤ ۲۲۵

آیت فیہ صیاح
شرعی میں اختلاف

بخاری میں ایک روایت حضرت ابن عمر سے ہے کہ یہ آیت مشغ ہے اور سلوکی روایت میں ہے کہ جب یہ نازل ہوئی تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا فدیہ دیتا اور بخاری میں ہی حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ یہ مشغ نہیں بلکہ اس سے مراد بہت بڑے ہیں تو اختلاف کی اصل وجہ صرف یہ ہے کہ جب جنگ اس آیت کے معنی کو دوسری آیت کے ساتھ تکلیف نہیں دے سکے انہوں نے اسے مشغ کہہ دیا اور جن کے نزدیک تطہیق ہو گئی انہوں نے کہا فیہ مشغ ہے اور جب معنی میں تطہیق ہو سکتی ہے تو آیت کو مشغ کہنا ہے معنی ہے +

عذرہ کا فدیہ کن لوگ
سمجھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ طعنہ میں ضمیر اسی کی طرف ہی جاسکتی ہے جس کا ذکر پہلے چلا آتا ہے وہ فدیہ یا طعام کی طرف جس کا ذکر بھی نہیں آیا پس یہ معنی کا حلیک نہیں کہ فدیہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ فدیہ دینے یا کرے اور نہ یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں اور پھر روزہ نہیں رکھتے وہ فدیہ دینے یا کرے کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف میں نہیں ملتا بلکہ یہ معنی جس کے اس معنی چرس کی تائید دوسری قوتوں سے ہوتی ہے جو وہ نہیں کیا گیا پس اصل معنی یوں ہو گئے کہ جو مسکونہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ فدیہ دینے یا کرے۔ اور رسالہ ہی ذکر کیا اور رسالہ سے پس صاف اور واضح فساد الفاظ قرآنی کا یہ ہے کہ یہ اور رسالہ پیچھے ہٹتی پوری کر لیا کرے لیکن وہ جن کو پہلے معنی پر مارنے میں مشقت ہے وہ فدیہ دینے یا کرے ظاہر ہے کہ بعض لوگ اپنی جگہ بڑا حصہ مفروض ہی کرنا دیتے ہیں۔ اور بعض لوگ دائم المریض ہوتے ہیں اور اسی حکم میں بہت بڑے لوگ بھی ہیں کیونکہ بڑا حصہ باقی حالت اعتدال سے انسان کو نکال دیتا ہے۔ اور باوجود اذیٰ کی حدیث کی رو سے اسی حکم میں عورت اور مرد دوہ پلانے والی عورت ہیں کیونکہ اس میں حمل یا بچہ کے ضلخ پورے کا خوف ہو گا۔ اور وہ بھی حالت عجز میں نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ فدیہ دینے یا کرے پس اصل بات یہ ہے کہ یہ حکم صرف مریض اور سافر کے لئے ہے جن کو رمضان کے روزوں کی جگہ بچھلے دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب ان کی حالت ایسی ہو کہ وہ بچھلے دنوں میں بھی میل حکم میں مشقت پاتے ہوں تو فدیہ یا طعام مسکین دینے یا کرے اور عذر سے یہ بتا دیا کہ ہر مرد اور عورت بھی مریض کے حکم میں ہی داخل ہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ حضرت انس جب بہت بوڑھے ہو گئے تو روزہ کی بجائے فدیہ دینے لگے تھے +

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان الفاظ کو مشغ صرف اس لئے کہا جاتا ہے کہ شہر رمضان والی آیت میں یہ وہ ہرگز نہیں گئے۔ حالانکہ بعض ایک رخصت کا رنگ ہے اور ضروری نہیں کہ اس کو بار بار دوہرا یا جاتا جس دو بارہ یہ لفظ قرآن سے ان کو مشغ سمجھا جاوے غلط استدلال ہے +

مسقط

اور ایک معنی یوں بھی ہو سکتی ہے کہ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ ایک سکین کا کھانا فدیہ دیں۔ اور یہ فہم حدیث ظہری کی صورت میں ہونے حدیث ضروری ہے۔ اور یہ معنی بھی اس آیت کو دوسری آیات کے خلاف ہمیں سمجھنے دیتے ہو یہاں ذکر بھی ایک سکین کے کھانے کا ہے +

نفع

۲۲۵ تطہیق کے معنی کو عام طور پر مشغ سے یا نفل کے طور پر لیا کرتا ہیں۔ مگر اس کے اصل معنی تطہیق اطہارہ میں (یعنی معنی طاعت بطور تحفہ اختیار کرنا۔ اور یہی معنی یہاں مراد ہیں اور بطور نفل لیا گیا اختیار کرنا خود اسی سے واقف ہے + یہاں روزہ کی علت غائی کی طرف پھر توجہ دلائی ہے کیونکہ روزہ رکھنا بطور تحفہ اطاعت اختیار کرنا ہے۔

روزہ کی کیا کوئی
ذاتی چیز ہے

شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ ۝۱۸۰

رمضان کا مہینہ۔ جس میں قرآن اُنزلایا دے گا اس کے لئے ہدایت اور جہات کی کھلی ٹھٹھیں اور حق و باطل کو الگ الگ کر دینے

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۚ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ

مالی و دوائی، ۱۸۱ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو اپنے قریب ہے اس کے روزے رکھے ۱۸۲ اور جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو وہ

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا

روز میں کتنی بھری کر لی جائے، ۱۸۳ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا اور کہ تم تمہاری

الْعِدَّةَ وَلِتُكْمِلُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کو اس لئے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور تاکہ تم شکر کرو ۱۸۴

اس لئے فرمایا کہ بطور تکلف طاعت اختیار کرنا تمہارے لئے بہتر ہے اس لئے کہ تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہو کہ تم کو اس

نیکوئی کی قوت ترقی پکڑتی ہو اور اگر شرف سے نیکو اختیار کرنا سمجھتی ہو کہ تمہارے روزے رکھنے کیوں کو کھانا نا دینے +

۱۸۵ شہرہ شہرہ کسی امر کی وضاحت ہے اور مہینہ مہینہ اس لئے کہ تمہیں اس کے روزہ ایک شہرہ ویت سے بچا جائے کہ تمہیں کے وقت

اس کی شہرت ہو جاتی ہے (غ) +

رمضان، مہینہ کا نام ہے اور رمضان سے شفق سے چہرے کے معنی دھوپ کی گرمی کی شدت میں (غ) مہینہ کے نام چہرہ دوبارہ

رکھے گئے تو اس مہینہ میں گرمی کی شدت تھی +

قرآن، قرآن سے صمد ہے جس کے معنی پڑھنا ہیں اور صمد کے اصل معنی پڑھ کرنا ہیں اور پڑھنے میں حرف ایک اور کے کے ساتھ

ملنے جاتے ہیں (غ) میں ایک معنی کے معنی خاصے قرآن نام اس لئے لکھا گیا کہ یہ نام علوم کو یا نام کتب سادہ کی خوبیوں کو اپنے

میں رکھتا ہے اور دوسرے معنی کے معنی خاصے یہ ایک پیش گوئی تھی کہ دنیا کی تمام کتابیں پڑھا جائیں گے معانی کو خاص امتیاز حاصل ہو گا

چنانچہ یہ ایک امر واقع ہے جس کا اقرار اعلیٰ علیہ السلام کو بھی ہے کہ قرآن کے بارہویا نیکی کوئی کتاب نہیں پڑھی جاتی (دیکھو مشکوٰۃ ص ۱۸۱) +

لاکھوں سالوں اس کے ساتھ ہیں چونکہ رات سے پڑھتے ہیں اور کسی کتاب کے محفوظ رہنا میں پھر مسلمان پڑھ کر تیرہ روزہ تک پڑھ کر پڑھ کر پڑھ کر

یہاں بتایا کہ اگر کوئی دن جن کے روزے رکھنے کا حکم کیا رمضان کا مہینہ ہے اور اس مہینہ کو خاص غریب حال سے کہ اس میں ان دنوں

یعنی ذیل قرآن اس میں شروع ہو جائیں سحری کی عبادت پر روح الصالحی میں اپنی ہونو لکھ کر جمع دی ہوئے ابتدا میں فی ستر سالہ وکان ذلک لعلہ

یہاں قرآن کریم کے عین کمالات کا ذکر فرمایا ہوا ہے کہ یہ بھری ہے معنی لوگوں کو سیدھی راہیں بتاتا ہے اور سرکار کینیا میں

اللہ کی معنی و لائق بھی دوسرے کریموں فلاں ماہ پہلنا چاہئے یا فلاں ماہ سے بچنا چاہئے قریم ہے کہ اس کے ذوالحق و باطل

میں فیصلہ کر دینے والے ہیں یعنی فی الواقع ایک انسان کو حق یقین کے مقام پہ پہنچا دیتے ہیں +

۱۸۶ ان الفاظ کی روش سے ان مقامات کو خارج کر دیا ہوا ہے بہت لئے ورنہ کی وجہ سے بارہ مہینوں کی قسیم شاہد ہیں یعنی

ذوالحق و باطل تھا ہے کیونکہ شہدائیں مشاہد کا ضروری ہے خواہ کسی طرح پر ہو و لکھو ۱۸۷ ایسی صورت کے لئے دیکھو ۱۸۸

۱۸۹ بتایا ماہ رمضان کے چھ روزے رکھنے کے حکم کو اس لئے دو ہر ایک کے رمضان کی خاص برکات کے ذکر کی وجہ سے لوگ

شہرہ شہرہ

رمضان رمضان

قرآن قرآن

قرآن نام کی

بیتوں نے مل کر

قرآن کے عین

۱۸۰ وَلَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اور جب میرے بندے تجھ سے میری طرف سے پوچھیں تو بیشک میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا

إِذَا دَعَانِ فَلَيْسَ بَعِيدٌ عَنِّي وَلَيُؤْتِيَنَّهُ لَئْلَهُمْ شُرُوكُ

سے قبول کرتا ہوں پس جا بٹے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہتے کہ مجھ پر ایمان لائیں تاکہ دھارت پائیں ۱۸۱

تحریف یا بیگانی میں نہ پڑیں یہی خدا اللہ بحکم الیسا سے بھی ظاہر ہے کہ جیسا اور ساف کے لئے رخصت سے فائدہ اٹھانا
مذہبی ہے +

ضرب اشد کا بندہ
سے اشد بندہ کا اشد

۱۸۱ قریب۔ لفظ قریب مکان و زمانہ کے لحاظ سے بھی استعمال ہوتا ہے اور نسبت بہتر ہے علم و قدرت کے لحاظ
سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کا قرب بندہ سے جیسا کہ جن اقرب الیہ من جبل الودید میں علم و قدرت کے لحاظ سے ہے اور کبھی
بندہ کے اشد تعالیٰ سے قرب کا فکر ہوتا ہے اشدک المقرہن وہ مجاہد مرتبہ یا رعایت ہے اسی قرب میں اس قرب تصور
کا ذکر ہے جو خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کی طرف بھی آگے بتائی ہے کہ جس طرح ہو سکتا ہے وہ بذریعہ دعا ہے +
اجیب تجواب کے معنی جوابیہ یعنی بہت زمین کا قطع کرنا ہے۔ چنانچہ قطع کرنے یا ترشے کے معنی میں ہی ہے جابجا لفظ
بالاد (الایۃ) اور کلام کا خطاب اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ بھی تجواب کو قطع کر لے اور کھٹے والے کے منہ سے شے
والے کے کان تک پہنچے۔ لیکن ابتدائی خطاب کو جواب نہیں کہا جاتا بلکہ جواب و طرح پر ہے اگر سوال میں کسی بات کا
ہے تو اس کا جواب بات ہے اور اگر سوال میں کسی فائدہ کا مطالبہ ہے تو وہ فائدہ پہنچا تا جواب ہے (خ) پس اجیب کے
معنی جواب دینا ہوں بھی ہو سکتے ہیں اور قبول کرنا ہوں بھی۔ اور استجابة اور اجابة کے ایک ہی معنی ہیں قبول کرنا۔ اس
فرق سے کہ اجابت میں ایسا جواب بھی ہو سکتا ہے جو درخواست کی ناستوری سے ہوئے ہو اور استجابة میں قبولیت
ضروری ہے یہ فائدہ کا قول ہے (د) پھر بندہ کی طرف سے استجابة یا اجابة فرمانبرداری کا اختیار کرنا ہے +

دشدا

مضان میں توبہ آئی
کی راہیں

یوشدون۔ مسئلہ کے معنی ہدایت پاتا ہیں (خ) +
اس آیت کو جس میں قرب الہی کا ذکر ہے رمضان کے احکام میں لانے سے یہ اشارہ ہے کہ رمضان میں قرب الہی
کی راہیں بہت مکمل جاتی ہیں۔ اس کا طریق یہ بتایا کہ دعا کو تو میرا قبول کرنا ہے۔ رمضان میں بھی کہ چاہے کا روز
میں بھی بتایا ہے کہ آپ عبادت اور دعا پر بہت زیادہ زور دیتے تھے اور سخاوت بھی دیگر یا مے کے لئے کر کے تھے
گویا یہی وجہ ہے مسلمان کے لئے عبادات کا مہینہ ہے جس کے اندر توبہ کی نفس ہو کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔
اور انسانی زندگی کی اصل غرض پوری ہو سکتی ہے۔ ان مسائل عبادی میں اس توبہ کا ذکر ہے جو مومنوں کے لئے
میں پیدا ہوتی ہے۔ اور دعوت الداع سے مراد اسی توبہ کا اظہار ہے جب انسان دعا میں اسے اختیار کر لے پس یہاں
جس دعا کی قبولیت کا ذکر ہے وہ صرف قرب الہی کو حاصل کرنے کی دعا ہے۔ اور جو انسان کسی دعا کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ
بھی ضرور قبول فرماتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ میری فرمانبرداری کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سیدھی راہ پائے
یعنی وہ راہ جو میرے قرب میں پہنچا دیتی ہے۔ فی الواقع ظہر انسانی جب صفائی پر ہوتی ہے اور روزہ سے اس میں
صفائی ضرور ملتی ہے تو اس کے اندر یہ توبہ پیدا ہوتی ہے کہ قرب الہی کو حاصل کرے اس توبہ کو حاصل کرنے کے لئے بتایا کہ
روزہ روزے سے ہی نہیں بلکہ دیگر دعائیہ ساغ کر۔ گویا مستغنیوا بالصبر والصلوۃ میں روزہ اگر صبر کا پہلو ہے

توبہ آئی کے حصول
کی راہ

اِحْلَافُ لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيِّمِ الزَّوْفُ لِلنِّسَاءِ كُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لِهِنَّ ۱۸۵

ترجمہ: لے رات میں اپنی حوروں کی طرف رخت کرنا محال کیا گیا ہے۔ اور تم اسے لے لباس میں اور تم اپنے کھٹے لباس

تو صلوٰۃ دعا کا پہلو ہے۔ پس یہ عیدیں عبادات کیلئے مخصوص ہے۔

سورہ دعائیں اور
ان کی تفسیر

سیاق و سباق جماعت سے ظاہر ہے کہ یہاں انہی دعاؤں کی قبولیت کا ذکر ہے جو قرب الہی کے حصول کے لئے کی جائیں عام دعاؤں کا یہاں ذکر نہیں جو بندہ اپنی مصائب کے لئے کرتا ہے۔ ان کا ذکر دوسری جگہ ان اطفال میں ہے۔ فیکشف ما تداخون الیہ ان شاء (الافتاء ۱۴) یعنی جس مصیبت کے دور کو لے کے لئے تم اسے پکارتے ہو اسے اگر چاہے تو دور کر دے یعنی یہ ضروری نہیں کہ وہ جیڑی مسالط میں اللہ تعالیٰ ساری دعاؤں کو قبول کرے۔ جسے چاہے اسے قبول کرے۔ اسی لئے دوسری جگہ فرمایا وَلَنُؤَلِّقُکُمْ فِیْهِ مِنْ لَحُوْفٍ اَکْبَرٍ یعنی اُنہیں اس کے طور پر اللہ تعالیٰ کچھ تخفیف انسان پر دے گا جو کچھ کرتا رہتا ہے۔ اُن قرب الہی کی راہیں اس قدر کھلی ہیں کہ جب انسان اس کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی پکار کو سن لیتا ہے جیسے کہ دوسری جگہ فرمایا الَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنُهْلِلْ لَهُمْ مَسْجِدًا

(العنکبوت ۶۹)۔

اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر بعض دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو دعا ایک لغو عجزیہ رہی ہے جیسے کوئی کے کہ بعض وقت دعا مفید نہیں پڑتی تو دعا کرنا ہی لغو امر ہے جس قدر اسباب دنیا میں ہیں وہ ایک حد تک ہی فائدہ پہنچاتے ہیں اور ہر دعا کو قبول کرنے کے معنی ہوئے کہ خدا حکم نہیں بلکہ بندہ حاکم ہے کہ وہ مانگے خدا کو مجھ پر دنیا پڑ سکے۔ اُن دعا کی قبولیت کا یقین اس سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض وقت اپنے خاص بندوں کو قبول قبول و توجہ سے اطلاع دیتا ہے۔

۲۳ رخت اندوڑی تھی کہ ایک کلمہ جات ہے ان تمام باتوں کے لئے جو مرد و عورت سے چاہتا ہے اور عذرات رجب میں ہے کہ اس کا استعمال حرام اور اس کے عموماً سے ہے جن کا کھلا ذکر چھائیں سمجھا جاتا۔ یہاں مراد حرام ہے۔ بخاری میں یہ کہ روایت سے ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ سارا مہینہ عورتوں کے پاس دے جاتے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ اگر سو جائے تو پھر اس کے بعد کھانا پینا عورتوں کے قریب جانا جائز نہ سمجھتے تھے پس یہ حکم نازل ہوا کہ رات کو بی بی کو بلاتا جائز ہے۔

رخت

رمضان میں عورت
سے رخت

۲۴ لباس وہ ہے جو انسان کے قبیح امر کو ڈھانک دے (غ) امام رجب کہتے ہیں کہ یہاں کو بی بی کا اجنبی بی بی کو یہاں لباس اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھا ایک دوسرے کو امر قبیح کے ارتکاب سے بچاتے تھے۔ محمد اور دیگر سلف سے اس کے معنی ممکن مردی میں یعنی حوریں مردوں کے لئے سکون حاصل کرنا ان کا موجب ہیں مرد عورتوں کے لئے۔ اور قرآن کریم نے خود اس معنی کو واضح کر دیا ہے جہاں فرمایا وَجَلَّ مَنَکَ لَوْحًا لِّیْسَکَ الْیَہَا (الاحزاب ۷۸) اسی سے اس کے جوڑے کو پہنا کیا تاکہ وہ اس سے سکون پکڑے۔ اور دوسری جگہ ہے خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنَ اِلَیْہَا (الزکوٰۃ ۲۱) تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون پکڑو۔ رات کو بھی ایک جگہ سکون اور ایک جگہ لباس کہلے۔ اور خود لباس کی غرض قرآن شریف میں یوں بیان کی ہے وَلَوْ هِیَ سِوَا اَکْثَرِ وَرِیْثَکَ (الاحزاب ۳۶) وہ تمہاری شہزادی ہو کہ تمہارے بیوی ہو نہایت محبوب ہے پس ایک لطیف استعارہ میں بتایا کہ یہاں بی بی کا تعلق کس طرح ایک دوسرے کے لئے مشکین کا موجب ہے اور

لباس

میان بی بی کا تعلق

عَلَّمَ اللَّهُ أَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ

اللہ نے تمہارے کرتوتوں پر توبہ فرمائی اور تمہارا نقصان مٹا دیا چاہتے تھے سو اس نے تم پر رحمت کی اور تم کو معاف کیا

فَالَّذِينَ بَشِرُوا بِمُنَّ وَأَبْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكَلُوا وَأَشْرُوا احْتِثَابًا

پس ایسے جو بشارت سے میل جول کرو اور اللہ نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے چاہو اور کھاؤ اور بیروں تک کہ تمہارے لئے

لَكُمْ الْخِطَاطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخِطَاطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتُوا الصَّيِّمَ إِلَى الْبَيْتِ

تمہاری سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے

۲۳۳ اور تم ایک ایک روزے کو پورا کرو ۲۳۴

اختیاب

۲۳۳ تختانوں - اختیاب سے ہے امام رافضی اختیاب اور خیانت کے معنی میں یہ فرق کرتے ہیں کہ اختیاب کے معنی میں خیانت کا ارادہ کرنا گویا خیانت بھی واقعی میں نہیں آتی

نزدیک ہوتی ہے روزہ میں کھانا

چونکہ بعض صحابہ کا یہ خیال تھا کہ روزہ میں رات کے وقت بھی بی بی کے پاس نہیں جانا چاہئے گو کوئی حکم ایسی نازل ہو چکا تھا اور خواہش بھی چاہتی تھی تو اس عہد میں اس شہر کو تختان کہتے تھے۔ جو روزہ میں اس موقع پر بیان کی جاتی ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک شخص بغیر کھانے کے سو گیا اور اسی بیکر کی حالت میں روزہ رکھا تو اگلے دن اسے غش آگیا۔ دوسری روایت حضرت عمرؓ کے متعلق ہے کہ وہ اپنی بی بی کے پاس گئے بعد اس کے کہ وہ سو گئی تھیں۔ یہ دونوں روایتیں کسی پہلے حکم کی موجودگی کو ظاہر نہیں کرتیں۔ بلکہ اس حکم کے ایک غلط خیال کی تردید ہوئی۔ تو یہ اور دعویٰ کا لفظ عام ہل ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پہلے کوئی بڑا نسل خوف الہی ہر جگہ ہے۔ ایک سخت پابندی کی جگہ ایک نرم حکم دے دیا ہے تو یہ ہے دیکھو ۲۳۴ نیز آیت ۲۳۵ جہاں کھانے کی بیان کر دینے کو یا نہایت عطا کرنے کو مقرب علیحدہ سے ظاہر کیا ہے اور دعویٰ اس کو اس لئے کہا کہ ایک سختی جو مسلمانوں نے اپنے اوپر لازم کر لی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے دور کر دیا

خیط

۲۳۵ الخیط الابيض الخیط دھاتے کو کہتے ہیں اور خیط اس کی کوئی بیل انجیل فی صم الخیط (الاعراف ۳۳) اور الخیط ان بعض صبح کی سفید دھاری کا نام ہے اور الخیط الاسود اس کی سیاہی کا۔ یعنی خود ہی کریم صلعم کے مرے ہیں چنانچہ بخاری میں عدی کہتے ہیں کہ میں نے رات کو ایک سفید دھاکا اور ایک سیاہ دھاکا اپنے منگیکہ کے پیچھے رکھ لئے اور جب آنحضرت صلعم کو یہ واقعہ سنایا تو آپ نے فرمایا ان وسادک انھما یعنی تمہارا منگیکہ بڑا خوش ہے۔ گویا یوں سمجھا دو کہ وہ خیط ابیض اور خیط اسود منگیکہ کے پیچھے نہیں آسکتے

روزہ کی حدود

یہاں روزہ کی حدود بیان کی ہیں صبح صادق کے نودار پورے تک کھانا پینا جائز ہے اور آفتاب غروب ہوتے ہی افطار کر دینا چاہئے۔ سحری کے وقت میں حتی الوسع تاخیر کی اور افطار میں حتی الوسع تعمیل کی تا کہ شبی کریم صلعم نے فرمایا ان حدود پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بعض جاگرتی کئی ماہ کا دن چھوٹے۔ سو اول تو یہ مقام بآداب ہی بہت کہیں دوسرے دن رمضان کا عید میر نہیں ہوتا پس شہدا متکمل الشہر میں وہ لوگ جنہیں آگے دنوں جہاں افطار نہیں کھاتے ان کا دن جو وہاں روزہ رکھا جا سکتا ہے جن کے لئے تکلیف مالا یطاق ہو وہ فدا یہ طعام مسکینین پہل کرنا

جان دیئے ہیں نیکو کام

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ ۚ إِنَّكَ أَحَدٌ وَقَدْ عَلِمْتَ فَأَلْهَمُوا الشَّعْرَ

اور جب تم مسجدوں میں اسکا فیہ پڑھو تو ان سے میل جول نہ کرو ۲۳۶ ۷ اللہ کی حدیں ہیں پس تم انکے

تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ يبين الله آياته للناس لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ وَلَا تَأْكُلُوا

قرب مت جاؤ ۱۳۵۷ھ اس خط اشراقی باتیں نگاہ کے لئے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ فتویٰ میں ۱۳۳۹ھ واسطے مانگو

أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْءُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا

اپیس میں تاجاڑن طہور بہ کھاؤ۔ اور ذہن کے ذریعہ حاکموں تک پہنچو تاکہ لوگوں کے مال کا بیک

مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

حالا کہ تم جانے لے جاؤ

جسٹس کے ساتھ کھانا

بشيرة عياض
ملازمة

ماکی

عالمی سطح پر، یہاں مراد اس کا ہے جو صرف اس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے لیے اس کا
 باقی نہیں رہتا +

اس سبھی معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کو مسلمان کا اصلی عہدہ فرد ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کے آخری دس روز کو اوجھا
اس عہدہ کے لئے خاص کر گیا ہے۔ اللہ یامیں جو احکامات کرنا ہے، بسے لی بی بی طہرہ رہنا چاہئے مگر کسی ضرورت کے لئے
بی بی کا اس کے پاس آنا منع نہیں۔

حَدَّثَنَا
حَدَّثَنَا

حالیہ

یہ نقطہ پر لاجاً ہے

روزہ اور روزہ کی
سجاوٹ

۱۸۹
بھگ

يَسْتَأْذِنُكَ عَنِ الْاَهْلِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ النَّاسِ الْحَيَّةِ وَلَيْسَ الْبَرُّ

تھے ہاں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کوہی لوگوں کے قائمہ کیلئے اور کھانے کے لئے مقررہ وقت ہیں اور ۱۳۲ھ میں نبی کریم

بَانَ نَأْوُ الْبَيُوتِ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبَرَّ مَنْ اتَّقَى أَنْوَ الْبَيُوتِ مِنْ

کوہم مہر میں ان کے بچہ ہٹوں کی طرف سے آؤ لیکن بڑا نیک وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اور گھروں میں ان کے

أَنْوَإِهَاوَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

درواہوں سے آؤ اور اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم کا کام کامیاب ہو ۱۳۳ھ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو

روزہ سے انسان کے اندر وہ قوت نشوونما پاتی ہے جس سے وہ مال کے ناجائز کھانے کو ترک کر سکتا ہے ۱۳۳ھ

۱۳۳ھ۔ حلال کی چیز ہے۔ پہلی اور دوسری رات کے چاند کو ہلال کہا جاتا ہے اس کے بعد قرآن، ہلال کی نیت کے ساتھ قری مہینہ کا آغاز ہوتا ہے ۱۳۳ھ

مواقیات، حیقات کی چیز ہے اور یہ وہ وقت ہے جو کسی چیز کے لئے مقرر کیا جائے یا وہ وعدہ جس کے لئے

کوئی وقت مقرر کیا جائے (خ)، ان یوم الفصل کا موعدا (الذی بآئنا)، الی موعدا (الذی بآئنا)، الی موعدا (الذی بآئنا) ۱۳۳ھ

ہاں کے متعلق سوال سے کیا مطلب ہے۔ ایسے جس قدر سوال ہیں ان سب میں احکام دریا فست کے ہیں

یستولک من الہتانی۔ یستولک عن الخمر والمیسا۔ تہیوں کے احکام دریافت کرتے ہیں شراب اور جوئے کے

احکام دریافت کرتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ تہیہ کس طرح ہوتا ہے۔ شراب کس طرح تہیہ ہے جو اس طرح کہلا جاتا ہے۔

پس ہاں کے بھی احکام دریافت کرتے ہیں اور ہاں سے مراد بھی ہے۔ یہ سوال خاص مہینوں یا ہاں کے متعلق

ہے جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے ہی مواقیات للناس والجمہ اور یہ خاص مہینے فی الواقع رمضان کے اختتام کے ساتھ

ہی شروع ہو جاتے ہیں یعنی شوال ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے یہ حج کے مہینے ہیں حرم میں یہ مشہور مہینے تھے۔

جن کا نام لینے کے بھی ضرورت نہ تھی جیسا کہ فرمایا النجم اشہر معلومات جب رمضان کے اس قدر فضائل کا ذکر ہوا۔

توان مہینوں کا سوال بھی پیدا ہوا جو رمضان کے ساتھ شروع ہو جاتے ہیں مگر چونکہ حج کے مہینوں میں وہ مہینے تھے

والسبھی ہیں ان کا ذکر بھی ساتھ ہی کر دیا جو حرم کے مہینے کل چار ہیں یعنی عرم، وجب، ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ عرب میں

ان ایام میں جنگ باطل بند ہو جاتی تھی۔ راستے کھل جاتے تھے۔ تجارتیں شروع ہو جاتی تھیں انہیں حج کے ایام بھی

آجائے تھے۔ اسی لئے مواقیات للناس فرمایا یعنی لوگوں کی بھلائی کے لئے اوقات مقررہ در نہ عرب میں حج کے

قوم تھے اگر ان مہینوں کی وجہ سے ان کی تجارتیں وغیرہ سال میں چار ماہ دکھلی ناسیں تو باطل برباد ہو جاتے

اگر مہینوں کے متعلق سوال ہو تو بھی نہیں کیونکہ کبھی مہینے لوگوں کے لئے وقت مقرر ہیں ۱۳۳ھ

۱۳۳ھ۔ باب کی چیز ہے۔ دروازہ کو کہتے ہیں شہر کا ہو یا مکان کا یا کوٹھری کا۔ اور کسی چیز کا باب وہ ذہب

ہے جس ذہب سے اس چیز کو پہنچ سکیں جیسے حدیث میں ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ففتحنا علیہم ابواب کل شیء (الفتح) ۱۳۳ھ اور واللہ یدخلون علیہم من کل باب (الرعد) ۱۳۳ھ جس کے

متنی کے ہیں ہر ایک قسم کی خوش کرنے والی چیزوں سے (خ)، امام راقب کے نزدیک اجواب الحجة اور اجواب

باب

ابواب جنت و جہنم

الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَغْتَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُتَغَدِّينَ

جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور نہ یاد کی ضرورت ہے کہ اللہ زیادتی کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا ۲۵

جہنم سے وہ اسباب مراد ہیں جو انسان کو جنت یا دوزخ میں پہنچاتے ہیں +

بیت۔ بات کے معنی ہیں رات کا بیٹ اور اس نے بیت اصل میں وہ مکان ہے جہاں انسان رات کاٹے پھر عام ہر ایک سکون کو کہتے ہیں (خ) اور پھر ازل و ابد کو جیسا کہ امام راقب نے اس حدیث کے معنی میں قول نقل کیا ہے لا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صَوْتٌ۔ خوشے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصویر ہو۔ کہ یہاں سے مراد یہاں دل اور کلب سے مراد حرص ہے۔ اور بعض کے نزدیک گھر کے دروازہ سے داخل ہونا کتا پر ہے سیدی راہ اختیار کرنا اور کچھ اٹنے کی طرف سے آنا کتا یہ ہے سیدی راہ سے انحراف کرنے سے +

حسن اور حسن کا قول پر کابل و سید علی بن ابی طالب کوئی شخص کی قصد کرنا نیکو اور نیکو کا حال کرنا اصل ہوتا تو وہ ایک سال تک گھر کے کچھ کھڑے کیلئے داخل ہوتا مگر بعد ازاں کلابی کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کو بتایا جو کتبہ داری کا مینیائی کا دارمندی تو ہم پرستیوں پر نہیں۔ بلکہ تقویٰ پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق اور ذمہ داریوں کی حفاظت پر جو تکمیل مضمون استعانت بالصلوٰۃ والصلوٰۃ تھا اس لئے اس سے روکا ہے کہ کلابیائی کا دارمندی پرستی پر رکھا جائے بخاری میں ہے کہ اگر احرام کی حالت میں جس کے سوائے دو سرے لوگ گھر کے کچھ اڑوں سے داخل ہوتے تھے چکر رج کا ذکر آیا تھا اس لئے اس رسم کو دور کرنے کا حکم یہاں دیا ہے جو تکرم رمضان کو حج کے ساتھ خاص مطلق ہے یعنی جیسے رمضان کی دس راتیں بڑی فضیلت والی ہیں جبکہ ذکر آخری سے پہلی آیت کی تشریح میں کیا ہے اسی طرح دس راتیں کی دس راتیں بھی خاص فضیلت رکھتی ہیں۔ اس لئے حج میں جو تہم پرستی کی باتیں تھیں ان کو دور کر دیا اور جو ارکان روحانی معنی رکھتے تھے ان کو باقی رکھا +

عَلَيْكُمْ قَاتِلُوا۔ مَقَاتِلًا كَمَا تَقَاتِلُونَ یعنی ایک دوسرے سے جنگ کرنا یا ایک دوسرے کو قتل کرنے کا قصد کرنا یہاں سے جنگ کا ذکر شروع ہوتا ہے اور اس کا تعلق سابق سے دوسرے سے ایک تو پہلے صاف کر لیا گیا تھا کہ تم کو خدا کعبہ کا متولی بنایا جائے گا مگر اس کے لئے صبر اور صلوة کے ساتھ خدا کی مدد چاہو اور اس راہ میں تم میں سے لوگ شہید بھی ہونگے پس اب اسی مضمون کو کھول کر بیان کیا ہے کہ جنگ کی اجازت اس حد تک ہے۔ دیگر جب حرمت دے مہینوں کا سوال آیا اور ان میں جنگ کے بندھنے کو لوگوں کے فائدہ کی بات متبرار دیا۔ قرب جنگ کے احکام کو بھی بیان کر دیا۔ جو دراصل یسٹونٹ کا جواب ہے۔ اور خروج کا ذکر بھی کیا تھا کہ بتایا جائے کہ اسلام کا چلیم انسان کن کس طرح ادا ہو سکتا ہے جب خدا کعبہ کا دنگے ڈاکھ میں ہے اسی لئے آگے آتا ہے داخلہ جو ہم من حیث اخر جو کھڑی کھڑی کے توبہ کا فخر و نکلے جائیں گے۔ مگر وہ بغیر جنگ کے نا ممکن اس لئے احکام جنگ کا ذکر ضروری ہوا۔ سورہ حج میں بھی بغیر اسی کے مطابق حج کے ذکر کے ساتھ جنگ کے اذن کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ اِذِ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ (الحج ۲۵)

یہاں حکم فی سبیل اللہ جنگ کرنے کا ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ فتوحات ملکی کے لئے یہ جنگ نہیں۔ حفاظت قومی کے لئے بھی نہیں بلکہ اس لئے کہ اللہ کا نام یہ کا فخر و مدد میں اور مسلمانوں کو خدا کی عبادت سے جو خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ہے درو گیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے بد کے دن جو آپ کی پہلی جنگ تھی۔ ان الفاظ

بیت۔ بات

دشمنوں کو کہنے والے گھر میں داخل نہ ہونا

حب کا تہم پرستی

ذوالحجہ کی دس راتیں

علاقہ

جہاں جنگ کے لئے دیکھیں حالت

فی سبیل اللہ

۱۶۱ وَأَقْلَامُ حَيْثُ تَقِفْتُمْ مُمْرَسًا وَآخِرُ حُجَّتِهِمْ مِنْ حَيْثُ تَنْزَجُوا وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقِتَالِ

اور جہاں انگوٹھا ڈالو اور انہیں نکالو جہاں سے انہیں نے نکلیں تھا۔ ۲۳۳ اور فتنہ قتل سے بڑھ کر سخت تر ہے۔ ۲۳۴

میں دعا کی اللہم ان اهلك هذا العصابة فقلن تعبد في الارض ابدًا اسے خدا کرتے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری پرستش پھر کبھی نہ ہوگی اور وہ قرآن شریف میں دوسری جگہ اسی جگہ کی غرض کو یوں بیان کیا ہے ولولا فضل الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد ارجاء الارض بعض دلوں (یعنی کفار) کو بعض (یعنی مسلمانوں) کے ذریعے سے نہ روک دیتا تو راہوں کی کوٹھڑیاں اور گرجا گھر اور دیگر مذہب کے عبادت گاہیں اور مسجدیں سب ویران کر دی جاتیں اور یوں اشد کا ذکر دنیا سے شاد دیا جاتا پس اسی مذہبی آزادی اور امن کا قیام نہایت ہی پسند ہے۔ اور اسلامی جنگوں کی پہلی شرطی ہے ♦

مگر اسی آیت میں جنگ کو نہ کرنے کے متعلق دعا اور شرائط بھی لگا دی ہیں۔ ایک یہ کہ ان لوگوں سے جنگ کرو جو تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ جو فی الواقع جنگ میں شامل نہ ہوں یا جو جنگ میں ابتدا نہ کریں ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ جسے نہ بڑھو یعنی حالت جنگ میں اپنے حق سے یا ضرورت جنگ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ غلام، غزوہ، اٹکاف جان و مال، دہو، جلائی میں وقت غرض یہ کسی قوم سے قتال کا حکم نہ جانتے ہو وہ غیر تین شرائط کے پیکار سے باز رہو۔ ان تین شرائط نے اسلامی جنگوں کو نہ صرف یہودی جنگوں کے مقابلہ پر بہت ہی رحمت کر دیا کیونکہ یہودی غیر قوم کے ہتھیاروں پچوں غارتوں تک کو ترجیح دیتے تھے۔ یہودیوں کو فناء دیتے تھے اور رکاوٹیں کھینٹتے باغی، امراں لوگوں میں جلا دیتے تھے۔ بلکہ سبیسویں صدی کی ہندو اقوام کی جنگ کے مقابل میں بھی، اسلامی جنگ بڑی رحمت نظر آئے ہیں۔ پھر ساتھ تنزیہ اور اعتدال اور انصاف اور صلح کا حکم بھی موجود ہے۔ ♦

۲۳۲ تَقْفُوهُمْ - تقف یعنی کسی چیز کے پاس سے یا کرنے میں داناتی ہیں (دخ) اور گورہل معنی سے تجاوز کرنے کے طریق پالینے پر بھی، اسی لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ مگر یہاں اصل معنی ہی مراد ہیں جیسا کہ ابن جریر نے کہا ہے فی ای مکان تکنتہم من قتلہم وایضا تم مقائلہم یعنی جہاں ان کو قتل کرنے کی قدرت ہو اور ان کے جنگ کرنے کو دیکھو۔ ♦

۲۳۳ فاقْتُلُوهُمْ مِنْ غَيْرِ اِیْهِمْ لَوْكُلِّ لَوْكُلِّ یَقَاتِلُ ذَکَرٌ مِّنْ ذَکَرٍ وَنَکَرٌ مِّنْ ذَکَرٍ جو قوم سے جنگ کرتے ہیں ان کو جہاں پاؤ مارو۔ پیش کہ کسی غیر مسلم کو جہاں پاؤ مارو۔ و تقفھم کا لفظ اختیار کر کے یہ بھی بتا دیا کہ نہ حا و نہ نہ نہ اور انہیں صرف جنگ میں لانا جائز ہے۔ ♦

دوسرے فقرے میں جنگ کی حد کو بیان کیا ہے کہ کفار نے مسلمانوں کو بلا و دم کے قتل کیا تھا اور اب وہ وہاں اغراض مذہبی کے لئے یعنی حج کے لئے بھی نہ جا سکتے تھے۔ اس لئے بتا یا کہ جنگ ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے تم کو مکہ سے نکالا ہے اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ یہ مکہ سے نکالے جائیں اس میں آخری فتح کی جرح پیگنی ہی ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمہاری جنگ اسے حقوق کو داہیں لینے کے لئے ہے۔ ♦

۲۳۴ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مَعْنٰی قَوْلِیْ سَآءَ مَا کُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کے کھوت سے الگ ہو جاتے۔ اس نے بعض لوگوں میں ڈالنے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے جو ہم علی الناس یقتلون (اللہ ایضا ۱۳) اس لئے قتل تعذب اور وہ دیکھ و غیرہ دینے کے معنی میں آتا ہے (دغ) قرآن شریف میں ان لوگوں اور تحقیقوں پر اس لفظ کا استعمال ہوا ہے جو کفار بنائے ہوئے دیتے رہے۔ ان الذین قتلوا المؤمنین والمؤمنات (البرج ۱۰) فاذا اودى فی اللہ جعل قتلہ الناس کذلک اللہ

میں کی خوش خبری
آنا دیکھ کا قیام بھی

اسی جنگ کی نزہت

تقف

پہلے قتل کا حکم

جنگ کی حد

حق

قتلہ

تقدیر سے روکنا کی
مبارکاتی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا مَن مِّنْكُمْ عِندَ السَّبِيحِ ۚ الْحُرَّامُ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِن قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ

اور جو حرام کے قریب اس سے جنگ نہ کرو جنگ کر دہ اس کے اندر تہا جسے سادہ جنگ نہیں پھر اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم کو

كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ وَقَتُلُوا مَن فِي

کافروں کی یہی سزا ہے ۳۳۴ پھر اگر وہ رک جائیں تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے ۳۳۵ اور ان سے جنگ کو

لَا تَكُونُ فِتْنَةً وَيَكُفِّرُ اللَّهُ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ الظَّالِمِينَ

ہو تاکہ فتنہ نہ بنے اور یوں صرف اللہ کے لئے ہے۔ پھر اگر وہ رک جائیں تو تم انھوں کے سوائے اور کسی کے لئے نہیں ۳۳۶

۱۱۔ جہاں صاف اللہ کی راہ میں ایذا دیا جائے کو فتنہ قرار دیا ہے اور بخاری میں ابن عمرؓ کی روایت سے ہے

كَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلًا فَكَانَ لِلْأَعْلَىٰ فِتْنَةً فِي دِينِهِ ۖ إِمَّا قَتَلُوهُ ۖ وَإِمَّا يُعَذِّبُهُ حَتَّىٰ كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَكُنْ فِتْنَةً ۚ

اسلام حالت غربت میں تھا اس لئے ایک شخص کو اس کے دین کی وجہ سے دکھ دیا جاتا تھا۔ یا اس کو قتل

کرویتے یا عذاب دیتے یہاں تک کہ اسلام بڑھ گیا پھر فتنہ نہ رہا اور عفو دات میں ہے کہ فتنہ بلا توں اور مصیبتوں اور قتل

عذاب وغیرہ افعال کو کہہ کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھی حسب ہوتا ہے اور وہ فتنہ سے حکمت الہی ہو تا ہے

مطلب ان الفاظ کا یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین کی وجہ سے دکھ دئے جاتے ہیں اور ملک میں بے امنی کی حالت ہے تو قتل

سے بڑھ کر ہے

۱۲۔ ہا جو دیکھ کر بھی بتا دیا کہ سب حرام نہیں کہہ سکتے یہ لوگ محال دئے جائیں گے پھر یہی اس کی حرمت کی وجہ سے اس کے

قریب ہی جنگ کو نہ سے روک دیا۔ ہاں اگر کافر ضد و حرم کے اندر جنگ میں مبتلا کریں تو پھر مسلمانوں کو بھی اجازت دی گئی

۱۳۔ انتہا تو بھی کسی چیز سے روکنا۔ تنہوں عن المنکر ذال عمران ۱۰۹ اور بیت اللہ یعنی عبد الاصلیٰ الخلق

۱۰۹ اور انتہا کے معنی اس چیز سے رک جانا جس سے روکا گیا ہے (غ) فمن جاءكم موعظة من ربه فانظروا

لنفسكم فتنه لا يجهنك (مريم ۴۶) *

چونکہ اصل حکم جنگ کا اس لئے دیا تھا کہ یہ تم سے جنگ کو نہ ہے اس میں مطلب یہ ہے کہ اگر جنگ سے رک جائیں

یا جو تکاہ فتنہ کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کو دکھ دئے گا تو مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو دکھ دینا پھر نہیں تو تم بھی جنگ

نہ کرو اور اشدان کے پہلے تصویر پیش ہے گا *

۱۴۔ فتنہ کے معنی ابھی فتنہ سے قرآن سے حدیث سے بیان ہو چکے ہیں ۱۴۳ پس قاتلوہم حتیٰ لا تكون فتنه من رواد

یہ ہے کہ ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ مسلمانوں کو دین کی وجہ سے دکھ نہ دیا جائے لیکن اسکے آگے جو الفاظ آتے ہیں

ويكون الذين لله اور دين اللہ کے لئے ہے۔ ان سے یہ غلط فہم نہ لگایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام ہی اسلام

ملک میں جو۔ کہ معنی اول تو وہ لا يكون فتنه کے خلاف ہیں۔ اور دوسرے قرآن شریف کی ان آیات کو بھی خلاف

ہیں جن میں کفار سے صلح کر لینے کا حکم ہے فان جنتي للسلام فاجتنب لها (الانفال ۶۱) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صلح کے خلاف

ہیں کہ آپ نے اس وقت تک جنگ نہیں کی کہ اسلام ہی اسلام ہو صلح حدیبیہ میں کفار کی پیش کردہ شرط صلح کی بنا

کے جو کافروں میں سے مسلمان ہو کر آئے تھے کہ اس سے اس لئے۔ ان کو بھی حدیبیہ میں کفار کی پیش کردہ شرط صلح کی بنا

سورہ میں جنگ کی ممانعت

نہی انتہی

نہ کے دیکھ کر اس میں فتنہ

جو کہ اللہ کے لئے ہے اور دین اللہ کے لئے ہے

۱۹۳ الشَّهِرُ الْحَرَامُ الشَّهِرُ الْحَرَامُ وَالْحَرُمَةُ قَصَاصُ فَمَنْ أَعْتَدَ عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا

حوت والا مینہ حرمت والے مینہ کے جسے یا مینہ حرمت والی چیزوں میں جملہ سے جسے جس کوئی تم پر زیادتی کہ تم سے

عَلَيْكُمْ بِمِثْلِ مَا أَعْتَدَ عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

اے کے مطابق مزدور جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے ۱۹۴ اے اللہ کے تعوی پر جو اور جان لو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو تعوی اختیار کرتے

کفر پر چھوڑ کر صاف کر دیا حتیٰ کہ کفر کی حالت میں ان میں سے بعض لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگوں میں شامل ہو کر
سب سے پہلے آپ کے پاس فریں اور دسویں سال ہجرت میں وہ فرود مشرکوں کے آئے تھے۔ اگر مشرکوں سے جنگ کا حکم
ہوتا تو وہ لوگ سب طرح حالت شرک میں رہ کر مدینہ آ سکتے تھے۔ پھر آپ کی وفات کے وقت بھی یہود و نصاریٰ عرب میں موجود
تھے دین اسلام تو پھر بھی اکیدہ عرب میں دھما۔ پھر لاکھ لاکھ فی الدین میں تو اس کے بعد چل کر یہاں کہ دین میں جیوس
تھیں ان کے بعد مسلمان کرنے کی تعلیم کیونکر ہو سکتی ہے پس جو حق خلاف ساق و سابق خلاف تو ان خلاف علی غری ہیں
کسی طرح قابل قبول نہیں +

یہ کن الدین اللہ کے معنی صاف ہیں دین، شمس کے لئے جو جب دین کے لئے کوئی دیکھ دینے والا دھبہ ہو
اللہ کے لئے ہوگا۔ یہی معنی لہذا صوامع الایہ میں ہیں کہ جنگ کی غرض دنیا میں مذہبی آزادی کا قائم کرنا ہے۔ اور
یہی معنی لاکھ لاکھ فی الدین کے ہیں دین میں کوئی جبر دے۔ بخاری کی حدیث سے بھی یہی معنی ثابت ہیں جہاں یہ کن
الدین اللہ کے ماتحت، امام بخاری حضرت ابن عمر کی اس حدیث کو لائے ہیں کہ جب ان سے ابن زبیر کے معاملہ میں شامل
ہونے کے لئے کہا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ قاتلنا حتیٰ لیسکن فتنہ فکان الدین للہ وانتم تریون ان
تقاتلوا حتیٰ یسکن فتنہ و یکن الدین لعلہ یعنی ہم نے جنگ کی یہاں تک کہ فتنہ نہ رہا اور دین اللہ کے لئے ہو گیا
اور تم جنگ کرنا چاہتے ہو یہاں تک کہ فتنہ ہو اور دین خدا کے لئے ہو جائے جس کے صاف معنی ہیں کہ ہم نے جنگ
کر کے مذہبی آزادی کو قائم کیا تم جنگ کر کے مذہبی آزادی کو دور کرنا چاہتے ہو۔ کیونکہ ابن زبیر کے معاملہ میں دو مسلمان
گروہ جنگ کرنے والے تھے۔ اور کافروں کے غلبہ کا کوئی سوال نہ تھا +

علی و ان کے معنی یہاں زیادتی کی سزا ہے۔ دیکھو ۲۴۳ +

۲۴۳ یہاں صاف حکم دیا کہ حرمت والے مینوں اور تمام حرمت والی اشیاء کا مسلمانوں کو پاس کرنا چاہئے یہاں تک کہ
ان میں ابتداء تک سب قصاص کے طور پر وہ بھی جنگ کریں۔ امام احمد نے چار سے روایت کی ہے کہ کئی صلح حرمت والے مینوں
میں جنگ نہ کرتے تھے۔ اور جنگ کرنے کے لئے حرمت والا مینہ آجاتا تو وقفہ کر دیتے چنانچہ واقعہ حدیبیہ میں آپ نے جنگ
کرنے سے انکار کیا۔ اور جنگ ہوا تو ان میں حرمت والے مینہ کی وجہ سے جنگ روک دیا (مش) +

۲۴۴ اعتداء کے اصل معنی عداوت و لڑائی ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ جب دشمن سے حق سے تجاوز کیا ہے تو اب اس کے
خلاف کارروائی حق سے تجاوز نہیں بلکہ معین حق سے۔ اس لئے دوسرے اعتداء کے معنی عداوت کا علی و ان میں بھی لڑائی
کا بدلہ یا اس کی سزا۔ اور یہی کے مطابق ہے جو عداوت مینہ کو قرآن کریم نے خود ہی عداوت کہا ہے حالانکہ سزا فی الواقع دینی
نہیں ہے۔ اسی لئے مفردات میں قاتل و علیہ کے معنی کئے ہیں قاتل و عداوت اعتداء نہ اس کی زیادتی کے
مطابق اس کا مقابلہ کرو +

علی و ان
حرمت کے معنی یہاں
جنگ کرنے کا حکم

اعتداء

مع
من
القرآن

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا ۚ ۱۹۰

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو اور احسان کرو

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ

کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔ اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَخْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ

تو جو کچھ قربانی آسانی سے میسر کرے اور اپنے سروں کو نہ متحداؤ یہاں تک کہ قربانی اپنے مکمل ہونے پہنچ جائے

۲۴۹ النملۃ حلاط سے ہے اور حلاط موت کو بھی کہتے ہیں اور کسی چیز کے اٹھ سے جاتے رہنے کو بھی گو وہ دوسرے کے پاس مروجہ ہو جیسے حلاط عنی سلطانہ (الحماقۃ - ۲۹) اور بگاڑ اور فساد کے بھی ہلاک ہونے سے ہلاکت الحلاط والنمل (۲۵۸) اور نملۃ وہ ہے جو ہلاکت کی طرف لے جائے

ہلاکت

نملۃ

فی سبیل اللہ موقوف
ہونے والا ہوتا ہے

اپنے ہاتھوں سے اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بخاری میں اس کے متعلق ہے ثلاث فی النفقة یعنی یہ آیت خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی پس مراد اس سے یہ ہوئی کہ خدا کی راہ میں جب چاہے کرو گے تو اموال کی ضرورت بھی پیش آئے گی اس لئے اپنے اموال کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کر دینا یہ مراد ہے کہ خالقیت وین کے لئے اگر اس وقت تلوار اٹھانے کی ضرورت ہے تو کبھی وہ وقت بھی آئے گا کہ صرف مال خرچ کرکے ضرورت ہوگی اس وقت مال خرچ کرو اور ہلاکت بچنا قطع غلیظہ کے حد میں جو صواب کے زامین ہیں اور ایک شخص مصلحت کو چرتا ہو اس کے عمل گنہگار ہو جیسے لکھا ایتا اللہ فی الا نملۃ اپنے آپ کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں ڈال دیا حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا اس آیت کے یہ معنی نہیں فقط انت النملۃ فی الا نملۃ فی الا نملۃ والمال وقتک للہاد۔ ہلاکت تو اس میں عقی کو ایک شخص اپنے اہل اور مال میں بیٹھا رہے اور جاؤ ترک کر دے۔ اسی کے مطابق آیت کا خاتمہ احسان کی تفسیر پر کیا ہے۔ حج بھی گھروں میں بیٹھ رہنے میں ہلاکت ہے۔ اور تسامع اسلام پر اموال کو خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور کسی میں مسلمانوں کا بھروسہ ہے

۲۵۸ احصائہ احصاء دشمن کے روکنے پر اور بیاری کے روکنے پر وہ خون پر لایا جاتا ہے۔ اور مضمنا صرف آخر الزمر (۲۵۸) الہدی۔ ہدایت کے لئے جسے جس کے معنی تھوڑے بل انتم یہاں تک کہ قضاوت (القول - ۳۶) اھلہدی خاص ہے

احصاء احصا

ملا بہ ہدی

روائی کے جابروں کے لئے جو خدا نہ کہہ کرے جاتے جاتے ہیں۔ اور ثابٹ ہوا گائے کی بکری یا بھیڑ (خ) ہے
محل محل سے طرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور ظرف زمان بھی قربانی کے اپنے محل پر پہنچنے سے کیا مراد ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک محلہا الی البیت العتیق (الحج - ۳۳) کے ماتحت قربانی کا بہر حال خاندان کعبہ میں پہنچنا ضروری ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے روکنے پر حد میں سے مقام پر جو کہے فوسل سے قربانیاں کر دی تھیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ وہ جگہ بھی حرام میں داخل تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دشمن روک دے اور قربانیاں حرم میں نہیں پہنچائی جاسکتیں تو کیا کرے ہر اس حکم کا حاصل ہونا جیسا کہ امام صاحب نے شرط لگائی ہے کہ قربانی حرم میں پہنچ گئی ہے نہ صرف قربان شریف میں نہ کو نہیں بلکہ دینے بھی مشکل ہے۔ پس ایسی صورت میں محلہا ہی ہے جہاں روکا گیا یا نبی و اہل قربانی کو دے مان بیاری نبی صورت میں قربانی خاندان کعبہ میں بھی پہنچائی جاسکتی ہے تو اس حد میں بھی محلہا ہی ہو گا یہ آیت ماقبل کو تیلین

محل

ع میں روکا جائیگی
حد میں

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَغَدَاةً مُّزْجِيًا أَوْ وَصَلَةً

پھر کوئی نہیں ہے بیمار جو اس کے سر میں کچھ ڈنک ہو تو اس کا غداہ روزوں سے یا وصلت سے

أَوْ نُسَاكًا فَإِذَا أَصَبْتُم مِّنْهُم بِالْعَمْرِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمِن

یا قربانی سے وہ لگا؟ پھر جب تم میں سے جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ اٹھائے تو قربانی آسانی سے میرے لئے کرے اگر

لَمْ يَجِدْ فَضِيًّا ثَلَاثَةَ أَكْبُحَةٍ الْحَجِّ وَسَبْعَةَ إِذَا رَجَعْتُمْ زِلْكَ عَشْرَةَ كَامِلَةً ذَلِ الْأَمِينِ

نہ پائے تو تین دن کے روزے حج میں لگے اور سات جب تم لوٹ کر آؤ یہ پورے دس ہیں یہ اس کیلئے ہے جس کے

لَمْ يَكُنْ أَهْلًا حَاضِرًا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اہل مسجد حرام میں موجود نہ ہوں ۱۲۵۲۔ اللہ کے تعالیٰ پرہیز اور جان لو کہ اللہ (جی کی) سزا دینے میں سخت ہے۔

ہو کہ وہ ان جگہوں کا ذکر ہے انظار پر یہ کو دشمن حج کرنے سے روکتے تھے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ حج کا ذکر کیا ہے بلکہ ہر روز

اگیا ہے اصل مضمون حج پر جس سے کوئی شرف کیا تھا اور حج پر ہی ختم کیا ہے اور اس کے رکوع مندی حج کا ہی ذکر ہے چنانچہ

حج میں اس وقت رکاوٹ تھی اس لئے دو مہینوں میں جنگوں کا ذکر کرنا چاہا اور سرسبز ہونے سے مراد حالت احرام سے آگے

نہلنا پڑتی تھی اس حالت میں جب انسان احرام باندھتا اور عرفہ دو دن کی پادروں میں بیوس ہوتا ہے اور جب ارکان حج پورے ہو جاتے

ہیں تو اس وقت سرسبزہ اگر یا بال چھوئے کر اگر حاجی حالت احرام سے باہر نکلتا ہے تو سرسبزہ ناگوار حالت احرام کو ملنا پڑا

۲۵۱۲۔ کُت کے اصل معنی مسئلہ میں بیان ہو چکے ہیں یہ ذبیحہ کی بیعت بھی ہے جس کے معنی قربانی ہیں +

یعنی بیاری کی وجہ سے سر کے بال کٹوانے پڑیں یا اور کوئی فعل حالت احرام کے خلاف کرنا پڑے جیسے

باس کے معاملہ میں تو اس کا غداہ دے دے یہ حج بخاری میں تین دن کے روزے یا حج سکینوں کا کھانا یا قربانی

اس کی تفسیر کی ہے +

۲۵۱۲۔ متمم بالحق الی الحجۃ۔ متاع کے معنی ۱۶ اس بیان ہو چکے ہیں اور متمم الحج خاص اصطلاح ہے یعنی حجاج کے

ساتھ خاص طریق پہلانا اور حج تین قسم پر ہے ۱۔ افتادہ تہل ان متمم افتادہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ علیحدہ علیحدہ کر کے شل حج

کے بعد عمرہ کے لئے احرام باندھے یا حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کر لے۔ اور پھر کسی سال حج کے مہینوں میں حج کر کے

قربان دے یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی انہی ریت کر کے اور دونوں کے لئے احرام باندھے اور جب تک

دونوں نہ کر کے احرام نہ کھولے۔ یا حج کے مہینوں میں عمرہ کے لئے احرام باندھے اور احرام کھولنے سے پہلے حج

کو ساتھ ملائے۔ اور متمم یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کے لئے احرام باندھے۔ عمرہ کو کر کے احرام کھول دے

اور حج کے دنوں میں حج کے لئے احرام باندھے۔ گویا یوں عمرہ کو ساتھ ملا کر انسان فائدہ اٹھا لیتا ہے اس کے لئے

بھی فدیہ قربانی یا دس روزے قرار دیتے +

سرسبزہ

نک

متمم الحج

حج تین طرح پر

وَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

اور زود دواہ) لے لیا کرو البتہ بہترین زاد تقویٰ ہے اور اسے فضل والو پر تقویٰ اختیار کیا کرو ۲۵۴

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب سے فضل کی طلب میں لگو ۲۵۵ ہر جہت پر عرفات سے

عَرَفَاتٍ فَإِذَا كُفِّرُوا وَاللَّهُ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ

پھر وہ مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو ۲۵۶ اور اسے یاد کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی

۲۵۴ تَزَوَّدُوا اس کا مادہ زاد ہے اور زیادۃً بڑھانے کے لئے (ذ) و زوداً کچھل بھیر (یوسف ۶۵) مالا زادہم

ایمان کا وسیلہ (الاحزاب ۳۲) فزادہم اللہ مریضاً (۱۰) اور زاد اس ذخیرہ کی کسی چیز کو کہا جائے کہ اس سے زیادہ ہو اور تَزَوَّدُوا کے معنی زود راہ لے لینا +

ج میں عاشقانِ ذریعہ تو سکھایا مگر وہ اس پر کبھی لوگوں نے عاشقانہ فعل تصور کر کے اختیار کیا ہوا تھا اور حقیقت میں وہ نقص تھے ان سے روک بھی دیا جو وہ دین سے کراہت میں جگہ کرتے تو زاد راہ نہ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تنگ ہیں اور ایک روایت ابن عمرؓ کی ہے کہ بعض لوگ حالت احرام میں سفر فرج کو پھینک دیتے اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یا سوال کرتے یا چوری یا کسی اور ناجائز ذریعہ سے مال لیتے کیونکہ اس کے بغیر تو زور نہ رہتا لیکن تھا اس لئے فرمایا کہ زاد راہ ساتھ لے لیا کرو ورنہ مذکور سوال تو گناہ ہے گا اس میں مسلمان کو اہلی دین کی خود داری سکھائی ہے +

اس کے ساتھ ہی ظاہر ہے باطن کی طرف کلام کو پھیر کر دیا یا اس جھوٹے سفر کے لئے زور راہ کی ضرورت ہے تو اس بڑے سفر کے لئے جو سفر آخرت و دنیا ہے کس قدر زاد راہ کی ضرورت ہے اور وہ زاد راہ تقویٰ ہے +

۲۵۵ تَبْتَغُوا اس کا مادہ جی ہے جس کے معنی میاں دروی سے آگے نکل جانے کو چاہنا ہیں مگر ابتغایں تجا ورنہ میں پایا جانا بلکہ فرض کسی چیز کے طلب کرنے کی کوشش سے یہ لفظ مفروض ہے (ذ) +

فضل فضل کے اصل معنی زیادہ ہیں اور اضافی کی طرف سے فضل بغیر کتاب بھی ملتا ہے لیکن جیسا کہ عہدات میں ہے ایک فضل وہ بھی ہے جو کتاب سے ملتا ہے اور ابتغائے اس کے ساتھ لائے سے یہ بتا دیا کہ فضل طلب کرنے سے ملتا ہے جیسے فَا تَنقِصُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (المائدہ ۱۰) یا وَاحْشُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (النمل ۲۰) ان تمام مقامات میں فضل سے مراد وہ مال ہے جو تجارت سے حاصل ہوتا ہے +

بخاری میں ابن عباس کی روایت ہے کہ جاہلیت میں حکماء و مجتہدین اور فہماء و مجتہدین نے خیال کیا کہ جس میں تجارت کرنا نہ بدنامی افروغ نہ ہو اس لئے وہ خیال کیا کہ اصل بیع بیع ہی ہے لیکن اللہ علیہ السلام اور اس کے احکام کو کسی مدخل کو تجارت کہتے ہیں نہیں بلکہ یہ کہنا کہ کما حدیثنا ج سے ذرا فاضل کے جسے وہ بیع کہہ جاتے تھے حانی ترقی کا کمال ہے تو تجارت و بیوی ترقی کا کمال ہے بلکہ اگر وہ بیوی ترقی اپنے اندر بیع کی طرح بیع کے ساتھ بھی تجارت کی حیثیت دیکر تجارت کی ضرورت کو بتایا مسلمانوں نے اگر وہ حانی ترقی کی راہوں کو چھوڑ کر بیوی ترقی کی راہوں کو بھی چھوڑ دے اور تجارت ان کے ہاتھوں میں نہ ہو تو ان کے ہاتھوں میں بیع +

۲۵۶ أَفَضْتُمْ فاض الماء کے معنی ہیں پانی زور سے بہا۔ تری اعینہم تہنیض من الی ہم (الانکسار ۸۳) تَحْو

ناض

ج میں زاد راہ کی ترقی

توزد کا مادہ

ابتغاء

فضل

ج میں تجارت

بیعہ مذہبیری ترقی

بیعہ مذہبیری

وَمَا كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّامِعِينَ ۝ ثُمَّ أَقْبِضُوا مِنْ حَيْثُ

اللہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں میں سے تھے ۲۵۷ ہر قدم ہاں سے ہو کر آؤ جہاں سے

أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ

لوگ ہر کرتے ہیں اور اللہ کی حفاظت مانگو بیشک اللہ حفاظت کرنے والا رحیم کرنے والا ہے ۲۵۸

کے جاری ہونے پر ہر گناہیساہ، ہر نوگوں کے کثرت کے ساتھ ایک مقام سے آئے پہنچے ہوا جاتا ہے گویا پانی کے بہنے کے ساتھ تیلیس ہے (۲) جیسے یہاں اور انگی آیت میں اور اخلاصہ فی الخلد یثبات میں لگ جائے پر بھی ہوا جاتا ہے جیسے لستکم فیما انقضتم فیہ (النور ۱۸۲) ہوا علمہا نقیضون فیہ (الاحقاف ۲۸) +

افاضۃ فی الخلد

عرفات عرف سے ہے معارفہ اور چہاں کسی چیز کے نشان میں تھکرا اور تیرے اس کا پائینا ہے۔ اور یہ علم سے زیادہ خاص ہے اور معرفۃ کے مقابل میں انکار ہے اور علم کے مقابل میں قبول اور عرفات اس میدان کا نام ہے جہاں پر ہم جاتی ہیں ذی الحج کو تمام حاجی اکٹھے ہوتے ہیں جس میں یوم عرفۃ اس دن کا نام ہے کیا اسم باہمی پیدا ہے کیونکہ واقعی اس میدان میں اور اس دن میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور عزت سے سخت دلچسپی اللہ تعالیٰ کے حضور کھیل چلتے ہیں۔ لاکھوں انسان ایک لباس میں ایک ہیئت میں صرف خدا کی عظمت کے نعرے لگاتے ہوئے لیلت اللہم لیلت یاک لیلک لیلت سارہ فری مراتب کو فریق رنگ کو فریق قویت کو ہاڈن تے روندہ دیتے ہیں۔ اور نہ صرف خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں بلکہ نفس انسانی کی فی صبح معرفت بھی ہیں حاصل ہوتی ہے میدان عرفات کو ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اسی میں وہ جگہ ہے جس کو جبل رحمت کہتے ہیں جس پر پھلرا ہر کر خلیب خطیب پڑھتا ہے +

معرفۃ عرفات

عرفات

جمع عرفۃ

میدان عرفات

جبل رحمت

مشعر الحرام۔ مشعر کے معنی تھاہری نشان ہیں اور مشعر الحرام۔ مَن رَفَعَهُ کَانَ مَاسٍ جہاں عرفات سے آگیا ہر کرات کا لیا جاتا ہے۔ وہیں نازم غزب و عشاق جمع کر کے اور پھر غری کی ناز پڑی جاتی ہے +

مشعر الحرام

۲۵۸ اللہ کا نام واپس آنا جاتا ہے +

اسلامیہ کی انتہ

پیدا کیا

۲۵۹ استغفر وا۔ استغفر کا مادہ غفر ہے جس کے معنی ہیں الیاس مایستغفرہ عن الذنوب (۲) اس کا پناہ دینا میرا سبیل سے (یا پناہ سے یا معبود ہوئے سے) بچا رکھے اور اسی لئے کہتے ہیں اِغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا فی الزمر ۱۰۱ میں معبود کا دعا ہے کہ کپڑے کو رنگ لونا نَہْ اَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا کہہ کر وہ میل سے زیادہ محفوظ رکھنے والا ہے (۲) غل غل غل غل کے اصل میں ہر دے نعت محفوظ رکھنا ہیں اور استغفار کے معنی حفاظت کا پناہ اور لسان العرب میں ہے کہ غفر کے معنی ہیں غفیلۃ اور میدان میں دُعا گناہ اور غفر اللہ دُعا گناہ کے معنی ہیں اللہ سے اس کے گناہوں کو ڈھانک لیا (۱) اور غفر خود کہتے ہیں کہ وہ حفاظت کا کام دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے گناہ سے حفاظت دو طرح ہو سکتی ہے ان گناہوں کو ڈھانک لیا (۱) اور غفر خود کہتے ہیں کہ وہ معنی یہ ہیں کہ ان کی نرس سچ جائے گا اس سے بڑھ کر حفاظت گناہ سے یہ ہے کہ ان گناہوں کو ڈھانک لیا (۱) اور غفر خود کہتے ہیں کہ وہ استغفر لیں گناہ سے حفاظت دو فوں پہلوؤں پر مشتمل ہے اور کہیں اس سے مراد گناہ کی نرس سے بچنا ہوتا ہے اور کہیں دُعا سے بچنا کہنا چنانچہ غفلت کی شرح کما ہی ہیں قد غفلت ما تقدم من ذنبک کی تشریح میں لفظ غفر کے معنی پر ادبی سے یوں نقل

غضا

استغفر

وغفر

۳۰۰ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مِمَّا سَلَكْتُمْ فَادْكُرُوا لِلّٰهِ كُنُوزَكُمْ اَبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ

چہ جب تم اپنی عبادتوں کو پورا کرنا تو اللہ کا ذکر کرنا چاہتے ہو تو اس کے بعد

کئے ہیں الغفر السورۃ ہوا مابین الصبر والذکر مابین التوب وعقوبۃ یعنی غفر کے معنی کچھنا یا نہیں اور وہ پتہ اور اس کے ذنب کے درمیان ہے یعنی بندہ کو قصور وار ہونے سے بچایا جائے اور یا گناہ اور اس کی سزا کے درمیان ہے یعنی جو گناہ ہو چکا ہے اس کی سزا سے بچایا جائے اور غفار اور غفور اور غفار جو اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہیں تو وہ بھی ان دونوں معنوں پر مشتمل ہیں اور ان کے معنی بخیر نہ رکھنے والا اور اول الذکر وہ دونوں مبالغہ کے معنی ہیں اور نہایت ان کے معنی میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ غفور عبادہ و عیوبہم الملقباً و زعن خطایا ہم و ذنوبہم یعنی اپنے بندوں کے قصور اور عیوب کو ڈھانک دینے والا یعنی ان سے قصور اور عیب کا ہر نہ ہونے دینے والا اور ان کی خطاؤں اور قصوروں سے درگزر کرنے والا جہاں ساقی کے مقابلہ پر عیضاً و ذلاً کرتا ویلے کہ پہلے حصہ میں ان قصوروں اور عیوبوں کا ذکر ہے جو مرد نہیں ہوتے اور جو قرآن شریف میں ہے فانہ کان للہ و ابین غفوراً یعنی اسے ایسا نہیں (۲۵) اور اب وہ جو ہر وقت خدا کی فکر و جمع کرتا رہتا ہے اس کے لئے خدا کا غفر ہر نابی معنی رکھتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچاتا رہتا ہے اور ان کی جگہ پر نہیں لیتا اور اگر غفر کے معنی عذاب کے چھڑنے سے بچانا بھی لے جائیں جیسا کہ بعض اہل لغت نے لکھا ہے تو عذاب کے چھڑنے سے بھی انسان دونوں طرح سے بچتا ہے یعنی یہ کہ وہ بات ہی اس سے مرو نہ ہو جو عذاب لاتی ہے یا اگر سرزد ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا سے بچالے +

خود قرآن شریف میں اس لفظ کا استعمال دونوں معنوں میں یعنی اولیٰ طور پر رہتا ہے۔ اولیٰ جہاں غفوراً و غفیراً کا انکشاف دیا گیا ہے وہاں ہمیشہ غفور کو پہلے رکھا ہے اور غفر کو دیکھیں اور غفور کے معنی گناہ کو مٹانا یا نہیں اس کی سزا سے بچانا یا نہیں غفر کے معنی اس صورت میں سوائے گناہ سے حفاظت کے اور ہر نبی نہیں سکتے دیکھو ۳۶ و ۳۷ دوسرے مستحق کامرتبہ تمام شیعوں میں بلند تر رکھا ہے الصابرين والصابقین والقاتلین والمنفقین والستغفرین بالکمال معارج دالہ ہوا (۱۶) جہاں پہلے مرتبہ بصر کرنے والے ہیں یعنی جو اپنے آپ کو مشکلات میں روک رکھتے ہیں دوسرے پر مصیبت دیکھا والے تیسرے بڑا جزی کے ساتھ فریاد و ہری اختیار کرنے والے چوتھے پانچ قوتوں اور طاقتوں کا اللہ کی راہ میں نکلنے والا اور سب سے اوپر بیچ کے قوتوں میں استغفار کو لے والے دیکھو ۵۵ و ۵۶ تیسرے استغفار کی ضرورت جنت میں بھی بتائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ بیچ بندی و ریاضات کی دعا ہے کیونکہ جنت میں تو داخل ہی تب ہوگا جب گناہ بچنے جائیں گے اسے جب شیعوں کی اس دعا کا ذکر کیا دینا اہتمام دینا اور دعا و اعظم لنا (الحمد لله) تو معلوم ہوا کہ غفر اور استغفار سے یقیناً مراد اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہنا ہے +

آیت کے پہلے حصہ میں جو ذکر ہے کہ جہاں سے لوگ لوٹیں وہاں سے لوٹو تو بعض قوموں نے جو اپنے لئے قیامت قائم کر رکھا تھا اس کو دور کر دیا ہے۔ تو یہ ادراک نہ جس کے نام سے مرسوم تھے۔ اسے آپ کو دوسرے لوگوں سے متاثر کرنے کے لئے میدان عرفات میں نہ جاتے تھے اور نہ زلف سے واپس آ جاتے تھے۔ ایسے امتیازات کو دور کر کے مساوات کو قائم کیا اور حکم دیا کہ سب لوگ عرفات میں جائیں اور وہاں سے لوٹیں +

اس کے بعد استغفار کا ذکر ہے بعد میں اس کی تفسیر میں ہے واستغفر واللہ ان اللہ غفور رحیم حتی تروا الجمیع گویا یہی جملہ ایکنہ کیوں بچھینکنا اسی استغفار کے ذکر میں ہی آیا۔ اور یہی جملہ ایکنہ حقیقت بتا دی انسان میں اپنے

غفار غفور غفر

غفر غفور غفر

استغفار کا بفتح

جنت میں استغفار کی ضرورت

امتیاز کو دور کیا

یہی جملہ ایکنہ کیوں

ذِكْرُ اِمْنِ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ بِنَا اِنْتَانِیْ لَدُنْیَا وَمَا لَهُ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ وَمَنْهُمْ

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ۲۵۰ پر لوگوں میں سے کوئی کتاب جو ہماری سیسوں دنیا میں ہی آئیگا اور آخرت میں ہر ایک کا جو نہیں ہوگا

مَنْ يَقُولُ بِنَا اِنْتَانِیْ لَدُنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ آتٰنَا لَكَ الْاٰلَ

جس کتاب سے اے ہمارے سیسوں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور میں آگ کے عذاب سے بچا ہوں

مسلک کے لئے عاشقانہ حالت پیدا کرنا اور اس کی عملی تصویر کھینچ دینا تاکہ قلب پر ہر پرا افروغ کی اصل طرح سے اسی لئے سب لباس اُترا کر دو چادروں کے لباس میں لمبوس کر دیا۔ اور عورت و جاہل امانت فیش کے سارے اقبالیات کو یکسر مٹا دیا۔ لیکن یہ پھٹنے میں ایک مسلمان کی یہ تصویر دکھانا مقصود ہے کہ وہ بری کے ساتھ بھی صلہ نہیں کر سکتا۔ نہ بری کی طاقتوں کی طرف سے لاپرواہ ہو سکتا ہے بلکہ پیشہ ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ اور ہر وقت ان کو اپنے آپ سے دو کر کے فی فیش لگا ہوا ہے کسی چیز کی طرف کھینچنے سے مراد ہوتی ہے کہ انسان اپنے پاس پھٹنے نہیں دے گا۔ اور اس کے خلاف جنگ کرے گا۔ اسی طرح ارکان حج میں دوڑنا اور تیز چلنا ہے جس میں تباہی کے ہر قسم کی ترقی روکنا ہو یا دنیوی جدوجہد سے۔ نہ جہد میں بیٹھنے سے۔ توجہ کے گھر کے گرد گھومنا کیسا ہے نیکیوں کے اصل مرکز کے گرد چہرے رہنا۔ یہاں بھی استغفار کے معنی لگنا ہوں سے اور تعالیٰ کی حفاظت چاہنا ہی ہیں۔

جس میں دوڑنا اور تیز چلنا
طواف

۲۵۹ زائد جاہلیت میں حج سے خارج ہو کر کیلے لگاتے اور ان میں اپنے اپنے باپ دادوں کی بڑائی کا ذکر کرتے اس کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کھانا جو حقیقی ترقی کی راہ ہے۔ باپ دادوں کی بڑائی کا ذکر شہرہ و مقصود میں رکھا دے۔ اس سے بڑا کچھ مسلمانوں نے بڑا کمال اسی کو سمجھا ہوا ہے۔ پدرم سلطان بود۔ اپنی بڑائی کے لئے ہی کافی سمجھا ہوا ہے کہ ہم بادشاہوں اور سیدوں کی اولاد ہیں۔ اللہ کے ذکر سے انسان ان ماہوں پر عمل کر سکتا ہے جو خود اس کو مقام عظمت پر پہنچاتی ہیں جیسا کہ دنیا فنا ذکر و فی اذکر کما (۱۵۲)۔

وہاں سے جہاد میں دو
دنیا

۲۶۰ اس آیت میں اور اس سے پہلی میں دو دعاؤں کا ذکر ہے پہلی دعا ان لوگوں کی ہے جن کی ہمتیں دنیا تک محدود ہیں خدا سے بھی کچھ مانگتے ہیں تو اس دنیا کی زندگی کے لئے ہی مانگتے ہیں۔ آج کل کی محذب دنیا کا یہ نقشہ ہے۔ مگر مسلمان لائق تعالیٰ کی تعلیم دیتا ہے کہ تو کو دن دنیا دونوں کے کمال پر پہنچا اپنے بد نظریوں کو جاننے چاہئے۔ عرف ایک کمال امت چاہو۔ حج کے ذکر کے ساتھ اس دعا کا لانا جو دینی اور دنیوی ترقیات کو مسلمان کے اندر حج کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ نہایت موزن ہے۔

حج بھی کر دو تجارت بھی بھرنے دو روحانی بھی حاصل کر دو معراج دنیوی بھی

حدیث بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا بِنَا اِنْتَانِیْ لَدُنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ تھی اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کتنی تھی تو آپ نے یہی دعا بتائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ایک شخص کی بیادہی کو گئے اور اس کی حالت دیکھی تو اس نے کہا میں یہ دعا کہہ رہا ہوں کہ اسے خدا جو سزا دیتے آخرت میں دینے والا ہے وہ دنیا میں ہی دے لے تو آپ نے فرمایا بلکہ یوں دعا لیا کرو:-

دنیا کی حسرت کی
طلب

رَبَّنَا اِنْتَانِیْ لَدُنْیَا حَسَنَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ آتٰنَا لَكَ الْاٰلَ

مَنْ يُحِبُّكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْرِكْ بِهَذَا اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ ۚ فَهُوَ مِنَ الْخَاصِمِينَ

وہی ہے جس کی بات دنیا کی زندگی میں تجھے نہیں واقعی جو سمجھتا ہے کہ اس پر گواہ بنا کر اس کے دل میں گواہ وہ جھگڑا کرے گا

وَلَا تُؤْتُوا سَعْيَكُمْ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ أَرْحَامَكُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَاسِدِينَ

اور جب تم اپنے سواغیر کے لئے زمین میں فساد ڈالو، اور کھیتی اور نسل کو برباد کر دے اور اس فساد کو پسند نہیں کرتا

۲۶۱۔ عجب عجب اور عجیب اس حیرت کی حالت کا نام ہے جو انسان کو اس وقت پیش آتی ہے جب وہ کسی چیز کے سبب سے ناواقف ہو اور اُس عجب کے اصل معنی ہیں اسے قہم میں ڈالا اور خوش کرنا بھی ہے (ت) ۱۰

لَا تَنْتَهِیْ عَنْ سَبِّهِمْ ۚ إِنَّهُم بِآيَاتِنَا كَافِرُونَ ۚ (مائدہ ۱۰۷) اور اللہ گویا سید اللہ دے یعنی جس کی گردن کی دونوں طرفیں تخت ہوں یا بکڑی ہوئی جس پر گناہ کر لیتا ہے اس سے پھر تم نہیں دفع

خصوصاً ہر مصدب یعنی عذاب کا وہ ہے یا ختم کی جگہ جھگڑا یا لڑائی کو دالا ۱۰

مفسرین کہتے ہیں، میں میں مشرق بن افسس کا ذکر ہے۔ مگر قرآن شریف کے الفاظ صاف بتاتے ہیں کہ یہ ذکر عام ہے نہ خاص کا ذکر ہے ابھی بہتر ہے ایسے مفسر ہیں۔ بہتر ہے منصب دل میں ایک قوم کی تباہی کا مقرر رکھ کر ان کی جڑیں کاٹنے چاہتے ہیں، اور ساتھ ساتھ یہ بھی یقین دلاتے جاتے ہیں کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور یہ تجاویز تمہاری بہتری کے لئے ہیں۔ مگر ان کی عام الفاظ کو خاص خاص لوگوں پر محدود کرنا کلام الہی کی پوری کرنا ہے۔ اس ضمن کا تعلق پچھلے مضمون سے اس لحاظ سے ہے کہ پہلے ذکر جنگ کا تھا، اور یہاں بھی اسے کہہ دیا گیا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ وہ باتیں دیکھتی چڑی کرتے ہیں اور اپنے آپ کو نسل انسانی کا جزو سمجھتا ہے کہ وہ ہیں لیکن دل میں ظلم اور فساد ہوتا ہے گویا اسلام کے دشمنوں کا نقشہ کھینچنے والا ایک پیچھے چلنے والے کے ادھی کے احکام کا ذکر ہوتا تھا۔ اور میں رکاوٹ پیدا کرنا دے ایسے ہی لوگ تھے کہ اسے آپ کو مصلح بھی بتاتے تھے۔ گمراہی حقیقت فساد پھیلا رہے تھے ۱۰

۲۶۲۔ قَوْلُكَ كَسَفِيْهُمَا فَكَرِهْتُ عَلَيْهِمَا ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۚ (نمل ۲۶) اور جو اس طرح ڈالی جاتے ہیں حُرث زمین میں بیج ڈالنے اور اس کو زراعت کے لئے تیار کرنے کہتے ہیں۔ اور جو چیز اس طرح ڈالی جاتے ہیں کہیتی اس کو بھی حُرث کہا جاتا ہے۔ استعداد یہ لفظ عورت پر بھی استعمال ہوا ہے اس لئے کہ جس طرح داد کا بغا زمین سے ہے نفع انسان کا بغا عورت سے ہے بعض لوگوں نے نسل کے توہین کی وجہ سے یہاں عورت مراد لی ہے۔ اور امام صادق سے منقول ہے کہ عورت سے مراد وہ ہیں اور نسل سے مراد لوگ ہیں۔ مگر ظاہر معنی زیادہ قرین قیاس ہیں ۱۰

نسل کے اصل معنی انفسا عن النسل کے ہیں یعنی کسی چیز سے علاوہ جو جانا۔ اسی سے قیزی سے غل آتا ہے اسی کے معنی ہیں وہم من کل حداب یفسدون (النمل ۲۷) اور نسل اولاد کو بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ باپ سے نکلتے ہیں ۱۰

پچھلی آیت کے مضمون کو مکمل کیا ہے کہ باتیں کرنے والے کو بہت ہیں۔ اور ہرے بڑے اصل بھی نسل انسانی کی فیروزی کے قائم کرنے ہیں لیکن جب حکومت ختمی ہے تو کیا ہے بعد میں مخلوق کے خواہی اپنی قوم کی بہتری کے لئے زمین کو ویران کر دیتے اور نسل کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اسی کو فساد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ حکومت کی اصل غرض زمین کو سرسبز و شاداب بنانا اور لوگوں

کی بھی غوری کرنا ہے کج کج کی مہذب قومیں مفلوج ہیں بڑے بڑے لہجے جو بے اصول باطنی ہیں اور اسے آپ کو نسل انسانی کا سچا پی خواہ ظاہر کرتی ہیں لیکن جب سوتلے ہو تو دوسری قوموں کو ذلیل کرنے میں اور ان کو انسانیت کی صفات سے محروم

عجب۔ عجب

عجب

اللہ۔ لہذا

خصام

منصب

نڈی

حرف

نسل

حکومت کی اصل

سند انور

۲۶

حق کی مخالفت اور
اس کا مقابلہ

۲۱۱ سَلِّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ

بنی اسرائیل سے جو چیز کہ جس قدر کھلے نشان ہے ان کو دے اور جو اشد کی نعمت کو بدل

اللَّهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

وہ اس کے بعد کہ وہ اس کے پاس آجاتی ہے تو پھر اشد کی سخت سزا دینے والا ہے بیشک

پاس ایسی طرف سے آیا جہر سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ حالانکہ وہ ان ذکر مزا سے استیصال کا سبب جیسا کہ پہلے
الفاظ سے ظاہر ہے ہوا ان کی توحید کے لئے اور ان کو دیا اور ان کو دل الخشیا مانتہم بن مخرجوا وظنوا انهم
ما نقمهم صہم من اللہ فانہم اللہ من حیث الخشیا بنو امس یہود کے دین سے نکلے جانے کے بعد کسی مذہب پر ایسا
کو اور اسلام کے خلاف ان کی کوششوں کے ناکام و کرپے کو اللہ کے آنے سے تعبیر کیا ہے اور یہی مراد یہاں ہے بنی
اللہ کے آنے سے مراد اس امر کی آیت ہے جو ان کی مخالفت کا استیصال کلی کر دے اور ترکیب میں یا مضاف
حذف ہے جیسا کہ اکثر کلام میں آیا ہے اور مراد یا تمہا ہا اللہ ہے اور یا مغول محمد ص ہے اور مراد ہے یا تمہا
اللہ جا وھدہم بہ یعنی اللہ ان پر دھڑلے سے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے

لا ملک کے آنے سے مراد وہی کفار پر عذاب کا آنا اور مسلمانوں کی نصرت ہی ہے سورہ فرقان میں ہے جو یہودین
للانکلة و لہم فی يومئذ الجزا وین (الفرقان ۲۲) یعنی دشمنوں کا آنا جو رسول کی سزا کیلئے ہی ہوا کرتا ہے اور
قرآن کریم میں ان تینوں چیزوں میں جن میں قریش کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے ملائکہ کے آنے کا ذکر ہے جس پر
یہی اشارہ ہے و کیم ۱۱۱ اور ملائکہ کے آنے کی خوش خبری تھی اس کے لئے دیکھو ۱۱۲

پس ملائکہ کے آنے سے مراد کسی قدر ان کو سزا کا ل جانا یا ان کی تھوڑی مغلوبیت ہے اور اللہ کے آنے سے
مراد ان کی مخالفت کا آخری استیصال ہے یہی وہ ہے کہ تینوں چیزوں میں پہلی چیز بدرجہ اولیٰ عذاب میں نزول ملائکہ کا ذکر
ہے جب دشمن مسلمانوں پر چڑھ کر آیا۔ مگر یہ کہہ کر جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ پر چڑھ کر گئے اور کفار کی مخالفت کا پورا ایسا
کیا کہ اللہ کے آنے سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اسلام کا کامل غلبہ دکھایا گیا اور کفر کی طاقت ملک سب میں
ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ باؤں کو جنگوں کے نام سے ظاہر نہیں کیا اس لئے کہ اگر اسلام کا غلبہ ایک وقت جنگ
سے مقدور تھا تو دوسرے وقت دوسری راہوں سے ہو سکتا ہے اور ہاں اللہ میں دو فوں باتیں آجاتی ہیں

و قضي الامر کے دن بھی جتنی ہو سکتے ہیں کہ وہ چاہتے ہیں کہ معاملہ کا فیصلہ ہو جائے اور یوں بھی کہ وہ انتظار
کرتے ہیں حالانکہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ہو چکا ہے اور یہ ہو کر ہے گا۔ دوسرے معنی زیادہ مزید
ہیں اور اس میں گویا اسلام کے آخری غلبہ اور کفر کی مغلوبیت کی پہلی پیشگوئی ہے
۱۱۱۔ ۱۱۲ میں ہر ایک خطبہ مراد ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ضرور ہر شخص سوال کرے بلکہ خود نبی اسرائیل کو اور ہر مناسب
کو جتنا مقصود ہے کہ وہ فکر کریں کتنے نشان ان کو دئے گئے

آیۃ بیدتہ۔ یہ کھلے نشان کیسے تھے؟ اول وہ بھی چیزیں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق ان کی کتابیں
میں تھیں اور جو خدا ان میں مشہور چلی آتی تھیں دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے نشان جو وہ خود دیکھتے تھے جیسے کہ
یہ اہل کتاب تھے اور سنت انبیاء سے واقف تھے

آنحضرت کی صداقت
کے کھلے نشان

كَانَ النَّاسُ أَقْتَةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنْزَلَ

سب لوگ ایک ہی جماعت ہیں پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا تو پھر نبی دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ

مَعَهُمُ الْكِتَابُ بِالْحَقِّ لِيُحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ

حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کر سکیں یہ وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور نہیں مکتبہ

إِلَّا الَّذِينَ أَوْتَوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهُمْ فِي اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا

دیگتی تھی اسی نے آپس کی خدشے اس میں جھٹکا کیا، اسکے بعد ان کے پاس کھلی دیکھیں آپ کی تھیں پس اس نے ہنسنے کو کہا جو ایمان کا

لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِآذِنِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اس حق کی طرف ہدایت دی جس میں (لوگ) اختلاف کرتے تھے، اور مانند جیسے چاہتا ہے سید سے نہ کہ کی طرف ہدایت کرتا ہو۔^{۲۴۷}

بجس سائنات

يَسْتَوُونَ عَنِ الشَّعْرِ الْحَرَامِ وَالْأَفْرِقَةِ قُلْ فَلْيُكْفِرُوا مِنْهُمْ لِيُزِيلَ عَنْهُمْ سَبِيلَ اللَّهِ ۝

تجہ سے موت والے صیغہ کی نسبت دیکھتے ہیں یعنی اس میں لڑائی کی نسبت کہوں میں جنگ کی نسبت برابر اور اللہ کی راہ سے روکتا
کفر و ایمان، المسجد الحرام و خارج اہلہ و الذکر عند اللہ و الفتنة الکبر من القتال
انکے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام سے روکنا، اور انکے لوگوں کا اس سے نکال دینا اللہ کے نزدیک اس سببی برابر اور فتنة قتل سے بڑھ کر بڑھ کر

کوہ

مسلمان جنگ کرنا
کرنا

خطر ہوتا اور کئی وہ مشقت ہے جو خارج کی طرف سے پہنچتی ہے رخ، اور کئی جگہ کا استعمال دووں یعنی پر ہوتا ہے کہ کچھ پر یاد ہو کر
طیعت اللہ سے صراحت کی طرف انتقال کیا، اور فرمایا کہ دشمنان وین اس قدر حق کی مخالفت پر تھے کہ ان کو کفر کا چارہ
ناچار حق کی حفاظت کے لئے جنگ کرنی پڑے گی۔ مگر وہ کسی جنگ سے؟ وہ ہمارے لئے مشقت ہے۔ وہ تم کو ناگوار ہے۔
تم سے بند نہیں کرتے۔ وہ جگہ ہرے چاروں طرف پھیلے ہوئے دشمنوں کے ساتھ ایک نئی پھر مسلمان کیوں کر جنگ کر سکتے تھے
پھر ہر مسلمان کی کمال کی اور مقابل قوم وہ جس کا پیشہ ہی جنگ کرنا چاہا آج سے پھر اس فرض تو جو دنیا کی کچھ کچھ نافرمانی پر
میں ایک نئی بات پیش آگئی اس لئے نا پسند تھی اسلام پر یہ الزام دینے والے کو تو حق کی خاطر جنگ کی جو کریں تو قرآن مجید
کیسے صاف الفاظ میں ان کی تردید کرتا ہے۔ تو مار کرنے والوں کے لئے تو جنگ کا حکم خوشی کا موجب ہوتا ہے ایک اور ناگوار

موجودہ حالت

ساتھ ہی مسلمانوں کو سمجھا یا کہ ایک وقت ایک چیز تم کو ناگوار ہو جاتی ہے اور تمہاری بھلائی ہی اس میں ہوتی ہے۔ ایک بات
کو پسند نہ کرتے ہو وہ آخر کا نقصان کا موجب ثابت ہوتی ہے جو سکتا ہے کہ ان دو دفعوں میں یہ اشارہ ہو کہ اس وقت تم
جنگ کو پسند نہ کرتے ہو مگر تمہاری بھلائی جنگ کرنے میں ہے کیونکہ اس کے بغیر تم زندہ نہیں رہ سکتے۔ ایک وقت تمہارے
کو تم جنگ کو پسند نہ کرو گے اس وقت وہ ہمارے لئے نقصان کا موجب ہو گی یہ دوسری حالت آج مسلمانوں پر جو واقعات
ہی بتاتے ہیں کہ ہر جگہ جنگوں میں مسلمانوں کا قدم پیچھے ہٹتا ہے۔

علاوہ ازیں اصل معنی صرف پرائیں مگر لڑائی کے ڈر ہونے پر یہ لفظ خصوصیت سے بولا گیا ہے جسے کثرت کلمۃ و تکلف تھا
میں اسی لحاظ سے کہید کہ بہت بڑے گناہ کو کہتے ہیں (خ)۔

کہید

صدقہ کے معنی وہ فن آتے ہیں یعنی پھر نا اور رنگ کا تانا دو سرے کو پھر تانا دو روک دینا

صدقہ

پہلی آیت میں جنگ کے مسلمانوں پر فرض کرنے کا ذکر کیا تو یہاں چار حرمات والے مہینوں کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان میں
جنگ منع ہے، اور جب یہ بتایا کہ اسلام اس حرمات کا پاس کرے۔ تو ساتھ ہی یہ بتایا کہ اگر کوئی طرف سے یہاں سال
ہو تب سے خود سب حرمات والی چیزوں کی بے حرمتی کر چکے ہیں اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکا کہ مسجد حرام سے روکا کہ عمارت
مسلمانوں کو مسجد حرام سے محال دیا حالانکہ مسجد حرام کی حدود میں ان کے اہل امن کا دیا گیا ایک مسلمہ تھا۔ پھر ان سب
ماحول کو قطعہ قطعہ سے تعمیر کیا ہے جب فرمایا کہ قطعہ قطعہ سے جڑا ہے اس سے قطعہ کے معنی پھر عید و شعی ہوتی ہے۔ قرآن مجید
میں کہے کہ چار اور سو دفعوں پر یہ قطعہ صراحت سے ان لوگوں اور بھیلیوں پر استعمال ہوا ہے جو مسلمانوں کو دین اسلام اختیار
کرنے کی وجہ سے دی جا رہی تھیں۔ سورہ عنکبوت ۱۰۱۔۱۰۰۔ النساء ۱۰۱۔ البقرة ۱۰۱۔

صدقہ مسلمانوں

فدا کی مسلمانوں
ذیادتی

قطعہ

گناہ کا احترام جدا شہرین جیسے کہ ابن حنبل نے توڑ کئے پھر تھاجرت کے دوسرے سال میں جب گناہ کی طرف سے مسلمانوں کے
خلاف جنگ کے رنگ میں پھر نیا شروع ہو چکی تھی پھر یہ صلح نے عید امیر بن حنبل کو چند آدمیوں کے ساتھ توش کی فریاد کی
بیجا تھا۔ اور جو ہدایت ان کو دی تھی اس میں صاف اسی قدر ذکر تھا کہ ان کی خلاف ورزی اتفاقاً ان لوگوں نے تین توش کے

ان سے، باتیں

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

۲۱۹

بھٹے شراب اور جئے کے متعلق پوچھیں ۱۵۱

منافقوں سے جاودا کا حکم ہے حالانکہ کئی جنگ منافقوں سے نہیں ہوتی +

منافقوں سے جاو

مقدم کو کسی چیز سے باز
جاو ہیں۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ خاناں کا کافی نہیں۔ خدا کی رحمت کے امیدوار وہ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ جہیں کو ترک کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا سارا مال و مالک دیتے ہیں۔ یہ ہجرت اور ہلاکت سے روکتے ہیں۔ حالانکہ مالک لکھنے سے فرج یا دشمن سے جنگ بھی کبھی ہوتا ہے والی باتیں ہیں جو جب اللہ کی رحمت کی ہر وقت ضرورت ہے تو یہاں مرد بھی یہی ہجرت اور جاو ہیں۔

اسی ہجرت اور ہلاکت کو دیکھنے کی وجہ سے مسلمان اپنی اصلاح اور دین اسلام کی اشاعت کی طرف سے غافل ہو رہے ہیں اور بظاہر اٹھانے یا وطن چھوڑنے پر ہی سارا سامان دے مسلمانوں کی زندگی بگڑ جاتی رہ سکتی ہے تو اسی ہجرت اور ہلاکت کو اختیار کر کے صحابہ نے بھی پیئے اس کو اختیار کیا تب ہجرت ظاہری اور جاو سیف کی اجازت ان کو ملی نہ تو مقدم کے کہے کہ یا سیانی حال میں ہجرت

نہاد

خبر

۲۸۱ الخمر منہج کے اصل معنی کسی چیز کا ذہانک دہش ہے۔ اسی لئے خدا اور وحی کو کہتے ہیں کہ جس نے جس نے خمر و ان شریف میں آتی ہے ولیضہن بجمہرہن (الغدر: ۳۱) اور خمر شراب کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ عقل کی جانے تو اس پر پردہ ڈال دیتی ہے ۱۵۲

یعنی انسان عقل سے کام لینے کے قابل نہیں رہتا ہر طرف میں ہی ہے کہ بعض کے نزدیک خمر ہر ایک نشہ دینے والی چیز کا نام ہے اور بعض کے نزدیک صرف انگوڑا اور کھجور کی شراب کا نام ہے اور یہ قیاس اس سے کیا گیا ہے کہ جو علم سے زیادہ اکھڑا ان دودھ خوں سے ہے یعنی کھجور اور انگوڑے کے پتلا ہر سے کا رشا و دجری الخمر منہج کا تین الخمر منہج میں ہر مرد اور دین صرف زیادہ مریع فہم کا نام ہے دیا ہے۔ تلج العروس میں الخمر منہج اس کے معنی خمر و دہش سے نشہ ہر اصل قواعد اس کے معنی

انقلاب کا ذکر کیا ہے حضرت امام ابو حنیفہ کا قول کہ خمر صرف انگوڑے سے اور جمر کا قول ہے کہ جس سے نشہ ہو وہ خمر ہے اور جمر کے قول کو صحیح کہا ہے اور اس پر ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ شراب دین میں حرام ہوتی حالانکہ ان انگوڑے کی شراب طہا

وہ ہر حق صرف ہنسا و دہش کی ہوتی حتیٰ یعنی تازہ اور خشک کھجور کی اور اسی کے مطابق حضرت عمر کا قول بخاری سے نقل کیا ہے۔ پس خمر کے اصل معنی ہر ایک نشہ دینے والی چیز ہیں +

میسر

المیسر۔ میسر مصدع جس کے معنی خواہیں یا اس لئے کہ میسر کے معنی سہولت ہیں اور جئے میں مال آسانی سے

حاصل ہو جاتا ہے اور یا اس لئے کہ میسر کے معنی کٹے ٹکڑے کرتا ہیں اور میسر ان کے اٹل یہ تھا کہ اونٹ ڈیک لگا جاتا اور اس کے ۱۸ چھ کٹے جلتے اور اس تیر ہرے جن میں سے سات کے چھ ایکسے لیکر سات ٹکڑے ہوتے اور جن خالی کو

پتھر شخص کے لئے جو خیرات اس کے مطابق اس کا حصہ قرار دیا گیا۔ یہی شائع کل کی لاٹری ہے۔ میسر کے لفظ میں لاٹری اور ہر کارڈ داخل ہے +

خمر و میسر کا متن

خمر و میسر کا متن
سے ملتی

خمر و میسر کا آج اس میں کیا تعلق ہے اور جہنم جنگ سے جو شروع ہے کیا تقن ہے؟ خمر عقل کو تباہ کرنے والی چیز ہے میسر مال تباہ کرنے والی چیز اور وہ دونوں صلاحت کو فساد پیدا کرنے والی چیز ہیں اس لئے دونوں کا کٹنا ذکر کیا۔ اور جنگ

سے پتھ کے کافی الصیقت و جنگ کے لئے عقل اور مال دونوں کی حفاظت بلا رہے مگر جو ناچنگوں میں بکثرت خمر و میسر اور

پانی مانی ہے تاکہ سپاہی اندھے ہو کر لڑیں مگر شراب سے جو وقتی لذت پیدا ہوتی ہے وہ حقیقی جو ہر شجاعت کو تباہ کرنے والی چیز ہے اس لئے شراب سے روکا ہو کہ لوگ خیرات جنگ کا روپیہ بھی کرنے کے لئے بکڑا کیستے تھے جیسے کبھی لاٹری کا طریقہ

ہے۔ اسی لئے جئے کی حفاظت کے بعد دو یا یہ سال ہے کہ کچھ کیا چھ کریں +

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

اور تجھے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہو بکھر (حاجت سے) بڑھ کر ۲۸۲ ہجی افشہ کا سہ لے کر کھربائیں یا نہ

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ

ناکرم فکر کرو۔ دنیا اور آخرت میں اور تجھے یتیموں کی نسبت پوچھتے ہیں کہو

أَصْلَاحُهُمْ خَيْرٌ وَأَنْ تَخْشَىٰ الطُّغَمَاءُ فَخَوْا نَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمَقْصِدَ

ان کی اصلاح کرنا اچھا ہے اور اگر تم ان سے یل جول کرو تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتے والے کو اصل خبر

مِنَ الْمُضْلِمِينَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

دولت سے (دکھ) پہنچاتا ہی اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں شکست میں ڈالت بیشک اللہ غالب مکت والا ہے ۲۸۳

(النساء ۳۰) یعنی شراب نوشی کے ساتھ افشہ قمار سے قلع پیدا نہیں ہو سکتا اور یا لا خسرہ قلعی حکم حرمت

مقدودہ مائلہ میں نازل فرمایا اس کو حصہ لے لے دیا اس کو شیطان کا کام کہا۔ حاجت بندہ (اس سے بچو)

کا حکم دیا اور آخر میں قلعی حکم کے ساتھ زجر فرمایا ہے اس تدریجی قلعی حکم حرمت شراب میں بھی ایک حکم

یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ گھمبائی کی حرمت اسی وجہ سے کہ اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح دیگر نشہ پیدا

کرنے والی اشیاء بھی اس حرمت کے اندر آجاتی ہیں مگر یہ حرمت عام یعنی یہ طلب نہیں کہ قلعی شراب جس سے نشہ نہ ہو پینا

جائز ہے خصوصیت وجہ حرمت حکم پر اثر نہیں پڑتا۔ اور حدیث میں صاف ہے خفت الغدرا لہذا قلیہا وکثیرہا۔

یعنی شراب فی ذاتہ حرام ہے قلعی ہو یا بہت۔ اور یہی ہے ما اسکو کثیرہ فقط لہذا حرام میں چیز کی زیادہ مقدار سے نشہ

ہو جائے یعنی انسان پر بدست ہو جائے وہ قلعی ہی حرام ہے۔ اسی طرح خاص قسم کی شرابوں کا جواز گناہ حکم قرآنی کا ابطال ہے

اِس البشہ ودائی کے طور پر شراب کا استعمال ناجائز نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ وہ دائی کے طور پر قلعی مقدار میں نہیں دی جاتا

۲۸۲ ہے حدیث میں ہے کہ حرام ہے دو انکرہ مگر حالت اضطرار میں سو بھی جائز ہے اس لئے حالت اضطرار میں جسے ششٹی ہے

۲۸۳ العفو عفو کے اصل معنی کسی چیز کے لینے کا قصداً اس لئے جس چیز کا قصداً اس لئے حالت اضطرار میں جسے ششٹی ہے

یہاں عفو کے معنی امام رافضی نے مایہ نسیل انفاقہ کئے ہیں یعنی وہ چیز جس کا بچ کرنا سہل ہو اور دین مکرر و اکثر ضررین

تاجین نے اس کے معنی کئے ہیں وہ مال جو تمہارے دل کی حاجت سے زیادہ ہو اور دین گنہگار ہے کہ بعض نے اس

معنی بغض اور اطمینان مال کئے ہیں اور جو شے کی ناپاک کمائی کے مقابل پر یعنی نہایت ممنوع ہیں۔ اور حاجت سے بڑھا

ہو مال بھی معنی میں جس کی تائید پر بھی مسلم کی ایک حدیث بھی ہے کہ جب کسی شخص نے ایک دینار کا ذکر کیا تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے پیغمبر

پہنچ کر۔ اور وہ سو کا ذکر کیا تو فرمایا اپنے پیغمبر کو اور تیس کا ذکر کیا تو فرمایا اپنی اہل و عیال کو سلام کی تمہیں گنگ کی یہ غیوایت سنائی

کہ وہ قطار بنا نہیں کرتا۔ اِس بقدر حاجت اپنے نفس اور دل کے علاوہ اور دین و عبادت کے لئے خرچ کرے اگر باقی کو خرچ کرے تو وہ بھی بہت

بڑی بات ہے۔ مسلمان اس پر عمل چل کر دشمن نہیں رہوں وہ یہ کہ بچہ میں ہو سکتا ہے جو ضروریات دینی پر خرچ کر سکتے ہیں

۲۸۳ قحط الطومم خلط ہے جس کے معنی وہ پانی یا دھیروں کے اجزاء کو باہم ملا دینا یا اس اور دوسرے اور شرب اور ہما

شراب قلعی ہی ہے
بہت نیکسار حرام

شراب کا استعمال
بہت دوا

عفو

نفس اور اولاد پر
نکاح

وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَشْرَکَ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاللّٰهِ مُؤْمِنًا خَیْرًا ۚ مَنۢ مَّشَرَکًا ۚ وَلَؤِ اَعْجَبَتْکُمْ

اور شرکوں سے غلو نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور یقیناً ایک مومن بندہ شرک سے بہتر ہو گا وہ نہیں سمجھا کرتے
وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَشْرَکَ حَتّٰی یُؤْمِنَ بِاللّٰهِ مُؤْمِنًا خَیْرًا ۚ مَنۢ مَّشَرَکًا ۚ وَلَؤِ اَعْجَبَتْکُمْ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ
بشرکوں کو (وہ نہیں سمجھا کرتے) یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور یقیناً ایک مومن بندہ شرک سے بہتر ہو گا وہ نہیں سمجھا کرتے۔ یہ اُن کی طرف
اِلَی النَّارِ وَاللّٰہُ یَلْعَنُ اُولَٓئِکَ اِلَی الْاٰخِرَةِ الْمَغْفِرَةُ بِاِذْنِ رَبِّہِ ۚ لَیْسَ لِلْاَشْرَکِ لَعْنُہُمْ بَیِّنٌ لِّمَنۢ مَّشَرَکٍ
بلکہ میں اہل شرک کے لئے لعنہ ہے جس سے آخرت اور حاکمیت کی طرف بلا تپے اور وہ اپنی باتیں کو توں کیلئے کہہ لگا بیان کرتا ہو اگر وہ نہ سمجھتا

کو خلیط کہتے ہیں (خ) پس مخالفت سے مراد شرکت یا باہم مل کر رہنا ہے ۔

اخوان آج کی مجلس ہے ۔ ۵۰ جو ملاقاتوں میں یا باپ یا دونوں کی طرف سے شریک ہو مگر استعارہ قبیلہ یا دین یا
یا معاملہ یا محبت کے شریک رہی یہ فقط بولا جاتا ہے (خ) ۔

اصناف معانی معانی اور معانی کا ایک ہی ہیں گمراہانہ زیادہ شدت کو ظاہر کرنا ہے کہ وہ کسی معانی سے
جس میں خوف اور ہلاکت ہو اور غنت کسی ایسے امر میں مبتلا ہونے کا نام ہے جس میں مشق ہو جائے (کاظمہ پر (خ) اور غنت
مقت فساد و ہلاکت گناہ علی غلط راہ سب پر ہوتا جاتا ہے (۱) ذلک لمن خشی العنت منکم الذنبا ۲۵) وودوا
ما عنکم (الغنت ۱۱۴) عز علیہ ما عنکم (التوبۃ ۱۲۸) و عن العن الوجہ علی القیوم (طہ ۱۱۱) میں غنت یعنی لذت
خضعت بہ (خ) یعنی ذلیل ہو گئے۔ علیہ الغلض من المصلح چونکہ علیہ کے معنی میں تیزی یا دو چیزوں کا الگ الگ کرنا بھی ہوتا
ہے اس لئے اس کا صبر بھی جاتا ہے اور ایسے موقع پر بھی تیز کرنے کے ہوتے ہیں ۔

تیسوں سے مخالفت یہ کہ ان کو کھلنے پھینے میں ہنسنے میں شرکت میں شریک کر لیا جائے۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ دوسری
طرف تیس کے مال کی حفاظت کی سخت تاکید تھی چونکہ تیس کے باطل طغور رکھنے میں بھی نقصان تھا اور تقسیم کے ولی کے لئے
بھی سخت مشکلات تھیں اس لئے مخالفت کی اجازت دی۔ کھانے پینے اور مولیٰ میل چل کی تجارت کی شرکت سے بھی بڑھ کر
ضرورت ہے۔ تاکہ ان کے اندر علی افلاق پیدا ہوں۔ جو سلم کے نزدیک مخالفت سے مراد مصاہرت ہے یعنی وہ تعلقات جو صلح
کے ذریعہ قائم ہوتے ہیں تنہا مل جا سلائی انہیں کچھ تباہی کی چیز گری اپنے ذریعہ میں ہیں تو ان کو کسی صورت میں دکھا جاتا ہے کہ دوسری
کے ساتھ ان کا میل چل بہت کم ہوتا ہے اور ایسا رنگ اختیار کیا جاتا ہے جس سے ان کو اپنے تیس پر ہونے کا احساس نہ ہوتا
رہتا ہے اور اس کا اثر آخر کار غلو کی پہلٹ بڑا ہوتا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ تیسوں کو بصورت طالب علی و غیرہ دوسرے طالب علی
کے اندر مل کر رکھا جائے۔ اس سے جو حالت یہ ہے کہ تیسوں کو گود لگی ہو کر رکھا جاتا ہے کہ اپنا تیس جو نامیش کر کے بیٹھ بیٹھ
پراور بانزاروں میں چندہ جمع کرتے ہیں ۔ یہ اسلام کی تقسیم کے ماسر منافی ہے ۔

۲۸ تنکھ انکھ اس کا اصل ہے اور پنجاب کے اہل حق اعتدالیت ہیں یعنی مردود و عورت کا عقد اعتدال شوالی کے متعلق ہے
بھی بطور استعارہ بولا گیا ہے (خ) ۔

امۃ - مادہ اھوسہ ۔ اور ائیمہ ملکوت یعنی لادھی کو کہتے ہیں ۔
عبد مجبوریتہ کے معنی تذلل ہیں یعنی عاجزی اختیار کرنا۔ اعتدال چار طرح بولا جاتا ہے اول یعنی ملکوتی عقلا

خلافت
اخ

معانی
غنت

حلم

تیسوں سے میل جول

انہیں دوسری

خام

امۃ

عبد

۲۵

سک ملاتاق

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَحْيِيِّ قُلْ هُوَ آدَمِيٌّ فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْحَيْضِ ۚ

اور پوچھتے ہیں کہ یحییٰ کیسے پیدا ہوا ہے کہ وہ خورق کی بات ہے پس جس میں عورتوں سے الگ ہو

وَلَا تَقْرَبُوا هُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا أَطْهَرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اور ان کے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ صاف نہ ہو جائیں پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جس طرح تمہیں

أَمَرَ كُتِبَ اللَّهُ لَنَا وَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

اللہ نے حکم فرمایا ہے کہ جب تک کہ اپنی طرف سے گناہوں سے توبہ نہ کر لیں تو ان کے پاس آؤ جس طرح تمہیں

اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ جو عورتوں کو دیکھنے کے لئے خاص ہے ان کی من فی اللغات

مغفوت

مذکورہ سے تعلقات
کلام کی جامعیتذکر سے مذکور
ذکرمذکورہ سے مذکور
مذکورہ سے مذکورمذکورہ سے مذکور
مذکورہ سے مذکورمذکورہ سے مذکور
مذکورہ سے مذکور

تمہاری عورتیں تمہارے نکیتی ہیں پس جب یاہو اپنی نکیتی میں آؤ اور اپنی جانوں کیلئے (کچھ) آگے بڑھو

اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ تم اس کو ملنے والے ہو اور رہنمائی کو خوشخبری دو ۲۴۹ اور اللہ کو اپنی قسموں کی وجہ

اڈی۔ المکروفہ السیرات یعنی چھٹی کئی کردہ یعنی ناپسندیدہ بات یا القضا الخفیہ یعنی مخفی و خفیہ اور عجب زیادہ ہوتو اس کو ضرر (کہا جاتا ہے) (ت) ۴

یہ طہر۔ طہر نفیس نکاست بھی ہے اور نفیس فیض بھی اور عورت کو جب فیض سے نکل جائے تو ظاہر کیا جاتا ہے کہ
 یہی ہے اور عیب سے پاک جو ظاہر کیا جاتا ہے اور طہریت کے ضمن میں ہر خون فیض مندو گیا اور طہریت کا طہریت کے ضمن میں لکھا

یہاں سے اکتیسویں رکن کے آخر تک بعض طلاق اور بیوہ عورتوں کے متعلق مسائل کا ذکر ہے۔ چہ جائیکہ لوگوں کی مسائل

یہاں سوال ایام میں مقابرت کا جو جیسا کہ جو اب ظاہر ہے اس لئے ہولائی میں اشارہ مقابرت کس طرف ہو گیا؟

یہ شخص جو کھنگھٹا تھا خود سراسر ہی پٹیلیوں کی کھنڈ خود سراسر ہی کلاسا کی پٹیلیوں کی طرح جیسا کہ حالت حیات میں سے کل کر لے کر کے اپنا پرکھ کر چھوڑ دیا، یہی کہنے کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہا ہے اس کے قریب جانا مانس ہے۔ اور وقت ان کر کم..... سبھی غصہ غلوؤں اختیار کر کے نسل کی طرف اشارہ کر دیا ہے، گرام اور ایضاً تھکے تڑکے جب جیض کی زیادہ سے زیادہ گزرتا ہے خود اس دن سے وہ تھک کر دوبارہ صدمہ کا شکار ہو جاتا ہے، ان کی زندگی کا یہ اعتبار کر کے وہ ان کی صحت پر دیکھتے ہے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ ساتھ ہی حالت حیات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۲۸۶ اپنی معذرت میں ہے کہ انہی میں حالت دودھ کا دن دوئیں کا نقل ہو گیا ہے اس لئے وہ اذین یعنی جاں اور کف یعنی جس طرح

عُرْضَةً لِّاِيْمَانِكُمْ اَنْ تَذَرُوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصَلِّحُوْا اِيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

سے اس بات کی تاؤ نہ بنا کر کہتی کرو اور تقویٰ کرو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو اور اللہ سنیے والا جاننے والا ہے

دو دفعہ میں اس آیت سے چھک سے یہاں الٹی کے معنی معنی جیسی مردی ہیں اور روح المعانی میں ہے کہ یہ مینوں میں جی جی سے ثابت ہیں
ایں جہاس کہتے ہیں انی شتم من اللیل والینا وجب چاہو رات کو یا دن کو بھی معنی تریجہ میں اختیار کرنے گئے ہیں

وقن کریم ایک کال کتاب ہے اور اس کے لئے ضروری تھا کہ تمام حالات انسانی کے متعلق ضروری دایات دیتا۔ اسی میں مرد
اور عورت کے تعلقات بھی ہیں۔ مگر آزان شریف کا یہ کمال ہے کہ ان تعلقات کے انہار میں بھی ایسے نظار استعمال کئے ہیں جو رنگ
سے نازک کان پر گرا نہیں گزرتے۔ اور باہیں سب باتیں بھی بتادی ہیں۔ بائبل جیسے عیسائی دنیا مقدس کتاب کہلرتے تمام عالم سے
منہا ناچاہتی ہے اس کے اندر ایسے مضامین ہضتوں کے رنگ میں ہیں کہ بہن کو نہ سنا ہی میں ایک شخص پڑھا شرم سے پسینہ پسینہ
ہو جائے۔ اس تہذیب کے راز میں سواری و باندی سے جو کچھ رنگ کے بارہ میں سنا پڑے کر کا ش کے جو تھے باہیں لکھا ہے اور
پھر اسی باب کی وضاحت میں جن خیالات کا انظار کر عباداں کہ نہ کرے نیچے کیسے۔ وہ مرد اور عورت کے تعلقات میں ایسے نیچے
الفاظ ہیں جن کو ایک عامی آدمی بھی کسی جذبہ سبب میں ہرگز استعمال نہیں کر سکتا۔ مگر زمین حب کا ایک ایسی ہی جگہ سے تیرو سو سال
چیشترک سطح ان نازک تعلقات کو پاک اور خوشہ الفاظ میں بیان کرنا ہے کہ یہاں سے خود اس کا ہر ذرہ حاکم ہی زمانہ کے حوالے
میں اسی تعلقات کا ذکر نہایت شال الفاظ میں پایا جاسکے اور عام مذاق پرانے کہ ان اشعار کو بھی محسوس میں دہرا پایا
ایسا ہی میں ایک مضمون ہے جسے خاست پند لوگ خواہ مخواہ اکل احرار میں بناتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ عورت تمہارے لئے بیڑ
ایک کھیتی کے ہے۔ گو یا مرد عورت کے تعلقات کا حقیقی مقصد دل انسانی کا برصا ہے۔ توجہ نہ کیا یا تم میں میں ملاہ بخاری اور
کے اندیشہ کے یہ مقصد بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایام مضمون میں جو عورتوں کے قریب جانے کے منہ کیا تھا کہ ایک ٹک
اور عورت کی بات ہے۔ اسی کی ایک وہ سری وہ یہاں بیان فرمائی کہ جب اصل غرض دل انسانی کی نشو و نمہ جس طرح کھیتی میں
اصل غرض بیج کی نشو و نمہ ہے۔ یا تم میں میں عورت کے قریب جانا اور ست نہیں بیشک ان کے پاس جاؤ مگر اس اصول کو پیش نظر
رکھتے ہوئے کاس کی کوئی غرض ہے۔ اس غرض کو مد نظر رکھو تو جب چاہو یا جس طرح چاہو یا جہاں چاہو ان کے پاس جاؤ۔ اور اس
پہلی آیت میں صاف فرمایا کہ ان کے پاس جس طرح تمہیں اندیشہ حکم دیا ہے جاؤ۔ کہ حکم خلوت انسانی کے مطابق ہے اور مذ
اسلام کو اسی لئے خلوت کا مذہب بنا یا خطۃ اللہ العالی خطۃ انسان علیہا (الودع ۳۰) پس خلاف خلوت کی فتور یہاں تیر
مرد و سہ۔ ایسی پاک کتاب پر جس اس لئے کہ الفاظ میں کتا یہ اختیار کیا گیا ہے وہ احقر میں کرنا جو اس کے معنی منطوق اور نشانہ
علاف ہے ایک ذیل حرکت ہے

قرآن کریم میں مرد
کا ذکر جنہ تعلقات
بہن و عورت

ستبارہ بکا ش میں
مرد و عورت کے تعلقات
کا ذکر

عورت کے بہن و عورت
جو سہ مرد

انفی شتم سے مرد

مکہ ۲۸ عر ضة عرض سے ہے و کھو ملا اور عر ضة وہ چیز ہے جو کسی چیز کے سامنے حال کر دی جلتے (یعنی بحال کو بھی عر ضة کہتے
اجان و بین کہ جس سے۔ اصل معنی دایاں ہتھ۔ ہتھارے قسم کیسے استعمال ہوتا ہے یا ہتھارے شل کے جھلٹ اٹھانے والا
یا صبا ہلکے کرے والا کرنا ہے (یعنی) +
تجوڑ + جوڑ کے معنی کے لئے یہ کھو ملا اور بہن والی دین کے معنی میں ان کے ساتھ احسان میں دو قسم یعنی خونی (یعنی معنی بندو
کے یہاں ہیں اور یہی المصنف ۲۸ میں جہاں فیر سوں سے سلوک کا ذکر ہے +
طلاق کے مسائل کے لئے ہی ایک امر کا ذکر ہے چکا اب ای ڈگریں ایک دوسرے تہیدی امر کا ذکر فرما ہے۔ طلاق کی ایک
قسم عرب میں ایلاہ کے نام سے مشہور ہے جس کا ذکر انکی سے آیت میں آتا ہے جس میں مرد قسم کھاتا تھا کہ وہ عورت کے پاس نہیں جائے گا

عرضة

بین

بزو

ایلاہ

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

۲۲۷

اور اگر طلاق کا بچتہ ارادہ کریں تو یقیناً اللہ سنے والا جانے والا ہے ۲۹

کسی دوسرے سے طرح کوئے جو قسم کھا لیتا کریں اس کے قریب نہ جاؤں گا اور اس طرح پرستہ مطلق ہو رہتا دھہ خاندانی ہوتی نہ دوسری جگہ طرح کر سکتی۔ اور اس کی غرض صرف حوریت کو دکھ نہ پہناتا تھا۔ اس لئے طلاق کے مسائل میں سب سے پہلے ہی مذہب کا طلع فرمایا۔ قرآن کہ پہلے اول قرآن کو ان قسمیں میں پوئل کر کے جوئی اور نگہداشت حقوق سے نہ کہنے کی نہیں ہیں سن فرمایا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کر بیٹھے تو پھر صرف چار ماہ کی مہلت دی ہے۔ یا اس حور میں رجوع کرے اور رجوع کو بھی حالت طلاق سے ہے جب اگر عقد خاؤ کے استحال سے ظاہر ہے چار ماہ گزرنے کے بعد جس کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن دوسری جگہ طلع کرنے کے لئے سے پھر عدت پوری کر لی چاہئے اور اس کے نزدیک چار ماہ گزرنے پر عدت مذہبہ حاکم خاؤ کو مذکور کر سکتی ہے کہ زیادہ رجوع کرے اور باطلاق دے دے الفاظ قرآنی پہلے خیال کے ہو جیں۔

۲۹۔ عاوداً عاوداً کسی کام کے کر گزرنے پر دل کو مضبوط کر لینا ہے۔

الطلاق۔ طلاق کے اصل معنی بندش سے آزاد کرنا ہیں اور معاہدہ طلع سے آزاد کوئے پر بالخصوص ہوا گیا ہے۔

پراس سے طلاق کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ جو میں طلاق کے متعلق حد مذہبہ کی آناوی تھی حوریت کی کوئی نہ ملت نہ تھی دھما۔ ہ طلع کو کچھ وقت دی جاتی تھی جب چاہا طلاق دیدی جب چاہا دلپس لے لیا۔ یہودیوں کی شریعت میں بھی نسبت طلاق میں زیادہ آناوی تھی بالمتقابل بعض اقوام مثلاً ہندوؤں میں سراج کا ضج ہو ناکی حالت میں جی تاترہ ہندوؤں سے۔ عیسائی مذہب کی بنیادی اینٹ طلاق کے مسئلہ میں ہے وہ ایسا تنگ قانون ہے کہ کچھ علاقہ تمام عیسائی اقوام خود اسے ترک کر چکی ہیں۔ انجیل میں ہے یہ بھی کہ گیا کہ جو کوئی اپنی جوہ کو چھوڑ دے اسے طلاق نامہ لکھ دے پھر جس میں کتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جوہ کو نہ کہے سہلے کسی اور سب سے چھوڑ دے اس سے نہ کرنا ہے اسے جو کوئی اس چھوڑ دہنی سے بیا کرے نہ کرنا ہے کتب ۳۱: ۵۔ ۳۲۔ اس بنیاد پر جو عدت عیسائی اقوام نے قانون طلاق کی بنیاد تھی کچھ اسے زائد سے پاش پاش کر دیا۔ کوشا عیسائی ملک سچے میں کچھ بن الفاظ کو ردی کی ذریعہ میں نہیں پھینک گیا۔ آئے دن کچھ خلاف قانون بننے میں اور سچ کو خدا خدا کر کے پھارنے والے پارینٹوں میں اکٹھے ہوتے اور ان الفاظ کو نامکمل العمل قرار دیتے ہیں کیوں نہ ہر خاؤ کو اگر یہ تھوڑی سی شریعت بنائی تھی۔ پھر اس مذہب کو دنیا میں پیش کرنا کیا شرم کی بات نہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں نے جب طلاق کے معاملہ میں افراط کی تو حضرت یح سے جن کی تعلیم خود مفسر القوم اور نفس انسان تھی وقتی طلع کے طور پر یہ دایت دی تھی بعد میں تنگ لہنے والی شریعت جو تمام حالات میں اعتدال کی راہ پر چلائی بعد میں آئے والی تھی۔

چنانچہ اسلام نے طلاق کے مسئلہ کو صحیح بنیاد پر قائم کیا نہ تو یہودیوں اور عروں والی آناوی باقی رکھی نہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی کٹی ہوئی تو رکھ کر اور ایک ایسے سیادہ کی حمایت کی کہ کسی طرف کچھ خود ساری دنیا کا رحمان ہو رہا ہے یعنی ایک طرف اگر طلاق کی اہم زت دی تو دوسری طرف ہمت سی تقیوہ اور شرف کے باعث اسے کہ دیا۔ بنی کریم علیہ السلام نے قرآن کریم کے اس مسئلہ کو کھٹکا دیا اَبَقَضَ الزَّوْجَ لِلَّهِ الطَّلَاقُ حَامٍ طَلَقَ جَزْءٍ مِنْ سَبَبٍ نَزَاهِ نَاجِسٌ جَزْءٌ مِنْ طَلَقٍ سَبَبٍ۔ یہ نظر ہو ایک مسلمان کے لئے سوائے اس شہرت کے کہ کافی روک ہیں طلاق کے مسئلہ میں جس قدر ہندوؤں قرآن شریف سے قائل ہیں ان کا ذکر آگے آتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اسلام ان ان جوہ کو عین و

ہزم

طلاق

جو میں طلاق

یہودیوں اور ہندوؤں میں طلاق

عیسائیت کا طلاق

۱۔ سب سے طلاق ہیں
۲۔ طلاق کا حکم کیا ہے۔جو طلاق کو کہتے ہیں
نہیں کیا۔

۲۲۸ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں ۲۲۹ اور ان کے لئے جائز نہیں کہ

يَكُنَّ مَخْلُوقَاتٍ فِي أَرْحَامِهِنَّ لَوْ كُنَّ يَعْلَمْنَ بِاللَّهِ الْيَوْمَ وَالْآخِرُ

لھ چھپائیں جو ان کے رحم میں پیدا کیا ہے اگر وہ اس قدر آخوت کے دن پر ایمان لاتی ہیں ۲۳۰

نصوص میں کیا جن پر طلاق دی جا سکتی ہے کیونکہ اسلام کا وسیع قانون سب زمانوں اور سب قوموں کے لئے تھا یہی

وجوہات کا معین کرنا درست ہے جو تاج عیسائی اقوام کی جو سب ایک ہی مذہب کے پیرو ایک ہی درجہ تعلیم و ترقی پر یکساں

قوانین معاشرت و تمدن کے پیرو ہیں یہ حالت ہے کہ ان میں سے کوئی دو قومیں اس بات پر متفق نہیں کہ جو بات طلاق کن

کن اور نہ رکھا جائے پس اسلام نے ایک ایسی راہ بتائی ہے جو عام تقصیر سے خالی ہے۔ حق سے تیرہ سو سال پیش رو بگ

ایک آئی اپنے ذہن سے یہ قانون دینا نہ آتا تھا جب کچھ بڑے بڑے مذہب اور تعلیم یافتہ بھی اس سے عاجز ہیں +

۲۳۱ اَلَّذِي هُوَ وَفَرَأَىٰ فِي بَيْعِهِ مَادَّةً حَقًّا جَبَّ يَسَّ بَشْرًا مِّمَّنْ يَلْقَىٰ يَوْمَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

باقوں کا جائز ہے یعنی بطور و بیع کا اس نے بیع و دو دوں پر الگ الگ بھی بولا جائے دے، مہدوات میں ہے کہ ہر

ایک اسم جو وصفوں کو اکٹھا کرتا ہو وہ الگ الگ بھی ہر ایک پر بولا جا سکتا ہے پس ثلثۃ قراؤہ یہ ہے کہ عورت تین دفعہ صحت

طر سے حالت حیض میں داخل ہو +

ان الفاظ میں گو بظاہر صحت کا ہی ذکر ہے مگر ملاحظہ کو لا کر بتا دیا ہے کہ طلاق دینے کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ

حالت طریض دی جائے کیونکہ عدت مشروع نہیں ہو سکتی جب تک حالت طریض موجود نہ ہو جس سے حالت حیض کی طرف انتقال ہو

در خلاف جو کہ وہ اس عدت دفن اور مینوں کی گنتی سے ہوتی ہے) طلق تو صحت بعد تین میں اسی طرف اشارہ ہے اور صحیح

حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ نے حالت حیض میں طلاق دی تو آنحضرتؐ مسلم صحت ناماض ہوئے اور رجوع کا حکم دیا۔ بشرط

در حقیقت طلاق پر ایک روک ہے کیونکہ حالت حیض میں تو مرد اور عورت الگ الگ ہوتے ہیں اس وقت طلاق کا دینا اس کی

مگر حالت طریض میں ابی بی میں تعلقات محبت قائم ہوتے ہیں اس وقت طلاق دینا زیادہ مشکل ہے +

دوسری حدیث میں جو انہی الفاظ میں طلاق پر لکھی ہے وہ عدت یا زمانہ انتظار ہے۔ اس کی ایک بڑی غرض یہ معلوم ہوتی

ہے کہ عدت ہی معلوم کی ایک دوسرے کی قدر معلوم ہو جائے اور خیالات محبت اگر اس تعلق میں فی الواقع موجود ہیں تو ان خیالات

منا福特 پر جو عارضی طور پر پیدا ہو گئے ہیں غالب آجائیں۔ گو یا طلاق دینے کے ساتھ قرآن واقع نہیں ہوتی بلکہ تین یا تین ماہ

کا وقفہ دیا جاتا ہے جس میں اگر ممکن ہو تو اصلاح ہو جائے۔ صحت و تفریہ میں ابی بی میں صحت و تفریہ کے اصل غرض کو پروری نہیں

کر سکتا۔ اور اگر محبت نہ ہو تو صرف میاں بی بی کے اخلاق ہی تباہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اولاد کے اخلاق بھی بگڑ جاتے ہیں اس

بعض وقت اصل محبت تو موجود ہوتی ہے مگر عارضی طور پر کوئی اسباب منا福特 کے پیدا ہو جاتے ہیں اس کے دور ہوئے اور

خیال محبت کے پھر غالب کرنے کے لئے یہ وقفہ رکھ دیا۔ عدت کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ اگر عورت حاملہ ہو تو اس مدت میں اس کا

ہو جائے جیسا کہ اس سے اگلے الفاظ میں ذکر بھی کر دیا ہے +

۲۳۲ اَلْحَامِیُّ ذِی الْحَنِّ جِیءَ اَوْ دِیءَ مَعْرُوفٍ ہے +

عدت کی ایک غرض تو ظاہر تھی جس کی طرف اوپر کے نوٹ میں توجہ دلائی گئی ہے اور وہ طلاق کی آنادی پر ایک حدیث میں

طلاق طریض
پر لکھی ہے

طلاق پہلی حدیث

طلاق پر دوسری حد
بتدی حد تک

وَبَعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَأَنَّهُنَّ أَصْلَاحًا وَلَهُنَّ

اور اس (دانش)، میں ان کے خاوندانکو وہیں لینے کے زیادہ حقد ہیں اگر وہ اصلاح چاہیں ۲۹ اور ان کیلئے

مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

پسندیدہ طور پر (حق) (ایں جیسے ان پر (حق) (ایں اور مردوں کو ان پر ایک فضیلت ہے اور اللہ غالب بہت والا ہے ۳۰

حضرت کی دوسری نگرانی
ہو یہاں عدت کی ایک دوسری غرض کی طرف توجہ دلائی ہے یعنی یہ کہ اگر عدت کو حل ہو تو اس میں عداوتیں وہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔
چونکہ اولاد میںابی بنی کے تعلقات محبت میں ایک بڑا واسطہ بن جاتی ہے اس لئے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اکثر حالات
میں بی بی کا صاحب اولاد ہو کر تعلق کے لئے مانع ہو جاتا ہے ۴

۳۱ اُولَئِكَ يَجْعَلُ لِلرِّجَالِ مِثْلَ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ يَجْعَلُ لِرِجَالٍ مِثْلَ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ يَجْعَلُ لِرِجَالٍ مِثْلَ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

یہ طلاق پر تحریر یہ ہندی ہے یعنی اس وقت عدت کے اندر اگر اصلاح چاہیں اور اصلاح کا جو حکم ہے وہ بخاوندان سادات کا حقد رکھ

بی بی کو اس کی طرف دلائی جانے میں اس ہر ایک قسم کی عداوت کا جو طلاق کے معاملہ میں اختیار کیا جاسکتا ہے طلاق نہ ہوئے ہیں ماہ کے
میں انسان کو فوب بخود نکاح کو حل کر سکتا ہے۔ اور عداوتی رنجشیں دور ہو کر انسان شہدے سے دور کر سکتا ہے۔ اور اگر بی بی بی بی
میں کچھ بھی جتنی محبت ہے وہ بھنگا کر عام عداوتی رنجشوں کو جلا کر مٹی بن کر قیام کر دے گی۔ اور یہاں اصلاح کا ذکر کر کے اور حق
کا منتقل کرنا کیا اچھا لنگ ملن ہو پھیلے حقوق کو قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے ۵

۳۲ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۲۹ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۳۰ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۳۱ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۳۲ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۳۳ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

۳۴ وَفِي مَوَدَّتِهِمْ مَوَدَّةٌ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ مِثْلُ مَوَدَّتِهِمْ

وَالْحُلُّ دَالِلٌ فَلَا تَعْتَدُوا مَا وَمَنْ يَتَعَلَّ حُلَّ دَالِلٌ فَلَا تَعْتَدُوا الظُّلُمُونَ قَدْ ۲۰۰

یہ اشکی حدیں ہیں پس ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اشکی حد سے آگے بڑھتے ہیں وہ ظالم ہیں ۲۹۵ ہجری ۲۹۵

طَلَقَهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجَ بَنَاتِهِ فَإِنْ طَلَقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ

اسے تیسری بار طلاق دے وہ عورت اس کے بعد جس کیلئے حلال ہے یہاں تک کہ وہ اس کے سرخسی دھڑکاؤ تک نہ پہنچے اور اگر وہ طلاق دے تو اس کے بعد نہ نکاح کرے

يُتَزَوَّجَا كَأَنْ طَلَقَا أَنْ يُقِيمَا حُلَّ دَالِلٌ وَاللَّهُ يَبَيِّنُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

اور ایک سو تری بار طلاق کرے اس کے بعد تو اس کی حلالی نہ ہو کہ وہ اس کے سرخسی دھڑکاؤ تک نہ پہنچے اور اگر وہ طلاق دے تو اس کے بعد نہ نکاح کرے

کے لئے تسلیم اور ایمان راحت کا موجب ہیں جیسا کہ اباس لکھو و انتہی اباس لکھو (۱۸۷) اور اس کا سکون الیہ اعرج

بہنیکر مودۃ و رحمۃ (۲۰۶) سے ظاہر ہے وہ بصورت ناموافقیت حلال نہیں ہو سکتی بلکہ اولاد کا پیدا کرنا اس کی زینت

ہو ایک اور فرض ہے وہ بھی پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ مال باپ کے جگڑوں کا اثر اولاد کے اخلاق پر بہت بڑا ہوتا ہے +

۲۹۸ طلاق کے مسئلہ میں ایک بڑا بیماری ظلم و ہندوستان میں جو مرد پر جوہر ہے وہ یہ ہے کہ عورت کا حق طلاق حاصل کرنے

کا سوائے بہت ہی محدود و محدود حق کے تسلیم نہیں کیا گیا جو حق کے ان حقوق سے جو قرآن شریف نے ان کو دیے ہیں جو وہ کم کر لی

یہ توجہ ہے کہ ہزار ہا عورتیں بلکہ لاکھوں عورتیں اور دروازہ کی حالت میں ہیں جن کو خاندانہ بے بس ہے نہ چھوڑتے ہیں نہ پرستار

میسانی اور آری بن جاتی ہیں یا کوئی اور مذہب اختیار کر لیتی ہیں بعض اس لئے کہ خاندانہ کے علم سے نجات حاصل ہو مگر ہمارے علماء

اور مبلغوں کے کان پر جو نہیں ملتی اور مسلمانوں کو اپنی آنکھوں سے تیار ہوتا دیکھ کر غامض ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عورت

کے حق طلاق کے بعد اس کو خور و زکوٰۃ کا عطا فرمایا ہے یہ اشکی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے آگے بڑھنے والے

ظالم ہیں مسلمان ان الفاظ پر غور کریں کہ خدا نے تعالیٰ ان کو ان کے رویہ کے لحاظ سے کس گروہ میں داخل کر رکھا ہے +

۲۹۹ یہ طلاق کی ناناہی پر اس وقت سے پہلے ہی وہ طلاقیں حاضری علیحدگی ہیں کیونکہ ان کے بعد میاں بی بی کی ہر قسم کی صورت

پرہیز سکتے ہیں لیکن اس حاضری علیحدگی کا فائدہ صرف دو دفعہ دیا ہے۔ کیونکہ اگر حاضری بعد ہی حاضری قائم نہ کی جاتی تو یہ خود ایک

بیابانی جاتی جس سے فرمایا کہ تیسری مرتبہ طلاق کا لفظ انسان کو بے سوچا کر نہ دے غصے کیونکہ اگر یہ وہ چیز نہ کہنے سے اس خلق کو

دوبارہ قائم کرنے سے عوام کو یاد دلا دیتا کہ اسے ایک صورت کے کہ وہ بی بی کسی اور خاندانہ سے غلط کرے پھر خاندانہ کی طلاق نہ دے

ان الفاظ سے جو ایک مسئلہ حلال کا انداز کیا گیا ہے مسلمانوں کی حالت کی وجہ سے اسلام ایک اور دنیا کی حاضری ہو کر

عام دواج پر چڑا ہوا ہے کہ جہاں کوئی شخص بیوی پر نافرمانی ہو ایسا تین طلاق کہی اور حشر کے تین طلاق کہی اور صاحب سے حلال کرنا

کہ پڑیسی ایک حالت کے لئے کسی دوسرے شخص سے ایک فرضی مطلق ہو جیسے اور صحیح کہ وہ طلاق دے دے یہ ایک لعنت ہے جس کا

کھلے پڑیسی ہے اس لئے کہ وہ خلاف قرآن ملتے ہیں حلال کی رسم بھی دراصل ایک جاہلیت کی رسم تھی اور حدیث میں صاف آتا ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے لئے حلال کیا گیا ہے لعنت کی ہے (مشکوٰۃ) اور حضرت عمرؓ سے واسطے

کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس حلال کر کے تو لاوا اور کر کے والا لا یا جائیگا تو میں دو دنوں کو سگسار کروں گا اور حضرت عثمانؓ سے روا

ہے ایک حدیث کہ آپ کے سامنے لا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے تاکہ اس کے خاندانہ کے لئے حلال کرے

تو آپ نے منع کر فرمایا کہ وہ دونوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا کہ وہ پہلے خاندانہ کے پاس نہیں جا سکتی جب تک کہ عورتی سے منع

ہندوستان میں ہر
بی بی طلاق سے
وہ بی بی اور اس کے
بہن بھائی

طلاق و بیابانی
ہندی طلاق کی

حلال

حلال و جاہلیت

حدیث و اصول
یہاں سے انکار
ملوث

۲۳۱ وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلِّغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سِرِّهِنَّ

اور جب تم مردوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی مینا کو پہنچے لگیں تو بیا، انہیں بھی طبع سے رکھو یا حق سداک کے ساتھ

بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّلنَّفْسِ فَاَوْمَنَ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ

کر دو اور ان کو دکھ دینے کیلئے نہ روک رکھو تاکہ تم زیادتی کرو۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے

وَلَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهَ هُزْأً وَإِذَا كُفِرْتُمُ عَنْ اللَّهِ وَعَلَيْكُمْ وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ

اور اللہ کی باتوں سے منہ پھرتا اور اللہ کی نعت کو جو تم پر ہے یا دکر دو اور اس کو بھی جو تم پر کتاب اور نعت

وَالْحِكْمَةَ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

اُمادی جس کے ساتھ تین نیت کرتا ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جانتے والا ہے

ذکرے اور اس طرح میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو (روح المعانی) تو جس نعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے دو کیا تھا وہ

تین مسلمانوں کے لئے ہی ہوتی ہے۔ اور اس کو آٹھ سال کی پوشش ہی نہیں کرتے۔

تو جہاں بھی نہیں

اگر کسی شخص کا یہ خیال ہو کہ قرآن شریف کے الفاظ اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے تو وہ اصول قرآنی سے بے خبر ہے۔

قرآن شریف ایک رات یا مقرر وقت کے طبع کو جائز ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ قرآن کریم کی مصلحت میں وہی ہے جو زندگی بھر

کے لئے ہو۔ پھر وہ دولت کی رضا مندی طبع کے لئے ضروری ہے وہ حال کے مقتضی طریق میں کہاں پائی جاتی ہے یا صحیح

زمانہ کا رہی ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کو دفع کرنے کے لئے پورا زور لگائے۔

بَلِّغْنَ بَلِّغْنَ۔ بَلِّغْ یا بَلِّغْ۔ اصل میں تو کسی مقصد کے انتہا کو پہنچ جانے کا نام ہے مگر کسی اس کے قریب پہنچ جانے

پر بھی بولا جاتا ہے (غ)۔

یہاں آیت تمام مینا کے قریب پہنچنا ہی مراد ہے کیونکہ اگر واقعی مینا کو پورا کریں تو پھر اس کو کھن یعنی روک رکھنا

کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

اجل کسی چیز کے لئے جو وقت مقرر کر دیا جائے وہ اس کی اجل کہلاتا ہے (غ) یہاں مراد عورت کی عدت ہے

یہاں سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک طلاق ایک ایسی ہے کہ نہ لکھ کر اس میں بیعت کا اختیار باقی ہے

ورنہ عدت کرنے کو جو تو روک رکھنا ہی معنی ہے۔

دوسری بات جو اس آیت سے ظاہر ہے یہ ہے کہ عورت کو دکھ دینے کے لئے روک رکھنا ناجائز ہے جس وہ تمام

حالات میں جس میں عورتوں کو بعض دکھ دینے کے لئے روک رکھنا ثابت ہوا ایسے ہیں کہ قرآن شریف کے تحت واقعی طلاق اور

سکتا ہے۔ کثرت سے ایسے واقعات ہیں کہ جن میں خاندانہ کیکر جو رتوں کو ملحقہ ہو کر دیتے ہیں کہ ہم نہ جس طلاق دینگے

نہ بائیں گے۔ یہ قرآن شریف کے ساتھ ہنسی ہے جیسا کہ اس آیت میں صاف فرمایا۔

عورت کو خاندانی
طرف سے روک کر
ناقص طلاق نہلا
سکتا ہے

وَاِنْ اَرَدْتُمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا اسَلَمْتُمْ فَامَّا

اور اگر تم چاہتے ہو کہ اپنی اولاد کو لینے (اپنا دودھ پلانے والی مکہ کو تو تم پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ تم دینا تمنا ہوگی

اَتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

سے پورا دیدو اور اللہ کا تعقلی کرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے

نقد: اگر باب مفاعیلے مگر اس باب میں بعض وقت ایک ہی مراد ہوتا ہے پس اس کے معنی خسر پر نہ بنائی

ہیں

وعلیٰ النوازل حلف سے علیٰ المولود لہ پر اور وارث سے مراد باپ کا وارث ہے یعنی باپ مگر یہاں جو تو کھائے اور
کپڑے کی ذمہ داری اس کے وارث پر ہے

فصل

نشاور مشوۃ

فصل فی فضل بیک چکر دوسری سے ظہرہ کرنا اور فصل بیک کو دودھ پینے سے ظہرہ کرنا ہے

نشاور اس کاہل بننا الفصل سے ہے معنی میں نے شہد نکالیں نشاورا و مشوۃ کے معنی ہیں بات کو
ایک دوسرے کی طرف نوٹ کرنا استخراج لائے کرنا یعنی رائے کا نکالنا (غ)

دودھ پلانے کی

طلاق کے مسائل میں اولاد کو دودھ پلانے کا سوال بالخصوص پیدا ہوا ہے۔ مگر مسئلہ عام طور پر بیان کر دیا ہے گردانی
اور اگر کچھ دودھ پلانے کے دینا صاف بتا ہے کہ اصل ذکر طلاق و حور توں کا ہی ہے۔ دودھ پلانے کی مدت دو سال بیان
فرمائی۔ مگر یہ حکم نہیں کہ صرف دوسرے ایک دودھ پلایا جائے کیونکہ اگر وہ اس آیت میں ہی فرمایا کہ اگر دو دن چاہیں تو دو سال سے پہلے
دودھ چھڑا دیں۔ جیسے کہ کہا ہے پستی مروی ہیں دو سال کی مدت دودھ پلانے کی زیادہ سے دو سال اور دودھ پلانے
سے جو حُرمت رشتوں کی پیدا ہوتی ہے یہ اس کی بیعا ہے۔ دو سال جو نیا دہ کے بچے کو دودھ پلانے سے حُرمت پیدا نہیں
ہوتی تو یا ضحنا ہاں اس طرف اشارہ کر دیا ہے

اور دوسری جگہ فرمایا وحملہ وفضالہ ثلثون شہرا جس میں گل اور دودھ چھڑانے کی بیعا و اڑھائی سال قرار دینی ہے
تو یہ اس کے خلاف نہیں اس لئے کہ ان کی مدت محل چھ ماہ ہے اور اس لئے بھی کہ وہاں کی تخفیف کا ذکر ہے اور محل کا جو چھ
مہینے ہیں شروع ہو کر چھ ماہ اور دودھ پلانے کا دو سال گل اور اڑھائی سال ہوتے ہیں

تسلیم

مسئلہ تسلیم و تقبلیم کا مادہ بھی اسلام کی طرح تسلیم ہے اور تسلیم اور تسلیم کا ہری اور اپنی آفات سے محفوظ
ہوتا ہے (غ) اور تسلیم کے معنی وقفاہ ہیں یعنی اسے بچایا (ت) جیسے ذلک اللہ تسلیم (الانفال ۳۴) اور تسلیم اللہ
کے معنی ہیں میں نے اس کو دیدیا (ت) اور یہی معنی تسلیم کے یہاں ہیں اور تسلیم اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر راضی ہونے کو بھی
کہتے ہیں۔ اور محل کی پوری فرمایا و راضی کو بھی جب اس پر کوئی اعتراض نہ کیا جائے (ت) جیسے ثم لا یجدوا فی انفسہم
حرصا مما قضیت ویسلوا تسلیما (النساء ۶۵) اور تسلیم سلام کہنے کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ایک شخص اپنے
دین اور نفس میں آفات سے بچا ہے (ت) فاذا دخلتم بیوتکم فاعلموا علیٰ انفسکم الذنوب (۱۰۱)

مناہیت

انہیت۔ ایما سے اہل معنی دیتا ہیں۔ مانا انہیت سے مراد حُرمت کا مہر ہے و کچھ ۲۹ خواہ دیدیا ہو یا بھی دینا ہو
مراد یہ ہے کہ کسی دوسری دودھ پلانے والی کے کہنے سے مطلق کے حقوق میں کوئی کمی نہ ہو یا اس کے ہر کوئی حصہ
وہیں دیا جائے

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مِنْكُمْ ذَٰلِكُمْ مَنْ أَرْوَاهُمْ يُنْصَرُونَ بِأَنْفُسِهِمْ أَرْبَعَةً مِّنْ مَّائَةٍ ۚ

اور تم میں سے جن کی وفات ہو جائے اور وہ پیسے یا کچھ پھوسیں وہ اپنے آپ کو چار سو گنتے

اور دس دن

وَعَشْرًا ۚ وَإِذَا ابْلَغْتُمْ أَجَلَهُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْتُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ بِالْمُؤْذِنِ ۚ

انتظار میں رکھیں پھر جب پچھلے مہینہ کو پہنچ جائیں تو اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے بارے میں پسندیدہ طریق پر کریں

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضْتُمْ بِهِمْ خُطْبَةَ النِّسَاءِ ۚ

اور جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہے تاکہ اس کی غلطی تم پر کوئی گناہ نہیں جو تم اشارہ دینا، عورتوں کو پیام پہنچا دو

أَوْ الْكِنَانِ ۚ فِي أَنْفُسِكُمْ عِلْمُ اللَّهِ أَنْكُمْ سَتَدْرُسُهُنَّ وَلَكِنَّ لَا تَوَاعِيلَ فِي هُنَّ

یا اپنے دلوں میں چار سو گنتے خدا جانتا ہے کہ تم ان کا خیال کرو گے لیکن ان سے خفیہ وعدہ مت

سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا لَا مَعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْرَضُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ

کرو اس پسندیدہ بات بیشک کہ اور نکاح کی کر کو پچھتہ مت کرو یہاں تک کہ قرآن یا ہر وقت جاری رہتا

أَجَلُهُ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۚ

کو پہنچ جائے اور جان لو کہ خدا سے جانتا ہو کہ اسے دلائل میں ہے اس سے خبردار ہو اور جان لو کہ خدا بخشنے والا مہربان ہے

۱۳۴ یَتُوفُونَ - بارہ دفعی کے معنی میں بطریق عام دنیا کی ساری امتوں کو پہنچانا۔ وفی اللہ اکبر۔ آؤ فی کے معنی میں حمد کو پڑھنا اور توفیق کے

دفعی توفیق

معنی پورا دنیا اور اس میں مقیم کے معنی پورا دنیا میں (خ) چھانچہ توفیق کل نفس ماکسبت۔ توفیق اور کسر توفیق کل نفس میں وفی کے

استیعاف

معنی (جو توفیق یعنی بالتفصیل سے ہے) پورا دیدیا ہے وقد غلبوا عن الموت والذم باللقی (خ) یعنی توفیق (بالتفصیل) سے مراد موت

توفیق

اور نبرد ہے۔ اور موت اور زندہ میں ہر شے کہ جن سے ہے سو یہی معنی توفیق کے ہیں احوال لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ توفیق کا لفظ کے

معنی قبضہ و حصہ ہیں یعنی اس کی روح قبض کی نہ کچھ اور۔

وفی

یَنْزِلُونَ - بارہ دفعہ ہے۔ مگر اس سے ماضی نہیں آتی مضارع اور امر ہی آتے ہیں۔ اور اس کی مصدقہ استعمال

فعل

میں نہیں آتی بلکہ اس کی ماضی صرف استعمال کرتے ہیں جو اس کے ہم جنس ہوتی ہو اور اس کا

کچھ کمال مطلق کا ذکر بھی باقی ہے اور در بیان میں تعلق دکھانے کے لئے یہ عروق کا ذکر کیا ہے اور کچھ ذکر یہ عروق کا یہ نہیں

یہودی کی عدت چار ماہ اور سو ہر مہینے میں جن جن کو اس کی عدت دوسری جگہ ذکر ہے اور وہ جن جن کو اس کے عدت چار ماہ ہے

یہودی کی عدت

یہودی (الطلاق ۳۰) اپنے بارے میں پسندیدہ طریق سے نکاح کرنے سے امرایا منع ہے یا منع کی نوحہ سے نیت وغیرہ کہ یہاں یہودی عورت

یہودی کا منع

منع کرنے کا معروف قرار دیا گیا ہے جو مسلمان ہندوؤں کی طرح اس سے عداوت کرتے ہیں وہ قرآن کریم کی ہر جگہ حکم کے خلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ

فصل میں فعل کو خود ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے منع کی خود کتابیں۔

۱۳۵ عَمِلْتُمْ - محض سے ہے تعریف و مدح میں کلام کو کہتے ہیں جو صدق پر مبنی ہو سکتی ہو اور کذب پر مبنی یا ظاہر پر مبنی

تعریف

وَأَنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ

اور اگر تم ان کو طلاق دیدو اس سے پہلے کہ تم نے انکی چھوڑا اور تم ان کے لئے مقررہ کر چکے ہو

فَضْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يُعْفُوَ أَوْ يُعْفُوا الَّذِي يَدِيَهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

تو اس کا آدھا (دوہ) جو مقرر کیا ہو اگر یہ کہہ معاف کر دیں یا وہ بخشیں جس کے ہاتھ میں صحت کی گروہ (دہانہ) صاف ہو

وَأَنْ تُعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسُوا الْفَصْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ

اور ایک تمہارا معاف کر دہا تو سنی سے بہت نزدیک ہے اور تم میں نیک سلوک کرنا نہ چھوڑو بیشک جو تم کرتے ہو اللہ اسے

بَصِيرٌ حَافِظُوهُ عَلَى الصَّلَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُ اللَّهِ تَتَبِعِينَ

دیکھتے ہو تم اپنی نمازوں اور اسطیٰ نماز کی محافظت کرو اور اللہ کے فرمانبردار بن کر کھڑے ہو جاؤ

تتبع کا معنی
کثرت مدد

عقد النکاح

فضل

طوق تین سنتوں
جس میں سے ایک

معاذ

وسطی

مسائل طلاق کا
مطلب کرنا ہے

سے دہرہ حالات کے لحاظ سے ہوگی اس میرے لئے زیادہ فریب کے لئے کہ خواہ انسان خود دیکھے یا مالک مقرر کرے لیکن اس کی باتیں
کرنے والوں پر بالخصوص ایک حق ہے اور گواہوں کی دشمنی کے لئے ایک معاوضہ کرکھا ہے کہ کبھی کہ صلح ہو کر طلاق دینے سے
بہت کثرت سے روکتے تھے اس لئے لوگوں کو گمان ہوا کہ ایسی صورت میں طلاق ناجائز ہوگی تو یہ آیت اُجڑی کیونکہ فی الواقع حالات
انسانی کے یہ اختلافات میں ایسی ضرورت بھی پیش آسکتی ہے +

الَّذِي يَدِيَهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ جو عقد طلاق دینے یا ختم کر کے کو کھولنے کا لفظ دہا ہے اس لئے اس سے مراد وہاں
ہے اور یہی تعریفی کر صلح سے مروی ہے (د - ج) +

الْفَصْلُ - وہ عطیہ جس کا تبادلہ طے ہوا نہ ہو بلکہ وہ نہیں دیکھو ۱۳۳ پس یہاں فصل ترک کرکے سے مراد وہی ایسے عطا یا لاؤ
جس کو جاری زبان میں سلوک کرنا کہتے ہیں +

غوت نہیں ہوتی اور مقررہ چکا ہو تو طلاق پر ضعف ہوا کرنا ہوگا لیکن اس صورت میں جو رت کو اختیار ہے کہ بغیر صلح کے
بھی چاہے تو مقررہ کر سکتی ہے لیکن زور اس بات پر دیا ہے کہ رعایت حقوق یہ چاہتی ہے کہ مرد ہی اپنا حق معاف کر لے جی اس صورت
میں نصف نہیں بلکہ پورا مرد پر دیا جیسا جہیز و طہر سے رعایت ہے کہ انہوں نے ایک بی بی سے صلح کیا اور قبل غوت کے طلاق
دیئی تو سارا مرد کا دیا اور فرمایا کہ چھ پر زیادہ حق ہے کہ اس حق کو چھوڑ دوں +

عُقْدَةُ النِّكَاحِ باب معاملہ سے معذرت میں ہے کہ باب معاملہ کے استعمال میں یہ جہیز ہے کہ نازش سے لئے ہوئے صحت
کرتے ہیں اس کے اوقات کو کچھ دیکھتے ہوئے اور اس کے ارکان کی رعایت کرتے ہوئے اور پورے دہے کے ساتھ اس کے قیام میں
کوشش کرتے ہوئے اور نہ ان کی حفاظت کرتی ہے وہ حفاظت جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نازش بیانی اور بدی سے بچانی ہے
ان الصَّلَاةُ تَتَّبِعُونَ الْفَحْشَاءَ وَالْمُنْكَرَ الْعَنَكَبُوتُ ۲۵ +

الْوُسْطَىٰ الوُسْطَىٰ کا استعمال بھی مکان کو لکھا ہے مگر یہاں وہ بھی دہے کے لحاظ سے یعنی جو چیز فرط و تقریر سے محفوظ ہو کر ماند
ہو دے گا یعنی درجہ کی چیز پہلی یہ لفظ بولا جاتا ہے - اور اس چیز پہلی جو دوسری دو چیزوں کے درمیان ہو +

مسائل طلاق کے ذکر میں نازک ذکر ہے ربط خیال کیا جاتا ہے - ذیل کے امور ربط جاتے ہیں - اول اصل ذکر جب تک کہ اقرار

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرَجَلًا أَوْ مُرْكَبًا

پھر اگر تم کو ڈر ہو تو پیل یا سوار سے چل کر نماز پڑھ لی جاوے

طلاق کے مسائل بھی ایسی ذیل میں آتے تھے اور یہاں بھی بالخصوص جب تک کی ناز کا ذکر ہے۔ جیسے اگلی آیت سے ظاہر ہے دو ٹکڑے طلاق کے مسائل میں بابار توفیق کی ہدایت کی ہے۔ نماز توفیق الہی کی ہے اس لئے اس مضمون کو ختم کرنے سے چند چیزوں کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ سوئم ہے بتانا مقصود ہے کہ طلاق وغیرہ سب فرہی مسائل ہیں۔ اصل چیزیں یہ ہیں کہی ناسے پس تعلقات دنیوی میں پھنس کر کڑا رکھی سے غافل نہیں ہو جانا چاہئے ۰

الصلیۃ الوسطیٰ کے متعلق بہت بحث ہوئی ہے۔ بخاری میں بھی اس کی کرم صلوٰۃ سے مروی ہے جس میں الصلوٰۃ الوسطیٰ حتیٰ قیام الشمس یعنی اذان کے دن کھارے میں وسط کی ناسے روک رکھا ہو تاکہ کسبہ خوب ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے نماز عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ فرمایا جو یہ طحا و وقت بھی وہی تھا اور بجا طہ مرتبہ بھی اسی وجہ کی جو کہ ذکر کا وہ بائیکا وقت بھی یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناز میں پہنچ ہیں کیونکہ صلوات جو جہ سے تین یا زیادہ پڑھا جائے گا ایک ناز کے وسط میں ہونے کیلئے تصاویر مت جائے یعنی کو ناز کا ناز میں اور پہنی چاہئیں ۰

۳۰۰ دیکھا نا۔ کتب۔ رکب کی جگہ جس کے معنی ہیں سوار اور رکوب اس میں حیوان کی پیشہ پر چڑھنے کا نام ہے اور پھر ہر سوار پر پڑا جاسے جیسے کشتی یا ریل۔ بعد ازاں کھال کیل یا پاؤں کیل سے جو کچھ معنی یہاں ہے والا کیونکہ کھال کیل یا پاؤں کیل سے ہے جب نازی کی حفاظت کے لئے تاکہ نہ ٹوٹے تو یہ بھی بتا دیا کہ ناز کو کسی صورت میں نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ کسی قسم کا خوف ہو۔ دشمن کا خوف ہو یا کوئی اور خطر بھی کہ انسان ریل پر سوار ہے اور خوف ہے کہ اگر ناز پڑھے تو ریل چلی جائے تو ناز یا کہ حالت خوف میں بھی ناز کو ذکر دکر وہاں جس حالت میں ہو اسی حالت میں پڑھ لو۔ یہاں تک کہ اگر انسان پیدل چل رہا ہے اور خطر ہے تو اسی حالت میں ناز پڑھ لے اور گھوڑے یا گاڑی یا کشتی یا ریل پر سوار ہے تو اسی حالت میں پڑھ لے۔ مگر ناز کو ذکر کرے۔ کتنے مسلمان ریل میں سفر کرتے ہیں اور باطل خانے ہوتے ہیں مگر ناز نہیں پڑھتے۔ جو حکم اس قدر وہ کہ تھا اس کی کچھ کیا گت جی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک ناز سے بڑھ کر غیر ضروری چیز ہی کوئی نہیں ۰

دشمن سے خوف کی حالت بھی یہاں آجاتی ہے۔ نحو سورة النساء ۱۰۱۔ میں دشمن کے قتل کا جرح الفاظ میں ذکر ہے مگر ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ وہاں پھر بھی جمع ہو کر ناز پڑھنے کی صورت باقی ہے۔ یہاں ایسی صورت نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ خوف اس سے بھی زیادہ ہے۔ بالفاظ دیگر جینک دشمن سے خوف کی صورت میں اجتماع کی حالت میں ناز پڑھنا ممکن ہو سورة النساء کی آیت ۱۰۱ کے مطابق پڑھی جائے اگر اس طرح ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح انسان چلے سکے پڑھے۔ پیدل چلتا ہو۔ سوار سوار کی حالت میں۔ اسی کی تائید میں بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر کے الفاظ ہیں جو اس حدیث کے آخر میں ہیں ایک ایک رکعت ناز با جاعت پڑھے گا اور دوسری پڑھی جائے پوری کرنے کا ذکر ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر خوف اس سے زیادہ ہو تو پھر پیدل یا سوار قبلہ کی طرف یا غیر قبلہ کی طرف جس طرح ہو ناز پڑھ لو ۰

صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر

نماز کی تصانیف

ماکب۔ رکب

داخل۔ ریل

حالت خوف میں

خوف میں ناز پڑھنا

فَاذْكُوا مِنْهُ فَاذْكُوا اللَّهُ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ رَبَّهُمْ ۲۴۰
 ہر چہ ہرگز نہیں ہر جا و ہر جگہ کہ یا مگر جس طرح اس نے تمہیں سکھایا تو تم نہیں جانتے تھے کہ اس میں سے کون کی وفات ہو جا

۲۴۰ منہم - امن کے اصل سے ہیں موت کا جاتے رہنا اور علیہا ان سے یعنی یہ گروا کی کے بعد سکون کا ملنا (۲) +

اذکوا واللہ - ڈکری کے معنی کئے و کھو بلا اللہ کی یا د یا اللہ کی شاکو یہاں کو ناز کے خایم مقام رکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں ناز ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عقلی سطحی صورت ہے +

امن
 ہرگز کو شکی بہتر
 صورت ہے -

ہل قرآن کی عقلی

جب خوف کی حالت کا ذکر کیا کہ اس میں جس طرح ممکن ہو ناز چھو تو ساتھ ہی امن کی ناز کا بھی ذکر کیا یا کچھ دوسرے تعلیم کے مطابق ہر جا اللہ تعالیٰ نے جنہیں دی ہے جس سے معلوم ہوا کہ امن میں ناز کی صورت اللہ تعالیٰ اس سے پہلے مسلمانوں کو سکھایا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ لوگ ہل قرآن اگلے ہیں وہ اس ارشاد و خدا دہی کے صحیح خلاف ناز و خوف سے ناواقف تھے اس کا قیاس کرتے ہیں حالانکہ ناز و کرم میں ہی فرض ہوئی تھی جاں بہر حال اس قسم کا خوف دشمن سے کوئی نہ تھا۔ اور یہ نامکن ہے کہ ناز کی فرضیت تو کرم میں عذر کی گئی ہو لیکن یہ نہ بتایا گیا ہو کہ وہ ناز کی طرح ادراک نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مسلمانوں کو اس وقت تک انتظار کرنا تھا جب جنگ شروع ہو جائیں اور پھر خدا نے تعالیٰ ناز و خوف کی صورت بتائے تب وہ اس سے ناز امن کا قیاس کریں لیکن اس آیت نے فیصلہ کر دیا کہ ناز و کرم ناز امن تو ہم کو سکھایا ہے جس طرح اس کی تفصیلات تو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ تعلیم اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی رضی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور آپ نے آگے لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ قریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تعلیم کو اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف منسوب کرتا صاف بتاتا ہے کہ یہ بھی وہی آدمی سے تھی۔ مگر جو نگہ وہی مسطور قرآن شریف میں قوسہ نہیں اس لئے اسے وحی رضی کے نام سے مرسوم کیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ خدا کی وحی سے تھا۔ وحی کی اقسام کے لئے و کھو اللہ و تعلق - ۵۱ +

وحی رضی سے ناز کا
 سکھایا جاتا

ن
 عذ کی تفصیلات تو
 جس جنگ اشاہ

ادراک کر کے کہ جسے کہ اشادات کے رنگ میں ناز کی رکعات ارکان وغیرہ کا ذکر قرآن شریف میں پہلے ہی ہو چکا تھا۔ تو اس سے کسی کو اغلا نہیں لیکن ان اشادات سے کوئی شخص ناز کی ایک صورت خایم نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ کا یہ ناز ہو کہ ناز کی ساری تفصیلات کو قرآن کریم میں ہی بیان فرما دے تو جس طرح روزوں کا ذکر ایک جگہ کر دیا۔ ہلاق وغیرہ کے احکام کا ذکر ایک جگہ کر دیا۔ اور ان باتوں کو اشاروں پر نہیں چھوڑا اسی طرح ناز اس کے ارکان اس کی رکعات اس کے اوقات اس کی ترتیب کا بھی ذکر بہر صحت ایک جگہ کر دیتا۔ اور یا اگر اشادات ہی دینے تھے تو باقی احکام کے متعلق بھی اشارات ہی ہوتے۔ حالانکہ اگر دوسرے احکام اشارات میں بھی ہوتے تو ہرچ نہ تھا وہ فراموش ہوتے۔ اور ناز کو تو وحی رنگ میں اصول وین میں سے قرار دیا ہے۔ اور یہ ہر مومن کو روزانہ پانچ وقت پڑھنی ضروری ہے اور کوئی حکم ایسا نہیں جس کا اس قدر تعلق ہر انسان کی زندگی سے ہو کہ بار بار روز و رات ہر جا جیسے ہی حق یہی ہے کہ ناز کی اصل ہیبتیات چونکہ دیکھنے سے متعلق کچھ نہیں اور اس کی تفصیلات بہت بڑی کی تھیں اس لئے ان تمام باتوں کو اپنی وحی رضی سے ہی قریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام است کو اس طریق پر تعلیم دیدی۔ اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ یہ ناز ہماری سکھائی ہوئی ناز ہے محمد صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو تذکرہ نہیں ہے +

وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ

اور وہ بیویاں دیکھ چھوڑیں جنہی بیویوں کیلئے سال تک فائدہ اٹھانے کی دیکھ کر، حکم سے بغیر وصیت کریں۔

فَإِنْ خَرَجَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ فِي مَا فَعَلْتَ فِي أَنْفُسِهِمْ مِنْ مَعْرُوفٍ

پھر اگر وہ خود چلی جائیں تو تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں جو انہوں نے بھلائی سے اپنے حق میں کیا ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَتَاعٌ بِمَا مَعْرُوفٍ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝

اور اللہ غالب حکمت والا ہے ۱۳۱ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کو اپنے عہدہ طور پر فائدہ پہنچانا چاہئے جو حق میں پاک ہیں

۱۳۲ وصیۃ نصیب کی تصریحوں سے یہ صحت وصیۃ کا ایک قرآن تکبیر علیک وصیۃ ہے جس کی وصیۃ

اس آیت کے تحت لے کر صاف میں اس کو نسخ قرار دینے پر جب آئے ہیں کہ اس کا اصل مضمون طلاق پر وہ عورتوں سے احسان ہے۔

پہلی بار دوسری آیتوں میں طلاق کو نسخ میں یا اس کے ساتھ احسان کا حکم ہے اس میں یہ کہ نسخ دینے یا اس کے ساتھ احسان کا حکم ہے یہ نہیں

کاس کا ورثہ کی آیت نے یہ کہ وصیۃ داشت دیکھ کر نسخ کو یا اس لئے غلط ہے کہ جب طلاق کو ہر سے علاوہ متاع یا سامان دینا صحیح ہے یا

اباوی قریہ کو وصیۃ کے ساتھ متاع دینے کا حکم میں کیا ہے جو طلاق کا متاع عدت تک پہنچے یہ کہ اس کی حالت اس کی زندگی کی ہوتی

اگلے مسکو عدت سے کچھ زیادہ متاع کا حکم دیا اور اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ کچھ چل چل پورے مدت میں خود اس کا حال کے اور ایک دو کام

بعد نصیحت کے سال ایک سال بن جائے اور وصیۃ کیلئے بھی تو حکم ہو کہ اگر اس کے ہر وقت میں حل تک کے اخراجات بروقت کو یا اس کے اخراجات

اس طرح یہ آیت ۱۳۲ کے مضمون کے خلاف نہیں کیونکہ وہ اس کی عدت چار ماہ و اس میں تمام کی ہے تو یہاں عدت

کو نسخ نہیں کیا بلکہ یہاں متاع کا ذکر ہے جو وہ گویا جائے یا بیچ ہے کہ وہ متاع اسی عدت میں ہے یہ کہ وہ طلاق کے بعد کہ جب طلاق

کلیں تو پھر اس کا دور کرنا پسند ہو جائے گا۔ اسی لئے اس آیت میں صاف فرمایا ہے کہ اگر یہ عدت پوری کر کے خود چل جائے اور صلح

کرے تو پھر اس کا تم کوئی گناہ نہیں فی ما فعلت فی انفسہن من معروفتیں صاف صلح کی طرف اشارہ ہے پس وصیت صرف عدت

کی ضرورت کیلئے ہے اگر اس کو ضرورت نہیں تو وہ اختیار رکھتی ہے کہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے ۱۳۳

راہی کا احکامات میں اس آیت کی نسخی کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اس کی عدم نسخی کا بھی ذکر ہے۔ اول تو جہت یہ کہ نسخی کوئی قوت نہ

کسی عہد کی کوئی قوت نہ ہو کہ یہ آیت نسخ ہے وہ روایت صحیح نہیں مانی جائے اور اگر اس کو صحیح مانا جائے تو صلح کی عدم نسخی کو بھی نسخ ہے

جب وہ متاع اول موجود ہوں تو کیا وہ ہر کے نسخی کے قول کو صحیح مانا جائے اور یہ نسخی کے قول کو صحیح نہ مانا جائے چنانچہ ان میں ازہر کہ

نسخی کے متعلق ہے وہیں بخاری میں مجاہد کا قول یہ نسخی کا موجود ہے جو فرماتے ہیں کہ یہ آیت ۱۳۳ منہل ہوئی اور وہ عدت اس کے

خداوند کے نزدیک کئی جاتی تھی فاقول الله والذین یتوفون منکم مدین رہن اور اوصیۃ لوزیم متاعاً علی الخلفاء غیر اخراجی

اس کے بعد یہ تازل جاتی ہیں جب یہ آیت بعد میں نازل ہوئی تو اس کا نسخ ہوتا ہے نسخی ہے پھر اس کا زلزل ہی لے نسخی ہے کہ یہ کچھ

آیت کو نسخ نہ مانا جائے وہ پہلے نازل ہوئی تھی پھر چارے صاف الفاظ میں اسے نسخ بھی قرار دیتے ہیں کہ وہ بخاری سے نقل کیا ہے

یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ بعض عدت کو اختیار دیا گیا ہے وہ چاہے اس سے فائدہ اٹھائے چاہے نہ اٹھائے۔ پس نسخ کی کوئی جگہ

نسخ کے قول کو اگرچہ عدم نسخی کے دلائل لانے سے امام بخاری نے اپنا مذہب بھی عدم نسخ کا ہی ظاہر کیا ہے ۱۳۴

اصحیث لا وصیۃ لولث بھی خود احادیث سے جو قرآن کریم کی اس آیت تسلیم کی نسخ نہیں ہو سکتی بلکہ خود اس حدیث

یہ کہ ایک سال
صلح کا عہد آیت
نسخ کے خلاف نہیں

نسخیہ عدت کے
نسخ ہے

نسخ عدم نسخ
کے احوال

حدیث دومیت
وہ حدیث

ترجمہ
ترجمہ کی تفسیر
ترجمہ جگہ

كَذٰلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ اَلَمْ نَرَمْ اِلَى الدِّينِ خَرَجُوا ۲۲۲

اس طرح اللہ تعالیٰ باتیں تمہارے لئے کھل کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھ سکیا تو ان کے حال پر غور نہیں کیا جو

مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اَوْفَ حَلِّ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ

موت کے ذمے اپنے گھر سے اٹھ کر آئے اور وہ ہزاروں تھے پس اللہ نے ان کو قتل کیا کہ تم جاؤ پھر ان کو زندہ کیا

اِنَّ لِلّٰهِ لَازِدُ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ اَكْثَر النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

یقیناً اللہ اور لوگوں پر بڑے فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ۳۱۱

کے بھت مانی جانے لگی جو قرآن شریف نے یہاں کر دی یعنی سچوہ کھلے ایک سال تک نام و نفقہ اور مکان کی وصیت
جائزے البتہ تعالیٰ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم کے رنگ میں نہیں بلکہ محض سفارش کے رنگ میں فرمایا گیا ہے یا اجازت
کے رنگ میں کہ اگر خواہ مذکورہ وصیت کہے تو جائز ہے ۛ

۳۱۱ ان آیات سے ثابت ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ حوروں کو سامان دینا جائز ہے اور یہ مزید بطور احسان ہے جو لوگ ہر
کے حقوق کی پوری رعایت کرنے والے ہیں ان پر بھی ایک حق ہے اسلئے فرمایا احتیاطاً للفقہین ۛ

۳۱۲ اللہ تعالیٰ کو جب کئے استعمال ہوتا ہے اور اس واقعہ پر استعمال ہوتا ہے جو کمال شہرت حاصل کر چکا ہو اور مطلب اس
یہ ہوتا ہے کہ مطلب اس امر پر کہ یہ کوئی نہ کوئی حیثیت جیسا کہ امام صاحب نے لکھا ہے کسی طرح ہے۔ آگے سے عقل سے غلطی
فصل سے اور لکھا ہے کہ عقلی ہر قواس کے معنی ہوتے ہیں ایسی نظروں سے اعتبار فرمائی ہو کہ ناقص ہو۔ ان جو جریہ یعنی اس کو ذوق
القلب ہی قرار دیا ہے ۛ

المعروف

وہی

دیار دار کی جمع ہے اور دار منزل کو کہتے ہیں یعنی جہاں کوئی شخص رہتا ہے ۛ

دار- دیار

الف الف کی جمع ہے جس کے معنی ہزار ہیں کیونکہ الف ایسے اجتماع کو کہتے ہیں جہاں اتحاد ہو۔ اور ہزار میں گویا اعداد کا
اجتماع ہوتا ہے (غ) ابن زبیر الف کی جمع قرار دیکر اس کے معنی متعلق الف کو کہتے ہیں (د) یعنی ہم الف کے معنی پہنچے
وہ اجتماع و اتحاد کی حالت میں تھے یا قوم کی قوم یا جماعت کی جماعت محل پڑی ۛ

الف الف

۱۔ ہمنن عزت و جگہ ہے۔ ۲۔ اٹھنا یا ت میں یہ صحت ہے اور اس کے معنی کا ہمنن ہی ہے رسول یہ ہے کہ وہ
کوئی قوم یعنی چھگوں سے غلبہ و ہمنن کہتے ہیں وادو ان کے رہنے والے تھے طاعون سے بھاگے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو
بلکہ پھر زندہ کیا تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاۃ قدس کوئی بھگا نہیں سکتا۔ دو سر قول ہے کہ بنی اسرائیل
میں سے ایک قوم تھی ان کے بادشاہ نے ان کو جاو کی طرف بلا یا انہوں نے انکار کیا خدا نے انہیں آٹھ دن تک مار کر ہر زندہ
کیا۔ تاریخی ثبوت ان میں سے کسی کا نہیں۔ البتہ دو سری تو یہ یہ صریح لکھ کے مطابق ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کہ یہ کوئی بڑا شہر
واقعہ ہے اور یہ واقعہ ہمنن نے لکھا ہے۔ صرف غیر مشہور ہے۔ بلکہ اس کی اہمیت ہی کوئی نہیں۔ وہ واقعہ جس کی طرف
قوان کر رہے تھے وہ لائی ہے کوئی مشہور تاریخی واقعہ ہونا چاہیے۔ اس کی تحقیقت ایسا ہی ہے اور خود اس استعمال اس کی تفسیر
کرنا ہے۔ کیونکہ ساری تاریخ میں خروج کا ایک ہی واقعہ ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں یعنی بنی اسرائیل کا خروج مصر جسے اس کا
حضرت موسیٰ کی کتاب میں ہے جس کا نام ہی خروج ہے قوان کریم نے وہی لفظ خود اس اعتبار کر کے اس مشہور واقعہ کا صاف

بنی اسرائیل کا سفر
خروج اور اس کا
تکرار بنی اسرائیل

۲۳۶ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَايِمِ مِنْ بَنِي إِسْرَءِئِيلَ مَنْ بَعَدَ مُوسَىٰ مَا قَالُوا لِلنَّبِيِّ لَهُمْ

کیا تو نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرور موسیٰ کے حال پر غور نہیں کیا جب انہوں نے اپنے ایک نبی کو کہا کہ

اَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اَنْ كَتِبَ عَلَيْكُمُ

ہمیں ایک بادشاہ مقرر کر دو تاکہ ہم ان کی راہ میں لڑیں اس نے کہا کہ تم سے کچھ عہد نہیں کیا اگر جنگ کرنا تم پر ضروری

الْقِتَالُ اَلَا تَقَاتِلُوْا قَالُوْا وَاَلَا نَقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللَّهِ الَّذِيْ خَرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا

شہر اور گایا تو جنگ نہ کرو انہوں نے کہا کہ ہاں کیا خدا پر ہم ان کی راہ میں جنگ کریں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے اور اپنے شہروں

وَاَبْنَانَا اَفَلَمْا كَتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ فَاُولَئِكَ اَفْلَحُوْا وَلِلَّهِ عِلْمُ الْغُیُوْبِ

سے غلط نہ کئے گئے ہیں پھر جب ان کیلئے لڑائی کرنا ضروری ٹھہرایا گیا تو ان کی طرف سے سوائے باقی ہرگز اور بادشاہوں کو جانتا ہوا

جوہری کا قول نقل کیا ہے کہ قرض وہ ہے جس کی سے بریابی سے جسے ترے پہلے کیا ہے جس کا کوئی بدلہ ملنے والا ہے اس پر اُمیۃ

بن ابی الصلت کا شعر بطور شہادت پیش کیا ہے کل امرئ یسوف یجزی قرضہ فحسنا ۱۰ اوسینا ملدینا مثل ما ذاقنا ۱۱ دیکھا ہے کہ

کا احوال وہ ہے کہ کتہ ہیں اللہ علی قرض حسنہ معنی حق اور دیر ہوتی ہے کہ تم نے قرض سے کوئی اچھا یا برا نہیں کیا جس کا اچھا یا برا

ہمیں بلکہ دوسل القرض ما یصلیہ الاحل ۱۲ و یضل یضل علی معنی اصل قرض یہ ہے جو آدمی دے یا لے تاکہ اسے اس پر بدلے اور اس

آرٹ میں نقص قرض معنی برباد یا حق سے نقل کئے ہیں کہ وہ ہر دفعہ اس کے جس پر بڑا جا ہی جائے ۱۳ اور قرض سے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع

اور اس کی فرمانبرداری میں ایک کام ہے کہ یہ کہ جب کوئی شخص دوسرے کے ساتھ کوئی جھگڑائی کرے تو جب تک کہ اسے یہی قدر احسن و خیر

قد اخذت قرضہ فحسنا اور عبادی میں ہے کہ لاشد کا قرض مثال سے ایسے مل کے آگے بھیجے جس پر ثواب کی امید ہو اور ایسی میں ہے کہ قرض

حسن کا چارہ اور اتفاق فی سبیل اللہ ہے ۱۴

یضاعف ۱۵ ضاعت کی ضعیف کی جمع ہے ۱۶ کسی چیز کا ضعیف وہ ہے جو اسے دو چیزوں کے اور ضاعف کے معنی ہیں ایک چیز کے

اس کی ایک شل یا کچھ شلین زیادہ ہو کوئی یا وہ چیز کیا یا کچھ گنا کیا ۱۷ اور ضعیف اور ضعیف کے معنی کمزوری ہیں ۱۸

یقین یقین کے اصل معنی ہیں پسے ۱۹ اٹھ کے ساتھ کسی چیز کا لینا ۲۰ اور اس کا استعمال دونوں طرح پر ہے جس میں ایک چیز کو دوسرے

سے لیکر لینے یا لے کر لینا یا ایک چیز دوسرے کو دینے ۲۱ اٹھ روک لینا ۲۲ اور اظ نے یقین و یضبط کی کوئی ترجمان نہیں ۲۳

کبھی ایک چیز لے لیتا ہے کبھی دیتا ہے ۲۴ ایک قوم سے لیتا ہے ایک کو دیتا ہے ۲۵ کبھی ہارتا ہے کبھی زندہ کرتا ہے اور ایک

معنی پیر بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی طرف سے لیتا ہے پھر اس کو بڑھا دے ۲۶

یضبط ۲۷ اصل بسط ہے جس کے معنی ایک چیز کا پھیلانا اور اس کو وسعت دینا ہیں ۲۸

پہل آیت میں جنگ کا حکم دیا ۲۹ اتفاق فی سبیل اللہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع ۳۰ اور اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع ۳۱

کے جانے میں اللہ تعالیٰ نہیں کسی طرح نہیں کرتا بلکہ ان میں بہت بڑھاتا ہے انھیں قلمتین کا بڑھاتا ۳۲ اگرچہ جو صاحب جبروت ہے ۳۳ اسلام کی

تائید اس کی صحت پر گواہ ہے یہ صلہ و اتفاق کا آگے آتا ہے ۳۴ آخر یہ توجہ دینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع ۳۵

۳۱۵ ملازم کے اصل معنی جبر ہیں ۳۶ اور اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع ۳۷

قرض حسن

یضاعف

ضعف

یقین

بسط

اتفاق فی سبیل اللہ

ملازم

۲۰۰ **وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتًا قَالُوا أَلَيْسَ كَانَ عَلَيْنَا وَ**

اور ان کے جی سے انہیں کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالت کو بلا دیا ہے مگر کیا ہوا انہوں نے کہا ہر پادشاہی کی طرح تم کو

نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَالِ مِنْهُمْ وَلَوْ بَوُّتُمْ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ

اور ہم اہل نسبت بادشاہی کے نیا ہندھار میں اور اسے مال کی فراہمی نہیں دیتی تھی لے کہا بلا خدا اللہ نے اسے تیراگزیدہ کیا ہے

زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ الْخِصْصِ وَاللَّهُ يُولِي مَلَكَةً مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

اور علم اور جہم میں اس کو بہت بڑھا دیا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے اور اللہ بہت وسیع دینے والا چاہتا ہے اور اللہ

پس آنکھوں کو تازگی اور لٹکا سے سے جھڑی اور خشک کو خوبھرتی اور مہل سے (خ) +

بھٹ۔ بھٹ کے اصل معنی کسی چیز کا اٹھانا اور سامنے لانا ہیں۔ مردوں کے اٹھنے خیندے اٹھنے نہیں کے بھیجا جانے کے

کسی کام پر مقرر کیا جانے پر یہ لفظ بولا جاتا ہے (خ) +

مَلِكًا۔ مَلِكٌ وہ ہے جو لوگوں کے سامنے اس امر کو پیش کرے جو وہ اپنے انسانوں کی سیاست سے مخصوص ہے مَلِكُ النَّاسِ

کہا جاتا ہے مَلِكٌ وہ شخص ہے جس سے یہی معلوم ہوا کہ بادشاہ کا تصرف لوگوں پر ایک محدود تصرف ہے بلکہ یہ نہیں جکا تصرف نہ ہو

عسیتیم معنی خواہش اور امید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے طبع اور رتی کے لئے (خ) + اور یہ افعال مقابہ میں سے ہے

امر محبوب میں امید لانے کے لئے اور امر کرہ میں ڈرانے کے لئے آتا ہے (ت) +

یہاں سے بنی اسرائیل کی ایک مثال شروع کی ہے جو حضرت داؤد کے ذکر پر ختم ہوتی ہے یہ تمہیں کی طرف یہاں اشارہ ہے

سومیں تھے دیکھو امویں ۸: ۷۸ و ۱۹ اس وقت بنی اسرائیل نصرتوں سے مغلوب ہو چکے تھے اور کئی دفعہ شکستیں کھا کر ان کے

جزیرہ آؤدی کٹ چکے تھے خدا انہیں صاف من دیا ورنہ سے مغلوب ہو کر ملک دے بیٹھنا اور من اپنا نام نہ آئے امیوں کا کٹ جانا یا

غلامی میں بیجا نامزد ہے۔ یہ تاریکی مثال اس رکھ کے باقی حصہ میں اور کچھ اچھے رکھ میں مذکور ہے فرض مسلمانوں کو سمجھانا تھا چاہے

گھروں سے مل چکے اور اپنے عزیز و اقارب سے الگ ہو چکے تھے کہ اب سوائے جنگ کے فہم نہ ہو نہیں رہے۔ یہی بھی بھلا کر

کی کثرت سے مرعوب نہ ہوتا +

۱۱۱۔ بسطہ کے معنی سعة یا فراخی ہیں۔ بخاری میں بسطہ کے معنی زیادہ و فضلاء دے ہیں +

طالوت۔ بتل میں اس بادشاہ کا نام سافل لکھا ہے قرآن شریف نے طالوت کیسے جو طبع سے شقی ہوئے

کی وجہ سے کہ انسانی پر ولادت کرتا ہے۔ اور سافل قد میں بھی سب سے ننھا تھا۔ امویں ۱۰: ۲۳ ساول پر اعتراضات کا ہونا بھی

بائبل سے معلوم ہوتا ہے۔ امویں ۹: ۲۱-۱۰ اور ۲۴: ۱ +

لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ یہ بادشاہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس کا کوئی خاص حق بادشاہت کے لئے نہیں تھی بادشاہت

کے خاندان سے نہیں اور مال و دولت اس کے پاس نہ زیادہ ہے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ان اللہ اصطفاه علیہ کچھ اللہ نے اس کی

کی وجہ سے اسے تیراگزیدہ کیا ہے۔ اور دوسرے اس کو علم زیادہ دیا ہے تیسرے اس کو جس وقت موت میں خلیت ہے۔ اس سے

معلوم ہوا کہ بادشاہت کے انتخاب میں قرآن کریم ان اصول کو مد نظر رکھے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ولایت کی بادشاہت یا خود

ہونے کے لحاظ سے بادشاہت کا انتخاب اس کے نزدیک ٹھیک نہیں مسلمانوں نے باطل خلاف تعلیم قرآن اور نہ خدا

بسطہ

طالوت یا ساول

بادشاہ کے انتخاب کے

امویں

بادشاہت وراثت

تے نہیں

فَالْوَاقِلَةُ لَنَا الْيَوْمَ بِحَاوَتْ وَجُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ

انہوں نے کہا کہ آج ہمیں حاکمیت کی طاقت نہیں ہے جنہیں ہمیں تھا کہ وہ اللہ سے ملے والے

قُلُوا اللَّهُ كَمَنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ عَالَمَتِ فِتْنَةُ لَثِيرَةٍ بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ

ہیں وہ پہلے بسا اوقات چھٹا کر وہ بڑے گروہ پر اللہ کے حکم سے غالب آگیا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کو ساتھ لے گا

دینی تباہ کر دیں اور اپنے استعمال میں دلائل، مگر طاقت کی فوج نے اس وقت محمد عہد ملی غیبت کو لے لیا اور اپنے تصرف میں لائے اور اس کے بعد یہ لوگ پھر نصرتیوں کے مقابل میں بہت کمزور ہو گئے۔

لیکن اگر تفسیر سے مراد پانی کی نہریں جو تو بھی حیرانیوں کا یہ ستر، اس کس واقعہ کے یہاں لکھنے میں قرآن کریم نے تاریخی

جہنم کے ذریعہ
پانی کے ذریعہ

غفلت کی ایک سوچ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ بائبل طاقت کے زمانے سے کوئی ڈیڑھ سو سال پہلے جہنم کو پانی کے ذریعہ سے شکار

آدمائے کا حکم ہوا تھا جس کا ذکر قاضیوں کی کتاب کے ساتویں باب کے شروع میں ہے مسودہ میں پانی پاس نیچے لاکھوں میں

تیری خاطر نہیں آنداؤں گا۔ اور خداوند نے جہنم کو دنیا کا کہ جس پانی تیرے چہرے کے نیچے کی مانند ہوئے تو ہر ایک کیسے

کو غصہ لگے اور پیسے ہر ایک کو بھی جو اپنے گھنٹوں پر چھلک کر ہوئے۔ اب قاضیوں کی کتاب جس میں یہ واقعہ ہے اس کے

مستحق بھی یہ امر مسلم ہے کہ یہ عمل نہیں بلکہ تیرے مسودات کی بنا پر بھی گئی ہے۔ اس لئے اس کے بیان واقعہ پاس قدر مدنی میں

کیا جا سکتا کہ اس کی تاریخ صحت پر شبہ نہ ہو سکے۔ خود اسی واقعہ میں کہ ایک غلط بیان آیا ہے۔ ہادی و طوطی تفسیر بائبل میں اس واقعہ

کرتے ہیں کہ ابن مفاہات کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ مشتبہ ہیں اور کوہ جلعاد کے ذکر پچھتے ہیں جلعاد یہاں کے مشرق کو ہے یہاں

مراد کوئی اور مقام ہونا چاہئے۔ پس جب یہ واقعات اس قدر مشتبہ ہیں تو ان کی بنا پر قرآن کریم کے بیان کی تردید صحیح ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں خود بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ کچے اور کچے لوگوں میں امتیاز کے لئے اور بھی امتحان ہوتے ایک لکڑی کا ستون اور چھ

اس لئے اگر جہنم کے وقت بھی ایسا واقعہ ہوا ہو طاقت کے وقت بھی لوگوں میں امتیاز کے لئے اور بھی امتحان ہوتے ایک لکڑی کا ستون اور چھ

یہ تو شاید کسی مہیا کی کوئی نہیں کہ یہی اسرائیل کی ایسی مکمل تاریخ بائبل میں ہے کہ جس واقعہ کا وہاں ذکر نہ ہو وہ مسلمہ بھی نہیں کیا جا سکتا

واقعہ میں کچھ اختلاف بھی ہے بائبل میں یہ ذکر ہے کہ کئے کی طرح چہرے کے پانی ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ ایک چہرہ جھرا پانی ہے۔

مگر کہہ رہے۔ یہ کام زیادہ پرکھت ہے۔

۱۹۱۱ء حاکمیت۔ حال سے ہے اور حاکمیت فی الحرب کے معنی ہیں جنگ میں شہرت سے حاکمیت بائبل میں اس کا نام حاکمیت دولت دیا ہے

اور لکھتا ہے کہ وہ اس قدر شہرت سے حاکمیت ہوا تھا کہ اگر وہ دوس کے برابر لکھا جائے تو کسی اسرائیل میں سے کوئی اس کے سامنے نہ نکلتا تھا

فتنہ۔ فتنہ سے جس کے معنی ہیں ابھی حالت کی طرف لوٹنا اور فتنہ وہ گروہ ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہوں اور

ان کے بعض بعض کی مدد کے لئے لوٹ کر آئیں (۱۹۱۱ء)

قریبیوں کو بہت
پر غالب آنا

چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اوقات دنیا میں غالب آتا ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایک بڑے امتحان میں سے ہوئے اور حکم کے تحت نہ لکھا

تھیں کہ ان کے لئے کوئی حکم تھے اس لئے اسات کمال تھے کہ وہ بڑے گروہ کے باوجود بھی بہتیں پر غالب آئیں، اس میں مسلمانوں کو

تقصیر دینا تھا اور یہ ہرگز نہیں ہے چھٹی صفائی سے تھرو گئے جنہیں پر غالب آئے کہ ان کا نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لکھا گیا ہے کہ

نظیر ایک ٹیڑھی مٹی پر مشابہت تھی اور مسلمان تھرو سے چھوٹے مسلمان زیادہ دشمن کے پاس رہا کہ مسلمانوں میں قوت ابائی ہو

کی طاقت نہ ہو کہ صرف تھی کا خدا پر غرور تھی یہی آج مسلمانوں کی غلطیہ قوت ابائی اور صبر ہی کی کمی کا نتیجہ ہے۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا إِنَّا أَفْرَعٌ عَلَيْهِمْ غَاسِقٌ آتَاؤُنَا أَذَلْنَا مِنْهَا ۝۲۰

اور جب جالوت اور اسکی فوج کے سامنے آئے انہوں نے کہا اے ہمارے رب ہمیں ہمت مرحلے فرما اور ہر قدر مضبوط

وَأَنْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ وَقَتْلَ ۝۲۱

اصحاب کافروں پر ہمیں نصرت عطا فرما ۱۱۱ پس اللہ کے حکم سے انہوں نے انکو ہٹا دیا اور اڈھٹے

دَاوُدُ جَاوُتَ وَأَتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مَا يَشَاءُ ۝

جالوت کو قتل کیا اور اسے بادشاہی اور حکمت دی اور جو کچھ چاہا اسے سکھایا ۱۱۲

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں کچھ میدان میں گیا بعض وقت کسی شخص کی جو حالت تھی وہی

جبرائیل۔ بیڑ

ہو جس کے ظاہر ہو جانے پچھلی بڑ بڑلا جانا ہے جیسے و ہرزو اللہ الواحد القهار (جبرائیل علیہ السلام) ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ و ہرزو اللہ الواحد القهار (جبرائیل علیہ السلام) ۱۱۱۔ ۱۱۲۔

دماغ

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

صدر

تبیث

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

جگہ میں صبر

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

داد

حکمت

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

۱۱۱۔ ۱۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو کہنے میں اور بزرگ سنی ہیں جاپانی اس میں تھا ہا دیاسی سے افرار کے سنی رہا۔

باسمہ میں اشارت کے
شخصی تشاخص

دانش میں اشارت کے
اور بہت کامیاب

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ

اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ دور نہ کر دے تو ملک تمام ہرجے میں

نہیں

۲۵۲ وَفَضَّلَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَنْتَظُرُهَا عَلَيْهِكَ بِإِخْوَانِكَ

جہاؤں پر نضل کرنے والا ہے ۳۲۲ آیتوں کی باتیں ہیں جن کو ہم حق کے ساتھ جہر پر پڑتے ہیں اور تین تو

۲۵۳ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

رسولوں میں سے ہے ۳۲۳ رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے ۳۲۴

۳۲۴ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۲۵ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۲۶ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۲۷ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۲۸ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۲۹ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۰ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۱ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۲ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۳ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۴ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۵ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۶ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۷ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۸ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۳۹ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۴۰ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۴۱ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۴۲ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۴۳ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۳۴۴ وَفَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۝ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

میرا تیرا چرخ
استقلال کی طہارت

تِلْكَ الرُّسُلُ

تفضیل

کے دنیا سے جو اس کو دوسرے سے عزیز کر دے (ت) +

رسولوں کی فضیلت کا ذکر کیا کہ اس شخص سے شروع کیا؟ پہلے فرمایا تھا تم رسولوں میں سے ایک ہو اور ایمان فرمایا میں رسول

کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی تھی۔ گویا یوں فرمایا کہ تم رسولوں میں سے ایک ہو اور وہ ب پر فضیلت رکھتے ہو اور کوئی اور

مستحق نہیں اس لئے کہ رسولوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہونے میں کوئی چیز نہیں۔ بغیر اس کے سلسلہ مضمون شیک نہیں رہتا

اسی کے مطابق روح المعانی میں ہے استنفات مشاعرہ بالذوق کا نہ قبل ان صلحت لکھیں صلحتہم فصلہ اور صل میں یہ

اشارہ یہاں سے لے کر کیا کہ متعدد ہوتوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ذکر ہر جگہ تھا مثلاً کل جہاؤں کی طرف مبعوث ہوئے

مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجَاتٍ

ان میں سے وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو مراتب میں ادا کر بلند کیا ۳۳۵

میں پھر قرآن کریم کی سب کتابوں پر فضیلت میں۔ پھر اس کے پہلی ساری شرائط کے تحت آئے اور ان سے بہتر ہونے میں پھر آنحضرت معلم کے نام خاص ہے۔ نہ صرف چنانچہ ان میں فیصلہ کرتے ہیں کہ ان سب رسولوں کی جگہ لیتے ہو یہ بتا دیتی ہے۔ لا تفرق بین احدہم (۱۳۶) کے خلاف نہیں۔ کیونکہ پہلے رسولوں کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور یہاں چنانچہ حضرت داؤد کو بادشاہت اور ربوبت دونوں دینے کا ذکر آیا تھا۔ جو دوسرے انبیاء بنی اسرائیل پر ان کی ایک فضیلت تھی اس رسول اللہ معلم کی فضیلت کا ذکر کیا کہ وہ کھانا کھا بھی بروت کے ساتھ اب بادشاہت مل رہی تھی۔ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے یہ شرارتیں کروہ دوسرا ناقص ہے۔ بلکہ دو کامل انسانوں میں جو چیز ایک کو دوسرے سے عزیز کرتی ہے یا جو کوئی نایاب مرتبہ دیا جاتا ہے وہی اس کی فضیلت ہے۔ مگر یا کمال انسانی کے بھی مختلف مبالغہ ہیں۔

آنحضرت میں پہلی مرتبہ بادشاہت

فضیلت سے دوسرے میں بھی علم نہیں

آنحضرت میں پہلی مرتبہ بادشاہت

ایک اور بات اس جگہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ نبی کریم معلم کی اس فضیلت کا ذکر سلسلہ موسیٰ کے دو عظیم الشان انبیاء داؤد اور موسیٰ کے درمیان کیا ہے۔ حضرت داؤد کا ہر شان و شوکت کے لحاظ سے ان انبیاء میں سب سے بڑھ کر تھی۔ حضرت عیسیٰ اخلاق اور روحانی تعلیم کے لحاظ سے نبی کریم معلم ان دونوں پہلوؤں سے دونوں سے بلند تر ثابت ہونے علاوہ ہمیں ان دونوں میں سے آنحضرت معلم کے تعلق جو پیشگوئیاں ہیں ان میں آپ کی آمد کو خدا کی آمد قرار دیا ہے۔ دیکھو زبور۔ ۱۱ اور یسٰی ۴۱: ۳-۴۔ ہم گویا باوجود اسے اپنے کمالات ظاہری و باطنی کے انہوں نے آنحضرت معلم کے کمالات ظاہری و باطنی کو اس بلند مرتبہ پر پایا آپ کی ہر دو شاخوں میں ان کو خدا کی شان نظر آتی ہے۔

حضرت داؤد اور موسیٰ کے بعد آنحضرت معلم کی آمد کو خدا کی آمد قرار دیا ہے

اور ہر شے میں ذکر کے لئے فضیلت

آنحضرت معلم کی فضیلت جس کا ذکر اس طیف پیر میں کلام لہی میں آیا جاتا ہے اس کے خلاف وہ احادیث نہیں جن میں ایسے الفاظ آتے ہیں کہ جیسے موسیٰ پر فضیلت مت دو یا یونس پر فضیلت مت دو۔ کیونکہ اصل میں وہ خاص وقتہ کی باتیں ہیں جن کا کیا اس حدیث میں جس میں موسیٰ پر فضیلت نہ دینے کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ درج ہے کہ ایک صحابی کا ایک یودی کے ساتھ اسی بات کا جھگڑا ہو گیا تھا اور آپ کو غائب یہ خیال گزرا ہو گا کہ ایسا نہ ہو کہ اس طرح مقابلہ کیا۔ ایک نبی اللہ کی حقیر ہو جائے۔

کلام

اللہ کا ہر بندہ کو حق صرف میں ہے

۳۳۵ کَلَّمَ اللَّهُ - کلام، الفاظ منقولہ کا نام ہے جو نبی رکھتے ہیں دیکھو اللہ کا کلام کرنا اس طرح ہوتا ہے اس کی تہجیر و قرآن کریم نے انشوروی۔ ۱۰ میں فرمائی ہے جہاں فرمایا کہ حرف تین طرح پر اللہ تعالیٰ کا کلام مہذب کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک دل و دل کے یعنی وحی حق۔ ایک پردہ کے پیچھے یعنی نبی رویا کشف الہام کی صورت میں۔ ایک ملک یعنی جبریل کا پیچھے کہ ان کے علاوہ اور کوئی طریق کلام کا نہیں۔ امام رافضی نے بھی دیا میں اللہ کے انسان کے ساتھ کلام کہنے کو نبی تین طریقوں پر فرمایا ہے۔

وہم

۱۔ تم۔ ۲۔ تم کے چاروں طرف۔ ۳۔ بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے پہلے شرف منزلت مراد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو رخ کرنا صرف اسی صورت میں آتا ہے کہ اس کو نبی جگہ سے اٹھا کر بلند جگہ پر بلکہ مینے میں جس پر اللہ تعالیٰ کا اسم الاعظم شایع ہے جس کے معنی ہیں اللہ ہی وہ رفیع اللہ صلا و علیہ والہ وسلم۔ یہاں دل، وہ جو مومن کو نیک بخت بنانے اور اسے دوزخ و قریب عطا فرما کر رکھتا ہے۔

درجات

درجات کے معنی ہیں

درجات کے پچھلے پچھلے درجے سے جیسے فی اعیانہ یعنی رتبه ایک رتبه اب علی الصمد یا علی و مراد درجات درجات ان الفاظ کا کیا فائدہ ہے۔ صورت کلام سے بظاہر یہ علوم ہوتا ہے کہ حرف بعض رسولوں کے ساتھ کلام ہوا اور بعض کے مرتبہ بلند ہونے ان سے کلام نہیں ہوا۔ اس لئے کسی نے کہا میں کلام بلا واسطہ مراد ہے جیسے طور حضرت موسیٰ

لَا تَأْخُذْ سَنَةً وَلَا ذِمَّةً وَأَمَّا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ الَّذِي يَنْفَعُ عِنْدَ إِلَّا

اچھڑو گھم غلابت جو نہیندی کا ہے جو کچھ انسان میں جو کچھ زمین میں جو کون جو ان کے پاس سوائے اس کی جانیت کے

يَا ذِيْنَهُ يَعْلَمُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِ الْاَعْلٰی

سفاش کرے وہ جانتا ہے کچھ ان کے سامنے جو کچھ ان کے پیچھے اور وہ اسے علم میں سے کسی چیز پر اعلیٰ میں کر سکتے تو اسے کچھ

کہ جو حیات مخلوق کی ایک صفت جو خلق کی صفت حیات ضرور ہے کیونکہ جو صفت خلق میں نہیں وہ مخلوق میں پیدا نہیں ہوتی
وہ قی ہے اور حیات کا سر شے ہے +

الْقِيَوْمِ وَيَقَامُ سَمَاءُ لَمْ يَخْلُقْ شَيْءٌ وَالْمَلٰٓئِكَةُ لَهُ سَابِقَةٌ يُدْعٰى فِيْهَا رُوحًا وَقِيَامٌ وَاصْبِرْ
کا حافظہ اور اس کو وہ اسباب حفظ فرمائے وہ الائن کے ساتھ اس کا قیام ہے اس کے معنی میں دونوں باتیں شامل ہیں القیام
بذاتہ والقیوم بغیر ذہنی اپنی ذات میں قیام دو مردوں کو قائم رکھنے والا +

لَعَنَ

وَصَوْنَةً

سَنَةِ كَوْمٍ يَوْمٍ

شَفَاعَتِ كَلَمَةٍ

شَفَاعَتِ اَوْ دَعَا

سنة۔ اس کا مادہ و صفت ہے دونوں کے معنی سخت اور غائب ہیں (دع) یا سنة او گھمے جو سنة تک نہ پہنچے جس پر یہ
شعبہ شراعت ہے فی عینہ سنة و لیس بنایم دل اس کی نگاہ میں او گھم پر وہ سرا ہو انہیں میندے پہلے او گھم کا ذکر
اس لیے کیا کہ تاخذ کے معنی میں غلبہ ہے او گھم اس پر غالب نہیں آتی بلکہ زندگی اس سے شدید تر ہے وہ بھی اس پر
غالب نہیں آسکتی کیونکہ ہر کسے کی شخص پر او گھم تو غالب نہ آئے مگر میندے وہ مغلوب ہو جاتے +

یُشْفَعُ عِنْدَ اِلٰہِ یَا ذٰہِ شَفَاعَتِ ہر دیکھو علم بیان شفاعت کیلئے اذن الہی کو ضروری قرار دیا ہے اور اس اذن
کی ضرورت نہ صرف شفاعت کرنے والے کے لئے ہی بلکہ جس کیلئے شفاعت کی جائے اس کے تعلق بھی ضروری ہے
یُشْفَعُونَ لَدٰلِہٖ اَرَضٰی (البقرہ ۲۸) شفاعت کرنے والے بھی اسی کے تعلق شفاعت کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ پسند کرے۔
پس شفاعت دو شفاعت کرنے والے کے اختیار کی کوئی چیز ہے کہ جب پاسے شفاعت کرے اور جس کے لئے شفاعت
کی جائے اسے کوئی حق ہے کہ وہ اپنا شیع پیش کرے شفاعت میں اذن کا مضموم آہل میں کیا ہے اس کی حقیقت وحیث شفاعت
سے مستشف ہوتی ہے اس میں آہ اسے کہ کوئی صلح فرمائے میں کہیں قیامت کے دن باگاہ آہی میں محمد میں کجا ہو گیا خاک کے
مجھے حکم ہو گا کہ کوئی ہادی بات قبول کی جائیگی اور شفاعت کہ تمہاری شفاعت قبول کی جائیگی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہر
صلح کی یہ شفاعت بھی وحیث قیامت کے دن دعا کا یہی ایک رنگ ہے جس طرح اس دنیا میں آپ نے اپنے صحابہ کے لئے
اور اپنی امت کے لئے دعا میں کر کے ان کو گناہوں سے پاک و صاف کیا۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی آپ ان کیلئے دعا کریں گے
اور وہ آپ کی دعا قبول ہو کر آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس دنیا میں ایک لوگوں کی دنیا
قبول ہوتی ہیں وہ اس رنگ کی شفاعت کا احوال نہیں کر سکتے اور یہ بات باطل صاف ہے کہ جب ہمارے نبی کریم کی شفاعت
اس دنیا میں بھی ظاہر ہوئی نہایت کمال کے حوالہ کہ صرف روحانی طور پر یہ کیسے مقام پر بھی پہنچا یا بلکہ ظاہری طور پر بھی باوجود شہادت
ان کو ظاہر تھی تو قیامت کے دن آپ کی شفاعت کا طور پر خود دیکھ ثابت شدہ امر ہے اسلئے ہر ایک کو یہی حکم کہ اس
روحانی دنیا سے کہ اس کے کسی پہلو کو تاریکی میں نہیں چھوڑا +

لَعَنَ اٰیۃِہٖم وَاَمَّا

مَا بَيْنَ اَیْدِیْہِم مَّا خَلْفَہُمْ جُو کچھ سامنے ہے وہ امر دنیا ہے اور کچھ ہے وہ امر آخرت ہے (ج) یا کے خلاف

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

اس کا علم آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے۔ ۳۲۹ اب اومان و دونوں کی مخالفت اس پر بوجہ نہیں امد و بہت بلند غلٹ اللہ سبحانہ و تعالیٰ

یامرادیں پہلی گزری بھٹی باتیں اور آئندہ ہونے والی یا محسوس اور غیر محسوس +

تبرکات

یخوتوں، راحۃ و دوح پر سہ۔ ایک اجسام میں دوسرا علم میں۔ علم میں احاطہ سے مراد سہ کایک چیز کے وجود اور حسیں اور کیفیت اور غرض کو جو اس سے مقصود ہے جو طرح پر جاری ہونا چاہئے۔ اور یہ بات سہلے اندہ تعالیٰ نے کسی کو حاصل نہیں دے تھی کہ ایک بریت کے اندر سے علم کا بھی انسان احاطہ نہیں کر سکتا۔

گرمی

۳۴۔ اب کئی خوف عام میں وہ چیز جس پر بڑھا جاتا ہے۔ مگر یہاں ابن عباس نے کہہ ہی کے معنی ظہر کئے ہیں اور بعض نے

ملک دفعہ، ابن عباس کی روایت بخاری میں ہے۔ اس معنی پرنیل کے اقراض کئے گئے ہیں۔ اول۔ نعت عربیں مکہ ہی کے معنی علم

نہیں آئے۔ جواب کہہ ہی کے مادہ کہہ میں علم کا مفہوم پوچھا جاتا ہے بلکہ ابن جریر کہتے ہیں کہ کبھی کا اصل مفہوم علم ہے اس لئے

اسے حضرت کجس من علم کی بات لکھی ہوئی ہو کہ افسوس کہا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی تم کو تمہیں کے معنی علیٰ بغنی جان لیا ہر ایک راہ کا قول

نقل کیا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کو کہہ ہی کی جے، کیا جا تا ہے دت، اور دت غشی نے قطر سے حضرت الشیخ نقل کیا کہ خبیث

لکھنؤ، دہلی اور بنارس کے لوگ اسی وقت انگریزوں میں سے سب سے بہتر انسان ہیں اور انہیں اس سب سے بہتر علماء ہیں۔

جب اصل میں علم موجود ہے تو قرآن نہ بے لطف کا اس لفظ کو صفات آئی، اس، استقلال کرنا یا مکمل درست سے کچھ نہ کرنے سے علم کو گرا

الفاظ میں ہی ادا کرنا تھا۔ اور یہ اعتراض ہے کہ کہہ سوا یعنی علم کے رواج میں نہیں اور ان عناصر سے مومنہ قلوب پر

مفسر ثبات اور جواب و معنی لطافت ظاهر ہے اور نہ صرف بخاری اس روایت کو قتل کے لئے بلکہ ایک کفر و فتنہ سے روک کر

تاتیر و آذین از آن در این زمان که در میان مردم است، و در میان مردم است، و در میان مردم است.

فصلی میں سابقہ مسائل اور اساتذہ زہید کے سر کے سامنے رہیں گے۔ جس سے ایک انگریز سا اداکار نے حیرت کا کہنا

سفر، جان کی قربانی، دیرپے محنت سے کہ نہ اس وقت کے اہل علم کے سامنے آسکا اور نہ وہ اس کا حقیقت پر رکھتے تھے۔ خود آج اس وقت کے بھی

کرمیہ طرز سے مصححان نے تصحیح کی ہے۔

کے ساتھ ہی یہ ثابت ہو گئے ہیں۔ اداویہ کی دوسری قسم جو دوسرے بیرونی دوا کے ساتھ مل کر استعمال کی جاتی ہے وہ اس کی مثال دیکھیں۔

ایکے بیٹا کو بھرتی کر دیا اور دوسرے بیٹے کو بھرتی کر دیا۔

[illegible]

جی ہاں جیسے کہ میں نے کہا ہے کہ میں نے اس کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے۔

یہاں مراد ہے ویسے نہ جاؤ گئے اور پیسے بٹا ہے وہ جیسے اہر پیسے کے بی بی ہے وہ نہ کسی کی حقیقتہ ورنہ علی (ص)

۳۲۵ ج۔ نوود۔ نوود سے ہے جس کے معنی جد و شقت کو پہنچا ہیں •

اور

۲۰۰۰

اسم اعظم

چہ آیت کریمہ الطحری کے نام سے مشہور ہے اور حدیث میں اس کی بڑی عظمت مذکور ہے۔ ہر شخص نماز کے بعد اس کے

بڑھنے کی تاکہ اسے ایک حد تک سے گھیرے اور غلطی والی آیت سے اس کو لکھیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا اسم

اختر ہے۔ اور احمد، ابو داؤد و ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت اور آل عمران کی کئی آیت کو

فرمایا۔ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے اور ایک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم سورہ بقرہ آل عمران خطیش سے ملے گا۔

میں ہی سرالحمہ القوم آئے ہیں جو اوکری سرت میں نہیں آئے اور یہ ہی ثابت ہے کہ جنگ حد میں جس حد میں حد میں نہ آئے

٥٨. أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ حَاجَبُوا بِرُءُوسِهِمْ فِي رَيْبِهِمْ أَنْ تَنفَعَهُمُ اللَّهُ الْمُلُوكَ إِذْ قَالُوا لَهُمْ

کیا تو نے اس کی احوالت پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم سے اس کے رجب بارہویں جگہ اکیسے کواٹھنے سے لے کر یاجتیبہ تک

رَبِّ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ بِشَاكِرِينَ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ أَلَمْ يَلْعَنُ اللَّهُ الْفَاسِقِينَ

میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشا اور مانتا ہوسے کہا میں بھی زندگی دیتا اور مانتا ہوں ابراہیمؑ نے کہا کہ اشد سوج کو مشرق

مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِيَهُمَا مِنَ الْغَرْبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

سے نکالنے تو قرآن سے مذہب نکالی پھر وہ جو کافر تھا بہت رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا۔ ۱۲

کے یا نصرت کے یا عقائد کے اور ولایت کے معنی نصرت اور ولایت کے معنی قوتی ہیں۔ یہاں قوتی اور معنی قوتی کسی

معاہدہ کاسٹولی اجرنا۔ احمد دہلی اور مولیٰ دو فوجیں خالص کے کسی میں بھی اسے ہیں اور حصول کے بھی کسی مولیٰ۔ ولایت کے مالہ۔
 ماضی کی جس کی ولایت کی گئی۔ اور احمد تھا (یعنی مولیٰ ہندہ کا بھی کہلاتا ہے اور مولیٰ بھی) اور ہندہ کو بھی حذا کا کافی کیا تھا

وہ یعنی مولیٰ اگر مرلی نہیں کہا جا تا، اور چونکہ ولیم کے اصل معنی شدید تعلق قرب ہیں لیس میں ہا مالیس، منہ ما، اے اے

کابندہ کا دلی ہونا یا باندہ کا اللہ کا دلی ہونا اسی شدید تقرب پر ولادت کرتا ہے جو دونوں میں نصرت دینے یا نصرت دیا جانے کے بغیر

[illegible]

کو کہا گیا ہے جیسے یہاں بھی ہر اولیاتہم لطافت (اولیاء ولی کی جمع ہے) اور قیامتیں کفار کی ایک دوسرے سے ولایت

۱۰ شیطان کی مداخلت کو قطع کر دیا ہے جیسے فرمایا ہم لایق مری عن مولیٰ شینا (الدخان: ۴۱)۔

اللہ کا مومنوں سے ملنے ہے وہ ان کا قافی ہے۔ اور اس کی ولایت یہ ہے کہ عجب ایک شخص کی نیکوئی ایمان لانا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو کفر ترک معاصی گنہگار و روج فاسد اعتقادات جمالت فرض قسم کی تباہی سے غلام روشنی میں لے آتا ہے کہ

سچے ایمان کی یہ علامت ہے کہ انسان تباہی کے باہر نکل آئے گا جو غم کی طرف قدم اٹھانے سے انکار کرتا ہے اس کا تعلق روزِ جزا ہے

سے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایک بڑی سے دو ٹکڑی کی طرف قدم اٹھتا ہے اور ایک نیکی سے دوسری نیکی کی طرف +

حق الیکسیر ہے اصطلاحات اپنی باطل بہت سے ہیں۔ چونکہ کمال کو ظاہر کرنے کے لئے نبی نور علی نور فرمایا (النور ۳۴) اور مہدی کے مطابق

وان هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل الواسعة من غير ان يحرف في جانبيه ولا رسته لكي يسيء الى الله تعالى او الى رسوله صلى الله عليه وسلم

۳۳۳ ہمت کے معنی ہیں وہشت زدہ اور تجرہ گیا۔ ہمتان ایسا جھوٹے جو سننے والے کو تجرہ کرے (خ) بخاری میں ہے ہمت

لاہدی القوم فقالین ان ان کریم میں بار بار آنا ہے کہ اللہ ظالموں یا کافروں کو ہدایت نہیں کرتا حالانکہ قرآن کریم

کوہدی الناس بھی فرمایا ہے۔ امام باغبان کہتے ہیں کہ ہدایت اور تعلیم دو چیزوں کو چاہتی ہے ہدایت یا تعلیم دینے والے کی طرف

سے اس کا دینا۔ اور جس کو ہدایت یا تعلیم دی جاتی ہے اس کا اس کو حاصل کر لینا۔ دونوں باتوں سے ہدایت اور تعلیم کا مل؟

بچہ پس جب ہدایت یاسیم سے ملے اپنے کام لڑکھاؤ میں لڑائی یا یاسیم بچہ کی سی ہے اس سے اس کے بول مرید اور

وہابیہ کا
عشقِ تعالیٰ کی طرح
مردوں کو ذبح کرنا

ولاية
على مولى

اس کی ولایت کرو
ع کیا ہے

نہایت درخشاں تہج
دلالت کی روح

بہت بھٹکان

ظالموں کو جہالت
دوڑنے سے مراد

فَلَمَّا بَيَّنَّ لَهُ قَالَ أَعْلَمَنَّ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

پس جب انھوں نے بتا کر گئی تو میں نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۳۳

مثل الذي مراد ان کیا تو نے اس شخص کی مثل پر دیکھا
 خداوند خدا ہر اہل علی ہرے کو کہتے ہیں (۱) موت لفظ اس کی معنی نہیں لکھی گئی رہنے والا نہ لانا، بھانپنا ہی ہے خداوندی و باریک

علی، عا و شہا، عروش، عکاش کی جگہ ہے جس کے معنی میں جتنی ہوئی چیز اور یہاں بھانپنا سے معنی کہتے ہیں (۲) بیکٹھنا یعنی اس کی عمارت
 پس علی عروشا سے مراد ہے اس کی عمارتیں گری و مٹی تھیں +

۱) انا لله ما ناة عام یعنی سر سال ایک ایک حالت میں رکھا جس کو موت کی حالت سے تعبیر کیا ہے +
 یکسنتہ، یعنی سہ سے اور سئہ سال کو کہتے ہیں شہدت الفظلة یا شہدت کسنتہ سے معنی ہیں اس پر سال گزرنے اور یہی
 معنی سنۃ الطعام و سنۃ کے ہیں (۳) اگرچہ لکھنا ہے پینے پر ایک مدت گزرنے کے بعد سے وہ جس کا نام ہے اس سے طعام یا شرب
 ہے جب سنۃ روا جائے تو اس کے معنی سے جاتے ہیں اس میں تغیر و رخ ہو گیا یا برعکس اور فساد سے لے کر یکسنتہ لکھنا معنی کہتے ہیں لہ
 یعنی ہم پر و لسنین علیہ یعنی سالوں کے گزرنے کی وجہ سے اس میں تغیر پیدا نہیں ہوا +

شہدت، شہد کے اصل میں بلند زمین ہیں پھر بلند زمین کی طرف اٹھ کر جاتے ہیں استعمال ہوا ہے اس سے معنی اٹھنے بھی و
 اذا قيل انشروا فانشروا (۴) اور اسی سے نشور سے جو یہاں بی بی کے بگاڑنے پر بولا جاتا ہے اور انشاؤں کے معنی
 مردہ کا زندہ کرنا بھی ہیں +

تَعْلُو كَيْسًا سے جس کے معنی لباس ہیں یکسو آہنی لباس و تان شریفین آیا ہے ایکسو تانہم (۵) (۶) نكسوا
 العظام لکھا (۷) الموت سے مراد انسان کی پیدائش کے ذریعہ ہی لفظ استعمال ہوا ہے +
 عکاش کے معنی دوسری مثال اچلے مرنے کی ہے جو سماں کو بطور نشانی دی گئی ہے۔ گویا بھانپنا ہے کہ اگر کبھی ضرورت ہی آجائے تو
 اللہ تعالیٰ پھر حکم زندہ کرے گا لہذا یہ صحاف ثابت ہے کہ شالی واقعہ ہے۔ گویا معنی یوں ہے کہ کیا تو نے اس شخص کی مثال یعنی
 اس کی مثالی حالت پر غور نہیں کیا پس یہاں کسی ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ایک شخص کو عالم مثال یا عالم رویا میں آجائے
 جب ہم واقعات کو دیکھتے ہیں جن کا ذکر الفاظ قرآنی میں پایا جاتا ہے تو اس کو باطل و حقیق کی اس دنیا کے مطابق دیکھتے ہیں جن کو
 بتایا گیا تھا کہ یہ ظلم و ستم و سبوتاہی کے پھر آواز ہو گا اور حقیقت انصاف کے پر و شکم کو تیار کرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔ باطل میں
 اس دنیا کا ذکر حقیق و حقیقیوں باب کے آخر اور حقیقیوں باب میں الفاظ قرآنی میں ہے۔

معدہ اذند کا ذکر ہے پھر۔ اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھالیا وہ اس وادی میں جو ڈیڑوں سے بھر و پرستی کے لیے تیار
 دیا..... اس نے مجھے کہا اے آدم کہ کیا یہ ڈیڑاں جی سکتی ہیں میں نے جواب میں کہا اے خداوند وہ تو ہی جانتا ہے پھر اس نے
 مجھے کہا کہ تو ان ڈیڑوں کے اوپر نبوت کرادھان سے کہ کہ اسے سوچی ڈیڑو تم خداوند کا کلام سنو خداوند مرد وادہ ان ڈیڑوں کو یوں
 فرماتا ہے کہ دیکھو تمہارے اند میں روح و اہل کو دل گا اور تم جو کہے اور تم نہیں بشلاؤں گا اور گوشت چڑھاؤں گا اور تمہیں
 چڑھے سے خرمن کا اور تم میں روح ڈال دیا اور تم کہے اور جاؤ گے کہ میں خداوند ہوں سو میں نے حکم کے بموجب نبوت کی اور جب
 میں نبوت کرتا تھا تو ایک شور ہوا اور دیکھ ایک مجلس اوسر یاں آپس میں لگئیں ہر ایک ڈیڑا اپنی ڈیڑی سے اور جو بھگاہ کی
 تو دیکھ نہیں اور گوشت ان پر پڑا آنے اور چڑھے کی ان پر پوشش ہو گئی پھر ان میں روح دمائی اور ان میں روح آئی اور
 دے دی گئی تب اس نے مجھے کہا کہ اے آدم دیکھ ڈیڑاں سارے ہمسہ ڈیڑاں ہیں۔ دیکھ سب کہتے ہیں کہ یہاں ڈیڑاں

خاویہ
 عروش
 علی عروشا

سنہ۔ سنۃ

نش
 انشاؤ

کساء کسوة
 الے مرنے کی
 دوسری مثال
 حقیق کی دنیا

وَاذْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ رَافِعِي كَيْفَ تَحْمِلُ الْمَوْتُ قَالَ اَوَلَمْ تَتُوبُوا ۝ ۲۶۰

اور جب ابراہیم نے کہا کہ میرے بچے رکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرنا ہو گا کیا تو نہیں مانتا ہو۔

سورگ نشین اور بھاری امید خانی تہذیب و باطن فنا ہو گئے اس لئے توبت کرو امان سے کہو خدا وغیرہ وہ ہیں کہتا ہے کہ میرے لئے لوگ نہیں مانتا ہی تو میں کو کھروں گا اور تمہیں بتا رہی ہوں سے باہر نکال دینا اور اسرائیل کی سرزمین میں داخل نہ کرنا

اس سے ظاہر ہے کہ بائبل حضرت خلیل کے ایک کشف کا ذکر کرتی ہے جس کی ابتدا یہ ہے کہ وہ ایک بچوں سے بھری ہوئی وادی میں بحالت کشف ٹکڑے کر دیا وہ ایک دریاں بہتی تھی جیسا کہ قرآن شریف نے فرمایا اور بائبل میں بھی سوال ہے اے آدم نہاد کیا یہ بچاں تھی سکتی ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ہے اِنِّیْ جَعَلُ ۛاَ اِلٰہَہٗ یَعٰدِیْ مَوْتِہَا ۛا کشف میں ان کو کھا پائیا کس طرح بچوں کو غلام بنایا امان پر گوشت چڑھا یا کھا ہے جس کو قرآن شریف نے کیف انشاء ہا غم نکھو کھا جائیں بیان فرمایا۔ اور بائبل میں ہے کہ یہ بچاں بنی اسرائیل ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ہے وَلِیُحْلِلَ ۛاَیَۃً لِّلنَّاسِ ۛا وَلِیُخْلِسَ ۛا لِّلنَّاسِ ۛا سے مرد و بیاں جنہی کی تو مری اسرائیل سے پس بچا

صاف بتاتی ہے کہ وہ بچوں کے ایک ہی واقعہ کا ذکر ہے۔ اور وہ واقعہ عالم مثال کا ہے جسے بائبل نے ان اعطایں ظاہر کیا خداوند کی روح چھپ چکی۔ اور قرآن شریف نے ایک حصے سے واقعہ کے مثالی ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ اِنِّیْ تَوٰنُ شَرِیْفٌ یَّجْمَعُ اَمْرًا ۛا ہے۔ اور وہ ہے حالت موت کا سوسال رہنا۔ سو بیاں بائبل کی کئی کئی پروردگار دیا ہے۔ اور ایک بیچوٹی بھی ہے کہ یہ کون کون

ہے کہ کئی اسرائیل پر وہ مردہ ہونے کی حالت ایک سوسال بھی تھی تو بائبل میں اس کا ذکر نہیں تحت الفصل ۱۳ قبل سے میں یہوشلم پر چڑھائی کے اس کو فتح کیا۔ اور ۲۶ قبل میں بائبلوں کی تہا کے بعد غریب شاہ ایمان نے یہودیوں کو واپس آ کر بلو

ہونے کی اجازت دی اور ۲۰ قبل میں ایک یہ دوبارہ آباد ہوتا گیا یہ ۹ یا تو قریب ایک سوسال کا زمانہ موت کا ذکر اور شریف میں یہ تھی کہ قریب بائبل اسی قدما نیرہوشلم پر وہ گزر جب عیسائیوں نے صلیبی جنگوں میں اسے مسلمانوں کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور وہ دوبار

مسلمانوں کے ہاتھ میں اس کا ناس کی زندگی تھی۔ اور شاہ پڑائی واقعات کا اب پھر عہادہ ہونے والا ہے یا خدا چاہے تو مسلمانوں کو اب یہوشلم پر عہد دوبارہ دلا دے۔ قرآن شریف کا اس سوسال کے واقعہ کا ذکر کرنا اور بائبل میں اس کا ذکر نہ کرنا گویا کئی واقعات سے اس کا صحیح ثابت ہونا اور یہوشلم کی طرح یہ بھی اس کا شکیک صادق آنا یہاں ایک علم خیر ظاہر کرتا ہے جو اب کے ایک ہی کہ

وکی کسی انسان کو بھی حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ قبل اس کے کہ میں لکھا کہ انصاف علی تشریح کروں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ کفار میرے کشف اقوال میں اس آیت کے تعلق پر کہ

اور صبح اور جب نہ کہتا ہے کہ یہ بیت المقدس کا ذکر ہے جس کا کتبہ تصریح فرما دیا تھا اور صبح اللعانی میں ہے کہ تو دل سب سے زیادہ مشہور ہے کہ یوں سلف کی شہادت بھی اسی ہے۔

قابل تشریح یہ امر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا تو کتنا غمناک ہوا بیاں بنی کہتا ہے دن یا دن کا کچھ حصہ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بلکہ تو سوسال ہی غمناک سوچنا اور ہاں کہہ دے تو دن کا کچھ حصہ ہی گزرا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ سوسال تو غمناک ہے۔ تو یہ سب قسٹ غمناک کیلئے تھا کمال غمناک کہ سوسال کی موت کا رد ہوا کہ لے کر ہی ہے کہ کہتا رہی تو یہ میرے سوسال تک ہے کہ میری سوسال کی موت کے قیام مقام ہوا جسے حالت لہذا یا حالت موت فی الحقیقت سوسال ہی ہے اِنِّیْ تَوٰنُ شَرِیْفٌ یَّجْمَعُ اَمْرًا ۛا سو دیکھو کہ ان کا کیا نینا سب اسی طرح موجود ہے اور تمنا کر دیا کہ اسی طرح زندہ ہو دے تو ان کو کہتے کہ میں نہیں فرمایا کہ تمنا کر دیا تھا اس کی بچوں پر گوشت چڑھا یا تھا بلکہ صاف فرمایا کہ اپنے کھانے پینے کو دیکھو اور اپنے گیسے کو دیکھو اِنِّیْ تَوٰنُ شَرِیْفٌ یَّجْمَعُ اَمْرًا ۛا جس طرح تمنا کر دے یہ کھانے پینے کا سامان اور قدرتی قدرتی کا سامان ملی ہو دے تو اسی طرح پڑھائی ہو کر اِنِّیْ تَوٰنُ شَرِیْفٌ یَّجْمَعُ اَمْرًا ۛا

خریقہ کے کشف

کا ذکر قرآن کریم میں

یہوشلم پر چڑھائی

سویاں سوسال

کاموت بیکر لکائی

گئی

قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبُ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمُنَافِقُونَ ۖ وَلَٰكِن لِّمَنْ هِيَ ظُهُورُهُمْ

کہ ان کفار کے لئے یہ ہے کہ وہ ایمان والوں کو مطمئن کر دے اور ان کے لئے یہ ہے کہ وہ ایمان والوں کو مطمئن کر دے

إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ فِتْنَةٍ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَا صَبِيحَةَ

اُن کو پکارو پھر ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ تمہارے پاس آؤ گے تمہارے

سَعْيًا ۖ وَاعْلَمَنَّ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

آجائیکے اور جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے ۳۳۷

اور ان کو یاد ہو جائے گی کہ وہ سو سال کو ایک دن میں گزار دیتا ہے اس میں یہ اشارہ تھا کہ وہ ہماری ہی کے اس کو خلاف دیکھا جائے گا کہ یہ دیکھ کر ہماری ہی میں نہیں۔ سو سال خدا کے لئے ایک دن کی طرح ہے ۴

۳۳۵ ص ۱۰ باب صَدَقُوا وَادْعُهُمْ صَوْرَتِ ۖ ہر جس کے سنی الیٰہی یعنی مال ہیں ان میں (دل، خود) آیت میں قصہ ان کی

تقریر ہے کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کرو اور جہاد کا قول نقل کیا ہے کہ اہل فتنہ کے نزدیک قصہ ان الیٰہ کے

سنی انھیں اور انھیں الیٰہ میں ملایا کہ ان کو اپنی طرف اکٹھا کر دو یہ جو سنی متقل ہیں کہ شہادت الیٰہی ضعیف ہے و فضلہ سنی میں

اس کو نقل کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا جس کی سنی مشورہ کیا ہے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

۳۳۶ ص ۱۰ باب صَدَقُوا وَادْعُهُمْ صَوْرَتِ ۖ ہر جس کے سنی الیٰہی یعنی مال ہیں ان میں (دل، خود) آیت میں قصہ ان کی

تقریر ہے کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کرو اور جہاد کا قول نقل کیا ہے کہ اہل فتنہ کے نزدیک قصہ ان الیٰہ کے

سنی انھیں اور انھیں الیٰہ میں ملایا کہ ان کو اپنی طرف اکٹھا کر دو یہ جو سنی متقل ہیں کہ شہادت الیٰہی ضعیف ہے و فضلہ سنی میں

اس کو نقل کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا جس کی سنی مشورہ کیا ہے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

۳۳۷ ص ۱۰ باب صَدَقُوا وَادْعُهُمْ صَوْرَتِ ۖ ہر جس کے سنی الیٰہی یعنی مال ہیں ان میں (دل، خود) آیت میں قصہ ان کی

تقریر ہے کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کرو اور جہاد کا قول نقل کیا ہے کہ اہل فتنہ کے نزدیک قصہ ان الیٰہ کے

سنی انھیں اور انھیں الیٰہ میں ملایا کہ ان کو اپنی طرف اکٹھا کر دو یہ جو سنی متقل ہیں کہ شہادت الیٰہی ضعیف ہے و فضلہ سنی میں

اس کو نقل کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا جس کی سنی مشورہ کیا ہے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

۳۳۸ ص ۱۰ باب صَدَقُوا وَادْعُهُمْ صَوْرَتِ ۖ ہر جس کے سنی الیٰہی یعنی مال ہیں ان میں (دل، خود) آیت میں قصہ ان کی

تقریر ہے کہ ان کو اپنی طرف متوجہ کرو اور جہاد کا قول نقل کیا ہے کہ اہل فتنہ کے نزدیک قصہ ان الیٰہ کے

سنی انھیں اور انھیں الیٰہ میں ملایا کہ ان کو اپنی طرف اکٹھا کر دو یہ جو سنی متقل ہیں کہ شہادت الیٰہی ضعیف ہے و فضلہ سنی میں

اس کو نقل کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا جس کی سنی مشورہ کیا ہے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے کہ ان کو اپنی طرف متقل کر دے

فِي كُلِّ سَبْتَةٍ مَائَةِ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَعِّفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ہر ایک ہال میں سو اسے ہوں اور اندر میں کے لئے چاہتا ہے کسی کتنا کر کے دینا اور مشیت دینے والا جانتا ہے

۱۳۴۴ھ سبیل اللہ - دیکھو ۱۹۲۳ھ کی راہ اللہ تعالیٰ کس پہنچنے کی راہ اس کا دین ہے جس اتفاق فی سبیل اللہ سے ربو اللہ تعالیٰ کے دین کی خالصت یا حق کے لئے سوال کا بیج کرے۔ اور نہ کہ جیسا حقیقتا دین کی ترقی اور معائنات کو نشان ہے اس لئے بعض نے کہا ہے کہ عرف و آقا میں فی سبیل اللہ ہوا سے نفس ہے جہاد باسیف ایک خاص اور وقتی صورت ہے جہاد کبیر وہ ہے جو ہر وقت ہو سکتا ہے جیسا کہ فرمایا و جہاد ہم بہ جہاد کبیر (الفرقان)۔ اس میں اس وقت کے قریب سے ان کے ساتھ ہوا کبیر کو جس اتفاق فی سبیل اللہ کا اصل فہم ترقی دین اسلام پہنچ کر ہے جو غیر ترقی کا بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں +

سنیۃ - اس کا اصل ہی سبیل ہے اور سنی خوشہ میں جمع سنی قابل +

اس سے پہلے حضرت اتفاق کا مضمون چلا تھا ہے اس ملک میں یہ ذکر ہے کہ اتفاق کا بیج کیسا ہے اور اس کا بیج کو نشان ہونے سے کہ نہ کہ بیج یا چاہتا ہے اسی لئے اس میں افلاس کی ضرورت اور یا سے بیج کا ذکر کیا ہے پہلے لکھ میں مسلمانوں کو زندگی کی ثبات دی اور اس سے پہلے آیت میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تہہ کرنا چاہے تو اس کے اسباب لکھے اور بتا ہے اب اسباب کا ذکر کرے۔ اور بتا ہے کہ افراد کی زبانیاں قوم کی زندگی کا موجب بنتی ہیں۔ اہل ملی قریبوں کی ضرورت ہر وقت ہر قوم کو ملتی ہے اس لئے ان کی طرف خصوصیت سے توجہ دینی +

خدا کی راہ میں اہل خلیج کئے کو اس بیج کے ہونے سے مشابہت دی جس سے ایک ماہ سے سات سو دن جیتا ہے بلکہ اس سے بھی دو چہا اور کئی گنا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعد از حساب مذق بھی اس کا بیج ہے جیسا کہ ہم جنس قدر اس میں لکھا ہے جس قدر اس کے لئے کوشش کی جائے اسی کے مطابق بیج ہو گا حضرت سچے نبی نہیں ہیں ایک ماہ کے بیج کی مثال دی ہے مگر تیس گنا سا گنا حد ہو گتا ہے کہ ذکر کیا ہے (دہی ۱۳۱۱۳) قرآن کریم صحت کو گنا سے شرح کر کے اسے چند چند کر کے کا وعدہ دیتا ہے اور یہ ذرا وعدہ ہی نہیں بلکہ صاحب فہمی اللہ فہم کی زندگیوں میں ہی اس وعدہ کا ثبوت بھی مل جاتا ہے بیگزوں دینے والوں اور کو وہ پاسے جو بکلی کو لیا ہوگی اس کو بیج کے قہر کو کسوں کے خزانوں کے مالک ہر گزے بعض لوگوں کو ایک فیاض آتی ہے کہ وہ ایک فیہ جیب سے دیکر چاہتے ہیں کہ ذرا اس بیجے ان کی جیب میں نہیں ہے آپریں وہ در دنیا سے لوہے مگر نفرتی تنگ ہے کسی اس کے معنی پر نہیں کرتے وہ در دنیا تو دھرتے اسے اللہ تعالیٰ تو سات سو گنا بلکہ اس سے بھی چند چند کا وعدہ دیتا ہے مگر وہ آگاہیوں سے کہ قوی اور دینی معاہدہ حاصل بیج کتے جاتے ہیں وہ قوم کو خدا کے فضلوں کا وعدہ بنا دیتے ہیں اور جب قوم میں دولت آتی ہے تو جیسے صدی اس کے سب افراد اس میں حصہ دار ہو جاتے ہیں قوی زندگی ہی اصل زندگی ہے اسی کی طرف ان شریف بابا توجہ دلائے۔ مگر تنگ دل انسان اپنا مال صرف اسی کو کہتا ہے جس کی جیب میں ہو +

اب بھی مسلمانوں پر سے ذلت و ادبار کی حالت دور نہیں ہو سکتی جیتا کہ وہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو بیج کرنا دیکھیں اپنے شغل پر شاہدوں اور ماتوں کو توہر پر بیج دے رہے بیج کرتے ہیں مگر خدا کی راہ میں دینے کے وقت فلس بن جاتے ہیں دین اسلام کی ترقی اتفاق فی سبیل اللہ سے وابستہ ہے جیتا کہ اس اصول ترقی کو دینی زندگیوں کا علمی درہنا دینا شایع کیا اب نہیں ہو سکتے مسلمانوں میں مال و دولت کی کمی نہیں مگر وہ دل نہیں جو خدا کے وعدوں پر ایمان رکھتا ہو اس کی راہ میں مال و دولت کو دے +

اتفاق فی سبیل
اللہ سے کیا روچو

سنیۃ
قوم کی زندگی کے
اسباب کیا ہیں

بیک مثال اور بیج
سے مقابلہ

وہ دنیا

اسلام کی ترقی
فی سبیل اللہ سے
ہر گز

الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يُتَبَّعُونَ مَا لَكُمْ مِنْهُم مَّا أَنْفَقُوا مَنًّا وَ ۲۶۲

وہ لوگ جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے پیچھے جو خرچ کیا ذرا حسرت جتانے ہیں اور

لَا أَدْرِي لَهُمْ جَزَاءُ مَا دُونَهُمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ قَوْلُ ۲۶۳

نہ دیکھ دیتے ہیں ان کیلئے، انکو اجر دینے کی پس پھر اور انہیں کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے ۲۶۳ نیک بات

مَعْرِفُونَ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ تُتْبَعُهَا أَذَىٰ وَاللَّهُ غَفِيرٌ ۙ حَلِيمٌ ۚ

کہنا اور مغفرت اس صدقہ کے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ پہنچا یا جانے اور اور غرضی ہر ماہرے ۲۶۴

۲۶۴ مَنَّا وَنَمَّةٌ كَسَنِي بِمَا فِي خُفِّهِمْ (مَنَّا مشہور وزن ہے چالیس سیر) اور خف ایک کتھن سے جس کے سنی ہیں اس کو

خف دہی اتنی بڑی خفست جس کے ہر کچھ وہ دب گیا۔ جیسے فرمایا خف اللہ علی المؤمنین (ال عمران ۱۶۳) خف اللہ علیہم

(النساء ۳۰) مَنَّا علی مہاجرین (والصفت ۴۰) خریدان میں خف اللہ بن استغفار (التقص ۵) اور یہ

حقیقہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ہر مَنَّا قول سے پہلے خف میں جتنا ناکہ ہے یوں کیلئے اور یہ خرچ ہے (ن) اسی خف میں

نہ ہے اسی کی مثل ہے مَنَّا علیہم ان اسلموا (الحجرات ۱۶) اور خف کے سنی قیل بھی جتنے ہیں گو یا احسان جتنا اس نکت کو خرچ کرے

میں بھی ان کی نیل اللہ خرچ کرنے سے مراد ولا ترقی دین کے لئے خرچ کرنا ہی ہر حال میں ہے اس کے امت خود ہمیں خفست

میں لڑنے کے لئے ہر ہر دم سے جان کے پاس تھے چاہتا ہوں کہ دیکھ کر ان کا دھڑلہ جھٹک دینے کا لڑکھٹا

نکسے کر اس پر انھیں صحت مٹانے کے لئے بار بار دھکے دے رہے یہاں تک کہ رنج پر کئی یاد اب ان عطا بن عطاء وغیرت

خاف بن عتہ اس کے سب ممکن بن جھان سے میں دینی ہر قومی اس سے راہی ہوا ہیں واثقات کہیں کا سنی خود تو کہ ہے

اس آیت کے شان نزول میں بیان کرنا محبت پہلے کی نازل شدہ ہے بتانا ہے کہ شان نزول سے مراد کسی واقعہ کا کسی لڑت کے امت

آئندہ دیکھ کر اور ایسے چند کی صورت میں مَنَّا ہے کہ چند دیکھ کر کہ اس لئے اس قدر چند دیکھ کر دوسری جگہ ہے۔

مَنَّا علیہم علیہم ان اسلموا خدا کی راہ میں دیکھ کر چھٹا چاہتے ہیں کہ ایک فرض تھا یا ایک امانت تھی وہ ادا نہ کی کہ انہیں کمال و عطا

مال ہے جیسا ان اللہ (الشمس ۱) مَنَّا علیہم ان اسلموا (النساء ۳۰) مَنَّا علیہم سے ظاہر ہے اور اذنی یہ ہے کہ دوسروں کی فکر کو نہ چاہتے تھے

نہ تھرا دیکھنے یا نکلانے نہیں دیا

انفاق کی پہلی طرف

خف کی حالت دہ

دہرگہ

الغنی

خفی

لکھ دینا ہے میرا کہ فرمایا جحد کا عائدہ غنی (مَنَّا ۹) یا میرا میرا میں ہے غنی غنی (النساء ۳۰) مال کی زیادتی پہلی

بلا جانے جیسے من کا غنی (النساء ۳۰) ۶

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتُبْتِئًا ۲۶۵

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی رضا چاہتے

مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ رِيَّوَةٍ أَصَابَهَا وَبَلٌ فَأَلَتْ أَكْلَهَا

کرنے کیلئے فوج کرتے ہیں اس بلع کی مثال کی طرح جو اعلیٰ درجہ کی زمین پر چھوٹا ہوتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے پس وہ اپنا پھل

ضَعِيفِينَ فَإِنْ لَمْ يُصْبِحَا وَابِلٌ فَطَلَّ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

دو جہد وے لیکن اگر اس پر زور لایینہ نہ پڑے تو ہلکا مینہ ہی کافی ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۳۴۱

۴۴۴

أَيُّدُ أَحَدِكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِثْلُ

کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کا ایک باغ

کمال تک پہنچا۔ رسوم و رواجات پر جو رویہ پہنچ ہوتا سو وہ سب ریاست ہے۔ گریڈنگ اس میں منظور صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایسا کریں اور ایسا نہ کریں۔ اگرچہ ذکر اس ڈوگوں میں ناگہانتی ہے یہی ریالی شناخت ہے۔ افسوس ہے کہ جس کو ایسا قبیح بنا دکھا گیا تھا کہ یہ مسلمان کا مہی نہیں۔ روکتا۔ اس میں آج اس کثرت سے مسلمان ٹوٹا ہے کہ شاید کوئی چاہے کہ رسوم و رواج پر قہر ہے اور کلمات اور رجائیاں یہ کہتے ہیں یہیں خدا کی ماہ میں ہے کہ لئے پاس موجود جو بھی چاہے تلاش کرتے ہیں۔ میں کہہ کر کام کا فوٹو ہے کہ میں یہ غریب کیا ہے۔ کیوں ان کے علماء اور شیخ ان کا مہی سے ان کو نہیں روکتے۔

ہمسفر درج کے اخراجات
ریٹس داخل ہیں

ایہ عقداون علی شہزادہ ماکہ ہوا میں صاف پیشگوئی ہے کہ کفار جو کچھ بیچ رہے ہیں وہ محض ریاکاری ہے جب خدا کی رحمت کی بات سن لے گا تو ان کا سب کیا کر لیا اس طرح تباہ ہو جائیں گے جس طرح صاف چہرے سے منی اور ہر ایک ریا سے بیچ کر دالے کلاسی کا کام ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ بھی حاصل نہیں ہوتا ۔

۳۴۱۔ من الغضب ہم ہیں من بعضیہ یعنی بقدر اپنے نفسوں کو ایمان پھنسانے کے لئے اتفاقِ مال سے کچھ مضبوطی رکھنا۔ اور اسے سارے قوی کو خدا کی راہ میں نکال دینے سے پوری قوت ربانی حاصل ہوتی ہے ۔

رَبُّوۃ۔ رَبّا کے معنی ہیں بڑھا اور بلند ہوا اور رُبُوۃ اعلیٰ درجہ کی زمین کو کہتے ہیں (غ)۔

اکل جو چیز کھاتی جاے۔ اس لئے پھل کو بھی کہتے ہیں +

طل - نہایت کمزور بارش جس کا اثر بہت ہی کم ہو (دغ) +

وہاں

اکل

طال

یہ دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جو اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی یہ بھی بچھایا ہے کہ اپنے نفسوں کے ثبات کے لئے۔ یہ اتفاقِ مال کا فلسفہ بیان کیا ہے یعنی خدا کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے سے ایمان پر ثابت قدمی بڑھتی ہے۔ کہہ کہ مال انسان کی محبوب چیز ہے اور جس چیز پر وہ اپنا مال خرچ کرے گا اسی سے اسے محبت پیدا ہوگی۔ پس خدا کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے سے خدا کی راہ میں ثابت قدمی اور وفاداری بڑھتی ہے۔

اشکی رضا کیلئے
مال جمع کرے نہ رنج
وہی ہے وہی ہے

يُخِيلُ وَأَعْيَابٌ يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

کجھروں اور انگوروں کا جوہر اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس کیلئے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضَعْفَاءٌ فَأَصْلَحَهَا كَعَصَا فِیْهِ نَارٌ

اور اسے بڑھاپے نے آگیا جوہر اور اس کی اولاد چھوٹی چھوٹی جوہر ہے اس کے ایک جگہ لوہے جیسے جس میں آگ ہو

فَاحْتَرَقَتْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ

پس وہ جل جائے اس طرح اللہ تمہارے لئے باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم فکر کرو ۲۴۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مِنْ طِيبَتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان بھی چیزوں سے بچ کر جو تم کماؤ ہو اور اس سے جو تمہارے لئے

مِنَ الْأَرْضِ وَلَا يَتِمُّوا الْبَحْثَ مِنْهُ تَنفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِأَخِيذِهِ

زمین سے نکالنا اور روپیہ چھوٹے کا قصد نہ کرو اس میں سے خرچ کر کے حالانکہ تم وہ اس کیلئے نکالے نہیں

إِلَّا أَنْ تُنْفِضُوا فِيهِ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَمِيدٌ

سوائے اس کے کہ اس کی قیمت کر لاؤ اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا تعریف کیا گیا ہے ۲۴۳

مُحَلِّ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

عَنْ

۲۴۲ غیل غیل کی جگہ ہے کجھروں

اَعْيَابٌ یعنی کجھروں کی جگہ ہے انگوروں کی پل اور انگوروں کے پھل دونوں پر پورا جاتا ہے +

ثَوَاتٍ یا تو یہ مراد ہے کہ کجھروں انگوروں کے سوا اس کے اور بھی سب پھل ہیں اور یا یہ کہ اس میں ہر قسم کے شایع ہیں کیونکہ شمس سے ہر

بعض وقت مال بھی ہوتا ہے جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے (دع) +

اَعْصَارُ عَصَا یعنی کھڑیاں جیسے فیہ یعصون (دع) اور اَعْصَارُ وہ ہے جو زمین سے اُٹھتی ہے

اور عِزَابُ کھڑیاں جیسے ہر ستون کی طرح آسمان کی طرف بلند جاتی ہے یعنی کھڑیاں (د) +

یَعْرِی شَالِ من واذی کے اذی کے ہے اس ضمن میں من واذی کھڑیاں سے روکتے ہوئے رہا کا ذکر کیا ہے پھر عِزَابُ

اُٹھتی ہے اس لئے کہ کھڑیاں کا اور کھڑیاں کے آخر پھر اصل معنوں کی طرف رجوع کیا اور سمجھا یا کہ بہت اسی انسان رخصت اُٹھتی کیلئے بچ

کر کے اس لئے وہ جڑ کھڑیاں اور پلج بن جاتا ہے لیکن من واذی کا اثر اس پر ایک جگہ کی طرح ہوتا ہے جو ہر جگہ کی

کھڑیاں دیتا ہے مگر اس میں رخصت اُٹھتی کے لئے اور وہ من ہیچ لے کے لئے بچ کر نہ کی ترغیب دی ہے من واذی

اور دیتا ہے روکے ہوئے اور تین باؤں کی وضاحت تین مثالوں سے کر دی ہے +

۲۴۳ کسب وہ ہے جس میں انسان اپنے آپ کو لگاتا ہے جس میں اپنے اُٹھانے اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض پر غفلت

کسب کے مقابل پر ماضی جتنا کھڑیاں سے لڑائی میں تجارت صحت وغیرہ وہ دوسرے پر عمل کیسیاں صدقیاں

۲۴۲ غیل غیل کی جگہ ہے کجھروں

۲۴۳ کسب وہ ہے جس میں انسان اپنے آپ کو لگاتا ہے جس میں اپنے اُٹھانے اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض پر غفلت

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً ۝۳۷۸

شیطان تم کو تنگدستی سے ڈراتا ہے اور تم کو بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمہیں اپنی طرف سے مغفرت

مِنَهُ وَقَضَاءً وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۳۷۹

اور فیصل کا وعدہ دیتا ہے اور غنیمت دہیے والا جاننے والا ہے ۳۷۹

تیسیم
خیلیت

فصل، اخلاص

کیا مال مذکور ہوا
ہو چکا ہے

وعدہ، وعید

غشائہ

مذکورے میں
مغفرت کی بات

بیشیطان کی

تیسیم: تیسیم کے معنی تصدیق ہیں (اصطلاح شریعت میں خاص معنی میں) اور اس کا اصل اُتہ ہے جس کے معنی ہیں قصہ کیا دل،
الخیلیت: وہ چیز جس سے کراہت کی جانے کو اور اس کے روی ہونے یا اس کے خیمس ہونے کے خواہ مخوس ہو یا مستقبل اطمینان
میں باطل اعتقاد اور جھوٹ باتیں اور بے نفع سب شامل ہو جاتے ہیں بخود صلیہ الخلیات (تلاذیر ۱/۲۰۰) (۲) یہاں مراد وہی چیز ہے ۝

تقصیر: نقص، اور اخلاص کے اصل معنی نیندیں (۲) اور بطور استعارہ تغافل اور سہیل پرستار ہونا ہے۔ اور الخلیات
فی الخلیات (مفسر) ہیں جب فروخت والی چیز کو زیادہ مانگے اور قیمت کو کم کر دے (۲) یا اس کے روی ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی کا سبب بنے
اس سے پہلے رکھے ہیں یا تھا کہ اتفاق سے بخل مانگے کسی طرح بچ بچاؤ ہونے سے بچا یا جاسکتا ہے اس آفات سے محفوظ
رہ سکتے ہیں۔ اس میں کم میں بتایا ہے کہ کوسا مال بچ کر کرنا چاہئے کیس طرح بعضی طائفہ یا چھپ کر بچ کر کرنا چاہئے اور کس طرح کرنا چاہئے ہیں
اتفاق کی تمام اصولی تفصیلات کو ان دو رکوعوں میں بیان کر دیا ہے ۝

کوسا مال جو خرچہ کی راہ میں دیا جائے۔ اول شرط یہ ہے کہ مال حبیب ہو یعنی جائیداد پر کر لیا ہو اور اوجھا ہو۔ دوسری یہ کہ وہی
مال نہ ہو جس کی تمام سے نزدیک کسی کوئی وقت نہیں۔ دوسری چیز کو دیکھ لی کہ وہ جس طرح حاصل نہیں ہو سکتے تھے بل کی بڑی اسلامی پہلو
یہ ہے کہ وہ مال سے خارج ہو کر مل سہلے گئے کے چار باتیں اسلامی جہد کی کی بھی کر دیں۔ دوسری مسئلہ اس پر اور مذکور راہ میں
مال خرچ کرنے کا تو نام ہی مسلمانوں کو بھیج دیا ہو اسے۔ حالانکہ اتفاق کو کہہ نہ سکتا تھا کہ مسلمانوں کیسے کیسا محبوب بناتا ہے کہ کوئی ناقص چیز بھی
مذکورہ میں دینے کو پسند نہیں کرتا بلکہ یہی چاہتا ہے کہ جب کوئی دوسری دوسری چیز دے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت و شان کے لئے
پاس دے بھی سکتا ہے۔ یہ کہ جب خدا کا نام درمیان میں آگیا تو پھر چیز خواہ کسی کو دی جائے، اعلیٰ اور افضل دینی چاہئے اسی کے مطابق
آیت کا خاتمہ غنی جلیل پر کیا ہے ۝

۳۷۹ یقیناً۔ وعدہ کا لفظ غیر و شرطوں پر بولا جاسکتا ہے یعنی اچھی چیز کے وعدہ دینے پر اور برے انجام سے ڈرانے پر اور وعید کا
لفظ شرط سے خاص ہے ۝

الغشائہ: اصل میں ہر ایک چیز بخل یا قول پر بولا جاتا ہے لیکن عجب کے لوگ بخل کو بھی فاحش کہتے تھے، اس نے بھلاؤ
قرینہ یہاں بخل معنی کئے گئے ہیں ۝

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جو فیالات بعض وقت اللہ کی راہ میں دینے میں مان بڑے ہیں وہ حقیقت میں شیطانی خیال ہیں کہ خدا
کی راہ میں دیکر ہم غریب ہو جائیں گے۔ ایک حدیث میں آتا ہے نبی کریم صلیہ علیہ وسلم نے فرمایا باتیں باطل قسم کھاتا ہوں میں جس سے ایک ہے کہ
خدا کی راہ میں دینے سے مال کو نہیں ہوتا ۱۰۔ حق بھی یہی ہے کہ کب تک کوئی شخص خدا کی راہ میں دینے سے حقوق خاندانیں بناتا
گوسا مال بھی خدا کی راہ میں دینے کا بہتر رسم و روایہ کی پابندیوں سے بہتر ہے تباہ ہونے میں بھرتا ابن مسعود سے اس آیت کی
تفسیر میں مروی ہے کہ ان کے لئے ایک لہر شیطانی تھا کہ ایک لہر ملکی ہو جسے شیطانی عزیمت کہتے تھے کہ وہی کیلئے اللہ کی راہ میں دینے کے لئے

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا

وہ جیسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی جائے بیشک اسے بہت بھلائی

٢٤٠ كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ

دی گئی اور کوئی نفعیت قبول نہیں کرتا اگرچہ پاکیزہ عقل والے ہیں، ۱۳۴۵ء کو کچھ فریج کرنے کی چیز تم فریج کرو یا

نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝

کسی نذر کی منت ان لوگوں سے ضرور جاتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔

ہوتی ہے۔ اور ملک کی تحریک بھلائی گئے اور حق کی تصدیق کئے گئے ہوتی ہے۔ علاوہ ان میں ایسے معاملات میں اندازہ قوی سماعت سے لگایا جائے خلاف قوی سماعت سے جب اندازہ قوی سماعت سے لگایا جائے کہ حق کی تصدیق کئے گئے ہوتی ہے۔

۳۴۵: اَلْیَاقُ اَلْیَاقُ اَلْبُکْبُکُ کہے ہیں، اور اَلْبُکْبُکُ کسی چیز کے علاوہ یا سوا کہتے ہیں۔ اور انسان میں اَلْبُکْبُکُ اس عقلِ خالص کہتے ہیں جو ہر قسم کے شائبہ سے پاک ہو یعنی نہایت خالص عقل میں ہر گت عقل ہے۔ ہر عقل اَلْبُکْبُکُ نہیں (۱)۔

جب یہ تامل اور اتفاق سے متعلقہ کسی لاپرواہ شخص شیطانی ڈرامے کے قریب جاتا ہے کہ اہل فریب نہیں بلکہ اصول و حکم کے پھر لینا
فریب کے بارے میں اصول و قواعد کی حوالہ دہانی سے حواس تازہ کرتا ہے۔ گو اس اصول کو کوئی لٹنا کھڑی یا دوسرا اہل

دین سے انسان متباعد نہیں ہوتا اصول دین میں سے ایک اصل ہے۔ اور اس کو کہہ کر انسان غیر شرکاء ملک ہو جاتا ہے۔

اس کا ہر ذریعہ ہے۔ اس بات کو سمجھا دے کہ جو یہودیہ وہ عریب کے اپنے محل کو لوگوں کے اعلیٰ کی ہیں

زیادہ اللہ ارادہ تھا اویس ہزار ہائے زیادہ ہیں۔ کراچی صحت کی بات کو نہ بھٹکی وجہ سے ان کا حال ان کے اھوں سے کل کر دھڑکے اھوں میں چار اے۔ اویس بھی وہ قرآن کریم کی اس حکمت کی بات پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

۳۲۶۔ امام باغبان نے نذری کے پھنسی کئے ہیں کسی امر کے حدوث کی وجہ سے تم اپنے نفس پر کسی ایسی بات کو واجب قرار

[illegible]

پر بہاوت یا حد و غیر جسے کوئی چیز نہ تو نظر آئے اور جب کرو۔ تو وہ مذاہب اور پھر لگساہے کہ احادیث میں اس سے روکنے کا کوئی ذکر

آئی ہے اور اس کا اضافہ ہے کہ ایک ایسا انداز ہے جو کوئی نہیں سمجھتا کہ ایسا ہے کسی نقصان کو دور کرے جسے کسی تفسیر و تفسیر

کو کہہ دیتا ہے پس اگر اس اتفاق کے ساتھ انسان کسی امر کو اپنے اوپر واجب کرے تو اس کا ہر کاربائو کو بالائندہ کے تحت

تہذیب و

یہاں خالص اعلانِ دُعا کو کہہ سہے جو خدا کی راہ میں اپنے ہاں کو بچ نہیں کہتے و معصیت میں اور رسم و رواج کی ظالم

• پابندی میں خچ کرتے ہیں •

لَنْ تَبْدُلَ الصَّدَقَاتِ فِي مَوَاقِعِهَا وَلَنْ تُخْفَوْهَا وَلَوْ نُوحَاهُ الْفُقَرَاءُ فَهُمْ ۲۷۱

اگر تم صدقات کو کھلے طور پر دو تو کیا یہی اچھی بات ہو، اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور عینا جمل کو دو تو وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ وَبِكَفْرِ عَنكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

تمہارے لئے اچھا ہو اور وہ بعض تمہاری برائیاں تم سے دو کر دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے ۲۷۱

فَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ سَوْءًا بِمَا عَصَوْا وَالَّذِينَ آمَنُوا لَسَوْءٌ لَّهُمْ مِمَّا قَبِلُوا ۲۷۲

بیکھنا۔ کفر کے اصل معنی ڈھانکنا ہیں (اور ایمن ایشیرے بڑھا لیا ہے) ایسا ڈھانکنا جو اسے ہلاک کر دے یعنی ایک بک چڑی کو

صدا اور کھینچ کر کھینچیں ایک چیز کا ڈھانک دینا اور اس کا بادیہا میں ایک کدوہ بنزلا اس چیز کے ہو جائے جو کی نہیں تھی اور

ہی جو کھلا دیا ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو گناہ کو ڈھانک دے (۲۷۲)

مَنْ سَيِّئَاتِكُمْ مَنِ عَصَاكُمْ فِي صَدَقَاتِكُمْ سَاءَ مَا كَانُوا بِمَا كَانُوا ۲۷۳

من سب سے زیادہ برا ہے جو تمہاری برائیاں اور تمہیں بعض قسم کی برائیاں دوہرہ ہو جاتی ہیں

سَبَّحْتَ بِمَا كَانُوا بِمَا كَانُوا ۲۷۴

سے جو کفر اور بتایا ہے وہ وہی ہے کہ بعض قسم کی نیکیوں سے بعض قسم کی جہاں دوہرہ ہو جاتی ہیں اور وہ جاتی ہیں یعنی فلا نہیں ہیں

اس آیت میں اتفاق کا طریق بتایا قرآن کریم ہر ایک مسئلہ پر انسانی ضروریات کے ساتھ پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر بحث کرتا

ہے انہیں کی مشورہ ہادیہ تعلیم میں صدقات کا مضمون انہی ہی بات پر ختم ہو جائے کہ تم دکھا دے کہ نئے خیالات ذکر ہو چکے ہیں اور

دایاں ہاتھ سے تو باتیں کو خبر ہو۔ مگر یہی ایک غلطی ہے کہ جو صدقات علانیہ طور پر دینے جاتے ہیں ان کو دکھا دے کہ نئے سبب

جائے اور ذہنی ضروریات انسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مومن کہ ان میں جب صدقہ کی قوائے ہی طور پر کرے کہ دایاں ہاتھ

دے تو باتیں کو خبر ہو۔ جو بڑے بڑے قوی چننے جس سے ضروریات قوی پوری ہوتی ہیں وہ بھی اس طریق پر پس دینے جاسکتے

اور جس کتاب سے اپنی تعلیم کو پس یک ختم کرو یا وہ عقیدتنا تھا جس سے خزان شریف جس سے تعلیم کو کہاں تک پہنچانا تھا وہ پون تعلیم

دینا ہے کہ علانیہ طور پر مال خدائی راہ میں دینا بہت بھلا ہے بلکہ اسے پہلے بیان کیا اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ دور میں

کوئی کی تحریک ہوتی ہے اور وہ حقیقت بڑے بڑے قوی کام علانیہ چندوں سے ہی سرانجام پا سکتے ہیں یہی عیسائی لوگ ان قومی

چندوں میں علانیہ صدقہ دیکر اپنے عمل سے انہیں کی تعلیم کو بھلا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کو سچا کر دے رہے ہیں۔ اس جہاں اس قسم

کی ضروریات کی غفلت اور وقت کے لحاظ سے انہیں مقدم کیا۔ سادہ ہی دوسرے پہلو کا بھی ذکر کرنا کہ ان کی کچھ مدد کر دے وہ بھلا

وہ بھی ایک ضرورت قوی ہے اور بہت لوگ حق ادا دھرتے ہیں ان کو علانیہ دینا نہیں اور وہ علانیہ لینا پسند کرتے ہیں

خصوصیت سے ایسے لوگ ہیں ان کا ذکر ان کی سے اچھی آیت میں ہے ۲۷۵

وَقَدْ شَرَّفْنَا فِي هَذِهِ مَثَلًا لِمَنْ يُعْطِ صَدَقَاتِهِ سَخِرَ لَهَا مِمَّا رَزَقْنَاهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ ۲۷۵

قرآن شریف نے صرف ایک مثلاً اختیار کیا ہے ایسے صدقات کے متعلق استعمال فرمایا ہے مگر عادیث میں ایسے صدقات کا

ذکر بہت پایا جاتا ہے صحیح میں ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ میں لے گا۔ امام عادل جانی ہیں

جہاں آئی کوئے مال۔ وہ شخص جو اللہ کے لئے ثبات کرنے والے ہیں۔ وہ شخص جو سیرت سے جس کے قس کا دل میں سیرت میں ہوتا

ہے وہ سب عین علما و محبت بلکہ نہ صرف خدا کے خوف سے بچے اور وہ شخص جو صدقہ تو کرتا ہے تو اسے اتنا چاہتا ہے کہ لوگوں

لوگوں ہاتھ نہیں جاتا جو اس کا دایاں ہاتھ بچھ کر اسے اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی صدقہ رب کے غضب کو دور کرتا ہے

مگر علانیہ طور پر اسے خود کو ذوق نظر صدقہ ہے جو جو غرضت غلطی صدقات پر مقدم ہے ۲۷۵

فہم

کفر

بیکھنا

صدقات

انہیں کی تعلیم

قوی چندے

غلطی صدقات

۲۷۲ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَا تُغْفِرُوا مِنْ خَيْرٍ

ان کی ہدایت تیرے ذمے نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور کچھ مال تم بچ کر دے وہ تمہارا

فَلَا أَنْفُسَكُمْ وَمَا تُغْفِرُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُغْفِرُوا مِنْ خَيْرٍ يُغْفَرُ

اپنے ہی لئے ہے اور تم بچ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اللہ کی رضا چاہو اور جو کچھ تم مال بچ کر دے وہ تمہیں پورا

۲۷۳ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تظْلُمُونَ ۝ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا

دیا جائیگا اور تمہیں نقصان نہیں پہنچایا جائیگا ۳۷۳ ان فقراء میں سے جو کیلئے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں زمین

يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا بِالْأَرْضِ مُحْسِبًا ۖ لِلْأَهْلِ الْغَنِيَاءِ مِنْ التَّغْفِرِ قَرْنٌ

میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے رسول سے پہنچنے کے باعث تاہم ان کو دہشتہ ہوتا ہے تو انہیں بھی

الرَّج

يُسَيِّمُهُمْ ۖ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَقَّ ۚ وَمَا تُغْفِرُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

نشانیں بیان لیگا وہ لوگوں سے پٹ کر نہیں مانگتے اور جو کچھ مال تم بچ کر دے اللہ اسے قیامت جانتا ہے ۳۷۴

خیر لہذا لہذا

۳۷۴ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ پہلے مسلمان دو جانوروں کے کھانا دیتے تھے بقیہ فی سبیل اللہ

اپنے شکر و رشید اور ان کی ماکہ کو پکڑنے کے لئے تو یہ تیرا نازل ہوئی قرآن شریف نے فخر مسلمان کی اور اللہ کی فخر دہائی کی حالت میں بچ کر

تواری سے اور اسانی سے ہدی کے دائرہ کو نگہ نہیں کیا اور فرمایا کہ ہدایت امر و نہی کے واسطے کے وقت انسان کی دستگیری ایک

فرض انسانی ہے یہ ذکر نمازوں کو دینے کے ذکر کے ساتھ ہی کیا تاکہ اس بخشنے کی کسر ہو جائے ۵

صدقہ سے غاڑ دیا
لیکھو کہ وہ ہوتا ہے

اور یہ جو فرمایا فلا تغفروا تو مراد یہ ہے کہ اس کا غاڑہ خود کر لیا ہوتا ہے لوگوں کو یہ پہنچتا ہے کہ یہ لکھنا غفروا تو وہ

معلوم و اہل نہیں انسان کا اپنا نفس ہی اس کے بھائی بندھی اسے نفس کو یہ غاڑہ پہنچتا ہے کہ اس کے اندر نیکی کی قوت نشو و نما پاتی

ہم دینی انسانی جو انسان کا سب سے بڑا ہر پہ سے مروت ایمانی پستی سے اور اپنے بھائی بندہ کی غاڑہ سے کوئی بیرونی کے

کاموں سے ساری قوم کو غاڑہ پہنچتا ہے وہاں تصفوت و تقوا و جہاد اللہ میں باور و تپا سے کہ مسلمان کو اخلاقیات پر کا وہ غاڑہ

آئی کیلئے ہی ہو گا اور یہ کہ تم سب کا فائز کر دے کہ اس کو ویسے وہ کہ ہے کہ تم نے تو چھٹن غناہ لپی کیلئے کیا ہے سورہ نماز میں

صدقہ دینے کے وقت لوگوں کے اعمال کی تذکرہ کر دینا کہ ایک حدیث میں آیا کہ ایک شخص نے کہا میں کج رات صدقہ کروں گا تو وہ صدقہ لکھنے

کے لئے چلا گیا اور دوسری رات صدقہ کیا تو وہ ایک خفی کے لئے چلا گیا تیسری رات کیا تو ایک چور کے لئے چلا گیا تو اسے کہا گیا کہ تمہارا صدقہ

ہو گیا ہے سو وہ لوگوں کے لئے صدقہ میں گیا ہے سو شاید زانیہ نہ نہا سے جو چاہے غنی صدقہ دینے کی تو فریق بننے چھوڑ دی ہے رک جائے۔

حاصل میں تسلیم کا یہ ہے کہ انی صدقہ پر انسان صدقہ کو زندہ رکھے ایک سرری فکر سے دیکھو کہ جو حق نیکو ہے یا جان بیکار کام

ہو رہا ہو وہاں اعانتیں شامل ہو جائے اسی کی طرف تیرے کے آخری مضامین اشارہ کیا کہ تمہارا اتفاق ضائع نہیں جائیگا

حفا

۳۷۴ التعمق ۱۔ بعض سے ہے اور بعض سے ۱۔ ان میں سے تھوڑی چیز یاد رکھ کر لیتا (خ) اور پھر اس کے معنی ہو گئے ہیں حفا

وفقاً لـ

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

یہ اسلئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

آخری آیت مانا جائے مگر اس سے بہتر قریہ اس حدیث کی وہ ہے جو علماء میں کی گئی ہے یعنی آیت رب اسے ملا اس کی کھج کی آخری آیت ہے اور سورہ آل عمران میں بھی لکھا کہ لا تفرقوا بیننا و بینہم اضعافاً مضاعفۃً آسم ہے۔ ان یں ممکن ہے کہ کورث سود کا حکم دے کہ نذر اس پر اور حرمت شراب کی فتح حرمت سبھی تدبیر کی ہو پھر اور سورہ آل عمران میں صرف سود و سود سے روکا ہو

اس قول کے معنی کو انظر
صالحہ نے ربا کی تائید میں

اور یہ جو روایات ہیں، یا سہ تہ کہ حضرت صلعم نے رباعی تفسیر نہیں کی یہی اصحرت مرقا قول جو سنہ واحد میں مروی ہے اور اس تفسیر کے اور بھی اقوال ہیں حالانکہ راجحاً بیادیت میں ایک مشہور و معروف مرقا قول اس سے مراد صرف اس قدر ہے کہ وہ امر جو باطن سے نکلتے ہیں، ان کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ ان اقوال میں بلکہ، تریاقت و درویشوں کا ذکر ہے۔ اور یہاں حضرت عمر کے ان الفاظ سے ظاہر ہے خدا عزوجل (الربا واداء العبا) سے سورہ بقرہ کا کوئی ٹوٹا ہوا معنی ان امور کا بچنے متعلق شک ہو کہ وہ رہا سے ملتے جلتے ہیں اس میں سے بعض جاتی صورتوں کا ذکر اور پیش ابھی کیا ہے۔ جیسے یہ کھانا برف سے روکا یعنی عین صبر پر عین کاشت کرنے سے یا ہوا یا پانی سے یعنی خشک بکھوڑ سے تازہ بکھوڑیں خریدی جاتی جو نشہ میں ہوں۔ یا ہاقلۃ یعنی سنی اس واسطے کہ خریدنے سے جاہی خوشی میں بعض لوگوں نے کہہ کر صرف سود و سود میں ہے و سود و حالانکہ باطن کے معنی میں سود و صاف آئے بعض نے کہا کہ حکم صرف دارالاسلام کے لئے ہے لیکن اس طرح قوانین کے کل احکام سے امن اٹھ جائیگا جو زمینہ میں نازل ہونے کے وہ صرف دارالاسلام سے مخصوص ہیں بعض کا خیال ہے کہ سود کے حکم کی علت خرابی سے ہمدردی ہے جیسا کہ صدقات اور دارالکے مضمون کو ایک جگہ کر کے ظاہر ہے جو علت کو کچھ جو حرمت و تمام ہے جیسے شراب کی حرمت کی علت تو یہ ہے کہ اس سے نشہ ہو جاتا ہے نقصان پہنچتا ہے۔ کو ایک طرف بھی جاتا زمینیں کو اس سے نشہ دہر گیا کہ حکم عام ہے۔ البتہ سود دینے والے کے لئے بعض صورتیں اضطراب کی پیدا ہو سکتی ہیں کہ اس تفسیر کی زندگی قائم رہ سکے۔

بچوں کا سود

ایک سوال یہ ہے کہ بیگنوں میں جو روپیہ حفاظت کے لئے رکھا جائے اسے ادویں چرب قرہ، حدیثک سوئے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ برابر یہ لازم بات ہے کہ روپیہ کی کوئی دیکھا ہو جس سے اسے جاہلیت کی صورت میں بیان کی گئی ہو اس میں یہ ضروری ہے اور بیگنوں میں ایک شخص روپیہ قرض نہیں دیتا بلکہ بطور امانت رکھتا ہے تو گو یہ صورت کسی قدر غلط ہے مگر یہ بھی درست رہے مناسب ہے اس لئے غلط طریق کی ہے کہ وہ روپیہ سود کا خافین اسلام کے مقابل پر اشاعت اسلام یا چار میں بیچ کر یا کباب اور اپنے سرفروں میں ڈالا جائے جیسا کہ نوٹ ہے۔ اور زمین اور بیگنوں کی صورت میں کسی قدر عام صورت رہے اختلاف کھتی ہے کیونکہ وہاں جہی کوغ لئے سکتے ہیں جو حد حصہ اور چوں اور میں ایک گنہش نفع نقصان دونوں کے مالک ہو جانتے ہیں کہ وہ بھی احتیاط کا طریق ہے جو بیگن کے سود کے متعلق لکھا گیا۔ ان سے یہ جانتے ہیں کہ ایک شخص کوغ لئے اور وہ اس وقت مال رقم سے کچھ جس کا عرض چل جزاء الاحصان والاحصان کے طور پر دوسرے سود میں کیونکہ قرض دینے والے کو اس کا لینا مذموم تھا رہا کی حرمت میں بھی ایک احادیث میں ایک حدیث میں برابر کے کھانے اور کھلانے اور گدھا اور کتاب سب پر سنت کی ہے کیونکہ سب سود کو روغ لئے ہیں اور ایک اور حدیث میں ہے جو ابو ذر سے روایت کی ہے کہ ایک زنا دہن کا کوغ سود کا بیٹھنے میں کیا گیا کوغ : فرمایا من لم یزکھ کلہ منہم تالک من غنا بقدر ما ان من سے سود میں کھا یا کھا اس کا لینا یا کوغ نہ چھوٹا حق یہ اتفاق اجماع کے کیسے ہے نظر کریں ۛ

سود کی مانگت کی کیوں ضرورت ہوئی؟ اس کی وجہ بڑی وجہ مائدہ تعالیٰ ہے یہاں بیان فرمادیں اگرچہ میں سیمپلی وجہ من الافاضل کی

۱۳۰۰

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ
 سِوَى ذَلِكَ لَا يَنْفَعُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبَّهٗ غَفُورٌ ۙ
 إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
 اللہ کے سپرد ہو اور جو پھر ایسے گئے پس وہی آگ والے ہیں
 وہ اس میں رہ کر جیئے ۳۵۲

مال کی بجا بھرت

یہ طبقہ ان شیطان من اللہس سو دغا کی حالت میں رہ جاتی ہے جیسے ایک شخص کو شیطان نے جہنم بنا کر رکھا یا ہو کر یا وہ مال و دولت کی بھرت میں جہنم رہ جاتا ہے اور پھر وہ گردنا ہے جو شرف نہایت کم دیتا ہے یہ اتفاق نہایت بچھیں جب ایک انسان یا ایک قوم سو دغا میں ترقی کرتی ہے تو آخر مال و دولت کو اپنا سمیٹو بناتی ہے اور یہ دغا یعنی انسانی کی اخلاقی صفات سے محروم رہ جاتی ہے یہ پھر دغا سے سو دغا میں ترقی کی وجہ سے ملک کے بچنے بھی ایسی کی مثل ہیں۔ ان کی مال و دولت کی بھرت اس حد تک ترقی کرتی ہے کہ اپنے آقا و رسول آسمان پر بھی اور لگا دیکھ صرف کائنات کو دغا نظر آتا ہے۔ وہ مذہب تو میں جہنم سے بچ سو دغا میں ترقی کی ہے ان کا سمیٹو صرف اپنی رائے ہے اس کی وہ پرجا کرتے ہیں اس پر جہنم ایمان و عزت محنت سب کچھ بچنے کو تیار ہیں +

شعبہ اور دوسرے
 بدستار بہت ایک ہیں

انھیں کی کا قیام
 اور مال و دولت قدری

جس طرح اسلام سے پہلے کسی مذہب سے شراب کو حرام نہیں کیا اسی طرح سو دغا بھی حرام نہیں کیا۔ بات یہ ہے کہ ان دونوں کے عقائد میں اس قدر بیکاری اور لگاؤ کا حد تک اس قدر ہے کہ اس کا کام کاہل دی انسان تھا جس نے سب خیروں اور رسولوں کا طریقہ ہو کر کیا اسی کی وہی کو مال کا کیا گیا کہ بایک سے بایک بدستار جو بدستار جو بدستار ہو رہے ہیں اسے وہاں اپنے مابین اور اسی کو تویت قدری کی گئی کہ نظر کا سے خطر کا چلے جوں جوں انسان کی بھلائی کے لئے اس قدر بدل چکے ہیں کہ بظاہر خود بخود ترقی پاتی نظر آتی ہیں دیکھتے ہیں دوسرے جس طرح شراب کے بدستار نظر انسان یوں دیکھتے ہیں کہ ایک شخص جو حد تک ایک شراب پیتا ہے یا وہ چار گھنٹہ پیتا ہے تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تو نہیں دیکھ سکتا اسی طرح بدستار ہر دس میں کسی کا نقصان نظر نہیں آتا کہ نہ دیکھ کر دوسرے کو قرض دے اور اس پر سال بھریں دو روپے پانچ روپے یا چار روپے سو روپے اور دیکھ کر دوسرے میں بدچلتی سے فائدہ اٹھائے مانتے خلیفہ انسان مسائل میں ایک سے بیچ پیمانہ پر دیکھتے نہ ان میں نتائج کو دیکھ کر دیکھنا ضروری ہوتا ہے یہی تو بدی اور ٹھیک چیزیں ہی ایسی ہیں کہ ان کے نتائج فوری اور بدی نہیں آتے بلکہ کھلیخیر ان کا اسی وقت نظر آتا ہے جب ان کا بار بار کثرت سے اعادہ ہو۔ جس قدر بدی بایک ہوگی اسی قدر اس کے نتائج اور بھیتے نہا پر پھیلانے سے نظریہ تنگ خود زمانہ کی ہری ایسی ہے کہ اس کے بھی فوری نتائج کو گوں کو نظر نہیں آتے اس لئے قطع طرح کے یہاں ہیں زمانہ کا ہی کو مطلع دیا جاتا ہے پس سو دغا کو جب نتیجہ نہا پر پھیل کر دیکھا جلتے تو خود واقعات و شہادت سے اٹھتے ہیں کہ وہ نہا انسان اور علماء سائنس انسانی ترقی کی بدی چیزیں ہیں کہ جو سو دغا کیلئے جوں جوں مال کی بھرت ترقی کرتی ہے اصل اخلاق سمیٹو انسانی کی وقت کا ہر ترقی پاتی ہے یہاں تک کہ ان کا دیکھنا انسان یا کسی قوم کے لیے بھرت کے عوض تمام اخلاقی کو بچ دیتی ہے۔ اخلاق فاضلہ کی اخلاقی منزل پر پہنچانے کے لئے ایک چھوٹی سی مالی نفع کے کو قربان کر کے اسلام سے بتا دیا کہ دغا دغا کی آخری اور مال مذہب سے سو دغا کے دوسرے حکیم ان نقصان کی طرف اٹھنے اخلاقیں تو بد دغا کی نہیں ہے۔ دیکھو لگاؤ +

بیچ

۳۵۲ بیچ چیر کے دینے اور تجارت کے لینے یعنی فروخت کو کہتے ہیں اور مشابہت اور یہ کو سگرہ ذن لفظ ایک دوسرے کی جگہ اور معاشرہ فریو فروخت پر بھی استعمال ہو رہے ہیں +

سلف

امر

سلف تقدیر میں پہلے سے ہونے والے کو کہا جاتا ہے خلیفہ ماسلف سے مراد ہے کہ اس کا گنا مجھے گناہ کا اس پر گناہ میں سلف
 ائمہ کے اہل میں خاتمی صالحہ یا صالحان ہیں اور وہ ہر قسم کے افعال و افعال کیلئے عام نقطہ ہے (یعنی صالحہ یا صالحہ یا صالحہ)

۲۷۷ وَلِلّٰهِ لَا يَجِبُ كُلُّ كَفَّارٍ اَنْ يُعَذِّبَ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا

اور اللہ کسی نافرمان کو نہ کہہ کر کوئی نہیں کرتا ۳۰۰ جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں اور نماز کو

الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ لَمْ يَجْرِمْهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَالْخَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر ان کے رکے پاس ہو اور ان کو کوئی گناہ نہیں اور نہ وہ غمگین ہوتے

۲۷۸ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنَّكُمْ تُمُوْنُوْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور جو کچھ سود سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو جب تم مومن ہو ۳۰۵

یہاں میں حدت عاشق سے روایت ہے کہ جب یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آپ نے اسے چھڑکنا یا پھر شراب کی تجارت کرنے فرمایا اس لئے کہ لعل اللہ البیوع میں بیشک ہر قسم کی تجارت جائز ہے مگر وہ تجارت جائز نہیں بلکہ کسی قسم کی خلاف ورزی نہیں ہے ۳۰۵ یعنی معنی نقصان کو کہتے ہیں اور بقول فقہ کے معنی ہیں ایک چیز کو گھٹا دیا اور اس کو بے برکت کر دیا

معنی

گھٹا دینا گھٹا دینا اور گھٹا دینا مال اللہ کے حق سے ہے اس کو نکالنے کی جتنی کفایت ہے۔ گھٹا کر پھر باہر مارنے والا ہے۔ مگر وہ مذکور حکم کے مقابلہ پر حلت رہا پر مصر ہے

اثیم

اثیم: بالشرع سے باطل کا جیسے نہ معنی وہ جو بدعت نہ حرم کے گناہ میں لپکا ہے

یہاں بیان فرمایا ہے کہ سود سے بے برکتی پیدا ہوتی ہے اور صدقات سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ پس امار احمد بن مسعود روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الربا وان کفر فان عاقبتہ تصیر الی قل یعنی سود کو بہت جو چاہے مگر انجام اس کا کسی کی طرف ہوتا ہے۔ اور صدقات کے متعلق بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک کھجور کے برابر یا ایک کمانی سے صدقہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قاتی مال کے سولہ قبل نہیں کرتا قرآن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دین کے قبل قبول کرتا جو کھجور کو اس کے دینے والے کیلئے خریدتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے کچیرے کو پالتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک ہنڈی مانند ہو جاتا ہے۔ کتاب التذکرۃ میں ان باتوں کی صداقت پر احادیث عالم شام میں کسی قوم کی دولت بول نہیں جیتی کہ اس میں سے چند کو گئے صدقہ تو میں بشارت ہو یہ پھر بکھری دولت بڑی ہوتی اس وقت بھی جاسے گی جب ہر ایک شخص کو اس دولت سے فائدہ پہنچ رہا ہو اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سود خوار اس کے سنائی اور صدقات اور صدقات ہی اس کے معاون ہیں

قوم ہالی اس کا بیچ

۳۰۵ چپ ان لوگوں کا ذکر کیا ہوا حکام کسی اور مقام پر یا خلافاً یا فرامی کرتے ہیں اور فرمایا کہ ایسے لوگ خدا کے محبوب نہیں ہوتے

۳۰۵ تو ساتھ ہی تقدیر کے طور پر نیکیوں کا ذکر کیا۔ اور اعمال صالحہ کے دوام کا نماز اور زکوٰۃ کا خصوصیت سے ذکر کیا

۳۰۵ یہاں یہ حکم دیا ہے کہ جب حرم سود کا حکم نازل ہوا یا جب کوئی شخص تو یہ کہہ سکے کہ کسی کی فراموشی کی طرف رجوع کرتا ہے تو جو کچھ سود وغیرہ اس وقت باقی ہے اسے چھوڑ دے جہاں اللہ تعالیٰ میں ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا تھا اس میں اور امور میں بھی ذکر تھا کہ جس قدر جاہل کے سود کی رقعیں تھیں وہ سب سو قاف کی جانی ہیں یعنی بے قیام قتل و وصول نہ ہوئی اور فرمایا کہ ہمارا جو موقف کیا جاتا ہے وہ جیسا بن عبد الملک کا ہے یعنی آپ سے کچھ کا۔ تعلیم کیوں سوڑ نہ ہو جس میں اصلاح گھر سے شروع کی جاسے

چتا یا سود کا بڑا

جہاں اللہ تعالیٰ کا

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ دُوسٌ

پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کے لئے مجبور ہو جاؤ اور اگر تم قبہ کر لو تو تمہارے لئے قتال

أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُونَ وَلَا تَظْلَمُونَ وَإِنْ كَانَ دُونُ عَشْرٍ فَنظَرٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ ٢٨٠

اصل مل ہیں نہ تم نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان پہنچا یا جائے۔^{۳۵۴} اسی اگر مقروض تشدد است جو تو خود اپنی ملک مہلت دینا چاہتا

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَالتَّقْوَىٰ أَوْسَىٰ أَنْ تَرْتَدَّوْنَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ٢٨١

اور اگر تم خیرات کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو کہ ۳۵ اور اس دن سے اپنا بچاؤ کرو جس تمہارا طریف کو تمہا بچاؤ

۳۵۶ اذون سے ہے۔ اذون کے اصل معنی سنائیں (کیونکہ اذون کان کو کہتے ہیں) اور پھر اس کا استعمال اس علم پر بھی

ہوتا ہے جو سننے سے حاصل ہوا بالآخر مطلق علم پر پہنچے کیونکہ اگر کلمہ سننے سے حاصل ہو رہا ہے تو اسے جیسے ہی سنا دیکھنا کے معنی کئے

یہاں سے لے کر اٹھ دھار کے رسوا کے ساتھ جنگ کا نفاذ اور اسے بعض لوگوں نے لڑا۔ ان کا نتیجہ کہہ کر یہ ظاہر ہوا کہ اس

کہ سوہ لینے والے کو قتل کر دینا جائز ہے، حجرے و دست نہیں اور نہ حدود شرعی میں اس کا کہیں ذکر آتا ہے۔ یہ الفاظ صرف تنبیہ و تہدید کیلئے

ہیں مال کی محبت بعض وقت انسان کو ابڑھا کر دیتی ہے اس لئے اس سے بھتی کے ساتھ ۔ دیکھا ہے ۔

یہاں سو دیکھتے تو خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ لڑاؤ اور دیا بنے تو اس سے بطور اشارہ طیفیہ یہ منجھا ہوا ہو سکتا ہے۔

اگر ایسے روپے کو اٹھاؤ اس کے رسول کے دشمنوں کے مقابلہ فریج کروایا جائے تو جانتے ہی اس طرح جو لوگ جنگوں میں یا ڈاکوؤں

میں روپیہ محض پس انداز کرنے کے لئے یا حفاظت کے لئے رکھا دیتے ہیں۔ ان کے لئے ہاں ہے کہ سود کے روپے کو وصول کر کے

اشاعت اسلام کے کام پر لگاؤ میں ہر لڑکے کی صرف میں نہ لائیں اسی طرح جن ملازمین کو کونسل کاروبار ملتا ہے ان کو اس میں

محض اس شخص سے جبر کرنا جو کس کے سامنے گمان کے لئے کھانڈہ و خنجر نہ جانے تو یہ بھی اس شرط پر جائز ہو سکتا ہے کہ اصل رقم کے

ملا وہ جو رہ پیہ ہے وہ اشاعت اسلام کا کام ہیگا دیا جائے تاکہ کسی شخص کے پاس ناجائز کمائی کا رو پیہ ہے اور وہ آئندہ اس کی

سے تو ہرگز ہے۔ اوسال شنبہ کا انگ کرنا یا اہل خمدوں کو پہنچانا مثل ارسے تو اس کا بھی فیرونی کا سول پر لگا دینا چاہیے

میرا اس کے یہ سنی تھیں کہ ناجائز طریق پر ہندو پیہ لمار حیرات میں دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہیں ایک حالت مجبوری کا ہے کہ وہ اپنے والد کو جو
جس وقت اس نے اپنے والد کو گناہ کا سامنا کیا تو اس وقت اس نے اپنے والد کو اس کے اپنے اشیاء اور اس کے اپنے خزانے کا مالک بنا لیا۔

۳۵۶ نظریۃ - نظم سے ہے واصلِ اہلسنت و دنیا

میں نے یہ کہہ کر اس کی طرف سے اور میں نے اسے مرادیاں سنائیں۔

قصداً تھا۔ قصداً کے اصل معنی ہیں صدقہ دینا۔ ییلن جب انسان کا ایک حق ہوا اور اسے وہ چھڑوے تو اس پر بھی

احادیث میں بھی قرضدار کو معاف کر دینے یا ڈھیل دینے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ یہاں یا حکم ہے اور اس کا

وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِينَ عَلَيْهِمُ الْحَقُّ

اور لیکن والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا اٹھنے سے سکھایا اور پڑھ لکھنے والوں اور چاہنے کو کہ جس پر حق ہے لکھنے

وَلْيَشْفِ اللَّهُ رَبَّهُ وَلَا يَخْشَى مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِينَ عَلَيْهِمُ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ

اور وہ ناشائستہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے اور اس کی کچھ نیکو پھر اگر وہ شخص جس پر حق ہے کم عقل یا

ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَفِهُمُ أَنْ يُعْلِلَ هُوَ فليُمْلِلْ رَبُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا

ضعیف ہو یا لکھنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوائے اور دو گواہ اپنے

شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَاضِيَيْنِ فَرَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

مردوں میں سے گواہی کیلئے بلایا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان کو اپوں میں سے جوں

مِنَ الشَّهَادَةِ أَنْ تَضِلَّ أَحَدُهُمَا فَتَكُونَ الْأُخْرَىٰ وَلَا يُأْبَىٰ لِلشَّهَادَةِ لِأَيِّ

جن کو تم پسند کرو تاکہ اگر ایک بھول جائے تو ایک ان دونوں میں کوہد مری کو یاد دلا دے اور گواہ جب بلائے جائیں

مَادُعُوا وَلَا تَسْمَعُوا أَنْ تَكُنْ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ جِلَّةٍ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

اٹھا کر بلانے کے وقت ہم سے لکھنے میں کوئی نہ کرو فقوڑا ہو یا بہت - یہ اشد کر کے نزدیک بہت انصاف

عِنْدَ اللَّهِ وَأَقَوْمٌ لِلشَّهَادَةِ وَأَذَىٰ الْأَنْزِلَانِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً

کی بات ہے اور گواہی کو بہت مضبوط رکھنے والی جو اس سے بہت قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو لیکن اگر نقد سودا

حَاضِرَةٌ تَذَرُوهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا

ہر جس کو تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو پھر تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو اور جب خرید و فروخت

إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَادُّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَعَلَّوْا فَإِنَّهُ شَوْقٌ

کہ دو گواہ رکھ لیا کرو اور نہ لکھنے والے کو نقصان پہنچا یا جائے اور نہ گواہ کو اور اگر تم باہم کر کے تو یہ تمہاری طرقت

بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

تو تم اپنی ہوگی اور اللہ کا تقویٰ کہ وہ اٹھنے کو سکھاتا ہے اور اشد پر چڑھ جائے والا ہے

۲۸۳ وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَهُ فَإِنْ أَتَىٰ

اے اگر تم سفوف میں ہو اور مکینے والا نہ پاؤ تو (کچھ قبضہ میں کر کے) گروہ کیا جائے پھر اگر تم میں سے

جی تو جرحِ اشد سے لکھایا، لا تب کے کچھ کو اشدِ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیرنگراسی نے انسان کو استغوا و دی اور دُعا
 نے سامانِ ہبسا کئے ۔

بالعدل۔ اس سے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ کسی فتنہ کی طرف میلان نہ ہو اور یہی کہ کہ بتیں عدل ہو یعنی ایسی کتابت جس پر فتنہ کیا جاسکے (۱) پس ہر شخص کتابت کا بل نہیں یوں ہو شقہ نہ ہو کسی کو ایسا سخن قرار دیا ہے ۔

یہاں تک کہ اس میں کسی عمل ہو سکے ہیں (دعا صریح میں ہے) فان الله لا يهدي قوماً غافلاً (وہ عمل بتدبیر کر جس کی طاقت رکھتے ہو کہ ان کے اندر عمل نہیں ہو تا یہاں تک کہ عمل ہو جائے جو۔ ملول ہوتا انسان کہ کٹے ہوئے خدا کے لئے نہیں۔ اور

آملیت کتاب اور اُمَلِیت کتاب کے ایک ہی میں اسے کاتب پروردگار یعنی بول کو تاکوہ سے لکھے اور قرآن شریف میں دوسری جگہ لاء آتا ہے۔ فہی عمل علیہ بکرۃ واحیدۃ (الفرقان ۲۵)۔ اور مصطفیٰ علیہ صلی علیہ وسلم علیٰ خلیلہ کتاب

ی انتہا کی ہے الذی علیہ الخی جس شخص پر حق قائم ہو رہا ہے وہ لکھوئے اس سے بہت سے مظالم کا سد باب ہو رہا ہے جو حق دین کا کافی ساہوکاروں کی طرف خوب بیوقوفوں پر ہو رہا ہے جس کو چاہتے ہیں خود بیوقوفوں میں لکھ لیتے ہیں ۔

پیشہ: جنس: تعلیم کے طور پر کسی چیز کا کم کرنا: +

سفیدہ: آج کی صورت میں لوگ اپنے سوال کو ٹیک طرح سے خارج کرنا یا اپنے حقوق کی حفاظت کرنا نہیں جانتے ان کو سفیدہ سفیدہ

ضعیفاً۔ لڑکا پر پابست بردھا۔

ایسی تعلیم (انجیل) ہو۔ اور نہ کراسکے کی کوئی وجہ ہو سکتی ہیں مگر نگاہوں۔ زبان سے ناواقف ہو۔ کوئی اور عارضہ ہو +
ان لہریں کو ناحلیین۔ دود گواہ مرد نہیں یعنی نہیں یاد نہ کھانا چاہو +

تفضل طریق منقسم سے عمل کا نام ضلالت ہے عذر ہو یا سہو یا غور یا ہمت (خ)، چنانچہ بعض سنیاں یعنی بدول ضلالت
جلستہ پر بھی بولا جاتا ہے (خ)۔

تذکرہ : اس کے معنی کئے ہیں تعید ذکر کا (ذخ) یعنی اس کے ذکر کا اعادہ کر دے + تذکرہ

حاضرۃ سرحدینی نقد تجارت ♦

یضا۔ یہاں خدا بقابلہ معہ ہر عاقلین کی تسکین فرمایا جائے جبہادت میں بلایا جائے اس کو اس کی صنعت یا ص

اس ایک تیرتیس، ایک ترقی یافتہ قوم کی مین دین کی جملہ ضروریات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اول کتابوں یا وثیقہ نویسی

میں نے انکار نہیں کر سکتے اور اگلے سال کے لیے دوبارہ درخواست دی۔ دو سالوں کے بعد وہ لاٹری جیتنے سے انکار نہیں کر سکتے۔ مگر جان کو بھروسہ رکھنا تھا کہ وہ ان کے کاروبار کے لیے دوبارہ درخواست دے سوجھ بوجھ کے بغیر لاٹری جیت سکتے ہیں۔

ہزار ہا مال کی حالت و کسکت ہو گئی اور امرتسنج ہو گئیں کادی مقرر کیا جاتے غرض ایک ایک ضروری ایک ایک خانہ

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فليُؤْتُوا الْإِنِّى وَنَحْنُ آمَنَتَهُ وَلِيَقْبَلِ اللَّهُ رِيبَهُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ

ایک دوسرے کا اعتبار کیا گیا ہے جو کہ مہربانی لمانتہ کو اور کلمہ پڑھنے والے کو دیکھ کر

الشَّهَادَةُ أَوْ مَنْ يَكْتُمُهَا فَإِنَّهُ أَشْرَقُ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا أَعْمَلُونَ عَلِيمٌ

کو چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپاتا ہو تو اس کا دل ضرور گندھا رہتا ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو انہ اسے جانتا ہے

یہ بھرت کی ملامت کا احتمال کم ہو جاتا ہے بیان کا جو حصہ ایک دوسرے کی تائید میں ہو وہ دینی ہو جائیگا یہ چکر نہیں لگا کر
ایک ہی گواہ ہو تو فیصلہ دیکھا جائے یا قرآن کی شہادت پر فیصلہ دیکھا جائے بلکہ حضرت دو مسئلہ کے معاملہ میں جہاں نہیں کہے گئے ہیں
سے بچنے کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ قرآن کی شہادت پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے +

اور ایک مرد کی جگہ جو دوسروں کی شہادت دینی تو اس کی وجہ بھی خود ہی بتا دی کہ وہ قول کو مگر معاملات میں دین سے
واسطہ کم کرنا ہی سہل ہے اور جو شاہد اپنی طرح یا ذرا کہ سلیق تو ایک کی کمی کو دوسری پر راکھ لینی عورت کی شہادت
نا قابل قبول ہونے کا ذکر کہیں نہیں بلکہ معاملات کے معاملہ میں جو عورت مرد کی چار تہ شہادت کو دیا ہے وہی وزن عورت کی پچا
تر تہ شہادت کو دیا ہے گویا مودعہ رت کی شہادت میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ولادت بکارت و غیرہ معاملات میں فقہائے
عورت کی شہادت کو پھاندن دیا ہے +

عورت کی گواہی

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي حَيَاتِهِمْ يَرْجُونَ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ

مومن۔ مومن
امانۃ

امانۃ امانۃ اور امانۃ اور آسان اصل میں مصداق ہیں جن کے معنی نفس کی طاعت اور خوف کا جائز رہنا ہے اور وہاں
اس حالت کا نام بھی ہے جس میں انسان ہر آدمی کے پیچھے کھڑا ہو جائے جس کے متعلق انسان کا اعتبار کیا جائے یا اسے ایمان
لکھا جائے اسی معنی میں امانت ہے نہ اور یہاں جس چیز کے متعلق امانت دیکھا گیا ہے وہ قرض ہے پس امانت کو امانت کہہ دیا ہے +

قرض کا معاملہ تو ایسے دو صورتوں میں سنبھلے گیا۔ اول بہن یا بھتیجی کی مصرت میں۔ دوم امانت پر بہن یا بھتیجی کا بھتیجی
یہاں یہ کہ ہے مگر آیا یہ شرط سفر اور کتاب کے نہ بنے سے ہے۔ یا جو از قرض علم ہے اور یہاں صرف یہ دو روایں ہیں کہ اگر سفر نہ
میں کتاب نہ ملے۔ تو کتاب کے لئے ایک دوسری صورت بھی جائز ہے۔ دوسری صورت کا بھی ہونا جو کہ غریب ہے بہن یا بھتیجی کا بھتیجی

بہن یا بھتیجی کا بھتیجی

بہر حال یا تہ ہے ہی معذور ہو یا حاضر۔ کتاب نے یا نہ ملے۔ امانت پر بھتیجی سے ہی کی تائید بھی ہے۔ یہ بھی ہیں حضرت انس سے
ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دو بارہا مہربانہ عتدہ ہدی علی ثلاثین وسقاً من شحمیر وھنما اوقۃ لاھلھما منی رسول اللہ

انحضرت کا زورہ کو
بہن یا بھتیجی کا بھتیجی

صلح فرستے ہوئے آپ کی زندہ ایک ہدی کے پاس میں دین پر بہن حق پر آپ نے اپنے اہل کے گڑا کر لیا تو نے حق ظاہر ہے کہ
کا حضرت صلح فرستے ہوئے حق ظاہر ہے کہ گڑا کر لیا۔ اور شہی کا جوں کی آپ کے پاس کی حق پس بہن یا بھتیجی

کا جو عام ہے +

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گڑا کر لیا کرتے تھے اور بہت المال سے کس قدر لیتے تھے آپ
وفات کے وقت جب کے باؤا متھے خلق کا لکھ سے زیادہ دھرم صرف بہن سے آپ کے پاس آیا اور آپ نے مجھ سے حق

نبی کریم کا زورہ

میں اسے لکھا دیا اور جب نے جب تقسیم کی کہ ہاں قیمت سے ایک ایک کو سو اوڑھ لیا دیئے اپنی وفات کے لئے اپنے گھر
اور حق کر لکھا تھا۔ لہذا یہی حالت ہے کہ قرض سے جو کہ لکھ اپنی زندہ گڑا کر لیا ہوتی ہے جو کہ آپ پر پھانسی کا حق

کہتے ہیں کا حق من کے سینوں میں مل ہوتا +

﴿۲۸۳﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا فِي الْأَرْضِ وَإِن تُبَدُّوْا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوُ

اسلام کی ہر شے
اس کا کیا ہے

اُمّی ہے یا کفر؟ کیا اس اندیشہ سے کہ جو کچھ زمین میں ہو، اس کا رنگ بدلا کر دیکھ کر وہ کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا

خُفْوُهُ يَحَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ أَفِيْغْوِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ

اسے چھپاؤ اس کے مطلق تم سے حساب دینا۔ پھر وہ جس کو چاہے عذرت کرے اور جس کو چاہے عذاب دے۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۷۳

جس پر قبضہ ہو

اس آیت سے اور احادیث سے جو اس بار میں مروی ہیں یہی ثابت ہے کہ زمین یا فوضیہ جابر سے یا قبضہ میں جابر سے

عالم میں زمین کا

اور وہ درحقیقت سود کی ایک صورت ہے، البتہ حادثات سے یہ ثابت ہے کہ زمین یا فوضیہ کی صورت میں ہر چیز سے نفع اُٹھا سکتا

ہے، مثلاً گھرا میں رکھا تو اس کو چارہ دیا جائے اور اس سے سودی کام لیا جائے، یا خانہ و دفتر قریب کہ زمین یا فوضیہ کا مسئلہ

یہی اس سے اخذ کیا جاسکتا ہے یعنی زمین یا مکان کا زمین یا فوضیہ جابر ہے، اور زمین کی پیداوار اور مکان کے کمرے سے فائدہ

اُٹھا جاسکتا ہے بشرطیکہ مکان یا اخراجات وغیرہ بھی ادا کئے جائیں۔ البتہ جو کچھ زمین یا مکان کو اپنے قبضہ میں نہیں لیتے

اور ملک سے کچھ سالہ منافع غور کر لیتے ہیں تو وہ میراث سود ہے۔

معاذ میں زمین کا

پہلے ذکر کیا تھا اگر وہ انکار نہ کرے۔ اب یہ حکم دیا ہے کہ اگر وہ زمین چاہے اور جو چاہے اس کا دل گنگا ہو تاکہ بدل

گنگا رکھنے سے یہ مسئلہ کہ انسان بن میں زمین کے معاملات کو معمولی دیکھے جو شخص ان معاملات میں راستہ بندی سے کام

لے سکتا، وہ راستہ انہیں ہر سکتا، غلبہ چونکہ تمام نیکیوں کا مرکز ہے اس پر اثر نہ پڑے سے دوسری نیکیوں کی ترقی ہو جائے

جانی ہے پس یہ سمجھا دیا کہ کسی چھوٹے چھوٹے معاملات ہی انسان کے قلب کو خیر یا سیارہ کر دیتے ہیں جو شخص انسانوں کے

بہم معاملات اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں صداقت کا طریق اختیار نہیں کرتا وہ کلاماً و معنی سے نیک نہیں بن سکتا۔

کتاب میں شہادت

یہاں موت کثرت شہادت کو اس قدر بتا دیا ہے یعنی کسی شہادت چھپانے کو تو چھوٹی شہادت اس قدر گناہ ہے۔ اگر

بجی شہادت کا اشتعالی انسان کے دل کو سیارہ کر دیتا ہے تو اس شخص کی کیا حالت ہوگی جو چھوٹی گواہی دیتا ہے۔ اور وہی حد کو

مسلمان کہلاتے ہیں جو آٹھ آٹھ گناہوں میں جا کر چھوٹی شہادتیں دیتے اور علاوہ اپنا قلب سیارہ کرنے کے اسلام کو بھی بدنام

کرتے ہیں یہی سیارہ دلی ان لوگوں کے صدر میں آتی ہے جو حکام کے سامنے جھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں یا جھوٹے واقعات

کا دفاع کرتے ہیں اس لئے جو حکام اس سے خوش ہو جائیں، ان کی خان بہادریاں اس سیارہ دلی کے لئے ہیں۔ خدا کی نافرمانی

آیت میں بتلایا

کا کوئی خیال نہیں۔ ان کے سبب وہ حاکم ہیں خدا اور ان کا دعویٰ اسلام ایک جھوٹ ہے۔

نقصہ ہجرت

۳۷۴ ع کے بعد مسرت کو ختم کرتا ہوں اس لئے حضورؐ کو خطہ صدیقان کرتا ہے یعنی مذہب اسلام کی دوست کو سب رسولوں پر

ایمان لاؤ اور کامیابی کی بشارت ہے جو دعا کے رنگ میں حاضر، ماعلیٰ بالقوم الکفار میں سکھائی، ابتداء میں خلق کا وعدہ

آفرین حضرت کی دعا کا ہی بشارت دیتے ہیں۔

ان الفاظ میں تبدل و ماضی انفس کے آیت کے نزدیک کتنی ماضی سے نسخہ و ماضی ہے۔ بن جھوٹے بھاری میں بتلایا

ان کی دشمنی کی ہیں مگر بن جبر کی روایت سے معلوم ہے کہ ان میں ہر اس کی دشمنی کے قائل تھے چنانچہ بن جبر سے کہ اگر

أَمَّا الرُّسُلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۝

۲۸۵

رسول میں پر ایمان لاتا ہے جو اس کے پیچھے اس کی طرف آتا ہو گیا اور مومن (مومن)

۲۸۵) اس آیت کو چھٹا تو بہت روئے ہیں جس کے پاس ذکر ہوا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر حکم کرے اس کو کچھ بھی آیت نے نسخ کر دیا یہاں ابن عباس کو مشغی کا قائل قرار دیا گیا ہے مگر ابن جریر کی دوسری روایت سے پایا جاتا ہے کہ ابن عباس کی مشغی کے قائل نہ تھے۔ اسی بنا پر وہ ابن جریر نے اس کے نسخ ہوئے سے انکار کیا ہے ۝

پھر سورہ آل عمران میں جس کے جیسے بھیہنا ہے الغافلین قل ان تحضروا صافی صلا و تکلم اور تہل ولا یصلیہ اللہ ذالک ۲۸۸) جس میں صلی اللہ سے وہی مراد ہے جو یہاں بھی اس کے لئے ہے۔ مگر ان الفاظ کا کیا تلفظ اللہ نے نسخ کر دیا تو یہاں پر بعض مفسرین کے نسخ کیوں نازل ہوئے۔ اور یہ روایت کس آیت کے نزول پر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ ہماری طاقت سے باہر ہے تو آیت نہ تکلف اللہ نازل ہوئی خود عدم نسخ کی وجہ سے اس لئے کہ میں یہ تلفظ نہیں کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ پہلی آیت نسخ ہو گئی۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ دوسری آیت سے پہلے کے نسخی نسخ کر دیے اور بتا دیا کہ وہ مراد نہیں جو بعض صحابہ نے کیا کر لیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرما دیا کہ انسان کی وسعت سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے اس قسم کی وضاحتی پر بھی صحابہ نسخ کا نسخہ جانا استعمال کر لیتے تھے جہاں سے نسخ نسخ کی فضا بھی پیدا ہوئی۔ چنانچہ جو نسخ لکھا تھا میں اسی کے مطابق خیال نقل کیا گیا ہے۔ ان اللہ من اللغظ للبیان والوضاح للامور دجا لاسناد صحیح روایت اس سال کو بعض مفسرین صاف کرتے ہیں کہ ابن عباس سے کہ جب یہ آیت اتنا بتا دیا۔۔۔ نازل ہوئی تو لوگوں کے دلوں میں ایک خیال گرا ہوا پچھلے بھی گذر تھا اور دوسری روایت میں ہے وہ سخت غم مہرے کہ ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قولا معصنا ولفظنا ولسنا قل اللہ اعلم ان فی قلوبہم بئز کرہم نے سنا اور فرمایا وہی کی اور تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان ڈالا۔ اور پھر ان کے دلوں میں۔۔۔ نازل ہوا جس سے معلوم ہوا کہ دوسری آیت کے نزول سے پہلے ہی وہ کچھ کہتے تھے۔ اور ارشاد نبوی معصنا ولفظنا بتاتا ہے کہ یہ لفظ سے باہر کوئی چیز نہ تھی پس یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نسخ کا لفظ محض نسخ کرنے کے معنی میں صحابہ نے استعمال کیا ہے۔ گو ایک لفظ ایک ہو کسی کے دل میں ان الفاظ سے پیدا ہوا وہ نسخ ہوا اصل الفاظ نسخ ہونے کا نشانہ نہیں ہوتا ۝

نسخ کا بہتال صحابہ

جیسے اور کئی باتوں پر خدا کا حکم

ابن عباسی کے نزدیک تو دوسری وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخ نہیں۔ ایک بات کو دل میں چھپا دیا ہے ہرگز اللہ اس کے مطابق تم سے حساب لیگا نہ ظاہر ہے کہ دل میں وہ بات چھپائی جاتی ہے جس کا انسان غم نہ کرے یا جس میں اس کا دل کچھ دوس کو چھپاتا ہے کہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو اور جو کوئی دوسرے میں گزرسے اور گل جیسے اس پر دل میں چھپاتا صادق نہیں آتا جس کو نقلی لگی وہ بھی لگی کہ انہوں نے جھکا کر خیال دل میں لپی گزرسے اس پر عجب ہوگا۔ حالانکہ یہ مراد تھی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصنا ولفظنا سے سمجھا دیا۔ اور لفظ اللہ نے اس کی مزید توجیہ کر دی۔ اسی کی تائید دوسرے مقامات سے ہوتی ہے جہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر اس پر حکم کرے وہ دل گزرسے اور بعض خیال یا دوسرے پہلے سے منتقلی ہے جیسا کہ سورہ الفہم میں ہے۔ ان اللہ یفعل ما یشاء ۲۸۹) ذل کا گزرنے کا نہ تو یہ پٹھان دینا ہے جیسا فرمایا جا کسبت قلوبکم اور جا فقلت قلوبکم اصبر عا سبھی ہر ایک فعل پر بار نہیں فہم لمن یشاء میں خود بتا دیا کہ تم میری باتیں اللہ تعالیٰ معاف بھی کرتا ہے تاہم اس کے مطابق صحیح میں اور یہی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ بھی کا قصہ کہے تو اس کے خلاف نہ کہو اگر وہ فعل کرے تو اس کو ایک بڑی کھوارہ جب وہ نیکی کا قصہ کہے اور وہ نیکی عمل میں نہ آئے تو اسے ایک نیکی کھوارہ۔ اور اگر عمل میں آجائے تو اس نیکی کا کھوارہ۔ یہ وسعت رحمت ہے ۝

رَبَّنَا لَا تُؤَلِّخْهُنَا إِنَّ لَنَا مِنْهُنَّ عِلْمًا وَرَبَّنَا لَا تُخِمْ عَلَيْنَا أَصْرًا

اے ہمارے رب ہم کو بچاؤ اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں اے ہمارے رب اور ہم پر نہ فرمائی گا بوجھ بڑھال

كَمَا كُنْتُمْ عَلَى الدِّينِ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُخِمْ لَنَا طَائِفَةً لَنَا

جیسا تھے ان پر پہلے جو ہم سے پہلے تھے ۳۶۵ اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھ جس کی طاقت ہم میں

يَهُ وَاعْفُ عَنَّا وَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَتَنْفَعُ

ہمیں اور ہمیں بخلاؤ اور ہماری خطاؤ کو مٹاؤ اور ہم پر رحم فرما۔

۳۶۵ تَوَلَّيْنَاكَ يَا مَلِكُ لَمْ نَدْكُرْ لَكَ شِرْكًا وَأَنْتَ عَلِيمُ السُّمُورِ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے

مراخذہ

ہیں کیونکہ انہوں نے خدائے حق کو اور اللہ تعالیٰ سے کیا پھر ان کے مقابلہ پر فکر نہ کیا ہے

۳۶۶ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

وص

۳۶۷ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

ظلال اللہ

۳۶۸ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۶۹ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۰ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۱ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۲ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۳ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۴ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۵ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۶ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۷ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۸ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۷۹ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۸۰ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۸۱ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۸۲ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۸۳ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

۳۸۴ اَمْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتُ أَنْتَبَهُوا لِلْأُولَئِكَ اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے اے خداوندی ہمارے مالک اور مقابلہ کرنے والے

عفو

اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْتَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ: اے مومن! تم نے کافروں کے خلاف نصرت دے کر

فرقہ سارہ بقرہ
کے تحت

۳۶۴ سورہ بقرہ کی آخری آیات کی احادیث میں بہت غصیل آئی ہے۔ بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ بقرہ کی دو آخری آیات کو ایک رات میں پڑھے وہ اس کے لئے کافی ہو جائیگا اور اس میں ہے کہ جو تم سب سے پہلے سورہ بقرہ سے پڑھو گے میں تم کو جہنم سے پہلے ہی نکال دوں گا اور جو اس سے پہلے پڑھے گا میں اس کو جہنم سے پہلے ہی نکال دوں گا۔ غرض کہ یہ آیات بہت ہی اہم ہیں۔

نیاں اور خطا

اس دعا سے کام لیں۔
خاص اس دعا میں تین باتیں ہیں۔ اول انسان کے چار پہلو کو نیاں اور خطا اس سے خارج ہو جائے۔ دو دعا سکھائی کہ اس پر حرکت نہ ہو۔ اسی دعا انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ وہ غافل نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ وہ احکام الہی کو بھول جائے۔ اور احکام الہی کی قربان دہی میں بہت متاثر نہ ہو کہ وہ صحت ہو تاکہ خطا سے بچا رہے۔ اور جو نیاں اور خطا باوجود جو کوشش کے واقع ہو جائے اس کے نتائج سے حفاظت سکھائی ہے۔ دوسری دعا ہے کہ جو دشمنی کے وجہ سے بچایا جائے یعنی اس قدر مخالفت احکام الہی کی ہو کہ جو کو توڑ دے جس طرح پہلی توہین توڑتی ہیں۔ اگر پہلی مخالفت کے وجہ سے بچنے کی دعا ہے تو دوسری کے وجہ سے توڑنے کی دعا ہے کہ ہم پر وہ جو صاحب قضا و قدر کا دھڑالا جائے جس کے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ تکالیف بشری تو اللہ تعالیٰ وسعت سے بڑھ کر نہیں ڈالتا مگر صاحب قضا و قدر انسان پر بعض وقت ایسے آجائے ہیں کہ ان کے وجہ سے بچنے میں عاجز رہیں۔ ان سے بچنے کی دعا سکھائی ہے۔ ان تینوں کے مقابل پہلے تین دعائیں سکھائی ہیں۔ نیاں اور خطا کے مقابل پہلی دعا ہے کہ جو نیاں اور خطا انسان کی عاجزی سے واقع ہوتے رہتے ہیں ان کے بچنے کے نتائج سے بچایا جائے اور جو دشمنی کے وجہ سے بچنے کے مقابل پہلے دعا ہے کہ جو مخالفت یعنی وہ بدانتہا انسان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو اور قضا و قدر کے مصائب کے مقابل پہلے دعا کی درخواست اومان سب کا آخری مقصد کیا ہے کہ کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی نصرت ملے۔

سورہ کا خلاصہ اس
وقت سکھائی جائے
جب کہ انسان کو
فرقہ ملے۔

سورہ کا خلاصہ اس پاک دعا پر کیا ہے جس میں سورہ کی غرض و غایت بھی بتا دی ہے جس طرح اس کی ابتدا میں ہے۔ یعنی یہ کہ یہ سورہ مسلمانوں کو کامیابی کی راہ بتاتی ہے۔ شروع میں وعدہ کامیابی دیا تھا۔ پھر کامیابی کے ذرائع اور وسائل بیان کئے کہ ان کو اختیار کر دو۔ اور آخر وہ کامیابی کی راہ بھی بتاتی ہیں ان پر چلو پھر خلاصہ بھی دعائیں کر دو۔ اس سورہ کی غرض مسلمانوں کو ایک نذرہ اور کامیاب قوم بنانا اس کے ایک ایک فقرے سے ظاہر ہو رہی ہے۔

سُورَةُ الْعِمْرَانِ مَكِّيَّةٌ فَسَّحِي

نام

نام۔ اس سورت کا نام آل عمران ہے، جہاں حضرت موسیٰ اور ہارون کے والد کا نام ہے اور چونکہ اس سورت میں نبوت کے سلسلہ میں موسیٰ سے رخصت ہونے کا ذکر ہے اور اس سلسلہ کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروں کی غلطی کا تفصیل ذکر ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے اس کا نام آل عمران رکھا گیا اس میں آیتیں ۱۱۹۹ آیتیں ہیں۔

مذہب

خلاصہ مضمون۔ اس سورت میں عیسائی مذہب کے دووں کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بتا کر دیا گیا ہے کہ عیسائی مذہب کا جو ساری دنیا میں پھیلے گا جنگ کا ذکر کیا ہے جس میں جملہ مسلمانوں کی ناکامیابی نظر آتی تھی مگر اس کی تین ہی جگہوں پر کامیابی کا بیان بھی ہے۔ غرض یہ ہے کہ اگر کفر کے مقابلہ میں اسلام کی حالت کسی وقت مصیبت اور دمانگی کی تھوڑے تو اس سے بڑا س نہ ہونا چاہیے۔ فی الواقع جو حالت جنگ احمس مسلمانوں کی توحش کے مقابل پر گئی تھی ویسی ہی حالت تھی عیسائیت کے مقابلہ میں بھی یعنی جملہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کا کیا گیا۔ مگر اس باب کے پیچھے بھی ایک کچھ کر رہے ہیں۔

پچھلے کلچ میں حیدر اللہ صریح کی تردید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عیسائیت کا شکر اس سے لگی کہ انہوں نے حکم اصول دین کو چھوڑ کر تشابہات کی پیروی کی اور یہ ذکر کر لیا ہے کہ یہ مسلمانوں کو بھی ساتھ ہی مذہب کی پادشہ کہ وہ قرآن کو کلمہ معنی کہتے ہیں اس خطا پر مقدمہ نہ لیں۔ بلکہ قرآن کو اصول دین کے ماتحت کریں جن کا ذکر کلمہ داخل اس سے بخلاف قرآن کے ان کا ذکر تشابہات داخل بھی آجائے۔ دوسرے کلچ میں یہ بتائے ہوئے ہیں کہ قدرت خداوندی کا ایک نظارہ تھا کہ کس طرح جہل اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ حق کے سامنے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیدر لکھی کہ جسے عیسائیت نے چھوڑ دیا سب مذہب کی جہل بنیاد قرار دیتے ہوئے مفسرین پیش گوئی کی ہے کہ آخر کار تو حیدر غالب رہے گی۔ تیسرے کلچ میں بیان فرمایا کہ نبوت نبی اسرائیل کی تو سب سلب ہوئی ہے اور ایک دوسری قوم کو دی جاتی ہے جس کی اہلی ہے جو چھوٹے کلچ میں سلسلہ نبوی کے آخری برگزیدہ افراد کا ذکر فرمایا یعنی ذکر اہل اہل ان کے فرائض کی کا اور مریم صدیقہ کا۔ پانچویں اور چھٹے کلچ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر جن پر حصارے نبوت تعلیم نشانہ مات وفات و غیرہ کا ذکر کیا گیا کہ کسی بات میں انسان سے بڑھ کر نہیں اور مانی کو پس پشت چھینکنے والوں کو سب اہل کی طرف بلا یا۔ ساتویں کلچ میں عیسائیت کو اصول مقابلہ مذہب کی طرف بلا یا یعنی سب مذاہب میں آخر تک خاص توحید لکھی ہے پس اس کو قبول کر اس کے ساتھ ہی حضرت امیر ایم کا ذکر کیا جن کا وجود عیسائیت میں ہر وہی کلچ عرب اور مسلمانوں میں بعد از نبوت کے مسلم تھا۔ آٹھویں کلچ میں مثل موسیٰ والی پیشگوئی کی طرف توجہ دانی اور اہل کتاب کو ملزم کیا کہ قرآن کی باتوں کی پیمائش کر کے اس نے خدائی امانت کو بھی جو پیشگوئی کے رنگ میں تھی ضائع کرے۔ نوں کلچ میں بتایا کہ کہ نبی ہی میں کل انبیائے عالم نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے عہد کی پیشگوئیاں کی تھیں، اسی لئے مذہب اسلام سب کا مصدق ہے۔

دسویں کلچ میں بتایا کہ یہ نبی سب انبیاء کا موجد و بنی بلکہ خداوند کعبہ جو اس کا قبلہ ہے وہ دنیا میں خدائی حاکمات کا سب سے پہلا گھر ہے۔ گیارہویں کلچ میں بتایا کہ اس فیروز نبی کے مذہب کو دنیا میں چھیلنے کے لئے مسلمان کی طرح کا کیا جا رہے ہیں جن میں توحش کی نگرداشت کریں۔ دہم اسلامی کو قیام پکریں۔ دہم الی اسلام کے کام کو ترک نہ کریں۔ بارہویں کلچ میں بتایا کہ دشمنان اسلام سے کیسے تعلقات ہوں۔ تیرہویں کلچ میں جنگ مذہبی ابتدا اور نصرت الہی کے وعدہ کا ذکر کیا۔ چودھویں کلچ میں کامیابی کے سوشل اصول بتائے چند عربوں میں بتایا کہ کوئی بھی مصیبت پیش آجائے مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کفر کی طرف نہیں جاسکتا۔ سولہویں کلچ میں تخفیف غم دہم کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کو پہنچا بتایا کہ اس کی وجہ توفیق الہی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مسلمان

مَا تَأْتِي عَشْرِينَ كَوْنًا

کر دیا۔ سترحویں میں بتایا کہ اس جنگ نے مومنوں اور منافقوں میں تفریق کر دی اور انھیں حق کے خلاف کا ذکر کیا کہ کس وسعت قلبی سے آپ نے کام لیا۔ اٹھارہویں میں بتایا کہ سچے مومن دشمن کی طاقت یا اس کی کثرت سے گھبراتے نہیں، انیسویں میں اہل کتاب کے یہود اور نصاریٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کو کچھ دیکھ کر دیکھتا ہی رہے گا اور اس پر صبر کی تلقین کی آخری رکعت میں پھر دعا سکھا کہ اگر کامیابی کا وعدہ دیا اور فرمایا کہ کامیاب اسی صورت میں آجکتے ہو کہ دشمن کے مقابلہ پر پورے تیار رہو۔

تعین

بقرہ اور آل عمران کا
الزہرا و ان کے

تعلق۔ اس سورت کا تعلق سورہ بقرہ کے اس قدر شدید ہے کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق ان دونوں کو الزہرا و ان کے نام سے پکارا گیا ہے۔ چونکہ یہاں کا تئیسہ یعنی روشن و سفید دونوں میں جو حدیثی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات ہے پہلی پیشگوئیوں سے بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی نہیں حدیث سے ان دونوں سورتوں کو ملتا ہے ان کے شدید تعلق کے ایک کے حکم میں لکھا ہے تعلق قصہ انفاظ میں ہے کہ جو باتیں سورہ بقرہ میں اشارہ کے رنگ میں بیان کی گئی ہیں ان کو یہاں واضح کر دیا ہے اور جو وہاں واضح کر دی گئی ہیں ان کا ذکر یہاں اشارہ اور رنگا کے رنگ میں ہے۔ سورہ بقرہ میں زیادہ تر خطاب یہودیوں سے اور سورہ الزہرا میں یہاں سے ہے یہاں زیادہ عیسائیوں سے اور سورہ آل عمران میں سورہ بقرہ کو حضرت آدم کے ذکر سے شروع کیا جو پہلے ہی میں تو اس سورت کو حضرت عیسیٰ کے ذکر سے شروع کیا جو قوی نبیوں میں سے سب سے پہلے آئے۔ وہاں جو حد کا ذکر کرتے پستی کے مقابلہ میں ہے تو یہاں عیسیٰ پستی کے مقابلہ میں وہاں نظارہ قرینہ سے جو حد پر دو لاکھ دینے تو یہاں نظارت اور مذاہب کی تفریق شہادت سے وہاں خدا کو حمد کے قبلہ بنانے کا ذکر ہے تو یہاں کے اول بیت ہونے کا وہاں جنگ کی ضرورت اصولی رنگ میں بیان کی تو یہاں ایک جنگ کے واقعات کا مفصل ذکر کیا ہے تفصیل کو جتنا چاہو بڑھاؤ۔ اور دونوں سورتوں کی ابتدا میں اور انتہا میں بھی تعلق ہے سورہ بقرہ کی ابتدا میں اور اصولی فتح بنانے والے ملوان کا خاتمہ بھی غفلتوں پر کیا گیا۔ گویا دونوں کا ایک ہی مضمون تھا۔ اور دوسری طرف اگر سورہ بقرہ کا خاتمہ فانصرونا علی القوم الکافریں پر کیا یعنی کا فرقہ کے خلاف ہماری نصرت فرما تو آل عمران کی ابتدا میں ہی اس قوم کا ذکر کیا جس کے ساتھ اسلام کا سب سے بڑھ کر مقابلہ ہونا تھا یعنی عیسائی قوم۔

زمانہ نازل

زمانہ نزول۔ ترتیب نزول کے لحاظ سے اس سورت کا تعلق سورہ بقرہ سے وہی ہے جو ترتیب زمانی کے لحاظ سے یعنی اس کا اکثر حصہ سورہ بقرہ کے اکثر حصہ کے بعد نازل ہوا ہے سورہ بقرہ پہلے اور دوسرے سال ہجرت کی نازل شدہ ہے تو یہ تیسرے سال ہجرت کی تیرہویں رکعت سے لیکر تیرہواں آیت تک اس سورت میں جنگ اھد کے واقعات کا ذکر ہے جو سورہ بقرہ میں ہوئی ہیں جیسے یقیناً سورہ بقرہ کی نازل شدہ ہے۔ ابتدائی حصہ میں بالخصوص عیسائی مذہب کا ذکر ہے، اسی ہی آیت میں کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے دو عقیدوں سے تھا جو فتنہ میں آیا اگر سورت کا یہ حصہ کہ نازل شدہ یقیناً نہیں ہوا نہ وہی شہادت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ کیا یہ ابتدائی زمانہ عہد کا نازل شدہ ہے اھد فد بجوان کے مقابلہ پر اپنی پہلے کے نازل شدہ اور کوئی شخص صلعم نہیں کیا۔ علاوہ ان میں اس حصہ میں جو اصول مقابلہ مذہب کا ہے کہ یہاں سورہ الہی کلمۃ سولہ بیٹنا وہیں کھڑے آیت میں غلطیوں میں موجود جو کچھ ہے کہ آخر آپ نے یہ فرقہ کو لکھے ہیں یہ حصہ یقیناً سورہ سے پہلے کا نازل شدہ ہے اور قرین قیاس ہی ہے کہ سورہ کا ہی ہے۔ ان میں ہے کہ صرف آیت مبارکہ نزول و فد بجوان کے آنے پر ہو۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بار بار روح رکے والے کے نام سے

اللہ کے ساتھ دعا کرنے والے

الْمَرْءُ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ

۱۴۲-۱

میں اللہ کا نام پڑھنے والا ہوں اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ خود قائم قائم رکھنے والا جو اس نے تجھ پر بھی کیا ہے

۱۴۲-۱ اس آیت کے الفاظ معینہ دیئے ہیں جو آیۃ الکرسی کے صدر کے الفاظ ہیں جس کے لئے دیکھو ۳۲۹ و ۳۲۹ ج ۳

چونکہ اس سورت کے ابتدائی حصہ میں حیثیت کی ترویج ہے اس لئے اس کی ابتدا میں ان صفات الہی کا ذکر کیا ہے جو
عیسائی مذہب کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ اول تو یہ ذکر فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر فرمایا کہ وہی اول
قدوم ہے ابن حریز نے بیچ سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے رو سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صفات سے اور
اگلی آیات کی زندگی میں جو صفات سے مسیح کی خلاف ورزی استدل کیا ہے میں اس روایت کا عقلی تجربہ کیا دیتا ہوں۔
نصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نبی بن مریم کے متعلق آپ سے بحث کی اور آپ کو کہا کہ
اس کا باپ کون ہے اور اندر پھر بحث اور بہتان کیا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جتنے ذہنی جو روحانی اور دیشا تو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو کہا کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی حیثیت نہیں ہوتا مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ
نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہمیشہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور نبی پرفنا آئی انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا
کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم رکھنے والا اس کی نگہبانی کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے اور اس کو نذوق دیتا ہے
انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ ان میں سے کسی چیز کا انقباض نہ کرتا تھا اور انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیا تم نہیں
جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز مخفی نہیں ہو سکتی انہوں نے کہا ہاں فرمایا کہ عیسیٰ کوئی بات جانتا جو سوائے
اس کے جس کا اسے علم دیا گیا انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ہمارے رب نے عیسیٰ کی صورت جس طرح چاہا ہم میں
بنائی آیت ۵ اور آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب کھانا نہیں کھاتا اور نہ پانی پیتا ہے اور نہ قضاے حاجت
کرتا ہے انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ کو ایک عورت نے حمل میں لیا جس طرح عورت حمل میں لیا
کرتی ہے پھر اس کو جناب طرح عورت چاہیہ جناب کی ہے پھر اس کو خدا کی نئی طرح میں بچوں کو خدا دی جاتی ہے پھر وہ کھانا کھاتا
تھا اور پانی پیتا تھا اور پاجا نہ کرتا انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر جو تم دے کرے ہو وہ کیسے ہو سکتا ہے •
اس شخص کو صاف ثابت ہو تا ہے کہ جن خاص صفات الہی کا ذکر کیا گیا ہے ان کی خاص خواص حضرت عیسیٰ کی اور
انہی سے روایت میں جہاں حضرت عیسیٰ پرفنا آئے کا ذکر ہے وہاں اصل الفاظ ہیں ان عیسیٰ یا نبی علیہ الفناء عیسیٰ صلی علیہ
السلام سے یا انجیلی کے مضامین بھی عیسیٰ کے معنی میں بھی آجاتا ہے اور ممکن ہے کہ الفاظ روایت میں ہی کی ہی ہو کہ یہ کتب میں
کا حقیقہ یہ عیسیٰ نہیں ہے اور عیسیٰ پرفنا اب تک نہیں آئی اور آئندہ آجنگی بکھلان کا کھلا کھلا حقیقہ وہی ہے کہ عیسیٰ پرفنا آئی مگر آئندہ میں
آجنگی میں نے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ عیسیٰ پرفنا آئی گی تو اس کا جواب ان کی طرف سے ہاں بھی نہ ہوتا وہ ہرگز
اس بات کے قائل نہیں کہ عیسیٰ پر آئندہ کوئی قضا آئے گی جس لئے قضا آپ نے الفاظ ایسے فرمائے جو جس کا ترجمہ یہ ہو کہ عیسیٰ پر
قضا آئی اس کا جواب عیسائی بالمشابہ ثابت دے دینگے کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ عیسیٰ پر موت آئی مگر پھر وہ موت نہ فتح پا گیا اور
ہمیشہ کے زندہ ہو گیا •

۱
عزیمت کے لئے
اصول کے لئے

صفات الہیہ
عیسائی کے لئے
خاصی کا بیان

حضرت عیسیٰ
وہ جان کے لئے

حضرت عیسیٰ پرفنا

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لِمَنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ

کتاب ہماری، اسی تصدیق کرتی رہتی جس سے پہلے کوہ ۱ اور تورات اور انجیل کو کوہ ۲ کوہ ۳ دیا۔ دیکھئے پہلے سے نازل کیا

حق

۱۶۶۹ھ یعنی ۱۷۱۱ء میں بیان ہو چکے ہیں کسی چیز کو جو وہ میں آئے متفقہ حکمت کے مطابق ہونے کی وجہ سے حق کہا جائے اور انھی انہوں میں یہاں قرآن کو بالحق نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے یعنی وہ متفقہ حکمت کے مطابق نازل ہوا ہے اس بات کا جواب ہے کہ جب پہلے بھی کوئی وحی نازل ہوئی تھی تو قرآن کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور مگر ان میں اس کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ تورات و انجیل کے ہوتے ہوئے قرآن شریف کی کیا ضرورت تھی۔ اس سوئ میں آگے زیادہ تفصیل کے ساتھ بھی اس کا جواب آئے گا۔ مگر یہاں بھی اس کی ایک وجہ بتا دی ہے۔ اور وہ وہ ہے کہ پہلی کتاب میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متفقہ پیش کیاں تھیں ان کی تصدیق کے لئے ضروری تھا کہ یہ کتاب نازل ہوئی۔ گو پاس بقدر وحی اسی بغیر نزل قرآن خود بھی دھرتی تھی چنانچہ اس کو کھل کر آیت ۸۳ میں بیان فرمایا ہے۔ جہاں تصدیق کا صاف نشانہ بتایا ہے۔ وَاذْخُلِ اللّٰهُ بِلِقَاءِ الرُّسُلِ لِمَا اٰتَيْنٰكَ مِنْ كِتَابٍ وَحَكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا

تورۃ

ودی

وازی

کے نزل کی دوسری ضرورتوں کو بھی اس سورت میں آگے چل کر بیان فرمایا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ اَصْلُ الْفَصْلِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا

۱۶۷۰ھ یعنی ۱۷۱۲ء میں بیان ہوا ہے کہ پہلی کتاب میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متفقہ پیش کیاں تھیں ان کی تصدیق کے لئے ضروری تھا کہ یہ کتاب نازل ہوئی۔ گو پاس بقدر وحی اسی بغیر نزل قرآن خود بھی دھرتی تھی چنانچہ اس کو کھل کر آیت ۸۳ میں بیان فرمایا ہے۔ جہاں تصدیق کا صاف نشانہ بتایا ہے۔ وَاذْخُلِ اللّٰهُ بِلِقَاءِ الرُّسُلِ لِمَا اٰتَيْنٰكَ مِنْ كِتَابٍ وَحَكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا

تہجید کا بیان

انجیل

مصابہ کے لئے

توریت اس جو کہ کتاب نام ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا قرآن کی ہے ایک جگہ اس کے حضرت موسیٰ اور ہارون دونوں کو دیا گیا ہے اور فرمایا ہے وَأَنزَلْنَا التَّوْرَةَ فِي الْفَصْلِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا

۱۶۷۱ھ یعنی ۱۷۱۳ء میں بیان ہوا ہے کہ پہلی کتاب میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متفقہ پیش کیاں تھیں ان کی تصدیق کے لئے ضروری تھا کہ یہ کتاب نازل ہوئی۔ گو پاس بقدر وحی اسی بغیر نزل قرآن خود بھی دھرتی تھی چنانچہ اس کو کھل کر آیت ۸۳ میں بیان فرمایا ہے۔ جہاں تصدیق کا صاف نشانہ بتایا ہے۔ وَاذْخُلِ اللّٰهُ بِلِقَاءِ الرُّسُلِ لِمَا اٰتَيْنٰكَ مِنْ كِتَابٍ وَحَكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَهُمْ بِرَسُولٍ مَّصْدُقًا لِّمَا مَكَّنَّ لَهُمْ فَتَلَّاهُمْ بِغَيْبِ كَعْبٍ نَّعِيْمٍ سَيِّدٍ مِّنْهُمْ لَمَّا هَدَوْاْ سُبُوْلًا

وَأَنزَلَ الْفُصْ قَانَ ۝

اودھو و باطل میں فیصلہ آتا ہے ۳۷

یہ کہ جو عظیم الشان بشارت انجیل لائی تھی وہ اب صحابہ کے سینوں میں ہے کیونکہ وہ بشارت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہو کی تھی ۔

بجیل کون سی کتاب

بجائے وقتان کو کم کر دیا کہ وہ کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پنازل ہوئی، اور جس شکل و صورت میں وہ عیسائیوں کے پاس تھی اس کو تبدیل ہی کر لیا گیا ہے گو وہ چار کتابیں جو عیسائیوں کی اصطلاح میں انجیل کے نام سے رسرو میں ان میں سے کہی جاتی تھیں حضرت عیسیٰ پنازل شدہ انجیل نہیں بلکہ وہ چار۔۔۔ الگ الگ اشخاص کی تصنیف ہیں ایک مسیحی کی، ایک عرصی کی۔

چارہ بخشیں

پائبل

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بائبل صرف توہریت و اناجیل کے مجموعہ کا نام نہیں۔ یہودیوں کے نزدیک تو بائبل اس مجموعہ

لانا، مہجڑ کے شرعی میں حضرت موسیٰ کی بیوی گستاخیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سی کہتا ہیں انبیاء کی وہ اس میں شامل

کرتے ہیں ایوب یونس عیسیٰ وانیال وغیرہم کی کتب کے علاوہ حضرت داؤد کی زبور بھی اسی مجموعہ میں شامل ہے۔ اور بعض کتب

کی شہریت کے متعلق اختلاف بھی چلا آیا ہے۔ یہی عام مرجع نسخہ ۵۰۰ کتابیں شامل نہیں جو سپریم کورٹ کے نسخہ میں ہیں۔ اور دوسری

اس مجموعہ کا نام تو پورا نامہ رکھتے ہیں اور مہر چارانا جلیل اور احوال حارین۔ اور چو لوس اور دیگر رسو لوس کے خطوط اور کاشت

یوحنا کے مجروح کو سننے میں نہانہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اوپر پھر پڑائے اوونے میں نہانہ کل کو بائبل کے نام سے موسوم کرتے

ہیں۔ اس اسلامی کتاب کی بھی عجیب کیفیت ہے کہ کتابوں کی کتاب میں بعض نسخوں میں شامل ہیں اور بعض سے خارج کر دی گئی ہیں۔

اجیل کے متعلق جیسا کہ ذکر ہوا۔ جیسا یوں کے لحاظ میں نہ صرف مسیح ہی کی کوئی انجیل نہیں بلکہ وہ چاروں اجیل جو ان کے

پاس ہیں وہ بھی ان لوگوں کی کھسی ہوئی ثابت نہیں ہوتیں جن کے ناموں پر وہ مشہور ہیں بلکہ ان کے نکلنے والے کوئی اور لوگ

ہیں مٹی کی انجیل کی تصنیف پر بحث کرتا ہوا پادری ڈیو اپنی تفسیر میں لکھتا ہے تو جرح اور پر بیان ہو رہے اس سے یہ ظاہر ہے کہ

کس انجیل کا براہ راست تہی کی تصنیف ہونا فیرا غلب ہے (صفحہ ۶۲۰) اور جسے مل کر دکھایا ہے کہ تہی نے کئی کلمات و غیرہ

کے جمع کئے ہوئے جس کو اس مصنف نے استعمال کیا ہے۔ اور اس کی تصنیف کا زمانہ جو خود پادری صاحبان بتاتے ہیں مشرق

مکتبہ کاغذ مضامین سے پیشتر وجہ تاجیل اربعہ میں سے کسی تاجیل کا کتاب کی صورت میں موجود ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا

مقدس کی انجیل کو عموماً ان مصنفوں کا سمجھا گیا ہے جنہی تحقیقات کی رو سے ان انجیل کے ان کے مصنف ہوئے پر شبہ کیا گیا۔

اور یہی حال یونانی فوجوں کا ہے جو پہلی صدی کے آخر کی لکھی ہوئی تیسھی جاتی ہے۔

پس تو ریت و انجیل کا لفظ اپنی حقیقت کی رو سے تو انہی اصل کتابوں پر پولا جا سکتا ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام

پر نازل ہوئی تھیں۔ مگر جو وہ حرف کتابیں جن میں ان کا کچھ بقیہ ہے ان کو بھی یہی نام سے موسوم کیا جائیگا۔ اور یہاں اس کتاب کا

یہ بتایا ہے کہ یہ کتابیں بھی ہم نے پچھلوں کی روایت کے لئے نازل کی تھیں اور سچ تو یہ ہے کہ اب بھی ان میں ہدایت ہے

نہ کچھ موجود ہے اور سب سے بڑی ہدایت ان میں ہی موجود ہے کہ وہ نونوں کتابیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کرتی ہیں۔ اور جو

توصاف طور پر کہتی ہے کہ کمال ہدایت کی راہیں سکھانے والا میر تقی میر کے بعد دوسرے والا ہے +

۱۷۳ خدقان کے اصل سنی توجیہ ایسی ہے کہ دکھایا جا چکا ہے حق و باطل میں فقی کرے والا ہیں۔ اور خدقان کریم کا بھی یہ ایک نام

قتادہ سے روایت ہے کہ یہاں فرقان سے مراد قرآن کریم ہے (۱)، اور گھیلے قرآن کریم کے نزول کا ذکر فرما چکا ہے مگر دوبارہ

روزنامہ کیس کا نام

توڑ دیاں ہیں؟

توریت و نجس میں

فرقان

فرمان قرآن کا نام

وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا

اور ان کے جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم سب پر ایمان لائے سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

فقہ

الفقہۃ: فقہتہ کے اصل معنی ۴۴۳ میں بیان ہو چکے ہیں۔ مگر یہاں وہ معنی مراد نہیں اور اس لفظ کے کئی اور معنی بھی آئے ہیں۔ مجملہ ان کے حق سے پھر دینا بھی اس کے معنی آتے ہیں۔ چنانچہ فقہ الکحل کے معنی ہیں ازالہ عیامکان علیہ دل اور حق میں حالت پر وہ تھا اس سے اس کو ہٹا دیا۔ اور اسی لحاظ سے دان کا دوا لفظ فقہونک من الذی اوجبتنا الیک ذہبہ من سہم میں یفقونک کے معنی لکھے ہیں ویلکونک ویزولونک معنی تھے اُل کر دیں اور ہٹا دیں۔ اور پھر لکھا ہے کہ لفظ فقہ کے معنی حکم عرب میں حق سے یک طرفہ جھکا کرنا ہے۔ اور فقہتہ کے معنی اختلاف بھی آتے ہیں (د) اور اس حدیث میں کرانی (دلی الفتح) خلل بیہ حکم میں فتنوں کو تباہ کرنے والے (۴) فقہتہ سے مراد وہ اختلاف ہے جو مسلمانوں کے حقوق میں ہوگا (د) اور مانعین منوں میں سے معنی حق سے پھرنا۔ مگر وہ کرنا اختلاف کوئی سے معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں پس ابتداء الفقہۃ کے معنی ہوتے حق سے پھرنا کہ چاہتے ہوئے۔ یا گروہی چاہتے ہوئے یا اختلاف چاہتے ہوئے۔ گویا تشابہات کی پیروی سے ان کی فرض حق کی بجائے غلطی کا پیداکرنا جو اسے۔ یا لوگوں کو دین حق سے گمراہ کرنا یا اختلاف ڈالنا حضرت مجاہد سے یہاں فقہ کے معنی تشابہات مراد ہیں (ج) یعنی لوگوں کے دلوں میں تشابہات پیدا کرنے کے لئے جیسے کہ اکثر مفسرین نے اسے لکھا ہے کہ وہ یہ کہ لوگوں کے دلوں میں شکوک اور تشابہات پیدا کر کے دین سے پھر دیں +

اصل - تاویل

تاویل: تاویل سے جس کے معنی ہیں ایک چیز کا اصل کی طرف رجوع کرنا اور تاویل کے معنی ہیں کد الشیء الی الذی لایکمل لہ ذلک منہ علیما فان اذہذا نوع، ایک شے کا اس غایت کی طرف لڑنا جس کا اس سے ارادہ کیا گیا ہو مطلق طور پر یا ضابطی طور پر یہاں تاویل بمعنی علم اور وہ اصل فقہ دان الا تاویلہ دوم یا قی تاویلہ (۴۴۳) میں ہے اور ذلک خیر و احسن تاویلہ (۴۴۳) ہے۔ پس تاویل علی معنی کمال یا ناجی مراد ہے +

یعنی قریش کے حکم
تاویل

ابتداء تاویلہ: تاویل کی ضمیر کہا گیا ہے کہ وہ جس کے لئے ہے معنی اس سے مراد خصوص تاویل یا معنی تاویل سے حکومات کے مثلاً ہر اور مطلق خواہش کے مطابق (د) اس لئے مفسرین نے عمر کا ابتداء تاویلہ کے معنی لئے ہیں طلب تاویل الذی یشہد وہ بعض اس تاویل کو چاہتے ہوئے چاہن کی اپنی خواہش کو قی ہے اور یا یہ مراد ہے جیسا انصافا ابتداء کے معنی بھی اس روایات کو کہتے ہیں کہ وہ انکی تاویل کی طلب میں جسے تجاوز کو کہتے ہیں اور وہ جسے تجاوز کرتا ہے کہ جسے حکومات کی طرف نہیں پھیرتے مثلاً یہ انصاف کے معنی ہیں ابتداء معنی ہے کہ انسان پر یہ ان انصاف کے پیچھے پڑے کہ دوسرے انصاف یا اصول کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور اکثر تشابہ کی پیروی کرنے والوں کو یہ غلطی لگتی ہے کہ وہ ان انصاف کے پیچھے پڑتے ہیں کہ باقی چیزیں بڑی اور روشن اور واضح باتوں کی طرف متوجہ نہیں کرتے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ پیش اپنی خواہش کی پیروی کی وجہ سے وہ سب سے پہلے انسان اپنے دلوں کی مثال بنالیتا ہے۔ چہر تشابہات کا اندازہ کر لیکر اور انصاف کو توڑ کر اپنا مطلب نکالنا چاہتا ہے +

یَا سَمِیعُ رَاسِخُونَ: راسخون کے معنی کسی چیز کا نہایت ہی مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جانا اور راسخ فی العلم علم میں محکم ہونا، یہاں اللہ اور راسخون فی العلم وہ نزل جگہ پر وقف ہے۔ اس لئے والد راسخون فی العلم وہ نزل طرف متوجہ ہوئی انکی تاویل کوئی نہیں جانتا سوا سناہ کے اور راسخون فی العلم کے مراد یہاں کیا کہ وہ راسخ فی العلم جس طرح اس تاویل کو جانتے ہیں یہ انصاف خدا سے ہیں بقولون آمنا بہ کل من عند ربنا معنی ہم تشابہات اور حکومات و دلوں کو خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔ گویا ان کا اصول یہ ہے کہ تشابہات حکومات پر فرض کرتے ہیں چنانچہ تمہاری میں اسی طرح پان انصاف کے معنی ہے یہی وہ اصل ہے

وصحیح حدیثی
راسخ فی العلم
کے تاویل کے لئے

وَمَا يَذْكُرُوا إِلَّا أُولَ الْأَلْبَابِ ۝

اور عقل والوں کے سوائے کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا ۳۴۵

يَقُولُونَ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ بِنَبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَاءَهُمْ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَذَلِكَ كَانُوا يُهْتَدُونَ ۝ ۳۴۶
 مہاجر کی وساطت سے یہ قول مردی ہے کہ آپ نے پہلے فرمایا ۱۶ نامت الراضین الذین یطہرون توبہ وایلاہ رث ہیں ان راضوں کے
 ہوں جو اس کی تائید کی جاتے ہیں ۱۷ اور حضرت ابن عباس کے متعلق صحیح حدیثیں آگئے۔ ۱۸ اَلْاَیْمُ فَخْطَهُ فِي الدِّينِ وَعَلَا اَیْمُکَ
 اسے اٹھا اس کو دین میں بکھڑے اور اس کو تائید کیا۔ اور حکمران کے معنی تو واضح ہوتے ہیں اسلئے یہ دعائیات کی تائید کے
 متعلق ہی ہو سکتی ہے۔ ۱۹ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قریشیہا کے معنی راضین فی العلمہ کو بھی معلوم نہیں ہو سکتے تو ان کا انسانوں کی
 ہدایت کیلئے نازل کرنا یہ معنی ہے۔ ۲۰ یعنی بعض اشیاء جیسے جنت و نار و غیرہ کی حقیقت تو اس کے معلوم کرنے کی ہمیں یہاں
 کوئی ضرورت ہی نہیں ان جب اس عالم سے بچ کر کے دوسرے عالم میں منتقل ہو جائینگے تو ان کی حقیقت بھی کھل جائے گی ۲۱

مسیحی مذہب کی
 نمائندگی کرتا ہے

جنگجوئی مذہب کی

اس کی پیشکش
 میں مذہب کی
 نمائندگی کرتا ہے

۳۴۷ اس آیت کو میں تو ان شریفہ فخر اور تشابہ کا ایک اصول بیان فرمایا ہوں اس میں یہاں تک بطلان کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ کونسی
 سے حکمران اور دشمنیات میں فرق کرنے کی دھبہ سے بنی گئی ہے مسیحی مذہب کی دنیا و عرف تشابہات پر بہت بڑی دلیل ضرب
 برج کی خدائی کی بددیواری کی پیشکشوں میں آپ کو خدا کا ایک خدا اور آپ کی آمد کو خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے یہی وہی پیشکشوں کی تو
 قشہات میں سے ہے جو تھی ہے ۱۰ اور یہ پیشکشوں کی زبان میں استعمال کا اور مجاز کا استعمال کثرت ہو تاکہ چنانچہ جو مسیحی کی آمد
 کے جو نشانات ہیں ان کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس قدر عجیب اور استعارہ ان کے اندر ہے اور حق تو یہ ہے کہ ان پیشکشوں
 میں خدا کا لفظ آپاسے وہ حضرت مسیح کے لئے نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ خود حضرت
 مسیح نے بھی خدا کے لئے کی پیشکشوں کی زبان کیا ہے۔ دیکھو مثنوی ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ جہاں انکو رستگار کے مالک کی پیشکش میں بیٹھنے کے لئے
 ذکر کے لئے لکھا ہے کہ چہر انکو رستگار کا مالک خود آیتا اور آگے آیت ۳۲۵ میں صفائی سے بتا دیا ہے کہ خدا کی ہدایت امت تم سے
 پہنچائی اور ایک اور قوم کو جو اس کے پیروہ لاوے دی جائیگی نہیں وہ خدا جس کے لئے کی پیشکشوں میں بائبل میں بھی محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں مگر باوجود ان پیشکشوں کے وہ خدا کی کا دعویٰ نہیں کرتے ۲۲

مسیحی مذہب کی
 نمائندگی کرتا ہے

۳۴۸ اس بات کو چہرہ پر رکھ کر بائبل میں لفظ خدا کا استعمال بطور عبادت و نیک گوئی کے حق میں ہر جہ سے وہ تیس سے ذکا کرنا کہ الہ ہو
 اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو (۱۶: ۲۷) ۱۷: ۱۶ ۱۸: ۱۶ ۱۹: ۱۶ ۲۰: ۱۶ ۲۱: ۱۶ ۲۲: ۱۶ ۲۳: ۱۶ ۲۴: ۱۶ ۲۵: ۱۶ ۲۶: ۱۶ ۲۷: ۱۶ ۲۸: ۱۶ ۲۹: ۱۶ ۳۰: ۱۶ ۳۱: ۱۶ ۳۲: ۱۶ ۳۳: ۱۶ ۳۴: ۱۶ ۳۵: ۱۶ ۳۶: ۱۶ ۳۷: ۱۶ ۳۸: ۱۶ ۳۹: ۱۶ ۴۰: ۱۶ ۴۱: ۱۶ ۴۲: ۱۶ ۴۳: ۱۶ ۴۴: ۱۶ ۴۵: ۱۶ ۴۶: ۱۶ ۴۷: ۱۶ ۴۸: ۱۶ ۴۹: ۱۶ ۵۰: ۱۶ ۵۱: ۱۶ ۵۲: ۱۶ ۵۳: ۱۶ ۵۴: ۱۶ ۵۵: ۱۶ ۵۶: ۱۶ ۵۷: ۱۶ ۵۸: ۱۶ ۵۹: ۱۶ ۶۰: ۱۶ ۶۱: ۱۶ ۶۲: ۱۶ ۶۳: ۱۶ ۶۴: ۱۶ ۶۵: ۱۶ ۶۶: ۱۶ ۶۷: ۱۶ ۶۸: ۱۶ ۶۹: ۱۶ ۷۰: ۱۶ ۷۱: ۱۶ ۷۲: ۱۶ ۷۳: ۱۶ ۷۴: ۱۶ ۷۵: ۱۶ ۷۶: ۱۶ ۷۷: ۱۶ ۷۸: ۱۶ ۷۹: ۱۶ ۸۰: ۱۶ ۸۱: ۱۶ ۸۲: ۱۶ ۸۳: ۱۶ ۸۴: ۱۶ ۸۵: ۱۶ ۸۶: ۱۶ ۸۷: ۱۶ ۸۸: ۱۶ ۸۹: ۱۶ ۹۰: ۱۶ ۹۱: ۱۶ ۹۲: ۱۶ ۹۳: ۱۶ ۹۴: ۱۶ ۹۵: ۱۶ ۹۶: ۱۶ ۹۷: ۱۶ ۹۸: ۱۶ ۹۹: ۱۶ ۱۰۰: ۱۶ ۱۰۱: ۱۶ ۱۰۲: ۱۶ ۱۰۳: ۱۶ ۱۰۴: ۱۶ ۱۰۵: ۱۶ ۱۰۶: ۱۶ ۱۰۷: ۱۶ ۱۰۸: ۱۶ ۱۰۹: ۱۶ ۱۱۰: ۱۶ ۱۱۱: ۱۶ ۱۱۲: ۱۶ ۱۱۳: ۱۶ ۱۱۴: ۱۶ ۱۱۵: ۱۶ ۱۱۶: ۱۶ ۱۱۷: ۱۶ ۱۱۸: ۱۶ ۱۱۹: ۱۶ ۱۲۰: ۱۶ ۱۲۱: ۱۶ ۱۲۲: ۱۶ ۱۲۳: ۱۶ ۱۲۴: ۱۶ ۱۲۵: ۱۶ ۱۲۶: ۱۶ ۱۲۷: ۱۶ ۱۲۸: ۱۶ ۱۲۹: ۱۶ ۱۳۰: ۱۶ ۱۳۱: ۱۶ ۱۳۲: ۱۶ ۱۳۳: ۱۶ ۱۳۴: ۱۶ ۱۳۵: ۱۶ ۱۳۶: ۱۶ ۱۳۷: ۱۶ ۱۳۸: ۱۶ ۱۳۹: ۱۶ ۱۴۰: ۱۶ ۱۴۱: ۱۶ ۱۴۲: ۱۶ ۱۴۳: ۱۶ ۱۴۴: ۱۶ ۱۴۵: ۱۶ ۱۴۶: ۱۶ ۱۴۷: ۱۶ ۱۴۸: ۱۶ ۱۴۹: ۱۶ ۱۵۰: ۱۶ ۱۵۱: ۱۶ ۱۵۲: ۱۶ ۱۵۳: ۱۶ ۱۵۴: ۱۶ ۱۵۵: ۱۶ ۱۵۶: ۱۶ ۱۵۷: ۱۶ ۱۵۸: ۱۶ ۱۵۹: ۱۶ ۱۶۰: ۱۶ ۱۶۱: ۱۶ ۱۶۲: ۱۶ ۱۶۳: ۱۶ ۱۶۴: ۱۶ ۱۶۵: ۱۶ ۱۶۶: ۱۶ ۱۶۷: ۱۶ ۱۶۸: ۱۶ ۱۶۹: ۱۶ ۱۷۰: ۱۶ ۱۷۱: ۱۶ ۱۷۲: ۱۶ ۱۷۳: ۱۶ ۱۷۴: ۱۶ ۱۷۵: ۱۶ ۱۷۶: ۱۶ ۱۷۷: ۱۶ ۱۷۸: ۱۶ ۱۷۹: ۱۶ ۱۸۰: ۱۶ ۱۸۱: ۱۶ ۱۸۲: ۱۶ ۱۸۳: ۱۶ ۱۸۴: ۱۶ ۱۸۵: ۱۶ ۱۸۶: ۱۶ ۱۸۷: ۱۶ ۱۸۸: ۱۶ ۱۸۹: ۱۶ ۱۹۰: ۱۶ ۱۹۱: ۱۶ ۱۹۲: ۱۶ ۱۹۳: ۱۶ ۱۹۴: ۱۶ ۱۹۵: ۱۶ ۱۹۶: ۱۶ ۱۹۷: ۱۶ ۱۹۸: ۱۶ ۱۹۹: ۱۶ ۲۰۰: ۱۶ ۲۰۱: ۱۶ ۲۰۲: ۱۶ ۲۰۳: ۱۶ ۲۰۴: ۱۶ ۲۰۵: ۱۶ ۲۰۶: ۱۶ ۲۰۷: ۱۶ ۲۰۸: ۱۶ ۲۰۹: ۱۶ ۲۱۰: ۱۶ ۲۱۱: ۱۶ ۲۱۲: ۱۶ ۲۱۳: ۱۶ ۲۱۴: ۱۶ ۲۱۵: ۱۶ ۲۱۶: ۱۶ ۲۱۷: ۱۶ ۲۱۸: ۱۶ ۲۱۹: ۱۶ ۲۲۰: ۱۶ ۲۲۱: ۱۶ ۲۲۲: ۱۶ ۲۲۳: ۱۶ ۲۲۴: ۱۶ ۲۲۵: ۱۶ ۲۲۶: ۱۶ ۲۲۷: ۱۶ ۲۲۸: ۱۶ ۲۲۹: ۱۶ ۲۳۰: ۱۶ ۲۳۱: ۱۶ ۲۳۲: ۱۶ ۲۳۳: ۱۶ ۲۳۴: ۱۶ ۲۳۵: ۱۶ ۲۳۶: ۱۶ ۲۳۷: ۱۶ ۲۳۸: ۱۶ ۲۳۹: ۱۶ ۲۴۰: ۱۶ ۲۴۱: ۱۶ ۲۴۲: ۱۶ ۲۴۳: ۱۶ ۲۴۴: ۱۶ ۲۴۵: ۱۶ ۲۴۶: ۱۶ ۲۴۷: ۱۶ ۲۴۸: ۱۶ ۲۴۹: ۱۶ ۲۵۰: ۱۶ ۲۵۱: ۱۶ ۲۵۲: ۱۶ ۲۵۳: ۱۶ ۲۵۴: ۱۶ ۲۵۵: ۱۶ ۲۵۶: ۱۶ ۲۵۷: ۱۶ ۲۵۸: ۱۶ ۲۵۹: ۱۶ ۲۶۰: ۱۶ ۲۶۱: ۱۶ ۲۶۲: ۱۶ ۲۶۳: ۱۶ ۲۶۴: ۱۶ ۲۶۵: ۱۶ ۲۶۶: ۱۶ ۲۶۷: ۱۶ ۲۶۸: ۱۶ ۲۶۹: ۱۶ ۲۷۰: ۱۶ ۲۷۱: ۱۶ ۲۷۲: ۱۶ ۲۷۳: ۱۶ ۲۷۴: ۱۶ ۲۷۵: ۱۶ ۲۷۶: ۱۶ ۲۷۷: ۱۶ ۲۷۸: ۱۶ ۲۷۹: ۱۶ ۲۸۰: ۱۶ ۲۸۱: ۱۶ ۲۸۲: ۱۶ ۲۸۳: ۱۶ ۲۸۴: ۱۶ ۲۸۵: ۱۶ ۲۸۶: ۱۶ ۲۸۷: ۱۶ ۲۸۸: ۱۶ ۲۸۹: ۱۶ ۲۹۰: ۱۶ ۲۹۱: ۱۶ ۲۹۲: ۱۶ ۲۹۳: ۱۶ ۲۹۴: ۱۶ ۲۹۵: ۱۶ ۲۹۶: ۱۶ ۲۹۷: ۱۶ ۲۹۸: ۱۶ ۲۹۹: ۱۶ ۳۰۰: ۱۶ ۳۰۱: ۱۶ ۳۰۲: ۱۶ ۳۰۳: ۱۶ ۳۰۴: ۱۶ ۳۰۵: ۱۶ ۳۰۶: ۱۶ ۳۰۷: ۱۶ ۳۰۸: ۱۶ ۳۰۹: ۱۶ ۳۱۰: ۱۶ ۳۱۱: ۱۶ ۳۱۲: ۱۶ ۳۱۳: ۱۶ ۳۱۴: ۱۶ ۳۱۵: ۱۶ ۳۱۶: ۱۶ ۳۱۷: ۱۶ ۳۱۸: ۱۶ ۳۱۹: ۱۶ ۳۲۰: ۱۶ ۳۲۱: ۱۶ ۳۲۲: ۱۶ ۳۲۳: ۱۶ ۳۲۴: ۱۶ ۳۲۵: ۱۶ ۳۲۶: ۱۶ ۳۲۷: ۱۶ ۳۲۸: ۱۶ ۳۲۹: ۱۶ ۳۳۰: ۱۶ ۳۳۱: ۱۶ ۳۳۲: ۱۶ ۳۳۳: ۱۶ ۳۳۴: ۱۶ ۳۳۵: ۱۶ ۳۳۶: ۱۶ ۳۳۷: ۱۶ ۳۳۸: ۱۶ ۳۳۹: ۱۶ ۳۴۰: ۱۶ ۳۴۱: ۱۶ ۳۴۲: ۱۶ ۳۴۳: ۱۶ ۳۴۴: ۱۶ ۳۴۵: ۱۶ ۳۴۶: ۱۶ ۳۴۷: ۱۶ ۳۴۸: ۱۶ ۳۴۹: ۱۶ ۳۵۰: ۱۶ ۳۵۱: ۱۶ ۳۵۲: ۱۶ ۳۵۳: ۱۶ ۳۵۴: ۱۶ ۳۵۵: ۱۶ ۳۵۶: ۱۶ ۳۵۷: ۱۶ ۳۵۸: ۱۶ ۳۵۹: ۱۶ ۳۶۰: ۱۶ ۳۶۱: ۱۶ ۳۶۲: ۱۶ ۳۶۳: ۱۶ ۳۶۴: ۱۶ ۳۶۵: ۱۶ ۳۶۶: ۱۶ ۳۶۷: ۱۶ ۳۶۸: ۱۶ ۳۶۹: ۱۶ ۳۷۰: ۱۶ ۳۷۱: ۱۶ ۳۷۲: ۱۶ ۳۷۳: ۱۶ ۳۷۴: ۱۶ ۳۷۵: ۱۶ ۳۷۶: ۱۶ ۳۷۷: ۱۶ ۳۷۸: ۱۶ ۳۷۹: ۱۶ ۳۸۰: ۱۶ ۳۸۱: ۱۶ ۳۸۲: ۱۶ ۳۸۳: ۱۶ ۳۸۴: ۱۶ ۳۸۵: ۱۶ ۳۸۶: ۱۶ ۳۸۷: ۱۶ ۳۸۸: ۱۶ ۳۸۹: ۱۶ ۳۹۰: ۱۶ ۳۹۱: ۱۶ ۳۹۲: ۱۶ ۳۹۳: ۱۶ ۳۹۴: ۱۶ ۳۹۵: ۱۶ ۳۹۶: ۱۶ ۳۹۷: ۱۶ ۳۹۸: ۱۶ ۳۹۹: ۱۶ ۴۰۰: ۱۶ ۴۰۱: ۱۶ ۴۰۲: ۱۶ ۴۰۳: ۱۶ ۴۰۴: ۱۶ ۴۰۵: ۱۶ ۴۰۶: ۱۶ ۴۰۷: ۱۶ ۴۰۸: ۱۶ ۴۰۹: ۱۶ ۴۱۰: ۱۶ ۴۱۱: ۱۶ ۴۱۲: ۱۶ ۴۱۳: ۱۶ ۴۱۴: ۱۶ ۴۱۵: ۱۶ ۴۱۶: ۱۶ ۴۱۷: ۱۶ ۴۱۸: ۱۶ ۴۱۹: ۱۶ ۴۲۰: ۱۶ ۴۲۱: ۱۶ ۴۲۲: ۱۶ ۴۲۳: ۱۶ ۴۲۴: ۱۶ ۴۲۵: ۱۶ ۴۲۶: ۱۶ ۴۲۷: ۱۶ ۴۲۸: ۱۶ ۴۲۹: ۱۶ ۴۳۰: ۱۶ ۴۳۱: ۱۶ ۴۳۲: ۱۶ ۴۳۳: ۱۶ ۴۳۴: ۱۶ ۴۳۵: ۱۶ ۴۳۶: ۱۶ ۴۳۷: ۱۶ ۴۳۸: ۱۶ ۴۳۹: ۱۶ ۴۴۰: ۱۶ ۴۴۱: ۱۶ ۴۴۲: ۱۶ ۴۴۳: ۱۶ ۴۴۴: ۱۶ ۴۴۵: ۱۶ ۴۴۶: ۱۶ ۴۴۷: ۱۶ ۴۴۸: ۱۶ ۴۴۹: ۱۶ ۴۵۰: ۱۶ ۴۵۱: ۱۶ ۴۵۲: ۱۶ ۴۵۳: ۱۶ ۴۵۴: ۱۶ ۴۵۵: ۱۶ ۴۵۶: ۱۶ ۴۵۷: ۱۶ ۴۵۸: ۱۶ ۴۵۹: ۱۶ ۴۶۰: ۱۶ ۴۶۱: ۱۶ ۴۶۲: ۱۶ ۴۶۳: ۱۶ ۴۶۴: ۱۶ ۴۶۵: ۱۶ ۴۶۶: ۱۶ ۴۶۷: ۱۶ ۴۶۸: ۱۶ ۴۶۹: ۱۶ ۴۷۰: ۱۶ ۴۷۱: ۱۶ ۴۷۲: ۱۶ ۴۷۳: ۱۶ ۴۷۴: ۱۶ ۴۷۵: ۱۶ ۴۷۶: ۱۶ ۴۷۷: ۱۶ ۴۷۸: ۱۶ ۴۷۹: ۱۶ ۴۸۰: ۱۶ ۴۸۱: ۱۶ ۴۸۲: ۱۶ ۴۸۳: ۱۶ ۴۸۴: ۱۶ ۴۸۵: ۱۶ ۴۸۶: ۱۶ ۴۸۷: ۱۶ ۴۸۸: ۱۶ ۴۸۹: ۱۶ ۴۹۰: ۱۶ ۴۹۱: ۱۶ ۴۹۲: ۱۶ ۴۹۳: ۱۶ ۴۹۴: ۱۶ ۴۹۵: ۱۶ ۴۹۶: ۱۶ ۴۹۷: ۱۶ ۴۹۸: ۱۶ ۴۹۹: ۱۶ ۵۰۰: ۱۶ ۵۰۱: ۱۶ ۵۰۲: ۱۶ ۵۰۳: ۱۶ ۵۰۴: ۱۶ ۵۰۵: ۱۶ ۵۰۶: ۱۶ ۵۰۷: ۱۶ ۵۰۸: ۱۶ ۵۰۹: ۱۶ ۵۱۰: ۱۶ ۵۱۱: ۱۶ ۵۱۲: ۱۶ ۵۱۳: ۱۶ ۵۱۴: ۱۶ ۵۱۵: ۱۶ ۵۱۶: ۱۶ ۵۱۷: ۱۶ ۵۱۸: ۱۶ ۵۱۹: ۱۶ ۵۲۰: ۱۶ ۵۲۱: ۱۶ ۵۲۲: ۱۶ ۵۲۳: ۱۶ ۵۲۴: ۱۶ ۵۲۵: ۱۶ ۵۲۶: ۱۶ ۵۲۷: ۱۶ ۵۲۸: ۱۶ ۵۲۹: ۱۶ ۵۳۰: ۱۶ ۵۳۱: ۱۶ ۵۳۲: ۱۶ ۵۳۳: ۱۶ ۵۳۴: ۱۶ ۵۳۵: ۱۶ ۵۳۶: ۱۶ ۵۳۷: ۱۶ ۵۳۸: ۱۶ ۵۳۹: ۱۶ ۵۴۰: ۱۶ ۵۴۱: ۱۶ ۵۴۲: ۱۶ ۵۴۳: ۱۶ ۵۴۴: ۱۶ ۵۴۵: ۱۶ ۵۴۶: ۱۶ ۵۴۷: ۱۶ ۵۴۸: ۱۶ ۵۴۹: ۱۶ ۵۵۰: ۱۶ ۵۵۱: ۱۶ ۵۵۲: ۱۶ ۵۵۳: ۱۶ ۵۵۴: ۱۶ ۵۵۵: ۱۶ ۵۵۶: ۱۶ ۵۵۷: ۱۶ ۵۵۸: ۱۶ ۵۵۹: ۱۶ ۵۶۰: ۱۶ ۵۶۱: ۱۶ ۵۶۲: ۱۶ ۵۶۳: ۱۶ ۵۶۴: ۱۶ ۵۶۵: ۱۶ ۵۶۶: ۱۶ ۵۶۷: ۱۶ ۵۶۸: ۱۶ ۵۶۹: ۱۶ ۵۷۰: ۱۶ ۵۷۱: ۱۶ ۵۷۲: ۱۶ ۵۷۳: ۱۶ ۵۷۴: ۱۶ ۵۷۵: ۱۶ ۵۷۶: ۱۶ ۵۷۷: ۱۶ ۵۷۸: ۱۶ ۵۷۹: ۱۶ ۵۸۰: ۱۶ ۵۸۱: ۱۶ ۵۸۲: ۱۶ ۵۸۳: ۱۶ ۵۸۴: ۱۶ ۵۸۵: ۱۶ ۵۸۶: ۱۶ ۵۸۷: ۱۶ ۵۸۸: ۱۶ ۵۸۹: ۱۶ ۵۹۰: ۱۶ ۵۹۱: ۱۶ ۵۹۲: ۱۶ ۵۹۳: ۱۶ ۵۹۴: ۱۶ ۵۹۵: ۱۶ ۵۹۶: ۱۶ ۵۹۷: ۱۶ ۵۹۸: ۱۶ ۵۹۹: ۱۶ ۶۰۰: ۱۶ ۶۰۱: ۱۶ ۶۰۲: ۱۶ ۶۰۳: ۱۶ ۶۰۴: ۱۶ ۶۰۵: ۱۶ ۶۰۶: ۱۶ ۶۰۷: ۱۶ ۶۰۸: ۱۶ ۶۰۹: ۱۶ ۶۱۰: ۱۶ ۶۱۱: ۱۶ ۶۱۲: ۱۶ ۶۱۳: ۱۶ ۶۱۴: ۱۶ ۶۱۵: ۱۶ ۶۱۶: ۱۶ ۶۱۷: ۱۶ ۶۱۸: ۱۶ ۶۱۹: ۱۶ ۶۲۰: ۱۶ ۶۲۱: ۱۶ ۶۲۲: ۱۶ ۶۲۳: ۱۶ ۶۲۴: ۱۶ ۶۲۵: ۱۶ ۶۲۶: ۱۶ ۶۲۷: ۱۶ ۶۲۸: ۱۶ ۶۲۹: ۱۶ ۶۳۰: ۱۶ ۶۳۱: ۱۶ ۶۳۲: ۱۶ ۶۳۳: ۱۶ ۶۳۴: ۱۶ ۶۳۵: ۱۶ ۶۳۶: ۱۶ ۶۳۷: ۱۶ ۶۳۸: ۱۶ ۶۳۹: ۱۶ ۶۴۰: ۱۶ ۶۴۱: ۱۶ ۶۴۲: ۱۶ ۶۴۳: ۱۶ ۶۴۴: ۱۶ ۶۴۵: ۱۶ ۶۴۶: ۱۶ ۶۴۷: ۱۶ ۶۴۸: ۱۶ ۶۴۹: ۱۶ ۶۵۰: ۱۶ ۶۵۱: ۱۶ ۶۵۲: ۱۶ ۶۵۳: ۱۶ ۶۵۴: ۱۶ ۶۵۵: ۱۶ ۶۵۶: ۱۶ ۶۵۷: ۱۶ ۶۵۸: ۱۶ ۶۵۹: ۱۶ ۶۶۰: ۱۶ ۶۶۱: ۱۶ ۶۶۲: ۱۶ ۶۶۳: ۱۶ ۶۶۴: ۱۶ ۶۶۵: ۱۶ ۶۶۶: ۱۶ ۶۶۷: ۱۶ ۶۶۸: ۱۶ ۶۶۹: ۱۶ ۶۷۰: ۱۶ ۶۷۱: ۱۶ ۶۷۲: ۱۶ ۶۷۳: ۱۶ ۶۷۴: ۱۶ ۶۷۵: ۱۶ ۶۷۶: ۱۶ ۶۷۷: ۱۶ ۶۷۸: ۱۶ ۶۷۹: ۱۶ ۶۸۰: ۱۶ ۶۸۱: ۱۶ ۶۸۲: ۱۶ ۶۸۳: ۱۶ ۶۸۴: ۱۶ ۶۸۵: ۱۶ ۶۸۶: ۱۶ ۶۸۷: ۱۶ ۶۸۸: ۱۶ ۶۸۹: ۱۶ ۶۹۰: ۱۶ ۶۹۱: ۱۶ ۶۹۲: ۱۶ ۶۹۳: ۱۶ ۶۹۴: ۱۶ ۶۹۵: ۱۶ ۶۹۶: ۱۶ ۶۹۷: ۱۶ ۶۹۸: ۱۶ ۶۹۹: ۱۶ ۷۰۰: ۱۶ ۷۰۱: ۱۶ ۷۰۲: ۱۶ ۷۰۳: ۱۶ ۷۰۴: ۱۶ ۷۰۵: ۱۶ ۷۰۶: ۱۶ ۷۰۷: ۱۶ ۷۰۸: ۱۶ ۷۰۹: ۱۶ ۷۱۰: ۱۶ ۷۱۱: ۱۶ ۷۱۲: ۱۶ ۷۱۳: ۱۶ ۷۱۴: ۱۶ ۷۱۵: ۱۶ ۷۱۶: ۱۶ ۷۱۷: ۱۶ ۷۱۸: ۱۶ ۷۱۹: ۱۶ ۷۲۰: ۱۶ ۷۲۱: ۱۶ ۷۲۲: ۱۶ ۷۲۳: ۱۶ ۷۲۴: ۱۶ ۷۲۵: ۱۶ ۷۲۶: ۱۶ ۷۲۷: ۱۶ ۷۲۸: ۱۶ ۷۲۹: ۱۶ ۷۳۰: ۱۶ ۷۳۱: ۱۶ ۷۳۲: ۱۶ ۷۳۳: ۱۶ ۷۳۴: ۱۶ ۷۳۵: ۱۶ ۷۳۶: ۱۶ ۷۳۷: ۱۶ ۷۳۸: ۱۶ ۷۳۹: ۱۶ ۷۴۰: ۱۶ ۷۴۱: ۱۶ ۷۴۲: ۱۶ ۷۴۳: ۱۶ ۷۴۴: ۱۶ ۷۴۵: ۱۶ ۷۴۶: ۱۶ ۷۴۷: ۱۶ ۷۴۸: ۱۶ ۷۴۹: ۱۶ ۷۵۰: ۱۶ ۷۵۱: ۱۶ ۷۵۲: ۱۶ ۷۵۳: ۱۶ ۷۵۴: ۱۶ ۷۵۵: ۱۶ ۷۵۶: ۱۶ ۷۵۷: ۱۶ ۷۵۸: ۱۶ ۷۵۹: ۱۶ ۷۶۰: ۱۶ ۷۶۱: ۱۶ ۷۶۲: ۱۶ ۷۶۳: ۱۶ ۷۶۴: ۱۶ ۷۶۵: ۱۶ ۷۶۶: ۱۶ ۷۶۷: ۱۶ ۷۶۸: ۱۶ ۷۶۹: ۱۶ ۷۷۰: ۱۶ ۷۷۱: ۱۶ ۷۷۲: ۱۶ ۷۷۳: ۱۶ ۷۷۴: ۱۶ ۷۷۵: ۱۶ ۷۷۶: ۱۶ ۷۷۷: ۱۶ ۷۷۸: ۱۶ ۷۷۹: ۱۶ ۷۸۰: ۱۶ ۷۸۱: ۱۶ ۷۸۲: ۱۶ ۷۸۳: ۱۶ ۷۸۴: ۱۶ ۷۸۵: ۱۶ ۷۸۶: ۱۶ ۷۸۷: ۱۶ ۷۸۸: ۱۶ ۷۸۹: ۱۶ ۷۹۰: ۱۶ ۷۹۱: ۱۶ ۷۹۲: ۱۶ ۷۹۳: ۱۶ ۷۹۴: ۱۶ ۷۹۵: ۱۶ ۷۹۶: ۱۶ ۷۹۷: ۱۶ ۷۹۸: ۱۶ ۷۹۹: ۱۶ ۸۰۰: ۱۶ ۸۰۱: ۱۶ ۸۰۲: ۱۶ ۸۰۳: ۱۶ ۸۰۴: ۱۶ ۸۰۵: ۱۶ ۸۰۶: ۱۶ ۸۰۷: ۱۶ ۸۰۸: ۱۶ ۸۰۹: ۱۶ ۸۱۰: ۱۶ ۸۱۱: ۱۶ ۸۱۲: ۱۶ ۸۱۳: ۱۶ ۸۱۴: ۱۶ ۸۱۵: ۱۶ ۸۱۶: ۱۶ ۸۱۷: ۱۶ ۸۱۸: ۱۶ ۸۱۹: ۱۶ ۸۲۰: ۱۶ ۸۲۱: ۱۶ ۸۲۲: ۱۶ ۸۲۳: ۱۶ ۸۲۴: ۱۶ ۸۲۵: ۱۶ ۸۲۶: ۱۶ ۸۲۷: ۱۶ ۸۲۸: ۱۶ ۸۲۹: ۱۶ ۸۳۰: ۱۶ ۸۳۱: ۱۶ ۸۳۲: ۱۶ ۸۳۳: ۱۶ ۸۳۴: ۱۶ ۸۳۵: ۱۶ ۸۳۶: ۱۶ ۸۳۷: ۱۶ ۸۳۸: ۱۶ ۸۳۹: ۱۶ ۸۴۰: ۱۶ ۸۴۱: ۱۶ ۸۴۲: ۱۶ ۸۴۳: ۱۶ ۸۴۴: ۱۶ ۸۴۵: ۱۶ ۸۴۶: ۱۶ ۸۴۷: ۱۶ ۸۴۸: ۱۶ ۸۴۹: ۱۶ ۸۵۰: ۱۶ ۸۵۱: ۱۶ ۸۵۲: ۱۶ ۸۵۳: ۱۶ ۸۵۴: ۱۶ ۸۵۵: ۱۶ ۸۵۶: ۱۶ ۸۵۷: ۱۶ ۸۵۸: ۱۶ ۸۵۹: ۱۶ ۸۶۰: ۱۶ ۸۶۱: ۱۶ ۸۶۲: ۱۶ ۸۶۳: ۱۶ ۸۶۴: ۱۶ ۸۶۵: ۱

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۝

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو گمراہ نہ ہونے دے! اسکے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت کی اور اپنی پس مندی سے ہٹا

اُمیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کا..... تم اسے جسے خدا سے مخصوص کیا اور جان میں سمجھا سکتے ہو کہ وہ کون کونسا ہے کون سے کہا کریں خدا کا بیٹا ہوں (پھر ۱۰: ۳۴-۳۶) اب اس سوال دو اب ہم غور کرو اگر حضرت مسیح کا دعویٰ واقعی حلالی کا ہوتا تو جب آپ پر یہ الزام لگایا کہ تم انسان ہو کر کہتے ہو کہ آپ کو خدا لگتے ہو تو اس کا جواب یہی دیتے کہ میں خود ہی ہوں اور تمہاری پیشگی باتوں میں خدا کا آنا لکھا ہے مگر مجھے اس کے آپ یہ جواب دیتے ہیں کہ تمہارے بزرگوں کو بھی خدا کے کلام میں خدا کا لکھا ہے اگر ان کا خدا کہلا کر تو نہیں تو میرا خدا کا بیٹا کہلا کر کیوں کہہ رہا گیا۔ بالفاظ دیگر جن معنوں میں وہ خدا کہتے تھے اسی معنوں میں میں خدا کا بیٹا ہوں۔ نہ وہ حقیقت میں خدا تھے نہ میں حقیقت میں خدا کا بیٹا ہوں مگر مجازی طور پر ان کو بھی خدا کہا گیا۔ مجازی طور پر بھی خدا کا بیٹا ہوں۔ اس قدر صفائی کے ہوتے ہوئے عیسائیوں نے مشابہات کو کیا اور حکامات کو کچھ ڈھکیا یا اس نے ان کے عقیدہ کے بطلان میں اس مسئلہ کی تفسیر کی مگر مڑی جی نہیں اس بحث کی ابتدا میں اصولی طور پر یہ بیان کر کے کہ خدا کی صفات مسیح میں پائی جاتی تھیں اب بتاتا ہے کہ ان کو خدا کا مشابہت لگتی ہے اور یہ ان کے دلوں کی کجی کا نتیجہ ہے کہ حکامات کو کچھ زکوٰۃ مشابہات کی پروا ہی کرتے ہیں اور اسی اثنا میں مسلمانوں کو بھی متنبہ فرماتا ہے کہ تم کسی غلطی میں نہ پڑنا۔ مگر انہوں نے اس سے کچھ عینہ نہ غلطی وہ لوگ کہتے ہیں جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرتے ہیں۔ وہ ان کے افسر بھی ذیل حرف ہی ہے کہ پیشگوئی میں آئے اسے مسیح کے لئے نظر نبی کا لگیا ہے حالانکہ اولیٰ تو پیشگوئی میں استقامت ہونا ایک تمام ہے دوسرے خود وہ پیشگوئی

حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت کی تردید کا مشابہت کی ہے

جس میں نظر نبی سے ساری کی ساری استقامت سے بھری ہوئی ہے عینہ اسی طرح جب اس مسیح نامی پر یہ اعتراض ہوا کہ تم نے اپنی تقریروں میں نظر نبی استعمال کر لیا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ کیا ایسے کسی بزرگ نے نہیں کہا اور نبی وقت ہاں سے مرہم یعنی شریعتی وقت کا حکم کرتا ہے جس میں صاف بتا دیا کہ میری تقریریں نظر نبی اصطلاح شری میں نہیں بلکہ دعویٰ معنی میں ہے اور دعویٰ رنگ میں جس طرح پہلے بزرگوں نے ہی مجازی رنگ میں سے استعمال کر لیا ہے اور اسی پر نہیں کی بلکہ آخر تک صاف قطعاً نہیں لکھ دیا کہ نبیئت نہیا من الله علی طریق الجمع ازاد علی وجہ الحقیقۃ میرزا مڑی کی طرف سے مجاہد کے طور پر نبی لکھا گیا۔ حقیقت کے طور پر

حکامات صلیبی

اب یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم نے حکامات اور مشابہات کی تفسیریں اصول کیا بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ ہمارا اگر ایک دوسری وقت میں آئی ہے کہ ایک ایک لفظ کے کوئی کئی معنی ہوتے ہیں۔ خود عرض لوگ اپنے حسب مشاہدہ کو چاہتے ہیں مشابہت کر اسے کسی دوسری آیت کے تحت کر دیتے ہیں۔ یا اس کی تاویل اپنے حسب مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ ایک شخص اسی کو حکم کرتا ہے دوسرا اسی کو مشابہت کرتا ہے۔ تو میں اس کا بھی کوئی علاج قرآن کریم نے بتا دیا ہے۔ بالفاظ قرآنی پھر کیا جانتے تو ایک ایسی جگہ بات بتا دی ہے کہ تمام چھوڑے اٹھ جائے ہیں اور وہ بات یہ ہے کہ حکامات کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔

ذریعہ کو اصول کے تحت کیا جائے

ہن ام الکتاب وہ کتاب کی اصل یا بیڑا ہیں۔ اب ام یا بیڑا اس چیز کو کہتے ہیں جو بیڑہ رمل ہو۔ تو میں قرآن کریم میں یہ ثابت دیتا ہے کہ حکامات سے مراد اصل امر ہیں اور تاویل یہ چوکی کہ دفعات اور خصوصیات کو جو بیڑہ شاخیں یا دلوں کے ہیں بیڑہ عام کی طرف ٹوٹنا پڑے گا جتنی اصول کے تحت کرنا پڑے گا کیونکہ جتنی بھی ہے کہ جب تک خصوصیات اور دفعات کو اصول کے تحت نہ لایا جائے اس وقت جتنی بات انسان معلوم نہیں کر سکتا۔ خصوصیات کو اگر اصول اور قانوں سے الگ کیا جائے تو

اس کا نتیجہ وی ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله ایک شخص امر کی تاویل کے نیچے چڑھ کر ایک فتنہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بعض کا معلوم بعض کے خلاف ہو جاتا ہے پس مڑی ہر اگر کسی شخص کو جسے معنی سمجھنے کے لئے پہلے

كَذَّابٍ لِّمَنْ عَزَّوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَلَاخَذَهُمُ ۱۰

جس طرح زعموں کے لوگوں اور ان سے پہلے لوگوں کا حال دہرا، انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس اللہ نے ان کو

اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۱۱

بلکہ حضور کے سبب پکڑا اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ ان لوگوں کو جنہوں نے انکار کیا کہہ دو

سَتَغْلِبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

کہ تم جلد مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کر کے چلائے جاؤ گے اور کیا ہی تیار کی ہوئی جگہ۔ ۳۸۲

انہم لمن يظنون انك من الله ضلينا (الحاقة - ۱۹)

من

من اللہ۔ سوچنا ابتداء غایت کے لئے ہے اور مراد ہے من عذاب اللہ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر کسی مرتب میں جو مثال دی ہے اس میں اللہ کے عذاب کا ہی ذکر ہے بعض نے من کو یہاں بدل کے معنی میں لیا ہے (معنی، یعنی اللہ کی طاقت یا اس کی رحمت کے بدل میں یہ چیزیں کچھ کام نہ آئیں گی)۔

کفار کی غلط فہمی کی

ذات

ذنب

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ خاص خطاب اس سورہ کے صدر میں مہسایوں سے ہے چنانچہ بعض نے یہاں مراد وہ بڑوں کیسے (یعنی وہ وقیع حیویات کا قائم مقام ہو کر آنحضرت مسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے مالوں اور بچے جس قدر فقر و مہسائی اقوام کو ہے شاید کسی قوم کو ہوا ہو۔ مگر جو کلمہ افتاد عام ہیں اس لئے کہ ہم کے کاؤسک اندیشاں ہیں جو اسلام کو ناوکرنا چاہیں ۳۸۱۔ ذائب۔ ذائب کے معنی ہیں کوشش کی اور ٹھک گیا پس ذائب اور ذائب وہوں کے معنی عادت اور شرانہ معنی حالت گتے ہیں (لہذا) گزرنہری نے کہا ہے کہ ذائب سے مراد ان کا کفر سے سخت زور لگانا (مجتہد ذہبی فی الکفر) اور یہی مسلم کی مخالفت پر ایک دوسرے کے مدعا پر بننا ہے جیسا کہ فرعون کے لوگ حضرت موسیٰ کے خلاف ایک دوسرے کے مدعا رکھ رہے تھے (لہذا)۔

ذنب۔ ذنب کہ جس سے الذنوب فی الفضل والفضل بذنوب الشقی (ذ) ذنب اصل میں کسی چیز کی ذنوب یعنی دوسرا جو کچھ کے پکڑنے کا نام ہے وکسب غنی فی کل فعلی مستوحکم عقبا کا عقبا ذاب ذنوب الشقی (ذ) اور ذنوب ہر ایک اس فعل پر استعمال ہوتا ہے جس کا انجام ناگوار اور گراں ہو۔ گویا وہ بہتر نہ ہو کہ چیز کی دوسرے کے لسان العرب میں ہے الذنوب الباقیہ والبقیہ والبقیہ والبقیہ یعنی ذنوب اثم جہم اور مصیبت تینوں پر مثال ہے۔ اب اثم ہر ایک اس فعل کا نام ہے جو ثوب سے انسان کو روکتا ہے جہم ان افعال کا نام ہے جن کی وجہ سے گویا جناب الہی سے قطع تعلق ہو جائے کیونکہ اس کا اشتقاق جہم یعنی قطع سے ہے اور مصیبت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو کہتے ہیں خواہ عدا ہو یا سہواً۔ گویا نافرمانی سہو سے ہو وہ قابل مواخذہ نہیں پس معلوم ہو کہ ذنوب کا قطع زمان عرفی میں منافی نہیں ہے۔ اور اس سے مراد وہ افعال بھی ہو سکتے ہیں جو فی الحقیقت گناہ نہیں اور نافرمانیاں ہیں مگر ان کا انجام ناگوار ہے اور ایسی نافرمانی بھی اس سے مراد ہو سکتی ہے جس میں عدا و راہہ کا کوئی اثر نہیں اور ایسے سخت گناہ بھی ہیں سے مراد ہو سکتے ہیں جو جناب الہی سے قطع تعلق کا موجب ہو جائیں پس لفظ ذنوب کا صحیح ترجمہ گناہ نہیں بلکہ قریب تر لفظ اس کے مفہوم کو اگر اتنا سمجھ لیں کہ وہ کسی دوسرے کو یا اپنے کو ہٹا کر اس میں کرنے والے پر کوئی الزام نہیں اور بعض وقت ہت بڑا جیسے یہاں۔

فرعون کے لوگوں کی حالت کا ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ کس طرح وہ دنیا میں مغلوب و ذلیل ہوئے اس کی حالت بھی یہی ہے ۳۸۲۔ الحشر۔ دن حشر کسی حالت کو کہتی جانتے قرار سے نکال دینا اور ان سے بے آرام کو کچھ اور قریب کی طرف بھگانا ہے چنانچہ

حشر

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَوْنِ ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ

ان دو گروہوں میں جن کی آپس میں مٹ بھڑ ہوئی تھی، انہیں نے ظاہر نشان تھا کہ ایک گروہ اللہ

اس روایت کے ساتھ ساتھ لایا ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی لا یتجرعن علی الفہر ورجل منہم یسوی ہرؤں کو جنگ کے لئے ٹھہنے پر مجبور کیا جائیگا اور جس کا فطرتاً سے جامع کے نہیں پورا ہوا گا، وہاں بھی فی اللہ ان صاحبین (الشعراء ۳۲-۳۳) والعلو عشر سورۃ (قصہ ۱۱۹) والذی یوحش حشرات (التکویر ۷) وحشہ یسلین جنودہ (الف ۱۲) والذی یخبر الذین یكفرون من دیاہم لعل العشا (الحشر ۲۰) اور قاتل میں لوگوں کے گناہوں کے لئے جاتے ہیں لفظ حشہ بولا گیا ہے۔

اس آیت میں اور بھی صفاتی سے بیان کیا ہے کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے وہ ضرور پہلے اسی دنیا میں مغلوب ہونگے چرچوں کی طرف اٹھنے کے چلائے جائینگے اور اس دنیا میں ان کی مغلوبیت آخرت میں جہنم کا ثبوت ہوگی۔ پیشین گوئی اس زمانہ کی ہے کہ جو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت ملک و عرب میں دشمنوں کے مقابلہ پر پہنچے نہ تھی اور مخالفت ایک دشمن جو بے طرف سے ہی نہ تھی بلکہ مدنی مخالف منافق اور بددین و فاسق ملک و عرب کے سب دشمن کہ یہود اور نصاریٰ اسلام کی مخالفت پر کمر بستہ ہو چکے تھے۔ ان حالات میں ایسے خفاف الغافلین کفار کی مغلوبیت کی پیش گوئی کرنا اور پھر اس پیش گوئی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورا ہونا اسلام کی صداقت کے کچے تجربے نشانوں میں سے ایک نشان ہے اور آج ایک مسلمان کے قلب کو اس بات سے قوت ملتی ہے کہ وہ خدا جس نے اپنا وعدہ ان حالات میں پورا کیا۔ وہ اسلام کی ہر ایک نیکوئی کے وقت اس کا حامی ہوگا اور اس کے مخالفین کو مغلوب کرے گا۔

۳۸۳ اس آیت میں بالخصوص اہل کتاب مخاطب ہیں۔ کیونکہ کلاس سونت کے ابتدائی حصہ میں اہل خطاب انہیں سے ساتھ چلتا ہے۔ علاوہ انہیں اس میں مشرکوں اور مسلمانوں کے مقابلہ اور جنگ کی طرف توجہ دلاتی ہے پس جس کو توجہ دلاتی ہے وہ کوئی تیسرا گروہ ہے اور یہ عیسائی ہیں جن کے ساتھ ایک بحث ملتی ہے۔ وہ گورو پر جس کی سب سے بڑی مراد جنگ ہے یہ اس کے لفظ ان میں صاف اشارہ بھی ہے کہ ایک گروہ افشانی راہ میں جنگ کرتا تھا اور دوسرا گروہ کا فاضل تھا جو دیکھنے میں ان سے دو جنگ جنگ میں حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان ایک تو اس لیے تھا کہ قرآن کریم کی نئی سورتوں میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک سب سے بڑی خبر بار بار دہرائی گئی جس میں کفار کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی کی گئی تھی یہاں تفصیل کے ساتھ ان پیشگوئیوں کے ذکر کا سوا حق نہیں صرف ایک پیشگوئی پر کفایت کی جاتی ہے سورہ القمیس آخری آیت میں ہے اہم یقولون غن جیم منتصد بہم زم لم یج دیونین الدیورین الساعۃ موعدهم والسااعۃ ادهی وام کیا یہ کفار کہتے ہیں کہ ہم ایک جماعت ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ان کی جماعت کو ہزیمت دی جائے گی۔ اور وہ پیشبینی پھر کر دیں اور جانیں گے۔ ان کی گھڑی ان کے دوسرے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی سخت اور سخت ہوگی کہ جابجا بتا کر یہ قیامت کے شعلے ہے جسے جابجا کرنا بار بار کچا کر دیں قرآن کریم نے پیشگوئی میں ایسی ہی طرف نظر اختیار کیا ہے کہ قیامت کی روانی کے ساتھ اس دنیا کی مخلوق کو بت کر دیکھی گیا ہے تاکہ ایک کے پورا ہوجانے سے دوسرے کی صداقت پر نشاندہ ہو۔ مگر یہاں ساقی سے مراد وہی ہزیمت کی گستاخ ہے وہ قیامت کے دن ہزیمت اور جنگ کا کیا ذکر ہے۔ وہ قیامتی دنیا میں ہوگی۔ اور یہی ایک معنی میں ان کے لئے قیامت ہے۔ ان پھر قیامت میں اس سے بھی زیادہ سختی اور سخت کا می دیکھیں گے اس بات کا ثبوت کہ خود ہی قرآن مجسم اس پیشگوئی سے بد کی جنگ مراد دیتے ہے صحیح احادیث سے لے کر پیچھے آئی آیت کی تفسیر میں پندرہویں میں ہے عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال وھو فی قیۃ لہم بددا فشدت مہدات وعلماک اللمن شدت لھو قیۃ لھم بددا فشدت الیوم ہذا فخلد ابوکریبیدہ وقل

النساء ولا یجسسون
سے مراد

کفار کی ضرورت ہے
خجملہ سبقت خلیفہ
نہ کھٹ لے دے

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا:

جنگ بدر کی جنگوں
کی سورتوں میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَآخَرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ وَاللَّهُ

کی راہ میں لانا تھا اور دوسرا کافر تھا وہ انکار کرتے ہوئے اپنے سے دو چہرہ دیکھتے تھے اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنُصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ

اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہے تاہم کرتا ہو بصیرت والوں کے لئے اس میں یقینی عبرت ہے ۳۸۴

حسبك يا رسول الله فقد احدثت على ربك وهو في الاصح فخرج وهيقول سيهزم الحزم وولدت الدار وويل الساعه قعودهم
والساعة تدهي واما ابن عباس سے روایت ہے کہ جب کہ ان نبی صلعم ایک چھوٹے سے خیمہ میں تھے اور بارگاہ اقدس میں ہوا
کر رہے تھے میں تیرے ہمراہ میرے وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں اے اللہ اگر تیری ایسی ہی شہادت ہے کہ ہمارے حال ظاہر تھا کہ یہ لوگ کفار
مسلمان کفار کے سامنے اپنے حق رائے کو دے سارے تھے۔ کائنات کے ہاتھوں میں ان کا کچلا جاتا صاف نظر آتا تھا تو حق کے دن کے نزدیک
میں تیری پرورش نہیں کی جائے گی ہو کرے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا یا رسول اللہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب پر کمال کیا ہے آپ نے
نہایت ہی حق میں آپ کو اللہ نے آیت ثمرہ سے تھے سیہزم الحزم وولدت الدار وويل الساعه قعودهم والسااعه تدهي
اس کی اس کی اور ہدایت کی پیچیدگیاں اسی جگہ کے متعلق وہ ان کریم نفس میں ایک طرف دیکھ کر نہیں کھینچے موجود ہونا دوسری طرف
بوجود مسلمانوں کی مخالفت اور سب سے سوسا مانی اور دشمن کی کثرت اور مسلح ہونے کے کفار کا ہزیمت آٹھ اٹھانان دونوں باتوں سے جنگ
پر ایک عظیم ارشاد نشان بنا دیا تھا۔ اب دوسرے مخالفت کرنے والوں کو کھانا ہے کہ اسی نشان پر غور کرو

اور اہل کتاب یعنی مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک نشان جنگ بدر میں تھا۔ کجنگ بدر کی پیشگی ہی ان کی کتاب میں
بھی پائی جاتی ہے جو آپ نے نبی کریم صلعم کی ہجرت اور بدر میں تیش کی طاقت کو گزور کیا جانے کی پیشگی ہی مساف الافاضل یہ سچا
نبی کی کتاب میں موجود ہے۔ دیکھو سورہ ۲۱: ۱۳ سے آیت تک +

”عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے عوام میں تھا کہ کافر تھے۔ اے وہ انہوں نے قافلو۔ پانی لیکر پیاسے کا
استقبال کرتے؟ اؤ۔ اے یہاں کے سرزمین کے باشندے کوئی ایسے بھانسنے والے کے لئے کو کھلو کیونکہ اوسے تلواروں کے سامنے سے نکلی
تلوار سے اٹھنے والی ہوئی گمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں کیونکہ خداوند نے تم کو یوں فرمایا ہوتا ایک برس۔ ان فرود
کے سے ایک شیک برس میں قیدار کی ساری قسمت جاتی رہے گی۔ اور تیرا خزانوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لگ گھٹ
جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا +

اب صاف ظاہر ہے کہ ان کے سامنے اس شخص علی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس میں حضرت ابو بکر کے ساتھ
تھے اور وہ حقیقت ساری تاریخ حق میں ایک ہی شخص کے بھانسنے کو پہلک حاصل ہوئی۔ لہذا اس سے ایک سہل چل چل چل چل
بھانسنے میں آپ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے اور لفظ توب کی بابت الہامی کلام اس واقعہ کو عرب پر ہی ہمہ دورہ ہے۔ اب
بھانسنے کے ذکر کے متعلق میں یہ کہ ایک سال کے اندر قیدار کی ساری قسمت جاتی رہے گی۔ اور قیدار کے بہادر لگ گھٹ جائینگے
سوا یہ کہ ہر ایک جنگ بدر کا واقعہ جو ہجرت کے ایک سال کے گزر جانے کے بعد ہوا۔ اس میں قیدار کی قسمت جاتی رہی۔ اور
ان کے بہادر لگ گھٹ گئے۔ قیدار کا لفظ بائبل میں بہت مرتبہ نبی اسرائیل کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ پس اہل کتاب کے لئے
یہ کھلا نشان جنگ بدر میں تھا +

بائبل میں جنگ بدر
اور ہجرت کے بیان

عبراء و قیدار

۳۸۴ عبدة عترة کے اہل نبی میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تبادلوں کرنا۔ اسی سے مجھے ہے اور اعتبار اور تبادلوں

١٣ زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهْوَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ

لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت (جیسے) عورتوں اور بیٹیوں اور ڈھیروں ڈھیر

الْمُقَطَّرَ وَمِنَ الذَّهَبِ الْفِضَّةَ وَالْخَيْلَ الْمُسَوَّمَةَ وَالْأَنْعَامَ وَ

سوئے اور چاندی اور پے ہوئے گھوڑوں اور ریشی اور کھیتی سے بجلی معلوم

الْحَرْثُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَ حُسْنِ الْمَآبِ

ہوتی ہے یہ اس دینی زندگی کا سامان ہے اور اشدئے پاس لوٹ کر جانے کی اچھی جگہ ہے ۳۸۵

[illegible]

۱۸۵۳ء شہزادہاں کی حج کے ارادہ سے کہل منیٰ میں اس چیز کا اشتیاق ہے جس کا ارادہ کروادو دنیا میں شہادت
انسانی دو طرح پر ہیں ایک ایک اور ایک جیسی شہادت صادقہ ہے کہ اس خواہش کے پورا ہونے کیلئے میں اس اشتیاق کو مٹا دوں
اور کاغذ ہے جسے جلا کر بنو۔ اور کبھی شہادت ہی کو دینی اس چیز کہ جس کی خواہش کی گئی ہے ابھی شہادت کہا جا تا ہے (غ) اور یہاں
مراد شہادت پرستی ہی ہے +

القناطیر المقطوعۃ: قناطیر قطار کی جسے قطعاً جسٹس یا مل کوکتے ہیں اور بدینہ عدالت کو بھیجتے ہیں اور
قطار ایک میا سے جس کے متعلق اختلاف ہے کسی نے کہا مایس اور قیر ہو تا ہے کسی نے کہا بارہ سو دینار کسی نے کہا
بارہ سو دینار کسی نے کہا ستر ہزار دینار گرجی وہ ہے جو عید کے دن کہا ہے کہ جو قطار کا وزن نہیں جانتے (۱۵) اور قطار
الرجل یعنی ہال کر کے مالک ہو (۱۶) اصحاب کہتے ہیں کہ قناطیر قطار کی جسے اور قطعۃ ہال کوکتے ہیں جس کے

قُلْ أُوْنَيْتُكُمْ خَيْرَ مِمَّنْ ذَلِكُمْ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

کوسیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے رب کے پاس باغ ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنْ

نیچے نہریں تہی ہیں وہ ان میں رہنے والے ہیں اور پاک ساتھی اور اللہ کی رضامندی

اللَّهُ وَاللَّهُ بِصِيرٌ إِلَى الْعَمَادِ

ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے ۳۸۶

انسان کی زندگی گزر جائے تو یا یہ ہے جو اللہ سے یہ معنی ہیں اور یہ قَبْرُ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہے یعنی اس کا اندازہ
مرد و نہیں بلکہ اس جن خدا کے لئے کوئی خاص تھا و معین نہیں اسی طرح قطعاً ہے اور لفظنا طہیر لفظ قطعاً کے معنی کتنے ہیں المجموعۃ
وَقَطَّارًا وَقَطَّارًا

خیل الخیل خیل کا فعل اصل میں گھوڑے اور سوار و دونوں پر کیا جاتی حالت میں بولا جاتا ہے اس کی وجہ راغب فیہ فقیر خیل
سے لی ہے کیونکہ خیل کا حکم کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑھ کر خیل کرتا ہے اور جو شخص گھوڑے پر سوار
ہو تاکہ وہ بھی ایسا ہی خیل کرتا ہے پھر ملحدہ ملحدہ گھوڑے اور سوار و دونوں پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے (غ) اور یہ اسم
جمع ہے و اس کے لئے فوس بولا جاتا ہے

المسومة مسوم کے معنی کے لئے دیکھو ۳۸۷ و ث کو اگر اگاہ ہی چھوڑنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مسومة کے معنی
بھی آتے ہیں دفع یعنی میں اس پر نشان لگا یا پس الخیل المسومة کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں الماعیۃ والماعیۃ یعنی چرے
کے لئے چھوڑے گئے یا بچے ہونے اور نشان لگانے گئے۔ مجاہد کہتے ہیں الخیل المسومة اللہممة الحسنان دجنادی کی معنی خیل
مسومہ سے مراد سوئے ہوئے صورت گھوڑے ہیں

الانعام انعام یعنی نعم کی جمع ہے اور یہ لفظ اونٹ لگاتے اور بکری پر بولا جاتا ہے۔ مگر خصوصیت سے اونٹ پر بولا جاتا ہے کیونکہ
اونٹ ان کے لئے سب سے بڑی نعمت تھی

مآب آؤب سے مصدر بھی ہے اور اسم مکان و زمان بھی اور آؤب بھی ہے مگر آؤب صرف اس جاذب پر بولا جاتا ہے۔

جودادہ دیکھتا ہے اور جمع عام ہے

عیسائیوں کے ساتھ بحث میں دنیا کی محبوب چیزوں کا ذکر بالخصوص کیا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ قوم دنیا کی طرف
چیزوں کی بحث میں چلا کر اللہ کو باطل جمل جانیں۔ بالخصوص یہاں دھیر و دھیر سوئے چاندی کا ذکر کرتا ہے کہ یہ عرب کے
لوگوں کا نقشہ ہیں جن کے پاس سونا یا زلی اگر ہو گا بھی تو راستے نام اور آیت کا خاتمہ ان الفاظ پر کیا ہے کہ حسن آب اللہ کے
پاس ہے گیا یہ بتا یا ہے کہ غربات دنیا کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا انکار کا وضع نہیں ان سے بیشک خاندہ اٹھائے مگر غفلت
خدا کی رضا ہو جائیگی آیت میں کھل دیا

۳۸۷ رضوان رضوان ہے اور رضائے کثیر کو رضوان کہا جا گا مگر رضوان پر ذکر ہے یعنی رضائے کثیر رضائے کثیر
کی یہ نہیں غفلت رضوان رضائے کثیر سے مخصوص ہے جیسے انما یفقاہ رضوان اللہ للحدیث ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

۱۵-۱۶ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا مَتَاعًا غَفَرْنَا ذُنُوبَنَا وَقَعَا عَذَابَ الدَّارِ الْآخِرَةِ

وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب بیشک ہم ایمان کو پس تیرا ہی کوہیج ہا ہی خاکست خواہیں انکے بندہ کچھ عذاب سے

وَالصَّادِقِينَ وَالْقِدِّينَ وَالْمُتَّقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ

اور سچ کر دکھانے والے اور فراموشوار اور سچ کرنے والے اور سچ کے وقت میں استغفار کرنے والے ۳۸۱

ورضوانا الفقم ۲۹ - الحشر ۸۰ پیشتر ہم بوجہ منہ وضوان (التوبة ۱۲۱) اور خدا کو راغب نے دو طرح پر لکھا کہ
بندہ کا اللہ سے راضی ہونا اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ اس کی قضاء و قدر میں پروا نہ ہو اسے برا نہ سمجھے اور اللہ کا بندہ سے راضی ہونا کہ
اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنے امر پر چلنے والا اور اپنی نسی سے نکلنے والا دیکھے ۵

جنت اور اس کے
خیرات و عذاب
کا حصول اس میں

نما ہے جنت مخلوق و ازواج کے متعلق دیکھو ۱۲۱ یاں بھی سورہ کا ذکر کر کے جن کا ذکر سورہ بقرہ میں کیا تھا۔ آخر بقسط
وضوان من اللہ اور پڑھا دے ہیں اور دوسری جگہ وضوان من اللہ کو جنت کی سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے وضوان
من اللہ الکبر (التوبة ۷۵) پس نفل جنت میں رضائے الہی کو داخل کر کے بتا دیا ہے کہ کوئی اس کی اصل خوشنودی کا سارا
رضائے الہی ہے۔ اور یہ صحابہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا کہ رضی اللہ عنہم وضوان اللہ ان سے راضی ہو گیا اور اللہ
سے راضی ہو گئے یہ بتایا کہ نفل جنت کا حصول بلکہ عظم ترین نعمت جنت کا حصول اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے ۵

انہما کہ عذاب
دنیا کا عذاب

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا مقصود ہے کہ میں قرین بعض عفوایات دنیا میں نہ کہ برگشت یا جو جائزگی، مگر عفوایات دنیا
میں انہما کہ کاغذ کچھ ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ رضائے الہی اصل چیز ہے جس کے حصول کے لئے انسان کو پوری کوشش کرنی چاہئے
کیونکہ یہ دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے واللہ بصیر العباد یعنی اللہ بندہ کے لئے خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ ان کے
اعمال حسنہ پر ان کو جزائے آسمانی عطا فرماتا ہے ۵

۳۸۱ یاں جو دعا ہے مغفرت و توبہ یعنی کہ کوئی اس کی مخالفت کی وجہ سے اس میں بالخصوص مومنوں کے سرزد ہونے سے صاف
ہے۔ ایمان لانے سے کچھ گناہ و عاصیات ہو ہی جاتے ہیں پس وہ سب گناہوں سے پاک ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں
آئندہ ان سے کفر و ایمان سرزد نہ ہوں ۵

۳۸۲ الصَّادِقِينَ - صدیق اولیٰ قول کے لئے ہی ہوتا ہے۔ مگر اس کا استعمال سنت میں اور قرآن کریم میں افعال کلمہ ہی کثرت
سے ہوا ہے۔ مثلاً صدیق فی غیر اللہ کے معنی میں جگہ کثرت پر لایا اور جو کرنا واجب تھا اور جس طرح کرنا واجب تھا ہی صحیح کیا۔ اور
قرآن کریم میں آتا ہے رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ (الاحزاب ۳) یعنی انہوں نے عہد کو رکھا یا انہوں
کے ذریعہ سے جو انہوں نے ظاہر کئے (خ) ایسا ہی اقل صدیق اللہ رسولہ اللہ یا بالحق (الفقم ۲۵) میں صدق بفضل
مرا د ہے یعنی سچ کر دکھا یا چونکہ یہاں صبر کے بعد صدق کا مرتبہ دکھا ہے۔ اور صبر کے معنی اس کا فی حقیت یعنی کئی کئی حالت
میں اپنے آپ کو روک رکھنا جو کہتے ہیں صبر یعنی صبر کا یہ کہ جو کچھ کرنا ہے اس کو کرنا اور جس عہد پر ہے اس کو پورا کرنا اور جس عہد پر ہے اس کو پورا کرنا
انفاقا متین۔ ثمرت طاعت یعنی فرمانبرداری کا معنی کے ساتھ لازم کر لیا ہے۔ صبر اور صدق کے ساتھ تیسرا مرتبہ ثمرت
کاسب یعنی صبر اور صدق کو کاسبی حالت میں کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنے آپ پر لازم کیا ہو اور پھر فرمانبرداری
میں کسی چیز میں خاص یعنی عاجزانہ حالت پائی جائے۔ اپنے لئے بفرغ ہو جائی دھو ۵

المتقین - یہ جو عمارت ہے صبر بھی دکھانے صدق بھی فرمانبرداری بھی ہو لیکن جیتک انسان انفاق فی سبیل اللہ

انفاق

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ وَالْمَلِكُ ۖ وَأَوَّلُ الْعِلْمِ قَائِمًا ۙ

اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے انصاف پر قائم ہوتے

بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَ بِعِنَادِ اللَّهِ إِلَّا سُلْطَانًا

ہونے اس کے سوا کوئی معبود نہیں غالب حکمت والا ہے ۳۸۹ یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہو

تَوْحِيدُ

استغفار برحق
آخری مرتبہ ہے

نہیں کرتا یہی اپنے سارے مال کو اپنی ساری طاقتوں کو خدا کی راہ میں لگا نہیں دیتا وہ کسی شئی کا مینا کی کاوارٹ میں ہر سکہ کا
لے لے کر بیٹھتا ہے اور یہی مرتبہ ہے اور چاروں مراتب کے بعد اس کے لئے سے صاف بتا دیا ہے کہ برحق
کیسے آخری مرتبہ ہے پس اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہنے والے ہیں یعنی باوجود صبر اور صدق و کھانیکے باوجود زبان پر
کو اپنے اور پلانہم کہنے کے باوجود اپنے مال اور کوئی کو خدا کی راہ میں لگا دینے کے اپنے نفس پر کوئی بوجہ و سبب نہیں کرتے بلکہ جانتے
ہے کہ اللہ کے طالب ہوتے ہیں اور جس قدر زیادہ انسان استغفار کرتا ہے اسی قدر زیادہ وہ حفاظت الہی کے تحت آتا ہے اور اپنے
ہر قسم کے خطرات سے مومن ہو جاتا ہے ۴

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اور تعالیٰ میں آخر شب کے اندھیرے کا دن کی روشنی کے ساتھ قطع ہو جانے کا نام ہے
اور اس وقت کو بھی تھوڑے ہیں (دغ) ۵

صبح کے وقت استغفار سے مراد بعض اس وقت کی ناز کو لیا ہے جیسے کہ تہاد سے روایت ہے ۱ چاروں اوجھل
نے بعض استغفار مگر تہاد ہی استغفار ہی ہوتا ہے صبح کے وقت کی خصوصیت کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کے
وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور حکم کا وقت و حقیقت ایسا وقت ہے کہ ایک تو دنیا کے شروع و ختم اس وقت کہ ہوتے
ہیں۔ دوسرے تو اسے چودا ہی بھی اس وقت کسی قدر کر دیتے ہیں اور اس لئے انسان کی توجہ اور توجہ کے لئے
کا وقت ہوتا ہے کل کی عبادت بھی اس وقت کے ختم ہو جاتی ہے اور دنیا کی دنیا کی بیاریوں میں جو بھی وقت شروع کا
ہے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ وقت تو اسے بیرونی کی کمزوری کا ہوتا ہے اس لئے اس وقت کو دلتے استغفار
کے لئے مخصوص کیا ہے۔ حدیث صبح میں جب پچھین اور سن کا اتفاق ہے یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا نبی اللہ تبارک
و تعالیٰ فی کل لیلة یا ایہذا الذی یا حسین یقی ثلث الیل الا صغیر فیقل ھل من سائل فاعطی ھل من دواع فاستجب
لہ ھل من مستغض فاعض اللہ فی اللیل باک و تعالیٰ ہر وقت جب مالت کا آخری تیرا حصہ باقی ہوتا ہے سارا دنیا پر عمل
فرماتا ہے پس فرماتا ہے کیا کوئی سال ہے۔ میں اس کو دلوں گا کیا کوئی دعا کرے گا وہ اسے میں اس کی دعا قبول کروں گا کیا کوئی
سخت مانگے گا وہ اسے میں اس کو اپنی حقیرت میں سے لے کر آؤ اللہ تعالیٰ تو مکان کی قید سے پاک ہے پس اس کے نزل سے مراد بھی
اس کی رحمت اور فضل کا خاص جلوہ ہے جس کے لئے کوئی ماذب دل چاہتا ہے انہوں کو مسلمان اب اس قدر غفلت کی چند ہے
ہیں کہ اس قیامت کی وقت کوئی فائدہ نہ لے سکیں اور انہیں الا ماشاء اللہ بلکہ دوسری قوموں کا قیام کر کے کہ کوفت یا مباحثی
میں گزار کر اس وقت ہو جائے گا وقت ہے سوجائے ہیں ۶

الصَّابِرِينَ وَفِرَّوْا قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ يَصْطَرُّونَ ۚ وَفِرَّوْا قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ يَصْطَرُّونَ ۚ

۳۸۹ قسط خط کے معنی صلی یا انصاف کا حصہ ہیں (اور مراد اس سے انصاف) اور یہی وجہ ہے کہ قسط کے معنی ہیں اس
ظلم کیا گیا اور دوسرے کا حصہ لیا اور آقسط کے معنی ہیں اس نے انصاف کیا اور دوسرے کا حصہ دیا (دغ) اسی نے قسط

قسط۔ قسط
قسط۔ تالیف

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ اُولُو الْكِتَابِ اَلَا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَيِّنًا

اور انہوں نے جس کو کتاب دی گئی اختلاف نہیں کیا مگر اس سے پہلے کہ ان کے پاس علم آچکا تھا

بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

خود سے اور جو شخص اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہو تو اللہ بھی جلد حساب لینے والا ہے

تلازم کے معنی میں آیا ہے۔ واما القاسطون فكلوا الجنة حبلا لا يجدوا (۱۵) اور معقولا جیسے معنی میں آتا ہے ان اللہ یحب المقسطین (المائدہ ۴۲)۔

قاسما بالقسط اور تقسیم میں ہوگی واولا للعلل حال کو نکل واحد منهم قاسما بالقسط (زمخشری اور الواسع) کی گواہی بھی ہے اس حال میں کہ ان میں سے ہر ایک انصاف کے ساتھ کھڑا ہو اور ہر سے نزدیک یہ دوسری وجہی درست ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید پر تین قسم کی شہادت پیش کی ہے۔ اول خود اللہ تعالیٰ کی شہادت یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کی شہادت کہ اسی کتاب سے ملتی ہے اور اس کے ذمہ کی عملی ہوئی چیزیں خود توحید پر دلالت کرتی ہیں۔ دوسری شہادت یہ کہ اس کی ہے جن کا شوق پاک فطرت انسانوں سے ہے۔ کیونکہ فطرت انسانی جب گرد و پیش کے حالات سے متاثر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی توحید پر گواہی دیتی ہے۔ جو تاہم اگر کمال تک کہ خدا کے منکر یہ مصائب کے وقت میں خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرتے ہیں اور بت پرست اور دوسری قسم کے مشرک جب مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے تئوں کو اور دوسرے شرکار کو بھول جاتے ہیں اور غافل اللہ تعالیٰ کو پوجا کرتے ہیں اور ظلم والوں کی شہادت و حقیقت دنیا کی الہامی کتابوں کی شہادت ہے کہ وہ سب علیٰ حق سی باتوں میں باہم اختلاف کی گئی ہوئی اس بات پر متفق ہیں کہ خدا ہے اور ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اولو العلم کے ساتھ قاسما بالقسط کی شرط لگا دی ہے کہ اہل علم اگر انصاف پر قائم ہیں تو وہ بھی یہی گویا دیکھتے۔ یہاں توحید پر پہلی سی جائز شہادت پیش کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ سائیت پر تاحتم کی کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی جو اس کی فعلی کتاب قدرت سے ملتی ہے۔ اور علامہ کی گواہی جو نیک اول انسانوں کی صحیح فطرت سے ملتی ہے۔ کیونکہ علامہ کا ان کے ساتھ متفق ہوتا ہے۔ اور اہل علم کی انصاف کے ساتھ شہادت سب اس بات پر متفق ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور تثلیث کی کوئی شہادت ان تینوں ذرائع سے نہیں ملتی یعنی نہ قانون قدرت بلکہ شاہد ہے۔ نہ فطرت انسانی نہ صحیح حالت میں اس کی گواہی دیتی ہے اور نہ ہی دنیا کی الہامی کتابیں یہ شہادت دیتی ہیں جس حق کو وہ پہچانیں باوجود اپنی تحقیقات کے تین خداؤں کی کوئی شہادت نہیں دیتی ہیں جب توحید پر ایسی پراس قدر بدست شہادت موجود ہے۔ اھ ان تین ذرائع یعنی قانون قدرت۔ فطرت انسانی اور الہامی کتابوں کی شہادت کے سوا کوئی اور ذریعہ شہادت ستر ذرائع نہیں ہو سکتا یہ عیسائی ذہن سب کے بطلان کی وجہ سے ہے۔

۱۵ ایضا یعنی کہ عمل معنی خواہش میں اس لئے بعض نے یہاں بقیہ سے مراد یہاں طلب الوریات والذات والاعمال یعنی جو چیزیں یا است حکومت اور غلبہ کی خواہش سے۔ اور یا اس سے مراد خدا و خدا ہے۔

جب بیتا دیکھتے تو یہی کہ پہلی تمام شہادتوں کا اتفاق ہے۔ اور دین اسلام ہی وہ دین ہے جس نے توحید غافل کو سکھایا پس اسلام ہی اسی پیمانہ دین ہے جس کو قبول کرنے کے سوا کوئی شخص توحید غافل پر قائم نہیں ہو سکتا اور واقعات شہادت دیتے ہیں کہ یہ دعویٰ باطل ہے ہر مذہب میں توحید کا کسی قدر شرک کے ساتھ اختلاط ہو گیا ہے۔ اسلام کی پاک کتاب کے اگر ایک

مقسط

قاسما بالقسط

توحید پر تین قسم کی شہادت

یسائیت پر تاحتم

یعنی

کہیں اسلام غافل کو سکھایا
قول دین ہو

فَإِنْ حَاجَّكَ فَقُلْ أَسَلَّمْتُ بِهِ إِلَى اللَّهِ وَمَنِ اسْتَعِينْ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا

پھر اگر تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دو کہ میں نے اپنی ذمہ داری کو اللہ پر ڈال دی ہے اور جو میری مدد کرے وہ میری مدد کرنے والے ہیں۔

الْكِتَابِ الْأَمِينِ أَسَلَّمْتُمْ فَإِنْ اسَلَّمُوا فَقَدْ أَهْتَدُوا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

کتابِ وحی کی اور ان کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے۔ اگر وہ اس پر عمل کریں تو سیدھے راستے پر چلیں گے اور اگر نہ کریں تو گمراہی میں پڑ جائیں گے۔

عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَاللَّهُ بِصِدْقِهِ بِالْعَمَادِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

پہنچاؤ ہے اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيَّ بِغَيْرِ حَقٍّ لَّا يَفْقَهُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ

اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور جو ان کو قتل کرتے ہیں جو لوگوں میں سے انصاف کا

مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

مکرم دیتے ہیں تو ان کو دردناک دھکے کی خبر دے دو۔ ۳۹

طرف شرک کے فحشی مراتب تک کو بیان کر دیا تو دوسری طرف وہ تسلیم و تحریف سے بھی پاک ہے۔

۳۹ البلاغ۔ البلاغ کے معنی انتہا سے مقصد کو پہنچنا بھی ہیں جو تبلیغ کے معنی ہیں اور تبلیغ کا پہنچاؤ دنیا بھی اس کے معنی میں ہوا۔

یہاں پیغام کا پہنچاؤ دنیا ہی مراد ہے۔

یہاں اہل کتاب اور اسی دونوں کو خطاب کے لئے حکم دیا ہے۔ اور اس میں وہ حقیقت اکل دنیا آجاتی ہے خواہ اسی سے

مراد مسکے کے لوگ بنے جاویں دیکھو ۳۹ کیونکہ انہی لوگوں کی طرف کوئی رسول نہ آیا تھا باقی دنیا کی قوموں کی طرف رسول

آچکے تھے پس وہ سب اہل کتاب میں داخل تھے اسی لئے اس آیت کے تحت مفسرین نے ان اعداؤں کو قتل کیا ہے جن میں

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (بحث الی الامم والامم) اسود اور احمہ کی طرف مبعوث ہوا ہوں اس سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے نجات نہیں گئے وہ لوگ کتاب بھی رکھتے ہوں۔ گو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا

صرف انہیں کے لئے تھا بلکہ اہل کتاب کے لئے بھی تھا۔

۴۰ بَشِّرْ۔ بَشِّرْ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی قوموں کو قتل فرمادیا ہے خواہ وہ مشرک،

پراہنسا ہو یا کافر۔ اسی طرح ایک بری چیز بھی چرہ پر ایک تفسیر پیدا کرتی ہے بعض نے کہا کہ عذاب پر تشریف لانا لفظ کا یہ

مطلب ہے کہ زیادہ سے زیادہ عشی کی خبر دے دیں گے وہ بھی عذاب کی خبر ہے (ن) بالفاظ دیگر عشی کی کوئی خبر وہ کہنے لگے

جیسا شاعر کہتا ہے بَشِّرْهُم بِبَشَرٍ نَّجَّيْتُمْ ۚ

لہذا کی خبر فرمادو لوگوں کو یا بعد میں آئے والوں کو یہی دی جاسکتی ہے۔ اس لئے یا تو مراد یہ ہے کہ جو لوگ نہیں قتل کرتے تھے

اب جو ان کے نقش قدم پر چل کر مخالفت کرتے ہیں ان کو عذاب کی خبر دے دو اور یا نبیوں کے قتل سے مراد ان کی دعت کا ابطال ہے

یا ایسی مخالفت کہ لوگ باہمی طرف سے قتل کا پورا سامان کر کے گرفتار نہ کیا گیا۔ دیکھو ۴۱۔

۳۹

حکایت باوجود شہادت
بھی ہر دلیل کے ساتھ
بجائے ہٹیل کو بھی کر

بلاغ

۱ آنحضرت کی ہشت

۲ اسود اور احمہ کی طرف

تنبیہ

نبیوں کا نقش

۲۱ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ سَخَطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے کام دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے اور ان کیلئے کوئی مددگار نہ ہو گئے۔ ۲۱

۲۲ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوتُوا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلَى الْكِتٰبِ لِلّٰهِ لِيَحْكُمَ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے وہ اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ

۲۳ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فِرْيَوقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ

درمیان فیصلہ کرے کہ وہ ان میں سے بھر جاتا ہو اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں ۲۳ یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سوئے

۲۴ قَسَمْنَا النَّارَ اٰتِیًا مَّا مَعْدُوْدٍ وَعَرَّهْمُ فِيْ ذٰلِكَ لَئِنْ اُفْتِرُوْا

گنتی کے دنوں کے میں آگ نہیں چھوئے گی اور اس بات نے انکو انکے دین میں دھوکہ دیا ہے جو وہ افتر کرتے تھے ۲۴

۲۵ جملہ عمل پر دیکھو ۲۵۹ عباد اس سباق سے ظاہر ہے یہاں ان اعمال کے حوالہ کا ذکر ہے جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حق کو ماننے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

۲۶ نصیب نصیب ہے جس کے معنی وضع ہیں اور نصیب ظالم نصیب بھی نصیب ہے (۲۶) نصیب

ان لوگوں سے جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے جو وہ نصاریٰ میں اور میں جن کو کتاب دی گئی تہہ اہل کتاب بھی ان کے اقوال

میں درج ہے صرف اس کا ایک حصہ موجودہ عرف کتابوں میں باقی رہ گیا۔ قرآن کریم ہے، بیان کے ساتھ کہ اہل کتاب باقی

پاس نہیں بلکہ اس کا صرف ایک حصہ ہے اپنا منہ نبی اللہ پر ثابت کر دیا ہے اس لئے کہ اس حقیقت پر جو اس وقت دنیا کی نظر

تھی تھی قطعاً یہ سوال پیدا ہونے لگی ہے۔ اور خود عیسائیوں کو یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جو وہ تورات و انجیل میں اہل

کتابوں کا صرف ایک حصہ باقی رہ گیا ہے اس لئے فرمایا کہ وہ کتابیں اب حق کے ساتھ فیصلہ نہیں کر سکتیں کیونکہ حق ان

میں بہت کم رہ گیا اور اب ان کو کمال کتاب اللہ قرآن کی طرف بٹکا جاتا ہے اور فیصلہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ جو مذہبی

اختلافات ان کے درمیان ہیں ان کا فیصلہ کسے کیونکہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے اس طرح ہے ثابت شدہ دعویٰ ہے کہ تمام اختلافات

مذہبی کا یہ فیصلہ کرتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وما اترکنا علیک الکتاب الا للبین لهم الذی مختلفوا فیہ (۲۷) یعنی

۲۷ جہلے قرآن کو اسی حوض سے آتا ہے کہ احوالی اختلافات مذاہب میں پڑنے ہیں ان کا یہ فیصلہ کرے +

۲۸ عَوْنُكَ اے حق تعالیٰ کے معنی پرلے دھوکہ دیا۔ باطل کے ساتھ اس کو طبع دی دل، نیز دیکھو ۲۸

۲۹ عَوْنُكَ اے حق تعالیٰ سے جس کے اہل معنی قطعاً یا شی کرنے کے ہیں عفوات میں سے کہ فرمایا اے طبع کرنے کو کہتے ہیں

۳۰ براصلح کے لئے ہوا اور اذیت وہ جو اس کے لئے ہوا اور اذیت وہ دونوں میں آتا ہے اور فزیکہ کذب یعنی جھوٹ کو کہتے ہیں جس

۳۱ اذیت یعنی اذیت ہے یعنی جھوٹ بنایا +

۳۲ یہی معنی اللہ تعالیٰ۔ ۳۲ میں سے گمراہیاں مزید وضاحت موجود ہے کہ عیسائی بھی شامل ہیں کیونکہ یہاں دین کے بارے

میں کسی اخراج کا مفہوم نہ اظہار ہے کہ سب سے بڑا اخراج دین کے بارے میں جو کیا گیا اس کی ترکب عیسائی قوم ہوئی ہے

کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ رسول اور نبی کو خدا بنا دیا۔ اس سے اگلی آیت میں جو جواب دیا ہے وہ وحییت

جملہ عمل

نصیب

عرفت بائیں

قرآن کریم تمام عقائد
مذہبی کا فیصلہ کرتا ہے

عز

فہی

افراد۔ افتر

دو خطے پریت کا

٢٧ نُؤْتِيهِ الْبَيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُؤْتِيهِ الْتَهَارَ فِي الْبَيْلِ وَنُخْرِجُ الْحَمَى مِنَ الْبَيْتِ وَ

قورات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور مرد وہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اور

يُخْرِجُ الْبَيْتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُزْرِقُ مِنْ تَشَاءُ بغيرِ حِسَابٍ

زندہ سے مردہ کو کھانا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۳۹۷

چاہتا ہے بادشاہت حفاظت مانگے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور ان تغیرات پر تاریخ عالم شاد ہے مگر یہاں
نقطہ ملک جس میں کے حقیقی معنی سلطان و عظمت ہیں، نبوت اور بادشاہت و وزوں شامل ہیں، اور خاص لفظ ملک کو اختیار
کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تا یہ معلوم ہو جائے کہ یہ وہی خدا کی بادشاہت ہے جس کی انتظامیہ چلی آتی تھی، اور جس کے قرب کی
غٹھری حضرت مسیح علیہ السلام نے دی تھی، اور جس کے جلد ملنے کے لئے اپنے پیروں کو روزِ دہلیا میں سکھا یا تھا کہ
”یہی بادشاہت آؤ گے“ (متی ۶: ۱۰)۔ سلسلہ بنی اسرائیل میں بھی یہ خدا کی بادشاہت موجود تھی مگر اس کا اپنے کمال کو پہنچا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضے سے بعد رہا، اس لئے خدا کی بادشاہت کا لفظ بالخصوص اسی پر بولا گیا ہے۔
اور ان الفاظ میں یہ غٹھری مسلمانوں کو سنائی اور دوسرے یہود و نصاریٰ کو تو جواب دہی کہ خدا کی بادشاہت، اس بنی ہر
سے نکل کر دوسری قوم کے پاس جانے والی ہے۔ اور یہ اس وعدہ کے مطابق تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ
تعالیٰ نے کیا تھا۔ اور جس کی خبر تمام نبیوں کے فریضے سے دی گئی تھی چنانچہ سلسلہ موسیٰ کے آخری نبی حضرت مسیح علیہ السلام
بھی بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ جس پتھر کو مسلمانوں نے نوکیلا دی جانے کے سب سے پتھر چن لیا
پھر اوندھ کی طرف سے ہوا اور ہمارے نقوش عجیب ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے میری جی
اور اس قوم کو اس کے پھیل لانے دیدی جائیگی“ (متی ۲۱: ۴۲-۴۳) یہ وہی خدا کی بادشاہت تھی جو اب اللہ تعالیٰ
کے قدم وعدے کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی +

نفاذ قوت میں ہو
کہ نہ گیری

یہاں علاوہ ملک کے تحت دینے کا کوئی فرمایا ہے جس سے صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مغلوب اور محکوم نہیں ہیں بلکہ
 اور یہ پیشگوئی ملک و حکومت دینے کی اور مسلمانوں کو دنیا میں ایک مغز تو مہمانانے کی اس وقت کی جاتی ہے جب ابھی
 حوب کے اندر مسلمان چاروں طرف کفار میں گھرے ہوئے تھے۔ اور کفار کا یہی علیہ تھا اور یہودی اور عیسائی اور شرک
 سب اس بات پر اتفاق کر چکے تھے کہ اس چھوٹے سے گروہ کو نابود کر دیں پس یہ مسلمانوں کے لئے جلدوت علی نازل ہوئی اور
 نہ صرف اس حالت میں ان کی کشتی کے لئے جلد علی آئندہ بھی یہ بیت ان کے لئے جب کبھی اسلام آجی قسم کی مشکلات میں مبتلا
 ہو کر جب کشتی رہے گی ۔

ਦੁਆ-੧

۳۹۷۔ دو گنہ گار میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ یعنی پہلے الجھل فی سبب التعمیظ والاعتراف (۴۰۰) اور پھر توبہ

میرزا ابوالفتح

میں صلح پر راضی نہ تھا۔ یہاں تک کہ روشنی میں اور روشنی کے تاریکی میں وہ اٹھ کر بیٹھ کر غلط فہمی برپا ہو گئی۔
 جو غمناک وہ نہ تھا اور نہ سہمہ کے غمناک سے مراد غلط فہمی سے جاندار کا اور جاندار سے غلط فہمی کا پیرا کا نام دیا گیا ہے۔
 مگر یہاں مراد یہ نہیں جس کو پہلی بات میں بادشاہت کا اور آخر میں ان کا کیا تھا اس کو یہاں دن اور رات کی تواریف سے اور جس کو پہلی
 بادشاہت کا لینا اور دوئل کا کرنا یا پھر اسے یہاں رات اور مردگی سے تعبیر کیا ہے۔ تو اس کی زندگی اور مردگی عزت اور
 ہی جو ہے، اختلافات رات زندگی طرف توجہ دلائی ہے مسلمان جو کریں اور جو کچھ ہر حکومت میں وہ بھی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ اُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ

مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں ۳۹۹ اور جو ایسا کرے

دُعا

۳۹۹ دون۔ بقال للفاصر من الشیء دون منی کسی چیز سے دیکھ رہے ہوں اسے کے متعلق دون کہا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک وہ دونوں سے متعلق ہے دج آپس میں دون المؤمنین کے معنی ہوتے مومنوں کو چھوڑ کر یا مومنوں سے دیکھ رہے ہوتے یا ان کے معاملہ میں کوتاہی کرتے ہوئے ۛ

مواضع کفار

ان انفاق کے معنی نہایت صاف ہیں مگر قرآن کریم کے ہر حکمت کا کام کو مد نظر نہ رکھنے سے جڑی بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ یہاں مومنوں کو کفار کی جس ولایت سے روکا ہے اس کے ساتھ میں دون المؤمنین کے لفظ چھانے ہیں تو گویا یوں فرمایا کہ مومنوں کو نہیں چاہئے کہ مومنوں کو چھوڑ کر یا مومنوں کے معاملہ میں دیکھ رہے ہوتے یعنی ان کے کو ذہن نقصان پہنچاتے ہوتے کفار کی ولایت اختیار کریں، وحی اور ولایت کے معنی کے لئے دیکھو ۳۳۲ جہاں دکھایا گیا ہے کہ اس کے معنی میں قرب و محبت کے تعلقات کے ساتھ نصرت بھی شامل ہے جس پر یعنی جی ہو سکتے ہیں کہ وہ شدید تعلق قرب و محبت و نصرت جو مومنوں کو باہم جوڑتا ہے کفار کے ساتھ وہ نہیں ہو سکتا۔ گویا یہاں یہ فرمایا ہے کہ کفار کے ساتھ بھی تم کو معاہدات نصرت و حیدرہ کرنے ہو گئے مگر ایسا نہ ہو کہ کفار کے ساتھ تمہارے تعلقات نصرت ایسے ہوں جیسے مومنوں کے ساتھ یا ایسے جن سے مومنوں کو ہی نقصان پہنچے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ تعلق یا معاہدہ محض ہوسکتا ہے مگر ایسا کوئی معاہدہ یا جڑ نہیں جس میں مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایک عظیم الشان سلسلہ اخوت کل اقوام عالم میں قائم کرتا ہے اور تمام قومی اور ملکی تفریقوں کو مٹاتا ہے۔ خدا نے عالم انبیا جانتا تھا کہ مسلمان مختلف ملکوں میں رہیں گے ان کے تعلقات مختلف قوموں سے ہونگے اور غیر مسلم اقوام سے بھی تعلقات اور معاہدات نصرت ہونگے پس شرط یہ لگا دی کہ کسی دوسری قوم کے ساتھ ایسا تعلق یا معاہدہ نصرت کا نہ ہو جس کی غرض اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو نقصان پہنچانا ہو کیونکہ اس کے بغیر اسلام کی اخوت عالمگیر کا سلسلہ قائم ہی نہ ہو سکتا تھا پس جب مسلمانوں کو حکومت اور بادشاہت کی خوشخبری سنائی تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اصل اخوت اسلامی کسی حالت میں نہ چھلے اور کفار کے ساتھ ملکر اپنے ہی بھائیوں کو تباہ نہ کریں، اخوت اسلامی کا تعلق تمام تعلقات پر مقدم ہے اور اس کا ذکر بالخصوص ایسے موقع پر کرنا جہاں عیسائی مذہب کا ذکر ہوتا ہے یہ بھی اس کا ایک کھنکھابہ ہے کہ انہوں نے کثرت گویا بتا دیا کہ عیسائی قوموں کے ساتھ بالخصوص تمہیں یہ معاملہ پیش آئے گا کہ وہ تم سے ایک دوسرے کے خلاف فوائد معاہدے کے لئے تمہاری جنگی کے درپے ہو گئے اور تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے خود کیا جائے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی سلطنت شریعت حاکم کو نقصان پہنچنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ غیر قوموں کے ساتھ ملکر اپنے بھائیوں کو نقصان پہنچا دے۔ اس سے ہمیں اور غیر قوموں بالخصوص عیسائی اقوام نے ہمیشہ اس ہتھیار کو استعمال کر کے مسلمانوں کی قوت و شوکت کو توڑنے کا اسی لئے خدا کے حکمت کا کام ہی توفی اللہ کے ساتھ تفرع الملک لا بھی ذکر ہے کہ کیا ابھی مسلمان سمجھیں گے؟ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کفار کے ساتھ تعلقات نصرت وغیرہ ہو سکتے ہیں تو یہ خود ہی کریم صلعم اور معاہدے کے نذر سے ظاہر ہے جس میں جو مسلمان جوت کر کے تھے وہ جس کے عیسائیوں کی حمایت میں ان کے دشمنوں کے خلاف لڑنے میں کریم صلعم نے کئی مشرک قبائل سے معاہدات کئے اور یہ وہیوں سے بھی معاہدات کئے جن میں میں دشمنان اسلام کے مقابل میں قبائل نے یا بغیر جانبدار رہنا منظور کیا اور یہ مسلمانوں کو اور دیرنا منظور کیا اس شرط پر کہ ان پر عہد کے وقت مسلمان بن کر ان کے املا کر دیں جیسا کہ میں مشرکین مسلمانوں کی فتح میں موجود تھے صحابہ کے وقت میں ایران کی جنگوں میں عیسائی فتح مسلمان فتح کے پہلو پہلو ملتی

فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُوا

تو اس کا اللہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ تم ان کے خوف سے بچنا چاہو تو بچو

اصل بات یہ ہے کہ اسلام سب پر عمل کیلئے ساتھ کیساں سلوک کا حکم نہیں دیتا۔ اور بزرگ مراءات بھی مراءاج رکھتی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ سورہ فتح میں آئے گی +

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ فِي شَيْءٍ مِّنَ اللَّهِ قَامِمٌ مِّنْ وَلَا يَأْتِي اللَّهَ شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۚ
وہ کسی چیز میں نہیں ہے جس سے اس کو اللہ کی کچھ ولایت حاصل نہیں۔ یا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے +
تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُوا۔ وقایہ کے معنی بیان ہو چکے ہیں ایذا اور ضرر کی باتوں سے اپنے آپ کو بچنا یا اپنا اور کسی بھی شخص کا پس حمل النفس فی وقایہ عیاضاً دہ، جس سے خوف ہو اس سے اپنی حفاظت کریں، اور اسی معنی کے لحاظ سے یہاں اتقوا کا صمدن آیا ہے یعنی ان کی طرف سے کسی نقصان کا خوف نہ ہو اس سے بچنا یا بچاؤ کرلو۔ تفسیر بھی اسی ہے یہ اصل میں وقایہ تھا و تا سے بدل گئی اور پھر کھڑے الف کی صورت اختیار کر لی پس حفاظت کے معنی بچاؤ ہیں اور نہ لائے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کسی طرح کا بچاؤ کریں +

مفسرین نے یہاں اتقوا کے معنی بچنا دئے ہیں اور معنی یوں کہے ہیں کہ کاذوں کو کسی صورت میں دوست نہ بناؤ ورنہ اس کے کان سے تر کو خوف ہو اور اس پر جس کا خوف واجب ہے۔ یا کچھ خوف ہو گا یا اس صورت میں ان سے ظاہر ہر بدعتی کا تعلق کر لو گا وہیں کچھ نہ ہو اور پھر اس سے مسئلہ تفسیر کو اند کیا ہو مگر حقیقت ان الفاظ کو مسئلہ تفسیر سے بچنے کی بات نہیں۔ قرآن کریم میں اگر وہ ایسی حالت میں دوسری جگہوں فرمایا ہے الامن الکلام وقلوب مطمئنون بالیمنان (الفصل ۱۰۶) یہ کی بات ہے اور متصل بحث اس پر ہے تو مقدمہ ہوئی کہ اس میں صرف اس قدر احاطت دی ہے کہ اگر قتل وغیرہ کے خوف کے وقت انسان کے منہ سے جان بچانے کے لئے کچھ نہ کر سکل جائے تو اللہ معاف کرے گا مگر ظاہر ہر بدعتی کا رنج بکثرت ملامت و لایں دشمنی ہو یا بات بات پھر ہر بدعتی کو بچنا چاہنا اسلام کی تعلیم کے سرسرف ہے یہ زندگی کا منافع اندر نگ ہے جسے اسلام سخت ترین نفرت کی مخالفت سے دیکھتا ہے پس اگر وہ کی صورت میں اگر کوئی شخص کوئی بات کہے کہ وہ اسے معاف ہے۔ گویا علی معاف کردن کا نہیں لیکن اپنی تشبیہ سے اس کو بہت وسیع کیلئے اور ان کے نزدیک بوقت ضرورت ہر قول میں تفسیر جائز ہے۔ مگر ہر ہر اس طرح جھوٹ پر جرات ہوتی ہے اور ایک شخص کے کلام سے امن آٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اپنی ضرورت کا فیصلہ کرنے والا وہ خود ہوا دوسرے کو کیا حکم ہے کہ وہ کچھ کہہ رہا ہے یہ صدق دل سے کہہ رہا ہے یا جھوٹ کہہ رہا ہے اور اس طرح ہر منافقت دنیا میں بڑھتی ہے چنانچہ ان کے بعض ائمہ کا ایک بیانی قول مشہور ہے کہ من صلی و رواہ سنی توفیقہ نکاحاً فاصلی و رواہ بنی دین و بنی دین کے کچھ تفسیر کے ہاں پڑھ لے گا کہ اس سے نبی کے کچھ ناز ہوئی +

الفاظ الامن اتقوا منهم تفسیر کے معنی صاف ہیں مگر یہ کہ ان سے بچاؤ کر کسی طرح کا بچاؤ کر لینا یعنی پورا پورا بچاؤ کر لینا انکار سے یہ مراءات کی صورت رکھتی ہے کہ اس میں مراءا اور اپنا بچاؤ مدخل ہو یعنی کسی جیسے نقصان سے بچنے کے لئے اس کو اختیار کر لینا جائز ہے۔ خشوع و جگ کی صورت میں ہی جب مسلمان مغلوب ہو جائیں تو مجبوراً اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے جو صورت اختیار کرنی پڑے کریں۔ مگر کچھ حد تک اس کی پابندی ضروری ہوگی جیسے نبی کریم صلی علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں مغلوب فوج کی شرائط قبول کیں تو پھر ان کا ایسا کیا یہاں تک انکار نہ ہوا جس حد کو توڑا یا ایسا ہی جو کھانا بچک نہیں کرتے مگر دیکھئے اسلام کے نابود کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان سے بھی مسلمانوں کو بچاؤ کی صورت کی نفی جائز ہے مگر یہ بچاؤ اور حفاظت قوی سے نہ ہو تو خدا +

کفار سے مراءات کا ایک صورت

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَالْعِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ۳۲

یقیناً اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو قومن پر چن لیا تھا

ذُرِّيَّةَ بَعْضِهِم مِّنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ۳۳

دیکھ ایک دوسرے کی نسل سے (ہوئے) اور اللہ سنے والا جاننے والا ہے

۳۳۔ نبی عربی میں نبی کے معنی ہیں خود کیا۔ روایا۔ اور اس کا مصدر نبی ہے حضرت نبی اکرم انشان نبی کریم سے مراد ہیں کی پیدائش بائبل والوں نے کوئی تین ہزار سال قبل مسیح بیان کی ہے مگر مفسرین بائبل اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم سے قبل کے واقعات کے متعلق کوئی صحیح تاریخی اندازہ موجود نہیں قرآن کریم سے ایسا قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم کے بعد نبی اکرم نبی حضرت نبی ہوتے ہیں جن سے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد پڑی لیکن موجودہ نسل انسانی کا حضرت نبی کی اولاد سے ہونا قرآن و سنت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے

۳۳۔ عمران، یہ امر تاریخی طور پر ثابت ہے۔ کہ حضرت موسیٰ کے والد کا نام عمران تھا۔ اور اس نے موسیٰ اور ہارون سے جو سلسلہ نبوت شروع ہوا وہ آل عمران کے اندر داخل ہو گا۔ گویا آل عمران سلسلہ موسیٰ کے خاتم مقام ہے۔ مقاتل نے یہاں عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے والد کو بھی لیا ہے۔ بہت سے مفسرین نے یہ خیال کیا ہے کہ حضرت مریم کے والد کا نام بھی عمران تھا مگر اس کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔ مگر اس کے خلاف بھی کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے

اس آیت سے اس کی کلی بکلا سورت کا اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ اصل مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو صاف کہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کو ظاہر کرے اس قصہ کو شروع کرنے کے لئے ابتدا یوں کی ہے کہ میں نے خدا کا ایک نبی بکلیہ بندہ نہیں بلکہ جب سے نسل انسانی کی ابتدا ہوئی اسی وقت سے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو برگزیدہ کرتا رہا ہے حضرت آدم ان کے بعد ان کی نسل سے حضرت نبی جنہی نے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد رکھی پھر آل ابراہیم اور آل عمران جو آل ابراہیم کی ایک شاخ ہے اور آل عمران میں سلسلہ موسیٰ کے بہت سے انبیاء میں جو ایک حضرت عیسیٰ ہیں۔ آل ابراہیم کے بعد آل عمران کا ذکر کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ آل ابراہیم کا دوسرا خلیفہ ان سلسلہ میں جو جبرائیل کے ہاتھ سے آئے گا۔ آدم سے شروع کرنے میں اور یہ فرقی ہو گا ذکر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جس طرح آدم اول کا پیغام بقا ضائع نہ ہوئی ضرورت تمام نبیوں سے ایک الگ رنگ رکھتا تھا اسی طرح آدم آدین میں بھی مسلسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام بقا ضائع نہ ہوئی ضرورت تمام نبیوں سے ایک الگ رنگ کا ہونا ضروری تھا اور جس طرح پہلے آدم کا پیغام اس کی ساری ذریت کی طرف تھا وہ محدود ہو۔ کیونکہ یہ موجودہ نسل انسانی کی ابتدا تھی یہ حضرت آدم کا پیغام بقا کی طرف تھا۔ اور دوسری نسل انسانی کی طرف ہوا اگرچہ اسی دور سے سب سے زیادہ وسیع ہو گیا۔ کیونکہ آدم آخر کے وقت نسل انسانی تمام دوسرے زمین پر پھیل چکی تھی آدم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام تمام نسل انسانی کی طرف تھا۔ اور دوسری نسل انسانی میں جن قدر نبی ہوئے ان کا پیغام ایک ایک نبی کی طرف تھا

تمام جہانوں پر جو پہلے سے یہ مراد ہے کہ پہلے اپنے زمانہ کے لوگوں یا قوموں پر ان کو خدا کی دنیا فانی طور پر اور انہیں کیونکہ نکل دینا پھر اصفیائے لئے صرف ایک کا ذکر چاہئے تھا۔ جہتوں کا ذکر بتاتا ہے کہ پہلے اپنے زمانہ کے لوگوں پر اسی اصفیاء مراد ہے

۳۳۔ ذریت۔ یہ چل ہے۔ آل ابراہیم اور آل عمران سے یا حال ہے۔ اس لئے منصوب ہے

بعض ماہرین بعض مراد ایک دوسرے کی نسل سے ہونے سے یعنی آل عمران آل ابراہیم کی نسل سے یا آل ابراہیم کی نسل سے

نوح

عمران

حضرت عیسیٰ کے ذکر کی ابتداء

آدم اول اور نوح

برائی کی مخصوص نجات دہندہ ہے

لِذَا قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ

۳۴

جب عمران کی ایک عورت نے کہا کہ میرے بچہ جو کچھ میرے پیش میں ہے میں نے اُٹھا کر کے تیری نذر

اور بعض کے نزدیک بعضا مکن بعض سے اشارہ، مثال کی طرف نہیں بلکہ ایک اور قسم کی پناہ گاہ کی طرح جو دین سے متعلق

رکھتی ہے جیسے آیتا دہ سے مراد ہے +

شہد قالی کی صفات صحیح و علم کے آفرین سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو منت اور پھر جانتا ہے
کو کون شخص کس بلند مقام پہنچا دیا جائے کے لائق ہے +

امۃ قحمران

۱۔ امراۃ عمران - امراۃ عمران کے معنی دو خوں طرح بہرہ دے سکتے ہیں۔ عمران کی بی بی (اس صورت میں عمران مریم کے والد کا نام ہے اور دیگر لوگوں کے ناموں پر نام رکھتا ہے) ایک عام رواج تھا، یا آل عمران کی عورت ہے نکلا اور آل عمران کی بگزیدہ کا ذکر تھا اور اسی کے متعلق مصنفین چلتے ہیں اس لئے اس وہ سرسختی کو سمجھئے۔ اور عمران کا آل عمران کی جگہ رکھا جاتا عام عمارت کے مطابق چنانچہ پہل میں بھی ایک بڑے صورت کے نام سے ایک قوم کو بھارا گیا ہے۔ جیسا بنی اسرائیل کی جگہ بہت وضوح اسرائیل ہی آیا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو قید کیا کے نام سے بچا ہے۔ جو عربوں کے مرث اعلیٰ تھے پس اس لحاظ سے قرین قیاس ہی ہے کہ عمران مراد سلسلہ آل عمران ہے۔ اور یہاں ذکر بنی میں سے ایک عورت لکھی ہے۔ اور چونکہ اوپر آل عمران کے اصطلاح کا ذکر ہے جو عام ہے یہاں ان میں کی ایک خاص عورت کا ذکر لیا گیا جس کے ذریعہ آل عمران کے آخری برگزیدہ انسان کا گھر رہا تھا۔ ایک دوسری مثال جو اسی ذکر سے اندازے کی وہ بھی آل عمران کی آخری یادگار اور بنی اسرائیل کا گھر رہا تھا۔ اور بنی اسرائیل کے پہلی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ قرآن کریم میں دوسری جگہ مریم کو حضرت حلقہ (ص ۲۸) اور اہنت (ص ۱۶۷) کے ذکر کیا گیا ہے اور جو بعض مصریہ سے نکلے دو خوں ناموں عمران اور آل عمران کی یہ توجیہ کی ہے کہ عمران حضرت مریم کے والد کا نام تھا۔ اور آل عمران آپ کے بھائی کا نام تھا۔ اور اس کے خلاف شہادت مذکور ہے کہ یہ بات بھی قابل قبول ہے لیکن چونکہ اس امر کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔

مریم کو حضرت ابراہیم

اور جس عمران کا اوپر ذکر کیا اس سے صاف ظہور پر مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں۔ اور آل عمران میں ذکر قرآن میں آیا ہے وہ بھی اسی عمران کے بیٹے ہیں۔ اس لئے اقرب اسے انعم بھی بات ہے کہ امراۃ عمران اور اہنت حلقہ دو خوں نظروں میں نہیں اعلیٰ نمودوں کی طرف اشارہ ہے۔ ہاں میں شک نہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا کوئی نسب نامہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مگر یہ ہر حال معلوم ہوتا ہے کہ مریم کے والدین کا تعلق بنی اسرائیل میں خانہ کسانت سے تھا۔ اور اسی خانہ کسانت سے حضرت زکریا کا بھی تعلق تھا۔ اور مریم کا پہلی کی خدمت کے لئے مخصوص کیا جاتا بھی اسی بات کو ظاہر کرتا ہے۔ اور چونکہ کسانت کا تعلق حضرت داؤد کے خاندان سے تھا۔ اس لئے مریم کو اہنت اور اس کی والدہ کو امراۃ عمران کے نام سے بچا رہا ہے عربی زبان میں خاندان اب نام - اخ - اخت سب کے سب دین معنی میں استعمال ہوتے ہیں بنی کریم صلعم فرماتے ہیں انا دعوۃ ابی ابراہیم میں اپنے باپ ابراہیم کی دعاؤں یہاں ابراہیم کو صاف ظہور پاتا ہے کہ اسے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت صلیبہ نے شکایت کی کہ مجھے یہودی عورت کہا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا تو نے جواب میں یوں کیوں نہیں کہا۔ ان ابی حلقہ دینی موسیٰ و ذہبی محمد میرا باپ اور دین ہے۔ اور میرا سر اچھا مٹے ہے۔ اور میرا خاندان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہاں صلیبہ کا باپ اور چچا آل عمران اور موسیٰ علیہا السلام کو قرار دیا ہے اور پھر عجیب بات ہے کہ ایک ہی جملہ میں ذبح فرماتے تحقیق معنی ہے اور اب ابراہیم سے تعلق والوں پر پسند ہیں کچھ کوئی وجہ نہیں کہ عمران اور آل عمران کے لفظوں سے وہی عمران اور آل عمران مراد لئے جائیں اور لڑاۃ اور اخانت کے دین معنی لئے جائیں +

عُذْرًا نَقْبَلُ مِنْكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ سَبِّحْ ۝۳۵

ماں جو بس مجھے سے قبل بنا۔ کیونکہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب اس کو جنا کما میرے سب

اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْتِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِهَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذِّكْرُ کَالْاُنْثٰی

میں نے یلاؤ گی جی ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں بنتا

عُذْرًا حَتَّو

۳۵ عذرا حضور کے معنی انسان کا نکر کر دینا ہے اور عذرت میں ہے کہ انسان عذرا وطن پر ہو سکے ایک وہ جس پر کسی نے کا حکم جاری نہ ہو جیسے لکھنا جو بی بی جہان پور پر آؤ اور وہ مرد اخلاق طور پر آؤ اور وہ منہ لہو تنگہ الصفات الذی یمنع من ظہور الشیء علی الغفنیات الذی ینویقہ یعنی وہ شخص جس پر بری صفات مکران میں جیسے دنیوی دل و دولت پر جس اور اللہ عز و جل کے نزدیک عذرا سے مراد اسی قسم کی صفات و برے سے آزاد ہی ہے جیسا کہ اس کے مقابل پر کسی شخص کو عبد اللہ دم کہہ دیتے ہیں یا عبد اللہ ہونے کہہ دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک عذرا سے مراد صفت اس قدر ہے کہ وہ اس سے دنیوی شے نہ اٹھائے کی بلکہ کسی حیانت کسی لئے مخصوص کیا جا جائیگا اس لئے کہ نبی نے اس کے معنی مخصوص کئے ہیں۔ مجاہد نے خاد دا للیبۃ کے لئے بھی عذرا کی خادمہ اور بعض نے امرونیاسے آزاد اس کے معنی کئے ہیں (۲) بظاہر ان سب کا حاصل ایک ہی ہے جیسی اس کی خدمت دین کے لئے وقت کر دیا جائے گا۔

اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کرنا

گزشتہ صفحہ تو سب مسلمانوں کی حجت کیلئے بیان ہوئے ہیں اس بیان میں یہ اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں ان کے اندر ایسے لوگ بھی موجود تھے جو محض خدمت دین آتی کیلئے اپنی دنیا کو وقف کر دیتے تھے اور حقیقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہنیک کر اس کے اندر وہ لوگ موجود نہ ہوں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے لئے وقف کروں گا شمسلمان کچ اس سے سبق حاصل لیں اور ان میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اپنی اولاد کو خدمت دین کیلئے وقف کروں اور انکے سے ان کو خدمت دین کے لئے تیار کرنا گریہاں تو رہی رہاں سے یہی ہو سکتے ہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت میں روٹیاں بھی لے جاتی ہیں۔ روٹے کا مقام ہے کہ اس کو ہم کی نظر اس قدر تنگ و چوڑے جس کے اصول دین میں آخرت پر ایمان تھا۔ مگر سامان یاد رکھیں کہ گورہ سائے نیا کے بادشاہ بھی پھرین جاتیں مگر دین اسلام کی شرکت و خلعت و دنیا میں قیام نہیں ہو سکتی تہنیک کر ان میں وہ لوگ کثرت سے نہ ہوں جو خدا کے دین کے لئے وقف کرنا

۳۶ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ جہاد عرضہ ہے جب ہم کی والدہ نے بچہ پیدا اور اس بچہ کو اس کے خدمت دین کیلئے وقف کر

کی خدا کی پوری حق تو اس سے تعجب ہے کہ کہ میں نے تو ایک لڑکی جی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جہاد میں یہ بتا دیا کہ لڑکی بھی اس خدمت کو دے سکتی ہے جس کیلئے اس نے کسی کو وقف کرنا یا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم کے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ اس بات پر تعجب نہ کر کہ یہ خدمت دین کیونکر کر سکے گی۔ اللہ اس کے تمام خلقت سے خوب واقف ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ جو ہم کی والدہ نے لڑکی کو یہی لڑکی کو دیکھا وہیں اللہ کی کا لاشیٰ ہے۔ اور جہاد عرضہ ہے اور اللہ تعالیٰ میں لہام جہاد کا ہے یعنی وہ لڑکا ہے تو چاہتی ہی اس لڑکی سے نہیں وہ تو صرف ایسا لڑکا چاہتی ہی جس کی زندگی خدمت دین کے لئے وقف ہو اور یہ ایک سکولی عاشر حق کی اس کے ہاں خاندان لڑکا ہو اور خاندان دین لڑکے پر حقیقت کے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک بہت بلند مرتبہ کی لڑکی عطا فرمائی ہے اس کی ساری عمر دین پر بند مرتبہ دیکھیے واصطفاۃ علی نساء اہل العالین سے ظاہر ہے

بعض مفسرین نے اسے جہاد عرضہ قرار دینے کے بجائے ترمیم کی جائداد کا قول قرار دیا ہے اور مراد یہ ہے کہ لڑکے کو لکھیں جیسے

جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دین کر سکتی ہیں

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَمَرُوا آلَهُمْ بِمَا أَمَرْتُمْ أَنْ يَتَّقُوا اللَّهَ فَهُمْ يُقْتَلُونَ

اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی نسل کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں مثلاً

میں ہوتے یعنی ان میں کا ایسا جو کچھ کام کر سکتا ہے وہ لڑکی نہیں کر سکتی +

مثلاً ایحد کھڑے معنی بھی کسی دوسرے کی طرف پناہ چاہنا اور اس کے ساتھ تسبیح و تہجد کے معنی پوری پناہ دینا

عوض - اعاد

رجم

رجم

رجم - رجم کے اصل معنی پھونکی یا لگایا جانے کے ساتھ مارنا مگر یہاں ہر نقطہ بھی باطن پر

یعنی عقوبت کے معنی پر اور تو ہم پر اور شدت معنی گالی دینے کے ساتھ ہر خطہ دینی و دنیا کے لئے یاد دہانی کے لئے اور کہنے پر بولا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ

الرجم میں الرجیم کے معنی ہیں بھلائی سے اور لفظ اعلیٰ کے متنازل سے اور کیا گیا ۱۸/۱۰ +

حضرت مریم کی والدہ کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو دین کی خدمت کے لئے توفیق کرنے کے ان کا یہ شہاد

تھا کہ وہ کنواری رہے گی بلکہ وہ جاتی تھیں کہ وہ جوان ہو کر یا ہی جائے گی اور صاحب اولاد ہوگی اس لئے انہوں نے

صرف مریم کے لئے دعا کی بلکہ مریم کی اولاد کے لئے بھی - رہبانیت یا ناک دنیا ہونے کا طریق میرا نہیں کی بلکہ وہ +

اس آیت کی تفسیر میں بخاری میں ہے عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مؤمن ولا مؤمنة الا والشیطان یتسلط

جینوں کو لڑنے کی تسلیت صراحۃً من منشی الشیطان لئن لآلئہ مریم وایہا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ کوئی شخص پیدا نہیں ہوتا مگر کہ شیطان اسے چھو تا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے پس وہ شیطان کے اس چھوئے سے فریاد کرتا

ہوا کہ اے اللہ! کہ تیرے سوا میں اور اس کے پیشے کے اس کے بعد آتا ہے کہ ابو ہریرہ کہنا کرتے تھے کہ اگر جاہل ہو تو پھر کوئی ایحد

ہاں ذکر یہاں من الشیطان الرجیم کو یا یہ حدیث ان کے نزدیک اسی آیت کی تفسیر ہے +

بظاہر جو کچھ اس حدیث کا منشاء معلوم ہوتا ہے معنی یہ کہ تمام نبی آدم کو پیدا ہونے کے وقت شیطان چھو تا ہے سوائے

مریم اور اس کے پیشے کے - یہ جو بات قطعیہ الدلالت باطل ہے - اولیٰ آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم

کی والدہ نے جو مریم اور اس کی ذریت کے لئے شیطان سے پناہ مانگی ہے وہ مریم کے پیدا ہونے کے بعد بلکہ اس کا نام ہی

رکھنے کے بعد مانگی ہے - اور ظاہر ہے کہ نام بھی بچے کے فوراً پیدا ہوتے نہیں رکھا جاتا - اور حدیث ہے اس کی تفسیر قرعہ

چا تا ہے اس میں ہے کہ ہر بچہ کو پیدا ہوتے ہی شیطان اس کو تاسہ پس یا اس اعادہ کو اس شیطان سے کوئی تعلق نہیں

جس کا ذکر حدیث میں ہے ورنہ جب شیطان کا وقت ہی گزر چکا تو پھر دعا کرنے کا کیا فائدہ تھا اور یہ حدیث اس آیت

کی تفسیر نہیں بلکہ حدیث کا ظاہر ہی معلوم آیت کے خلاف ہے دوم اگر بچہ کا پیدا ہونے ہی وہ ناس شیطان کا نتیجہ ہوتا

تو پہلے منٹ بدرو ناس بات کا نتیجہ ہے - یا کیا حضرت مریم اور حضرت حج بن یمن میں کبھی دعائے نہیں ۱۰ - اور ان یمن میں بھی

ذروئے تھے تو نہ ہو کر کیوں روئے تھے حضرت حج کے تعلق و صاف لکھا ہے کہ وہ درود کروا دیا کہ اے اللہ! حضرت

مریم کا درود کے وقت یقینی مدت قبل ہذا لکھا ہوتا ہے کہ اس وقت وہ بھی روئی ہوئی تھی جو حالت سے تمام

بچے بدیں روئے ہیں انہی میں سے کسی وہ جسے پیدا ہوتے ہی روئے ہیں اور حضرت مریم اور ان کا بیٹا یمن کے ایام میں ہی

فلح روئے تھے جس طرح دوسرے بچے روئے ہیں ورنہ وہ روئے ہو کر کیوں روئے - سوم شیطان کا چھو تاہو معنی میں ہوتا

ہے - ایک کسی تخلف کے پہنچانے کے معنی میں جیسے انی معنی الشیطان بنصب و عذاب دہن ۳۰ - ام اس معنی میں حضرت

عیسٰی کی دیکھنا چاہیے کہ وہ یوں نے ان کو فلح کے کٹیفیں دیں اور آخر صلیب پر چڑھایا - اور دوسرے دوسرے روئے کے

معنی میں جیسے انہم معانف من الشیطان تذکرہ ۱۰ (تذکرہ ۲۰۱۰) مگر بچے کے دل میں یمن پیدا ہونے کے وقت شیطان

عوض - اعاد

رجم

رجم

مریم کا بیٹا جاناؤ

مطلب وہ بدرو

مریم ناس شیطان

بجٹ

مریم ناس شیطان

مریم شیطان کے ذریعہ

بچہ درود میں

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا

44

سو اس کے رب نے اسکو بھی قبولیت سے قبول کیا اور اسکو عمدہ پرورش سے بڑھایا۔

ہرچہ معلوم پیرہن

احادیث میں کہنی کا
گوند گوندی ہے

پنج دریاں ہیں
تو اگر بیکو مکان

حضرت مس شیطانات
کا قتل حکومت

استقبال

صاح

حدیث میں پیدائش روحانی

مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِیعُ الدُّعَاءِ

اجبی اولاد اور عطا فرما بیشک تو دعا سننے والا ہے ۴۱۲

اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی نذق کا کچھ سامان کر دیتا ہے اور کسی دُکھی ذریعہ سے اس کو نذق پہنچا دیتا ہے۔ بلکہ آخر پر ان انفعالیں کہ واسطہ برزق میں پیشاء و بطور حساب یہ بھی بتا دیا کہ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب نذق دیتا ہے انہی انفعالیں میں مسالو کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔

ایک اور بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ ذکرِ بارِ ہمیشہ ہی جب اس کے پاس جاسے تو نذق پاسے۔ اگر یہ کوئی فیر معمولی نذق ہوتا تو یہ سوار پہلے دن ہی ان کو کرنا چاہتے تھا کہسے مریم پر تم کو کہاں سے ملا۔ حالانکہ عبادتِ قرآنی بتاتی ہے کہ وہ جب بھی مریم کے پاس جاتا پالتے اور سوال دکر تے پھر انہوں نے کسی ایک موقع پر ایسا سوال کیا ہے جب انہوں نے مریم میں خدا پرستی کے آثار دیکھے ہیں۔ مگر یہ مراد ہوتی کہ پسلی مرتبہ ہی دیکھ کر سوال کیا تھا تو عبادتِ یوں ہوتی چاہتے تھی۔ لہذا دخل علیہا۔

عَلَّامُ الْغُیُوبِ۔ ہمارا طرفِ مکان ہے۔ نہ جسکے لئے اور مخفی خطاب کے لئے یعنی جہاں وہ (مریم) کے پاس عبادت میں رہتے وہیں یہ دعائی ہے۔

ہُنَالِكَ

نیک اولاد کی خوش

معلوم ہوتا ہے حضرت زکریاؑ کی حالت کو دیکھ کر یہ سمجھ جھونے تھے کہ اب یہ قوم اس قابل نہیں رہی کہ اس کے بندہ وہ پاک لوگ پیدا ہوں جو اس قوم کو ماہِ راست پر رکھ سکیں۔ اسی لئے انہوں نے کبھی اعلانے کے دعا بھی نہیں کی تھی، چنانچہ دوسری جگہ ان کے یہ الفاظ مذکور ہیں: وَاقِ خُضْتُ الْوَالِیَ مِنْ وَدَّافِیْ دَانَ كَا فُوفِ اِسی وجہ سے تھا کہ ان لوگوں کی علمی حالتیں اچھی نظر نہ آتی تھیں۔ ورنہ انبیاء اور اولیاء کو مال و جاندار کے ہوش کا ٹکڑا نہیں ہوا کرتا۔ پس جب مریم کے اندر انہوں نے ایسی نیکی اور رسالت دیکھی تو ان کی طبیعت میں بھی ایک جوش پیدا ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ایسی نیک اولاد عطا کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکوں کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے تو نیک اولاد کے لئے ہی پیدا ہوتی ہے۔ باوجودِ بددعا جو جانے کے ذکر یا نئے اولاد کے لئے دعا نہ تھی۔ کی تو یہی کی کہ اسے خدا نیک اولاد دے۔

یہ کہنا کہ دعائی خواہش ان کے دل میں اس لئے پیدا ہوئی تھی کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا اس بات پر قادر ہے۔ وصوت نہیں۔ اس لئے کہ وہ پہلے بھی مقبولین بارگاہِ الہی میں سے تھے۔ ہر ایک ماستہذاذ انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کیا کرتا ہے اور حضرت زکریاؑ کا تعلق و پائوئل دوسری جگہ قرآن میں منقول ہے: وَلَمَّا كُنْ بِدِ عَائِلَتِکَ دِیْبَ شَقِیْقًا (دہم: ۱۴) یعنی جو دعا کی وہ قبول آتی پھر عورت کے باطن پر ہونے کا یقین تو قبلہ اولاد سے ہے اس لئے وہ دعا کیوں دکر تے تھے۔ اہلِ بانی سے کہ وہ ہی امرِ نیک کی حالت دیکھ کر کوئی خیال کرے تھے کہ یہ قوم اب اس قابل نہیں رہی کہ ان میں نیک لوگ پیدا ہوں۔ مریم کی بیٹی کو دیکھ کر ان کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اور ان کی روح بے اختیار بارگاہِ الہی میں پکارا تھی: تھیں صحتِ لدنٹ دلیا یورثتی و یرث من آلِ یعقوب و اجدعلہ دِیْبَ رَضِیْعًا (دہم: ۱۵-۱۶) اے خدا مجھے بھی اپنی جناب سے ایک وارث عطا فرما جو میرے علوم اور نیکیوں کا وارث ہو۔ اور یعقوب کے سچے پیروں کے علوم اور نیکیوں کا وارث ہو اور اسے میرے رب اسے اپنی بارگاہ میں پہنچے۔ بنا۔ نیکوں کو دیکھ کر نیکوں کے دل میں نیک تر شپ پیدا ہوتی ہے۔ اسی کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے۔

مَصْدَقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا أَوْ حَصُورًا أَوْ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

جواشد کی ایک بات کو سچا کر دکھائی والا اور سردار اور بیویوں سے رکنے والا اور نبی نیکو کاروں میں سے (ہوگا) ۴۱۹

46

۱۵۔ کلمہ۔ یہ لفظ قرآن کریم میں وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی کلام کے ہر معنی جیسے عیسائیوں کے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دینے پر فریادِ کلبوت کلمۃ تحریر من اذ اھم (انکھٹ) اور ایک جگہ کافری طرف میں قول کو مذہب کو کہ دہ اھم (اھم) اور اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۰۰ زبانیں اہل کلمۃ ہر وقت کہتے ہیں۔

کلام کی تحقیق سے مراد

یہ تو کلمہ کے عام معنی ہیں۔ یہاں کس کلمہ کی تصدیق ہے، مفروضہ میں قول دے دینے میں کلمہ التوحید کو وحید کی بات۔ کہنا ایللہ جنتی، اللہ کی کتاب جنتی، اور جنتی کا نام کلمہ اس لئے رکھا گیا کہ دوسری جگہ کلمہ القاضی صریح قرآن شریف میں آتا ہے میرے نزدیک یہاں کلمہ عام جنتی ہی ہے جنتی اللہ کے ایک کلام کو سچا اور دیکھا گیا، اور اس کلمہ کے نفس اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو بخاری کے متفق باہل میں پائی جاتی ہے، اور جو پچھلے نوٹس میں مذکور ہو چکی ہے۔

سید۔ صواب

سیدنا۔ سودے ہے اور سودا دسیاہی کو کہتے ہیں اور بڑی حاجت کو بھی اسی لحاظ سے سودا کہتے ہیں اور سیدنا وہ ہے جو سودا باحاجت کثیر کا ستویں ہونے بھی کو سیدنا اس لئے کہا کہ وہ بھی ایک حاجت کا چتر بننے والا تھا۔

حضور حضرت مولانا

جس کو ایک جاہل کافر کہتا ہے اور یہی وہ تفسیر ہے کہ اس سے انکار دہی ایک جاہل کافر کہتا ہے والا تھا۔

حضور! حضرت! جس سے کہ مٹی تھیں یعنی جو کہ مٹی ہیں مفردات میں ہے کہ حضور وہ ہے جو رتوں کے پاس نہیں جانا یا نہ کی وجہ سے اور یا پاکہ انہی کی وجہ سے اور شہوت کے دور کرنے میں کوشش کی وجہ سے اور یہ لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ دوسری قسم کا ہی حضور! ہے یعنی پاکہ انہی کی وجہ سے جو رتوں کے پاس نہ جانے والا کہ وہ نکلا سے ایک شخص تعریف کا متبع ہو کہ کتاب اور یہی بات صحیح ہے نہ نامہ دو دنیا میں پتیرے ہوئے اور ہونے کی تعریف کے متبع نہیں ہو جاتا کہتا اور ان میں اس کی ایک بات میں بھی یہ لفظ آئے ہیں الذی لا یاتی النساء مع الفلذہ کا تعلق ذلک اور اور روح المعانی میں یہی ہے جو کہ جہان سے حضور سے اور یہی ہے جو کہ شخص نفس کے رہنے کو کمال تک پہنچا ہے اور باوجود قدرت کے شہوات سے اسے روک رکھے۔

یہی اور علیؑ

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کا یہ کمال بیان کر کے ہیں کہ انہوں نے شادی نہیں کی۔ قرآن کریم اس کے باعقاباً بھی کیے ہوئے ہیں کہ عیسیٰ کوئی عورتی سے توہر حضرت عیسیٰ سے کہیں حضرت عیسیٰ کی زندگی دنیا کی عمر ہی انسانوں سے بھی خالی تھی جو حضرت عیسیٰ کو برحق چنانچہ انہیں اس کا یہ نقشہ کھینچا ہے کہ وہ سے چیتے تھے اور کھانا پونہتے۔ اور حضرت سچ کو لوگوں کو کما کر بتاتے کہ یہ کھانا پیو۔ اور سے پیاتے۔ کیونکہ یہ خدا کا نایا نہ پیدا اور وہ کہتے ہیں کہ اس میں سے روح ہے۔ ابن آدم کھانا پیتا آیا اور وہ کہتے ہیں دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی (دفعہ ۱۱۹)۔

قوان کو برقرار رکھنے کو انیاد میں سے ایک بنی بیان فرماتا ہے۔ اگر حضرت مسیحؑ نے دنیا کو انیوں سے بھی بڑھ کر کہا ہے کہ میں نے متعلق ایسا فقرہ ہوتا ہوں کہ میں بتا رہا ہوں کہ یہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھا یا مالا مال کر کے صاف کرنا ہے تو پھر کیوں نے اسے ایک بنی کے دیکھ کر؟ ان میں تم سے کہتا ہوں بلکہ میں نے کہتا ہوں کہ جو صحت سے پیدا ہوتے ہیں ان میں روح ہوتا ہے۔ دینے والے سے کوئی پڑائیں ہوا۔ (متی ۱۱: ۹-۱۰) سوال یہ ہے کہ کیا صحت سے پیدا نہیں ہوتے؟ پھر کیا صحت سے پیدا نہیں ہوتے؟ یہاں خوشی اس کا جواب دیں۔ اور جہاں رشتہ ذکر کیا کوئی کی بشارت دیتا ہے۔ ہاں ان افغانوں کی بشارت ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب خوش ہوئے۔ لیکن یہ خود خداوند کے حضور میں درگاہ۔

اور ہرگز نہ ملے، نہ کوئی اور شراب پہنے گا اور اپنی مال کے بیٹ سے کسی روح القدس سے بھر جائیگا (لوقا ۱۴: ۱۵) اور احادیث میں بھی آتا ہے: **ما من عبد یطیق اللہ الا ذنبا لا یحیی بن زکریا کی نذر نہیں جو خدا کو ملے مگر وہ خود راہِ گمراہی میں ملے گا**

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلِكَةُ يٰرَبِّعِلٰتِ اللّٰهُ اَصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ

اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور تجھے پاک بتایا ہوگا

محلہ ۴۱۔ قَالَتِ الْمَلِكَةُ۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ پر۔ دو ذوق کا مشاہدہ کیا جو یہاں پر یہ بحث ہوتی ہے کہ آیا حضرت مریم غیر عیسٰی یا نہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ غیر عیسٰی ہیں جس نے انکار کیا ہے۔ قائلین انبات نے اس بات سے حضرت مریم کی نبوت کا استدلال کیا ہے کہ طہارت ان سے کلام کیا۔ اور تعالیٰ نے کہا ہے کہ طہارت کلام کرنا عیسٰی لوگوں سے ثابت ہے جو اہل جن جن میں چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی کی زیارت کے لئے بعض اہل تہذیب کی خوشنودی کے لئے غلط تو فرشتوں نے اسے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم سے کسی نبوت کرتا ہے جو تم سے بھائی سے محبت کرتے ہو چنانچہ وہ کہنے میں کہ وہ ان اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام و ملک الملک فقد احاد عن الصواب (۱) یعنی جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جو روحی اور مکارہ کا نام نبوت ہے وہ صواب سے پھر گیا۔ اس کے ساتھ اختلاف بھی لوگوں نے کیا ہے۔ خود کیا جانے تو حقیقت یہ ہے کہ غیر انبیا سے مکالمہ آئی ایک امر مسلم ہے اور حدیث صحیح رجال یملعون من خیر ان یکنوا ۱۲۰ بیان کرتا ہے کہ نبی ایسے لوگوں کا جو جو جن سے کلام نہ کی جاتا ہے حالانکہ وہ نبی نہیں، اس پر ایسی کئی دلیل ہے کہ جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ پھر ایک مریم عیسیٰ کلام بھی ہندوئے قرآن ثابت نہیں۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بھی وحی کا ہوتا ثابت ہے۔ (۱) ما عینا الی ام موسیٰ (القصص ۲۸)۔ پھر اصحبت الی النوازلین (الاحقاف ۱۱) میں جو دوہے یعنی جبریلوں کی وحی کی۔ اب ہر حال جبریلوں کی نفی نہ ہر حدیث شاہد ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لحدیث یعنی دینہ بھی یعنی میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا پس صرف وحی پانابرت نہیں۔ ان تفطیہ کی نفی یعنی چنانچہ ہیں کہ وہ خدا سے خبردار کرنا چاہتا ہے کہ وہ جبرکی ہدایت نبی سے تعلق نہ رکھتی ہو بلکہ محض ایک ذاتی امر ہو یا ایک پیشگوئی ہو جس کی نفی عیسیٰ کے لفظ سے غالبہ ہر اس شخص جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا تفطیہ کا صادق آگے سے بھی وجہ ہے کہ نبی ہرگز نہیں صرف خطاب نبیوں کو ہی نبی کہتے تھے۔ مگر چونکہ اسطرح شریعت میں تفطیہ بھی انہی لوگوں پر صادق آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے واپس نہ رہی بلکہ انہی ہیں اور اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سفیر ہوتے ہیں جیسا کہ راضی نے لکھا ہے دونوں علاقہ اس لئے جب بعض مکالمہ غلط ہے اس پر تفطیہ نبی پڑا جائے گا تو صرف مجازی معنی میں پڑا جائے گا پس جن لوگوں نے حوا و اہل اسیہ اور ام موسیٰ اور سادات اہل ہجر اور صحابہ کو نبیہ کہا ہے (۲) وہ محض اس نفی یا محال نفی کی رو سے ہے۔ اسی لئے انہوں نے تفطیہ رسول ان پر نہیں پڑا جس میں یہ بتا ہے کہ وہ کلام اللہ تعالیٰ ہی سے کلام کرتا تھا۔ مگر وہ کلام کسی دینی ہدایت کے متعلق نہ تھا۔ اور جن معنوں میں مریم غیر عیسٰی ان معنوں میں اس امت کے برگزیدہ لوگوں میں بھی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی کلام ہوتا ہے۔ اور سورۃ تحریم میں صاف طور پر اس امت کے برگزیدہ لوگوں کو کیرم بنت مریم سے شامل دے دی ہے۔

طہارت ملکہ اللہ کے معنی وہ مریم جگہ میں طہارت دوسرے ہو۔ طہارت جانی طہارت نفس۔ اور دوسری جگہ دونوں معنوں میں یہ نظر دیا گیا ہے وجوب اللہ تعالیٰ (البقرہ ۲۲۲) مجبورون ان یتطہروا (التوبہ ۱۰۸) مگر یہاں قصور بان طہارت نفس ہی ہے۔ ایمان کی وجہ سے کفر سے پاک کیا۔ اور طہارت کے ساتھ تاخرانی سے پاک کیا اور باقیہ پاک کیا گیا ہے اخلاق دوسرے سے پاک کیا۔

۵
۱۳

یہاں کی باتیں یہاں

مریم پر نہیں

من مکالمہ نہیں

خبر دینا سے مکالمہ

نبی جانی معنی

نبی طہارت

طہارت جانی و

طہارت نفس

۴۷

وَاصْطَفَاهُ عَلَى نَسَائِ الْعَالَمِينَ ۝ يَرْزُقُهُمْ أَفْنَقُ لِرَبِّكَ

۱۰۔ حقوں کی صورتوں میں سے تجھے چن لیا ہے ۱۱۔ اے مریم اپنے رب کی فزائیواری کو

عالمین حضرت
سے مراد

مورن یا حضرت

مسافرین کا رہنے
جگہ سے حضرت علی
رضی اللہ عنہ

مریم کا ذکر یا حضرت

نہایت حق پرانی
کتاب

آنحضرتؐ کی
رضی اللہ عنہ

۱۱۔ علیؑ نساء العالمین یعنی سرکش کے نکلیں فرمایا تھا وہاں فیض ملک عالمین۔ ایسے موقعوں پر مراد پیشہ عالمی زمانہ ہم
یعنی سر زمانہ کے لوگ کہتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبیؐ کی تشریف آئی بھی ہے مہم خیر و نساء عالمین (مریم اپنے زمانہ کے لوگوں
سب سے برتر تھیں۔ اُن اعلیٰ اس بارہ میں مختلف طور پر آئی ہیں اور ان میں سے جو ایک میں دوسری کے ساتھ اختلاف نظر کا
ہے اسکا کسی حدیث میں تو محض چاروں کے فضل و اہمیت کا ذکر کرتا ہے جیسا ابن مردودہ کی روایت میں ہے مریمؑ آسمان پر
اور خاطر کا نام ہے اور ایک میں یوں کہتے ہیں کہ ان میں سے سوائے تین کے کسی کی تکمیل نہیں ہوئی مریمؑ۔ یہ طریقہ اور عائشہ
کی فضیلت سب دوروں پر ایسی ہے جیسے قرآن کی فضیلت کھانوں پر پڑا، اور ایک حدیث میں ہے کہ تین عورتوں کی مریم بنت
فران اور حضرت عذرا کی فضیلت بہت فخر میں اٹھ، مگر ہم بتا رہے ہیں فضیلت بعض پہلوؤں سے ہے ۵

بعض عیالانی بھی حضرت کوئی نہیں کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ کو اتنی ہی فضیلت حاصل ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو حال نہیں
اس سے حضرت عیسیٰ کی فضیلت و اہمیت کی ہے لیکن رسولؐ نے یہ کہہ کر ان کی فضیلت کے بغیر والدہ کو فضیلت نہیں ہو سکتی اور والدہ کو فضیلت
اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب ان کی فضیلت حاصل ہو تو مریمؑ کی ماں کو کوئی فضیلت حاصل نہ تھی مریمؑ کی فضیلت حاصل ہو گئی یا
اگر یہ مسئلہ اور آگے چلا جائے تو حضرت عیسیٰ کی والدہ کی فخر میں تو بعض ایسی عورتیں ہیں جن کے تعلق میں عیسیٰ کی فخر میں ہیں
کہا گیا یا جیسے کوئی مسلمان اس کو نبی نہیں سکتا عجیب بات ہے کہ قرآن کی مریمؑ کو فضیلت تھی ہے وہ چنانچہ
ہے۔ اور وہ عیسیٰ کو اس وہی فضیلت کہنے کی حجت کی جاتی ہے حضرت بھی پیدا ہوئیں اور والدہ کی مریمؑ ہی مریمؑ اور وہ
پیدا ہوئی اور تو مریمؑ کو فضیلت یعنی وہ نبیؐ کی جیسا کہ حضرت کا نام ہے مریمؑ کے اہل بیت اس کی تفسیر اس کی فضیلت کے ذکر میں اس
آیت میں مریمؑ سے حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کی نشاندہی نہیں اس کا ذکر نہیں آئے گا۔ اُن میں اس کی فضیلت کو حضرت عیسیٰ
کی فضیلت کی وجہ قرار دیا جائے گا انہیں کو انکار دیکھو وہاں وہی ماں کو اس قدر میں: اُن کی کیا کیا ہے۔ کسی نے اس سے کہا دیکھتے
ماں اور میرے بھائی یا میرے بھائی اور میرے بھائی گنتی چاہتے ہیں اس سے فرمادینے دے کہو، میں کہوں کہ اس کی مریمؑ اور اس کی
میرے بھائی اور اپنے شاگردوں کی طرف اٹھ کر لگا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی ہیں۔ کیونکہ میری آسانی یا میری خوشی پہلے
میری میر بھائی اور میری ماں ہے۔ (صحیح ۱۲: ۵۰۰) اب اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے خصال میں اس کی ماں آسانی یا
کی مرضی پہلے دینی۔ اور ان کی طرف سے وہی بڑی کا انکار اور شاگردوں سے جو اس کی رائے میں آسانی یا میری مرضی پہلے دے
تھے ہیں کہ ان کا نام دے دیتا ہے۔ اور یہ جگہ جگہ پر ہے کہ کتنا چاہتا ہوں میں اپنی والدہ کو میرے مخالف ہوتے ہیں۔ اے عورت تجھے سے کہا
ماں ہے (صحیح ۱۲: ۵۰۰) اب اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کا اپنی والدہ کو میری اس قدر محبت کہتے کہ ان کو تمام دنیا کی دولت
بندہ تر تھے جو ان کو اپنی فضیلت کو میری ماں کی زندگی کی طرف منسوب کرتے ہوں بلکہ یہاں تو حالت کچھ اس کے برعکس نظر کرتے ہیں
جیسے قرآن کے کرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کی اس سے بہت بڑھ کر کرتے ہیں جو کہ حضرت کے لئے نبیؐ والدہ
کی کی۔ آپؐ کی خاطر کو ایسے الفاظ میں خطاب نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیشہ یہاں محبت و عزت کے الفاظ سے چلا رہے ہیں بلکہ حضرت خاتمہ
کی فضیلت کے لئے بعض وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال حضرت مریمؑ کی فضیلت سے کوئی استدلال حضرت عیسیٰ کی فضیلت
پر نہیں ہو سکتا ۵

۴۳ وَأَسْجُدْ لِلرَّكْعَيْنِ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ يُخَبِّرُكَ وَالَّذِينَ

اور سجدہ کرو اور خاک جانیو الوں کیساتھ خاک ماؤں غریب کی خبروں میں سے جو کہ میری طرف آئی کہتے ہیں۔ اور

حکیم بن ابی حمزہ فاضل
حکیم بن ابی حمزہ فاضل

۱۷۶) جب کسی شی کریم علیہ وسلم کو کوئی حکم ہو، (بلکہ عام حکم بھی ہو،) تو یہی ان گنا کر ہے، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کیا تھا۔ اس لئے یہ حکم ہر اکابر یا کبار اس وقت پر بھی انہیں خود کرنا چاہئے، گویا مریم پہلے خدا کی فرمانداری یا عبادت نہ کرتی تھیں؟ یہی بات ہے۔ بعض وقت مشکلات کے لحاظ سے یہ بات کی تائید کی جاتی ہے۔
 میرے بھی بڑے اہل فرائض کا وقت آئے وہاں تک کہ اس طرح کے الزام لگائیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے غنائیہ

۱۲۱) انباء و نبأ کی جہ سے جھگڑتی ہیں ایسی خبریں میں کوئی تعظیم الشان مطلب ہو۔ اور اس سے علم و عقبہ علم
مائل ہو (خ، ۲)

الغیب اس کا استعمال ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو حواس سے مخفی ہو یا انسان کے علم میں نہ ہو (خبر، واقعات، گزشتہ عملیں غیبی لحاظ سے غیب میں داخل ہو جاتے ہیں جب ان کا علم صحیح نہ ہو)۔

واقعات گزشتہ یکس
مہینے میں
دہلی ہجرت میں

[illegible]

احمال کی ضرورت باقی نہ رہی۔ پیروہوں نے جو باہمی عداوت کے چران کو پکڑ کے ساتھ ہی کوئی پیچہ عداوت حضرت سید علیہ السلام کے باقی نہ رکھے تھے ہاں وہ ان پر صلح طے کر کے ناپاک الزام ٹھکانے تھے جب اہل کتاب کے دونوں گروہ ایک شخص کے معاملہ میں صلح ہو جندیدوں کو تو درگزر مل چکے تھے اور کوئی صحیح علم حضرت مسیح کے متعلق باقی نہ رہا تھا تو اب سید احمد قتلی کی وحی کے ان واقعات کا صحیح علم دنیا پر بارہ نہ آسکتا تھا یہ واقعی فیب کی جزوقتی براہدہ تعالیٰ نے مزید وحی مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ فرمائی اور کچھ دینا آہستہ آہستہ اس بات کی تقریریت کی طرف ہی آتی ہے جس کا اشارہ آج کے تیرہ سو برس پہلے ایک ایسے بزرگ ایک نامور اندازہ قوموں سے تھا دنیا میں کیا

میری صحت بڑھ
انا، اے اللہ،

ہوئے فطرت میں انبیاء الغیب فوجیہ اینٹ کے لحاظ ایک ایسی درجہ کی صداقت کی طرہ اشارہ کرتے ہیں اور دوسری وجہ کہ
حضرت محمد علیہ السلام کی عصمت کی شہادت کو انبیاء الغیب کے یہاں قرار دیا ہے کہ راقی گواہ تو اس کا دنیاوی کی صداقت کے
اندر متعلق ہے، یہی کبھی کی شہادت ادا کی تا دنیاوی حقیقت پر بنیاد رکھی آگاہ ہو جس سے آگاہی کا کوئی
خاصی ذریعہ درکار تھا۔

NP

إِذْ قَالَتِ الْمَلِكَةُ يٰرَبِّمَنَ اللّٰهِ يَفْعَلُ لِي كَلِمَةً مِنْهُ

جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلام کیساتھ خوشخبری دیتا ہے ﴿۴۱﴾

مریم کی بریت کی ٹمٹم

اصطفائے روحانی
میں خلاصہ موت

کتابخانه المکتبہ

1.0

7-10-2001

میرے مراد

اَسْمَةُ الْمَسِيحِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا

اس مہشور کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے ۳۳۳ جو دنیا اور آخرت میں وجاہت والا

کر سکتے ہیں۔ کہہ دینے ایک بات کہی تھی وہ سچ کے کہنے سے پوری ہو گئی پس سچ کے آسمانوں کو افسانہ کا کام لیا۔ چنانچہ ہمیں جو یہ یسوع نے پسند کی ہے جیسا کہ امام رازی نے کتبش ازہ قد ورت البشارۃ فی کتب الانبیاء والذین کا مقبلہ فلما جاء قبل هذا تلك الکلمۃ یعنی ان نبیوں کی کتابوں میں جو اس سے پہلے گزری تھیں سچ سے پہلے گزری تھیں سچ کے متعلق بشارت تھی پس جب سچ آیا تو گویا کہ وہ کلام لکھا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبوت فرماتے ہیں انا ذوالقربی الاہم میں اسے باب ابراہیم کی دعا میں ہے حالانکہ آپ کوئی دعا نہ عجز نہ تھے۔ مگر چونکہ آپ کے وجود میں حضرت ابراہیم کی دعا بھی ہوئی اس لحاظ سے آپ کے لیے آپ کو گویا دوسری تحریر ہے کہ عیسیٰ بن مریم باذنیہ کے لئے ہے جو عیسیٰ بن مریم کے متعلق تھیں آپ کے لیے آپ کو گویا بشارت دینا ہے۔ اور یہ عیسیٰ بن مریم ہے جیسے حضرت ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی تو آپ نے فرمایا ہم بکثرت دونوں جواب اس میں دیا گیا بشرنا تک بالحق ہم تیس حق کے ساتھ بشارت دیتے ہیں یہ مراد نہیں کہ الحق کی بشارت دیتے ہیں۔ اب بشارت کا حلقہ منہ اور بشرنا تک بالحق باطل ایک ہی مثالیں ہیں۔ مگر ایک کے ذریعہ سے کلام اللہ بن سکتا ہے تو دوسرے کے ذریعہ سے الحق بن سکتا ہے حالانکہ بشارت صرف اس قدر ہے کہ ایک جگہ تو یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے ساتھ بشارت دیتے ہیں اور دوسری جگہ مراد ہے کہ ہم تو کون کے ساتھ بشارت دیتے ہیں۔ اس صورت میں مفعول کو فہم کر کے اس کی بجائے فاعل یا مفعول ہو جس کی بشارت ہم دیتے ہیں۔ اس کا نام مسیح ہے۔ تو کلام منہ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی ہے۔ اور اس کی سبب یہ بات ہے کہ کلام منہ کے بعد فرمایا اعلیٰ حالانکہ کلام منہ ٹوٹا ہے پس اس میں غیر خبری کی طرف ہونا چاہیے اور اس کا نام کی بشارت ہے ۳۳۳ امام۔ وہ ہے جس سے ایک چیز کی ذات اور اس کا اصل پیدا ہوا ہے۔ اس سے مراد تو علم ہی ہو گا تو وہ ہم کو مراد فرمایا یعنی نفی علالت مزید بھی ہوتے ہیں اور یہاں دونوں معنوں کو جمع کر دیا ہے۔ کہ وہ کلام جس کو مقدم کیا ہے وہ غلط ہے۔ جو بعد نبوت ضرر یعنی علیہ السلام کو ملتا ہے اور ان مریم آپ کی کثرت ہے *

پس بشارت کا ہے آپ کو
کہا ہے ابراہیم خود گویا

لکھیں دوسرے کتب میں

اسم

مسح

ام کہ وجہ یہ

سچ کا بیخود ہونا

سچ کی باتیں اور
مجالوں اور
نہ ہونے سے مراد

المسیح۔ محسن کے معنی کسی چیز پر رحم کرنا۔ اور اس سے آرا دور کر دینا ہے (خ) اور پھر ان دونوں معنوں میں الگ الگ بھی استعمال ہوتا ہے وہو من النبیاء المسیح (خ) اور یہی معنی سچ کہتے ہیں قبل از یسوع یعنی علیہ السلام مسیحاً قاضیاً مائتاً فی الارض آئے ذوالقربی الاہم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس لئے لکھا گیا کہ وہ زمین میں آئے یا سیاست کرنے والے تھے اس سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت یسوع علاوہ ملک شام کے دوسرے ممالک میں بھی پھرتے رہے اور کہ وہ افغانستان اور کشمیر میں آئے۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ ان سرزمین زمانہ قدیم کے ممالک میں ہر کوئی افغانان و فوکل کے چلے آئے تھے اور افغانان اسے اپنی کشتی ہرگز نہیں کہتے ہیں اور افغانان اور کشمیر کے شہریوں کے سامنے اس کو افغانان اور کشمیر کے رسم و رواج میں بھی اس کی شہادت دینی ہے ضرور تھا کہ اس کے اسرائیلی اقوام کی طرف بھی آئے۔ دیکھو جو ذات یہودی ہیں ان کا آپ کے ہاتھ لگانے سے بڑا رہے جو جانتے تھے یا آپ ہاں کے پیٹ سے محمد صبح بالذہن پیدا ہوئے تھے۔ اور پھر لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ مسیح وہ ہے جس کی ایک آنکھ مری ہوئی ہو۔ وقد روی ان الدجال مسیح یعنی وہی مسیح النبی کا کل وصفی بان لکھا قد یصلح عنہ القوۃ للبر و قد من لعلہ والعقل والحکم ولا خلقت الخلق وان یصلح مسیح عن مافوق الذل و المذمۃ من اللہ لہلہ والذل والحق والحق وسائر الذل و المذمۃ (خ) ہمدردی کی گئی ہے کہ وہ بال کی دائیں آنکھ مری ہوئی ہوگی اور دھن کی دائیں آنکھ مری ہوئی ہوگی اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ حال سے علم و عقل اور علم اور اچھے اخلاق کی قابل تعریف قوت مانی تھی

۴۵ وَالْآخِرَةُ مِنَ الْقُرْآنِ وَيُكَذِّبُ النَّاسُ فِي الْهَدْيِ وَلَهُمَا فَرْقٌ مُبِينٌ

اور قرآن میں سے ہر گاہ ۴۲۵۰ حصہ لوگوں سے جو جس میں اور اور چیزوں میں ہیں اور ان کی ہر گاہ ۴۲۵۰

ہوگی۔ اور عیسیٰ سے پہلے اور روح اور بے اخلاق کی قابل نفرت قوت جاتی رہی ہوگی امام مہذب کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا کام نہ صرف ان خاص صفات سے ہے اور ان ہندگوں سے ان چیزوں کو جاننا اور مستعار پر عمل کیا ہے +

۴۲۵۰ جیسے کہ عیسیٰ میں ذوقِ جاہ و ذوقِ جاہلۃ یعنی مرتبہ یا وجاہت والا حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا وہاں خدا اللہ وجہا

(اور احزاب ۴۴) اللہ تعالیٰ کے انبیاء و سببی وجاہت والے ہوتے ہیں۔ یہاں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ

شخص نہیں ہے کیا مگر ایسا نہ ہوگا بلکہ اسے دنیا میں بھی ضرورت وجاہت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی جس قدر تاجی حضرت مسیح کی دنیا

کے اہل میں ہے۔ وہ بظاہر نہیں ایک دولت کی حالت میں چھوڑتی ہے۔ کیونکہ ان کا خاتمہ جہنم کے ساتھ صلیب پر ہوتا ہے

مگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ انبیاء کو کچھ دیکھنے کا سیاسی دیکھنا ہے حضرت عیسیٰ کے متعلق وجہیہ فی اللہ دنیا و مافیہا یعنی

رکتہ ہے کہ لوگ انہیں نام نہان سمجھیں گے مگر حقیقت یہ کہ کاسیانی کے بعد اٹھائے جائیں گے یہ کاسیانی حضرت عیسیٰ کو وراثت المقدس میں

مائل نہیں ہوئی ان الفاظ سے یہ خیال اور بھی قوت پکڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد نبی مرسل کی روٹی

قوسوں کی طرف چلے گئے جو بوت النصر کے زمانہ میں جلاوطن ہو کر وہ سب ممالک میں آباد ہو چکے تھے +

ومن القرآن یعنی حضرت عیسیٰ خدا کے مقرروں میں سے ایک ہیں کہتے ہیں ڈوبتا ہوا تھکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ وہی

حالت بعض وقت عیسائی مشرکوں کی ہوجاتی ہے۔ یہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ کہ چونکہ قرآن سے مسیح کو قرب کیا اور قرب ملا کر ہوتے ہیں

مسیح کو شریعہ اور اسے جو مگر قرآن کریم سے محض بے خبر ہیں اُن کو ایسا بھی پتہ نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کہنا ہے ان قرآن میں

امت محمدیہ کا ایک گروہ بھی وہی ہے۔ اَلسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ اُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعة ۱۰) یعنی سابقین اس امت کے نزدیک

بارگاہِ آسمانی ہیں اور وہ سب جگہ سے عین تائب و تائب (التطهیر ۲۷) وہاں بھی امتِ اکھترت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گروہ

کو یہی قرب قرار دیا ہے عیسا کلاس سے پہلے الفاظ ان کتاب الامرا دے سے ظاہر ہے پس جب صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھا تو اس میں حضرت

مسیح کو خصوصیت سے مقرروں میں سے ایک کہنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ انبیاء و مرسلین اور قرب ہونے سے سوا بات یہ ہو کہ یہودیوں نے

عدالت سے اور یہی انہیں نے یہ قوفی سے (ضلالِ محبت میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر فائدہ معون قرار دیا کیونکہ وہ فوٹو ان

صلیب پر مرتے مانتے ہیں اور معون وہ ہے جو خدا سے دور کیا گیا ہو اسلئے اس الزامِ لعنت سے صاف کرنے کے لئے قرآن کریم

نے مسیح کو من القرآن کہا ہے۔ اور وہ سب جگہ اس قرب کو حفظ و حفظ سے ظاہر کیا ہے اور من القرآن خود بتاتا ہے کہ مسیح

کے علاوہ اور بھی مقرب ہیں +

۴۲۵۰ لہذا۔ محمد کے ایک معنی ۲۶۵۰ بیان ہوئے ہیں خصوصیت کے اس جگہ کو کہنا کہ اسے جو نیچے کے لئے تیار کی جاتی

ہے یعنی جھوٹ +

کہل مکمل کی ہر ایک مختلف حدیں اہل سنت نے بیان کی ہیں مگر صحیح وہ ہے جو مہذب نے لکھا ہے اور لسان العرب میں

یہی ہے کہ کھنڈل وہ ہے جس کے سیاہ بالوں کے اندر سفید لگتے ہیں +

الصالحین۔ صالح مصلح سے ہے جو فساد کی خصلت سے اور ان دونوں کا اکثر استعمال افعال میں ہے (خ) مگر فرقہ واران

فریق میں لاشاً ایتقاداً صالحوں (اور اعدائے اسلام) میں صالحوں سے صالحوں کے جیسا کہ اس سے اگلی آیت میں ظہار اٹھتا ہے

صالحوں کو واضح کر دیا۔ کیونکہ جب یہاں اور اس کی صلاحیت افعال کی فوراً معلوم نہیں ہوتی صلاحیت جسم کی معلوم ہوتی ہے

وجہیہ

مسیح کو دیکھنے کی رو

حضرت عیسیٰ کا دیکھنا

اور مرسلین میں جانا

مسیح کا مقرب ہونا

مسیح کو مقرب کہنے کی

حرکت

مہذب

کھل

مصلح

قَالَتْ رَبِّ انِّي يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ قَالَ كَذَلِكِ اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ

اس نے کہا میرے رب میرے بچہ ایک ہو گا اور مجھے کسی انسان نے چھو نہیں فرمایا اور میں جو کچھ اچھا چاہتا ہوں پیدا کرتا ہوں۔

یہی وہ ہے کہ مفسرین نے ماں صلوات اللہ علیہا سو یا قدامہ کے لئے ہیں (رض) اور ابن جریر نے مکتوبہ کے مکتوبہ بھی اشارہ
مطلق یعنی صبح سالم ہونے میں ہوتی ہے اور کبھی دین میں ۰

صبح کا چھوٹے ہیں
وہ صبح میں ہیں
کچھ صبح میں ہیں

اس آیت میں یمن باتیں بیان کی ہیں حضرت سح کا چھوٹے میں باتیں کرنا حاصل ہونا مناسب ہے تو
چھوٹے میں ہی باتیں کرنا دیکھتے ہیں کیونکہ وہ سال کی ترکیب چھوٹے میں ہیں لیکن حضرت سح کے متعلق جو یہ افطاح لکھے
ہیں قرآن سے مراد یہی جانی ہے کہ آپ کا بچپن میں باتیں کرنا مجزہ تھا۔ اور اس کی بشارت دی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ چونکہ
کہولت میں باتیں کرنے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس کو بھی مولیٰ حالت سے الگ کر کے نزول ثانی میں باتیں کرنے پر عمل کیا گیا ہے
اس کی ضلعی خود ہی سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو یہ بشارت دینے کے لئے ماضی؟ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول
ثانی کا مسئلہ بھی بتا دیا تھا؟ اور گارنٹی بھی تھا تو یہ بتایا جاتا کہ اسے آسمان پر زندہ اٹھا جائیگا۔ اور یہ آخری زمانہ میں نزول ہوگا
اتنی بات بتانے کے کہ وہ حالت کہولت میں لوگوں سے باتیں کرے گا کہ کو یہ کس طرح بتے گا کہ اس کا کسی نزول ثانی کا ذکر ہے پھر
یہ دو سوچنے اور گئے جسری بات آپ کا صلح پھر بتایا یہ مجزہ تھا؟

جس کے کچھ چوت

کافی کی تار و تار
نہی میں ہے

انشاء علیہم السلام کے عزت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا لیکن مفسرین کو یہاں خود یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ حضرت سح کا چھو
ٹے میں باتیں کرنا کس کا مجزہ تھا؟ حضرت سح کا؟ وہ ابھی بی بی نہیں ہے۔ اس لئے اس کو اور اس کا منہ نہ لپٹا۔ حضرت مریم کا وہ بی بی نہیں ہے
اور اللہ تعالیٰ کا وہ ہے کہ ایک کچھ ذکر خشک ملائی سے بھی کلام کر دے جیسا کہ نبی کریم کے کلمہ شیک لکھے کی لکھی کی آواز آتی ہے جو ان کے
سوال صرف یہ ہے کہ آیا قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مجزہ ہے۔ اول۔ حضرت مریم کو یہ بتایا جائے کہ یہ بی بی ہو گا طرف
یہ بتایا گیا کہ وہ بی بی ہو گا مقرب ہو گا اور مقرب ہونے کے لئے بی بی ہونا ضروری نہیں۔ پھر آپ کے معجزات پر کیونکہ ایک ہی کلمہ شیک
کر دیا۔ وہ ماں کو بچہ کی زندگی دینی اور دینی مصلحت کی خبر سے تو خوشی پہنچی ہے اس بشارت سے کیا حاصل کر دے ایک مجزہ بھی دکھائی
سو اگر مجزات کی بشارت ہی مریم صدیقہ کو ساقی تھی تو اس سے بڑے مجزات تھے ان کا ذکر کریں دیکھا چاروں کلام اس سے
مراد دیا گیا ہے وہ وہ ہے جس کا ذکر سورۃ مریم میں ہے اِنِّیْ عِندَ اللّٰهِ اَنَّا نِیْ الْکِتَابِ حَلْفٌ نَّیْ اَجْعَلْنِیْ رَاکَا اِیْمَیْنِ مَا کَانَتِ وَاَوْضَعِیْ
بِالْخُلُقِ وَالْاَوَّلَ مَا دَعَمْتُ حَیْاً وَاَوَّلَ اِلَیْ فِی (مریم: ۱۸-۱۹) اس پختل بحث کو نہ پھر پھر ہو گی لیکن اس قدر یہاں ظاہر
کر دیا ضروری ہے کہ یہ کلام چھوٹے کے بچہ کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بچے کے لئے کتاب دی ہے۔ بچے کے لئے بتایا ہے۔
بچے بابرکت بتایا ہے جس میں جادو بچے نماز کا حکم دیا ہے اور کلام کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ میں زندہ ہیں اس لئے نبی کو نے وہ
بتایا ہے۔ اب یہ سب کلام ایک بالغ انسان کا ہے جو صرف مکلف ہو چکا ہے بلکہ سکوناً ب دیوت لکھی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ان
وہ عزت لکھنے کے پہلی ہیں کہ بزرگ آپ ہوتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پہلے فرمایا تھا کہ تم کو نبی بناتے ہیں اور میں یہاں
خطبہ۔ علاوہ ان میں ابھی لکھے آتے ہیں وہ خطبہ الکتاب والکلمۃ والحدیث والحدیث جس سے معلوم ہو گا کہ بزرگ کے نزول سے پہلے
آپ لکھا بھی جانتے تھے اور حرکت کی باتوں سے بھی آگاہ ہو چکے تھے اور قرات بھی پڑھ چکے تھے انہیں صرف کوئی مل کرنا چاہئے
کہ ایک دن کا بچہ یہ سب کچھ کر چکا تھا۔ یہ اس کے ساتھ ہی اس پر غرور اور زکاۃ فرض ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ کی شرط بتا دیا اس
وقت بھی فرض تھی جب یہ کلام کر رہے تھے مگر کوئی کلام ہوتا تو چاہئے اس کے میں ہوتا کہ لکھے ناناہر زکاۃ کا حکم دیا ہے جب میں
بلوغت کو پہنچ جاؤں ۰

اِذَا قُضِيَ اَمْرُكُمْ فَانْتَبِهُوا لَكُمْ كُنْ فَيَكُونُ ۝

جب کسی امر کا فیصلہ کر دیتا ہے تو اسے کتنا ہے جو پس وہ ہو جاتا ہے ۳۲۶

ملاح بہتے مرو

پھر ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟ تین باتیں ہیں، پہلی بات میں کلام کرنا۔ کہہ دینا کی حالت میں کلام کرنا صحیح ہو نہ اب ظاہر ہے کہ یہاں حکمت سے مراد نیک کام کو نہ دانا نہیں بلکہ صحیح سالم تندرست بچہ مراد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اوپر آپ کو مقرر ہارگا۔ لگی کہد یا تو ب یہ بتانا کہ وہ نیک کام کرنے والا ہو گا قیل حال ہے۔ نیک کام کرنے والے ہی مقرب ہوا کرتے ہیں۔ اس بات پر کہ یہاں حضرت مریم کو جب فتنہ کی خوشخبری دی تو وہ نہ کہ متعلق جن باتوں کا خیال والدین کو ہو سکے وہ بھی بتا دیں دنیا اور آخرت میں مغرور ہو گا۔ مقرب ہارگا۔ ہاں یہ خوشخبری کمال روحانی کو حاصل کرنے کی کوئی جسمانی نقص بھی اس میں نہ ہو گا۔ اور وہ بڑھاپے کی فکر کو بھی پہنچے گا یعنی نبی کریم یا نیگا بھی جب پیدا ہوئے تھے تو اس کے کوئی کچھ صحیح سالم ہونے کا طمّ نہ ڈرا ہو جاتا ہے۔ گر یہ بات کہ وہ باپ ہی کرے کہ نہ دیکھ بعد ظاہر ہو رہی ہے۔ اس سے اس کی ناک خوشخبری بھی سنائی پھر یہ بات کہ وہ مریم یا نیگا بھی درمیں ظاہر ہو رہی ہے اس لئے اس کی خوشخبری بھی منظرہ کر کے سنائی۔ ماں پر کہتا ہے کہ ساتھ ہی یہی اشارہ ہو گا کہچھ میں اس کی باتیں سن رہی ہوں سے بڑھ کر ذلت کی باتیں ملتی اور بڑی فکر کوچھ کر اس کا کلام سن رہی ہو گوں سے بڑھ کر چمکت کلام ہو گا۔

رشتہ کے بڑے
نقلی الوہیت

لیکن قرآن کریم ایک ایسا پرکھت کلام ہے کہ ایک نیک کرکے سے کئی باتیں بتا دیتا ہے حضرت مریم کو جو خوشخبری دی اس کا ذکر آپ شریف میں آؤ گیوں کیا ظاہر ہے کہ اس سارے بیان کی اس خوش تو میسائیں پر تمام جہت ہے۔ اس سے تب وجہ یہ اللہ کا نیک تو بتا دیا کہ یہاں نیک کا عقیدہ درست نہیں کہ دینی ہر پر حضرت صحت کو کوئی فتنہ حال نہیں ہوئی بلکہ ان کا فائز مابین کھاتے لکھتے ہو گیا اور خود میں وجہ نکھرے بتا دیا کہ یہ بھی غلطی رہی۔ اور مقرب کلمہ ہو دیں اور یہ یوں کہ اس میں یوں کی تردید کی آپ نوحہ بائیں ذالک معون ہوتے کیونکہ ملعون بنی مروی یا زہ درگا کے مقابلہ پر قرب ہارگا ہاں یہ ہے۔ اور یہی بھی آپ کو تین دن کیلئے ملعون دیتے ہیں۔ اور یہی اور کبکولت کا ذکر کر کے یہ بتا دیا کہ یہ پر وہ تمام غیرات تھے جو بچوں پر چھوئے کی حالت سے دیکر کولت ہاتھ میں نہیں رہے جو ان ہونے پھر حیا پاؤ یا نبی انخطا طرح ہوا اور یوں تردید الوہیت کی۔ اور اس کا اعتراف مفسرین کو بھی ہے دفعہ اول اللہ الخسافۃ الملتذاتۃ الدشاکہ علی انہ بمفضل عن لایہیۃ ارضیٰ ہن لوگوں نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان باتوں کو صرف ہر آدمی کے معجزہ ہونے کے ہی ذکر کیا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے حضرت یحٰی اور ان کی والدہ کے متعلق لکھا تھا کہ لا ذکر کیا کان یا کلامہ عن الطعام (۱۰۰)۔ جس میں مراد نقلی الوہیت ہے۔ ورنہ کھانا تو ساری دنیا کھاتی ہے حضرت مریم کے آپ کے حل میں لینے کا ذکر کیا۔ ورنہ کے ساتھ چنے کا ذکر کیا یہ سب کچھ عام طور پر ہوتا ہے۔ غرض یہ سب کہ یہ خدا نہیں ہو سکتا اور حمل اور بچہ کے ذکر کی اصل خوش ہے کہ خدا تعالیٰ پر یہ غیرات نہیں آسکتے۔

کھانا کھانے کے ذکر
نقلی الوہیت

۳۲۷ جس طرح حضرت ذکر یا کو باوجود دعا کے اور اس مقرب کے کہ اس کی دعا نہ ہوگی بیٹے کی خوشخبری ملی تو ان کا خیال فوراً طرف گیا کہ اس قدر حادث کے باوجود کہیں بڑھا ہو گیا اور یہی عورت یا بچہ ہے۔ چنانچہ ہر گاہ کہ اس طرح اس طرح حضرت مریم کو جب بیٹے کی بشارت ملتی ہے تو وہ متحیر ہوتی ہیں کہ کچھ پیدا ہو گا یا کس طرح ہو گا جب باپ بھی ایک مرد کے ساتھ متعلق نہیں ہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک ہی جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے کہ اسے یا جو چاہتا ہے پیدا کرے گا۔

حضرت یحٰی بن زکریا
مقام میں رہا کہ اس
مہیا بیت کا حصول
ہے۔

جیسا کہ حضرت یحٰی کی پرورش بن باپ مانتے ہیں اور مسلمان بھی جوں ایسا ہی مانتے ہیں مگر یہاں یوں مریم کی ایسے لوگوں جو بن باپ نہیں مانتے اور مسلمانوں میں بھی۔ ان ان دونوں میں ایک فرق ہے۔ اگر فی الواقع حضرت یحٰی بن باپ پیدا نہیں ہوئے تو اس سے مسلمانوں کے کسی عقیدہ میں فتنہ ہو رہی نہیں آتا کیونکہ ان کو بن باپ پیدا اندہ انسانوں کے عقاید میں داخل نہیں۔

وَعَلِمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

۴۶

اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات

لیکن مسیحائیت کی حالت کی جیسا دی انظر مانتی ہے اگر ثابت نہ ہو سکے کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ کیونکہ اگر وہ بن باپ نہ تھے تو
 روح القدس سے حضرت مریم عالمہ تریش دریم میں الوہیت تھی دیکھا رہے تھے واپس حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہوا جو مسیحائیت کو
 بیچ دین سے اٹھا ڈالتا ہے۔ اور اسلام کا اس سے کچھ نہیں بگڑتا۔ ایک مسلمان حضرت مسیح کی نبوت کا اس صورت میں بھی قائل ہے
 کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے ہوں اور اس صورت میں بھی کہ بن باپ پیدا ہوا ہوئے ہوں۔ وہ صرف اس قدر دیکھ لے گا کہ قرآن کریم نے
 کیا فرمایا ہے یا بنی کریم صلعم کی احادیث سے کیا ثابت ہے اگر ان دونوں میں بن باپ پیدا ہونا مذکور ہو تو وہ ان لیگا ورنہ نہیں
 دبی اگر وہ بن باپ پیدا ہوئے ہوں تو اس سے ان کی کوئی غضبناک ان انبیاء ثابت ہوتی ہے جو باپ سے پیدا ہوئے۔ کیونکہ بنی
 حضرت آدم اور ابی بن باپ پیدا ہوئے اور بائبل میں ملک صدق کا ذکر موجود ہے جسے باپ بلہ ان تھا دیکھو جو بنی
 تو اس صورت میں یہ قیاس حضرت مسیح سے بھی افضل تھوے مگر یہاں تلال ہی غلط ہے کہ بن باپ پیدا ہوا ہے انسان جو بنی
 ملا وہ ان ایک مسلمان یہ بھی نہیں مانا کہ حضرت مریم روح القدس سے حاملہ ہوئی تھیں۔ اگر وہ بن باپ بھی پیدا ہوئے تو حضرت ایک
 جو بقدرت خالقیت ہے کہ حضرت مریم میں دونوں قسم کی طاقتیں دکھائی تھیں بلکہ جو بھی کوئی نہیں اس لئے کہ جو بزرگ کے لئے بھی
 ضروری ہے کہ اس کی شہادت ہو کوئی دیکھے والا اس کا گواہ ہو گا نیز خداوند کے لئے ہونے کی کوئی سوائے مریم کے کوئی دوسرا
 ہی نہیں سکتا ہے کہ امت یا معجزہ کیا ہوگا پس ہم نے صرف اس قدر درجہ سے قرآن شریف یا احادیث نبوی سے اس بارہ میں کیا مسلم
 اب اللہ تعالیٰ خود فرمادے کہ اس لئے نسل انسانی کے لئے یہ قانون بنایا ہے۔ ثم جعل نسله من مصلۃ من ماء مهین (تفسیر)
 یعنی آنقریش اول کے بعد اس کی نسل کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔ اور فرماتا ہے اَنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نطفۃٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ (۱۲)
 ہم انسان کو مرد و عورت کے لئے جوئے نطفہ سے پیدا کرتے ہیں پس جب تک اللہ تعالیٰ بالیقین یہ دفرائے کہ کیسے کو کہے۔ اسے اس قانون
 کے خلاف یا انگ رنک میں پیدا کیا تھا اس وقت تک یہی ماننا ہوگا کہ وہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے وہ اسی رنگ کے تھے
 یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کوئی سوال نہیں کلاس کو ایسا کرنے کی قدرت ہے کہ انہیں اس کو بغیر باپ چھوڑ کر اس باپ دونوں کے
 بغیر پیدا کرے کی قدرت ہے سوال صرف یہ ہے کہ قرآن شریف سے یا حدیث صحیح سے ثابت ہوئے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو بغیر
 کے پیدا کیا۔ اور جب وہ خود ایک قانون بتا کر ہے تو جب تک خود ہی دفرائے کہ فلاں معاملہ اس میں ہے اس قانون کے خلاف یعنی
 قدرت کا انکار دیکھا یا اس وقت تک خود بخود ہر کسی امر کو اس قانون کے خلاف سمجھ لینا جائز نہیں پس اگر کوئی شخص قرآن کریم کا
 سے نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہوا تو تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ ایسا جسے میرے نزدیک پیغمبر افعال خدا کی جیسی
 خدا کو مسمیٰ اس لئے کہ اس قدر اہمیت نہیں دیتا مگر تاہم میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ بنی عیسیٰ سے جو کوئی نشانہ قرآن
 اس کو ظاہر کرے۔ حضرت تدری بن باپ والا یا بن باپ ماننے سے ہمارے دینی اعتقادات یا ہمارے عمل پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہوتا
 کیا ان الفاظ کو کسی شخص یا جماعت سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے۔ بلکہ کسی شخص یا جماعت کا ذکر یہ کہنے
 بننے نہیں چڑا اس میں آئندہ کو کوئی ذکر نہیں لیکن کیا جانتا کہ ہر ایک صورت جانتی ہے کہ بنی عیسیٰ کا خاندان سے ہوتا ہے مریم کو دیکھنے
 کی کیا ضرورت پیش آتی ہے اس لئے کہ حضرت مریم میں بنی عیسیٰ اور انہیں ابھی علم بھی تھا کہ ان کا خلق ہونے والا ہے
 قریم و بیکل میں شیک تحریف جوئی ہے لیکن انہوں کی چٹکیوں میں بنی عیسیٰ کچھ صراحت موجود رہی ہے۔ اسی طرح بائبل و انہوں
 میں جس بات کو تو بن کریم نہ جانتے اس کے ذکر سے ان کی ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں اب انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کے ساتھ

بن باپ پیدا ہونے
میں جو غلط فہمیمسلمان ہر ایک
الافظ کا علم بنیانہوں کی بنی
تسلیم نہ کیا کہ وہ
خدا ہے

قدرت کا سائل نہیں

مس بشر

قریم و بیکل کی
بنی عیسیٰ کا

وَالْتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ

اور انجیل سکاتے گا ۴۳

یہ سنا کا حقیقہ زہیت کا تھا۔ اور اسی حقیقے سے آپ کے ہاں بہت سی اولاد بھی ہوئی ذیل کی جاتیں قابلِ غور ہیں۔

یوسف کا سرخ سر
یعنی زہیت اور اس کا
چہرہ

”پس یوسف..... زہنی پوری کر اپنے ہاں سے تا یا اوس کو زجانا جینگ وہ دیشا جیتی دوستی ۱۲: ۲۴ و ۲۵)۔ تب وہ بھیڑے کیڑے
تھا تو دیکھو اس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اس سے باتیں کرنی چاہتے تھے کسی سے اس سے کہا دیکھ تیری ماں باہر کھڑے بھائی باہر
کھڑے ہیں اور تجھے باتیں کرنی چاہتے ہیں دوستی ۱۲: ۲۴ و ۲۵)۔ کیا یہ بڑھئی کا میا نہیں؟ اور اس کی ماں کا نام مریم اور اس کے بھائی یوسف
اور یوسف اور یحییٰ اور یونس اور یسٰی؟ اور کیا اس کی سب بھینیں ہمارے اہل نہیں؟ (دستی ۱۱: ۵۵)۔ بہنوں کے لئے جس کے صیفہ سے نکلتی
ذیل سے یہ صاف اشارہ لے لیا کہ آپ کی قیاس میں آپ کی قیاس بعض مفسرین نے اس حدیث کو یوں ماننا چاہا ہے کہ وہ کھتے ہیں
یہ یوسف کی پہلی بیوی کی اولاد تھی اور حضرت مریم کی دوسری بیوی تھیں۔ مگر ایک طرف تعلق زہیت کا حضرت مریم اور یوسف میں موجود
ہونا خود ناچل سے ظاہر ہے۔ دوسری طرف ان کے ساتھ بھائیوں کا آنا صاف بتا کہ یہ ایسا ہی ان کی اولاد تھے سو نتیجہ بھائی بھرتے
تو مریم سے ان کا کیا تعلق تھا؟ ہمیں یہ بھی سوچنیہ بھائی کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا اور جب لفظ بھائی مستلماً استعمال کیا جائیگا تو اس
مراوضتی بھائی لیا جائیگا پس یہ پہلی شہادت صاف بتاتی ہے کہ حضرت مریم کا حقیقہ زہیت تو یوسف کے ساتھ ضرور تھا اور اس تعلق سے
اولاد بھی پیدا ہوئی اور اگر ایک طرف لے لیجئے سنی ہنسا اس وقت کے بعض شریکے ماننے نہیں تو دوسری طرف تاریخی ثبوت کھلا کھلا
موجود ہے کہ اسی میں بڑی کے تعلقات حضرت مریم اور آپ کے شوہر میں رہے۔

حضرت کی شاد سے کہ
حضرت سے مراد حضرت
مریم ہیں نہ کہ دوسرے
کسی۔

ذاتی احصائت قرآن ۱۱: ۵۵ (۱۹۱۰ء) سے لے کر اس کے خلاف دلیل نہیں پڑی جا سکتی۔ کیونکہ احصائت کے معنی قدر کا
ہیں آگے جیسا کہ اپنے مقررہ دیکھا جائیگا۔ حدیث ایک بھی ایسی نہیں ملتی کہ یوسف کے زمانہ کو حضرت یحییٰ بن باپ پیدا ہوئے
بلکہ آپ کی جو گفتگو وفد بزرگان کے ساتھ تھی ہے جن کو اس دور میں ۳۰۰ میں نقل کر چکا ہوں اس میں بھی کہ یوسف کے یہ صاف الفاظ ظہور میں
السمتع تعلعن ان عیسیٰ جلہ امہا کا کائن الخ لہذا کیا ترجمہ نہیں جانتے کہ عیسیٰ کو اس کی ماں نے حمل میں لیا جس طرح عیسیٰ کو
حمل میں لیا کرتی ہیں۔ اور دوسریوں کو اپنے خاندانوں سے ہی حمل میں لیتی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر صاف بتاتی ہے جب عیسا بن نے
یہ سوال کیا۔ وقالوا لہ لایکون ولدنا لا دھیشہ ابامہ کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہو تاکہ
السمتع تعلعن انہ لایکون ولدنا لا دھیشہ ابامہ کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹا نہیں مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہو تاکہ
اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہ بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ کا باپ انسانوں میں سے ہی کوئی نہ کہ وہ اس کی شکل انسانوں سے عیسیٰ ہے
اگر حضرت یوسف کے اس بات کو ظاہر نہ کرتا تو وہ بغیر باپ کے پیدا ہوتا تو جیسا کہ کٹر مفسرین نے لکھا ہے یہاں سے کہ وہ آدم کی بیوی
بن باپ سے یا کہ اس نے پیدا ہوا ہے۔ پس یہ نام اس امر اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن کریم حضرت عیسیٰ کی پیدائش بن باپ بیلانی
کرتا اور لے لیجئے سنی ہنسا آئندہ مس ہوشے مان نہیں ہوا۔

۴۳: ۴۴ و یعلیہ الکتاب..... پس جس پر عطف ہے کسی نے کہا کہ یسارک دایت ۴۳) پر عطف ہے بعض نے کہا آیت ثانیہ
میں عطف پر عطف ہے یعنی کن الذلک اللہ یخلق ما یشاء ویعلیہ الکتاب..... مگر صحیح یہ ہے کہ جو اسرافہ سے اور داؤد اسراف
کے لئے ہے جو ابتداء سے کلام میں آجاتی ہے گویا یہ الگ کلام ہے۔

کتاب

الکتاب سے یہاں مراد کتابت ہے یعنی فاتحہ سے لکھنا اور ثبوت معنی بھی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں حضرت مریم کے
چار چیزوں کے سکھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ تعلیم کے معنی میں بیان ہو چکے ہیں جہاں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو علم

وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ

۴۸

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول دینا یا گیا۔ ۴۸

حضرت عیسیٰ کی تعظیم
کے لیے یہ آیت

دینا اور علیٰ ہر ہونے والا ہے۔ ایک جو ذریعہ وحی دیا جائے۔ اور مروجہ ذرائع سے انسان حال کر تائب ہوا، خدا تعالیٰ اسے دے گا۔ بنی اسرائیل پر انبیاء کو بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ یہاں کہیں کہیں تعلیم مقصود ہے بعض نے کہا ذریعہ وحی بعض نے کہا ذریعہ توفیق و ہدایت جو علم کتب کے لئے دیا ہے۔ مگر صورت اول صحیح نہیں اس لئے کہ کتابت بنی لکھنے کا علم تو عمومی طور پر حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی قوت کا علم ذریعہ استاد حضرت مسیح نے حاصل کیا جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے۔ ہاں یہ جو کہتا ہے کہ کتاب سے مراد جو کتاب آجی ہو۔ تو صورت میں کتاب اور حکمت اور توفیق و انجیل کا علم دینے سے مراد ان کا فہم ذریعہ وحی یعنی دینا اور وہ اس میں بھی کوئی چیز نہیں کہ ان چار چیزوں کا علم الگ الگ طریق پر دیا گیا ہو یعنی کتابت اور توفیق کا علم تو اسباب عمومی سے ہوا۔ اور حکمت یعنی فہم اور انجیل کا علم ذریعہ وحی دیا گیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت میں اس کو پہلے پر عطف قرار دے کر مصلحہ مقدمہ بنا گیا ہے یعنی وہ مصلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ اسے بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا دینا اور وہ یوں یوں کہے گا۔ مگر اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ صاف بتاتا ہے کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کر رہے ہیں چنانچہ ان سب اقوال کے بعد فلما احسن عیسیٰ منہم الکھضر قال من اضلک الی اللہ جس سے صاف معلوم ہوا کہ در بیان میں اسے ان نام واقعات کو جو حضرت مریم کے آپ کو کل میں لینے جتنے چکے ہیں خود وحی آپ کو پہنچے وہ چیز کے متعلق ہیں کہ کو دیا گیا اور بعض ان واقعات کا ذکر سورہ مریم میں جو اس سے پہلے کیا تھا ملتا ہے۔ آج بھی چکے، اور اس زمانہ کا ذکر شروع کر دیا ہے جب حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور تقدیر عبادت یوں سمجھی جائے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو کر مبلغ روحانی پہنچے تو ان میں بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اسی وقت کو دیکھ کر بعض مفسرین نے بھی فلما احسن عیسیٰ منہم الکھضر کے کچھ کچھ یاد کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیا کام شروع ہوتا ہے جو کام ملائکہ میں اور اول نہیں اور تقدیر عبادت یوں نکالی ہے کہ عیسیٰ کی افشاء اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰ میل یعنی جب عیسیٰ آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی دیکھا کہ رسول نے بنی اسرائیل کی طرف۔

حضرت عیسیٰ کا شرف
بنی اسرائیل کی طرف
بشارت ہونا

اس وقت پر قرآن کریم نے بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رسول تھے جس زمانہ میں بنی اسرائیل کی پشت پوئی اس وقت عیسا کی مذہب ہست سی قوموں میں پھیلا ہوا تھا۔ یا تاں تک کہ عیسا کی بعض اقوام عرب کو بھی عیسا کی کر چکے تھے اور باقی کو کرسے کی کوشش میں تھے کوئی شخص عیسا کی مذہب کی حالت کو دیکھ کر گزرتے نہ کہہ سکتا تھا کہ حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر نہ تھے بلکہ جب اہلیت پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل پیغام حضرت مسیح کا بنی اسرائیل تک ہی محدود تھا چنانچہ تیسری میں ذیل کا قصہ جو ایک کنعانی عورت کے متعلق لکھا ہے صاف اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ وہ دیکھ کر ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہا کہ اسے خداوند ان داؤد و ہجر پر رحم کر۔۔۔۔۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوتی ہوں میریوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ مگر اس نے اگر کسی کو یہ کہہ دیا اور کہا اسے خداوند عیسیٰ کو اس سے جواب میں کہہ دیا کہ وہ کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دیتی تھی میں اس نے کہا ہاں خداوند عیسیٰ نے کہہ دیا تھا میں اس سے کھاتے ہیں جو ان کے مالوں کی چیز گرے ہیں اس پر عیسیٰ نے جواب میں اس سے کہا اسے عورت تیرا بیٹا یا ان سے جیسا چاہتی ہے تیرے لئے دے دیا ہے ہوسدقہ ۱۱۰۔ ۱۱۱

۱۱۲ اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے اور کسی کے پاس نہیں بھیجے گئے۔ ہاں وہ درود ہوا اتنے مہربان ہو سکتے ہیں کہ جو وہ فی کس نہ کھائیں وہ کتوں کے آگے چھینکی دیا جائے اس لئے جب یہودیوں کے آپس میں ہمدردی ہو

دوسری قوم کو
قبول کرنے کے لیے

فَاتَّخِذْ فِيهِ مَكَانًا لِّبَنَاتِكَ لِيُزَيَّنَّ لَكَ

پھر ان کے اندر بیٹھنا ہوں گی وہ اللہ کے حکم سے اُٹھنے والا ہو جائیگی۔

طین

الطین طین اس نئی کھٹے میں جس میں پانی ملا ہوا اور اگر اس سے پانی کا اثر جائے گا تو اس میں کبھی اس میں کما جائے گا، دن، قوت کریم میں نئی انسان کھٹیں سے ترمیم کیے۔ بالقرآن وہ ہستیاں جو جن کے نام سے سرسبز ہیں ان کی پیدائش ناریتی آگ سے بتائی گئی ہے۔ نسبت دوسرے عناصر کے طین یا مٹی میں ان کی قبولیت کی استعداد بہت زیادہ ہے۔

حیثہ

حیثہ

طائر

حیثہ حیثہ اس حالت کا نام جس پر کوئی چیز خواہ وہ حالت محسوس ہو یا عقلی دفع یعنی وہ اس سے اس کا علم حاصل ہوتا ہو یا عقل سے۔ اسی مادہ سے وہ بھی لٹا من، اماننا رسول اللہ (کف)۔ اے نبی پیشی مکوں میں اہم کو مقررہ رکھو، الطیر طائر ہر ایک جانور کہتے ہیں جو پر رکھتا ہے اور اس میں اڑنے سے اوسطاً تریب یعنی علیٰ مرتبہ میں آیا ہے، طائر انسانا الزمنا طائرہ فی حقہ دفع، اوسطاً انسان کا وہ طرے جو طائر میں اس کے لئے مقرر ہوا حاصل ہے فی علم اللہ حاکم اللہ (د)، اور طیر طائر کی طرح طیور آتی ہے۔ اور حدیث میں آگے آیا توئی حاکم پر بھی عقلی و عقلی طائر جہاں طائر کی طرح رہا کرتی ہے۔ لیکن حاکم من کلہ اوجہا تریحی فی حاکم اوجہا تریحی اذ لا عقلی و عقلی قدامہا و تقاضا ماضی من خیر و شرا دل یعنی ہر ایک حرکت کسی کلام کی یا کسی جادہ سے دئے امر کی طائرہ ترے اور میں علی عقلی طائر کہنے سے خفا ہے کہ وہ ایک ایسے قدر یا اندازہ کے جو چلا جاتا ہو اور اسی قصداً کے جوگز رہی ہو پس پیس۔ و ان کریم اور حدیث سے یہ شایں طائر کے مٹی پر یہ دکھانے کے لئے بیان کی گئی ہیں کہ جہاں اس لفظ کا استعمال ایسے معنوں پر کیا گیا ہے جو پہلے لغت میں موجود تھے۔

نظر

نظر نظر کے معنی دیکھنا ہیں۔ روح کے ساتھ بھی یہی لفظ آتا ہے جو جیسے آدم کے متعلق و لغت فیہ من ریح (نظر) ۱۰۹ برائش کے متعلق و لفظ فیہ من روحہ (السمیۃ) ۹۰۔ دیکھ کے متعلق لفظ فیہا من روحہ (الانبیاء) ۱۰۱۔ جہاں بصری کے لفظ نظر یا ہے وہاں لفظ روح مراد میں بلکہ بعض پر کہتا ہے خرافہ عقلی میں پر ہو یا بصر استعارہ جیسے قال لفظو حق اذ بصرہ نارا (الانکشاف) ۹۶۔ جہاں آگ پر کہتا یا آگ کا جو نام ہے۔ یا لفظ فیہ حدیث میں جہاں لگے یہ کہتا یا لگے جہاں مراد ہے اور لفظ نظر کا استعمال بطور حقیقت و بطور استعارہ احادیث میں بھی ہوا ہے۔ اذہ فی حق الطیور الشراب یا فی میں جہاں بصر سے آپ نے منع فرمایا۔ کہ کہ اس کے اندر عتک یا فی کے اندر جہاں ہے اور کراہت کا موجب یا بعض امراض کا موجب ہوتا ہے اور ایک حدیث میں آگے اذہ فی حق اللہ من لفظہ لفظہ جہاں نفع سے مراد شیطان کا عقلی طور پر دیکھنا نہیں بلکہ روح شیطان کا انسان کے اندر یا جہاں وہ روح شیطان اسکیا ہے چنانچہ لفظہ کی تشریح میں حدیث سے کہہ کر کہ ہے (د) یعنی اسکیا شیطان کی چونکہ یہاں لفظ نظر کے ساتھ روح نہیں اس لئے لفظ روح میں مراد دینا نہیں جیسے یہ اس کی ترمیم کا ایک نفع ہے جیسے حدیث میں، یکے نفع کا ذکر ہو کہ وہ ایک شیطان نفع سے شیطان کا نفع کرنا اپنی ناپاکی یا کر کا دوسرے میں دیکھنا ہے اور بھی کا نفع کرنا اپنی پاکیزگی یا خیر یا برائی کا دوسرے میں نفع کرنا ہے۔

یا فی یہ معنی کی بات
ہو کہ شیطان کا نفع

بإذن اللہ

بإذن اللہ۔ اذن کے معنی کیلئے دیکھو ۳۳ اگر اذن میں شیت پانی جاتی ہے۔ گزشتہ سے اس صورت میں کیا مراد ہے اس سے ظاہر کہ انسان کے ایمان نہ رہے بلکہ باذن اللہ ہوگا کہ یہ جیسے و ماکا فی نفس انہ تو من الا باذن اللہ (روض) ۱۰۰۔ اور میں کی ترقی کرے بھی و منہم سابق بلکہ یہاں باذن اللہ دعا ۳۲۔ شیت کے ہونے سے جیسا کہ ماضی نے لکھا ہے مروی ہے کہ چونکہ ان کے توحید کا بیدار کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پس جو کچھ انہ توحید قبول کرتے ہیں وہ بھی باذن اللہ ہی ہوتا ہے اس لئے جب تک اس کی شکل کے اور اس کو دیکھتے تو اس پر بھی باذن اللہ کہہ یا جائیگا۔ جو اس کا یہ نشانہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے کہ اس پر باذن اللہ سے یہ چیز ہوتا

وَأَبْرِي

اور اللہ کے حکم سے

کو کوئی خاص امر ہے جو اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا تھا۔ حضرت یحییٰ کو اس کے اپنی طرف سے اعجازت دیدی تھی اور اس لئے اس صفت میں وہ اللہ تعالیٰ کی خاص اعجازت سے شریک ہوئے۔ درست نہیں۔ اذن کے کلمہ شیت ضروری ہے اور اس کی شیت کے یہ خلاف ہے کہ اس کی مخلوق اس کی کسی صفت میں کامل طور پر شریک ہو۔

مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی پر دنیا پا کر نہ تھے اور دشواری یہ کہ اپنے سوائے چھانڈ دے اور کوئی جانور بیانیہ نہیں کیا (دراہم) اب اگر دو گواہ جو گئے ہیں، بین حیر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے اپنے ایک بھائی کو بلایا کہ میں اس سے پند بناؤں گا تو انہوں نے کہا کہ کیا تم پر ایمان کر سکتے ہو عیسیٰ نے کہا ہاں۔ تب عیسیٰ نے ایک بچہ کو بلایا کہ اس میں سے جو کچھ تو وہ بچہ بچہ اور دوسری روایت کی روشنی میں سے ایک انوکھی چیز ہے تھا۔ ادنیٰ منزل کے لئے کھانا کر چکا تھا ذرا کچھ تو سب پر ایمان لانگے، اس لئے حضرت عیسیٰ نے چھانڈ دیا تو پتا چلا کہ عیسیٰ نے اپنے لڑکوں کو دوسری طرف بھی دھکیل دیا تھا، اگر کوئی چیز عزت نہیں رکھتا جاتے۔ لیکن وہ سب کہتے ہیں کہ ان بطریق دام الناس یظلمون الیہ فاذا غاب عنہم سقط علیہم الذکر وبعث خلق اللہ تعالیٰ بلاءاً (یعنی وہ انسان تھا بے شک اور گتہ دیکھتے رہتے تھے تب غلو سے غائب ہو جاتا تو قوم ہر گز اٹھ نہ اٹھا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بلا واسطہ میں اور اس خلق میں غیر سے لیکن سوال تو یہ ہے کہ جب غلو سے غائب ہو کر لڑکوں کے نزدیک تو خدا کی خلق میں اور حضرت عیسیٰ کی نفس کوئی چیز دوسری کچھ کر لیکن کافحہ سے معلوم نہیں کہ عیسیٰ میں جب بھی دوسری نبوت کی عیسیٰ اس حجاز کے دھکے لے کر آ گیا اور حجاز دھکایا اور اسی طرح لڑکوں کو جاننا ہے۔ اب اگر حضرت عیسیٰ کی افواج پر نہ جانتے تھے تو وہ حال سے خلق میں اس کا وہ پروردگار سے پروردگار کی طرح جاننا پروردگار میں مل کر جاننا ہے جو گئے۔ اور بعض پروردگار کی شکل تو بن جاتی ہوئی۔ اگر ایک تاشک کے طور پر ایمان کا لائے ایک کی نظر ہو گا۔ اور پروردگار کی کشتی رہ جائے گی جس سے دوسرے خیال کی تائیدیں وہ سب سے دوسرے سے اور اسی کا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جیسی جہاد کو ہم نے بھی کیا۔ قریب یہ کہ عیسیٰ صاحب ہم سے کو ایک اصول کے تحت لاکھ لاکھ بات کے قانون کے منکس ہیں اس پر کھٹ کر کہتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ کیا کوئی شخص اس افواج خدای مخلوق میں غلو سے جہاد کر سکتا ہے گو وہ خدا کے ان سے ہی اس کو اسے اور گویا وہی ہے اور یہاں پر ایک ایسا جہاد ہے۔

حضرت مسیح موعود کا پورا
ایک جلد کا مجموعہ

ظنی اشیا برخاصه
صفات پاری و

وَالْأَبْرَصَ

اور بصری دیکھو اچلا کر ہیں

انھوں اور بہروں کا ذکر ہے تو مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی آنکھوں اور کانوں سے کام نہیں لیتے۔ ہادش کا ذکر ہے تو مراد وہی آدمی کا نزول ہے تاہم یہی کا ذکر ہے تو حالت مراد ہے۔ دوسرا دشنی کا ذکر ہے تو زبان مراد ہے۔ آئی طرح چار پاؤں کے کسی قوم کو نہایت ہی تو مراد خبر سے کام لیتا یا نہیں یا تو بچھکے رہ جاتے کسی کو اگر کھانا تو مراد ہے کہ کچا کھائیں اس سے بڑھی ہیں وہ ایک بوجھ کے طور پر ہیں لیکن انسان جو ان سے فائدہ حاصل کرے ہے وہ خدا کی قوم کو بند رہنا یا تو مراد ہے کہ وہ اچھے خیال کی تعلیم لے کر تہذیب میں گمراہیت ان میں کوئی نہیں۔ اس طرح ہر دیکھنے میں کوئی کچھ جانتا نہ دوسرے کا فائدہ حاصل ہے وہ پرہیزگار یا نہیں سے اوپر آتا ہے پس یہ بصری کا لفظ کسی شے کے کلام میں بطور استعارہ استعمال ہو جیسا کہ اس اوپر ثابت کر چکا ہیں کہ یہاں سوائے استعارہ لے کر چارہ نہیں تو استعارہ میں اصل ذکر اسباب لایا گیا تاہم یہاں کوئی بھی نہیں سے اچھکے پرہیزگار نہ جیسا کہ کسی کے متعلق فرمایا اخطا الی الاوض وہ زمین کے ساتھ لگ گیا مراد ہے کہ زمین کی چیزوں کی طرف تامل ہو گیا مراد یہی طرف کی قوم نہ زمین پس رنگ استعارہ یہاں بصر سے مراد ہے لوگ ہیں جو زمین اور زمین پر چیزوں سے اور اٹھ کر کسی طرف ہڑا کر گئیں اور یہ باطل سے بھر جاتی ہیں اس کی سستی ہے اگر کچھ بھی کے نفع سے انسان اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ زمین کی حیالات کو ترک کر کے عالم روحانیت میں پردہ کرے۔

فصل طبر کے اس بیماری سے متعلق ہر کس سے اصل جملہ کی پیش بردہ اور یہیں جب تک ہر شے میں شے ہوتے ہوئے نہ ہونے کے چارہ نہیں۔ اور لفظ طبر بطور قرآن کریم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہیں میں بھی متعلق حالات کے انداز میں کچھ لکھنی کہ میں سوائے اس محاورے کے کہ کوئی کچھ نہیں اور یہ بھی نہیں ہے جس پر کوئی نہیں بلکہ احادیث میں مذکور کہ اہل سے اہل مقام روحانیت پر پہنچ چکے ہیں طبر میں ہر دیکھ شہادت دی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ بصر میں ہر دیکھ کی شکل میں ہر دیکھ میں ہے چنانچہ صحیح مسلم میں اس حدیث سے ہے ان ارواح الشہداء فی اجاف طبر خضر شہید کی روحیں ہر دیکھ کی شکل میں ہیں اور ابن ماجہ میں حضرت ابن مسعود کی روایت سے ہے ارواح الشہداء عند اللہ تعالیٰ طبر خضر یعنی شہید کی روحیں اللہ تعالیٰ کے اُن ہر دیکھ کی طرح ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ شہید کی روحیں ہر دیکھ میں ہیں اور یہ بھی ہے کہ شہید پر نص ہے۔

پس احادیث میں اس صراحت سے کہ ہوتے ہیں یہاں طبر پر ہر دیکھ سے مراد شہداء کی قسم کے لوگ نیست یعنی ایسے لوگ جو عالم روحانیت میں پردہ کرتے طبر ہوں یا سبلی تعلقات سے بند ہو کر ان کے تو میں مطابق فائدہ قرآن کریم معلوم ہو کر ہے۔

اس استعارہ کو نوکر دیکھتے ہوئے باقی الفاظ کی تفسیر میں کچھ شکل باقی نہیں رہتی حق کے معنی اندازہ کرنا نہیں بلکہ انسان کیسے آتے ہیں وہی یہاں مراد ہیں طبر کا لفظ استعمال کے دیگر میں فرما رہا ہے کہ چاہتا ہو کہ طبر میں خزانہ ہر دیکھ کی استعداد زیادہ سے نفع سے اور نفع روحانی ہو یہی اور دلائل دی جا چکی ہیں پس اب اس سبب کہ اہل اخلاق کو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ دیکھنا طبر لایا اللہ سے مراد استعارہ ہے کہ یہ ہماری حضرت مسیح سے ہے نفع روحانی کا ذکر کرتے ہیں جس سے وہ استعداد میں جھینے لگے ہیں وہ سے قبولیت کے استعداد زیادہ ہو گئی ہیں ان کا وہ طبر کی کیفیت پر بارزادہ کرتے ہیں۔ اور ان کے اندر بند خالی پیدا کرنے کی جڑ دیکھتے ہیں اور زمین سے ان کے تعلقات کو کرنا چاہتے ہیں پس وہ ان کے اندر کچھ نفع روحانی کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے شے وحییت نفع روحانی ہی کہتے ہیں۔ اور نفع روحانی سے قابل استعدادوں کو اہل مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔

۱۳۳۱ھ - سورج کے سلطان چھبٹ کہا جاتا ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے سامنے غلامی ہیں وہ تارک ہو گیا یہی ہے حق تعالیٰ کا وہ ہے اور کچھ اس نام سے کوئی کہتے ہیں جو ان کے پیٹ سے اندھا پیدا ہو اور بعد میں جس کی نصارت پر نہ رہا یہی کہ کوئی کہتے ہیں اور اس معنی میں یہ لفظ شہداء میں بہت آیا ہے اور اسے الاحادیث میں کہتے ہیں کہ آئندہ وہ ہے جو ان کو دیکھتا ہے احادیث کو نہیں کہتے۔

طبر کے بصری معنی

طبر کا استعمال بطور قرآن و حدیث میں

الکھ

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُم إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

یقیناً اس میں ہتھکڑے لگے نشان ہے اگر تم مومن ہو ۴۳۵

کا مردہ ہے۔ اداس کا اچھا کیا ہے۔ اس مردہ کو جب اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے نور یا ان عطا فرمائے تو اس نر کے ذریعہ سے کچھ وہ لوگ
میں چلتا ہے۔ اداس نہ تنگی کے مقابل اس مردہ کی حالت ہے جو تاریکیوں میں ہی رہتا ہے۔ پھر فرمایا۔ یا اے الذین آمنوا! استغفروا
للہ وللمسلمین اذا دعا علیکم بحیثیکم (الافتاح ۲۴۱) اے وہ لوگو! ایمان دہنے ہو قرآن ہدی کرد اللہ کی اور رسول کی حبیہ و حکم
پائے اس لئے کہ تم کو زندہ کرے پھر فرمایا و ما یستحق الایمان ولا الاموات ان الله لیسمع من يشاء وما انت بمسمع من
القبور (फलطی ۲۳) زندہ اور مردے یکساں نہیں سنا دیجئے چاہتا ہے سنا کرے۔ اور قبروں میں پہلے بوٹے ہیں جن ان کو نہیں سناتے
میں نہ صرف مدح عالی نہ خون کو اچھا اور مدح عالی مردوں کو اموات کے نام سے پکارتا ہے۔ بلکہ ان کو من فی القبور بھی قرار دیا ہے یعنی
اپسے لوگ قبروں میں پہلے بوٹے ہیں ۔

پس جب قرآن کریم مردوں کے اس دنیا میں واپس آئے گا وہ روزہ قلعہ بند کرتا ہے۔ اور روحانی مردوں کو قرآن کریم میں مردہ کی روح کی بات ہے۔ بلکہ انبیاء کا یہ بات آگیا ہے۔ کہ وہ روحانی مردوں کو زندہ کریں۔ تو ہم اسی اللہ کی ماخذ اللہ کے ایک ہی معنی سے کہتے ہیں کہ اللہ کے اذن سے میں روحانی مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں ۝

یہی یاد رکھنا چاہئے کہ دراصل یہ تینوں فتنے یعنی اول ملحقہ طرز، دوم انکار اور اجتناب کشف اور دنیا، سوم مردوں کو زندہ کرنا ایک ہی مطلب کے ظاہر کرنے والے ہیں یعنی نبی کے شیخ سے ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے پھر وہ مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے۔ چوتھی فطرت کے لوگ ہیں جنہی وجہ فرخانیہ راہ کی باد کے استعمار و قبضہ زیست زیادہ سمجھتے ہیں، ان میں دو شیخ راج کا اثر اس قدر جو کہ اس کے زہنی تعلقات متعلق ہو کر وہ باطل خدا کے لئے ہی چربا جاتے ہیں۔ اس سے اولیٰ معاملات ان لوگوں کی ہے جن کو بیاد کرنا یعنی انکسار اور اجتناب ان کی بیاریاں و دودھ پر کھروہ بھیجے چکے چربا جاتے ہیں۔ مگر سب کی مدی حالت ان لوگوں کی ہے جن میں کسی مدی عارفی زندگی مقصود ہو چکی ہے اور وہ مردوں کے علم میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر ان پر بھی نبی کی قوت قدسی کا اثر ہر تہا ہے۔ اور ان کو اگر صرف زندگی دی جاتی ہے۔ اس شخص بہر حال ایک ہی ہے یعنی انسانوں میں شیخ راج کرنا اور تین مختلف چہرے اس کے صرف اس لئے بیان فرمائے۔ کرنا انسانوں کے تین مراتب پہنچنے اس حالت پر جس میں نبی ان کو پاسے، شاہدوں میں بھی دوسرے کہ یہاں ان تینوں کو ایک ہی ذرت قرار دیا ہے۔ اور یوں فرمایا: **اِنَّ قَدْحَ جَنَّتْکُمْ لَا یَا قَہ** من دیکھ کر تم سب کے طرف سے ایک بات لایا یہاں حالانکہ آگے ذکر تین باتوں کا ہے۔ اس سے پہلے اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ حقیقت یہ تینوں باتیں ایک ہی مطلب کو ظاہر کرتے والی ہیں۔ اور تین کی قوت قدسی کا فیضان نبی وہ بات ہے جس کا یہاں ذکر مطلوب ہے۔

[illegible]

اس وقت پر دم تھمے، کیسے نہیں! حضرت شیخ جبرائیلؑ نے باہر لوگوں میں کیا کرتا کرتے تو لوگوں کو بتا دیا کرتے کہ تمہاری ماں سے نکلاں جنہیں ظالم جبر چپا کر رکھی ہے۔ اور اس طرح لوگ عین جاگراؤں کو کنگ کیا کرتے تھے۔ پھر کھسا ہے کیا ایک دن خود پہنا ہے اسے لوگوں کو ایک مکان میں بند کر دیا اور جب صبح اُن کو پکارتے ہوئے تو ان کے منہ کیوں نہ لے کر کہہ دیا وہاں میں نہیں! اور

٥. وَحُكْمٌ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا إِنِ اتَّخَذَ إِلَهُهُمُ بِهِ عَدُوًّا

۱۱۱ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک بات لایا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حکمت کو لکھا ہے اور تمہارا لیے پس کی حجاب کو

سید حارث علیہ السلام پھر جب بیٹے نے من سے کفر محسوس کیا تو کہا کون اللہ کیساتھ میرے مددگار ہیں؟ ۴۳۹ حواریوں نے کہا

سید حارث علیہ السلام پھر جب بیٹے نے من سے کفر محسوس کیا تو کہا کون اللہ کیساتھ میرے مددگار ہیں؟ ۴۳۹ حواریوں نے کہا

اس لئے کس وقت بھی انائیل میں باوجود اس افکار کے کہ قریت کو منہج کرتے نہیں آیا۔ قریت کے بعض احکام کے خلاف چکا
ہو جو ہیں اور ان الفاظ کے کہ قریت کو منہج کرتے نہیں آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہی شہادہ تھا کہ بطور بنیاد وہ قایم ہے کی
لیکن کچھ عقیدہ تبدیل یا ترمیم میں حضرت نماز کے علاوہ ہر کسی اس شریعت میں ختم نہیں ہوتا یہی دلیل انجیل کی اس قسم کی حشرات سے
ظاہر ہے۔ مثلاً یسعیں کے رنگ میں تم سن چکے ہو کہ ان سے کہ کیا تھا کہ خون ذکر لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی
اپنے بھائی یا بھتیجے کو یا وہ عدالت کی منہج کے لائق ہو گا۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کو یا کمال کے گاہ صمد عدالت کی منہج کے لائق ہو گا
اور جو اس کو حق کے گاہ وہ انگ کی جویم کا نزاراد ہو گا۔ (دستی ۲۱: ۲۷۰) اس حکم قریت کہ خون کے منہج بنیاد کا کیا گیا کیل
جو۔ یہی عیسیٰ تم سن چکے ہو کہ کیا تھا کہ زنا کر لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جس کسی نے بڑی نڈے کسی عورت یا بچہ کی وہ اپنے
کالی میں اس کے ساتھ زنا کر چکا۔ (دستی ۲۶: ۲۷۰) مثلاً ترمیم کے رنگ میں یہی کہا گیا تھا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو کھڑے اسے
طلاق نامہ لکھ کر لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو کھڑا لکھ کر کے سو کسی اور بیوی سے چھوڑ دے وہ اس سے زنا
کرنا ہے۔ (دستی ۳۱: ۳۲) یہاں تک کہ رنگ میں تم سن چکے ہو کہ کیا تھا کہ ان کے بدلے ان کے بدلے کے بدلے اور ان کے بدلے کے بدلے کے بدلے
میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریک مقابلہ ذکر کرنا جو کوئی تیرے دل پہنچا کرے اسے وہ سب سب اس کی طرف پھر دے (دستی ۳۲: ۳۲)

اب یہی قدر باتیں لگائیں کہ انہیں حضرت مسیح سے بیان کی ہیں۔ وہ قدرت کے احکام ہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ بنیائے بنی سرگزیل اس اختتام کے ساتھ ختم تھے کہ وہ قدرت کو بدلو دینا وہ شرع تسلیم کرے ہوئے ان ہدایات کی دلیل کریں یا نہیں۔ **مصلح** اعلیٰ اعلیٰ عین الہی اطاعت کرو۔ بتقدیم ہر ایک بنی دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ شوریٰ میں جہاں بہت سے انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ قرآن ہر ایک کی تعلیم میں یہ صبر بھی دیا گیا کہ مسیح نے اعلیٰ اعلیٰ و اطیعون اللہ کا تقاضا کیا کہ وہ اور ہر ایک اطاعت کرو۔ باوجودیکہ شرعیت حضرت موسیٰ کی تھی جس پر حضرت مسیح نے عمل کیا اور ناکار کیا تھا۔ مگر وہ نہیں کہتے کہ موسیٰ کی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ وہ وہ مصلح ہیں اور کسی دوسرے کے مطیع نہیں بلکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاتے ہیں۔ گویا ہرگز بزمز کو ایک بادشاہ کے ہوتے اس کو کبھی صراحت سے دوسری جگہ بیان فرمایا ہے و ما ارسلنا من رسل الا لیطاعوا باذن اللہ (نفساً ۶۸) یہاں حضرت مسیح کا اپنی اطاعت کے لئے حکم دیا ہے جس پر کبھی نہ کہہ کر کہ وہ احکام قدرت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کریں تو ان کی بات انہی ہو گئی اور وہ اس بنیائے روئیں ہو چکی کہ قدرت کے خلاف ہے اس سے یہی معلوم ہوا کہ بنی کی اطاعت جہیز دین ہے ۵

۱۲۹۹ء میں جب کہ حضرت سید علیہ السلام کی تعلیم کا یہاں مختصر بیان کیا گیا ہے، اب بھی ۱۱۱۱ھ میں اس کا وجود ان کی خطرناک حریف کے موجود
 "موجود نہ ہو سکتا تھا کہ اس کے اور صرف اسی کی حمایت کر رہی ہو"۔ کسی قابل تشکیک کی تعلیم نہیں ہو سکتی، اللہ تعالیٰ نے میرا یہ
 پرکار مجتہد کے لئے اس قسم کے قہروں کو کم کرنے کے لئے ہیوں باقی رہنے دیا ہے۔

توبت کی تکمیل کریم
شیخ محمد شایس

حضرت عیسیٰ کا جیسا کہ
کی طرف جانا، اسی طرف

بہارِ نبی کی صلاحیت جزوِ تعلیم
از حیل میں توحید کی تعلیم

محاسب

ج
سورہ کی روایت اور
تفسیر کے ساتھ

صاحب پرچہ

سورہ کی تفسیر کے ساتھ

اذْقَالَ اللَّهُ نِعْمَتِي إِنْ مَتَّوْفِيكَ

جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دیتے والا ہوں ۳۳۳

۱۔ اس نے سچ کہا کہ یا ایک تدبیر کا پلان ڈگر ہے وہ یہ بھی کہ انہوں نے حضرت سچ کو جھٹلاتے نہ تھا یہ نہیں کی۔ اور صرف انہوں نے یہ کہانی سمجھا کہ اس کو مردہوں بلکہ انہوں نے ایک تدبیر کے ذریعہ اسے حکام و قس سے صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی جیسا کہ دوسری جگہ اس کی طرف اشارہ آتا ہے۔ اور جیسا انجیل میں مصلح مذکور ہے +

۲۔ دیکھو اللہ - اللہ تعالیٰ نے بھی کوئی ایک تدبیر کی - یہ ایک تدبیر کی تھی؟ عام طور پر یہ خیال ہے کہ حضرت سچ کو آسان پڑھنا اور آپ کا مشکل ایک دوسری کو ہلکاس کر دینا یہ خدا کی تدبیر تھی لیکن اس پر تین اعتراض پیدا ہوتے ہیں اول یہ کہ ایک شخص کو یہاں دشمنوں کے تصرف سے محال لینا کہ اسے آسان پڑھا لیا جائے یہ کوئی ایک عقلی تدبیر نہ ہوتی۔ دوسری یہ کہ مکر کو اس تدبیر میں لکھا جائے کہ جہاں قس و قور سے خالی ہو جب ایک عوامی لہا گیا اور اسی صلیب کی موت سے ما گیا تو یہ تدبیر تو سخت ناقص ہے۔ سچ تو یہی ہے کہ سچ کے لیے، ان کی جگہ ایک عوامی جاننا دینے سے تھا اسی غرضی سمت میں گرفتار رہا تھا اور اس کے لیے سچ کے اس پیسے کہ یہ وہی کی فرض تو پوری ہو گئی کہ سچ کے کاروبار کا اور تبلیغ کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہی امر سچ اس کی حاکمیت سے حکومت پھر عیسیٰ ناقص تدبیر ہوئی واللہ خیر الما کوین کا لفظ اس پر نہیں بولا جاسکتا۔ اسی تدبیر پر اس کا دوسری جگہ دیکھا جائے یہی کہ سچ کے علیہ السلام کو ایک نہایت عقلی بلکہ تدبیر سے مراد صلیب بجا کر اپنی اپنی اس کی طرف بھیج دیا اور اس طرح پوری کو کشل دہا طرح پر لاکھ مئی حضرت سچ اپنی موت کا کام بھی کرتے ہے اور ایک رنگ میں صلیب کی موت سے بھی بچا دیتے تھے +

توفی بخونہ اللہ

۳۔ متوفیہ: وقفاۃ اللہ اذا قبضت نفسہ دل، قبضہ دوحہ دل، یعنی عہدہ وقفاۃ اللہ کے معنی قبض نفس یا قبض ہیں۔ وقفاۃ اللہ کے کوئی معنی سوائے قبض نفس یا روح کے کسی لغت میں نہیں آتے چہ نگہ ہاں ذریعہ بحث کا لفظ توفی نہیں بلکہ متوفیہ کا ہے۔ سچ میں اس اللہ تعالیٰ خالص اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام اس لئے متوفیہ کہ صرف وقفاۃ اللہ کے معنی بھی سوائے مذکورہ جاسکتے ہیں۔ اور تمام اہل لغت سے وقفاۃ اللہ کے معنی کہ الگ لکھا اور اس کے خاص معنی قبض روح یا قبض نفس دینے ہیں اور یہی صرف لغت سے ثابت ہیں۔ بلکہ قرآن کریم نے بھی صراحت فرمائی ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والحق لودعت فی صناعہا (الانفس) اللہ کا نفس کا توفی کرنا یا موت کے وقت ہوتا ہے اور جو مرتے نہیں ان کی زندگی میں بھی توفی نفس کرتا ہے۔ تیسری کوئی صورت نہیں پس متوفیہ کے معنی سوائے توفی قبض روح کرنے والا ہے اور کچھ نہیں ہو سکتے ہاں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا مراد زندگی میں قبض نفس سے یا موت کے وقت۔ سو اس پر اسے بحث ہوگی +

اس میں شک نہیں کہ توفی دینی سے جس کے معنی پورا کرنا ہیں مگر خاص ابواب میں خاص عبادات میں جا کر جو معنی ایک لفظ اختیار کرتا ہے ان کا معنی قیاس نہیں بلکہ سماع پر ہے۔ اگر لغت کا مراد لکھائے سماع کے قیاس پر لکھا جائے تو یہ سب الفاظ کے معنی سے اہم تھا کہ اسے پس دینی سے معنی باب تکلیف اور اس باب کے اس خاص عہدہ وقفاۃ اللہ میں لکھا گیا اور اس کے لیے ان پر سماع کی شہادت سوائے قبض روح کے جو لکھا ہے کہ نہیں اس لئے قیاس سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ جو توفی کے معنی پورا کر کے اس لئے وقفاۃ اللہ کے معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ نے اسے جسے لیا وقفاۃ اللہ میں صرف نفس یا روح کا لینا اہل لغت کا فیصلہ ہے ادا شام ہلاکت کی قرآن کریم کی حدیث کی علم ادب کی ایک ایسی مثال اس کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی +

۴۔ وقفاۃ اللہ صرف انسانوں پر ہو جاتا ہے نہ دوسرے حیوانات پر اور صرف زندہ پر یا موت پر ہی دل نہیں گئے اور جس طرح مجنون پر ۵۔ اور اس کی قوت قادر مطلقہ کے جاتے رہنے کے وقفاۃ اللہ کا استعمال جائز نہیں حالانکہ تفسیر توفی کے استعمال کی بھی وہ بیان کی گئی

وَرَأَيْكَ

اور اپنی طرف سے

کہ تو تیرا وہ مالک جانتی تھی ہے اسی طرح ہمارے پاس ہے کہ ایک شخص جس نے عصری آسمان پر پہلا جانے کو اس پر ہرے نشت عوب توفاء اللہ کا کار و دو لٹا جائز نہیں اس کے لئے کوئی اور حفظ چاہئے ۔ ماحضت اور قرآن کریم کی اس شہادت کے مطابق ہی امام الشافعی حضرت ابن عباس سے متوفیک کے معنی خود بخود ہی میں سمجھتا ہوں کہ وہی ہے موت دینے والا ہوں ۔

متوفیک پر مبنی
کے قیامت

چونکہ ہمیں اس عقیدہ کے خلاف تھے کہ عیسا نہیں ہیں مرنے والے کی وجہ سے عقلی سے مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گیا ۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تھے ۔ اور وہ سری طوفان کو تڑپا لے ابن مریم کی پیشگوئی کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے قتل لگائی اس لئے ان معجزوں کی کوئی قرینہ نہیں کہ موت کے بعد پھر زندہ کرو یا جو اچانک سے موتی کے اصول کے خلاف ہے جس کا ذکر ۳۳۲ میں ہو چکا اور بعض نے کہا تقدیر میں ہے ۔ اور یہ بات حضرت ابن عباس کی طرف بعض روایات میں منسوب کر دی گئی ہے ۔ حالانکہ امام بخاری نے ابن عباس سے متوفیک کے معنی سمجھنا روایت کرتے ہوئے تقدیر کو ناجائز قبول نہیں کیا ۔ اسی لئے روایت کے اس حصہ کو غلط سمجھ کر رد کیا ہے ۔ پس قرآن و حدیث لغت اور امام الشافعی کی شہادت سب اس بات پر ہے کہ یہاں متوفیک کے معنی موت دینے والا ہیں ۔ اور جن لوگوں نے متوفیک کے معنی حتمی فیصلہ صحت اور مرض کئے ہیں اپنی تیرے وجود کو زمین سے پورا لینے والا ہوں یا اخذ کر دیا بروح کے ہیں تجھے تیری روح کے ساتھ ہر لینے والا ہوں یا موت کو قتل شہداء تیرا دے لے ہیں انہوں نے لغت میں قیاس کو دخل دے کر خود کو بنائے ہیں جن پر کوئی شہادت لغت کی قطعاً نہیں ۔ اسی لئے حق العصرین کو باوجود اس خیال کے بھی اسی طرف جانا پڑا کہ متوفیک کے معنی موت دینے والا ہوں ہی ہیں ہاں انہوں نے اپنے خیال کے قائل رہنے کو یہ بات بے حادی کر کے وقت و قات پاکر حضرت عیسیٰ زندہ ہو گئے تھے ۔ جیسا کہ ابن جریر نے دہریہ کے یہ روایت کی ہے کہ تالی فانی اللہ فیہ عیسیٰ ثلاث سماعات من النہال یعنی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو تین گلابی دن کی مر دہ کیا اور حاکم نے انہوں سے روایت کی ہے کہ ان اللہ فانی عیسیٰ سہم سماعات ثم جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو سات گلابی مر دہ رکھا پھر زندہ کیا ۔ اور بعض نے کہا یہاں متوفیک سے مراد ہے تجھے سلائے والا ہوں اور پھر اس کی وجہ یہ بتانی کہ اللہ تعالیٰ دہریہ عیسیٰ الی السعاء وھو قائم دفقا بہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے نرم معاملہ کر کے کیلئے ان کو آسمان پر زندگی کی حالت میں اٹھایا ۔ پھر آسمان سے وقت ایک امدادی واہ کو لٹی ہو گئی اس کا بھی کہیں ذکر نہ ملتا ہے تھا مگر قرآن شریف نے ایسا ذکر نہیں کیا کسی حدیث میں ہے اور بعض نے کہا کہ یہاں ترتیب مراد نہیں یعنی قتل پہنچ نہیں بلکہ دم کے بعد کہ یہاں چار باتیں ہیں توفی مدہم تظہیر و قیامت قبضہ متوفیک کو اگر اپنی جگہ سے اٹھایا جائے تو پھر اس کے لئے کوئی بھی نمونہ نہیں دیکھ سکتے ہیں بعد از تظہیر سے پہلے اسے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ تظہیر کے بعد پہنچا اور توفی قائلین حیات کے نزدیک ابھی ہوئی نہیں ۔ تظہیر کے بعد اور قیامت سے پہلے بھی اسے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ قیامت بھی پہنچا اور قیامت کے بعد بھی نہیں دیکھا جاسکتا اس لئے کہ اس کا زمانہ قیامت تک متدیر ہے ۔ تو اس صورت میں وفات کو یا بعد قیامت ہوئی یا قبل موت یا بعد موت ۔ پس قیامت سے پہلے ہی قیامت کے بعد ترتیب قرآن کریم نے رکھی ہے وہی درست ہے کہ توفی پہلے ہو پھر تظہیر پھر قیامت حضرت مسیح کی وفات کے نام پر بعض لوگ باوجود اس قیام کے جو قرآن شریف میں موجود ہے بہت گمراہ ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ کوئی نیا عقیدہ ہے جو اسلام میں داخل کیا جا رہا ہے اور سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف اور احادیث میں حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونا آسان ہے کا ذکر ہے ۔ حالانکہ حضرت توفی شریف و حدیث میں جات مسیح کا مطلق کوئی ذکر نہیں بلکہ وہ تو ملکہ آپ کی وفات کا ذکر ہے ۔ اور حیات مسیح پر جملہ امت ایمان لائے ہیں اس کا یہ حال ہے کہ چار انہوں سے ایک امام مالک کھلے خوب وقت مسیح کے قابل ہیں چنانچہ بیان کا عقیدہ متباعد و مجمع ابھار میں صاف الفاظ میں لکھا اور موجود ہے ۔ قال مالک مات ۔ اور ابی بن امامہ میں سے صریح سے کوئی

دفات مسیح

اور مالک کا مذہب
کو صحیح نہ سمجھنا ۔

७।

رفع کرنے والا چوں ۴۴۵

میں نے مسیح کے حقیقہ
عسائی نہ ہو گیا
خاکہ کر تھا رہا ہے

وفاات مسیح پر حدیث
کی شہادت

وَعَمْرُو

الرياض

حیات سے کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ والحاوت کا وقت صبح سے دو عیادت تک۔ پھر وہی فریضیں کیا جا سکیں۔ وقت صبح سے کس قدر مسلمانوں کے اس شہرت یافتہ خیالی سے کہ حضرت صبح علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں خائفہ آفا سے ہیں۔ اور اس وقت مسلمانوں کو یہ لگ کر کہہ کر ہے جس کو تمام رسول روئے قرآن کہنے کے حلق تھے محمد صبح علیہ السلام کا جسم ایسا ہے کہ وہ دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر رہ رہے ہیں، اگر صبح کہنے پینے کے تمام نہیں دیتے تا مگر صبح علیہ السلام کی زندگی میں ہوتے ہیں، اور اس سے جو چیز نکلتا ہے اس کا بخار نہیں ہو سکتا کہ اس وقت میں صبح اٹھنا کھانا کے مصلحت ہوئے ان کے جسم خاکی میں کوئی تفتہ نہیں آتا۔ اور یہ مخلوق نہیں بلکہ خاکی کی صفت لانہ ہے۔ اس لئے صبح بھرے نرالا اور خاکی کی صفات میں شریک ہے۔ اس طرح ہر شخص کی مثال اسی کی ہے، جس کی مثال کسی عیسائی کے آئینہ میں نہیں۔ ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کا حیات صبح کا حیدرہ کافی ہے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں صبح حضرت صبح کا وقت یا قندہ ہو ثابت ہوتا ہے۔ گمان پر اپنے موعودہ پر کھٹ آنیجی آیت نہایت کبھی ایسی اس کو ثابت کر رہی ہے کہ اگر موعودہ کا وقت یا قندہ ہو یا نہیں ہوا اور باقی دھسے دھسے کے جسات ہیں وہ بھی پورے نہیں ہوتے اور یہ بالہات باطل ہے اور یہ وقت کچھ کچھ کلا کی تاخیر آیت کا جواب بھی ہے کہ کون تو کہ مصلوب کی موت مانا جاتے ہیں جو جیسی مت ہے میں ایک تدبیر تین ہی دن کا۔ طبی موت امداد کا علاج پیش میں جان کوئی حدیث روفی حضرت صبح کے زندہ ہونے پر آسمان پر جس حدیثی اٹھائے جاتے ہیں بہت سی احادیث سے حضرت صبح کے وقت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً مشہور حدیث معلیٰ جس میں آپ نے حضرت صلی اور حضرت نبی کو ایک ہی جگہ کہا حالہ اگر حضرت صلی زندہ تھے تو وقت یا قندہ بنایا میں ان کا کیا کام تھا۔ پھر وہ حدیث جس میں صاف یہ نفاذ ہے ہیں لو کہان صلی وہی حسین لہا وصحہ ما لا انتہای اگر صلی وہی زندہ ہوتے تو انہیں میرا اتباع کرنا پڑتا۔ اور وہ حدیث جس میں ہے ان وہی حاضر حدیثی وفاتہ صلی ایک سو بیس برس زندہ رہے اور وہ بات ہے جو کہ کریم صلعم فرماتے ہیں جو نکلے مجھے بتائی ہیں وفات صبح کا حیدرہ نہ صرف قرون و حدیث سے ثابت ہے بلکہ انزال سنت والجماعت کے جائزائے میں سے ایک امام کا کھلا مذہب ہے۔ اوبائی تین غامض ہیں اور یہ حق و ذات صبح کو کرمان مسلمان صلی مذہب کی قوت کو ایسا کوڑھنے کے ہیں کہ وہ مرکز خلاصہ کے قابل نہیں رہتا۔

۱۴۵۵ء (۱۸۷۵ء) - دفعہ کے جاریہ نوہ استعمال پر ویکو م ۹۳ اور ان کے دفع سے مراد بلندی و رعات ہونے پر ویکو م ۳۲۵

۱۔ انسان العرب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں "الواضح" ہے جس سے "ادبہ" وہ جو مومن کو سیدہ بنگلہ دار اپنے اولیاء کو توبہ حلال کرنے پر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء میں اس لفظ کا آٹا سا بات پر دلالت کرتا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کے انشاؤں کو رخصت کرنے کا ذکر ہے۔ وہاں مراد بجنوری درجات اور قرب کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ مذکورہ ایک ہی جگہ سے آشکارہ کسی جگہ بھی ان کو مذکور کیا نہیں امام راضیہ جو چاہتی دفع کے دینے ہیں ان میں سے جو تہنی جیسی شہر کی بھٹی ہوا صادق آئیے گا کہ یہ کسی انسان کا واضح ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے اور یہ دفع اس اسم الواضح کے اقتدار سے ہوگا دفع کے یعنی عام طریقہ بنایا عرب میں راجح ہیں چنانچہ کہتے ہیں نساء صفحہ ۱۱۱ کے صفحہ ۱۱۱ انسان العرب میں ہے ہیں نساء مگوہات یعنی مؤخر عرق۔ اور غرض مرفوعہ جو تہنی جیسی کہیں ہمارے (الواضحۃ - ۳۳) اس کے معنی دینے ہیں اسے مقیدۃ لہام یعنی وہ ان کے قریب کے جانینگے۔ یہاں یہاں قیامت کے متعلق قرآن شریف میں آتا ہے ملاحظہ راضیہ واقعہ واقعہ ۳۳۔ جس کے معنی تزیل ہے یوں کہتے ہیں کہ کھنگھال کر کوئل کو دے گی اور فرماں بوارہ کہ کوئل کے لیے یہی ان کے مراتب بند کرے گی اور یہی بیت اذ ان الله ان تفرقہ (تھنڈا) ۳۴ میں قرآن کے معنی لکھے ہیں قطمہ (۱) ان کو طمہ و جانینگے قرآن میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو مودہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ وہ ان کے معنی صرف تو یہ ہیں کہ جہاں جہاں ان کو مودہ کرنا (الواضحۃ - ۱۱۱)

۵۴ ثُمَّ لِي مَحْكَمَةٌ وَأَحْكَمُ بَيْنَكُمْ فِي مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ

پھر میری ہی طرف تہاں لڑا تھا آپس میں تہاں سے وصال ان باتوں میں فیصلہ کرنا جس میں اختلاف کرتے تھے اور جو میں نے

كَفَرُوا فَأَعَذَ اللَّهُ مِنْهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِلَى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَمَا لَهُمْ مِنْ

انکار کیا میں انکو دنیا اور آخرت میں سخت و دھم کا عذاب دوں گا اور انکے لئے کوئی بھی

۵۶ نَصِيرِينَ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ

مددگار ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے سو ان کے اجر انکو پورے دے گا

۵۷ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۚ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ الذِّكْرِ الْحَكِيمِ

اور اللہ خدا ظالموں سے محبت نہیں کرتا ۴۷ یہ ہم آیتوں اور حکمت والے ذکر سے تجھ پر پڑھتے ہیں ۵۷

مجاہد اور چھ جہانے ہیں اس ذکی کے بعد صرف فرمایا تو جب مقام قرب دھما ہوتا ہے تو دوسری طرف حقوق میں بھی محبت اور عزت ہوتی ہے

یہی آپ کی تعریفی الازامات سے پاک کیا جائے۔ اور عزت اور محبت کے بعد تعین کی کثرت اور غلبہ کا ہونا لازمی امر ہے۔ اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ یہ خیال کہ کسی حضرت میں یہ چیزیں ٹھیکے دو سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آجینے کو ان کر کے کہ خلاصہ پہلے قرآن شریف قیامت

۴۸ میں ہے وہ اس طرح کے مشکوں کا دو دھڑوری قرار دیتا ہے۔

۴۹ ان الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ اختلاف عقائد کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہو جائیگی دنیا میں اختلاف عقائد کا فیصلہ کسی طرح ممکن نہ

۵۰ اختلاف عقائد قیامت تک دیکھا جاسکتا ہے۔ یہی وہی ان لوگوں کا خیال باطل ثابت ہو سکے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اختلاف عقائد

دنیا سے مٹ جائیگا اور اس دنیا میں ہی سب فیصلہ ہو جائیگا۔

۵۱ جس اختلاف پر فیصلہ کا ذکر پہلی آیت میں کیا تھا اب اس کی تفصیل فرماتا ہے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو حق

چھیننے کے مشکوں کا ہے ان کو دونوں جگہ منسلک کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سو یہ وہی دنیا کی نزا اور عین الشمس ہے جو قوم باوجود اللہ

ہرے کے ہمیشہ دنیا میں ذلیل رہی ہے اور جب ان پر کوئی معصیت آتی ہے تو کوئی ان کا یا ر مددگار نہیں بنتا۔ ذلت سے بھرا کوئی

دھم کا عذاب نہیں۔

۵۲ الظالمین غلظت کے معنی کیئے دھم دھم جہاں دکھا گیا ہے کہ ترک الہی ایک ظلم ہے۔ اور قرآن کریم میں سے ان الظالمین غلظت عظیم

(الغفلۃ ۳۰) سب سے بڑا ظلم ترک ہے اور وہی یہاں مراد ہے اس لئے کہ سچ کو خدا بنانے والوں کا ذکر ہے۔

۵۳ یہ باتنے والوں کا گروہ ہے جس کے یہاں وہ سمجھ کر کہتے ہیں ایک حصہ اللہ ہیں اور دوسرا حصہ مخلوقات ہیں اور جو عین وہ عقیدہ

بھی سمجھ رکھتے ہیں اور اہل بی ایس کرتے ہیں۔ اور وہ دوسرا حصہ الظالمین کا ہے جس سے مراد حضرت عیسیٰ کو خدا ماننے والے ہیں اور تعجب الظالمین

میں ہی طرف اشارہ ہے کہ یہ گروہ مذکور محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے فرمایا کہ وہ مشرک ہیں ان کا دعویٰ محبت ہو نہ کہ خدا سے محبت نہیں

کرتا۔ اس لئے عیسیٰ پہلے گروہ کے ساتھ حضرت سچ کے معنی میں عین شیعہ تھے جو انصاف مخلوقات کی شرط لگا دی ہے کہ یہ دوسرا گروہ کفارہ کو اس

بنیاد قرار دے کر اہل صالحہ سے محروم ہو گیا ہے۔

۵۴ آیات سے مراد یہاں سچے دلائل ہیں جو اور پرانے ہیں جن کی طرف غفلت و غلطی اشارہ بھی کیا ہے۔ کیونکہ لایہ کا استعمال

سچ کے خلاف قیامت

اختلاف عقائد قیامت سے ہے۔

سچ کے مشکوں کا عقاب دنیا

ظلم

میسائوں کے گروہ

ایہ

۹۱: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُنْكَرِينَ ۝ فَسَنَحَاجُّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا

حق تیرے رب کی طرف سے ہوگا اور اس میں سے جو ہوگا کوئی اس کے بعد جو تیرے پاس علم آچکا ہے

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَبْنِئْكُمْ وَأَبْنِئْكُمْ وَنُصَافِّكُمْ

ہم سے میں تجھے سے ہم کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری

نِسَاءً كُمْ وَأَنْفُسَكُمْ تَمُوتُ بِهَلْ فَجَعَلَ لَكُمُ اللَّهُ عَلَى الْكُلِّ بَيْنٌ

عورتوں کو اور اپنے لوگوں اور تمہارے لوگوں کے مابین پس جو لوگوں پر اللہ کی نعت کریں

خلقہ من تراب بشر قال کن فیکون میں بھی آدمی دو ٹکڑہ والا ہلاں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے یعنی خلقہ من تراب یا پستی سے پیدا کرے میں بشریت کی طرف اشارہ ہے اور کن فیکون میں بگڑہ کیا جانے کی طرف کیونکہ حق کے ہدایت کا اثر کسی کے ساتھ ہے کہ اس کو ایک دوسری زندگی عطا فرمائی یعنی روحانی زندگی یا اپنا کلام اس میں نفع کیا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی پیدا کیا جانے والی آدمی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص امر نہیں۔ بلکہ ہر فرد بشر کو اللہ تعالیٰ کسی سے ہی پیدا کرتا ہے چنانچہ حضرت یونسؑ میں ہر من اور کھانے کے مابین ہر من کا ذکر کیا گیا ہے کہ کھانے کا لفظ ہی لفظ ہے من لفظ ہے شہ سوڈت و لا و لفظ ہے اس ذات پاک کا اظہار کرتا ہے جس سے تجھے شے پیدا کیا۔ پھر لفظ سے پھر تجھے شک رہتا یا ایسا ہی سورۃ الحج میں فرمایا۔ یا ایہا الناس ان کنتن فی ریب من البعث فانما خلقکم من تراب (الحج ۷۵) اسے لوگوں کو تم بھٹ کے بارے میں شک میں ہو تو فراموش کر دو کہ تم کو شے سے پیدا کیا نہیں شے سے ہی سب خلق بشر پیدا ہوئی ہے۔ ان میں بعض کو اللہ تعالیٰ چون بیٹا ہے اور ایک روحانی زندگی عطا فرماتا ہے بن باپ پر پیدائش کا ذیہاں کوئی ذکر ہے۔ کوئی ایسا اقراض موجود ہے جس کا جواب دیا ہو۔ کیونکہ اس کا ذکر اگر ہوتا تو ان ہوتا جہاں پیدائش کے حالات کا ذکر تھا۔ یہاں تو حضرت یونسؑ کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ساری بحث کو ختم کر کے اس کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ بلکہ یونسؑ کا لفظ آخر پر مضامین لاکر بتا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہر حال میں جاری ہے صرف دو مخصوص مشاوں پر محدود نہیں ۝

۹۲: تَعَالَوْا ۱۔ اصل میں یہ لفظ (معلوم سے مشتق ہونے کی وجہ سے) کسی بلند مکان کی طرف بلائے کیلئے آتا ہے پھر ایک مکان کی طرف بلائے کیلئے۔ یہاں دوسرے بلائے اور فرم کو بخیر کر کے آؤ ۝

نَبْتَلِ الْبَاقِلَ وَالْإِنْبِیَاءَ فِی الدِّعَاءِ ۱۔ دستور رسالہ فیہ وَالْقَضَاءِ ۲۔ یعنی قبل اور ابتہال دعائیں شہ پر کرنا لگنا اور تعویذ کرنا۔ اور آگے نکالنے کہ جن لوگوں نے ابتہال کی تعویذ سے کسی سے وہ معلوم ہے کہ اس میں شہ زناعت کی غرض سے ہے۔

اور انسان العرب میں بھی ہے ابتہال فی الدِّعَاءِ ۱۔ اجتہاد یعنی ابتہال دعائیں اجتہاد سے دعا کرنا ہے ۝

اس ضمن میں ان الفاظ سے شرح کیے کہ اس کے بعد تیرے پاس علم آچکا یعنی دلائل جاوے دی گئیں۔ و لا کی رو سے جب اتنا حجت کر دیا اور دعائیں میں سے دلائل کے قبل کرنے سے انکار کر دیا تو پھر باہر کے لئے یا یعنی بالمقابل دعا کو کرنے کے لئے اور پھر بازو لفظ کیلئے یہ کہ ایک دوسرے ملک کا انا حجت تھا۔ دعا کی قبولیت کے عیسائی بھی قابل ہیں اور ان میں سے لاشی کی دعا سنی مانی ہے چنانچہ جڑ بنیں ۵: ۱۰: ۱۱: ۱۲: ۱۳: ۱۴: ۱۵: ۱۶: ۱۷: ۱۸: ۱۹: ۲۰: ۲۱: ۲۲: ۲۳: ۲۴: ۲۵: ۲۶: ۲۷: ۲۸: ۲۹: ۳۰: ۳۱: ۳۲: ۳۳: ۳۴: ۳۵: ۳۶: ۳۷: ۳۸: ۳۹: ۴۰: ۴۱: ۴۲: ۴۳: ۴۴: ۴۵: ۴۶: ۴۷: ۴۸: ۴۹: ۵۰: ۵۱: ۵۲: ۵۳: ۵۴: ۵۵: ۵۶: ۵۷: ۵۸: ۵۹: ۶۰: ۶۱: ۶۲: ۶۳: ۶۴: ۶۵: ۶۶: ۶۷: ۶۸: ۶۹: ۷۰: ۷۱: ۷۲: ۷۳: ۷۴: ۷۵: ۷۶: ۷۷: ۷۸: ۷۹: ۸۰: ۸۱: ۸۲: ۸۳: ۸۴: ۸۵: ۸۶: ۸۷: ۸۸: ۸۹: ۹۰: ۹۱: ۹۲: ۹۳: ۹۴: ۹۵: ۹۶: ۹۷: ۹۸: ۹۹: ۱۰۰: ۱۰۱: ۱۰۲: ۱۰۳: ۱۰۴: ۱۰۵: ۱۰۶: ۱۰۷: ۱۰۸: ۱۰۹: ۱۱۰: ۱۱۱: ۱۱۲: ۱۱۳: ۱۱۴: ۱۱۵: ۱۱۶: ۱۱۷: ۱۱۸: ۱۱۹: ۱۲۰: ۱۲۱: ۱۲۲: ۱۲۳: ۱۲۴: ۱۲۵: ۱۲۶: ۱۲۷: ۱۲۸: ۱۲۹: ۱۳۰: ۱۳۱: ۱۳۲: ۱۳۳: ۱۳۴: ۱۳۵: ۱۳۶: ۱۳۷: ۱۳۸: ۱۳۹: ۱۴۰: ۱۴۱: ۱۴۲: ۱۴۳: ۱۴۴: ۱۴۵: ۱۴۶: ۱۴۷: ۱۴۸: ۱۴۹: ۱۵۰: ۱۵۱: ۱۵۲: ۱۵۳: ۱۵۴: ۱۵۵: ۱۵۶: ۱۵۷: ۱۵۸: ۱۵۹: ۱۶۰: ۱۶۱: ۱۶۲: ۱۶۳: ۱۶۴: ۱۶۵: ۱۶۶: ۱۶۷: ۱۶۸: ۱۶۹: ۱۷۰: ۱۷۱: ۱۷۲: ۱۷۳: ۱۷۴: ۱۷۵: ۱۷۶: ۱۷۷: ۱۷۸: ۱۷۹: ۱۸۰: ۱۸۱: ۱۸۲: ۱۸۳: ۱۸۴: ۱۸۵: ۱۸۶: ۱۸۷: ۱۸۸: ۱۸۹: ۱۹۰: ۱۹۱: ۱۹۲: ۱۹۳: ۱۹۴: ۱۹۵: ۱۹۶: ۱۹۷: ۱۹۸: ۱۹۹: ۲۰۰: ۲۰۱: ۲۰۲: ۲۰۳: ۲۰۴: ۲۰۵: ۲۰۶: ۲۰۷: ۲۰۸: ۲۰۹: ۲۱۰: ۲۱۱: ۲۱۲: ۲۱۳: ۲۱۴: ۲۱۵: ۲۱۶: ۲۱۷: ۲۱۸: ۲۱۹: ۲۲۰: ۲۲۱: ۲۲۲: ۲۲۳: ۲۲۴: ۲۲۵: ۲۲۶: ۲۲۷: ۲۲۸: ۲۲۹: ۲۳۰: ۲۳۱: ۲۳۲: ۲۳۳: ۲۳۴: ۲۳۵: ۲۳۶: ۲۳۷: ۲۳۸: ۲۳۹: ۲۴۰: ۲۴۱: ۲۴۲: ۲۴۳: ۲۴۴: ۲۴۵: ۲۴۶: ۲۴۷: ۲۴۸: ۲۴۹: ۲۵۰: ۲۵۱: ۲۵۲: ۲۵۳: ۲۵۴: ۲۵۵: ۲۵۶: ۲۵۷: ۲۵۸: ۲۵۹: ۲۶۰: ۲۶۱: ۲۶۲: ۲۶۳: ۲۶۴: ۲۶۵: ۲۶۶: ۲۶۷: ۲۶۸: ۲۶۹: ۲۷۰: ۲۷۱: ۲۷۲: ۲۷۳: ۲۷۴: ۲۷۵: ۲۷۶: ۲۷۷: ۲۷۸: ۲۷۹: ۲۸۰: ۲۸۱: ۲۸۲: ۲۸۳: ۲۸۴: ۲۸۵: ۲۸۶: ۲۸۷: ۲۸۸: ۲۸۹: ۲۹۰: ۲۹۱: ۲۹۲: ۲۹۳: ۲۹۴: ۲۹۵: ۲۹۶: ۲۹۷: ۲۹۸: ۲۹۹: ۳۰۰: ۳۰۱: ۳۰۲: ۳۰۳: ۳۰۴: ۳۰۵: ۳۰۶: ۳۰۷: ۳۰۸: ۳۰۹: ۳۱۰: ۳۱۱: ۳۱۲: ۳۱۳: ۳۱۴: ۳۱۵: ۳۱۶: ۳۱۷: ۳۱۸: ۳۱۹: ۳۲۰: ۳۲۱: ۳۲۲: ۳۲۳: ۳۲۴: ۳۲۵: ۳۲۶: ۳۲۷: ۳۲۸: ۳۲۹: ۳۳۰: ۳۳۱: ۳۳۲: ۳۳۳: ۳۳۴: ۳۳۵: ۳۳۶: ۳۳۷: ۳۳۸: ۳۳۹: ۳۴۰: ۳۴۱: ۳۴۲: ۳۴۳: ۳۴۴: ۳۴۵: ۳۴۶: ۳۴۷: ۳۴۸: ۳۴۹: ۳۵۰: ۳۵۱: ۳۵۲: ۳۵۳: ۳۵۴: ۳۵۵: ۳۵۶: ۳۵۷: ۳۵۸: ۳۵۹: ۳۶۰: ۳۶۱: ۳۶۲: ۳۶۳: ۳۶۴: ۳۶۵: ۳۶۶: ۳۶۷: ۳۶۸: ۳۶۹: ۳۷۰: ۳۷۱: ۳۷۲: ۳۷۳: ۳۷۴: ۳۷۵: ۳۷۶: ۳۷۷: ۳۷۸: ۳۷۹: ۳۸۰: ۳۸۱: ۳۸۲: ۳۸۳: ۳۸۴: ۳۸۵: ۳۸۶: ۳۸۷: ۳۸۸: ۳۸۹: ۳۹۰: ۳۹۱: ۳۹۲: ۳۹۳: ۳۹۴: ۳۹۵: ۳۹۶: ۳۹۷: ۳۹۸: ۳۹۹: ۴۰۰: ۴۰۱: ۴۰۲: ۴۰۳: ۴۰۴: ۴۰۵: ۴۰۶: ۴۰۷: ۴۰۸: ۴۰۹: ۴۱۰: ۴۱۱: ۴۱۲: ۴۱۳: ۴۱۴: ۴۱۵: ۴۱۶: ۴۱۷: ۴۱۸: ۴۱۹: ۴۲۰: ۴۲۱: ۴۲۲: ۴۲۳: ۴۲۴: ۴۲۵: ۴۲۶: ۴۲۷: ۴۲۸: ۴۲۹: ۴۳۰: ۴۳۱: ۴۳۲: ۴۳۳: ۴۳۴: ۴۳۵: ۴۳۶: ۴۳۷: ۴۳۸: ۴۳۹: ۴۴۰: ۴۴۱: ۴۴۲: ۴۴۳: ۴۴۴: ۴۴۵: ۴۴۶: ۴۴۷: ۴۴۸: ۴۴۹: ۴۵۰: ۴۵۱: ۴۵۲: ۴۵۳: ۴۵۴: ۴۵۵: ۴۵۶: ۴۵۷: ۴۵۸: ۴۵۹: ۴۶۰: ۴۶۱: ۴۶۲: ۴۶۳: ۴۶۴: ۴۶۵: ۴۶۶: ۴۶۷: ۴۶۸: ۴۶۹: ۴۷۰: ۴۷۱: ۴۷۲: ۴۷۳: ۴۷۴: ۴۷۵: ۴۷۶: ۴۷۷: ۴۷۸: ۴۷۹: ۴۸۰: ۴۸۱: ۴۸۲: ۴۸۳: ۴۸۴: ۴۸۵: ۴۸۶: ۴۸۷: ۴۸۸: ۴۸۹: ۴۹۰: ۴۹۱: ۴۹۲: ۴۹۳: ۴۹۴: ۴۹۵: ۴۹۶: ۴۹۷: ۴۹۸: ۴۹۹: ۵۰۰: ۵۰۱: ۵۰۲: ۵۰۳: ۵۰۴: ۵۰۵: ۵۰۶: ۵۰۷: ۵۰۸: ۵۰۹: ۵۱۰: ۵۱۱: ۵۱۲: ۵۱۳: ۵۱۴: ۵۱۵: ۵۱۶: ۵۱۷: ۵۱۸: ۵۱۹: ۵۲۰: ۵۲۱: ۵۲۲: ۵۲۳: ۵۲۴: ۵۲۵: ۵۲۶: ۵۲۷: ۵۲۸: ۵۲۹: ۵۳۰: ۵۳۱: ۵۳۲: ۵۳۳: ۵۳۴: ۵۳۵: ۵۳۶: ۵۳۷: ۵۳۸: ۵۳۹: ۵۴۰: ۵۴۱: ۵۴۲: ۵۴۳: ۵۴۴: ۵۴۵: ۵۴۶: ۵۴۷: ۵۴۸: ۵۴۹: ۵۵۰: ۵۵۱: ۵۵۲: ۵۵۳: ۵۵۴: ۵۵۵: ۵۵۶: ۵۵۷: ۵۵۸: ۵۵۹: ۵۶۰: ۵۶۱: ۵۶۲: ۵۶۳: ۵۶۴: ۵۶۵: ۵۶۶: ۵۶۷: ۵۶۸: ۵۶۹: ۵۷۰: ۵۷۱: ۵۷۲: ۵۷۳: ۵۷۴: ۵۷۵: ۵۷۶: ۵۷۷: ۵۷۸: ۵۷۹: ۵۸۰: ۵۸۱: ۵۸۲: ۵۸۳: ۵۸۴: ۵۸۵: ۵۸۶: ۵۸۷: ۵۸۸: ۵۸۹: ۵۹۰: ۵۹۱: ۵۹۲: ۵۹۳: ۵۹۴: ۵۹۵: ۵۹۶: ۵۹۷: ۵۹۸: ۵۹۹: ۶۰۰: ۶۰۱: ۶۰۲: ۶۰۳: ۶۰۴: ۶۰۵: ۶۰۶: ۶۰۷: ۶۰۸: ۶۰۹: ۶۱۰: ۶۱۱: ۶۱۲: ۶۱۳: ۶۱۴: ۶۱۵: ۶۱۶: ۶۱۷: ۶۱۸: ۶۱۹: ۶۲۰: ۶۲۱: ۶۲۲: ۶۲۳: ۶۲۴: ۶۲۵: ۶۲۶: ۶۲۷: ۶۲۸: ۶۲۹: ۶۳۰: ۶۳۱: ۶۳۲: ۶۳۳: ۶۳۴: ۶۳۵: ۶۳۶: ۶۳۷: ۶۳۸: ۶۳۹: ۶۴۰: ۶۴۱: ۶۴۲: ۶۴۳: ۶۴۴: ۶۴۵: ۶۴۶: ۶۴۷: ۶۴۸: ۶۴۹: ۶۵۰: ۶۵۱: ۶۵۲: ۶۵۳: ۶۵۴: ۶۵۵: ۶۵۶: ۶۵۷: ۶۵۸: ۶۵۹: ۶۶۰: ۶۶۱: ۶۶۲: ۶۶۳: ۶۶۴: ۶۶۵: ۶۶۶: ۶۶۷: ۶۶۸: ۶۶۹: ۶۷۰: ۶۷۱: ۶۷۲: ۶۷۳: ۶۷۴: ۶۷۵: ۶۷۶: ۶۷۷: ۶۷۸: ۶۷۹: ۶۸۰: ۶۸۱: ۶۸۲: ۶۸۳: ۶۸۴: ۶۸۵: ۶۸۶: ۶۸۷: ۶۸۸: ۶۸۹: ۶۹۰: ۶۹۱: ۶۹۲: ۶۹۳: ۶۹۴: ۶۹۵: ۶۹۶: ۶۹۷: ۶۹۸: ۶۹۹: ۷۰۰: ۷۰۱: ۷۰۲: ۷۰۳: ۷۰۴: ۷۰۵: ۷۰۶: ۷۰۷: ۷۰۸: ۷۰۹: ۷۱۰: ۷۱۱: ۷۱۲: ۷۱۳: ۷۱۴: ۷۱۵: ۷۱۶: ۷۱۷: ۷۱۸: ۷۱۹: ۷۲۰: ۷۲۱: ۷۲۲: ۷۲۳: ۷۲۴: ۷۲۵: ۷۲۶: ۷۲۷: ۷۲۸: ۷۲۹: ۷۳۰: ۷۳۱: ۷۳۲: ۷۳۳: ۷۳۴: ۷۳۵: ۷۳۶: ۷۳۷: ۷۳۸: ۷۳۹: ۷۴۰: ۷۴۱: ۷۴۲: ۷۴۳: ۷۴۴: ۷۴۵: ۷۴۶: ۷۴۷: ۷۴۸: ۷۴۹: ۷۵۰: ۷۵۱: ۷۵۲: ۷۵۳: ۷۵۴: ۷۵۵: ۷۵۶: ۷۵۷: ۷۵۸: ۷۵۹: ۷۶۰: ۷۶۱: ۷۶۲: ۷۶۳: ۷۶۴: ۷۶۵: ۷۶۶: ۷۶۷: ۷۶۸: ۷۶۹: ۷۷۰: ۷۷۱: ۷۷۲: ۷۷۳: ۷۷۴: ۷۷۵: ۷۷۶: ۷۷۷: ۷۷۸: ۷۷۹: ۷۸۰: ۷۸۱: ۷۸۲: ۷۸۳: ۷۸۴: ۷۸۵: ۷۸۶: ۷۸۷: ۷۸۸: ۷۸۹: ۷۹۰: ۷۹۱: ۷۹۲: ۷۹۳: ۷۹۴: ۷۹۵: ۷۹۶: ۷۹۷: ۷۹۸: ۷۹۹: ۸۰۰: ۸۰۱: ۸۰۲: ۸۰۳: ۸۰۴: ۸۰۵: ۸۰۶: ۸۰۷: ۸۰۸: ۸۰۹: ۸۱۰: ۸۱۱: ۸۱۲: ۸۱۳: ۸۱۴: ۸۱۵: ۸۱۶: ۸۱۷: ۸۱۸: ۸۱۹: ۸۲۰: ۸۲۱: ۸۲۲: ۸۲۳: ۸۲۴: ۸۲۵: ۸۲۶: ۸۲۷: ۸۲۸: ۸۲۹: ۸۳۰: ۸۳۱: ۸۳۲: ۸۳۳: ۸۳۴: ۸۳۵: ۸۳۶: ۸۳۷: ۸۳۸: ۸۳۹: ۸۴۰: ۸۴۱: ۸۴۲: ۸۴۳: ۸۴۴: ۸۴۵: ۸۴۶: ۸۴۷: ۸۴۸: ۸۴۹: ۸۵۰: ۸۵۱: ۸۵۲: ۸۵۳: ۸۵۴: ۸۵۵: ۸۵۶: ۸۵۷: ۸۵۸: ۸۵۹: ۸۶۰: ۸۶۱: ۸۶۲: ۸۶۳: ۸۶۴: ۸۶۵: ۸۶۶: ۸۶۷: ۸۶۸: ۸۶۹: ۸۷۰: ۸۷۱: ۸۷۲: ۸۷۳: ۸۷۴: ۸۷۵: ۸۷۶: ۸۷۷: ۸۷۸: ۸۷۹: ۸۸۰: ۸۸۱: ۸۸۲: ۸۸۳: ۸۸۴: ۸۸۵: ۸۸۶: ۸۸۷: ۸۸۸: ۸۸۹: ۸۹۰: ۸۹۱: ۸۹۲: ۸۹۳: ۸۹۴: ۸۹۵: ۸۹۶: ۸۹۷: ۸۹۸: ۸۹۹: ۹۰۰: ۹۰۱: ۹۰۲: ۹۰۳: ۹۰۴: ۹۰۵: ۹۰۶: ۹۰۷: ۹۰۸: ۹۰۹: ۹۱۰: ۹۱۱: ۹۱۲: ۹۱۳: ۹۱۴: ۹۱۵: ۹۱۶: ۹۱۷: ۹۱۸: ۹۱۹: ۹۲۰: ۹۲۱: ۹۲۲: ۹۲۳: ۹۲۴: ۹۲۵: ۹۲۶: ۹۲۷: ۹۲۸: ۹۲۹: ۹۳۰: ۹۳۱: ۹۳۲: ۹۳۳: ۹۳۴: ۹۳۵: ۹۳۶: ۹۳۷: ۹۳۸: ۹۳۹: ۹۴۰: ۹۴۱: ۹۴۲: ۹۴۳: ۹۴۴: ۹۴۵: ۹۴۶: ۹۴۷: ۹۴۸: ۹۴۹: ۹۵۰: ۹۵۱: ۹۵۲: ۹۵۳: ۹۵۴: ۹۵۵: ۹۵۶: ۹۵۷: ۹۵۸: ۹۵۹: ۹۶۰: ۹۶۱: ۹۶۲: ۹۶۳: ۹۶۴: ۹۶۵: ۹۶۶: ۹۶۷: ۹۶۸: ۹۶۹: ۹۷۰: ۹۷۱: ۹۷۲: ۹۷۳: ۹۷۴: ۹۷۵: ۹۷۶: ۹۷۷: ۹۷۸: ۹۷۹: ۹۸۰: ۹۸۱: ۹۸۲: ۹۸۳: ۹۸۴: ۹۸۵: ۹۸۶: ۹۸۷: ۹۸۸: ۹۸۹: ۹۹۰: ۹۹۱: ۹۹۲: ۹۹۳: ۹۹۴: ۹۹۵: ۹۹۶: ۹۹۷: ۹۹۸: ۹۹۹: ۱۰۰۰: ۱۰۰۱: ۱۰۰۲: ۱۰۰۳: ۱۰۰۴: ۱۰۰۵: ۱۰۰۶: ۱۰۰۷: ۱۰۰۸: ۱۰۰۹: ۱۰۱۰: ۱۰۱۱: ۱۰۱۲: ۱۰۱۳: ۱۰۱۴: ۱۰۱۵: ۱۰۱۶: ۱۰۱۷: ۱۰۱۸: ۱۰۱۹: ۱۰۲۰: ۱۰۲۱: ۱۰۲۲: ۱۰۲۳: ۱۰۲۴: ۱۰۲۵: ۱۰۲۶: ۱۰۲۷: ۱۰۲۸: ۱۰۲۹: ۱۰۳۰: ۱۰۳۱: ۱۰۳۲: ۱۰۳۳: ۱۰۳۴: ۱۰۳۵: ۱۰۳۶: ۱۰۳۷: ۱۰۳۸: ۱۰۳۹: ۱۰۴۰: ۱۰۴۱: ۱۰۴۲: ۱۰۴۳: ۱۰۴۴: ۱۰۴۵: ۱۰۴۶: ۱۰۴۷: ۱۰۴۸: ۱۰۴۹: ۱۰۵۰: ۱۰۵۱: ۱۰۵۲: ۱۰۵۳: ۱۰۵۴: ۱۰۵۵: ۱۰۵۶: ۱۰۵۷: ۱۰۵۸: ۱۰۵۹: ۱۰۶۰: ۱۰۶۱: ۱۰۶۲: ۱۰۶۳: ۱۰۶۴: ۱۰۶۵: ۱۰۶۶: ۱۰۶۷: ۱۰۶۸: ۱۰۶۹: ۱۰۷۰: ۱۰۷۱: ۱۰۷۲: ۱۰۷۳: ۱۰۷۴: ۱۰۷۵: ۱۰۷۶: ۱۰۷۷: ۱۰۷۸: ۱۰۷۹: ۱۰۸۰: ۱۰۸۱: ۱۰۸۲: ۱۰۸۳: ۱۰۸۴: ۱۰۸۵: ۱۰۸۶: ۱۰۸۷: ۱۰۸۸: ۱۰۸۹: ۱۰۹۰: ۱۰۹۱: ۱۰۹۲: ۱۰۹۳: ۱۰۹۴: ۱۰۹۵: ۱۰۹۶: ۱۰۹۷: ۱۰۹۸: ۱۰۹۹: ۱۱۰۰: ۱۱۰۱: ۱۱۰۲: ۱۱۰۳: ۱۱۰۴: ۱۱۰۵: ۱۱۰۶: ۱۱۰۷: ۱۱۰۸: ۱۱۰۹: ۱۱۱۰: ۱۱۱۱: ۱۱۱۲: ۱۱۱۳: ۱۱۱۴: ۱۱۱۵: ۱۱۱۶: ۱۱۱۷: ۱۱۱۸: ۱۱۱۹: ۱۱۲۰: ۱۱۲۱: ۱۱۲۲: ۱۱۲۳: ۱۱۲۴: ۱۱۲۵: ۱۱۲۶: ۱۱۲۷: ۱۱۲۸: ۱۱۲۹: ۱۱۳۰: ۱۱۳۱: ۱۱۳۲: ۱۱۳۳: ۱۱۳۴: ۱۱۳۵: ۱۱۳۶: ۱۱۳۷: ۱۱۳۸: ۱۱۳۹: ۱۱۴۰: ۱۱۴۱: ۱۱۴۲: ۱۱۴۳: ۱۱۴۴: ۱۱۴۵: ۱۱۴۶: ۱۱۴۷: ۱۱۴۸: ۱۱۴۹: ۱۱۵۰: ۱۱۵۱: ۱۱۵۲: ۱۱۵۳: ۱۱۵۴: ۱۱۵۵: ۱۱۵۶: ۱۱۵۷: ۱۱۵۸: ۱۱۵۹: ۱۱۶۰: ۱۱۶۱: ۱۱۶۲: ۱۱۶۳: ۱۱۶۴: ۱۱۶۵: ۱۱۶۶: ۱۱۶۷: ۱۱۶۸: ۱۱۶۹: ۱۱۷۰: ۱۱۷۱: ۱۱۷۲: ۱۱۷۳: ۱۱۷۴: ۱۱۷۵: ۱۱۷۶: ۱۱۷۷: ۱۱۷۸: ۱۱۷۹: ۱۱۸۰: ۱۱۸۱: ۱۱۸۲: ۱۱۸۳: ۱۱۸۴: ۱۱۸۵: ۱۱۸۶: ۱۱۸۷: ۱۱۸۸: ۱۱۸۹: ۱۱۹۰: ۱۱۹۱: ۱۱۹۲: ۱۱۹۳: ۱۱۹۴: ۱۱۹۵: ۱۱۹۶: ۱۱۹۷: ۱۱۹۸: ۱۱۹۹: ۱۲۰۰: ۱۲۰۱: ۱۲۰۲: ۱۲۰۳: ۱۲۰۴: ۱۲۰۵: ۱۲۰۶: ۱۲۰۷: ۱۲۰۸: ۱۲۰۹: ۱۲۱۰: ۱۲۱۱: ۱۲۱۲: ۱۲۱۳: ۱۲۱۴: ۱۲۱۵: ۱۲۱۶: ۱۲۱۷: ۱۲۱۸: ۱۲۱۹: ۱۲۲۰: ۱۲۲۱: ۱۲۲۲: ۱۲۲۳: ۱۲۲۴: ۱۲۲۵: ۱۲۲۶: ۱۲۲۷: ۱۲۲۸: ۱۲۲۹: ۱۲۳۰: ۱۲۳۱: ۱۲۳۲: ۱۲۳۳: ۱۲۳۴: ۱۲۳۵: ۱۲۳۶: ۱۲۳۷: ۱۲۳۸: ۱۲۳۹: ۱۲۴۰: ۱۲۴۱: ۱۲۴۲: ۱۲۴۳: ۱۲۴۴: ۱۲۴۵: ۱۲۴۶: ۱۲۴۷: ۱۲۴۸: ۱۲۴۹: ۱۲۵۰: ۱۲۵۱: ۱۲۵۲: ۱۲۵۳: ۱۲۵۴: ۱۲۵۵: ۱۲۵۶: ۱۲۵۷: ۱۲۵۸: ۱۲۵۹: ۱۲۶۰: ۱۲۶۱: ۱۲۶۲: ۱۲۶۳: ۱۲۶۴: ۱۲۶۵: ۱۲۶۶: ۱۲۶۷: ۱۲۶۸: ۱۲۶۹: ۱۲۷۰: ۱۲۷۱: ۱۲۷۲: ۱۲۷۳: ۱۲۷۴: ۱۲۷۵: ۱۲۷۶: ۱۲۷۷: ۱۲۷۸: ۱۲۷۹: ۱۲۸۰: ۱۲۸۱: ۱۲۸۲: ۱۲۸۳: ۱۲۸۴: ۱۲۸۵: ۱۲۸۶: ۱۲۸۷: ۱۲۸۸: ۱۲۸۹: ۱۲۹۰: ۱۲۹۱: ۱۲۹۲: ۱۲۹۳: ۱۲۹۴: ۱۲۹۵: ۱۲۹۶: ۱۲۹۷: ۱۲۹۸: ۱۲۹۹: ۱۳۰۰: ۱۳۰۱: ۱۳۰۲: ۱۳۰

اِنَّ هٰذَا هُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ

۶۱

اور اللہ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔

یہ سچا ہی بیان ہے

تقریباً بیسویں صدی کے تقریباً دو سو بیسویں سال کی وجہ سے اس کی دعاشی گئی پس جب یہاں تک کہ یہ دعاشی تھا کہ ساری دنیا کنگا رہے اور ہم ہی کفارہ پر ایمان لاکر سچی بات ہیں تو ضرور تھا کہ اس پہلو سے بھی ان پر ماتم محبت کیا جاتا۔۔۔ صریحی اس آیت میں ذکر ہے۔

واقعیہ میں ہر دفعہ
تجربہ کے

بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں روایت ہے۔ جہاں العاقبہ صاحب الجحان ابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یہ ایمان لایا تھا کہ قال فقال بعد ما اصاحبه و تحفل وقاله لئن كان نبيا فلا حنا ولا فخر نحن ولا عقبتا من بعدنا
یعنی عاقبہ اور سید کریم ان کے قائم مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے کہ تا آپ سے ملاعت کریں مادی و دھاریہ کہتے ہیں پھر ان سے
ایکسے اپنے ساتھی کو کہا یا سرت کرم خدا کی قسم اگر یہی ہو اور ہم سے اس سے ملاعت کیا تو ہم نہ بدوئی لیا جاوے گا یہاں تک کہ
اور محمد بن اسماعیل سے سیرت میں لکھا ہے کہ وفد بکران دو چھائی تھے، ساتھ سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں
چودہ ان کی قسم کے سوار تھے جن میں عاقبہ بھی شامل تھے اور سیدہ اجمہ، کانام بھی لیا ہے۔ اور عاقبہ اس کا سوار تھا اور
سیان کا لاث ہادی تھا ان لوگوں کا فوریہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد نبوی میں کر لیا اور جب ان کی ملاقات آئی تو مسجد میں ہی انہوں نے
مشرق کی طرف منکب کے نازک پشی دس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست نشانی کا اذکارہ کر لیا پتی مسجد میں یہاں تک کہ وہ صرف غریبہ ہیں بلکہ
انکو چھٹی طرح ہوا بت کرنے کی بھی اجازت دیتے ہیں، پس جب انہوں نے وصال کو دیکھا اور اہل بیت سے کہنے سے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے کہا بلکہ کہنے لگا یا محمد بن اسماعیل کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم کو محبت دیکھ کر ہم مشرورہ کریں سو جب انہوں نے مشرورہ کیا تو
مشرورہ قرار پایا کہ بلکہ کہتے ہیں ہماری بی بی میں اس لئے انہوں نے کہا بلکہ سے انکار کر دیا۔ اور یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے کہ چہ
قبول کیا اور جو جبریدہ ان کے ساتھ تھے وہاں ہر وہو یہی کہ روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا بلکہ کہنے لگا یا تو اہل بیت
نے کہا ہم کر لیتے۔ سوائے محمد بن اسماعیل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر حضرت جبریل کو ساتھ لے گئے وہاں ان کو بلا لیا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

بہر میں صراحت کر
نہاں کے کی اجازت

یہ سچا ہی ہے نہ
تجربہ کے

یہاں میں صراحت کر
لاعتا تھا بلکہ

پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وفد بکران سے کہا بلکہ سے انکار کر دیا ان کے جیسا فی حلیت کہتے ہیں کہ وہ بدعا کا نہ چاہتے تھے یہ
و کالت اس لئے بھی کہ سورہ کہ جیسا فی قرآنک خود با خدا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حال کہتے ہیں وہ کہنے ان کے بزرگ تھے جو وہاں کہنے
بدعا کرنا جائز نہ سمجھتے تھے۔ اور حضرت جبریل سے صاف ثابت ہے کہ وہ کہنے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے
یہ علم دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ دنیا میں بہت دور پہنچے والا ہے اس لئے اس کے خلاف ہر رنگ سے تمام جہت کیسے مائل وہاں
کی دوسے جہاں گاہ کہی میں بالفاظ اول سے فیصلہ کے طریق سے اور سب سے آخراک اور طریق پرانہ بلکہ یہاں جس کا ذکر آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
شہد کہتے ہیں علی۔ خاتمہ مشقین کے ساتھ کہنے میں آپ نے حضرت علی کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے حالانکہ بات تو صاف ہے
ابنا وین شریعتین بلکہ حضرت علی کی اول بھی کہی گئی کہ وہاں بھی جیسا ہی ہوتا ہے۔ اور انہاں میں حضرت خاتمہ اولیٰ و امنا میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
تو صرف یہی کہ جوشن جبریل سے کہنے اللہ تعالیٰ اس کا ایسا استیصال کر دے کہ اس کے کچھ بھی تباہ ہو جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل متعجب ہو جائے۔
یہاں فضیلت کا کوئی سوال نہیں دوسرے ایک روایت میں یہ نقل بھی آئے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ ان کے شیخ اور حضرت عمرؓ ان کے
بیٹے اور حضرت عثمانؓ ان کے بیٹے اور حضرت علیؓ ان کے بیٹے بھی تھے (یہ ہر حال یہ تو ظاہر ہے کہ ابھی ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے بھی تھے۔ اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو شاید بڑے بڑے صحابہ کرام ان کی اولاد میں بیویوں کے بھی ہوتے۔ لیکن یہاں تک
پہنچے انکار کر دیا پس اس روایت سے وہ کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔

میں بلکہ جبریل

ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا کہا بلکہ ابھی جانے؟ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہی کہا بلکہ نہیں کیا اور جب امر ہوا صرف

٢٣ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِمُ الْفَاسِدِينَ ۝

اور یقیناً اللہ ہی غالب حکمت والا ہے ۴۸۴ اور اگر وہ پھر جانیں تو اللہ بھی فساد کرنے والوں کو جانتا ہے

قُلْ يَا هَٰذَا الزَّكَاةُ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ إِلَّا نَعْدُ إِلَّا

کوہ اہل کتاب اس بات کی طرف توجہ دے دیں اور تمہارے درمیان براہ ہے کہ ہم اللہ کے رُکھی

اللَّهُ وَلَا تَشْرَوْا بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن

کی عبادت ذکریں اور نہ ان کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو ان کے سوا رب بنائے اور اگر وہ

٦٧ تَوَلَّوْا قَوْلُوا الشَّهَادَاتِ إِنَّا أُنْزِلْنَاهُ بِمُسْلِمُونَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَخَاجُونَ

پیر جانش تو تم کو گواہ رہو کہ ہم فرما بنو در ہیں ۱۳۵۵ء اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں

اپنی لوگوں کو سہارا دے دے، بلا یا جن کے ساتھ مباحہ دلچسپہ کا صواب سے حکم نہ چکا تھا۔ اس نے جوں اسی سہارا دیا کہ جازہ معلوم نہیں ہوا جس شخص کو اللہ تعالیٰ حلال کر کے لئے ہمارے وہ اپنے، وہاں کے خزانے کے طرف سے حکم دے دے کہ یہ سہارا دیا کہ کہتا ہے۔ ان میں جس کے اس خلق ایک عبادت جو عیسائے بیان کی ہے کہ آپ کا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا ہو گیا تھا تو آپ نے اس سے مباحہ کرنے کے بلا یا دوا کرنا عبادت حضرت ہیں جس کا اصل کوئی وقت نہ ہو نہیں دوسرے اگر ابھی جھگڑوں رہا ہوا ہے تو ان حالات مسلمانوں کے باہر مباحہ ہی ہوتے رہیں اور بجائے اہل سنت کے کہ یہ سہارا ان کے اسلام کی اصل غرض ہے ایک دوسرے کی بیگنی کو دلا دلائی کے دے دے ہی ہیں ۵

۲۵۴ قصص کے معنی انگریزی نقش قدم میں ہیں۔ اور قصص اخبار و متنبہ کو بھی کہتے ہیں معنی خبریں کا تعلق کیا جائے انھیں قصص کی صفت ہے۔

آیت کے اخیر عربی حلیوں کی صفات لانے سے اشارہ کرتا تصور معلوم ہو تا ہے کہ خصوصیت کا خلیہ آخری نیلے سے دوہرے جیسے ہے۔
 واما من اولہ الا اللہ منی کسی خدائی عبادت نہ جانے گی

۴۵۵۔ سو اوسکے معنی وسط میں جب مکان کے خلق ہو اور کافۃً سوائے سوا امام جب عدل من الحکم لیے ہیں یعنی بنی ہاشم کی بات اور ان عباس و فر سے بھی عدل یعنی مروی ہیں۔ مگر جو امام یعنی مسند یعنی بنی ہاشم سے علیہ تعالیٰ فیہ الخوارق والعیجل والفرقان (و) یعنی مشترک بات جس میں توہات و اہل و عرقان اختلاف نہیں کرتے اور اختلاف نہ ہو باجل الشرائع (و) یعنی تا مرہ بنی ہاشم اس پر متفق ہوں۔

وہ انصاف کا بہ شیعہ تھا۔ شرک کی گنتی کرنے والے دیکھ کر حلا ہوا یہاں سے اور حرمِ عظیم میں یہی کسی چیز کو باری تعالیٰ کا شریک ٹھہرا
اور اس کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ کشتہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی دوسرے کو کامل شریک ٹھہرا جائے۔ جیسے جبریل کا دو خالق ہونا۔ یا
میرا بن کر کس کو صفات کا ملکہ باری تعالیٰ ازیت الہیت قدرت و جبر میں شریک ٹھہرا۔ یا کہ یہ سچ کا مادہ اور سچ کو باری تعالیٰ
کی صفت جلالت اور قوت بخود اور غیر ملوک ہونے میں شریک ٹھہرا۔ یہ سب شرکِ عظیم میں داخل ہیں ۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت اس طرح کی ہے کہ جس طرح وہ اپنے رب کی اطاعت کی ہے خود قرآن کریم نے اس کی ایک جگہ وضاحت کی ہے۔

چند

فِي اٰزْهَمِهِمْ وَمَا اَنْزَلْنَاهُ لِكَرَّةٍ التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيلِ الْاٰمِنْ بَعْدُ اَفَلَا تَتَّقُلُوْنَ ۝

کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ قرینت اور انجیل اس کے بعد ہی آئی تھیں۔ پھر کیا حق تم سے کام نہیں لیتے؟

اَنْزَلْنَاهُ ۱۱ اجارہم ورہیا انہم اور یا مومن دون اللہ (التورۃ ۳۱) انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے حساب بتایا ہے۔
ترجمہ ۱۱ صریح بن حاتم سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ان کی جواب دہ کرتے تھے پہلے فرمایا اے اللہ کا نواہی معلون لکھو پھر صحت و نفاذ و نفع معلوم کیا جائے گا کہ وہ تمہارے لئے حرام اور حلال ہے کہ ان کے قول کے پیچھے چلتے۔ ۱۲ انہوں نے کہا ہاں ایسا ہی کرتے تھے کہیں جو مسلمان اپنے پیروں اور علماء کے پیچھے اس طرح انھیں بزرگ کرتے تھے کہ ان کی عقل و فکر سے کبھی کام نہیں لیتے۔ وہ بھی اسی فتویٰ کے تحت ہیں اس آیت میں جن قسم کے شرک سے منع فرمایا ہے۔ ایک شرک فی العبادت دوسرے شرک فی الصفات جیسے شرک فی الاطاعت۔ شرک فی العبادت کو ان انبیاء اللہ میں بیابا ہے۔ بہت سے شرکاء کے کسی چیز کے آگے سجدہ کیا جائے یا اس سے دعا کی جائے جیسے بت پرست کرتے ہیں۔ یا بعض عیسائی بھی حضرت مسیح سے دعا کرتے ہیں بلکہ ان کی توکل ان کے بت پرستی پر ہے اس سے ان کو شرک فی الصفات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی چیز کو ال شرک ٹھہرائیں یا کسی شے کو مثلاً بت پرستی یا کسی چیز کے شرک کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں کمال اور برکت ایسی مانی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت برحق ہے اور یہ شرک فی الاطاعت ہے جس کا ذکر آ رہا یا مومن دون اللہ میں کیا اور ان تمام قسم کے شرکوں سے منع فرمایا ۱۳

بیرہن پرستی
جن قسم کا شرک
شرک فی العبادت
شرک فی الصفات

جیسا کہ پچھلے کئی کے اخیر میں نے لکھا تھا جب وہ اقل اور دعوہ وہ دون سے تمام وقت ہر جگہ اور ہر حال کے قبول کرنے سے انھوں نے انکار کیا۔ اور میں مقابلے سے خائف ہونے تو آپ ان پر ایک اور گنج میں ان کا حجت کیا گیا کہ جو وہ بد و بدعت لکھ دیا ہوا ہے جس میں جو شرک و بدعت ہے جو کہ ان کے طوطا پر نہیں تو بت ساف و صاف جیسا کہ عبادت کی جو مذہب پر ہر قسم کی حجت قاطعہ ہے اگر سب مذہب میں اللہ و شرک کا وہ مسئلہ تو وہ سب کا حجت اور اس کے مذہب کا یہ بھی ہے کہ صحت کا یہ نہیں کہ کہ ان کی سب قومیں ہی بل کتاب ہیں جو انھیں طوطا پر دیا گیا ہے ان کو اہل کتاب کے نام سے جمار کیا گیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ قوم میں کہ جسے رسول بھیجا ہیں اس رسول کی تعلیم ہی اس قوم کی کتاب ہے اب اگر دنیا کی مذہبوں کے متفقہات اور سادی مذہبی کتابوں کو دیکھا جائے تو ذات باری کے عقیدہ میں جو اللہ میں پائیا جاتا ہے وہ ایک مذاہب کی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کتب مقدسہ کے پیروں کو بھی ذکر بت پرستی و ستون لکھا ہی ہے عقیدہ تھا کہ ان کے بتوں سے اور ایک مذاہب واحد ہے۔ اور بت پرستی اسی کے چاروں مذہب پہنچنے والے ہیں ماضیہ ہم ان کے پیروں والی اللہ زلفی آپس تمام مذاہب دنیا میں اگر اللہ و شرک کا شش کیا جائے تو وہ مذہب واحد کی ہوتی ہے عقیدہ ہے پھر ہر قوم کے اس مذہب ذہ لکھال کے نیچے اپنے لئے طوطا کے ہزار ہزار لکھتے ہیں ماضیہ مذاہب کا شرک نہیں تو ان میں سے ہر مذہب تعالیٰ مذاہب میں فیصلہ کرنے ایک سی ہی راہ بتاتا ہے کہ سب مذاہب میں اللہ و شرک کو لکھ دیا اسی کو کلمہ صواب فرمایا ہے۔ تو اللہ و شرک یہی ہوگا کہ صرف ایک مذاہب پرستش کی جائے۔ اس کلمہ صواب میں درحقیقت مقابلہ مذاہب کے حکیم الشان اصول کی طرف دیکھا تو وہ وہ ہے۔ اور گویا یہ اشارہ فرمایا ہے کہ جب اس مذاہب سے مذاہب میں تو یہ مقابلہ مذاہب کا اصول پیش کرو اور اللہ و شرک کو بظہر ایک بنیادی اصول کے بلکہ ان کے چلو تو اس سے بھی اسلام کی صداقت ہی نکلے گی ۱۴

شرک فی الاطاعت
اصول مذاہب مذہب
۱۱ صداقت مسلم

یا اهل الكتاب کتاب قتالوا لا باہ یہ وہ الفاظ ہیں جن الفاظ میں صلح حدیبیہ کے زمانہ میں آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ہر قول اور مقولہ شام مصر کو مخاطب فرمایا تھا مگر اللہ کریم ہی اصل سورہ مہر کی کسی غائقاہ میں ملا۔ ادواب اس کا فوٹو شام ہو چکا ہے جس میں ابجد ہی لکھا ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں لکھتے ہیں اس سے صداقت حدیث پر بڑی بھاری شہادت ملتی ہے ۱۵

موقوف کے نام لکھتے
صلح کا خط

۱۵ اے تمہارا چون فی ابراہیم حضرت ابراہیم کے پاس سے میں کیوں جھگڑتے ہو حضرت ابراہیم کا ذکر بھی اسی اصول کے لحاظ سے کیا جس کا ذکر دوسرے کہیں نہ حضرت ابراہیم کا وہ بھی چاروں قوموں میں شکیں عرب۔ یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں میں برابر لکھا

ذہب ابراہیم کا
اور شرک

۶۵ هَآنَتُمْ هَؤُلَاءِ جِئْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ

دیکھو وہ جو آپ میں جھگڑتے ہیں جس کا تم کو علم تھا پھر اس میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تم کو علم نہیں

۶۶ وَاللّٰهُ يُعَلِّمُ ۭۭۭ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْيَمِينِ يَهْدُوْا أَوْ لَأَهْلِ الْبَاسِ أَنْ يُهْتَمَّ بِهِمْ وَلٰكِنْ

اللہ تعالیٰ ہی تعلیم دیتا ہے اور تم نہیں جانتے ۶۷ ابراہیمؑ کی ہادی تھا اور ذوالفرقان لیکن

۶۸ كَانَ خِيفًا مُّسِيلاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰیٰتِ لَآيَةُ الْيَمِيْنِ لِلَّذِيْ

راست رو فرمایا تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا ۶۹ بیشک ابراہیم سے قریب ترین وہ لوگ ہیں

اَتَّبِعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

جہنم نے اس کی پیروی کی اور یہی اللہ کا پیارا مان لائے اور اللہ مومنوں کا ولی ہے ۷۰

مشرک کے قتل کر جانے آپ کی جگہ کو مانتے تھے۔ گویا یہ بتا رہا ہے کہ قدرت اور انجیل تو حضرت ابراہیمؑ کے بعد کی کتابیں ہیں۔ اصل اللہ کی

وہ ہے جس پر ابراہیمؑ کا قیام ہے۔ اور وہی خدا ہے صاف ہی عبادت ہے۔ اسی نے آیت ۶۷ میں فرمایا ان اہل اناس با ابراہیمؑ بلذین

اتبعوه وھذا النبیؑ واللذین امنوا۔ انہیں کہہ کر دیتی اور میں اس اہل الاصول یعنی حضرت ابراہیمؑ کی عبادت ہے۔ قائل ہیں۔ حالانکہ تم لوگ صریح کی انوار

و تقریب میں پڑتے ہو۔ وہ خدا ہے صاف ہی عبادت کے ساتھ کسی نے اپنے اہل اہل اور کسی نے اپنے مسیح کی عبادت کو تسلیم ہے ۷۱

۷۲ مَا خَلَقْنَا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْ دَارَہٗ نَآئِدًا کَیْفَہٗ اَیَّاسَہٗ۔ اور تمہیں کے نزدیک قائم مقام چہرہ استعمال ہے۔ اور مستحق

یہاں تعجب کے لئے ہے (۷۲)

فیالکھبرہ علم سے مراد حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا معاملہ ہے۔ کہان کے بارہ میں اہل کتاب یعنی یہود حضرت موسیٰؑ کے مذہب کے بارہ میں اور

عیسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کے بارہ میں جھگڑا کر چکے اور ان جھگڑوں کا ذکر سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں ہو چکا ہے۔ اب جب اصل الاصول یعنی

حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کی طرف توجہ دلائی۔ کہہ کر اسی کے ساتھ دہرہ کے اہل یہود و نصاریٰ کا وجود پیدا ہوا۔ تو فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ یا

حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کے علم کا ترک کر دو کی دہری بھی ہے مگر حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کا ذکر تو قرآنی کتاب مقدس میں بھی عیسیٰؑ کے وہ تحریف شدہ

مروجہ ہیں نہیں ہے پس اس پر ہتھ پڑنا جھگڑا کرنا باطل فضول ہے۔ یا فیالکھبرہ علم سے مراد وہ چھ چیزیں ہیں جو ان کی کتابوں میں آنحضرت

صلیہ کے متعلق پائی جاتی ہیں یعنی شیخینؑ کے بارہ میں تو تم نے جھگڑا کر لیا مگر یہ اصول بقا بدر خاس ہے اور اصلو مشرک کی طرف رجوع کرنا

ایک ایسا امر ہے جس کا تم کو علم نہیں تھا مگر بات صاف ہے اس میں جھگڑا کیوں کرتے ہو ۷۳

۷۴ مَا مَطْلَبُہٗۤ اِنْ کَرِهْتُمُوْهُ۔ اور نصرا نیت کے خاص تھا ابراہیمؑ کے نئے یا ویت اور نصرا نیت کی نفی کے ساتھ نظر ضعیف کرتے

ہو کیونکہ ۱۹ اور آخر حضرت ابراہیمؑ سے مشرک ہونے کی نفی مشرکین کو پرانہ مہرت کیلئے ہے۔ گویا ان تینوں قومن کو ایک اصول کی

طرف بلا رہا ہے کہ آپ پر ہر سب کا اتفاق ہے۔ اسی کو بطور اصل الاصول لیا۔ وہ اس لئے بھی حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کیا کہ اس کا ذکر وہ دہری کے

ساتھ ہے جس کے اہل کو سب میں ایک ہی پیدائش ہے۔ پس یہی اس کے مذہب کے اصل الاصول پر بھی قائم ہے ۷۵

۷۶ اَوَلٰی۔ کوئی نفی ہے اصل تشخیص ہے۔ اور وہ کے اصل معنی قریب ہیں پس اہل کے معنی اقرب یا قریب ترین ہوتے۔ اور اصل

بکنی سے مراد آخری بکنی ہے (۷۶) یعنی اس کا سب سے بھلا کر اہل ۷

یہودوں اور
عیسائیوں کی عبادت

یہودوں کی عبادت
اور عیسائیوں کی عبادت

اولی

وَدَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَن يُخَالِفُوا نَصْرَهُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ ۖ

۷۸ اہل کتاب کے ایک گروہ جانتا ہے کہ تم کو گمراہ کریں اور وہ اپنے آپ کو ہی ہلاک کرتے ہیں

وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَتَفَرَّوْنَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۖ

۷۹ اور وہ محسوس نہیں کرتے کہ اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم شاہد ہو کہ وہ سچا ہے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَتْلُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ

۸۰ اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو جب تم

تَعْلَمُونَ ۚ وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِنَّا نَسْتَعِينُ بِالَّذِي نُزِّلَ

جانے ہو ۸۱ اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہوں کی ابتدا میں اس پر

۱ اتھولا - جی کے تعین اس کی نسبت ہوتی ہے جو اس کے نقش قدم چلتی اور اس کی ہدایت سے ذرا مل کر جاتی ہے۔ ۲ ہذا الذین والذین آمنوا کو الذین اتبعوا سے الگ کر دیا ہے یعنی میری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ہر ایم کے تعین میں سے نہیں ہیں گو آپ کا ملت ابراہیمی پر جو نابیان کیا گیا ہے۔ مگر وہ ہمیشہ ایک تہ کے نہیں بلکہ اس سے کوئی اور دین آپ کو بھی دتی ہوتے ہیں الذین اتبعوا سے مراد حضرت ابراہیم کے پیرو ہیں جو آپ کے زمانہ نبوت میں آپ کی شریعت پر تھے ۳ طاغوتہ - طاغوت سے ہے جس کے معنی محمدؐ نہیں اور طاغوتہ کا لفظ کتب انسانی پر بولا جاتے تو اس سے مراد بات ہوتی ہے۔ اور کسی چیز کے حصہ یا حصہ کو بھی اس کا خافضہ کہا جاتا ہے (ج)۔

۴ یضلوکم - اضلال کے ایک معنی مراد تقسیم سے پھیرنے کے ہیں۔ لیکن ضلّ یعنی ضام و ضلّک (دل) بھی آتا ہے اس لئے اضلال (ضلّ) کو بھی کہتے ہیں۔ مگر پہلے معنی مراد ہیں تو مایضلون انہما ضلّوا کے معنی ہو گئے اپنے آپ کو اور بھی گمراہ کرتے ہیں کیونکہ جب ایک شخص دوسرے کی گمراہی کے دوسرے پر جانتا ہے تو اور بھی راہ حق سے دور چلا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ پہلے ہی گمراہ ہی تھا ہے۔ دوسرے معنی کی رو سے مراد یہ ہو گئی کہ تم کو ہلاک کرتا چاہتے ہیں خود ہی ہلاک ہو گئے۔

۵ یہاں ایک پیشگوئی بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اہل کتاب مخاطب تو ان آیات کے نصاریٰ ہی ہیں جیسا کہ سفیان نے بھی کہا ہے۔ کل شق فی آل عمران من ذلک اهل الکتاب ضلّوا (د) یعنی آل عمران میں جو کلمہ آل کتاب کے مستحق آیا ہے وہ اہل ان نصاریٰ کے متعلق ہے۔ جو بعض وقت یہودیوں سے اہل کتاب بھی ان میں شامل ہو جائیں۔ اشارہ یہ ہے کہ اہل کتاب میں بھی ہڈ باہر جو باطل پر چڑھنے کے اور ہر طرح سے ملزم ہونے کے اس قدر زور پر دینگے کہ مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کریں یہی اپنے دین کی طرف لے جانے کی اس سبب پیشگوئی کا ظہور اس زمانہ میں ہو رہا ہے۔

۶ ۸۱ اشکیا - آیتوں سے مراد یہاں تو ان کلمہ جس کی صداقت وہ مرادہ کر رہے تھے اور جو اس بات کے بھی گواہ تھے کہ ان کی کتابوں میں ایک رسول کے آنے کا ذکر ہے۔

۷ ۸۲ یہاں انہی پیشگوئیوں کی طرف توجہ دینی جن کی طرف پہلی آیت میں اشارہ کیا تھا۔

ان کتابوں میں سے ایک گروہ جانتا ہے کہ تم کو گمراہ کریں اور وہ اپنے آپ کو ہی ہلاک کرتے ہیں

اور وہ محسوس نہیں کرتے کہ اے اہل کتاب اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم شاہد ہو کہ وہ سچا ہے

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو جب تم

جانے ہو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہوں کی ابتدا میں اس پر

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ إِنَّ يُقَىٰ ۚ

اور ایمان نہ ہو مگر اسی پر تمہارے دین کا پورا جوہر ہے (کوہِ کامل) ہدایت قرآن کی ہدایت ہے کہ کسی شخص کو اسکی

أَحَدٌ قَوْلَ مَا أَوْثِقْتُمْ وَأُجَابُكُمْ عِنْدَ تِكُمْ قُلْ إِنْ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ

شل دیا جائے جو تمہیں دیا گیا یا وہ تمہارے رب کے نزدیک تمہارے ساتھ جھگڑا کرے کہ فیصلہ تمہارے رب کے ہاتھ میں ہے۔

يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

۴۶۵ جے جے چاہتا ہے دیکھو اور اس شہرت میں سے لالہ جانے والا ہے

کے طور پر ایک عیسائی اور ایک مسلمان کا مکالمہ شائع کر دیتے ہیں جس میں مسلمان کے منہ میں کڑوہ و کھٹک ڈال کر مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی صداقت پر شبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ غرض حق کے مقابل چال بازیوں سے کام لے کر عیسائی پہلے بھی جیتے رہے۔ اسی جیتے جیسے انہی چال بازیوں سے کہہ دو سنت شکنوں کا کام کر لیں۔ یہاں مسلمان کو اتنا تشدد کیا ہے +

۱۳۶ اہل کتاب کے قول کا قیہ حصہ سے اور مرداس پر ایمان لانے سے جو تباہ دین کا پیرو ہے۔ یہ کہ کثیری ایمان تھا اور خدا
ایسی جی پر جو شریعت اسرائیلی کا پیرو ہو جس ایک بعض جن کو ان جاہلیانہ کے لئے تیار کیا کہ وہ مجھے نہ ٹھہرایا جان کا انکار
کے کہ چو کر ان کا دین یا پھر کچھ تسلیم کریں خود دوسری طرف اپنے پیروں کو بھیج کر کہ ان کو تعریف ایسے نبی کو مانو جو تمہاری شریعت کا
پیرو ہو اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روکا گیا تو آپ کی شریعت میں بہت سی باتیں شریعت موسوی کو نسخ کرنے والی
تھیں اور یہ حال اس کے مطابق ہے جو پہلی سورت میں مذکور ہے قالوا فومن بالافتراء لیستنا ونکتعنہن باوراء کا البقرة ۸۰
اور اسی پر بروایت تک عالم یہ مبنی نہ کہتے ہیں کہ جو نبی آئے شریعت موسوی پر ہی آنا چاہئے +

فیس و سہولتوں کی مشکوک

[illegible]

۴۳

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر دیتا ہو اور اللہ بڑے فضل والا ہے

مخبر کیا ہے کہ جب تم ان کے ساتھ طویل چھوٹی تسلیم کر کہ کرشل والی کو پیشگوئی ہے۔ اور مسلمانوں کو تمہارے خلاف یہ جنت مل جائے گی۔

شیل موٹی کی پیشگوئی
مائی کی تہذیب پر غصہ
اسلام کا ہے۔

اور دوسرے معنی یوں چرچے کو قتل اللہ ہی سے عند دیکھو سب قتل کے ماتحت یہودیوں کی اس بات کا جواب ہو کہ لا ترمضوا لہم تبم دیکھو اس صہبت میں اللہ ہی ان کا اسم کرگا اور اللہ ہی اللہ اللہ ہی سے بدل ہو گا مگر یا اس بات کا جواب کہ سوائے موسیٰ شریعت کے پیر و کے اور کسی نبی کو نہ مانو۔ اللہ تعالیٰ یہ دیتا ہے کہ ان کو کرد و کرکال ہدایت (جو اللہ ہی ہے) ہے۔ یہ ہے کہ جو کہ اصل کتاب پر کم کو دیا گیا یعنی موسیٰ شریعت اس کی شکل کسی اور کو دیا جائے تو یہ کہہ کر کہ تو یہ پیشگوئی موجود ہے کہ موسیٰ کی شکل ایک نبی آئے گا اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ جو تم کو دیا گیا یعنی شریعت موسیٰ اس کی شکل کسی اور کو دیا جائے یا واقعی اگر ایسا ہو تو مسلمان تمہارے رب کے حکم میں تمہارے ساتھ جھگڑا کر سکیں گے (اور وہ جھگڑے میں غالب رہیں گے) اور اس قلب کی طرف قطعاً جا کر کہ میں بھی اشارہ ہو سکتا ہے یا ایسے مقتدر ہو سکتے ہیں جیسے فیدض جھگڑا کر سکیا جانت اس کا تقاضا ہے) وہ دون صورتوں میں اشارہ اس عظیم انسان پیشگوئی کی طرف ہے جس کا کوئی جواب (ہل کتاب کے پاس نہیں) جو حضرت موسیٰ نے کی تھی اور جس کی صداقت کل انبیائے نبی اسرئیل سے تسلیم کیا یا تک کہ حضرت عیسیٰ نے بھی اس کو تسلیم کیا یعنی حضرت موسیٰ کی شکل ایک پیشبر کا دنیا میں ظاہر ہونا جس کا ذکر اشتہار ۱۵: ۱۸-۱۹ میں ہے۔ اب یہ موسیٰ کی شکل نبی کا کھڑا کرنا سوائے اس کے کیا معنی رکھتا ہے کہ جس طرح ایک شریعت نبی اسرئیل کو موسیٰ کے ذریعہ سے دی گئی تھی، اسی طرح ایک شریعت نبی ہنیل میں سے ایک نبی کے ذریعہ سے دینا کو دی جائے۔ یوں تو نبی اسرئیل میں نبی بہت ہوتے مگر نبی کی شکل ہونے کا کسی نے موسیٰ دیکھا تھی کہ حضرت مسیح نے بھی نہیں کیا۔ جیسا کہ پڑھا: ۲۱ سے ثابت ہے کہ یہودی جن کے مشرک تھے، ایسا ہی دوبارہ آورہ حضرت یحییٰ میں پوری پہلی۔ مسیح کی آڑ میں کا دعویٰ حضرت عیسیٰ نے کیا۔ موجود نبی کی آڑ میں کا دعویٰ حضرت عیسیٰ نے کیا کہ حضرت یحییٰ نے اور نبی اسرئیل کا کوئی نبی جو شریعت موسیٰ کا پیر و ہوا یا دعویٰ کر سکتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ نبی ہی ہنیل سے ہونا چاہتے۔ بلکہ پیشگوئی کے مطابق یہ بھی ضروری تھا کہ اسے حضرت موسیٰ کی شکل ایک شریعت دی جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صورت جو آپ کو نبی اسرئیل کے کل انبیاء میں متناظر کرتی ہے۔ یہی ہے کہ آپ ایک جدید اور مستقل شریعت لائے۔ اس لئے پیشگوئی میں ہونے کی شکل کا غلط فہم سے سوائے اس کے کچھ نشاء نہیں ہو سکتا کہ وہ نبی بھی ایک جدید اور مستقل شریعت لائے والا ہو۔ اس لئے قتل کرے نبی اسرئیل کے اس اعتراض کے جواب میں کہ ہم اسی نبی کو مانیں گے جو ہماری شریعت کا پیر و ہو۔ اور پیشگوئی کی طرف توجہ داتا ہے۔ کہ اس کے مطابق تو یہ ضروری ہے کہ جو شریعت تم کو موسیٰ کے ذریعہ سے دی گئی تھی وہی ہی شریعت کسی اور کو دی جائے۔ تم ہمارے کرتے ہو کہ ہم نبی ہی شریعت کے پیر و نہیں کو مانیں گے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ کی پیشگوئی اس امر کی تقاضی ہے کہ اس جیسی ایک اور شریعت بھیجی جائے جس طرح تم ہمارے نبی بھی بھیجو۔

نبوت ایک قسم
خصوصی میں

اس کے بعد انشاء آئے ہیں قتل الفضل بیل الفیہ تہہ من یشاء او یخص بوجہ من یشاء یہاں کتاب کے اہل کتاب کے جواب میں یہاں نبوت کا ایک فضل فرمایا۔ تو فضل ایک قسم خصوص نہیں ہے بہت ہے جس کو اللہ چاہے دے۔ اس کا مقابلہ البقرة ۱۰۵ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ جس طرح کا اعتراض اب جواب دیا ہے وہی یہاں دوسرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کیونکہ وہاں بھی یہ کہہ کر مایہ والذین کفرنا من اہل الکتاب وواللہ لکین ان یقتل علیکم وحقیر من دیکھو اب دیا تھا۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ قَبَضَتْ يَدُكَ إِلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ

اور اہل کتاب میں سے وہ جو کہ اگر تو اس کو مال کے ذخیر پر امین بنے تو وہ اسے بچے واپس دیکر امان میں سے ہو کر اگر تو

يَدِينَارٍ لَا يُؤَدِّي إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا

ایک دینار پر ایمین بنائے تو وہ اسے تجھ کو دس سو لے اسکے کہ تو اس (کے سر پر کڑا دہریہ اسٹلے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

ان انیسویں کے بارے میں کوئی دالزام کی راہ نہیں اور وہ انڈیا پر جھٹ پڑتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ۱۹۶۶ء

والله بخير من يشاء والله ذو الفضل العظيم.

ما دمت عليّ كما

۱۴۶۷ء ماحمت علیہ قاتل جیسی نے یہاں منتقلی میں مروانے ہیں کہ واقعی اس کے سر پر کڑا ہے اور اس سے اس کو دھڑ دھڑ ہو، مگر یہاں ضرورت تھک ہے۔ اس سے مروانہ علیہ القاتل جیسی کے جیسے کہ ابن قتیبہ نے کہا ہے۔ اصلہ ان الطالب المشی بقرہ بہ و التارک یقعہ جملہ (یعنی، یعنی اصلیت اس کو مارو، کہ یہ کہ ایک سے طالب اس کی رعایت کو غور نہ کرتا ہے گویا وہ اس کی بکھرا ہو چکا اور نہ کہ کرتے والا اس کی طرف سے مست ہر جاتا ہے یا فہمہ جاتا ہے جیسا کہ قرن شریف میں آتا ہے امة قاتلة للعلماء ۱۱۳۰ھ مروانہ حاکمۃ مامنا اللہ یعنی اللہ کے حکم پر عمل کرتے والی ۵

سیدمیل

مبیل۔ کے معنی، اہمہر ہر سبب جس کے فریضے سے دوسری چیز تک پہنچا جائے، براہِ بیلا دغ، یہاں مراد ہے کہ ہم تک پہنچنے کی راہ نہیں یعنی ہر چیز کا اپنا پرسش یا الزام نہیں۔

اہل کتاب کے معاملہ
اسلام کا منصفانہ رویہ

[illegible]

ساعات و نماز
دیانت عیار و همتیاری

اصل ذکر تو یہاں دینی معاملات اور بیگمونیوں کا تھا۔ اسی ذکر میں دینی معاملہ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین و دنیا کو کس طرح بظاہر شریفانے اکٹھا کیا ہے۔ اس میں جہاں ایک طرف ایک کتاب کو یہ لازم دیا ہے کہ وہ دینی معاملہ میں اس کی امانت ایسی خراب ہے کہ ایک دنیا کی امانت کا قیود ادا نہیں کر سکتے تو دینی معاملہ میں کتاب کی حفاظت میں بیگمونی کی حفاظت میں وہ کیونکر قابل اعتبار ہو سکتے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی بھائیہ ہے کہ دین و دنیا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ دوسری معاملات میں امانت و دیانت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ تو دین میں ان کا مارا راستہ پر ہونے کا دعویٰ کس کام کا ہے چنانچہ یہاں دعویٰ دیانت کا ذکر کرتے ہوئے معارف و حائیت کی طرف استہلال کر کے فرماتے ہیں ان الذین یفتنونا

بجس اللہ دلیما ہم متناقض قلیلا وہ لوگ جو اللہ کے حمد اور پوجی تھیں کے عوض تھوڑا سا مال یعنی اس دنیا کی زندگی کا سامان لئے بیٹے ہیں وہ بول خفیف انھیں تنگے ہوں تو ان کو کہتے ایک مسلمان کو یہ بتایا ہے کہ وہ روحانیت کو قویٰ نہ نہیں جس کے ساتھ

بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

اں جو شخص اپنے اقوال کو ہر کتاب اور حدیث و تفسیر سے محبت کرتا ہو، ۴۶

لوگوں سے اچھا معاملہ نہیں +

یہاں اُچیوں کے متعلق مفسرین نے فقہاء کا اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک تو مطلقاً حرام ہے لوگ مراد ہیں اور یہ حالت اہل کتاب کے ان کے ساتھ معاملہ کی اسلام سے پہلے کی ہے۔ مگر بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسلمان ہیں یعنی مشرکوں کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ ہوتا رہتا تھا جب اسلام آیا اور بعض لوگ مسلمان ہو گئے تو اہل کتاب نے ان کے اعمال کو دیکھا اور یہ غمزدگیاں دیکھ کر جو تکبر مٹ رہے تھے اب اس نے اب ان کو کافی حق بہم پہنچیں رہا۔ وہ دونوں قسم کی روایات کو اب جریسنے اپنی تفسیر نقل کیا ہے مگر اہل فاضلین غریب سے اور اہل آئینہ میں خطاب بھی عام ہے یعنی مسخ خطاب اور وہی سب

کہاں کتاب اسے آپ کو عجب کے لوگوں سے بڑھ کر سمجھتے تھے اس لئے ان کے حقوق کو اپنے برابر خیال کر کے تھے چنانچہ ان کا قول دوسری جائزہ منقول ہے: **ہنا ۱۰۰۰ اللہ داجا ہا ۱۰۰۰ اللہ ۱۰۰۰** ہمیشہ کہ جیسے اوروں کے رسول ہیں اور دوسرے لوگ ہمارے سامنے کوئی وقت نہیں رکھتے۔ یہ غلط خیال ایسی ہی اہل کتاب میں مروج ہے کہ وہ عیسائی اقوام یا یورپین اقوام کے مقابل میں دوسری اقوام کے حقوق کو کمتر سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام یورپین قومیں یا جو ادو دعائے تہذیب کے ایک نہایت فہم حالت میں ہیں جس سے ان کو صرف اسلام کی بلند تعمیر ہی محال لگتی ہے جو یوں تعمیر قدیم تاسو کی معنی ادنیٰ بحدۃ

جس کی سب کے ساتھ وہ سبید رنگ کے اداسی سے بھر پور کیا۔ رنگ کے علاوہ اس کے بڑے جھلکے اسے ایک نرم دھبہ اور دلورم کے ساتھ بڑا دھبہ اور بغیر قوم سے سب کے ساتھ پورا کرنا چاہئے، ایسا ہی امانت کا معاملہ ہے۔ نئی کڑی ہے اعلیٰ علیہ وسلم نے سب کے ایمان میں سب کے کھن اور دیگر امانت اور حقوق کو کالعدم قرار دیا تو ساتھ ہی امانت کے متعلق تاکید بھی فرمادی اور ادا و اعادہ خانہ مولانا ابوالکلام آزاد کے تحت ۸۰ امانت کے حقوق کا بیان میں ہوتے ادا و امانت نیک کی جو یاد کی سب کی طرف ادا و اعادہ ہوتی ہے اور چنگا امانت اور احادیث میں ہر ایک قسم کی ذمہ داریاں آجاتی ہیں اس لئے گویا یہ سمجھا ہے کہ انسان کی ذمہ داری میں ان کی طرف ہر ذمہ داری کے ذریعہ کی طرف کا بھروسہ ہے کہ وہ ادا و اعادہ کرے۔ حضرت ابن عباس کے متعلق روایت ہے کہ کسی

شخص نے کہا کہ، اہل ذمہ کی بعض چھٹی چھٹی چیزیں جیسے مٹی بکری وغیرہ جنگ کے وقت ہم نے لیکر اپنے بچے خوار کیا تو اہل ذمہ کی
قول کی مانند کہ انیس علیہ السلام میں سبیل جب معجزہ یاد رکھیں تو ان کے اسرار میں کس قسم کا تعارف حاصل نہیں ہو سکا بلکہ جودہ میں غشی و
۱۶۷۷ اس چھٹی مٹی پر میں اسلام کی تعلیم کی دست ظاہر فرماتی ہے۔ ذکر صرف امانت کا تھا مگر ہر ایک قسم کی
ذمہ داری کو اس کے اندر داخل کرنے کے لئے پیچھے ہم کے پورا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ ۱۷۰۱ اور پھر تقریر کی طرف۔ حمد کو تو ہر ایک
شخص سمجھتا ہے یعنی کوئی ذمہ داری جو ارشاد میں ملی اور اعلان اپنے اہل ذمہ سے یہاں عہد میں داخل ہو جاتی ہے۔ مگر تقریر کی انتہا

کرتے ہیں اشارہ زیادہ دیکھو اس کی طرف سے۔ جہن کا معلق امانت سے ہے۔ نہ کرنا امانت کی ادائیگی میں ہر قسم کے ان
حق کی ادائیگی و اہل سے جہان کے ذمہ طور امانت ہوں۔ خواہ وہ محمد کے اندر آتے ہوں یا نہ آتے ہوں تو پکا حکم ہے
یا بطور امانت کوئی ذمہ داری ہو خواہ کسی کے متعلق ہو تو ان محمد و اہل امانتوں کو ادا کرنا ضروری ہے اور اسی طرح پڑنا
اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے سے۔ اور یہ حکم اتفاقاً کلام تباریسا کمال ہے کہ ایسا ہے محمدی میں اس آج کا ہے اس لئے آخر ہر صرف
محکمہ التفتیش فرمایا۔ اور ان محمدی و اہل سے جس کے ایسا ہے مراد یہ ہے کہ اس کے احکام میں کیوں کو اس
ایمان کو اہل اہل اعلان قبر کے رکھنے سے فیصلہ کرے اسی لئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے محمد کا ذکر شروع ہو جائے گا۔

۸ مَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يُوْتِيَہُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنَّبُوءَةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ

کسی بشر کیلئے (شایاں) نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم

کُونُوا عِبَادَ اللَّهِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ

اللہ کو پھر ذکر کرے بندے ہو جاؤ۔ لیکن (وہ کہے گا) تم رہا بنی ہو جاؤ اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے

الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا

تھے اور اس لئے کہ تم درس دیتے تھے ۱۴ اور نہ یہ کہ وہ تم کو علم کے کہ تم فرشتوں

اور اس کے بنائے سے کتاب ہے اور اس کے مطابق چاہئے معنی کہنے میں نہیں یہاں عقلی معنی زبان کو مراد نہ لے کے مراد نہیں بلکہ کتاب میں تخریف کے معنی ہیں یا کتاب کے متعلق جھوٹ بنانے کے اور توثیق حقیقت الخیر کے معنی بھی ایسے ہی آتے ہیں اخیر کہ وہ علیٰ غیر وجہ (دلائل) یعنی جو اس حقیقت معاملہ میں اس کے خلاف اسے خبر دی۔ اور ان لوگوں کو رائے کے معنی اہل باطن یعنی جھوٹ ہیں جس طرح الخیر اور الحق کے معنی بھی صحیح آتے ہیں ۱۵

تہذیب

تہذیب

اہل کتاب کی کتاب کے
پچھلے میں تہذیب

یہاں اب صاف طور پر ان کی تخریف کتاب کا بیان کیا ہے جس کی طرف پہلے امانت کے احوال ذکر کے لاکر ذکر کے اشارہ کیا تھا۔ اور جس طرح سورہ بقرہ میں یکتون الکتاب یا مدینہ تم بتاؤ تو انھوں نے امانت عند اللہ لکھ کر بتایا تھا کہ وہ تخریف تخریف کہتے ہیں۔ یہاں کتاب کے پڑھنے میں ان کی تخریف کا ذکر ہے اور مراد یہ ہے کہ کچھ جہانیں جھوٹ اور پر کتاب، امشکی طرف منسوب کر کے پڑھ دیتے ہیں تاکہ قرآن مجید تو ان کو کتاب کا حصہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں یعنی جو کتاب ان کے پاس ہے اس میں بھی وہ جہانیں نہیں ۱۶ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں۔ یہاں دوبارہ کی نفی الگ الگ کی ہے ایک یہ فرمایا کہ وہ کتاب میں سے نہیں دوسرے یہ کہ وہ امشکی طرف سے نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خود کتاب کا لفظ من عند اللہ نہیں معنی پہلے اس میں تخریف ہو جو دوسرے مگر یہ اب پڑھنے میں اور بھی تخریف کر رہے ہیں اور کتاب کا لفظ من عند اللہ سے پہلے اس لئے آیا ہے کہ یہ وہ ان المستقیم بالکتاب میں کتاب کے متعلق جھوٹ بنانے کا ذکر تھا سو پہلے اسی کی تردید کی بعض مفسرین نے کتاب سے مراد قرینت کو اور من عند اللہ سے مراد قرینت سے پچھلے انبیاء کی کتاب کو لیا ہے (حق) ۱۷

۱۸ وَلَكِنْ تَوَدَّ اَنَّ تَقْرَأُ سُرَّتْہُمْ وَلَكِنْ يَقُولُ كُفَّ

دہانہ نہیں۔ نہ پائی کی طرح سے معرفت میں سے کہ وہ پائی یا تو زبان کی طرف منسوب ہے۔ جیسے عطشان۔ سکوان کا

ہے اور یاد دہانی کی طرف منسوب ہے۔ اگر وہ کہہ دے تہذیب کہنے کے معنی میں لیا جائے۔ اور وہ پائی وہ ہے جو علم کو نشوونما دیتا

الَّذِي يَزِيدُ الْوَيْلَ اور یاد وہ جو علم کے ساتھ اپنی تربیت کرتا ہے الَّذِي يَزِيدُ نَفْسَہُ بِالْجَلَمِ ۚ رَا حَبِ کہتے ہیں کہ یہ دونوں

ایک دوسرے کے متلازم ہیں۔ کیونکہ جو شخص اپنے نفس کی تربیت علم کرتا ہے۔ وہ علم کو بھی نشوونما دیتا ہے اور یاد بھی اس کا

برعکس اور بعض کے نزدیک دہانی کی طرف منسوب ہے جب اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہو۔ اور یہی ہی طرح ہے جیسے ایک شخص کے

متعلق کہ یاد جائے لفظی (یعنی اللہ کی طرف منسوب اور اس سے مراد ہوگی مقبلا الی معرفۃ الاولہ واطلاعہ (حق) ۱۹

یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اطلاع کی طرف پڑھنے والا۔ اسی لئے رپائی سے مراد بعض نے اہل علم کو لیا ہے۔ یا خیر بعض

الْمَلِكَةِ وَالنَّبِيَّاتِ أَنْ يَأْتِيَاكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

اور نبیوں کو خداوند بناو کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا اس کے بعد کہ تم مسلم ہو چکے ہو ۴۶

۱۰ عالم کبریا بعضی نے حکیم متقی کو ۱۰۰۰ روپے حضرت علی کا قول منقول ہے: "تا ربانی ہڈی کا ٹکڑا تجھ میں اس آیت کا ربانی ہوں۔ اور جواباً حضرت ابن عباس فوت ہوئے تو ابن خضیر نے کہا: "مات ربانی ہڈی کا ٹکڑا ہے۔ اور کجی میں سے ہے۔" انہی میں ایک انسان ہضقلہ علیہ السلام قبل کہ بکا ہوا یعنی ربانی وہ حقیر ہے جو کہ کجی کے کسان ہا میں سے کسی شخص یا توں سے چلے سکتا ہے۔ ہضقلہ ربانی میں ہی میری ہے۔ عقیدہ ہر ایک زدنی ہے۔ یعنی انسان جب کو کچھ نہ والا تو جو سکتا ہے گھس نہیں ہو سکتا۔

۵۶۵

تدریسوں - دوسرا لکچر کے معنی میں اپنی انٹرویوز میں بھی اس کا اطلاق کر رہا۔ اس لئے دوست اللہ کے معنی ہیں۔
تاملت انگریزوں کے انگریزوں کے ایک دوسرے سے لینا قرأت کے جیسے رہنے سے ہوتا ہے اس
درس سے مربوط قرأت کا جیسے رکھنا بھی ہے۔ یہاں تعلیم سے الگ درس کا ذکر بھی نہیں ہے۔

میں اپنی کتاب کی طرف

تقریب کتاب کے ذکر میں اب ان کی ایک عظیم الشان تحریف کو ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے بعض کلمات حضرت مہدیؑ کی کلمہ ایسے خوب کر دیئے ہیں جن سے یہ معلوم ہو کہ وہ یہ عقلمند دیتے تھے کہ وہ خدا ہیں۔ حالانکہ انہی کی کتابوں میں حضرت مہدیؑ کے ایسے اقوال بھی موجود ہیں کہ ان کے خلاف ہے۔ اور اپنی موجودیت کا بھی اقرار ہے تو اس نے فرمایا ہے کہ ایک ایسے بزرگ نے جسے اللہ تعالیٰ کتاب اور حکم اور جنت دے دی کہ ان شاہان سے کہ وہ ہر لوگوں کو یہ بھی کہہ کر ان کی جانت کو بھڑکائی جانت کرو۔ اور مجھے اپنا خدا مانو وہ تو یہی عقلمند و بزرگ تھے کہ ان کو یہ بات بھی خدا تعالیٰ کی طرف قدم ڈالنے سے بچا دیا تھا۔ نیز کیونکہ میرا میں نے جو بعض استقامت کی بنا پر کج گویا ہے وہ حقیقت انہوں نے غصابت سے کام نہیں لیا وہ اگر تیرے تیرے تو ان کو صاف سمجھا دیا کہ حضرت مسیحؑ کی کسی کلمہ میں اگر خدا کے کہنے کا لفظ اپنے لئے لکھا ہے تو وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ میرا خدا کیا ہے آپ کو کہنا اس لئے قابل الزام نہیں کہ کہنا ہے جسے مہدیؑ اپنی اسرار میں بڑا کر دیا تھا کہ میرا خدا کیا ہے تو کیا ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح وہ میرا خدا استقامت کے بزرگ ہیں اسی طرح میں میرا خدا استقامت کے بزرگ کیا خدا کیا تھا کیا یا نہیں ایک قوم انہی سے نہ تو خدا کی طرف قدم اٹھائے ہیں نہ حق کی ذمہ غصابت سے کام لیا۔ اور لفظ جنتی اختیار کر کے مسیح کی طرف اس عقیدہ کو خوب کر دیا کہ وہ یہ عقلمند دیتا تھا کہ میں ہی خدا ہوں اس لئے میری ہی عبادت کرو۔

کھار یا فی مش اور
دوست انجیا میں

تم رہائی جو اس لئے کرتے تعلیم کتاب اور دوس کتاب دیتے جو معلوم تھا کہ دینیت کا مرتبہ محض تعلیم و تدریس سے اور پرے
 ایسے ہی ملنا ہی ملتا ہے کتابی کے ختمی کہا گیا ہے العلماء اور متفقا انبیاء کا وعدہ انبیاء کے واثق ہیں اور انھی کے حق میں ہے
 علماء اُمّی کا نبیاء بھی اسرا اہل سری امت کے علماء و متفقا انبیاء کے واثق ہیں اور انھی کے حق میں ہے

پیشی کو کتب و علم
دلچسپ ہے

یہاں اشارہ صاف حضرت موسیٰ کی طرف ہے۔ اور آپ کو اوصاب کی طرح ہر ہی مسئلہ کو کین چڑس دینے کا ذکر ہے۔ کتاب حکم نبوۃ جس سے معلوم ہوا کہ ہر شی کو لا زماً کتاب و حکم میں سے حکم سے مراد فیصلہ کرنا تھا فقیر نے بھی یہی خود صاحب اختیار ہوتا ہے اور وہی انکی سے باخت فیصلہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ اشارہ نبیین کا ذکر کر کے فرمایا انھا الذین من قبلکم لکن ابھتوا بالظن والافتراء

۱۷ ولما یاکد... یا مکر... پر پختہ پس لئے کو بقول پر غلط فہم ہے۔ اور لازم یہ تاکید کے لئے ہے یا ترکیب عبارتوں سے ماخوذ لغزمان بقول ... ولان یا مکر

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو پہنچا تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! تم کو خدا کا ایک پیغمبر بھیجا گیا ہے جس کی عبادت کرنا اور اس کی راہ میں قربانیں قربان کرنا واجب ہے۔

وہم نجران کا خیال
انگریزوں کو خط لکھیں

۹
۱۰

۸۰ وَلَٰذِخْنَا لِلْمُشٰقَاقِ النَّبِيِّنَ لَمَّا اٰتَيْنٰكُمْ مِنْ كِتٰبِيْ حِمْلَةً مِّنْ جَاۤءِكُمْ

اور جب اللہ نے نبیوں کے ذریعہ سے حمد یا اسلئے کہ غزوہ مکہ میں نے کتاب اور حکمت سے دیا پھر پھر کیا۔ پس

رَّسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنْصُرُوْهُ قَالَ اَعَاۤرِفُوْكُمْ وَاَخٰذُمْ

وہ رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس جو تو تمہارے غرض میں اس پر بیان فرما جو گا اور غزوہ کی مدد کی ہو گی رنگ

عَلٰی ذٰلِكُمْ اٰصْرِيْ قَالُوْا اَقْرَبُ نَاۤاَل فَاۡشْهَدُ اَوَاۡنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّٰهِدِيْنَ

اور کہ تم کو اور اس پر پڑھ دیتے ہو انوش کہ ہر تم کو کہتے ہیں کہ اس گروہ میں وہ ہیں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں

بمجاہر گا کہ یہ اس قدر زور جو حضرت مسیح کی خدائی کے خلاف دے رہے ہیں تو شاید آپ کو خدا متوانا چاہتے ہیں اور کیا انہیں
چاہتی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ تو کسی نبی کو بھی شایاں نہیں کہ وہ لوگوں کو یہ کہے کہ نبیوں یا فرشتوں کو
اپنے خداوند کو کہہ دے کہ نبی تو مسلم فرما اور رہنا ہے آتا ہے۔ اور کسی دوسرے کی عبادت یا اس کو خدا ماننا نہ کہیں وہ دل سے
پھر نبی اپنے کہنے پر آپ باقی کیوں پیچھے نہ گئے۔ اس آیت میں اس استدلال کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نبی کو
یہ شایاں ہوتا تو کوئی نبی دنیا میں اور نبی ایسا ہوتا جو اپنے پیغمبر دی ہوئی تم حضرت مسیح کے خداوند کو کہہ چکے ہو کیا دینے کی
اور نبی کا ایسا قول دکھایا جاسکتا ہے جب اس قدر نبی دنیا میں آئے اور کسی نے نبی پیغمبر دی تو معلوم ہوا کہ اس کی طرف
ایسی تعلیم حسب کرنا بھی درست نہیں۔

یشاق النبیین

۸۱ یشاق النبیین۔ یشاق کی اضافت النبیین کی طرف دوطع پر ہو سکتی ہے۔ یا تو انبیاء معارضہ ہیں اور میثاق
النبیین سے مراد وہ میثاق ہے جو نبیوں سے لیا گیا۔ اور یا انبیاء معارضہ ہیں یعنی حمد لینے والے اور یشاق النبیین سے مراد وہ
حمد ہے جو انبیاء نے لیا۔ جیسے میثاق اللہ اس حمد کو کہہ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لیا۔ تو ان کریم میں آتا ہے میثاقہ الذی
وَأَقْلَمُوْهُ (الْمَائِدَةُ) جہاں میثاقہ سے مراد اللہ کا میثاق یا وہ حمد ہے جو اللہ تعالیٰ نے لیا۔ اور چونکہ انبیاء معارضہ اسلام
نے تو حضرت مسیح کے وقت تک زندہ رہنا تھا اور بیت مکلف نہیں اس لئے وہ صحیح معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ گو یا تمہیں یہ
ہوئی اَلَا اخَذَ اللّٰهُ الْمِثَاقَ الَّذِیْ وَفَّقَہُ الْغٰیثُ عَلٰی الْمِحْمَرِ یعنی حضرت ابن عباس نے کہنے میں جب آپ سے کہا گیا کہ
مجلس شخص میثاق الذین اذقوا الکتابا پڑھتا ہے (اور یہ قرأت کو یا تفسیر و حل المسائل کی تھی) تو آپ نے فرمایا اَلَا اخَذَ اللّٰهُ
میثاق النبیین علی الْمِحْمَرِ (یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا میثاق من کی امتوں پر لیا۔ اور اصل نے یہاں النبیین سے مراد
خلف صفاء پر اہم النبیین یا ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی امتوں کی حمد یا ایک اور صورت ہے وہ ہو سکتی ہے جو
ترجمہ میں اختیار کی گئی۔ یعنی وہ حمد جو انبیاء کے ذریعہ سے لیا گیا تو ان کریم میں اس کی اور مثال بھی موجود ہے الذی اخذ علیہم
میثاق الکتاب (الاحزاب ۶۴) لکھا ان سے میثاق کتاب نہیں لیا گیا۔ جہاں میثاق کتاب سے مراد وہ میثاق ہے جو
کتاب میں مذکور ہے۔ یا جو ذریعہ کتاب لیا گیا کہ تمہارا جیسا کہ نام ماری نے لکھا ہے۔ اسی طرف گئے ہیں کہ یہاں مراد
وہی میثاق ہے جو نبی اپنی امتوں سے لیتے تھے۔ الخیروان الانبیاء کا فرمایا اخذ دن الیشاق من الاممھم فانہ اذا بعث
مجدل فانہ یجب علیہم ان یرمضوا بہ وان یشھدوا وھذا قول کثیر من العلماء

لَمَّا اس کے معنی یہاں دوطع پر ہو سکتے ہیں یا تو ماحمولہ اور ملام ابتداء کے لئے ہے۔ اور معنی ہوں ہر گئے وہ جو

لَمَّا

فَسَنَ تُولَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ ۖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْسِقُونَ ۝

۸۱

پھر کوئی اس کے بعد پھر گیا تو وہی جو ہمیں -

میں نے تم کو کتاب و حکمت سے دیا۔ اسی کا مختصر معنی شرط ہے۔ اور اخذ جتنا کہ تو تمہارے معنی میں یہ کہ تمہارے معنی یہ کہ جو اب تمہارا
جائے۔ اور وجہ شرط یا جزا کے منظرہ کو کہی ضرورت ہے اب تم کے آجائے کی وجہ سے درہی +

اخذ تم سے مراد یہاں قبلہ ہے یعنی تم نے قبول کیا۔ جیسے ان اولیٰکم ہذا الخذلان وہاں +

اخذ

اص

حضری زبیر کے اصل معنی ۳۷۱ میں بیان ہو چکے ہیں۔ النفل والشد۔ پرچہ اور مضبوط باندھ دینا۔ اس کے معنی شکنجہ کی لگانا

بھی پاتے ہیں ۳۷۱ + ملاحظہ اس جہد کو کہی کہتے ہیں جو قولے والے کو کتاب سے بچے رکھتا ہے۔ دہاوی بھی ہو سکتا ہے کہ انصاف

کے معنی یہاں ملحق جو باطل ہوں جو اس کے اصل معنی ہیں۔ اور اخذ ہم اصرہ سے مراد ہے کہ یہ جو جس ترہنات ہوں کہہ ل

موجود کی ضرورت کرنا ہو گا اس جو کہ تم قبول کرتے ہو چنانچہ دوسری جگہ رسول کریم علیہ السلام کی شان میں فرمایا یضربہم جہنم

ان کے جو کہ ان سے نشانہ ہے یعنی اس رسول کو قبول کرنے سے وہ جو جو انسانوں پر لکھا گیا تھا قبول کرنے والوں کے ذمہ سے ہونے لگا

اصل بحث اہل کتاب سے متعلق ہو گا اہل تمام جہت کر کے اور بچے رکھیں میں ان کو یہ شکریوں کی طرف توجہ دلا کر بتایا ہے کہ محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں میں ہی نہیں بلکہ اسلام مطلقاً بنائے عالم کا سرحد ہے چنانچہ اور

اس کی معنی یہ ہے کہ فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے موجود ہونے کے لحاظ سے اول النبیین اور بعثت میں آخری نبی بھی

ادھاس سے اگلے رکھیں میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ خدا کا عہد ہے۔ جو زمین پر فرمایا گیا۔ اور وہ آخری عہد بھی کہ

اس لحاظ سے کہ اس کی خبر و برکت دائمی ہے۔ اور کبھی منقطع نہ ہوگی۔ گویا یہ وہ توں رکھی اسلام کی کمال اہمیت کو ظاہر کرتے والے ہیں +

اس بات پر کہ رسول مصطفیٰ جس کے آئے لایا ہوں ذکر ہے۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن و احادیث کا اتفاق ہے۔

اور ابن جریر میں حضرت علی سے یہ روایت ہے کہ یوسف اللہ تعالیٰ نبیاً آدمی بعداً الا اخذ علیہ الہدای فی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سے کیلئے آئی تھی کہ کوئی نبی بعثت نہیں کیا جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد دیا ہو اور یہی صحیح ہے +

جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار ذکر آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قوم میں ایک رسول بھیجتا ہے۔ اور ہر ایک امت میں ایک رسول بھیجتا ہے۔

قوموں میں ایک سے زیادہ رسول بھی بھیجتے تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ یہیں قدر رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آئے تھے۔

یہ سب خاص خاص قوموں کی طرف آئے تھے۔ بل دنیا کی طرف بعثت ہونا یہ صرف ایک ہی رسول کے لئے مخصوص لکھا گیا جو سب

آخر ادب کو ایک اور نبی بھیج کر کہنے کے لئے آیا۔ تو جو نکاح رسول نے ساری قوموں کو ایک اور نبی بھیج کر لکھا تھا اس نے اللہ تعالیٰ نے

ساری قوموں سے پندہ یہ ان کے نبیوں کے یہ عہد کیا کہ جب وہ رسول آجائے تو تم سب اس کے دین پہنچا ہو گا۔ کیونکہ اصل نبی

یہی تھی کہ اس کی طرف سے قیامت کی تدبیروں کو مشایا جائے۔ اور سب کو بخائی بھائی بنایا جائے۔ مگر مختلف قوموں میں مختلف

نبیوں کے آئے تھے تو اسی اوقات ایک حد تک مضبوط ہوتے چلے گئے۔ کیونکہ ہر قوم ہدایت کے لئے اپنے نبی کو بھیجتی تھی تو

اس کو دوسری قوم کے نبی کی تعلیم سے کوئی سروکار نہ تھا اور ہر تعلق متبیین الا تو امی اس وقت دے سب قومیں اپنے اپنے

نگاہوں میں منظرہ طالعہ پیش ہوتی تھیں اس لئے ان حالات کا اقتضا بھی یہی تھا کہ ہر قوم کے اندر جدا جدا نبی بھیجتے ہو۔ مگر یہ

طریقہ جو فلکوں اور قومیتوں کی حد بندی سے پیدا ہوتی تیرتہ کے لئے بسنے والی دائمی اس لئے یہ ضروری ہو اگر جب وہ وقت

آجائے کہ تعلق متبیین الا تو امی کو اس میں کھل جائیں تو قومی رسولوں کی بجائے ایک ہی رسول ساری دنیا کی طرف بعثت ہو یہی

وجہ ہے کہ ایک ہی رسول دنیا میں ہوا جس نے علی الامکان بار بار کہا کہ میں کل عالمین کی طرف آیا ہوں۔ اور جس کے متعلق ارشاد ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اولیٰ النبیین اور
آخر النبیین

کل دنیا کی طرف
ایک ہی رسول آیا
اور اس میں حکمت

افغیر دین اللہ یبعون

تو کیا اللہ کے دین کے سوا کچھ اور پاتا ہے

کہہ رہے تھے کہ کافۃ الناس کما ہے جس سے قومیتوں کی ساری تقریروں کو مٹا دیا اور نسل انسانی کو وہ حکم خداوندی سنا یا جان کر
بہائی بنائی بنائے دیا تھا۔ یا یہ الناس انما خلقنا من ذکر و انحنی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکو مکرم عند
اللہ فکرم (الحجرات: ۱۳) اسے لوگوں نے جسے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور جن کو شاخیں اور قبیلے بنا یا تاکہ تم ایک دوسرے
کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے کسے معزز وہ ہے جس سے متقی ہے۔ تو جو نگاہ اس رسول سے سب قوموں کو دین و مادی پر مبنی کرنا
تھا۔ اس لئے سب قوموں سے یہ عہد لیا گیا کہ تم نے اس رسول پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنی ہوگی۔ اور یہ عہد ہر ایک
قوم سے جمہورانہ کے بنی کے لیا گیا یہی وہ مضمون ہے جس کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو ایک
صورت میں آیا ہے انا اول النبیین خلفا و اخر ہم یحکمنا کیونکہ اگر آپ اول النبیین خلفا دہوئے تو آپ کے متعلق ہر جنس
وہد مکی طرح لیا جائے۔ اور بدست میں آخری اس لئے ہوئے کہ باکل عیسویں سے آپ کے متعلق عہد لیا جائے اور آپ بھی کل کی
تصدیق کریں۔

آخری سر لکھ
ہے جو ہی صورت
تصدیق اول عالمی

اس رسول کی سب سے بڑی علامت جو یہاں بتائی وہ یہ ہے کہ وہ مصدق لما حکمہ یعنی اس کی تصدیق کرتا ہے کوئی
قوم کے پاس ہے۔ یہ ایک امتیازی نشان ہے جو رسول قرنی خدا ہی میں پایا جاتا ہے۔ یہ کیونکہ کسی ایک رسول سے پہلے
اپنے سے پہلے دین کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا ہے اس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار ہے۔ اہل بیت میں ہی
فرمایا یہ منون بتاؤ انزلنا ایک و ما انزل من قبلک و البقیۃ ہم جو کچھ تم سے پہلے نازل ہو چکا۔ اس سب پر ایمان نہ لے سکتے ہیں
اور پھر بار بار فرمایا لا یلقون احدا من دسلہ اور سب سے پہلے کہ یہاں بھی اس رسول مصدق کے اس امتیازی نشان
کا ذکر فرما دیا۔ جیسا کہ آیت ۸۳ میں فرمایا قل انا ابلاغہ و ما انزل علیا براہیم و ما معیل و انحنی
و یعقوب و الایمیل و اذنی موسیٰ و عیسیٰ و النبیین من دہام لا نفروق بین احدا منهم پس یہاں درحقیقت
بتا دیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دین کے کل نبیوں کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور اس طرح قرآن نے خود ہی یہ فیصلہ کر دیا
کہ مصدق لما حکمہ سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جس نے دنیا کے کل نبیوں
کی تصدیق کی ہے۔ اور ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔

جو بیان صحیح کی طرف
انصاف کے لئے

حضرت مسیح کے جاہل میں سے بھی اس بات کی شہادت دی ہے۔ کہ وہ نبی مثل موسیٰ جس کی شہادت کو امتیاز ۱۸۔ ۱۹
میں سے اس کے متعلق دنیا کے کل نبیوں نے شہادت دی ہے۔ چنانچہ حامل رسل باب ۳۔ آیت ۲۱ میں ہے حضور ہے
کہ اسان اسے لئے رہے۔ اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی ذہنی شریعت سے کیا۔
اپنی حالت پر آدیں۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے
لئے ایک نبی میری مانند آئے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنتو اس سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ حضرت مسیح کے نزدیک
اس پیشگوئی کا انکار تھا۔ اور دنیا میں ایک ہی شخص ہوا ہے جس نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ میں وہ نبی ہوں جس کی بات کلی نبیوں
نے قبول کی تھی۔ اور جن طرح اس کی خبر نبیوں نے دی۔ اسی طرح اس نے سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ قرآن
کریم اگر تصدیق میں نہ آتا تو قطعی بڑی کتاب تو صرف نبیوں کی پیشگوئیوں کے ذکر کے لئے کافی ہوتی۔ اس لئے یہاں یہ بتا کر
کل نبیوں سے یہ عہد لیا گیا تھا اس کا مرنا نشان یہ بتا دیا کہ کل نبیوں کا موجود کل کی تصدیق کرنے والا ہے اور ان میں

وَلَهُ اسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَالْيَهُودُ يَحْكُمُونَ

اور
حواصلوں اور زمین میں ہیں خوش اور ناخوش اسی کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے جائیگے

قُلْ أَمَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَ

کہ میرا منہ پان لائے اور اس پر جو ہم پر تار لگیا اور جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور

اَسْحَقُ وَيَحْقُوبُ وَالْاَسْبَاطُ وَمَا اُوْتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالْبَنِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ

جستہ، اور اسکی اور دیر اتار گیا اور موسیٰ اور بنی اور جنہوں نے ان کے رب کی طرف سے دیا گیا

۱۲۔ انہی پر مذکور کئے والا دوسرا کوئی انسان دنیا میں نہیں گزرا اور یہ موشا نشان تاکہ صرف سلسلہ نبی اکرم ﷺ

۱۔ عابدان کے آخری نبی کی جنتیوں کا ذکر راحت سے کر دیا یعنی حضرت ابراہیم کی اس دعا کا دینا واجب فہم رسول

منہ بہت، ہم اپنا ملک و ملت ہم کتاب و حکمہ و نزلیم (المعرۃ-۱۲۹) اور حضرت شیخ سی اس پیشگوئی کا وہ بقیہ لکھو

۱۹۶۲ء (شعبہ ۱۹۶۲) میں کتابوں سے کتابوں میں اب بھی آپ کی رشک کی موجودگی اس لئے اگر کسی کتاب میں

منازل بھی ہو گئی ہو تو اس پر غجب نہیں +

۳۷۱ مبعوث بنی کے اصل معنی میانہ روی سے تجاوز نہ کرنا ہے۔ دیکھو ۱۱۵ گویا دین اللہ یا اسلام میانہ روی سکھاتا ہے۔

۱۱ جو اس کو چاہے کچھ اور یہ بتا ہے وہ میانہ رو کے تھانہ کو چاہتا ہے۔

اسلام کے اس کی وجہ داری لڑائیں۔ اور یہی وسیع سی پہاں مرادیں۔ بجا عام طبقوں اور سماجی
 کی طرف اپنے لیے نیکو کرنے کے غرض سے۔

طوبہ و لدنما وہ نول مصدقہ میں جو اعمال کی جائز پرکھنے میں توفیق فرمادے۔ ماضیہ و کارہینہ

طوبے صنی ہیں: مانسردی اختیار کرنا یعنی جفا اور نسبت سے اور جفا اس کی ضد ہے •

اس آیت میں اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گو یا پہلی آیت میں بتایا تھا کہ اسلام تمام

ابیاء و نبیہم السلام کا موجد مذہب جو نے کائنات ساری مخلوق کے لئے اس کا وہ جب سے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اس کے

کیونکہ اسلام کے اصل معنی فرمانبرداری ہیں اور مذہب کے رنگ میں قوانین شریعت کی فرمانبرداری کا نام اسلام ہے اور عام

نہیں قوانین کسی کی فرمانبرداری بھی اسلام ہی ہے پس اسلام قبیح مخلوقات کا مذہب ہے کیونکہ اس وسیع عالم میں جو چہرہ

تو نہیں اسی کی فرمانبرداری دکرے گی اس کا جو دہی نہیں رہ سکتا باغظ و بکرہٹے کا جو دہی قوانین کی فرمانبرداری پہے

پرسبیسی مصلی میں اسلام کی عالمگیر مذہب ہے کیونکہ ہر چھوٹے سے چھوٹے در سے لیکر بڑے کو جب کہ روئے ملک سب ان کے قوامین کی زمانہ داری میں لگے ہوئے ہیں۔

طوعاً وکسماً ہے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ خواہ کچھ ہر کوئی چیز قانونِ آگہی کی فرمانبرداری سے باہر نہیں مل سکتی کیونکہ قانون

تو طوع ہی ہوئی ہے یعنی اپنی رضا و رغبت سے لیکن اگر ان چیزوں کو اختیار ہو تاکہ وہ فرمانبرداری کریں یا نہ کریں اور اپنی

۸۴ لَا تَفْرُقْ بَيْنَ أَحَدِهِمْ وَغَيْرِهِ مُسْلِمُونَ ۝ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کہتے اور ہم کسی کے فرمانبرداری میں سے کسی کو نفی نہیں کرتے اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین

دینا چاہے تو اس سے قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے والوں میں سے ہوگا ۴۵۵

چاہتا ہو تو اس سے قبول نہیں کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے والوں میں سے ہوگا ۴۵۵

معاذِ اللہ! یہ بات کہ وہ فرمانبرداری نہ کرے، بڑا عجیب ہے کہ وہ فرمانبرداری اختیار کر لیتی ہے مگر پھر اسے اسلام کے خلاف دیکھ کر اسے اسلام سے الگ کر دیتے ہیں۔ ایک قوم ہے جس میں ہیں جن کی خواہش فرمانبرداری کے خلاف ہو سکتی ہے نہیں جیسے مثلاً ملکہ یا خود زمین و آسمان اور ان کی طاقتیں جیسا کہ ایتنا طاقتور ہیں (تسم طبعاً) ۱۱ سے ظاہر ہے طبعی امور میں انسان بھی اسی طرح فرمانبرداری اختیار کرے۔ مگر وہ امور جن کا خلق اختیار اور ارادہ سے ہے ان میں کہہ کر یعنی مشقت کے ساتھ فرمانبرداری ہے یعنی اس کام کو انسان جبراً نہیں کرتا بلکہ مشقت اس کے لئے بھاری ہے۔ اور یہ کہہ کر یعنی نافوشی سے مراد فرمانبرداری ہے کہ کا فربہ فوشی سے ان قوانین کی فرمانبرداری نہیں کرتا تو نافوشی سے بھی اس کو کئی پڑتی ہے۔ کیونکہ ایسے قوانین میں فرمانبرداری دو طرح ہے۔ بعض ان قوانین پر چلتا ہے وہ سکھ پاتا ہے جو نہیں چلتا وہ دکھ اٹھاتا ہے پس جس نے قانون کی فرمانبرداری طوعاً نہ کی اس کو کھانا یعنی دکھ اور مرزے رنگ میں کئی پڑی۔ اسی لحاظ سے مفسرین نے طوعاً فرمانبرداری مومن کے لئے اور کھانا کا ذکر کے لئے لکھی ہے (۴) +

۴۵۶ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جو بھی رسولِ مصطفیٰ ہے جو سب کا موعود تھا کیونکہ اس نے سب انبیاء پر پورا

لا نا ضروری قرار دیا +

۴۵۷ الخاسرون خسران خسران اور خسران اس المال کے کہ ہر جائے کا نام ہے (۵)

خسران

اسلام کو جوڑنے والا
بھلائی کا

جب دین اسلام سب انبیاء کا موعود بھی ہوا۔ اس رسول کا مصدق بھی ہوا۔ بلکہ اپنے معنی کے تمام ذات عالم کا موعود بھی ہوا۔ تو جو شخص ایسے کالِ دین کو چھوڑ کر تاقص چیز کو قبول کرے وہ واقعی خسارہ میں ہے۔ اور چونکہ خسران اس المال کے ضائع ہو جانے کا نام ہے۔ اس لئے اس سے گویا اپنے اس المال کو بھی تباہ کر دیا۔ انسان کا اس المال مذہب کے معاملہ میں اس کی فطرت ہے۔ اور یہ بیش شک ہے کہ کل موعود پر دلِ علی الفطرت ہر ایک انسانی بچہ اپنی فطری دین پر پیدا ہوتا ہے پس جو شخص اسلام کو کالِ فرمانبرداری کی ماہوں کو ترک کرے (دھڑک دھڑکتا ہے) اس نے اپنی فطرت کو بھی بگاڑ دیا +

نجات اور دوزخ کا

یہ آیت اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ کالِ ماہیں نجات کی صرف اسلام میں پائی جاتی ہیں مگر قرآن کریم وہ دوسرا مذاہب میں فطریوں کا اعتراف کرتا ہے کہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ سب مذاہب کی ابتدا خدا کی طرف سے ہی ہے مگر ساتھ ہی اس امر کی بھی انکار فرماتا ہے کہ سب مذاہب میں علویوں کے ماہ پاجانے سے اب انسان ان کے ذریعے سے نجات یا فحش نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی معنی ہیں اس حدیث میں سے من عمل علیہا لیس علیہا (امرا مظلوم و دلت) جو شخص ایسا عمل کرتا ہے میں بہ ہمارا نہیں اور وہ دوسرا۔ ان ہر ایک کی کام پر خدا اور اس کے رسول کا موعود ہے پس ہر ایک کی کام کو بھی کرے مردود نہیں۔ اور اس نے یہ ضروری ہے کہ سب لوگ دین و دھرم پر چھوڑ کر وہ کی عبادی سے بھی نجات حاصل کریں اور دنیا میں ایک عظیم الشان اہل سنت و اہل انصاف کے قایم کرنے کا موجب بھی ہیں +

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَافِرًا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَيَشْهَدُ أَنَّ الرِّسُولَ حَقٌّ ۝۸۵

انسان لوگوں کو کس طرح ہدایت کرے جو اپنے ایمان کے بعد کافر ہوئے اور انہوں نے مشاہدہ کیا کہ رسول سچا ہے

وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۸۶

اور ان کے پاس کھلی دلیلیں آئیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ۸۶ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہو کہ

أَنَّ عَلَيْهِمُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلِكِ ذُو النَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خُلِيفَتَيْنِ فِيهَا ۝۸۷

ان پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں سب کی لعنت ہے اس میں رہینگے

لَا يَخْصِفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا ۝۸۸

ذرا سے عذاب ہٹا کر یا جانچا اور ظالم کو عذاب دی جائے گی ۸۸ سوائے ان کے جنہوں نے

مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ

ان کے بعد توبہ کی اور اصلاح کی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۸۹

۸۵۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت میں ایک خاص گروہ کا ذکر ہے جو اسلام لاکر پھر مرتد ہو گئے اور اہل کفر سے مل گئے۔ اور ان میں ابو حرام راہب کا نام بھی دیا گیا ہے۔ مگر حسن اور ابن عباس سے روایات میں مذکور ہیں کہ ان آیات میں اہل کتاب کا بھی ذکر ہے۔ ۸۶۔ یہی سبق و سابق عبارت چاہتا ہے۔ اصل مخاطب تو اس رکوع میں اہل کتاب ہیں۔ اسلام پر اس قدر کھلے دلائل کے باوجود ان لوگوں نے کوئی توبہ اسلام کی طرف نہ کی۔ کفر و ابعاد ایمانہم سے یہ مراد ہے کہ وہ پہلے انبیاء پر ایمان رکھتے اور اس کے بعد ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفر کرتے ہیں و شہدوا ان الرسول حق میں یہ اشارہ ہے کہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یہ لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے ہیں۔ جیسا دوسری جگہ فرمایا یعرفونہ لکما یحذرون ابتلاؤم (البقرہ - ۱۴۶) اور دوسری جگہ فرمایا لعلکم تدعون آیات اللہ فانتم قسیدون (۱۶۹) آیات سے مراد وہ کھلے دلائل ہیں جن میں سے کئی ایک یہاں بھی تفصیل بیان ہو چکے ہیں ۹

۸۷۔ ان کے گناہ کی عتاب و سزا کا ذکر ہے کہ ان کو ہدایت کی منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔ یا یہ کہ ان کو کامیاب نہیں کرتا یا جنت میں نہیں پہنچاتا۔ اور یا یہ کہ ایسے ظالموں سے ہدایت کی توفیق چھین لیتا ہے اور یہ ان کے دلائل کی طرف توجہ دیکھ کر اور ہر مشاہدہ حق کو قبول نہ کرنے کا نتیجہ ہے ۱۰

۸۸۔ ان لعنتوں کے متعلق دیکھو ۱۱ اور فرس جگہ اس لعنت کو دو دفعہ قرار دیا ہے اسی لئے فرمایا خالد بن ولید ۱۲ ۸۹۔ اسلام کو اپنی ایسی ہر گناہ کے خلاف پہنچ کر نہیں کرتا جو ٹوٹ سکتی ہو۔ ان لوگوں کی زیادتیوں اور کفر پر اصرار و غرور کا مشاہدہ ان کے اصرار کی خطرناک سزا کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہی جو لوگ توبہ کے ساتھ اصلاح کریں وہ اس سزا کے پانے والے نہیں ہوں گے۔ مگر توبہ کے ساتھ اصلاح شرط ہے۔ اور اس پر ہر گناہ و عہد ہے یعنی ان کی وہ طاقتیں جو ان سے بدلہ لینی تھیں اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے گا ۱۳

۸۵۔ کتاب کا دوسرا
شمارہ صاف
کھلی سے نکال

توبہ کا مشاہدہ
ہر گناہ کا

۸۹. إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ
جو لوگ اپنے ایمان کے بعد کافر ہوئے پھر کفر میں پڑے تھے ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔

۹۰. وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَمَّا تَوَّابٌ أَلَمْ يَكُنْ
اور وہی گمراہ ہیں ۱۴۴ جو لوگ کافر ہوئے اور مڑ گئے اور وہ کافر ہی تھے تو ان میں

يَقْبَلُ مِنْ أَحَدِهِمْ مَلَأَ الْأَرْضَ ذَهَبًا وَلَوِ اقْتَدَىٰ بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ
سے کسی نے زمین بھر کر سونا ہی قبول نہ کیا جائیگا اگرچہ وہ اسے خرید دے ان کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَّاصِرِينَ ۝

عذاب ناک و دکھ ہے اور ان کے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا نہ ہے

۱۴۵. اُزْدَادُوا كُفْرًا سے مراد اصرار علی الکفر ہے کیونکہ جب کفر بپا اصرار ہوتا ہے تو وہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور یا عداوت میں پڑھتے جانا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے یہودیوں سے مخصوص کیسے کہ انہوں نے پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لاکر پھر حضرت عیسیٰ کا انکار کیا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کفر میں پڑ گئے۔ مگر بلا وجہ کہ یہ ہے۔ سارے اہل کتاب مراد ہیں جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ اور کفر میں ان کا ترقی کرنے کا ناخلفت میں جن میں پڑھتے جانا ہے۔ ایسے لوگ اگر گھر میں بیٹھ کر توبہ بھی کریں تو یہ توبہ قبول نہیں ہوتی کیونکہ ان کے اعمال اس کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور حق کو وہ دیکھ کرنا چاہتے ہیں تو پکڑیسی! اور یا جیسا کہ ابن ابی باری اور قتال نے کہا ہے یہ متعلق ہے ان لوگوں کے جن کا ذکر اہل الذین تابوا میں پہلے آچکا ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر توبہ کر کے پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اور کفر میں پڑھتے گئے تو وہ ان کی پہلی توبہ قبول نہ ہوتی۔

۱۴۶. مِنَ الْأَرْضِ۔ مِنَ الشَّيْءِ سے مراد ہوتی ہے مقداد یا مصلحہ یعنی وہ مقدار جس سے وہ بھر جائے پس
اس قدر سونا مراد ہے جس سے زمین بھر جائے۔

اس آیت میں صاف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب جو دین حق سے خوف ہو کر اس قدر سونا مانگیں گے کہ گویا اس کی زمین ہی سونے سے بھر جائے گی تو اس قدر سونا بھی اس نقصان کی تلافی نہ کر سکے گا جو دین سے انحراف میں انہوں نے اٹھا ہوگا اور قتادی یہ اس لئے فرمایا کہ پہلی قبول نہ کرنے میں اس قدر اظہار ناراضگی نہیں جس قدر اس میں کہ بطور غصہ کوئی حق چوش کی جائے تو اسے قبول نہ کیا جائے۔ گویا یوں فرمایا کہ ان کا ساری زمین کو سونے سے بھر دینا تو کسی کام ہی نہیں بلکہ غصہ ہی دین تو قبول نہیں ہوگا۔ اور من احلہم اس لئے فرمایا کہ جس قدر سونا سب ل کر پیدا کر سکتے ہیں اتنا تکلیف بھی کرے تو اسے کچھ کام نہ دے گا۔ بتایا ہے کہ مطلق اور دو حمایت کے مقابلہ میں سونا بیچنا ہے۔

ازدیاد کفر

ملئ

مال دنیا آخرت
جس کام نہ دے گا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ
مگر ساری دنیا
کے بعد سب سے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا يَحِبُّونَ ۚ وَمَا يُفْقَرُونَ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ

تمہارا ستارہ کی ہرگز حاصل نہ کر سگے یہاں تک کہ اس سے پہلے کہ جس کو تم بحث کرتے ہو اور جو کوئی چیز بھی تم پر نہ کرے کہ نہ

بِهِ عَلَيْهِمْ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلالَةً لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ لَمَّا حَكَّمُوا أَنرَأَيْتُمْ

سب سے جاننے والا چاہے کہانے کی سب چیزیں بنی اسرائیل کیلئے حلال تھیں قبل اس کے کہ قورات آتا رہی جائے

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَنْزِلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَاتُوبَا إِلَى التَّوْبَةِ فَإِنَّهُ لَمَّا كَانَ كُنْتُمْ

سارے اس کے جو اسرائیل نے اپنی جان پر حاکم کر لیا کہو اگر پہلے یہ توجہ نہ لادو پھر اسے

صِدِّيقِينَ ۚ فَمَنْ فُتْرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

پڑھو ۲۸۲ پھر جو کوئی اس کے بعد اللہ پر جھوٹ بنائے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَقَدْ جَاءَ شَرِّهَا لِكُلِّ

ان کے پاس نہ ہو
خداوند تعالیٰ

ملاحظہ کیا ہے

۲۸۱ عاصیوں کو تبہ نصیب بھی ہو سکتا ہے یعنی بعض حصہ اس کا بھی کر دیتا ہے تو کرمیت ہے اور یہاں بھی ہو سکتا ہے اور یہاں بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں میں اسلام کی صداقت کی اس عظیم الشان دلیل کی طرف توجہ دلائی تھی کہ یہاں انبیاء کا موجود ہے اس سکھ میں ایک ہی ہی اور عظیم الشان دلیل کی طرف دلائی ہے اور وہ ہے کہ اسلام کا مرکز یعنی خدا کے بعد دنیا کا سب سے پہلا معبود ہے اس لئے ضروری تھا کہ اللہ الگ تو میں میں بھی پہنچنے کے بعد دنیا کا آخری معبود اور ساری عقلی فانی کی جگہ پر لگا کر دنیا کی تواریخ دیا جائے اور یہاں اہل طور پر عظیم الشان امور کی طرف دل کتاب کو توجہ دلائی ہے۔ مگر جو کلمہ سلسلہ معقول اس رنگ میں چلتا تھا کہ اہل کتاب اگر ساری زمین کھلی ہوئے سے بھر دیں تو وہ ان کی چریوں کا ذریعہ نہیں ہو سکتا اس لئے اب مسلمانوں کو بتائے کہ وہ اللہ پر وسیع یا سب قسم کی چیز کے جواب میں کس طرح دائل ہو سکتے ہیں۔ یہ کلمہ سوسے سے تین بھرے والوں کے مقابل جنوں نے اپنی ساری طاقتوں کو ایسی عقلی زندگی پر لگا دیا ہے۔ اس گروہ کا ذکر ضروری تھا جو شری کی خیر اور نیکی کو حاصل کرے تو اس کا گریہ بنایا کہ جن چیزوں سے تم کو بحث ہے وہ خیر کرو وہ بھیج اہل اب بھیجیں داخل ہو سکتے ہو۔ بعض نے یہاں اللہ کے معنی جنت لئے ہیں مگر باطل و دونوں کا ایک ہے کیونکہ جس نے بھیج خصال پر حاصل کرنے وہ اسی دنیا میں جنت میں داخل ہو گیا۔ اب ملاحظہ ہوں صرف مال اور زرعی نہیں بلکہ اگر ضرورت ہو تو اپنے وقت عزیز کو خدا کی راہ لگانا اپنی عزت اور مرتبہ کو جس سے انسان جنت کرتا ہے خدا کی راہ میں پیچ کر دیتا۔ اپنی ساری قوتوں اور طاقتوں کو لگا دیتا ہے کہ جس کے اندر داخل ہے۔ اہل مال و دولت کا خدا وسیع زیادہ محسوس ہونے والی چیزیں ہیں بعض ان کوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہ ایک حکم کر دے جو حق ہے حالانکہ یہ ایک ایسا حکم اور پختہ اصول ہے کہ جب تک انسان اس دنیا میں ہے یہ بھی کسی شخص نہیں ہو سکتا جسٹل انسانی کی ساری ترقیات کا مدار ہی عہد پر انسان کے اتفاق پر ہے۔ صحابہ سے اس اصول کو خوب سمجھا تھا۔ اور اپنی جائیں مال کا خدا میں سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر کے ہر قسم کی بڑائی کے وارث ہونے ۲۸۲

۲۸۲ اظہار میں الی حد کے لئے ہے۔ یعنی وہ طعام جو مسلمان کھاتے ہیں۔ اور طعام ہر وہ چیز ہے جو بدنہ خدا کی جاتی ہے

واحدی سے کہی سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم دین امر اور نہی میں ان اولی الناس بالینا للذین اتبعوا دھننا والنجی) تو یہودیوں نے کہا کہ آپ اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور اونٹ کا گوشت نجی اور اہل ایمان

نہاں
میں کا ذکر ہے
جو کلمہ حسن

۹۴ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا أَمْرًا زَيْنًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْكَرِينَ

کہو اللہ نے سچ فرمایا ہے پس ابراہیم کے دین کی پیروی کرو بہت روتھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا ۹۴

۹۵ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ

پہلا گھر لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا یقیناً وہی ہے جو مکہ میں ہے بکۃ دیا گیا اور جانوں کے لئے ہدایت ہے ۹۵

عید الاضحیٰ پر بھی حرام تھا۔ نو یہ آیت ان کی تکذیب کے لئے اُتری (در) مگر یا یہ الفاظ اس اعتراض کے جواب میں ہیں کہ کھانے کی چیزوں میں مسلمانوں کا ملت ابراہیمی سے کوئی اختلاف ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ وہی چیزیں جو ابراہیم کے لئے حلال تھیں نبی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں۔ مگر اسرائیل نے کچا پنے اور حرام کر لیا تھا وہ کیا تھا؟ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گوشت کا گوشت تھا اور حضرت یعقوب نے ایسا نبی باری میں پیش ہونے پر یہ نذرانی تھی کہ وہ سب بہترین طعام کو جو اونٹ کا گوشت تھا کھ کر چکے۔ پس نے چربیوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب نے جلالت نگاہیں اٹھ کر کیا تھا اور ساتھ ساتھ کی اجازت سے ایسا کیا تھا بعد ازاں نبی کتاب کا جو فرض تھا کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے حرام تھیں اور ملت ابراہیمی میں بھی حرام تھیں اس کا جواب دیا کہ اگر تم نے یہ حق پرستی لا کر لے لو۔ جس میں مکھاؤں گناہاں لکھا ہے حضرت ابراہیم پر بھی یہی ہے اور ان میں سے ایک طرف تو یہ کہ نبی فرمایا تھا کہ ابراہیم خلیفہ امت تھیں جو بت سہی چیزوں پر حرام کی گئیں تو اس کی وجہ قرآن کریم نے دوسری جگہ بیان فرمائی ہے فَبَقِلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

۹۶ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

۹۷ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

۹۸ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

۹۹ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

۱۰۰ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ وَآلْنَا لَهُمُ الْقُرْآنَ مَنَ اللَّهُ هُوَ أَهْلٌ لَّهُمْ عِلْمٌ وَخَلَقْنَا لَهُمُ لَنَّا كِتَابًا فَذَلِكُمْ خَلْقٌ مِّنْ بَيْنِهِمْ

نہی کرنا ہے
جس چیز پر نہ ہو

پروہ نصاریٰ
مذہب پر کیا ہے
کی دقت

اولیٰ

وضع

مکتہ

فِيهِ آيَةُ بَيِّنَاتٍ مِّمَّا بَرَّهْنِمُ مَنْ دَخَلَهُ كَانَ أَوْثًا وَاللَّهُ عَلَى النَّاسِ ۹۶

اس میں کچھ نشان ہیں مقام ابراہیم اور جو دہاں داخل ہوا وہ اس والا ہو گیا اور لوگوں پر اس کے لئے

کہ بڑے نیک ہے۔ اور پ اور م کے نیک دوسرے کی جگہ جاسے کی بہت سی مثالیں ہیں جیسے سُبْحًا اور مَسْكًا۔ لافظ اور لازم۔ بعض لوگوں نے ان دونوں میں کچھ فرق کیا ہے بعض کے نزدیک بطن مکہ کا نام ہے بعض کے نزدیک مسجد کا نام ہے اور بعض کے نزدیک خاص اہلیت کا۔ اور مکہ شہر کا نام ہے پھر اس کے اشتقاق کی وجہ میں بھی اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ قیاس ہے جس کے معنی اذہم ہیں۔ کیونکہ لوگ خلاف کے لئے اس میں آگئے ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مکہ کا نام کیسے رکھا گیا ہے یہ نہایت لفظ احاطہ الیٰ نبیؐ یعنی وہ جاہلوں اور مکشوں کی جو اس کے اندر یا اس کے متعلق زیادتی کرتے تھے انہیں گردنیں توڑ دے۔

برک
برکۃ
مہلک
بکرہ ہلکے سے

مبادیہ ہلک کی ہل اہل لغت نے بَرَّکَ المجد سے لکھی ہے جس کے معنی ہیں اوث جڑ گیا اور اس جگہ کے ساتھ رکھا (ل) اس وجہ سے اذہم اور ثبات کے معنی کے انکار کے لئے بَرَّکَ کا لفظ بولا جاتا ہے اور اہل لغت نے اسے اذہم اور بڑھنا بھی بَرَّکَ کے معنی لکھے ہیں مگر سنائی کے (م) اور ثبات ہیں جیسا کہ سان العرب میں بھی ہے اور وضو میں ہیں بَرَّکَ B

ہدی۔ مراد ہے ذرا دھن مانی ہدایت والا کیونکہ عیس سے وہ ہدایت ملی جو تمام دنیا جان کے لئے ملی۔ تمام دنیا ایک ایک قوم کے لئے آئیں۔ صرف ایک ہی ہدایت ہے جو علی الامان ساری دنیا کے لئے آئی اور وہ ہدایت اس مقام میں ایک سے ملی۔

آیا نہ دیکھ اول بیت یعنی دنیا کا سب سے مسجد؟ اس پر حنفیہ مذاہب کا ذکر ۵۵۰ میں ہو چکا ہے، تاہم بنوی میں بھی مراد سے اس کا ذکر موجود ہے چنانچہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ ابو ذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے مسجد اول کونسی مسجد ہے پہلے بنائی گئی۔ تو آپ نے جواب دیا المسجد الحرام یعنی مسجد طیبہ یا نہ مسجد اور جو ایک روایت حضرت علی سے ابن ابی حاتم نے بیان کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی سے سوال کیا اے اہل بیت وضع فی الارض قال لاولکنا اول بیت وضع فیہ البرکۃ (ت) کیا وہ سب سے پہلا مسجد زمین پر بنائی گئی تو آپ نے فرمایا نہیں لیکن وہ پہلا گھر ہے جس میں برکت ڈالی گئی۔ تو یہ بخاری اور مسلم کی حدیث کے خلاف نہیں اور حضرت علی سے بھی ابن ابی حاتم کی دوسری روایت اس کی توثیق کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت علی نے کہا کانت البیوت قبلہ ولکنہ اول بیت وضع لہما دیکھ اللہ (ت) یعنی گھر تو اس سے پہلے ہی تھے مگر وہ پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے متروک کیا گیا۔ اور یہی مشاء حدیث متفق علیہ کہ سب سے پہلی مسجد اس کے پہلا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر جو دنیا میں متروک ہوا تھا کہ یہ سچا وقت کی حدیث ذیل کی کہ تو یہ ہے جس کو بعض لوگوں نے ابن لہیعہ کے نام کی وجہ سے مکرر دہرایا ہے مگر جو قرآن کریم کے صحیح الفاظ اول بیت اور حدیث متفق علیہ کے مطابق ہے اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور وہ حدیث عروین انصام و مرفوعہ میں ہے کہ بیت اللہ جب قبل بنی ادم و حواء قائم ہوا بنا اللکعبۃ فہنا آدم ثم ہما با لفراف بہ

خانہ کعبہ سب سے پہلا مکان مسجد

آدم کعبہ

بَعَثْنَاكَ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَمِيدٌ

اس گھر کا جو کتا ہے اس پر جس کو اس کی طرف ماہ کی طاقت ہو اجازت نہ کر لیا تو بیشک اللہ جانوں سے بے نیاز ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کتا کو آدم اور حوا کی طرف بھیجا اور ان کو کعبہ کے بننے کا حکم دیا اس آدھے سے بنایا پھر اسے اس طرف کا حکم دیا گیا۔ اور یہ جو حدیث میں آتا ہے کہ بیت المقدس کے بعد بیت المقدس ہے اور وہ دونوں میں چالیس سال کا فرق ہے تو اس کا فضا معارف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے ان دونوں گھروں کے بننے میں چالیس سال کا فرق ہے کیونکہ پہلے حضرت ابراہیم نے حضرت اخیل کے ساتھ خانہ کعبہ کو دوبارہ بنایا اور پھر اپنی نسل کی دوسری شاخ کے لئے بیت المقدس کو قبلہ بنایا۔

کہ کہ کئی ایک نام ہیں جن میں سے بعض کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ مثلاً ام القریٰ (۱۹ مقام)۔ بستیوں کی نام اور یہ نام مکہ کی وجہ تسمیہ کے ساتھ ملتا ہے کیونکہ مکہ بھی ثاب سے ہے جس کے معنی ماں کی چھاتیوں سے دودھ چرتا تھا اور ام القریٰ یا بستیوں کی ماں اسے اس لئے کہا کہ اس کی چھاتیوں سے ساری زمین تھیں تو حیدر آبادی اور دین حق کا دودھ چرتی تھی اس لئے ساری دنیا کا یہی حقیقی مرکز ہے اور مفسرین نے اسے زمین کا مرکز کہا ہے جس سے مراد روحانی مرکز ہے۔ اور البکدیا خاص شہر بھی اس کا نام آتا ہے۔ اور البکدیا الاکین یا امن والا شہر بھی کیونکہ اس جیسی کوئی جگہ امن اور دینا میں نہیں۔ اور احادیث میں دو عظیم الشان فتنوں کا ذکر کرتے ہیں سے ایک روحانی فتنہ ہے اور ایک جسمانی ہے بتا دیا ہے کہ اس میں وجاہل اور طاغوت داخل نہیں ہونگے یعنی ہر قسم کے فتنوں سے امن میں رہے گا اور خانہ کعبہ کے جو نام ہیں وہ بھی سب گویا کہ کسی نام پر نہیں ہو سکتا بلکہ الہیت حقیقیہ قریم گھرا الہیت المحمود پاک گھرا عزت والا گھرا الہیت المحمود الکعبہ۔ دوسرے نام بیان کئے گئے ہیں۔ یہیں الحاطۃ یعنی توڑ دینے والا جس میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے جو حقیقت میں بھی پائے جاتے ہیں اسی ظاہر کی جو اس کی برتری کرنا چاہیں گردن توڑنے والا۔ الامامون نام جمع صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ اور اس کو ثناء۔ البینۃ (جسے داتا)۔

جس طرح اس گھر کو اصل بیت کہا ہے اسی طرح غلط مبادی میں یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ خاتم النبیین کا یہ قبلہ خدا کی عبادت کا آخری گھر بھی ہے کیونکہ مبادی کے معنی ہیں جس کی ضرورت کبھی قطع نہ ہو اور وہی ہو گا یا جس طرح پہلے ایک وقت کے لئے تھے اور آخرت کی ضرورت ایک وقت کا قطع ہونے والی تھی۔ یہ صورت اس بات گہری دہری کیونکہ اس نے دنیا کی ساری بستیوں کا مرکز بننا تھا۔ اس کے بعد روکنی جہاد و حجاب کی اس دنیا پر قائم ہو گئی۔ اور تاریخ و فدا اس پر بنا ہے کہ اس کے بعد کوئی مقام اس قدر مرکز بنایا نہیں جتنا جہاد سے لہلہائیں کے غلط میں اسی مطالب کی تعظیم فرادی کہ یہ اس عبادت کے لئے۔ اور یہ عبادت عرب کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے ہو گئی۔

﴿۳۴﴾ اور تھے کہ ایک ہی معنی ہیں ویکوعلنا قرنی صرف اس قدر اہل نعت سے کیا ہے۔ کہ تھے مصلحت سے اور جو ہم سے تھے،

استطاع الیہ سبیلًا۔ استطاعت کے معنی دوسری جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ استطاعت حد و سمیت کا نام ہے یعنی جس کو سمیت

سے انسان کر سکے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی کریم علی اللہ علیہ وسلم استطاع الیہ سبیلًا کا مطلب ہے چھاتی

تو آپ نے فرمایا انزاؤ المراحلة (داتا) یعنی نادرہ اور سرداری۔ اور بعض نے سمیت کو بھی داخل کیا ہے۔ اور حق سے کہہ کر

موراس کے اندر داخل ہیں مثلاً خود واپس کا امن۔ رستہ کا امن یہ تعین کا گزیرہ۔ امن کے دہانے کی وجہ سے فوجی الحکم سے مراد

ہیں اگر کئی سال تک نہیں کیا اور چھ سال میں حدیبیہ سے واپس آنا تھا۔

بیت المقدس اور بیت
مقدس کا فرق

خانہ کعبہ کے نام

آخری عبادت گاہ

جج

استطاعت کا معنی

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَكْفُرُونْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ۝۹۰

کہا کہ اہل کتاب کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو اور اللہ اس پر گواہ ہے جو تم کرتے ہو۔

مقام ابراہیم

مقام ابراہیم سے

مقام ابراہیم۔ یہ آیات عیناً کی تشریح ہے یعنی وہ کھلی نشانیاں کیا ہیں۔ سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم کی تشریح عفا میں ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سارا حرم ہی مقام ابراہیم ہے (۱) خاکہ کے مقام ابراہیم ہونا یا اس میں مقام ابراہیم کا ہونا ایک کھلا نشان قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ خاکہ کے مقام اور عبادات کے ساتھ حضرت ابراہیم کا نام نامعلوم زمانہ سے چلا آیا ہے۔ اگر واقعی حضرت ابراہیم یہاں نہ آئے ہوتے تو عرب کے بت پرستوں کو جن کی روایات میں یہ ایک مسلمہ امر چلا آیا ہے۔ کیا ضرورت تھی کہ خواہ مخواہ ایک ایسے شخص کے نام کا تعلق جو ملی الا ملان بت شکن تھا۔ اس گھر سے قائم کرتے اور اس میں ایک مقام ابراہیم قائم کر کے اس کے مراسم پر وغیرہ حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض باتیں جن کی شہادت نہابی روایات میں ہر پوری نہیں رہ سکتی، ان کی شہادت ایک قائل قومی میں رہ جاتی ہے۔ اور وہ شہادت ایسی ضرورت ہوتی ہے کہ جس سے انھیں ہوسکتا۔ سو ایسی ہی ایک شہادت خاکہ کے ساتھ حضرت ابراہیم کے نام کے تعلق میں رہ گئی ہے جو کہ بھی اہل کتاب پر اتمام حجت کے لئے کافی ہے کہ جس بیت اللہ یا بیت اہل کا ذکر اہل میں ہے وہ حقیقت میں خاکہ کے قائل نہ کر دینا میں ایک گھر ہے جس کا نام بیت اللہ ہے اور یہ ایک گھر ہے جس کے ساتھ حضرت ابراہیم کے نام کا تعلق ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور جب کہ ساری عبادات اور واجبات حضرت ابراہیم کی طرف منسوب ہیں +

مقام ابن عباس

دوسرا کھلا نشان خاکہ کے متعلق یہ ہے کہ من دخلہ کان امةً یعنی یہ ایک امن کا مقام ہے۔ یہ بھی خصوصیت ساری دنیا میں صرف خاکہ کے کسی خاص سے کہ وہ امن کا مقام ہے۔ حدیث میں ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ پر چڑھ کر کسی کیسے حال نہیں ہو جائیگا جسے نہ امن نہ ہو نہ میرے بھائی کیسے حال ہوگا اور میرے بھائی کیسے حال ہوگا۔ یعنی وہ وقت جب فتح مکہ کے وقت آپ اس میں داخل ہوئے ہیں، امن رکھ کر وہ اس وقت سے حرم کا مقام ہے۔ نہ اس کے کانٹے لائے جائینگے نہ اس کے درخت قطع کئے جائینگے نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائیگی نہ اس شخص کے لئے جو اس کے داخل مالک نہ ہو چلے وہ لا ہو پس مکہ کی حدود کے اندر کسی قسم کی جنگ جائز نہیں یعنی ان حدود کے اندر کسی قسم کی جنگ کا منع ہے۔ اور یہ درست اس کی وجہ کے اندر اجازت سے اللہ تعالیٰ نے ایسی حکم رکھی تھی کہ عرب میں کسی جنگجو قوم میں داخل نہ ہو سکے۔ اور یہ ہزار سال کی تاریخ میں کوئی ایک نشان اس حکم کی خلاف ورزی کی پیش کی جاتی ہیں تو وہ اندر کا حدود کے حکم میں ہیں۔ پھر ایک حدیث میں مکہ کی حرمت کے متعلق یہ لفظ بھی آئے ہیں کہ اس نے اندر نہ دجال داخل ہو گا اور نہ طاعون۔ یہ امن اس مقدس سرزمین میں کیوں رکھا گیا اور کیوں ساری دنیا میں یہ ایک جڑی طاعون کے لئے مخصوص ہوئی؟۔ درحقیقت یہ قوم کا خیال نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک گنجو قوم کے اندر اپنی طاقت اور قدرت کا ایک نشان رکھا ہوا تھا کہ یہ ایک نشان ہو اس روحانی امن طابان کا جس کا جھنڈا اس مقام پر بلند ہو کر دنیا کی کل قوموں میں صلح و اچھا و براخوت کی بنیاد رکھی جاتی تھی جس سے دوسرا کھلا نشان ہے جو اس گھر کو حفاظت کیا گیا +

تیسرا نشان ان الفاظ میں مذکور ہے واللہ علی الناس حج البیت کوگوں کے لئے (من استطاع الیہ مبیلاً)

٩٨ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ مِنْ أَمْنٍ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ

کہا اے اہل کتاب کیوں اسے اشد کی راہ سے روکتے ہو جو ایمان لائے تم اس کیلئے بیڑ چاہیں چاہتے ہو حالانکہ تم

٩٩ شَهِدَ آمَنَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا

گواہ ہو اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کہتے ہو ۱۴۸۶ء لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں میں سے

فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝

ایک گروہ کے پیچھے لگ جاؤ گے جن کو کتاب دی گئی ہے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کا فریادینگے ۴۸۷

خاندان کعبہ کا جی بھئی

شرط کے تحت، اللہ کے لئے اس مقدس گھر کو کراچ کرنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ ہر ایک مقدس مقام پر کوئی نہ کوئی نامہ ابتداء بھی آجایا کر رہا ہے۔ بیت المقدس کو کس شان و شوکت کے ساتھ سلیمان علیہ السلام نے بنایا۔ مگر فقہ اہی عرصہ بعد اس کی اینٹ سے اینٹ بکادی گئی۔ چار سو زیارت کہاں کی؟ ہر صبح پور دنیا کے کل مقدس مقامات ایک ایک وقت اپنے خالقوں کے اقدس چکر کشاہ و ہبادو گئے ہیں تو اس کے قیام کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ یہ درصفت میرے لئے قائم رہیگی۔ بلکہ اس کراچ بھی رنگ ہمیشہ کرتے رہینگے۔ گویا کسی وقت یہ اپنے خالقوں کے اقدس درپٹھی۔ اور یہ خصوصیت بھی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شروع سے قائم رکھا ہے۔ چنانچہ جب خانہ کعبہ کے اندر بیت بھی تھے اور اس کے متولی مشرکانہ عقاید رکھتے تھے۔ اس وقت بھی جب ایک عیسائی نواسہ مے اس پر چڑھائی کی اور اس کو تباہ کر کے اس کراچ اور زیارت سے لوگوں کو روکنا چاہا۔ اور اس وقت اس کے متولیوں میں اس بادشاہ کی فوجوں سے مقابلہ کی کچھ طاقت نہ تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ وہ بادشاہ مع اپنی ساری فوج کے تباہ ہو گیا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نشان ہے کہ ایک عالمگیر جنگ کے اندر بھی جب خود وہ سلطنت بھی جنگ میں مبتلا تھی جو اسکی اصل متولی ہے۔ یعنی تکی قوم خانہ کعبہ کراچ نہیں رکھا۔ اس آیت کا خاترا نہ افادہ پر کیا ہے۔ ومن کفر فان الله فوق عن العاکلمین یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ بڑے بڑے لوگ اس کا کفر بھی کیسے گمراہ اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اگلی آیت میں صاف بتا دیا کہ یہ بڑے بڑے کفر کے ذرائع الٰہی کتاب ہی ہیں۔ بعض نے یہاں کھڑے مراد صرف اس رکن کا کفر لیا ہے۔

خُوم - خُوم

[illegible]

کے

22

نَطَاعَ

۱۴۸۴ء تک قلعہ اولہ طبع (انٹرنیڈ میڈیسنی رضا و رحمت فرمائید) اور یہ ہے اور اس کی ضد کٹھنہ یا ناپتھین کی جڑ، ابھی آجکلے یہ اس اسم میں فی العلوات والارض طوعاً و کرہاً ادا ہے اور طوع ایک ہی میں گر طوعاً لا اکثر استعمال اس طرح ہے کہ جو حکم دیا گیا تھا اسے بجالا اور جو طبعی مقرر کر دیا گیا تھا اس پر چلاؤ (۱) اور کٹھنہ کے بعض طبعی ایک امر کی پیروی کی اور اس کی مخالفت نہ کی، یا اس کے ہیں لائن (۲) انھما کہ (ت) اس کے لئے نرم ہو گیا اور اس کا منقاد ہو گیا +

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمِنَ

اور تم کس طرح فکر کرتے ہو حالانکہ تم وہ ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول ہو اور جو شخص

يَعْتَوِي بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اس کے فیصلہ اپنے آپ کو جانتا رہے وہ یقیناً سیدھی راہ کی طرف ہدایت پائیگا ۴۷

گٹھار کی اطلاع

یہاں اہل کتاب کی اطاعت سے روکا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان کی اطاعت کرو گے تو وہ ایمان کے بعد نہیں کا فر بنا کر چھوڑ دیں گے۔ کسی دوسرے کی اطاعت یہ ہے کہ انسان برضا و رغبت جو وہ کہے ماننا چلا جائے اور جو وہ کرے اسی طرح کرنا چلا جائے پس اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہی ہو سکتی ہے۔ یا اولوالہام کی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا صرف اچھی کے علم کے تحت کسی دوسرے کا حکم ماننا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کی اطاعت فی اوج کوئی نہیں۔ اور یہاں عبارت کو دیکھا جائے تو اوپر ذکر شکوک و شبہات کا تھا۔ پس یہاں اطاعت کے مراد ان کے انجمنی و سادس کا قبول کرنا ہے مطلب یہ ہے کہ بعض بے ایمانوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک دوسرے دل میں پیدا کر دیا انسان، اگر اس کے پیچھے لگ جائے اور دوسرے کام نہ لے تو پاک ہو جاتا ہے۔ ابن جریر نے کہا ہے یہ روایت کی ہے کہ یہ آیت اُس اور خبیث کے واقعہ کے شوق نازل ہوئی۔ اُس اور خبیث مرینہ کے دو بیٹے بیٹے تھے جن میں مدت سے باہم جنگ بندی تھی حتیٰ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پرانے کینے سب دور ہو گئے۔ اور جنگ بند ہو گئی۔ ایک دن ایک نوس اور ایک خبیث کا آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک بھڑی آگیا اُصا اس نے مودتہ پا کر اُس اور خبیث کے پرانے جھگڑوں کا ذکر شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ دونوں مسلمان ان واقعات کو پا کر ایک کے ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کو تیار ہو گئے اور دونوں نے اپنی اپنی قوم کو پکارا اور ہتھیاروں سے غل آئے جب جنی کرملی ماہد علیہ وسلم کو پتہ لگا تو آپ ان کے درمیان گئے اور آپ کی وجہ سے سب لوگوں کا غضب جاتا رہا اور وہ نادام ہوئے تب یہ آیت نازل ہوئی ۛ

عَمَّ بِرَأْفَتِهِ

۱۸۸۸ھ بمطابق ۱۸۷۵ء عظیم کے معنی روک رکھا۔ اور اعتصام کے معنی ہے آپ کو روک کر بچا رکھنا جس (دع، قرآن کریم میں آتا ہے: **وَعَاثِمُ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ هُوَ** ۴۳) آج کے دن کوئی شخص اس کے امر سے بچائے گا اور نہیں۔ ایسا ہی ماہر من اللہ من عاصم (روحش ۲۷۰) میں۔ اور معصوم وہ ہے جو بچا یا گیا ہو۔ اور اسی مادہ سے جعفر ہے جس کی تشریح آگے آئی ہے۔ اور فاراقتصم (روحش ۲۷۱) میں استعصم کے معنی امام راغب نے نہیں لکھے۔ عَصَى مَا يُعَصِّى، یعنی اس چیز کا تصدیق یا اس کو کھالے۔ پس اعتصام کا شے مراد ہے، مشکوٰۃ کو کراہت میں مذکور ہے کہ آپ کو کھالے۔ اور اعتصام کے معنی کسی دوسری چیز کو بچا کر لینا بھی (دع، جیسا آگے آتا ہے) واعتصموا بحبل اللہ معا۔ یہاں اصل کتاب کے ان دواوس سے بچنے کا طریق بتایا ہے کہ جب وہ ایسے دواوس ڈالیں تو ان کو کافروں کے سامان اس طرح بچ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آیت کا مقابل میں اطاعت سے مراد دواوس کے بچے گناہ ہے۔

١٠١ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْنۡ اِلَّا وَاَنْتُمْ

اے لوگو! جان لےتے ہو اللہ کا تقویٰ کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہو اور تم دمر و سواے اس حال کے کہ تم

مُسْلِمُونَ ۚ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ

فرمانبردار ہو ۱۷۸۹ء اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو ۱۷۸۹ء

کامیابی کا پہلا گروڈا
روزہ ذریعہ ماری کا اعلیٰ

۱۴۹ھ اسلام کے کلمات اور امتیازی نشانی کا ذکر کر کے اس مسلمانوں کو بتایا ہے کہ وہ کن اصل کو منظور رکھ کر دنیا میں ایک نیا قہر بن سکتے ہیں اور اس کی بنیاد کیسی ہے؟ تین عظیم ارشاد مجتبیٰ میں جن میں سب سے پہلی بات اقوام اللہ کا یہ حق ہے کہ ان کے سامنے پہلے بیان ہو چکے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق کی نگہداشت۔ یا ان حقوق اور ذمہ داریوں کی حفاظت جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ذمہ رکھی ہیں خواہ ان کی طرف شریعت ہدایت کرتی ہو یا حق انسانیت۔ گویا قوم کے ہر فرد کے اندر پہلے خدا و خداونداری کا احساس پیدا ہونا ضروری ہے اور یہی کامیابی کی ضمانت کی جنتِ اولیٰ ہے۔ مگر صرف اس احساس کا پیدا ہونا بھی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ بڑھا کر بتایا کہ اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے قوم کے ہر فرد کو اپنی اپنی جگہ پر فرائض اور لگنا چاہئے۔ اس تعالیٰ کے تعویذ کا حق اس انسان نے ادا کر دیا جس نے اپنی طرف سے پرہیز و رکا رکھا۔ اس نے اس تعالیٰ کی وحی نہ مانے بلکہ اللہ تعالیٰ کو وسیعہ پاس اقوام اللہ کا یہ حق تھا کہ وہی راہ ہے جو خاتمہ اللہ مانتے ہیں (المعاقبات ۱۶)۔ اس سے ۱۰۰ اور جن لوگوں نے پہلے انفاق کو دوسرے الفاظ سے فریضہ سمجھا ہے انہوں نے سخت غلطی کاٹی ہے اور اسی کے مطابق دوسری جگہ جادو کا حکم ہے جاہل و افی اللہ تعالیٰ جہاد کا (الحج ۷۸)۔ دونوں میں اپنی مقصدیت کے مطابق فرقہ گانہ مانتے ہیں۔ بلا یطاعت اس میں دخل نہیں۔ اسی خبر پر فرمایا کہ تم عتق ادا و اقامت مسلمانوں جس میں بتایا کہ تم کوئی تین ایسی ذمے کا مال فرائض دوسری کی حالت تہو کیونکہ حکومت کا وقت مقرر نہیں اور یہی بتا دیا کہ اقوام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور مسلمانوں کا مال فرائض اور دشمنانہ اور کلمہ دوسرے جس کی زبان اور آواز سے ہر ایک مسلمان کا ہوتا ہے ۴

۴۹ جہل اللہ جہل رسو کہتے ہیں اور مستعارہ ہر ایک اس ذریعہ یا سبب پر بھی یہ فیض ہوتا جاوے جس سے کسی چیز کی طرف رخ سکیں اس قدر بلوصل و کل مایہ متصل بہ الی شیء (۲) ولجبل القہر والنیقۃ والذات یعنی جبل جہاد و ذراعت اور بلوکل کی کھیتی ہیں دل) اور حدیث و علم اس سے آئے یا ذل الجبل الشدید چاں جہل کے معنی بن اشیر کے قرآن یا قرین کے ہیں۔ اور جبل اللہ کے معنی حضرت بنو اسم دوسے سند سے قرآن مروی ہیں (۳) اور ابو سعید خدری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معنی روایت کئے ہیں کتاب اللہ جبل متین محل و حسن المعاولی فی الوضو۔ کتاب اللہ و مضبوطی دوسرے قول سے زمین کے متعہ (۴) اور حضرت علی کی روایت میں یہی قول صریح ہے جب فرمایا کہ گفتہ ہو گا دیوانہ یا کیا اس سے نجات کی راہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ یہی کتاب اللہ ہے مآلکم و محزن یا قیادکم و مصلحکم یا نیکم و حاکمکم اللہ المتین (مخ) یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں تم سے پہلے کی اطلاع و خبر سے بعد کی خبر اور اختلاف و تمنا سے دریاں ہوا اس کا فیصلہ ہے۔ تقدیر یا تقیق جو کہ خلاف ہے اور اسی سے تقدیر ہے جو حاجت کے خلاف ہے۔ اختلاف کے ساتھ حاجت کے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہہ دیا ہے کہ اگر تم کو کسی اور قوم کے ساتھ جنگ ہو تو ان سے صلہ رحمی نہ کرو۔ لیکن فقرہ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ فقرہ میں دو چیزیں الگ الگ ہو جاتی ہیں اور باہم ان کا تعلق نہیں رہتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کہہ دیا ہے کہ اگر تم کو کسی اور قوم کے ساتھ جنگ ہو تو ان سے صلہ رحمی نہ کرو۔ لیکن فقرہ کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ فقرہ میں دو چیزیں الگ الگ ہو جاتی ہیں اور باہم ان کا تعلق نہیں رہتا۔

کامیابی کا دوسرا
اتحاد قومی

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ لَنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

اور اسے یاد رکھو اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی

فَاصْبَحْتُمْ بَيْنَهُمْ أَوْحَاءً وَلَنْتُمْ عَلَىٰ شِقَاقِهِمْ وَمِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ

تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے ٹکڑے کے کنارے پر تھے تو اس نے تم کو اس سے

مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

بچالیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے یہی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ ۴۹۱

اجتماعی رنگ پیدا ہو۔ وہی کوشش خلیفہ الماشق نتائج پیدا کر سکتی ہے جس کے کرنے والی ایک قوم کی قوم ہو پس بتا دیا کہ تو ایسی امتیاز
اور اللہ تو ایسی کوشش کے ساتھ بھی ضروری ہے کہ سب مل کر ایک کام کریں۔ اور یوں وحدت قومی کو کامیابی کا دوسرا اصول تو دنیا

قرآن پر سنا ملے گا

پھر یہ اصول وحدت ناکل ہوتا اگر یہ نہ بتایا ہوتا کہ وہ کوشش خاص باہم ہے جس پر اس اتحاد کی بنیاد رکھی جائے پس کمال بلاغت سے سنا
ہی یہی بتا دیا کہ اتحاد اسلامی کی بنیاد وحلہ اللہ یعنی قرآن کریم ہے۔ اس میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ قرآن شریف کے متعلق مسلمانوں کا کبھی ہم
اختلاف نہ ہو گا۔ دیکھئے آیتیں ایک ہی قرآن کریم ہو گا۔ کیونکہ اتحاد کی بنیاد اسی چیز پر ہو سکتی ہے جس کے بارہ میں اختلاف نہ کوئی نہ ہو
اور یکس قدر صدیقہ اسلام کی ایک بین شہادت ہے کہ آج تیرہ سو سال گزر جائے پھر اسے عالم اسلامی میں سنی شیعہ خارجی
سکے آیتیں قرآن شریف ایک ہی ہے اور ایک زبردست یک کا فوق نہیں۔ وہ مذہب جو مشرق سے مغرب تک اور شمال سے
جنوب تک ساری روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے جس کے پیرو ایک دوسرے کی زبان سے نفاق و منافقت ایک دوسرے کے حالات سے
نافرمان ہیں وہ سب قرآن کریم کی ہی کسی اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اس لئے جہاں مسلمانوں کو ان کی کامیابی کا گڑبٹا پاس ہے
وہیں درحقیقت یہی پیش گوئی کر دی ہے کہ قرآن کریم پر مسلمانوں کا بھی اختلاف نہ ہو گا۔

پس اس اتحاد کے ہوتے ہوئے اگر مسلمان باہم تفرق کریں تو کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ ان کے پاس اتحاد کی ایک ہی جگہ
بنیاد ہے جو دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں یہ مسلمانوں کی جتنی ہے کہ بعض لوگوں نے اتحاد کی اس بنیاد کو کھینچ کر اپنی اپنی روایات
اصل بنیاد قرار دے لی ہے۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ ایک فرقہ کی روایات خلاف آیتیں کی روایات کو دوسرا فرقہ تسلیم نہیں کرتا جیسا کہ
اسرمد کو کھینچ کر مختلف فرقہ کی بنیاد قرار دیا جائیگا تو غیر لائق تفرقہ جو کبھی اس لئے ساتھ ہی فرمایا اور تفرقہ فراموش کر کے ایک ہی ماہ ہونے

قرآن کے بنیاد اتحاد
ہرگز نہ ہو سکتا

قرآن کریم کو بنیاد اتحاد قرار دینے سے کیا فضا ہے؟ قرآن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے تمام اصولی امور کو جن کی ضرورت دین کو ہے
اپنے اندر ہی کر لیا ہے۔ اور تمام اختلافات کا فیصلہ درحقیقت اس قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔ اس لئے جب قرآن شریف کو اتحاد کی
بنیاد مانا جائیگا۔ تو ہم یہ بات کو فراموش نہ کریں کہ اصل قرآن پر یکساں جائیگا۔ اور جو روایت قرآن کریم کے خلاف ہو اسے ترک
کرنا ہو گا۔ یہ ایک بڑی سیدھی بات ہے جس پر مسلمانوں کا اتحاد قائم رہ سکتا ہے۔ پھر قرآن کریم ہر ایسی بات پر یکساں ہو گا جس پر
ہر ایک مسلمان اور کچھ جانے یا جانے نہ ہو قرآن ضرور عبادت ہو گا۔ اس کے خلاف یہ نظارہ ہے کہ جس چیز کو مسلمان میں جانتے ہیں وہ قرآن ہی
۴۹۲ شفا کو جس کا دوسری چیز کا شفا اس کے کنارہ کہتے ہیں اور ہر ایک سے قریب ہونے کو اس کے ساتھ مثال دی جاتی
ہے، شفا (جو شفا، شفا سے چھڑا ہے)

شفا

شفا

نادر

نادر۔ نادر آگ کو بھی کہتے ہیں جو اس کے لئے ظاہر ہوا اور مجروحانیت کو بھی کہا جاتا ہے اور نادر جنم کو بھی اور نادر یعنی جنگ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ

۱۰۳

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ جو بھلائی کی طرف بلائیں ۱۹۲

کی ایک بھی یہ نفع دلا جائے جیسے اوقاف و ائمانہ العرب میں (المائدہ ۶۴) (۲) ♦

القدر: اتفاقاً بلاغت سے بچا لینے کا نام ہے (۲) ♦

انتقاد

قرآن میں اتحاد دینا
کرنے کی طاقت

اس حصہ آیت میں مسلمانوں کو یہ قہر دلائی ہے کہ ہم نے جو تکوین اللہ یعنی قرآن کو اپنے اتحاد کی بنیاد قرار دینے کو کہا ہے تو یہ اس لئے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی طاقت رکھی ہے کہ یہ سخت دشمنوں کو بھی بھائی بھائی بنا دیتا ہے جو اب کی قرین اور پیچیدہ جن کی دشمنوں پر صدیاں گزر کر ایک دوسرے کی عداوت اب ان کے غور میں داخل ہو چکی تھی۔ اور دن رات وہ ایک دوسرے سے جنگ پر تادہ رہتی تھیں گو یا آگ کے گڑھے میں گر کر باطل مجسم ہو جائے تو فیض میں سال کے عرصے میں قرآن حکم دے ان کے اندر ایک ایسا اتفاق اور ایسی اخوت پیدا کر دی کہ جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں۔ پھر اس قدر اس کی بات ہے کہ ایسی پاک کتاب کے پاس ہوتے ہوئے مسلمان ایک دوسرے کی تخریب کے حصے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو بیٹے یا بھائی کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے حدیں دینی تھا کہ قرآن کریم تم میں اتحاد پیدا کر سکے کہ دوسرے حصہ میں دیں گے کہ وہ عیسائی جنگجو توہوں کے اندر اس نے اتحاد پیدا کر کے دکھا دیا ♦

کامیابی کا قیاس کرنا
دعوت الی اسلام کو

۱۹۲۷ء آیت میں کامیابی کا تیسرا اصول دعوت الی الخیر کو بیان فرمایا ہے اور ہنکھ مکمل کر دیا کہ قوم میں ایک گروہ ایسا رہتا ہے جس کی وجہ دوسری جگہ کہ ہے مآکان المؤمنین لیغفرلہا کافۃ (التوبة ۱۲۲) یعنی سب کے سب اس کا گناہ نہیں سکتے۔ دعوت الی الخیر کہ ہے اس سے مراد دعوت الی الاسلام یا دعوت الی القرآن ہے دوسری جگہ خود قرآن کو خیر فرمایا دیکھو البقرہ ۱۰۵ اور آل عمران اور حنفیہ معنی بھلائی ہیں۔ اور حق بھلائی کی سب راہیں قرآن کریم میں ہی ہیں۔ اس لئے ارشاد وائے یہاں یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک جگت ہمیشہ ایسی موجود ہے جو دعوت الی الاسلام کے کام میں لگی رہے۔ بدھائے اسلام کا زنا نہ تو وہ تھا کہ ہر ایک مسلمان کے اندر ایک ایسی روح دعوت الی الاسلام کی چمک رہی تھی کہ وہ سب کے سب بھی داعیان اسلام تھے۔ اور اس جوش اور تڑپ کو لیکر وہ دنیا کے مختلف ملک اور مختلف شہروں اور جزیروں میں نکل گئے اور تھوڑے ہی سالوں میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا یعنی اسلام کا نام دنیا کے دور دورہ کے گوشوں میں روشن کر دیا۔ ہر ملک اور ہر شہر میں اسلام کا جھنڈا اٹک دیا۔ پھر بعد اس کے ایک ایسا زمانہ آیا کہ بادشاہوں اور لوگوں کی توجہ دعوت الی الاسلام کی طرف سے کہ ہو کر وہ توجہ تہنیت میں گرفتار رہا ہو گئے۔ ملکہ کی توجہ بھی زیادہ تر فوجی اخلافا ت میں صرف ہوتے لگی۔ پھر بھی بہت سے خدا کے بندے ان تمام جھگڑوں سے الگ ہو کر دعوت الی الاسلام کے کام میں لگے رہے۔ بہت سے وہ بزرگ جن کے ناموں پر آج ہزار لاکھ قربان ہوتے ہیں۔ ان کی بیعت محض اسلام کی خدمتگاری سے ہوئی۔ وہ وہ حقیقت روحانی بادشاہ تھے۔ اور جب دینی بادشاہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کو چھوڑ دیا تو ان روحانی بادشاہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ مگر ایسے قدما فساد تک نظر رہے کہ آج ان داعیان اسلام کی گمراہی ان کے پیچھے نہ لے گئے۔ ان کا ذہنی بھائی نہیں اور ہر ایک گمراہی جس میں ہزاروں اور لاکھوں کی آمد ہے وہ چند لوگوں کے پیٹ بھرنے یا ان کے تہنیت کا سامان پر پیکر کرنے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے اور نہ صرف دنیا کی محبت اور نہ ہی جھگڑوں میں ہی گرفتار رہا ہو رہی ہے بلکہ طرح کی بدعات میں مبتلا ہو کر خود کو مسلمانوں کو چاہے متولین لگا رہی ہے اور دعوت الی الاسلام کا وہ نام بھی نہیں کہیے کیلئے پاک اصول فلاح کے مسلمانوں کو اس پاک کتاب کے اندر رہتے گئے تھے۔ دوسرے لوگوں نے ان سے خاندان اور کسبیاں حاصل کیں۔ مگر مسلمانوں نے ان کو قوی اتحاد و اتحاد القربان سمجھ کر ان کا مصداق اپنے آپ ہی کو ثابت کر دکھایا ♦

وَيَا مَرْوَنَ بِالْمَعْرُوفِ فِيهِمْ مَوْنٌ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور اچے کاموں کا علم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں ۳۶۸

دعوت الی اسلام
کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے کیوں دعوت الی اسلام کے کام کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اسلام میں ایک جماعت کا موجود ہونا ضروری قرار دیا ہے جو دعوت الی اسلام کے کام میں اپنی ہر اس جماعت کے افراد کی زندگیوں کا مقصد اصلی، اشاعت اسلام اور اعلائے کلمات اللہ کے سوائے اور کچھ نہ ہو۔ اس لئے کہ بغیر اس کے مسلمان قوم ایک زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس قوم کے اپنی ترقی کرنے اپنی تہذیب کو بڑھانے کے لئے جدوجہد و جدوجہد کر رہی ہے۔ اس میں تخیل اور ابداع و اختراع ہر گیسے۔ زندگی کے آثار اس میں سے دور ہو گئے ہیں۔ مادہ و آخر کار مردگی کی حالت تک پہنچ گئی ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تخیل ان کی مصلحت اور حکومت کے چلنے سے بند ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ مسلمانوں کا تخیل اس وقت سے شروع ہوا ہے۔ جبکہ انہوں نے دعوت الی اسلام کے کام کی طرف کمر تو جھیک کر دیا ہے۔ اور سلطنتوں کا چلنے سے ہمیشہ اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے۔ پھر جب مسلمان دعوت الی اسلام کے کام پر چوری توجہ کر گئے تو پھر وہی کامیابیاں اور اسی شان و شوکت ان کے لئے ہو گئی جس کا وعدہ اولئک ہم المفلحون میں ہے۔

اس زمانہ میں جب دعوت الی اسلام کے کام کی طرف سے اکثر مسلمان غافل ہو رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ نے اس صحتی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھیجتا ہے یہ الہام کیا کہ وہ ایک جماعت اس فرض کے لئے تیار کریں۔ اور یہ بھی ان کو الہام کیا کہ کلام کو وقت تو نزدیک رسید دیا ہے۔ یہاں پر مندرجہ بالا ترنگہ امتداد جس میں حقیقت وہی وعدہ ہے جو اولئک ہم المفلحون میں پیشہ کے لئے مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بار بار یہ اعلان کیا۔ کہ میرے آنے کی اہل غرض یہی ہے۔ کہ ان اشاعت اسلام اور اعلائے کلمات اللہ ہو۔ اور آپ جو افراد اس سلسلہ میں داخل ہوئے ان میں سے لیتے تھے یا جو افراد آپ آپ کے جانشین تھے ہیں وہ یہی ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم نہ رکھا۔ اس اقدار کا اصل منشا بھی یہی ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جن کی تھوڑی سی خدمت دین ہو۔ گو یا آپ نے مسلمانوں کے اندر اس فکر کی تسیل کیلئے ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ایک جماعت بنانی چاہی ہے۔ پس ہر ایک شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ حقیقت یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا اہل نصیب العین صوبہ دعوت الی اسلام کے گا۔ اور غلام ہرے کہ بغیر ایک جماعت اور فکر و اتحاد کے کوئی کام نہیں سکتا۔ جو لوگ اس کام میں رکاوٹ ڈالتے ہیں وہ اسلام کی خیر خواہی نہیں کہتے کیونکہ جس قدر جماعت ترقی کرے گی اسی قدر دعوت الی اسلام کا کام بھی ترقی کرے گا۔

میرزا غلام احمد صاحب قادیانی
دعوت الی اسلام کے لئے
جماعت تیار کرنا

۳۶۹ دعوت الی اسلام کے ساتھ وہ باتیں اور بیان زمانہ میں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معروف وہ کام ہے جسے حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی ہیئت میں نیک کام اور منکرہ سے جس سے خلوت انکار کرنے سے یعنی برا کام۔ بدترین حالت کسی قوم کی وہ ہوتی ہے۔ جب اپنے لوگوں کو برا کرنے دیکھیں اور اس سے روکیں نہیں یہودیوں کی بدترین حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہوگا کہ اولاد بیتا ہونے میں مینیکر ضلوع (المانعہ - ۹۷) اور جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر ایک مسلمان کے فرائض میں سے ہے۔ مگر دعوت الی اسلام کا کام اس کے دوسرے گروہ کے فرائض میں اسے خصوصیت سے داخل فرمایا ہے۔ حضرت علیؑ نے روایت ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر افضل الجمادات ہے اور نہی عن المنکر علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہی عن المنکر کے واسطے اس کا وظیفہ ادا کرنا رسول کا وظیفہ ہے۔ اسلام کا فرقہ تھا کہ اس میں چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے کو نصیب کر سکتا تھا۔ اور اس کی تعلیمی پر اسے بیدار کرنا آکا کر سکتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسا کہ لال راہبنا نضالفت کے منصب پر آئے ہی کتبہ سے فتنہ دھت کر سکتے

امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر

۱۰۴ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ

اور ان لوگوں کی طرح نہ جو جادہ جنوں نے تفرقہ کیا اور اختلاف کیا انکے بعد ان کے پاس کئی آیات پہنچی تھیں اور انہیں

۱۰۵ لَعْنَةُ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۖ تَوَمَّ تَبْيِضُ وَجْوهٌ وَتَسْوَدُ وَجْوهٌ ۚ

کچھ بھاری عذاب ہے ۴۹۳ جس دن کچھ اٹھ نہ سفید ہونگے اور کچھ اٹھ نہ سیاہ ہونگے ۴۹۴

فہمیں جو وہی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ فاروق بیسے رعب والے انسان کے سامنے ایک بڑھاپوں کہہ سکتے تھے کہ کیا میں الخطاب اللہ تعالیٰ انت متعصباؤن تو عورتوں کے مرتے متعلق فرما ہے ان انتم لحدنھن فظارا خلا تاختل منہ شینا۔ اور آپ کہتے ہیں بڑے ہرنہ دو۔ تو حضرت عرونی سامنے سے رجوع کرتے ہیں لیکن آج مسلمانوں کی حالت ہے کہ ہر طبقہ میں ایک پرانگی نشین ہے۔ اور اس کا حکم ان کے لئے خدا کے حکم کے قایم مقام ہے۔ اس کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم میں یہ غلطی ہے۔ یا فلاں بات تم نے ٹھیک نہیں کہی۔ گویا دعوت الی الاسلام کے ساتھ امر بالعرف اور نہی عن المنکر ہی ان کے درمیان سے اٹھ گئے۔

۴۹۳ اس آیت میں یہود و نصاریٰ کا بلکہ سب پٹلے مذہب کا ذکر ہے اور دو باتیں الگ الگ بیان کی ہیں ایک یہ کہ انہیں نے تفرقہ کیا اور دوسرے یہ کہ اختلاف کیا۔ تفرقہ سے مراد ان کی پرانگی ہے یعنی الگ الگ راہوں پر چھوڑنا اور کسی اصول پر پختہ نہ ہونا چنانچہ تمام مذاہب جو اس وقت دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں اس حد تفرقہ موجود ہے کہ انہیں اصول میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کو اپنے دین سے خارج قرار دیتے ہیں اور بعض مسلمانوں نے بھی حق سے باوجود اصل میں حق ہونے کے ایک دوسرے کو کافرا و بیرون کے قسم دینے شروع کئے ہوئے ہیں اور اختلاف کو چونکہ اس سے مفیدہ بیان کیا ہے۔ اس لئے یہ اختلاف تعلیم حق سے یعنی وہ سب کچھ فرق تعلیم حق سے اختلاف کر رہے ہیں اور اس پر من بعد ما جاءہم البینات سے بھی شہادت ملتی ہے کہ انہیں تعلیم حق سے اختلاف کرنا ہے اور بینات سے مراد اسلام کی صداقت اور دلائل ہیں جن میں سے بہت سی اسی سورت میں بیان ہو چکی ہیں۔

۴۹۴ تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ سفیدی اور سیاہی اہل رنگوں میں ہے۔ لیکن عزت اور ذلت پر بھی ان لفظ کا استعمال ہے جیسا کہ مفردات میں ہے لکن ان البیاض افضل لون حنہم... معتز عن الفضل والکرم بالبیاض حق قبل لمن لہ ریتہ فتن عذاب ہو ابیض الوجوہ یعنی چونکہ سفید چہرے کے نزدیک سب افضل رنگ ہر اس لئے بیاض سے مراد فضل و کرم ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ شخص عیب کا وہ چہرہ اس کو بیض الوجوہ یا سفید منہ والا کہا جاتا ہے۔ اور پھر اس آیت کی تفسیر لکھا ہے ابیاض الوجوہ حیاة عن التکبر و اسودادھا عن القہم۔ یعنی مومنوں کی سفیدی کے معنی خوشی ہیں اور سیاہی سے مراد غم ہے۔ مفسرین میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو اسی طرف گیا ہے اور دوسرا گروہ عقلی سفیدی اور سیاہی مراد لیتا ہے مگر قرآن کریم نے اس معاوہہ کو دوسری جگہ استعمال کر کے بتا دیا ہے کہ اس کا نشانہ کبھی جہاں فرمایا اذ ابشرا بآلہم بالانفاق ظل وجہ مسودا انفاقا۔ (ج ۵۰) جب ان کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا تہنئہ ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کی توقع سیاہ نہیں ہوتا۔ بلکہ مراد منوم ہونا ہے اور لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ کو امامت سپرد کر دی تو ایک شخص نے کہا یا مسود وجوہ للومنین و عیون کے تہنئہ سیاہ کرنے والے جو لوگ ظاہر کی طرف گئے ہیں انہوں نے بھی مراد تو اور ظلمت کا مومنوں پر ہونا لیا ہے۔

یہی مذہب کا تفرقہ
۱۰۴۔ ۱۰۵ میں اختلاف

مومنوں کی سفیدی
۱۰۴۔ ۱۰۵ میں اختلاف

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ

پس جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوئے کیا تم اپنے ایمان کے بعد کافرو ہوئے؟ سو تم ضابطہ چکسو

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ

اس لئے کہ تم کفر کرتے تھے ۴۹۵ ۱۰۶ اور جن کے منہ سفید ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں

فِيهَا يُخْلَدُونَ ۚ تِلْكَ أَيْتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ الْحَكِيمُ ۚ وَأَمَّا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلَمًا

اس میں ہی رہیں گے ۴۹۶ یہ اللہ کی باتیں ہیں جن کو ہم تجھے پڑھتی کیسا تڑپتے ہیں اور اللہ جانوں کیلئے ظلم کا ارادہ

الْعَالَمِينَ ۚ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَلِلَّهِ تَرْجَعُ الْأُمُورُ ۚ كُنْتُمْ شِرْكًا

نہیں کرتا اور اللہ کیلئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور کچھ زمین میں ہے اور اللہ کی طرف ہی سب کام لوٹنا چاہیے

أَمْ لَكُمْ إِلَٰهَةٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ وَتَدْعُونَ الْكُفْرَ ۚ وَلَوْ يَدْعُونَ إِلَى اللَّهِ ۚ

اچھی امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کیلئے ظاہر کی گئی ہے تم تجھے کائنات کا حکم دیتے ہو اور کس کو تو جہاد کرنا چاہیے

۱۲
یٰۤاَیُّهَا
مُوسٰی
خُذْ مَا مَلَأَ
هٰذَا
الْقَبْضُ
مِنْ
الْطَّيِّبِ
وَرَمِثًا
مِّنْ
الْجَبَلِ
فَاجْعَلْ
فِيهِ
سَبْعًا
وَأَقِمْ
فِيهِ
لِغْوٰی
الْجَبَلِ
وَأَقِمْ
فِيهِ
لِغْوٰی
الْجَبَلِ

۴۹۵ ۱۰۷ اَلَمْ تَعْبُدُوْهُ اِنْ كُنْتُمْ لَكُمْ شُرَكَاءُ ۚ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِندَ اللَّهِ كَافِرًا

تفکر کیا اور میں حق سے اختلاف کیا۔ میں نے ایمان سے مراد ان کا پیٹنے اُلیا اور ایمان ہو گا اور کفر سے مراد دین اسلام سے

انکار یعنی نے بدل آیا اچھ کی تاویل یوں کی ہے کہ جس کے کہتا ہے لئے وہ امور ظاہر ہو گئے جتنا تعاضد تھا کہ ایمان لاتے ہو

۴۹۶ ۱۰۸ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمٍ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

کی جتنی جنت ہے۔ اور اس میں اس خوف بھی اشارہ کیا کہ انسان جنت میں اپنے اعمال سے داخل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی رحمت اور

فضل سے ہی جنت ملتی ہے ۴۹۷ ۱۰۹ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۴۹۸ ۱۱۰ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۴۹۹ ۱۱۱ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۰ ۱۱۲ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۱ ۱۱۳ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۲ ۱۱۴ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۳ ۱۱۵ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۴ ۱۱۶ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۵ ۱۱۷ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۶ ۱۱۸ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۷ ۱۱۹ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

۵۰۸ ۱۲۰ اِنَّ يَوْمَ يَخْلَقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَالْجِبَالُ كَمَا فَعَلُوْا

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو یقیناً ان کے لئے اچھا ہوتا

اور اسی لئے تو مفتوح باللہ کو مکالمات کا مرتبہ ہے اور بالعرف و فی حق المنکر ہے جو دوسروں کی تکمیل کے لئے ہے یہی رکھا کیونکہ اصل فرض میں یہاں یہ ظاہر کرنے کی ہے کہ تباہی کا کام دوسروں کی تکمیل ہے۔ اور تو مفتوح باللہ ایمان کے اسے مکالمات کا ذکر اس لئے کیلئے کرتا یہ معلوم ہو کہ وہ کسی باتیں دوسروں کو نہیں کہتے جو خود کرتے ہوں۔ بلکہ اگر دوسروں کی تکمیل چاہتے ہیں تو اپنے نفس کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

امت کی نفیست

اس آیت میں مسلمانوں کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ہے مگر وہاں تو یہاں لفظ کان کا استعمال اس کے خلاف ہے۔ دوسرے کوئی وجہ اس قید کی نہیں۔ تیسرے حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مکہ امت کو ہی خیر الامم کہا ہے چنانچہ امام احمد نے یہ حدیث روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطيت ما لم يخط احد من الانبياء فخيرت بالحبوب واعطيت مفااتي الارض ومجئتي تحت وجيل التراب ليكونوا حبيبتا لى امتي خير امة هم بيني رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی کو نہیں دیا گیا میری رحمت رب سے کی گئی اور مجھے زمین کے خوشے دینے گئے اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے منی پاک کرنے والی بنائی گئی اور میری امت بہترین امت بنائی گئی۔ بیشک صحابہ رضی اللہ عنہم خود اس امت میں سے ہی بہترین گروہ ہے اور اس کی شہادت قرآن کریم سے ملتی ہے کہ ان کو صلی اللہ علیہ وسلم وضو احذہ کی سند دی لیکن یہاں ساری امت کی فضیلت کا دوسری امتوں کو ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس امت کے صلے میں درمزی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام روحانی صلے اور مزکیوں سے افضل ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں اس کے شکر کا تمام انبیاء کے شکر دوس سے افضل نہ ہوں۔

مرفعلہ کی جہات

یہ فضیلت اس بات میں ہے؟ اس کی وجہ خود بتا دی ہے۔ ایک یہ کہ یہ امت دنیا کے تمام لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر ایک نبی کی امت دنیا وہ اپنی قوم کی بہتری میں ہی کو شاں رہی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے قومیت کا نشانہ ان کے تمام لوگوں کی بھلائی کے لئے والے قرار دیا گیا۔ جو صرف مسلمانوں کا ہی بھلا نہیں چاہتے بلکہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملت کے لوگوں کا بھلا چاہنے والے ہیں قومی تقویٰ کے اسلام نے ہمیشہ کے لئے مشاویہ اور ہر ایک وجہ ان کی فضیلت کی ان کا آمر بالعرف و انسا ہی عن النکر ہونا ہے یعنی بھلائیوں کا حکم دینے والے اور بدیوں سے روکنے والے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلے انبیاء کی امتیں یہ کام نہ کرتی تھیں؟ اصل بات یہ ہے کہ اگر بالعرف و اور انسی عن النکر کا کام انبیاء کا کام ہے۔ اور گویا امتیں بھی ایک حد تک اس کام کو کرتی تھیں مگر ان کا کام بہت محدود تھا۔ اور ان کی نگاہ میں محدود تھا اور پھر ان کے اندر دقت وقت انبیاء کی پشت بھی ہوتی تھی۔ مگر یہ انبیاء کا کام اب پہلے سے ایک نہایت بڑا تھا۔ یہاں یہی امت کے سر دیا گیا ہے۔ کل دنیا میں امر بالعرف و اور انسی عن النکر کرنا۔ اور وقت انسا ہی کی ساری شاخوں کی پوری کرنا اور سب کا تزکیہ کرنا یہ وہ عظیم نشانہ کام ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کسی نبی کے لئے نہیں لکھا یا چنانچہ سورۃ بقرہ میں اس وجہ فضیلت کو صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا فکذلک لعلنا نخرجکم من وسطا لنکونوا امثال انہل اعطی الناس ویونکونوا امثالکم علیکم شہیدی (البقرہ: ۱۴۳) میں ہم نے تم کو اعلیٰ وجہ کی امت بنا دیا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو بنو اور رسول تمہارا پیشرو ہو۔ اور یہی ہے جو کہ احادیث میں اس امت کے علماء کو وصفاً الانبیاء انبیاء کے واثق اور کا کتباً یعنی اسکا مثل اسکا مثل اسکا مثل کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس امت میں کسی نبی نے

مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَالْكَثَرُ هُمْ الْفَاسِقُونَ ۝ لَنْ يَضُرَّكُمْ وَلَا أَذَىٰ وَان ۝

ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان میں سے اکثر یہ فاسق ہیں ۳۹۹ وہ تم کو سوائے ذرا کی تکلیف پہنچا سکیں گے مگر

يَقْرَأُ لَكُمْ يَوْمَ لَكُمْ الْأَدْبَارَ قَدْ شِمْتُمْ لَا يَنْصُرُونَ ۝ ضُرِبَتْ

۴۰۰ مقررہ دن کے وقت تمہارے سامنے چھپی پیر لینگے پھر ان کو مدد نہ دی جائے گی ۴۰۱ ان پر

آزادی کا کام کرنا ہوتا تو امت کی کثرت امت کی فضیلت دیکھا کر ہر جاتی رہتی پس تو حضرت مسیحی و عیسائی و مسلمان ہر نسل میں امت کے اندر کار کا کام کئے ہیں کیونکہ اس طرح بھی امت کی فضیلت جاتی جاتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی اس امت کے اندر پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح بھی امت کی فضیلت دوسری امت پر نہیں رہتی ۴

فضیلت کا جز

اور یہ دعویٰ کہ تم بہترین امت یا خیر الامم ہو بلا ثبوت نہیں چھوڑا گیا جس ردی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیوں کو پایا کیا تھا یہاں خدا کا یہ کہ اور کیا اعلیٰ کا احوال کے اور کیا لحاظ جمالت کے ایسی بہترین حالت کی قوم اور کسی نبی کو اصلاح لئے نہیں دی گئی مگر باوجود ایسی ردی حالت میں پانے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توت قدسی نے ان کو اپنی اور اعلیٰ پہلو کے لحاظ سے اور تقسیم اور تہذیب کے لحاظ سے ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا یا کہ کسی نبی نے اپنی امت کو اس مقام پر نہیں پہنچا یا وہ نہ صرف نہ وہ عبادت میں نام نہ نہ کی قوموں سے آگے بڑھ گئے بلکہ ہر طرح کے اخلاق فاضلہ کے پورے آراستہ ہو کر ہر بیسیوں نبیوں کے بعد رہیں گے کیا تو حالت علی کے لحاظ سے کیا سیاست کے لحاظ سے کیا تمدن اور معاشرت کے لحاظ سے کیا علوم کے لحاظ سے کیا تہذیب کے لحاظ سے کیا۔ اور ذاتی خیال کو تو پر کر کے کے لحاظ سے اور کیا سادات نسل انسانی کے قیام کرنے کے لحاظ سے ۴

اہل الکتاب

۴۰۱ اہل الکتاب ۱۔ اہل کتاب کا لفظ یوں تو وسیع معنی میں آتا ہے مگر اکثر محرف عیسائیوں اور یہودیوں کو اس سے خطاب کیا ہے اور بعض محرف عیسائیوں کو بھی اس سے خطاب کیا ہے مثلاً یا اہل الکتاب اتقوا فی دینکم (النساء ۱۰۱) اور یہاں اہل کتاب سے صرف یہودی و عیسائیوں کا مراد ہے جیسا کہ آیت ۱۱۱ کے مضمون سے ظاہر ہے جہاں الفاظ حضرت علیہم السلام و باعداء یغضب من اللہ وضربت علیہم اللسکنة استعمال کر کے مخصوص طور پر یہودی و عیسائی کے بارہ میں سورہ بقرہ میں آجکے میں صاف بتا دیا کہ یہاں انہی لوگوں کا ذکر ہے جن کی یہ مزاحمتی سورت میں بیان ہو چکی ہے ایسا ہی الفاظ یقتلون الاغنیاء بغیر حق سے بھی ظاہر ہو کر صرف یہودیوں کا یہاں ذکر ہے کیونکہ قتل انبیاء کا الزام ہمیشہ انہی پر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اب اس سورت کے مضمون کو جنگ اُحد کے واقعات کی طرف لانا ہے۔ اور ان جنگوں میں ہمیشہ یہودیوں کی طرف سے مسلمانوں کو شہادت کا خورہ رہتا تھا کیونکہ ایک بڑی یہودی آبادی مدینہ منورہ میں تھی اس لئے اس جنگ کی تہذیب میں ان کے ساتھ تعقیقات کا ذکر دیا ہے۔ اور واقعات جنگ کے ذکر کے اتمام پر بھی یہودیوں کا ذکر ہے اور بجائے ذکر کے فاسق اس لئے کہ ان لوگوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد نبی لیا گیا تھا ۴

۴۰۲ اذی۔ یعنی بعض دشمنی کو کہا جاتا ہے دیکھو ۴۰۳ تکلیف دینے والی باتوں کو بھی اس سورت کے اخیر میں مذکور کے نام سے موسوم کیا ہے ولستم من الذین اذیوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اذی الذین اذیوا الکتاب کثیرا (۱۰۸) حدیث میں جہد کے دن لوگوں کے اوپر سے گزر کر آگے جانے کو بھی اذی کہا ہے ۱۰۸ رستہ میں چھوٹی چھوٹی تکلیف دینے والی چیز کو بھی اذی کہا ہے ۱۰۹ اطاقۃ الاذی من الطریق ۴

اذی

اس میں یہ چیز کی سی ہے کہ یہودیوں سے اہل اسلام کو کوئی زیادہ تکلیف نہ پہنچی اور اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کر گئے

بڑی شکست کھینچتے

عَلَيْهِمُ اللَّيْلُ إِنَّمَا يَنْتَفِعُونَ بِالْحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ بَاءً وَنَضِيبٌ
 ذلت کی مار ہے جاں میں وہ پائے جائیں سولے دانیکے احمد کے عہد اور لوگوں کے عہد کے قریب سے دنیا لیں
 مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
 اللہ کے غضب کا عمل ہوئے اور ان پر سکینی کی مار ہے نہ یہ اسلئے کہ وہ اللہ کی باتوں کا انکار کرتے تھے اور

۱۱۲ اللَّهُ وَيَقْتُلُونَ الْاِنْيَاءَ بَغَيْرِ حَقِّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ
 نبیوں کو قاتل کرتے تھے یہ اسلئے کہ انہوں نے منافقانی کی اور وہ عہد بڑھ جاتے تھے

سَوَاءٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَةِ أَوْ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ
 نہیں۔ اہل کتاب سے ایک گروہ حتیٰ پر قائم ہو اللہ کی آیتوں کی گٹھڑوں میں پڑتے ہیں اور عہد بڑھ کر تے ہیں۔

و شکت کھا ٹینگے اور اس کے آخر پر ہم لایہ تصدیق بڑھا یا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ منافق اور شرک ان پر دووں کو یہ وعدے دیتے
 رہتے تھے اگر اگر ترک جنگ کر دے تو ہم تمہاری مدد کریں گے جیسا کہ دوسری جگہ لَوْ اَنَّكَ لَمِنَ الْاٰمِنِينَ لَمَّا نَقَضْتُمْ اَيْتَانَكُمْ لَمَّا كُنْتُمْ اٰمِنًا
 اَللّٰهُ تَابَ لَكُمْ اَخْرَجَتْكُمْ مِنْ مَكْنَزِكُمْ وَطَعَمَكُمْ فِكْرَ اٰلِهَادٍ اٰلِهَادٍ اَوْ اَنْ تَوَلَّيْتُمْ لَنَضُرَّكُمْ وَ اَللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّهُمْ بَكَارٍ وَ بَوْنٍ
 (المائدہ ۱۱) سوائی وعدوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کی مدد کیلئے وہ ہرگز نہ ٹھیں گے بعض کے نزدیک مراد ہے ترک جنگ میں
 شکت کھانے کے بعد ان کی کبھی نصرت نہ ہوگی یعنی ایسا نہ ہوگا کہ شکت کھا کر کبھی غالب آجائیں بلکہ یہ کیلئے نفلان ہی انکے شان کا لگے
 ۱۱۳ ذَٰلِكَ مَعْنٰی مَا فِيْهِمْ بَيَانٌ يُؤْتِيهِمْ لَوْ يَخْفَوْا مِنْكُمْ لَمَّا خَسَفَ الْقَمَرُ سَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا مِنْ هَاهُنَا وَسَنُرِيْهِمْ اٰيَاتِنَا مِنْ هَاهُنَا
 ذلک معنی میں بیان ہو چکے ہیں۔ گو یہ لفظ محض حکومت پر ہی صادق آتا ہے مگر اتنا اس کی یہ ہے کہ کسی قتل و غارت
 ان پر واقع ہو کہ کسی حالت میں آرام نہ ملے چنانچہ مفسرین نے بھی قتل والا صہ و صبی الذی داری مراد لیا ہے (در) اور محض
 حکومت سکنت میں شامل ہے اس لئے یہاں ذلت سے مراد وہی انتہائی ذلت قتل اور غارت کی ہے

جبل کے معنی عہد اور دینی اور بیان ہو چکے ہیں نہ جبل من اللہ سے مراد اللہ کا عہد یا دینی ہے یعنی حکومت
 اسلامی جیسا کہ مراد شریعت بھی کئی جگہ حکومت اسلامی پر مراد آتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان پر واجب فرمان الہی ان سے
 صادر کرینگے اسلئے مسلمانوں کا عہد گو اللہ کا عہد ہے۔ اور جبل من الناس سے لوگوں کا عہد یعنی کوئی غیر اسلامی حکومت مراد ہے
 اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ دو کا انجام ذلت سکنت اور اللہ کے غضب کے نیچے آجائے گا اور یہی انجام ان کو دوری
 جگہ سورتہ بقول بھی بیان ہو چکا ہے (البقرہ ۶۱) ذلت اور سکنت ان کی دنیوی حالت کے متعلق ہے۔ اور غضب من اللہ انکی
 دینی حالت کے متعلق ہے۔ مگر ذلت یعنی قتل و غارت کی حالت سے وہ اس طرح سے غل کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی دینی میں آجائیں۔
 یعنی حکومت اسلامی کے ماتحت آجائیں اور یا کسی دوسری حکومت سے معاہدہ کر کے رہیں (قریباً یعنی آؤں) اور جو غیر اسلامی
 سلطنتوں میں ان کو پر آرام ملنا مقصد تھا۔ اس لئے جبل من الناس کو بعد میں رکھا ہے۔ اور یا الناس سے مراد مسلمان ہیں
 یعنی اللہ کے عہد اور بل اسلام کے عہد کے ذریعہ سے ہی یہ پورا امن حاصل کرینگے اور اس طرح سے ان دونوں کو حکم واحد
 میں رکھا ہے۔ مگر سکنت یا حکومت سے اور اللہ کے غضب سے یکسی حالت میں نہ ٹھیں گے

جبل من اللہ

یہ دو کا انجام

۱۱۳ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ

اور کچھ وہ نیکی کرینگے تو اس کی نافرمانی نہیں کی جائیگی اور اللہ متقین کو خوب جاننے والا ہوتا ہے جنہوں نے

كُفِّرُوا ۚ إِنَّ تَعْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ

کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد و اشد کے غائب کے سامنے انکے کسی کام نہ آئیگی اور وہی

۱۱۴ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ

آگ والے ہیں وہ اسی میں رہینگے جسے اس کی مثال جو اس دنیا کی زندگی کے متعلق خرچ کرتے

الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ فِيهَا صِغَرٌ ۚ صَابَتْ حَرْثٌ قَوْمٌ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

ہیں ایسی ہے جیسے جو اس میں سخت سروی ہو وہ ان لوگوں کی جتنی کچھ جنوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَأَهْلَكَهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

اور اسے تباہ کر دے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جسے

۵۰۲ یخفونہ۔ خفہ کے اصل معنی سترنا یعنی کسی چیز کا ڈھانک دینا ہیں جس پر اس نے بھروسہ کر لیا

کھنا ڈھابہ یعنی اس کے غیب سے عروج نہیں کئے جائینگے یا کھنڈیا بلکہ شک ہے۔ چہ نگاہ دل آیات میں کمال صالحین کا نقشہ کھینچا

تھا اس نے اب بتا دیا کہ اگر اس کمال کو حاصل نہ کر سکے تو جتنی نیکی کرے اس کی بھی اشد کے ہاں قصہ ہے

۵۰۳ مَثَلُ ذَٰلِكَ صِغَرٌ ۚ صَابَتْ حَرْثٌ قَوْمٌ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۚ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ

اور زمینیں خوب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگیں کر رہے تھے خاص غلط ہیں

۵۰۴ صِغَرٌ۔ صِغَرٌ اھمیت و سروی کی شدت کا نام ہے (دل) کیونکہ صغرتہ کے اصل معنی شدت یعنی سکر یا ذھن ہیں۔ اور صغیر سے

اضداد ہے اور صغیر صغیر جس رو سے باندھے جاتے ہیں اور ریم جیٹ اور ریم صغیر اس پر ادا کرتے ہیں جس میں سخت سروی

یا بعض کے نزدیک سخت آواز (نور دل) اور زجاج سے تھک کر سختی صغیر لپٹا لٹا دے کہ جس پر بھی آگ کے شعلے کی آواز اور این

جھاس سے ایک روایت میں اس کے معنی ناراضی آگ بھی آئے ہیں (دفع) مراد اس سے ایسی ہوا ہے جو بوجہ شدت سروی

دیا بوجہ شدت گری کے کھینچی کو تباہ کر دے

پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں کے مال اور اھل و جن کے غور پر وہ مغرب اسلام کے دوسرے ہیں ان کو اللہ کے غضب سے

نہیں بچا سکیں گی یہاں ان کی ان کوششوں کا انجام یکجہل کے رنگ میں سمجھا دیا ہے۔ ان کے خرچ کرنے کا بیخفتی فی ہذا لا الخوف

الذین انہم وہاں سے کہیں نہ کر رہے وہ اس وقت کر رہے تھے کہ خیر خدا و رب یا کیلئے تھا ان کے لشکروں کی تباہی اور دیگر ایسا زانی پر

مال خرچ کرنے کو ایک جتنی سے تشبیہ دی ہے جس کو آخر ایک غضب کی ہوا تباہ کر دے گی اور ان کے لاقہ میں سوسے حسرت اور تباہ

کے کچھ دیکھا۔ اور آخر یہ فرمایا کہ ان کی کوششوں کی ناکامی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظلم کے طور پر نہیں بلکہ وہ خود اپنے اور ظلم کرنا

کیونکہ کھائے گی اور تا حدیقت کے لئے اموال کو مصیبت اور مغرب ہی پر خرچ کرتے ہیں اور اس نے وہ مزاحمتیں ہی ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِلَهِّنَّ وَإِبِلِهِنَّ مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْتُونُكُمْ خَبْرًا لَدَىٰ

اسے کو جو ایمان لائے ہو اپنے سوا (اپنے) رازدار بناؤ وہ تم کو نقصان پہنچائے میں کوئی کمی نہیں کرتے وہ تمہارے

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَأَ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفُوْا صُدُورُهُمْ

خدا کا محبت میں پڑے کہ چاہتے ہیں انکے دشمنوں سے بغض ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ

اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا الْكُفْرَ لَا يَتُوبُ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ

بڑھ کر ہے یقیناً ہم نے تمہارے لئے باتیں کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم عقل سے کام لے لو گے

بُطْنُ

بطانة

صفت انبیاء

خبال

بغض۔ بغضاء

ضم

دشمن کو دوست بنانے کی ممانعت

۱۱۷۔ بطن۔ بطن اصل میں پیٹ ہے۔ لیکن ہر چیز میں اس کے ظاہر کے خلاف کو اس کا بطن کھدیتے ہیں اور اسی طرح بطنانہ خلاف ظہار آتا ہے جو درجہ رستہ مستقامہ بطانہ کا استعمال اس شخص پر ہوتا ہے جس کو تم اپنے معاملہ کے باطن میں راز پر اطلاع دینے کیلئے خاص کر دو (۱) اور ایک حدیث میں جس کو بخاری شافعی وغیرہ نے روایت کی ہے بطانۃ اس ملک اور شیطان پر لڑا گیا ہے جو انسان کا قرین ہے مَا يَصْنَعُ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ لَّا يَخْتَلِفُ اِلَّا ذِكْرًا لِّكَ بَطَانَتَانِ بَطَانَةٌ ظَاهِرَةٌ تَأْمُرُكَ بِالْخَيْرِ وَنَهْيُهُ عَنْكَ وَيُطَاعُ تَابِعًا لِلْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاَصْوَابُ مِنْ حَيْثُ اَمَرَ اللَّهُ يَتَّبِعُ لَئِي كُوْنِي نَبِيٍّ مِّمَّنْ يَصْحَبُ اَوْسَدَ كُوْنِي خَلِيْفَةً نَّبِيًّا يَاسَـۤءُ مَگر اس کے لئے وہ صاحب تر ہوئے ہیں ایک صاحب سر جو اس کے بل کی حکم کرے اور اس کی تعظیم و تلامذہ ایک صاحب تر ہوئے بانی کا امر کرے اور اس پر اسے مانگتے رہتے ہیں اور یہ معلوم وہ جو جھوٹا بتائے یا جسے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبیاء علیہم السلام اور ان کے خلفائے اور یہی نبی عہد میں بھی چون قس قانون کے ماتحت ہیں جسکے ماتحت سب انسان ہیں مگر اس نے اپنے فضل سے یہی جسکو چاہتا ہے بجا لیتا ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت بھی دلیل بنتی ہے

خبال۔ خیالی وہ فساد ہے جو کسی جائدار کو پاکر اس میں اضطراب پیدا کر دے جیسے جنوں یا ایسی بیماری جو عقل بگاڑ دے (۲) الْبَغْضَاءُ مِمَّنْ نَفْسُ كَا اس چوتھے فقرے کے لئے اس سے اس کا وہ خد ہے جس کے معنی منہ ہیں مگر اصل اس کا وہ ہے

افواہ۔ اس آیت میں اپنے دشمنوں کو مارا اور دوست بنانے کی ممانعت کی ہے اور یہ اظہار ہے کہ اپنے دشمن کو رازدار اور دوست بنانا اپنی ہی تخریب ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ من دونہم عام الفاظ ہیں ان کو دشمنوں کے ساتھ خاص کیوں کیا جائے تو اس کی وجہ خود آگے بیان کر دی ہے کہ یہ لوگوں کے متعلق خود فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائے میں کوئی کمی نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان پر کوئی ہلاک کرے والی محبت آئے۔ پھر یہ انکی باتیں بھی یہی نہیں بلکہ یہ بغض ان کے الفاظ سے ظاہر ہو چکا ہے لہٰذا جس قدر انہوں نے ظاہر کیا ہے اس سے بہت بڑھ کر بھی ان کے سینوں میں یہی ہے یہ سب کچھ کھول کر مسلمانوں کو بتا دیا تاکہ وہ عدل ان کی ہلاک کر دینے والی دوستی سے بچیں

یہ وہ ہے جب کہ انکی آیت سے معلوم ہو گا کہ منافقانہ روش اختیار کر رہی تھی اور نہ ہی انکی صلح کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا اور نہ ہی انہوں نے ان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اور نہ ان کے دشمنوں کو مسلمانوں کو خیر حاثی کرنے کیلئے اکٹھے رہتے تھے۔ انکی دشمنیوں کے علاوہ انکی بد زبانی بھی تمہارا کچھ بھی تھی جیسا کہ بدایت البغضاء میں افواہ ہم سے ظاہر ہوئی کہ صلح کے سامنے بھی شہادت کے الفاظ بول دیتے تھے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے مگر اس سے بڑھ کر بھی مسلمانوں کو بد زبانی سے لینا پہنچاتے رہتے تھے اور منافقانہ

یہ وہ ہے کہ انکی آیت سے معلوم ہو گا کہ منافقانہ روش اختیار کر رہی تھی اور نہ ہی انکی صلح کے ساتھ معاہدہ کر رکھا تھا اور نہ ہی انہوں نے ان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے اور نہ ان کے دشمنوں کو مسلمانوں کو خیر حاثی کرنے کیلئے اکٹھے رہتے تھے۔ انکی دشمنیوں کے علاوہ انکی بد زبانی بھی تمہارا کچھ بھی تھی جیسا کہ بدایت البغضاء میں افواہ ہم سے ظاہر ہوئی کہ صلح کے سامنے بھی شہادت کے الفاظ بول دیتے تھے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے مگر اس سے بڑھ کر بھی مسلمانوں کو بد زبانی سے لینا پہنچاتے رہتے تھے اور منافقانہ

۱۱۸ لَهَا نَمَّ اَوْلَاۤءِ يَحْتَبُوْنَہُمْ وَلَا يَحْبُوْنَکُمْ وَتُوْمِنُوْنَ بِالْکِتٰبِ کَلٰہِ

دیکھ کر کیا تم وہو جوں سے محبت کرتے اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ تم ساری کی ساری کتاب پر ایمان لاتے ہو

وَ اِذَا الْقُوْمُ قَالَ اَوٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَلَآ اَخْلَوْا عَضُوْا عَلَیْکُمْ الْاَنَامِلَ مِنْ

اور جب وہ تم سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ اور جب ظہور کرتے ہیں تو سخت غضب کے واسطے تم پر

۱۱۹ الْغَیْظُ قُلْ مُؤْمِنُوْا اِنِّیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ ذٰلِ الصُّدُوْرِ ۝

کاشے۔ میں کہہ اپنے غم میں مر جاؤ بیشک اندر سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے اگر

تَمْسَسْکُمْ حَسَنَةٌ سَّوْمُوْہُمْ وَاِنْ تُصِیْبْکُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِہَا

تم کو کوئی سکھ چر جائے ان کو بڑا دکھتا ہے اور اگر تم کو کوئی دکھ پہنچے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں

میں پاک و امن مسلمان عورتوں پر گنہ سے گلے کرتے رہتے تھے۔

۱۲۰ وَقَوْمُنُوْنَ بِالْکِتٰبِ کَلٰہِ مِیْنِیْنَ وَاَوٰلِیْسَ۔ اور الکتاب سے مراوض کتاب سے یعنی تم سب کتاب الہی پڑھا

لاتے ہو جن میں ان کی کتاب بھی شامل ہے۔

عضوا علیکم الا نامل۔ محض دتر سے کاشے کو کہتے ہیں۔ اور انا نامل۔ انا غلے کی جین ہے۔ اور اس کے معنی پھیلنا

کی اطراف یعنی پھرنے ہیں۔ اور غرض انا نامل خاص کا وہ ہے جس سے مراد انکار مذمت ہوتا ہے نہ کہ کیونکہ یہ لوگوں کی عادت

ہے کہ مذمت کے وقت ایسا کرتے ہیں اور سخت غصہ کے وقت بھی انسان ایسا ہی کرتا ہے تو بلا اپنے آپ کو کاٹ کھانے کو

وہ نہ لیتا ہے۔

الغیظ یغیظ شدید غضب کو کہتے ہیں اور یہ وہ عادت ہے جو انسان قلب کے خون کو خشک میں آنے سے پہلے اندر

پاتا ہے دغ۔

قل سوا یا غیظکم۔ یہ ان کی حالت کا انکار ہے گویا غلظ ان کو یہ کھدینا چاہئے کہ وہ غیظ میں ہی مر جائیں اور غیظ یہ

ہے کہ بغیظ ان کا جو مسلمانوں کی کیا بیہوشی پر پیدا ہوتا ہے روز بروز بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ اور یوں بھی یہ الفاظ ان کو

پہنچا ہی دئے گئے۔

میں آیت میں اول مسلمانوں کو ان کی محبت سے روکا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود ان کی شرارتوں کے

مسلمان اپنی پاک نفوس کی وجہ سے ان سے محبت ہی کرتے تھے۔ اور اگر معمولی حالات رہتے خواہ وہ اسلام میں داخل نہ ہوتے

تو مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ ضرور کٹا۔ مگر وہ کئی وجہ بھی بتا دی کہ ان کا غیظ و غضب تم پر جس سے چڑھا ہوا ہے پہلے فرمایا

ولا یجود کھو تو متحذ یا لکتاب کلاہ یعنی حالانکہ تم قرآن کی کتاب پر بھی ایمان لاتے ہو چر بھی وہ تم سے محبت نہیں کرتے

حالانکہ حق یہ تھا کہ جب مذہب کے رد سے بھی مسلمان ان کی کتابوں کو اھو لا منزل من اللہ مانتے تھے تو وہ ان سے محبت کو کرتے

تو فرمایا کہ جب باوجود اس کے کہ تم ان کی کتاب پر ایمان لاتے ہو۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتے۔ تو وہ صرف تمہاری کتاب پر ایمان

نہیں لاتے بلکہ تمہارے ساتھ اس قدر بغض رکھتے ہیں کہ تمہارا سکھ ان کے لئے موجب دکھ ہے۔

وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ○

اور اللہ ان دونوں کا ولی تھا اور اللہ پر ہی مومنوں کو

بھروسہ کرنا چاہئے ۵۰۹

[illegible]

آئینہٴ حیات

اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ داری کے کام کو خود ہی کرتے تھے یہاں مسلمان فوج کو بوجھ نہیں
 ہی آپ کا کام بتایا ہے گویا جیٹل یا کامنڈر کا اصل کام آپ کو خود ہی کرتے تھے کس قدر مختص شعبے کام کے آپ کی ذات میں تھے
 خودی مانوں کی امت کریش خودی تعلیم دین دیں۔ خودی ٹھنڈوں کے فیصلے کریں خودی قوانین بنائیں۔ خودی میدان جنگ لڑا کر
 لڑیں۔ اور خود ایک جیٹل کا کام بھی کریں جو حق کو پیلو یا انقرضیں آجاس میں اپنے خودی ایک نورہ قائم دیکھا جو
 ۵۰۰ ہمت تھے یہ علم رکھتے ہیں جو انسان کو کھلے دے (۵۰۰) اپنے اھلکار اور محکمہ میں اھلکار اھلکار، اھلکار اھلکار، اھلکار اھلکار
 اس کو قلعہ میں یا خان میں ڈالا۔ اسی سے محنت والا اور محنت ساز کر کے ہیں جو حق میں ڈالے دے ہوں اور جو بلاشتی کے سبب
 اس کی نیت یا ارادہ کیا یا اس پر غم کیا (۵۰۰) وہ کام اسی سے ہیں کسی کسی کے کہنے کے قصہ کا نام ہے اور وہاں علیہ السلام
 آدمی کر کے ہیں اور یہاں محنت کے سبب صرف دل میں ایک خیال کا وہ ہیں جیسا کہ کیا حق سے غنا ہے کہ ان سے وہ کر دے ہر دین میں
 تعشیر فتن سے جس کے سبب ہیں وہ دھرمی جسکے ساتھ جولی میں جولی (۵۰۰) +

[illegible]

فصل
قول
ترتیل
وکیل

يَذَرُ وَإِنَّكُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۱۳۳

مدد ہی جب تم قزوئے تھے پس اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم شکر گزار بنو گے جب وہ تم سے کہتا تھا

اِنَّ يَكْفِيْكُمْ اَنْ يُّبَدِّلَ كُمْ رَبُّكُمْ بَشَلَةً اٰلَا يَتَذَكَّرُ اُولٰٓئِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اَمْ اُولٰٓئِكَ

کہا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار سال سے ہوسے فرشتوں سے تمہاری

دیکھے

بَلَىٰ اِنَّ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاۤ اَتُوْكُمْ

۱۳۴

ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ کرو اور وہ اپنے پورے جوش میں

کام لے رہے تھے کہ خدا پر چھڑو۔ اور اس کے خلاف جن احادیث سے قیصر نکلا جاتا ہے وہ باطل غلط ہے مثلاً یہ حدیث لو انکھو
تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لوزککم کما یوزق الطیر تغذی وخصاصاً وقرحاً بطائیسی اگر تم اللہ پر توکل کرو جو حق توکل کر
تو تم کو روزی دے جس طرح پرند کو روزی دیتا ہے صبح کے وقت جھوکا نکلتا ہے اور شام کو پیٹ بھر کر لاتا ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ
طلب ساعش کی ضرورت نہیں حدیث کے منشاء کے باطل خلاف ہے حدیث میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ شیطاں میں نذر بیچ دیتا ہے
بلکہ یہ نہ تلاش رفق کے لئے نکلتا ہے تو سے بھی مل جاتا ہے تو طلب صاف یہ چہ اگر تم اگر تلاش کرو گے تو تم کو جھوکا نہیں دے گا
مسلمانوں کے ادبار کے اسباب میں سے توکل کا غلط فہم بھی ایک بھاری سبب ہے۔

۱۳۵ ہذاں کہ اور مدینے کے درمیان (مدینہ منورہ میں منزلی اور مکہ سے دس منزل دور) ایک مقام کا نام ہے۔ اور یہ ایک قلعہ
کے نام پر ہے جو اسی نام کے ایک شخص نے لگوا دیا تھا۔ اس مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی جنگ قریش کے مکہ سے ہوئی
جس میں قریش مغلوب ہوئے۔

بدا

حد

اذلہ

اذلہ - ذلیل کی جمع ہے۔ اور ذلّ نفیض وغیرہ۔ اور ذلّ کے معنی رفتی اور درخت بھی آتے ہیں دل، اور دوسری جگہ
اذلہ علی المؤمنین (المائدہ ۵۴) میں یہی مراد ہے۔ اور یہاں اذلہ کا لفظ بعض ان کی تعداد کی قلت کو ظاہر کر کے کہنے
پر لایا ہے۔ بدین مسلمانوں کو اذلہ اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ بہ سبب اپنی قلت تعداد کے غالب آئے کے قابل نہ تھے۔
بلکہ بظاہر مغلوب کی حیثیت میں تھے اور ذلّ کے معنی مقابلہ سے عاجز ہونا بھی ہیں۔

اور یہی اہمیت میں دو گہروں کی گزروی کے خیال کا ذکر کیا تھا۔ قراب ان کی ہمت بندھاتا ہے۔ اگر گزریاں تم قزوئے
ہو قوسی حالت تمہاری بدین بھی جتنی کرواں بھی تم قتل تھے۔ بلکہ سامان جنگ کے لحاظ سے تو باطل مقابلہ کے قابل ہی نہ تھے۔
پھر جب وہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں مدد دی تو کیا یہ نہ دیکھا۔

فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ۔ اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم شکر کرنے والے بنو گے۔ پھر یہاں
تقویٰ کرنے کا نتیجہ شکر گزار بننے سے کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ جب انسان کو کوئی نئی نعمت عطا فرماتا ہے تو اس کے لئے ایک
نئی شکر گزاری کا موقع ہوتا ہے پس شکر گزار بننے میں اسی نئی نعمت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہاں پہلے تمہیں نعمت ملی تو اس
نعمت کی وجہ سے ایک شکر گزاری کا موقع ملا اسی طرح اگر اب بھی تقویٰ اختیار کرو تو پھر تمہیں نعمت عطا ہوگی اور اس نعمت
کی وجہ سے شکر گزار ہی کا موقع ملے گا۔

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا

اور اللہ نے اسے صرف تمہارے لئے خوشخبری ٹھہرایا اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور حد

النَّصْرَ لَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

اللہ غالب مکت والے کی طرف سے ہی ہے

میدان پر جہاد کی حکمت

اہم بات

ذیل فقرہ دیکھو

ان تینوں لڑائیوں میں مسلمانوں کی تعداد کفار کی تعداد کے مقابل کچھ نسبت ذرا کم تھی۔ تینوں جنگوں کی فوجیں مسلمانوں اور اسلام کا استحصال تھا۔ تینوں میں کفار اپنے مقصد میں ناکام ہو کر واپس ہوئے۔ اور تینوں کے متعلق ہی نزول ملائکہ کا ذکر بھی ہے۔ اور دشمن کی تعداد سے خاص نسبت نکلتا ہے۔ جنگ احزاب کے بعد پھر دشمن کو مدینہ پر حملہ اور ہونے کی برائش میں ہوئی۔ بلکہ اس کے بعد چڑھائی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہونا تھا۔ اور اس موقع پر کفار کو مقابلہ کی جرات نہ تھی۔ اب دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ کفار کو وہ قسم کا وعدہ دیا گیا تھا جس کے متعلق وہ بار بار مطالبہ بھی کرتے تھے۔ اے اللہ تعالیٰ ان تاتیمہ للفلکۃ اویا فی امرہم والحق سبحانہ کیا وہ اس امر کا انتظار کرتے ہیں کہ فوجیں ان پر آئیں یا پھر سب کا امر ہی آجائے۔ بسو اللہ تعالیٰ نے ان تینوں جنگوں میں جہاد کفار کی چڑھائی مسلمان پر تھی۔ ملائکہ کے ساتھ مسلمانوں کی نصرت فرمائی اور کفار کو نراودی اور ان کو اپنے اراکوں میں ناکام رکھا۔ اور فتح مکہ میں گویا ہر پہلو پر آگیا۔ کیونکہ اسلام کی حکومت قائم ہو گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چڑھائی ایسی پر شک تھی کہ وہ کفار پر ہزاروں لشکر کی کسی بھر مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اب میں اپنی ہی جہت اور جرات دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس ہزار قہر مندوں کے مقابلہ میں میدان میں بھی کل سکیں اور اہم بات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ پس ملائکہ کے نزول میں گویا وحییت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا جو کفار کے مقابلہ میں ملائکہ کے نزول سے پہلے یہ نزول ملائکہ کوئی فوجی بات تھی۔ بلکہ ایک حقیقت تھی در نہ یہ ناممکن تھا۔ کہ وعدہ دے چند مسلمان اس قدر بڑے کائنات کے مقابلہ کو کامیاب ہو سکتے۔ جو کفار کا مقام ہے کہ ایک آدمی میدان میں اگر تھوڑے بہتوں پر غالب آجائیں تو اسے اتفاق کہا جاسکتا ہے۔ مگر وہاں بھی کوئی ذکوئی وجوہ کامیابی کی ضرورت ہونی چاہئیں۔ مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ اول میدان پر میں کفار کی حیثیت کبھی میلان کا اچھا حصہ ان کے ہاتھ میں نہ پائی ان کے قبضہ میں۔ ان کی فوج میں تجربہ کار جنگی جوان بالعموم مسلمانوں میں بچے اور بوڑھے شامل تھے۔ اور نہ دروغ میدان کی مشکلات۔ پھر بھی کفار سخت نقصان اٹھاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں۔ پھر میدان اُحد میں بجائے ٹھکنے کے اب کفار کی تعداد مسلمانوں سے گنتی ہے۔ سواروں کی ایک بڑی حیثیت ان کی فوج میں ہے۔ مخالفہ جیسے ہر آدمی ساتھ ہیں۔ مگر پھر بھی کفار داخلی فتنہ اور ناکام واپس جاتے ہیں۔ جنگ احزاب میں کفار کی تعداد مسلمانوں سے دس گنی۔ علاوہ انہیں اندیہودی دشمن متناہن جا سوسوں کا کام کرنے والے موجود۔ مگر وہاں بھی ضلع اس بڑی فوج کو ناکام اور نامراد کے واپس پھیرا۔ اور وہ سخت پریشانی کی حالت میں بھاگے۔ یہ نزول ملائکہ کا ہی نتیجہ تھا۔ ملائکہ یہاں فرمایا کہ نزول ملائکہ کے وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لئے ٹھہرایا اور تاکہ تمہارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو جائیں۔ اس طرح سورۃ انفال میں فرمایا وما جعلہ اللہ الا بشری وطمئنت بہ قلوبکم والا تفعل۔ اور وہاں آگے لکھا کہ لڑائی اللہ کی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب کو مطمئن کیا۔ قلوب الذین کفروا الذین لا انفال۔ جب تیروب ملائکہ کو دیکھا کرتا تھا۔ کہیں تمہارے ساتھ ہیں سوان لوگوں کو جو ایمان لائے ثابت قدم ہو

۱۳۶ لَيَقْطَعَنَّ طَرَفَيْنِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتُنَّهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ○

تاکہ ان لوگوں سے جو کافر بنے، ایک حصہ کو کٹ دے یا ان کو ذلیل کر کے ٹھونس دے سوہ نامہ اور وہاں جاوے۔ مسئلہ
میں ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے کفر کیا رعب ڈالوں گا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے ذبیحہ سے اللہ تعالیٰ کو ممنون کو
ثابت قدم کرنا اور کفار کے دلوں میں رعب ڈالنا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہو کہ کفار کی تصدیق اور کفار کی بیعت سے ہر میدان میں ایک
خاص نسبت نظر آتی ہے +

اگر ٹانگہ کا نزول ہوا تو کیا انہوں نے انسانوں کی شکل میں ہر جگہ جگہ بھی کی جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے ٹانگہ کو
نائل کیا وہ تو خود ہی بتا دی ہے۔ اور جی جی ہے کہ ٹانگہ کا تعلق قلوب سے ہوتا ہے۔ پس مومنوں کو اطمینان قلب حاصل کرنا اور
کفار کے دل میں رعب ڈالنا یہ وہ غرض تھی جس کے لئے قرآن کریم کی تفسیر کے مطابق ٹانگہ کا نزول ہوا بعض مفسرین نے بھی اسی
کے مطابق لکھا ہے چنانچہ غرائب القرآن میں یہ قول مذکور ہے ومنہم من قال ان نصرا للملائكة بالقاء الروح في قلوب
الكلاب و بالشفاعة المؤمنين بان النصبة لهم يعني بعض نے کہا ہے کہ ٹانگہ کی نصرت کا فوں کے قلوب میں القاء ہے جس
میں ہر مومن کو یہ علم دینے کے نصرت ان کے لئے ہے۔ یہ جگہ بدر اور جنگ اور ہمدونوں کے متعلق ہے۔ اور جنگ اور
کے متعلق تو قرآن و قرآن اتفاق ہے کہ وہاں ٹانگہ نے قتال نہیں کیا چنانچہ امام عابد کا قول مقول ہے عن جہاد اناہ تا
حضرت الملائكة يوم اهل ولا يفتح لهم لقاء فاعني آجے فرمایا کہ فرشتے اُس کے دن سر جو دیتے لیکن انہوں نے جنگ نہیں کی
ایسا ہی حضرت ابن عباس سے مروی ہے عن ابن عباس انہ لم تقابل الملائكة سوى يوم بدر وفيما سوا لا كما
عمدا و اذ لم يقاتلوا ولا يفتلون ولا يعضون یعنی سوائے بدر کے دن کے ٹانگہ نے جنگ نہیں کی اور اس کے سوائے جہاں وہ لڑے
وہ تعداد و مرد کیلئے تھے انہوں نے قتال نہیں کیا اور نہ کسی کو مارا سب کے معن ٹانگہ کے قتال کرنے یا نہ کرنے پر بحث
سورۃ انفال میں ہوگی +

۵۱۳۔ قطع۔ قطع کے اصل معنی کاٹنا ہیں مگر ہلاک کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مرفوعات میں سے یہ قطع طرفاً ہی صلی اللہ علیہ وسلم قطع منہم یعنی ان سے ایک جماعت کو ہلاک کر دے۔

طریقاً کسی چیز کی طرف سے مراد اس کی ایک جانب ہے اور اس کا استعمال اجسام میں اوقات میں اور اس کے ساتھ
 بھی ہوتا ہے (۲) ، لفظ طرقات میں مراد ایک حصہ یا ایک جماعت ہے جیسا کہ ہر فرد اور اجسام راف کہتے ہیں کطرف کی تخصیص
 اس لئے کہ کسی چیز کی طرف یا ایک جانب کے کم کر کے اس کی قرین اور اس کا ثواب کرنے کی طرف پہنچا جا سکتا ہے ۔
 یکیت ۔ یکیت معنی کے ساتھ اور ذیل کے (۲) اور سان العرب میں ہے الکبت الصرغ والاذلال
 معنی کبت کے معنی پیہر دینا اور ذیل کرتا ہے پس کبت : الله العبد وکے معنی میں صرفہ واذلک (۲) اسے واپس پیرا اور ذیل
 کیا اور کبت کسی چیز کے منہ کے بل گرا دینے کو بھی کہتے ہیں ۔

خاتبین۔ خاب لہر نزل ما طلب دل اخاب کے معنی ہیں جو کچھ طلب کیا تھو نہ پاپا یعنی حصول مقصد میں ناکام رہا اور غیبیہ ظفر کا تفتیش ہے۔ پس خواہات بروہ مظہر نہیں کہلا سکتا ۛ

جنگ احمد میں نصرت الہی کی دو اوجاں بیان فرماتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے۔ اور دوسرے یہ کہ کون کونسی اوقات سے لڑنا دے اور وہ بلائیں مرام اور بلا حصول مقصد و پس جانیں۔ چنانچہ یہ دونوں تو ہیں اسی طرح و فتح میں آئیں۔ ابتدا سے جنگ میں مسلمانوں نے کفار کو ایک حصہ کو ہلاک کیا اور دوسرے کو زخمی کیا۔ اور آخر کار جی

۱۳۸ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

[illegible]

انحضرت کو یہ دلائل
دیکھ کر میں سبق

نفل کی جیسی ہے جس میں آپ کو اس پر دھما سے روکا گیا ہے۔
نبی کریم صلیم کو باوجود اختلاف کا مصائب ادا کے اذیت سے پیش آنے کے جو دھما سے روکا جلتے میں یہ سبق ہے کہ اختلاف
نے نہیں بنایا کی کہ آپ کا وجود وحیہ للعالمین کسی پر بد دھما میں کہے عجیب بات ہے کہ وہ عین شخص جن پر آپ نے دعا کی اور
مسلمان بھی ہو گئے ایسا ہی وہ قبائل بھی مسلمان ہو گئے اس میں من کوئی کیلئے سبق ہے جو بات میں اپنے مسلمان بھائی
پر لعنت کہتے اور ان کا بد دھما کی دھکیاں دیتے ہیں بلکہ بد دھما کو کہتے ہیں یہ محمد رسول اللہ صلیم کے طریق کے خلاف ہے
یہ سوال کیا جاتا کہ میں دن تک نبی کریم صلیم کیوں بد دھما کرتے ہے؟ سو وہ حقائق جن پر آپ نے بد دھما کی ہے کہ
دعا میں آپ کو ایک شخص خلق اتنی پر دھما کی خیال کہے گا کہ ایسے ظالموں کا وجود نیاست مٹ جائے پس ایسے ظالموں کیلئے
بد دھما کا ناخالص تھا میں اللہ تعالیٰ نے دو سب سے پہلی طرف نبی کریم صلیم کو توجہ دلائی ہے کہ وہ گناہوں کو معاف کرے
ایسے لوگوں پر بھی رجوع برکت کر سکتے ہیں گو بد دھما کے میں نبی کریم صلیم حق پر ہیں مگر یہ حقیقت آپ کا کام نہ تھا جس طرح
اگر آپ اہل مکہ کو جنوں سے مسلمان کو قتل کیا تھا کہ پیش کر دیتے تو آپ حق غایب ہوتے مگر آپ نے افضل طریق کو اختیار کیا اور
سب کو معاف کر دیا بلکہ ان پر لعنت تک نہ کی بلکہ حق بتا خالص بشریت اپنے بد دھما اور اس بد دھما کوئی نہ تھا نبی صلی
خداوند تعالیٰ نے آپ کو ایک افضل مقام کی طرف توجہ دلائی اور اب ہم مسلمانوں کے لئے وہی طریق مناسب ہے جس پر چلنے کی
اللہ تعالیٰ نے اسے نبی کریم کی ہدایت کی ہ

رحمت کا غضب پر
سبقت لے جا تا

اس آیت میں رجبِ بخت کرنے کو مذہب پر مقدم کیا ہے۔ حالانکہ تمام ظالموں میں صاف بتا دیا ہے کہ حق پر جیتنا ہے۔ مذہب کے ہیں، اور انکی آیت میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور خدا کے ذکر میں مغفرت کو مذہب پر مقدم کیا، اور اس طرح بتا دیا ہے کہ مغفرت اور رحمت کا جو شمس قدر سوچ ہے۔ اور رحمتِ غضب پر سبقت ہے۔ جو کہ اس آیت کا خاتمہ پر تمام ظالمین پر کیا جیسی دونوں کی صفات کی ہے۔ اور انکی آیت کا خاتمہ اللہ غفور رحیم پر کیا جیسی اس کی صفات کا خاتمہ غفور رحیم ہے۔ گو انسان ظالم ہی کہے۔

۱۳۱: وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

چراغی کاموں پر دیر لگانے میں بہت مفاد نظر کرتے۔ اس لئے وہاں صدقات کا ذکر کرتے ہوئے سود سے روکا اور اس سورت میں عیسائی بالخصوص غلبہ میں اس لئے یہاں عین جنگ کے ذکر میں سود خواری سے روکا ہے۔ کچھ عیسائی قوم نے سود خواری سے بڑا فائدہ یہ اٹھانا تھا کہ اس کے ذریعہ سے بلا ضرورت جنگیں کر کے نسل انسانی کو تباہ کریں۔

۱۳۲: اس آیت میں بتایا ہے کہ اصل کامیابی تمہاری یہ نہیں کہ تم جنگ کے بڑی فاتح قوم بن جاؤ بلکہ اصل غرضت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر قائم رہو۔ مسلمانوں نے جنگیں کیں بڑے فاتح بھی دنیا میں بنے دین کے مالک بھی بنے مگر جب اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت چھوڑ دی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس ترقی کے اچھے سے فوائد میں گھرے۔ اب بھی اگر وہ دنیا میں اٹھ سکتے ہیں تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے دنیا ہی چھڑ کر دہا ہوں گے۔

اس زمانہ میں جب مسلمانوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی پکارتے اور با من دون اللہ کی اطاعت کا جو اپنی گودوں پر رکھ لیا۔ اور انہیں بند کر کے اپنے علماء اور پیروں کے پیچھے لگ گئے۔ تو ایک گروہ نے تعظیم میں جھٹلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے جوئے کو بھی پیچھا کر دینا چاہا۔ اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کے شال کرنے کو بھی شرک قرار دیا۔ بعد باللہ من ذالک۔ انہوں نے شاید اطاعت اور عبادت کا مفہوم ایک لے لیا ہے۔ عبادت غیر اللہ کی خواہ نبی ہو بیشک شرک ہے لیکن اطاعت تو اولوالامر یعنی حکام کی بھی ہو سکتی ہے۔ پھر نبی کی اطاعت شرک کیونکر ہو سکتی اور یہ کہنا کہ رسول اللہ کی اطاعت ان آیات کے خلاف ہے ان احکام اللہ یقتضیٰ وهو خیر من احکام الناس (۱۵۹) ان احکام اللہ اولیٰ من احکام الناس (۱۶۰) یعنی حکم خدا اللہ کیلئے ہے، اور لا یزین فی حکم احدنا۔

۱۳۳: (۱۶۱) وہ اپنے حکم کسی کو شریک نہیں کرتا جس میں اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ خود ہی حکم لے کر تم رسول کی اطاعت کو تو جبراً لو کی اطاعت خدا کی اطاعت میں داخل ہوئی۔ اور وہ کوئی ملحدہ بات نہیں بلکہ ایک بادشاہ جب بعض وزراء کے سرو ایک کام کر دیتا ہے یا دوسرا گورنروں کے سپرو ایک کام کر دیتے ہیں مثلاً تو ان گورنروں اور وزراء کے حکم کی اطاعت کیا وہ کے حکم کی اطاعت ہی ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ لوگ بادشاہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم جاری کریں اسی طرح اللہ تعالیٰ خود فرمائے کہ اولی الامر کی اطاعت کرو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ذل النساء (۵۹) تو کیا اب

اولی الامر کی اطاعت شرک میں داخل ہے اور خود باللہ خدا نے خود ہی شرک کی تعلیم دی نہیں بلکہ ان کی اطاعت بھی اللہ کی اطاعت ہی ہے چنانچہ اسی کے حکم کے ماتحت ہے۔ اس کی اور مثالیں بھی ہیں ایک جگہ ہے اقدیم اللہ ایتی حکماً (۱۶۲) کیا میں اللہ کے سوائے کوئی حکم چاہوں اور دوسری جگہ ہے فاحضوا حکماً من اہلہ وحکماً من اہلہا ذل النساء (۱۶۳) ایک حکم کو کابل سے ایک صورت کے کابل سے توڑ کر خود ہی حکم اور یہی حکم مگر چونکہ وہ خدا کے حکم کے ماتحت ہیں اس لئے یہ شرک نہیں۔

اور اطیعوا اللہ والرسول کی جو تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں واؤ تقییری ہے اور رسول کے معنی میں یہاں بیاضیں نہ بیاضیہ اس کے لئے کوئی دلیل چاہئے لیکن نہ صرف دلیل اس کی تائید میں کوئی نہیں بلکہ کئی دلائل سے اس کا بطلان ہوا ہے۔ اول یہ کہ واؤ تقییر کے لئے آیا کرتی ہے یہ دعویٰ ملاؤیل پر جس کی کوئی سند زبان عربی میں نہیں۔ بل واکذا استعمال بعض وقت حلف علی الرادف کیلئے ہوتا ہے دیکھو فی اللیب بیان واؤ معنی ودرادف نظاً رائے بعد فقہ کے معنی تو یہ کیا ہیں اللہ بار یک فوق ہے، ایک دوسرے پر واکو کے ذریعہ سے حلف ہو جاتے ہیں جیسے انا شکو ابی وحضی الی اللہ (یوسف ۸۶)۔

سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۱-۱۳۲

ہر ایک کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں داخل ہے

تفسیر کے لئے

وَسَارِعُوا إِلَىٰ خِفَّةِ مَنِّ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۲﴾

اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہو وہ متقیوں کے لئے تیار کیا گیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں بڑا اور جنت میں ایک دوسرے سے نصف ہیں مگر اللہ اہل رسول کو حق حکم کسی سے مراد نہیں کہا کہ ان کا واسطہ عطف علی المرادف کے طور پر لیا جائے۔ دوم رسول کے ہر حال میں یعنی ان تاویل کنندگان کو بھی مسلم ہیں ایک پیغامبر اور دوسرے پیغام اور اللہ کے معنی ایک کے سوائے دوسرے آج تک کسی نے نہیں سنے اور تفسیر پر یہ یا ذو معنی لفظ کی واضح سے ہو کہ ان سے دو واضح لفظ کی بہم سے۔ اب اللہ واضح ہے اس کی تفسیر یہی لفظ سے جو دو معنی رکھتا ہے انسان بھی نہیں کر سکا چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس بات کو مشرب کیا جائے سوم اگر واضح لفظ کی تفسیر کی ضرورت ہی تھی تو ایک وضو تفسیر کو دنیا کافی تھا۔ بارہا اس تفسیر کی کیا ضرورت تھی۔ چارم کو گفت میں رسول کے معنی پیغامبر و پیغام دونوں لکھے ہیں لیکن قرآن کریم نے خود فیصلہ کر دیا ہے فرمایا یٰٰھد رسول اللہ حالانکہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کہیں نہیں فرمایا پس جب قرآن شریف نے خود فیصلہ کر دیا کہ رسول اللہ ہیں تو اس معنی کو چھوڑ کر ہم دوسرے معنی نہیں اختیار کریں۔

عرض

۱۳۲ عرض عرض کے اصل معنی چڑھائی ہیں جو طول کے خلاف ہے اور اصل استعمال اس کا اجسام کے متعلق ہر لیکن غیر اجسام میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے فنن و دعاء و عریض (رحمۃ اللہ علیہ) اور کہا گیا ہے کہ اس کے عرض سے مراد اس کی وسعت ہو مگر نہ بلحاظ مساحت کے بلکہ بلحاظ مسرت کے (دع) اور اس کی مثال امام راغب نے دی ہے کہ جیسے اکبر اس کے خلاف کہیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علی قلوبہ فکون خلقہ خائف منہ فکون قلوبہ خائف منہ اور کہا جاتا ہے وسعۃ هذه الدار کسعة الارض اس گھر کی وسعت زمین کی وسعت کی طرح ہے۔ اور تیسرے معنی عرض کے امام راغب نے یہاں بقول اور عرض کئے ہیں یعنی اس کی قیمت زمین و آسمان ہیں۔

مختلف قسمیں ہیں جو

کیا پاک تعلیم ہے۔ کہاں جگہوں کا ذکر، در کہاں یہ ہدایات۔ کیا خوشی ہے بتا دیا کہ جنگ کوئی اہل غرض نہیں بلکہ اہل غرض اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا حاصل کرنا ہو۔ اس کو حاصل کرنے کے جو سامان مختلف کسی وقت میں ہوں ان کے حصول کیلئے جلدی کرنی چاہئے۔ اور چونکہ اوپر ذکر کیا تھا کہ نارا کا وزن کیلئے تیار کی گئی ہے تو یہاں بتایا ہے کہ متقیوں کیلئے تو جنت تیار کی گئی ہے پس اس کے حصول کے لئے جلدی قدم اٹھانا چاہئے۔ اور جیسے کا کہنے آگے، در معنی کیلئے جنت آخرت میں ہے اسی طرح اس دنیا میں بھی کا فکدول پرانگ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور متقی کے لئے جنت کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

وسعت جنت

یہاں جنت کے متعلق فرمایا کہ اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس سے کیا فائدہ ہو جس کے نزدیک آخرت کے آسمان اور زمین اور جہنم کے اس لئے ملا دیا ہے کوئی اس چڑھائی اس دنیا کے آسمان و زمین کے برابر ہوگی۔ اور اس پر جو م تبدیل فی الارض خیر ولا یرضی والصلوات (ابرہیم) کو بطور شہادت پیش کیا ہے۔ (دع) اور بعض نے اس کے معنی قیمت کرتے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا جا رہا ہے اور بعض نے لکھا کہ یہ کام کرنا ہے ہر درجہ کی فزنی سے (د) گویا اپنی وسیع جنت ہوگی جو انسان کے وہم و گمان میں اس کے حق سے بلند نام و عقل میں ایک حدیث ہے کہ ہر قل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا تھا کہ آپ مجھے اس جنت کی طرف بلائے ہیں جس کا عرض آسمان اور زمین ہیں۔ تو یہم و دفع کہاں ہے آپ نے فرمایا سبحان اللہ وہی الدلیل اذا جاء النہار پاک ہے ذات اللہ کی بات کہاں ہوتی ہے جب دن آجائے اور ابن جریر میں بھی کسی ہی روایت میں ہے اور ایک روایت سے حضرت عمر کا یہی جواب یہود کو دینا معلوم ہوتا ہے اور ایک میں حضرت ابن عباس سے یہی جواب ایک اہل کتاب کو دینا اور ایک روایت ابو ہریرہ سے اسی الفاظ کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا حدیث میں اس کا مختلف

وَالَّذِينَ إِذَا أَصَحَّوْا

۱۳۳

اور وہ جو جس وقت روکئی

اور تھا بھی پہلے کی مثال ہی ہے اور دوسرے کی مثال ہے ولئن اذقنا نعاء بعد حرامہ اور بعد حالت حرام کا نام
اور حرامہ حالت فقر کا ۛ

کلم

الفاظین تَظْهَرُ خُذْ بِمِشْرِ النَّفْسِ کو کہتے ہیں یعنی سانس کے فخر کو اور کُطُومِ اُحْبَبْنَا سِ النَّفْسِ یعنی سانس کا رو
ہے اور اس سے مراد خاموش ہونا یا جانا ہے اور کَظَمَ خِطْبَ سے مراد غضب کا روکنا ہے اور کَظَمَ الشَّعَارَ کے معنی ہیں شکیزہ
کو جبر کر اس کا نہ باندھنا یا گالنے باہر نہ نکلنے (غ) کَظَمَ خِطْبَ کا مستعار وہی اسی سے لیا گیا جو خِطْبَ کے لئے دیکھو ۛ

خوشحالی اور شگبی میں
مقتضی

اس آیت میں تفسیر کے چار اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ اول وہ خوشحالی اور شگبی میں براہِ خدا کی راہ میں فخر کرتے ہیں۔ دہو
آخری مرد و کے اندر تمام درمیا در حالتیں خودی آجاتی ہیں اور انسان کیلئے دو حالتوں میں فخر کرنا ہی بہت شمس ہوتا ہے ایک
جب وہ حد درجہ کے آرام اور راحت میں ہو کر اس وقت خدا کو محو مل جاتا ہے۔ اور دوسرے جب حد درجہ کی شگبی کی حالت میں ہو
کر اس وقت جو کچھ ہوئے شغل پنہمی ضرورت پورا کرنے کیلئے کتنی ہوتا ہے پس ان دو حالتوں کا ذکر کر کے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی
ذات سے ایسا شغل ہونا چاہئے کہ جب تمام طرف راستے ہی سامان نکلے ہوں اور نیاں انسان اپنے آپ کو کسی کا فخر
دیکھتا ہو تب ہی خدا کا شغل اپنے آپ کو جان کر اس کی راہ میں دے اور مال کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دے اور جب
یہ سمجھا ہو کہ اس قدر رنگ دست ہوں کہ میری ضرورتوں سے کچھ نہیں بچتا تب ہی اپنی ضرورتوں کو بچنے کے لئے اور دوسری کے
باوجود اپنے آپ کو محروم کرتے ہوئے خدا کی راہ میں فخر کرے ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آپ کو بھار کر تھیں سے گون
جے جس کے نزدیک اپنے مال سے اپنے وارث کا مال زیادہ محبوب ہو تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کے نزدیک جو
اپنا مال وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ حالت اس کے برعکس ہے ما لک من مال
الا ما قد مت وما لک اذک الا ما احزنت (ت) تیرے مال سے کچھ بھی تیرے لئے نہیں مگر وہی جو تو گئے جیسے اور جو تو بچے
رکھتا ہو وہی تیرے وارث کا مال ہے ۛ

غضب کا ہونا

دوسری صفت کَظَمَ خِطْبَ ہے جو شخص اس بات پر قادر ہو کہ وہ خِطْبَ یعنی سخت سے سخت غضب کو روک لے وہ گو یا آٹا
کل جذبات پر قادر ہو گیا۔ صحیح حدیث میں ہے لیس الشدیل بالصرعة والکن الشدیل الذی یلک نفسه عند الغضب
یعنی پہلوان وہ نہیں جو کتنی میں دوسروں کو بچھاؤ لیتا ہے۔ بلکہ پہلوان وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے۔
(حقوق علیہ) اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی علیہ وسلم نے فرمایا من کَظَمَ خِطْبًا وَهَرَقَ دُمًّا لَفَافَةٌ مِّنْ لِّلَّهِ جَوْفُهُ
امنا وایا ناد (ث) جو شخص سخت غضب کو روک لے وہ اٹھا لیکر وہ اس کے لئے پُر قدرت رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے پسین کو
اسن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کو غضب آئے تو اس کے دہانے میں
اس سے بھی مدد ملتی ہے کہ اس حالت میں وضو کر لے اس سے غضب کی آگ فرو ہو جاتی ہے ۛ

تیسری صفت عافین عن الناس کی ہے۔ لوگوں کی خطاؤں پر درگزر کرنے والے یہاں تک کہ ان خطاؤں کو کٹھن
سمجھیں۔ یہ کَظَمَ سے بڑھ کر صفت ہے۔ اس لئے کہ کَظَمَ خِطْبَ صرف غصہ کو روک لینے کا نام ہے۔ اور دوسرا چاہتا ہے
کہ خطا کو بالکل کا عدم سمجھا جائے اور اس کی کسی قسم کی گرفت نہ لگی جائے دیکھی تم کے انتقام کا خیال دل میں لایا جائے
حدیث میں آتا ہے ثَلَاثُ أَقْسَمٍ حَلِيسٍ مَا تَقْصُ مَا لَ مِنْ صَدَقَةٍ وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِجَفْوَةٍ إِلَّا عَزَا وَمَنْ تَوَخَّضَ لِلَّهِ

فَاحْشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا إِلَيْهِ تَوْبَةً وَمِنْ

بڑا کام کرتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں اللہ کو یاد کرتے ہیں پھر اپنے قصوروں کیسے بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے

يَعْفُرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهَ ثُمَّ لَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ أُولَٰئِكَ

سوا کون قصوروں کو بخشے، اور جو کرشمیں اس پر اصرار نہیں کرتے درنا خالی کہ وہ جانتے ہیں^{۵۱۹}۔ انہی کیلئے

جَرَّأَهُمْ مَغْفِرَةُ رَبِّهِمْ وَجَنَّتْ بَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

جلد اپنے رب کی مغفرت اور بلغائیں جن کے نیچے نریں جستی ہیں

خَلِيدِينَ فِيهَا وَنَعَمْ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ۝ قَدْ خَلَتْ مِنْ

1904

ان میں رہینگے اور کام کرنے والوں کا اجر کیا ہی اچھا ہوتا ہے۔^{۵۲} تم سے پہلے واقعات

رضہ اللہ (تجربین باؤں پرین قسم کھا ہوں) ایک یہ کھڑے مال کر نہیں جوتا۔ دوسرے یہ کہ بعض عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو

پھر خداؤں کے عوض سے بڑھ کر کمین کا مرتبہ جو کسی کی خطا پر غضب کو ہی نہیں روکتے اس سے غریب نہیں کرتے بلکہ اس پر اسمان بھی کرتے ہیں۔ یہ کمال کا آخری مرتبہ ہے۔

اُصل کی جنگیں بیض و خون کی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے اب ان کو بھی تسلیم دیتا ہے کہ نہ صرف اپنے خیمہ کو دیا جائے نہ صرف ان کی خداؤں کو کھاف کریں بلکہ ان پر وحان بھی کریں۔ ایسا بھی سارا واحد کے موع پر لاوارف فتح کر میں تو فتح کے ساتھ ہی کریم صلعم لے لیا۔

۵۱۹۔ فاحشۃ فیصل ہوا قبل اُس کی قیامت بخاری پر یہ لڑکیاں اور غلامو القسّم کے بالمقابل فاحشۃ کو لے کر فاحشۃ معلوم ہوتا ہے کہ فاحشۃ کے یہاں وہ امیر مراد ہیں جن کی قیامت کا ان خود مرے پر ہوتا ہے اور غلامو القسّم سے مراد وہ ذنوب ہیں جن کا مراد و مرہوں پر تو نہ ہو گویا آپ کہی کہ ان کا نقصان ہی ہے۔

یہاں وا۔ قصہ کے اس معنی مضبوط باندھنا ہیں، اور اصرار کے معنی ہیں کسی مقصد پر پختہ ہو جانا اور ایمین مضبوط ہو جانا اور اصرار اس سے جدا ہونے سے رکنا (خ) ♦

پہلی آیت کے تحت قیامت کی خبر پہنچی۔ جو درجہوں کے تصوروں کو معائنہ کرنے والے اور ان سے احسان کرنے والے ہیں۔ اس آیت میں اس سے کم درجہ کے متعینوں کا ذکر ہے۔ ان سے بعض وقت کو قیامت و الاکرام سرزد ہو جائیگا۔ یا جنہی ہی جان ظلم کرنے سے قورہ استغفار کرے گی۔ یہاں ہفتاویں اور دسویں آیات داخل ہیں جو کچھ کہے گئے ہیں اس کے بعد تاخیرات کے لئے کی دعا اور آیت دہمے گناہ میں پڑنے سے بچنے کی دعا۔

عقل ۵۔ عاقلین عقل ہر درجہ عقل ہے جو ایک جاندار قصہ سے کتابہ پس فعل عام ہے اور مل خاص ہے انسان کے سوا
 دوسرے حیوانات سے بھی عقل ہر درجہ ہو سکتا ہے مگر عقل نہیں ہے، عقل ذہنی ہے جو انسان کو کسی اچھے یا بُھے اجزا کی ترقی ضرورتاً
 اور گول اچھے اور بُھے دونوں پر کتابہ مگر قریب صاف بتاتا ہے کہ یہاں عاقلین سے مراد وہی کام کرنے والے ہیں +

قِيلَ لَكُمْ سُبْحَانَ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

گڑے چکے ہیں پس تم زمین میں پھرو پھر دیکھو کہ تھیلے والوں کا کیا (ہی بُرا)

المَكَيْنَ بَيْنَ ۝ هَذَا بَيَانُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ ۱۳۷

انجام ہوا ۵۲۱ یہ لوگوں کے لئے بیان اور ہدایت اور تقویوں کے لئے وعظ، ۵۲۲

وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَخَيَّيَ الْكَافِرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ

اور تاکہ اُن کو کھڑے کر دے جو ایمان لائے اور کافروں کو گھٹا کر دے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے

القوم کذاں امرا سے تاناؤ کا من حیث الذی اولیٰ یعنی ایک چیز کو ذمت بنو مت لیا اور اسی سے ہے داخل اللہ کا

یہ ہم یعنی اللہ تعالیٰ ایک شے کو ذمت بنو مت ان پر لایا

یعلم اللہ۔ فقط علم کے اس استعمال کیلئے دیکھو ۱۷۹

قرآن کریم نے عورتوں کو اس جگہ بیان کیا ہے کہ حق و اعمال کی جزا و سزا ہے پس یہاں یعلم اللہ سے

علم و حق

مراد وہ علم ہی ہو سکتا ہے جس کا تعلق جزا و سزے سے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب جو وہ چاہے جو وہ چاہے علم ہے۔ عالم الغیب والشیء

اس کا نام ہے۔ گناہ کی جزا و سزا میں علم پر نہیں ہوتی بلکہ واقع پر ہوتی ہے۔ پس یعلم اللہ سے مراد ہوئی جزا و سزا دینے

کیلئے جانے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان کو ایسے علم کے ساتھ جانے کہ ان کے فیوض پر کرے

اس آیت میں بتایا ہے کہ اللہ کی جنگ میں اگر تم کو کچھ تخفیف پہنچی ہے تو وہی ہی تخفیف تھا کہ دشمنوں کو بھی پہنچی

کیونکہ جنگ کے شروع میں کفار نے بھی نقصان اٹھایا تھا۔ جنگ بدر کے متعلق میں ہے۔ کیونکہ جنگ بدر کے واقعہ کو دیکھ

قرآن مثلاً نہیں رہ جاؤ گا بلکہ اللہ خود قرآن کریم نے آگے چل کر فرمایا ہے اولمّا اصابتکم مصیبة قد اصابتہم مثلیہا

زآلہما۔ ۱۶۳ جہاں دو مثالیں ہیں جنگ بدر اور جنگ احد میں

اس کے بعد ان الفاظ خاص و ثلاث الایام نداء لہما یعنی انہما فرمایا کہ وہ اور تخفیف دینے واقعات جیسے کا رد

پرتا ہے مومنوں پر بھی آئے ہیں۔ اور جنگوں میں ایسا ہو جاتا ہے کہ کبھی ایک فریق کو دیکھ بیچ جاتا ہے کبھی دوسرے کو اس کا

تعلق حق و غلط سے کچھ نہیں

تکلیف کی فرض

اگر وہ اور تخفیفیں ذمت بنو مت آتی رہتے والی چیزیں ہیں تو اس کی فرض کیا ہے۔ کیوں مسلمانوں کو جو خدا پر ایمان لائے

ہیں وہ اور تخفیفیں نہیں ہیں اس لئے کہ یہ وہ اور تخفیفیں مومنوں کو منافقوں سے اور کھروں کو کھروں سے الگ کرتی

ہیں۔ اور یہ ضروری ہے کہ ایسا امتیاز ہوتا رہے۔ اور مومنوں کا ایمان ظاہر ہو کر وہ اس اجکے مستحق قرار پائیں جو ایمان کو

ملتا ہے۔ اور دوسری ضرورت یہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائے اور اس اعلیٰ مقام پر پہنچائے

کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں دیں اور جو جنگ گئے وہ بھی اسی مقام پر ہیں کیونکہ اپنی طرف سے انہوں نے بھی اپنی جانیں

خدا کی راہ میں دی ہیں یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا دیا۔ اور یا شہداء سے مراد پیشرو اور امام سے یعنی تم سے یہ بتایا

کہ اگر تم کو دنیا کے لوگوں کے لئے پیشرو اور امام بنائے کیونکہ بغیر تمہیں اور تخفیفوں میں پھنسے کے اور ان میں ثابت قدمی

دکھانے کے کوئی شخص لوگوں کا پیشرو اور امام نہیں بن سکتا

عص تجھیں

۵۲۵۔ یخص یخص کے اصل معنی ہیں ایک چیز کا ہر عیب سے جو اس میں ہو پاک کر دینا سوئے کا یخص یا یخص سے

کئے ہیں کہ جو اس میں میل ہے اسے دور کر کے خالص سونا بنا دیا جائے (غ)

یعنی یعنی کہ سنی ہیں بے برکت کرنا یا کم کرنا ۵۲۵۔ ایک چیز کو ہتھوڑا ہتھوڑا کر کے یا تدریجاً کم کرنا دھنا

یہاں دوسری تفسیر بیان فرماتے ہیں۔ مومنوں کی یخص اور کافروں کی ہے برکتی یا نقصان دہی جو تخفیف مومن کو

پہنچتی ہے وہ اس کے ذوق اور عیب سے تہذیب کا موجب ہو کر اس کی ترقی کا موجب ہوتی ہے۔ وہ تخفیف کے لئے ہے

خاتمہ اٹھاتا ہے اور کافروں کو اس سے خاتمہ نہیں اٹھاتا اس لئے اس کے لئے تخفیف کا تہذیب نقصان اور بے برکتی ہوتی ہے

یعنی

تخلیف خاتمہ اٹھانا

مومن کا کام ہے

۱۳۲ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ وَلَقَدْ

حالانکہ اجماعی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا کہ جو کوشش کرتے ہیں اور دے، صبر کرنے والوں کو جانا کہ جو کوشش کرتے ہیں اور دے

لَقَدْ تَمْتَمُونَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُلْقَوْهُم فَقَدْ آيْتُمْهُمْ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

تم جنگ چاہتے ہو قبل اس کے کہ اسے ملے سواب تمہارے دیکھ لیا اور تم انھوں سے دیکھ رہے ہو

۱۳۳ وَمَا أَحْسَنُ الْأَرْسُولَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا الرُّسُلُ أَفَإِنْ نَقُولُ أَرْسُلْنَاكَ بِالْبَقَرَةِ

اور محمد اکبر رسول ہی ہو اس سے پہلے (سب) رسول ہو چکے ہیں پھر اگر وہ مر جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اسے اپنا رسول مانتے ہو

۱۳۴

رسول اللہ کی وفات
سلاطین کو گھر میں
کرتی تھی

۱۳۵ لَمَّا صَلَّيْنا مِنْ قَبْلِهَا نَفِيْهُمُ عَنْ مَكَّةَ

یہ بات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علم سے مراد چرنا و سزا کا علم ہے۔ کیونکہ یہاں فرمایا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ نبی جنت میں داخل ہو جائے گا تو کیا تمہارے جنت میں داخل ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تمہیں سے جہاد کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو جان لے۔ اب جنت میں داخل ہونا جہاد کرنے اور جہاد کرنے پر منحصر ہے یعنی ان امور کے واقع ہونے پر نہیں بلکہ اللہ کے علم سے مراد ان چیزوں کے واقع ہونا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جہاد کہ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں

۱۳۶ الْمَوْتَ دیکھ سکتا۔ ہاں اسباب موت دیکھے جاسکتے ہیں اس لئے بھی خود سے مراد اس کا سبب یعنی جہاد اور قتل

۱۳۷ اور یا موت کی قسم سے مراد صرف خدا کی راہ میں جان و دین کی آرزو ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ دُوتُ اِلٰی اَقْلَبِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ اُجِئْتُ ثُمَّ اُقْتُلُ ثُمَّ اُجِئْتُ ثُمَّ اُقْتُلُ میں اس بات سے محبت رکھتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں خدا کی راہ میں جان و دین کی آرزو سب آرزوئیں سے بہتر ہے

ختمون الموت سے اشارہ بعض صحابہ کی اس خواہش کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں دشمن کے ساتھ جنگ کر گئے۔ یا بعض صحابہ جو جنگ جہاد میں رہ گئے تھے اس بات کے آرزو مند تھے کہ انہیں بھی جہاد میں شامل ہونے کا موقع ملے

۱۳۸ محمد اس کا مدہ تھا ہے۔ اور یہ سب زیادہ مشہور اہم علم ہمارے نبی کریم صلعم کا ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اللہ

کثرت خصال اللہ صمد (۱) و جس کی مثال قرین خصلتیں بہت بڑھی ہوئی ہوں اور محمد اور محمد (۲) اسے رسول صلعم کے ناموں میں سے ہیں (۱) لسان العرب میں سات نام دیئے ہیں جن کا نام یا م جاہلیت میں محمد رکھا گیا اور ایک نام میں سے کہ آپ کے دادا عبد المطلب نے نام آپ کا رکھا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ یہ نام آپ کا مجھے رویا میں آیا گیا ہے

اور حدیث شریف علیہ سے ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا انا محمد وانا احمد میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور ایک حدیث میں ہے انا محمد وانا احمد صاف اللہ تعالیٰ تعالیٰ کثرت قریش و عشقہم بشقون مذمتاً وانا محمد کیا تمہیں دیکھتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کی محبت اور ان کی گالی کھینچ کر پھیر دیا ہے۔ وہ کسی مذہم کو گامیاں دیتے ہیں اور میں محمد

خَلَّتْ خَلَّةَ مَعْنَى ۳۲ و ۳۱ میں بیان ہو چکے ہیں یہیں جیسا کہ انسان کے متعلق کہا جائے خَلَّةَ اس سے

وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَنَصَرَ اللَّهُ فَنَكِبْ

اور جو کوئی اپنے پاؤں پھر ملے

۱۰۰۰ اللہ کا بھجی نہیں بگاڑے گا

مرا وہ اس کی موت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمان العرب میں ابن الاعرابی کا قول منقول ہے خلافت ان اذانیات اور یہ تھا پہلی ہے کیونکہ انسان کا گزر جانا ایسی ہے کہ وہ اس عالم سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کر جائے اور اس کا دوازدہ موت ہی ہے اور یہاں خلعت کے مقابلہ ہمارے اوقل و کوصاف بتا دیا کہ جن کے خلا کا ذکر ہے وہ ان کا گزر جانا بڑی بصورت یا قتل ہی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا بھی ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریق پر گزر جانا ضروری ہے پس قبل خلعت من قبلہ الرسل سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے رسول بڑی بصورت یا قتل گزر چکے۔ اگر کوئی تیسری صورت گزر جائے گی بھی قبل خلعت میں شامل ہوتی ہو تو ضرور تھا کہ اس کا ذکر بھی خلعت کے مقابلہ پر کر دیا جائے جیسے کہ مائت کا ذکر کر دیا گیا ہے مگر یہاں خبر تو مشہور ہے قتل کی ہوئی تھی پس اگر پہلے رسولوں کے گزر جانے کے ساری صورتوں کا ذکر مقصود نہ ہوتا تو صرف افاغٹن قتل کہنا چاہئے تھا۔ اس کے ساتھ مائت کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

مائت اوقل۔ موت سے مراد موت علی الفرائض ہے یعنی بھیجی موت اور قتل سے مراد وہ موت ہے جو کسی ایسے واسطے ہو جو جسم بشرانی کا ناقض ہو۔

موت اوقل

انقلاب۔ انقلاب۔ قلب سے جس کے معنی ہیں ایک چیز کا ایک رخ سے دوسرے رخ کی طرف پھیرنا اور انقلاب کے معنی انصراف ہیں یعنی پھر جانا،

انقلاب

اعقاب عقب کی جگہ سے اور عقب ایڑی کہتے ہیں۔ اور دَجَّعَ علی عقبہ کے معنی کئے ہیں انتہی رخ، انا پھر کیا یہی معنی انقلاب علی عقبہ کہ ہیں اور یہ بعینہ وہی خیال ہے جو ہماری زبان میں اپنے پاؤں پھر جانے سے ادا ہوتا ہے۔ انا مائت مائت اوقل انقلاب علی عقبہ کہ ہیں جزو انصراف ہے۔ اور انصراف سے مراد انحراف انقلاب علی الاعقاب ہے یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ تہرہ نہ ہو جاؤ۔ اور بعض نے انقلاب علی الاعقاب سے مراد کھن جگ سے زور لیا ہے۔ اس صورت میں اشارہ ان چند نفوس کی طرف ہے جو میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے۔ اور بعض نے انقلاب علی الاعقاب سے مراد صرف افاغٹن کر دیا کہ وہی کا دکھانا لیا کیونکہ ذرا کسی کر دہی کا نتیجہ بھی تھا اور چونکہ یہ مائت آنحضرت کی وفات کا ذکر کرتی ہے اس لئے اس میں ان لوگوں کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے جو آنحضرت کی وفات پر ہر تہہ ہو گئے تھے۔

اھوں آئینہ تھن کی خبر کا مشورہ ہونا

اس آیت میں جنگ اُٹھ کے اس نازک ترین موقع کی طرف اشارہ ہے جب تیر اندازوں کے جگہ چھڑ دینے کی وجہ سے قریش کو کارسار خالد کے ماتحت لشکار اسلامی کی حلقہ کی طرف سے حملہ آور ہوا اور دھچکا تھا ہوا لشکار کھائی ہوا اور مسلمان پریشانی کی حالت میں ہو گئے۔ اس حالت میں نبی کریم صلعم نے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے لئے ابتدا دانے سے یہ کہنا شروع کیا اَللّٰہُ اَنَا وَرَسُولُ اللّٰہِ اے اللہ کے بند میری طرف آ جاؤ میں رسول اللہ ہوں۔ اس آواز کے بلند ہونے ہی کھارے نہایت تندی سے آنحضرت صلعم پر حملہ کیا۔ اور ابن قتہ حارثی نے رسول اللہ صلعم پر ایک بلی پھر چبکا جس سے آپ کے سامنے کے دانت ہباک شہید ہو گئے اور منہ اور سر زخمی ہو گیا۔ اور یہ شخص آگے بڑھا کہ آپ کو قتل کر دے کہ مصعب بن عمیر صاحب الزینہ در بیان میں حامل ہو گئے اور خود شہید ہو کر نبی کریم صلعم کو بچا لیا اور آہستہ آہستہ رسول اللہ صلعم کے سامنے صفحہ کی ایک دیوار حال ہو گئی۔ مگر آپ زخم کی شدت سے گر گئے۔ اور مصعب ابن قتہ آپ کو قتل ذکر سکا تو اس نے یہ خبر لڑ دہی کہ محمد رسول اللہ صلعم قتل ہو گئے۔ اور یہ آواز سارے لشکر میں بلند ہو گئی۔ اسی واقعہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ ہے دما

وَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ○

اور اللہ شکر کرے دالوں کو جلد بدل دے گا

محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افا تن مات او قتل لعل القليل على اعتقابك بغير حجة من قبل الله اس
 خبر سے کوئی تزلزل نہیں آیا سوائے چند نفیر کے کوشاکر سے کٹ جانے کی وجہ سے بھاگ گئے لیکن ان میں وہ لوگ تھے جنہوں
 کہ ان کا ان محمد قد قتل فان رب محمد صلی لا موت تقاضا اعلیٰ ما قاتل علیہ اگر محمد صلی قتل ہو گئے ہیں تو یہ
 محمد صلی سے کوئی نہیں رہا سو تمہاری اس بات کے لئے جنگ کرو جس کے لئے آپ جنگ کرتے تھے

آنحضرت سے پہلے تا
رسول فوت ہو گئے

اس آیت دماھل الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے ایک اداہم مسند پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر استلال کیا اور جس استلال کے سامنے سارے صحابہؓ کی گردنیں جھک گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر جب شائع ہوئی۔ تو کون مسلمان ہوگا جس کا دل چاہتا ہو کہ اس خبر پر یقین کرے صحابہ کو جو آپ سے محبت تھی۔ وہ وہی تھی کہ وہ لوگ آپ کی وفات کا کلہوڑی منہ پر لانا پسند نہ کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامح میں یہ کہہ دیا۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ کے گناہ میں اس کا سر اڑا دوں گا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں ائے اور سب سے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھروس چلے گئے۔ کچھ اچھرہ مبارک سے اٹھا یا اور دیکھا کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے ہیں۔ تو آپ نے واپس سجڑیں اگر ایک خلیفہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا۔ اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ یُعْبَدُ مَعَنَا فَاَتَانَا فَاَتَى اللّٰہَ تَعَالٰی یَاۤ اُمَّ الْکَلْبِ مَنْ لَوْ کَانَ مَعَنَا فَاَتَانَا فَاَتَى اللّٰہَ تَعَالٰی ہر شے زندہ ہے بھی نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت قرآن کریم کی پڑھی دماھل الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل صلعم ایک رسول ہی تو ہیں آپ پہلے سب رسول گزر چکے۔ اور اس سے یہ استلال کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو سب لوگ خاموش ہو گئے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ استلال ہی صورت میں کام دے سکتا تھا جب حضرت صدیقؓ اور دیگر صحابہ کا یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ رسولوں میں سے کچھ ایسے بھی مانے جاتے ہیں کہ انہوں نے وفات نہ پائی ہو تو ہر ایک رسول کی وفات پر یہ کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ رسولوں نے وفات پائی اور بعض نے نہیں پائی تو ہر کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہیں جنہوں نے وفات نہیں پائی۔ ان اگر سب رسول ہی وفات پا چکے تو ہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا پس حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس استلال کی صحت کے سامنے سارے صحابہ کا خاموش ہونا ماننا ایک قطعی شہاد ہے اس بات پر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کل رسولوں کو وفات یافتہ تھے گویا آنحضرت کے پہلے جنہوں کی وفات پر صحابہ کا باجماع ہو گیا۔ یہ امر کہ اس سے سارے رسولوں کا وفات یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے تاہم بعض نے یہ بھی تسلیم کیا ہے۔ اور تمام رسولوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موت یا قتل سے کہیں پہلے تھا خدا تعالیٰ کیسے گزر جائے یا مانا ہے چنانچہ بیضاویؒ میں ان الفاظ دماھل الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تفسیر یوں کی ہے فیہ یقول لکما اخلاوا ملکوت او اقتل میں آپ بھی گزر جائے تھے جیسے وہ گزر گئے موت سے یا قتل سے جس سے سارے پہلے انبیاء کا موت یا قتل سے گزرنا نا ثابت ہے۔ اور تفسیر ثواب القرآن میں ان الفاظ دماھل الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل میں دو ویسوں مائی ہیں جن میں سے دوسری دلیل کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وثانیہا ان فیما علی ہوت سائر انبیاء و قتلم یعنی دوسری بات نامہ کے تمام انبیاء کی موت یا قتل سے قتل یا قتل سے ہوا و تفسیر روح البانی

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كَتَبَ مُوَدَّتَهُ وَرَدَّ نَوَابِلَهُنَّ ۝۱۴۳

۱۔ کسی شخص کے لئے یہ نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوا میرٹے دست کا ہر وقت لکھا ہوا ہے۔ اور کوئی دنیا کے بدلے کا اور کوئی

میں اپنی الفاظ کی تعبیر لکھا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے وہیں ان حکم البقی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم من سبق من الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین فی انہم ما قوا وبقی اتباعہم متمسکین بدینہم یعنی اللہ تعالیٰ نے یہاں کھل کر بیان کر دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیاء کا حکم ہے جو پہلے گزر چکے سب پر اللہ کی صلوات اور سلام ہو اس بارہ میں کہ وہ مر گئے اور ان کے پیروان کے دین پر تکیہ رہے اور پھر لکھا ہے فَتَكُونُ جَلَّةٌ قَدْ خَلَّتْ الْخُصْفَةُ لِرَسُولٍ مُنْبِئَةٍ عَنْ كَوْنِهِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فی شرف الخلق فان خلوصہم لآلِیہ فی منصب الرِّسَالَةِ من شواہد خلوصہم لادعائہ لآلہ کأنہ قیل قد خلت من قبلہ امثالہ فیخلصوا کما خلصوا یعنی اس صریح میں یہ جملہ قد خلت رسول کی صفت ہو گا۔ خبر دینے والا اس بات کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف گزر جائے گا حاصل ہے کیونکہ انصاف رسالت میں جو آپ کے شریک ہیں ان کا گزر جانا لامحالہ آپ کے گزر جانے کے شواہد ہیں سے گویا وہ کیا گیا ہے کہ اس کی شکل اس سے پہلے گزر گئے ہیں جس طرح وہ گزر گئے ہی طرح یہ بھی گزر جائیگا ۛ

علامہ ابن ابی اس آیت کا مقابلہ اگر ایک دوسری آیت قرآنی سے کیا جائے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اپنی الفاظ میں آتا ہے تو اس سے بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کل رسول اس آیت کے نزول سے پیشتر دیکھتے اور وہ آیت یوں ہے مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۝۵۰ یعنی عیسیٰ ابن مریم ایک رسول ہی ہے اس سے پہلے رسول گزر چکے اب اس میں شک نہیں کہ یہ آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر نازل کی گئی ہوگی۔ کہ جس طرح پہلے رسول گزر چکے وہ بھی گزر گئے اور یہاں جو قد خلت من قبلہ الرسل فرمایا تو اس پر بہر حال شک سب کا اتفاق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے تمام رسول وفات پا چکے اب تعجب ہے کہ یہ آیت (حضرت مسیح سے پہلے سارے رسولوں کے مرنے پر نازل ہو اور یہی نہ کسی ہی آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کے تمام رسولوں پر وفات کی دلیل نہ مانی جائے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آیت مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے تو حضرت مسیح سے پیشتر تمام رسولوں کی وفات ثابت ہے مگر آیت مَا هَذَا إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے ایک بھی رسول کی وفات ثابت نہیں کیونکہ باقی سب تو دوسری آیت کی رو سے دیکھ کر اس آیت کی رو سے ایک حضرت مسیح ہی دمرے ۛ

۵۲۹۔ بِإِذْنِ اللَّهِ - اذن کے معنی اجازت اور رخصت کا ہونا ہے۔ اور علم کے معنی میں بھی آتا ہے ۱۳۱۰ اور اب جو مسلم یہاں اذن کے معنی اٹھا رہے ہیں دقت اور بعض نے اس کے معنی تخیل اور اطلاق یعنی چھوڑ دینے ہیں اور ادا کا ان لنفس ان تموت الا باذن اللہ سے یہ لی ہے کہ کوئی شخص قبل کے بعد سے نہیں مر سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ قائل کو چھوڑ دے کہ وہ مقتول کو مار ڈالے دقت، گویا یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان لوگوں کو غالب نہیں آئے دیا کہ باوجود اس بات قتل کے صحیح ہو جائے کہ وہ آپ کے قتل پر صلہ ہو جائے ۛ

کتاباً ما جزا کتاب مصدر ہے جیسا کہ بعد کتاب الموت کیلئے بطور تاکید لایا گیا ہے اور مؤجل کے معنی وہ جس کیلئے اجل مقرر کی گئی ہو اور اجل وہ مدت میں نہ ہے جو کسی چیز کیلئے مقرر کی گئی ہو اور عام طور پر انسان کی زندگی کی مدت معینہ پر یہ لفظ بولا جاتا ہے ۛ

اذن

اجل

نُورُهُ مِنْهَا وَمَنْ يَرْدُ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُورُهُ مِنْهَا وَسَيَجْزِي الشَّكْرِينَ

ہم اس کو اس سے دیتے ہیں اور ہم کوئی آخر تک بدلہ کا ارادہ کرتا ہیں ہم اس کو اس سے دیتے ہیں اور شکریہ ان کو ہم جلد بول دیتے۔

ان الفاظ میں ان کو گواہی باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جنہوں نے یہ مشہور کیا تھا کہ حضرت مسلم فوت ہو گئے۔ اور بعض متابعین نے یہ کٹنا شروع کیا کہ محمد ابن ابی کے بعد سے اوسفیان سے ایمان طلب کر لیا مگر وہ سنیان خود نہ کی طرف بہت دور چلا گیا تھا، اس نے اللہ تعالیٰ نے دنیا یا کوئی انسان بھی، اذن الہی کے بغیر نہیں مرنے اس کو محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی موت کے سبب سامانِ حج ہو چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ اذن دہا کہ آپ اس وقت وفات پائیں گے، ان الفاظ میں علویت جو ہمیں عرض آنحضرت صلی علیہ وسلم کی حفاظت کی طرف ہی توجہ دلاتا ہے۔ بیشک ایسے اسباب اس جنگ میں جمع ہو چکے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت نہ ہوتی تو آنحضرت وفات پا جاتے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا تھا کہ آپ کو ظنی پرفاں کرے گا، اس نے اللہ تعالیٰ نے ان وعدوں کو پورا فرمایا اور آنحضرت کی حفاظت فرمائی۔ اور ان الفاظ کو عام کر کے یہ بتایا جو کسی شخص کو بھی نہ چاہیے کہ جب اس کا فرض اس کو موت کے مقام پر پہنچا ہونے کیلئے بلاتا ہو تو گھبراہٹ سے بھاگے۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اس بات کو صحیح ہونے کے باوجود بھی اس کو بچا لے۔

۵۳۵ ثواب۔ ثواب سے شوق ہے جس کے آل صلی و علیہ وسلم پہنچاؤں اول ایک چیز کا پہنچاؤں پہلی حالت کی طرف جس پر وہ بھی شوق آتا ہے یعنی اس آیت میں آیت سے ثابت فلاں صلی و علیہ وسلم دارۃ خلافت میں اپنے گھر کی طرف لوٹ آیا اور دوسرے معنی میں یُوجِبُ النِّسْبَ لِنَبِيِّهِ لِقَائِهِ لِقَاءَ رَجُلٍ بِالْمَكَّةِ یعنی ایک چیز کا لوٹ کر کسی حالت کی طرف آ جانا جو اس کے لئے بڑے مشکل و محنت پر مشتمل ہے اس معنی کے الفاظ سے ثواب لباس کو کہتے ہیں کیونکہ سرت کا کتا اس کو صلی علیہ وسلم کیلئے تھا کہ اس سے پہلے اپنے۔ اور اسی معنی میں ثواب عمل سے پہنچاؤں چیز جو انسان کے اعمال کے بدلے اس کی طرف لوٹ کر آتی ہے اور چاہا یا بدلہ کو ثواب اس خیال سے کہا جاتا ہے کہ گویا وہ اصل چیز ہی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بعض جگہ جہاں کو فرض صلی و علیہ وسلم فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا میں متعالیٰ ذرا تھوڑا بڑھ کر کوئی شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ دیکھ اور یہ نہیں کہتا کہ وہ اس کی جزا دیکھ لے گا۔

لفظ ثواب کو چارے اعمال کیلئے اختیار کر کے فقہاء اہل حال کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور یہ بتایا ہے کہ جب انسان ایک اچھا یا بڑا فعل کرتا ہے تو اس کے کرنے کے ساتھ وہ فعل ختم نہیں ہو جاتا بلکہ انسان ایسا ہی سمجھتا ہے کہ جس کو جو بڑا تھا ہو چکا ہو اچھا سے مل کر دوسری جگہ طائر کہ اسے گویا کہنے والے کے نزدیک وہ آٹھا جاتا ہے گو قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ آٹھا نہیں بلکہ فی عتقہ یعنی اس کے ساتھ وہ ہم ہو جاتا ہے، بلکہ وہی فعل ایک دوسرے رنگ میں لوٹ آتا ہے۔ اور یہ ایک نیکو صفت اس فعل کی بڑی ایک دوسری صورت ہے۔

لفظ ثواب غیر اور دوسرے ثواب استعمال ہوتا ہے گو اس کا زیادہ استعمال نہیں ہے۔

اس حصہ میں تیس دوسرے دوسرے ثواب استعمال ہوتا ہے صحت میں ثواب الدنیا اور صحت میں ثواب الاخرتہ مفسرین نے عموماً کہا کہ اول سے مراد دنیا ہے اور دوسرا ثواب الدنیا اور ثواب الاخرتہ کے حکم کے خلاف کیا اور پہلی جگہ کہنے کے بعد یہ ہے کہ اس سے مراد حق تعالیٰ کی رضا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا آؤں آؤں فواہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی وفات کی دین میں بھی تو وہ خوش ہے کہ وہ ساتھ دے۔ اور انکو وہ عقیدہ پہنچا جو مسلمانوں نے پہنچا، حق کو بتاتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قاف ہے کہ اگر کوئی شخص دینی فائدہ سے ملنے میں عاجل کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی، اللہ تعالیٰ دین بتاتا ہے۔ اور جو انجام کی جلائی جاتا ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ دینی امور میں جلائی کیلئے گوش کرتا ہے اس کو ضرور ہے کہ بتائیں کہ وہ آٹھا نہ لے اور جو وہ وقت کی جلائی جاتا ہے اس کو وہ جلائی

وَكَايْنٍ مِّنْ يَّتِي قَتَلَ مَعَهُ رِيْعُونَ لَيْلِيٍّ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ ۱۷۵

اور کئی نئی جہت میں جس کے ساتھ ہر کرہت سے رہائی دے گئے ۱۷۵ پھر اس وجہ سے ہست دہشت جہتوں کا ان کو اللہ کی رحمت

اللَّهُ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۱۷۶

جسبت نہیں آئی اور نہ کمزور ہوئے اور نہ عاجز ہوئے اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ۱۷۶

گرا ہوا کام کا رُوکھ اٹھانا پڑتا ہے ۱۷۵

کایت

۱۷۵ کا تین۔ بعض کے نزدیک اس میں وزن اہل ہے اور یہ لفظ ضبط خاص ہی معنی کے لئے مفعول ہے اور مشہور یہ ہے کہ مرکب ہے کایف تشبیہ سے۔ اور آتی سے جوابہام کے لئے آتا ہے۔ اور آتی کی تین سے وزن کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اور اس کی مثال کن کہ اسے جوت اور اسے مرکب ہے۔ اور کایف یعنی کم ہے معنی کہتے ۱۷۵

دیتی

دیعون۔ دیتی کی جگہ ہے۔ امام بالغ کے نزدیک دیتی اور دتانی کے ایک ہی معنی ہیں جس کے لئے دیکھو ۱۷۵ اور لسان العرب میں دیتی کو مضبوطی الی العربیہ لکھا ہے گو یا دتی اور دتانی کے ایک ہی معنی ہیں مگر ابن عباس سے اس کے معنی جمع معنی جتنیں مردی ہیں اور ادب ہی معنی فراہ اور ذلیل نے کہے ہیں احق اور اس صورت میں یہ دتہ یا دتہ سے مشتق ہے جس کے معنی جہت میں اور ضعیف ہے اس کو ایک ہزار کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ مگر یہاں تھا اور دتانی کی طرف اشارہ کرنا تصور میں۔ اور اس کا ذکر

دھن

لفظ کثیر میں موجود ہے۔ لکھتا ہے یہ مقصود ہے کہ انہما علیہم السلام کو جو جتنیں کرنی پڑیں اور ان کے ساتھ بڑے بڑے رہائی دے کر ملا فقہاء کو بھی جتنیں کرنی پڑیں تو ان کو ان جتنوں میں تکلیفیں بھی اٹھانی پڑیں گلاس کا نتیجہ یہ کہ ہوا کہ وہ کمزور ہو گئے ہوں ۱۷۶

۱۷۶۔ وہنا کو دھن کے معنی بیان کیا ہے۔ چھوٹے ہیں۔ ضعیف خلق یا خلق اور حدیث میں آتا ہے لا وایضا ضعیف جس کے معنی بے صفاتی راہی دل اور کم گریاں ضعیف کا الگ ذکر ہے اس لئے اس سے مراد ضعیف رائے ہے معنی ارادہ میں مست ہونا

استکانہ

لسان العرب میں فہما وہنا کے معنی بیان کئے ہیں ما فہموا وما جہنوا عن قتال عدوہم یعنی دشمن کی جنگ میں نہ وقفہ کیا اور نہ زبردل ہوئے استکانہ اس کے اشتقاق میں اختلاف ہے مقولات میں اس کا اشتقاق کان سے باب متغافل میں آتا ہے اور معنی تفرغ ہیں یعنی عاجزی اختیار کی اور لسان العرب میں استکانہ کا اصل مسکن یا سکون سے آتا ہے اور معنی اس کے خضم و ذلت ہی کہے ہیں معنی عاجزی اور فرمانبرداری اختیار کی اور اس صورت میں تعلق اصل معنی سے ظاہر ہے اور

لسان العرب میں ہے کہ اصل میں استکانو تھا اخبار سے استکانا ہو گیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں آتا ہے فہما استکانوا والربیم (الزمر ۲۲) اور عزت القرآن میں ہے وہن وہ ضعف ہے جزل سے تعلق رکھتا ہے اور ضعف مطلق قوت جسمانی میں کمزوری ہے اور استکانہ اس عاجزی اور ضعف کا اظہار ہے ۱۷۶

یہاں جوتین لفظ اختیار رکھتے ہیں۔ یہ تین الگ الگ مراتب کی طرف اشارہ کرتے ہیں سب سے پہلے دھن یا رائے کی سستی اور ارادہ کی کمزوری ہے جس کا تعلق گویا دشمن کی تیاری سے ہے اور اس کی جمع کثیرہ اور اس کے ساتھ جنگ سے۔ دوسرا ضعف یا کمزوری کا پایہ اور آتا ہے جس کا تعلق بعض سے قتل ہو جائے اور بعض کے زخمی ہو جانے سے ہے۔ اور تیسرا اظہار عاجزی ہے جس کا تعلق دشمن کی آئی فوجیاں سے ہے۔ گو یا ہر مال انسان کو دشمن کے مقابلہ پر مضبوط اور قوی رہنا چاہئے۔ اور بے چارہ نہیں جانا چاہئے ۱۷۶

۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَ

اور ان کی بات سوائے اسکے کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا ہمارے رب ہمارے قصور، اور ہمارے بے ہدائی میں ہلکی خطائیں، تمہارا اور

تَبْتَأْتُمْ أَقْدَامَنَا وَضَرَّاعَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ فَاتَمَّ اللَّهُ تَوَابَ لَدُنَّا وَحَسَنَ

ہمارے تھکوں کا مضبوط رکھ اور ہم کو کافروں پر نصرت دے ۵۳۲ سوائے ان کو دنیا کا قواب اور آخرت کا

تَوَابٍ لِّأَخِرَتِهِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ تَقِيَّتَوا

اچھا قواب دے گا، اور مباحسان کرنا ان سے محبت کرنا ہر ۵۳۳ سے لوگو جو ایمان لاتے ہو اگر تم ان کی اطاعت کرو گے

الَّذِينَ كَفَرُوا يَزِيدُكُمْ عَلَىٰ عِقَابِكُمْ فَسَبِقُوا لِحُسْرَىٰ ۝

جو کافر ہوں تو وہ تم کو اپنے پاؤں و ناوینچے پس تم نقصان اٹھاؤ نہ ہو کچھ خاص گئے ۵۳۴

۵۳۴ اسراراً فنا برسمہات۔ متح سے سنہ۔ ہر شخص میں جو انسان کرے حد سے گزر جائے گا نام نہاد یا اسراف
سے دفع، جو مال کے متعلق اس کے معنی کی زیادہ شہرت ہے ۵

ثبت اقلداً امناً یعنی تیری ہیں کہ ہمارے قدموں کی مضبوطی کر۔ مگر ادا اس سے یہ ہے کہ دلوں سے خوف دور ہو۔
اور ہر قسم کے خیالات فاسدہ سینوں سے نکلے نہیں دفنی، قدموں کی مضبوطی کر دلوں کی قوت سے شدید ملحق ہے ۵

یہاں بتایا ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کزوریوں کا علاج اور خطاؤں کی معافی چاہو دوسری طرف دشمن
پر نصرت کے طالب بنو۔ اگر اپنے ہی قدموں میں کڑویاں بھری ہیں تو دشمن پر رخ پائے سے انسان کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے

۵۳۵ اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ اور دنیا کو دین پر قربان کر دیتے ہیں
ان کو اللہ تعالیٰ دنیا کا ثواب بھی مزدور دیتا ہے اور آخرت کا قواب تو نہایت اعلیٰ درجہ کا ملتا ہے۔ ان لوگوں کو یہاں

محسن کہا ہے احسان کے معنی حدیث میں آئے ہیں تعبد اللہ کا نیک تزا کا اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا کہ اسے
دیکھ رہے ہیں اور جو شخص اپنے فائدہ دینی کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اپنا سبھی خدا کی راہ میں دیدیتا ہے

یاد دینے کے لئے تیار ہوتا ہے وہ واقعی احسان کی اس تعریف کے نیچے آتا ہے ۵

۵۳۶ ان تظہروا للذین کفروا۔ اطاعت کے معنی گھر چکے کسی کے امر کی پیروی کرنا ۵۳۷ یہاں اطاعت سے مراد یا تو
کافروں کے سامنے کھڑے ہو کر عاجزی، اختیار کر لینا اور ان کی ناجتنی قبول کر لینا ہے جیسا کہ آیت ۴۴ میں فرمایا تھا کہ نبی

کے ساتھی، ایسے کزور نہیں ہوتے کہ دشمن کو خدا غالب دیکھا تو فرما اس کے آگے ٹھک گئے اور یہ اس لئے فرمایا کہ فتن
جو راستہ سے واپس ہو گئے تھے اب اس حیثیت کو دیکھ کہ اسات پرستہ بیٹھے تھے کہ جو سفیان مدینہ کا راجہ کیسے تو فوراً

اس کی اطاعت کر لیں۔ اس لئے تمہارے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان کافروں کی اطاعت کا نتیجہ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے
کہ وہ دین اسلام سے ترک ہو بیروں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا وَلَیْلَیْنِ یَقَاتِلُوْهُ حَتّٰی یُرَدُّوْا وَکَمْ عَنِ اسْتِغَاثَہِ

ذَٰلِیْقَہِ۔ ۲۱۶ اور یا اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی رائے کو دین کے باوجود قبول کرو اور ان کو اپنے فرماؤں کو
ان کے نیچے نہ چلنا یا مامور نہ کرنا دینا نہ ہو کہ جتنے فقہاء اولیاء ایم فی ذالک (ج) اور فی الحقیقت دونوں معنی درست

۴

جگہ اس کے ساتھ

۵۳۵

محسن کہ ہے

۵۳۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا تَزَيَّنَ لَهُ سُلْطَانًا وَأَمَّا وَرَأْسُ النَّارِ وَبَشَرُ الْمُظْلِمِينَ ۝ سَلِّطْ فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۝

بلکہ مذہبی تھا ماوسے پر اور وہ سب سے اچھا مرد کار جو ۵۰ ہجری میں غریب ان لوگوں کے دلوں میں وحش ڈال دینے کو

الدَّعْبِ مَا تَزَيَّنَ لَهُ سُلْطَانًا وَأَمَّا وَرَأْسُ النَّارِ وَبَشَرُ الْمُظْلِمِينَ ۝

کا جوئے اسے کہ انہوں نے شہ کیساتھ شہریک بنا یا جو جس کی اس نے کوئی مضبوط دین میں آگاہی اور ان کا شکا ناگہرا دیکھ کر کیا ہی عجیب

ہیں اگر مسلمانوں کو کفار کی داف سے کوئی تکلیف پہنچے یا وہ کہیں میدان جنگ میں غالب بھی آجائیں تو مسلمانوں کو نہیں چاہئے کہ فوج بہت مارکر ان کی اطاعت قبول کر لیں۔ اور ماورویہی میں بالخصوص اور ہر حال میں کافروں کے تتبع سے بچنا چاہئے۔

۵۳۱۔ الذین کہنوا ما یؤمر بہن من یوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے اور حضرت علی سے روایت ہے کہ نہایت مراد ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو کہا کہ اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ پہلے معنی کے کلمہ سے آیت دو ذیل پر صادق آتی ہے اور جن کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں جو مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے

شبہات ڈال کر دین اسلام سے خوف کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ تعلیم دینے کے دو سبب معلوم کے لحاظ سے درست ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیت عام ہے اور بھیجی ہے کہ کیونکہ ہر زمانہ میں ہی کافر ایک یا دوسرے معنی کے لحاظ سے اسلام کے خلاف ہوتے ہیں

۵۳۲۔ بخاری میں ہے کہ اعد کے دن جب مسلمان بہت سافضان اٹھا کر آخر ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرجے ہو گئے اور آنحضرت زخوں سے نڈھال ہو کر گئے تھے اور آپ کی وفات کی خبر بھی دشمنوں میں شور مچا رہی تھی تو یوسفیان نے مہربان سے

واپس ہوتے وقت بلند آواز سے کہا کہ کیا تو میں کو مسلم ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بزدل ہو جس نے کہا کہ میں ابوبکر ہیں پھر اپنے فرمایا کہ جواب دہو پھر اس نے کہا کہ میں ابوبکر ہیں اور اس نے کہا کہ اگر یہ لوگ زندہ نہ

تو جواب دیتے تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم سب تم کو ذلیل کرنے کے لئے زندہ ہیں۔ تب یوسفیان بکا راعل ہل یعنی ہل کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دہو اللہ اعلیٰ ولجلل اللہ فیہ سبک بلند اور سبک زیادہ جلال و ولای پھر یوسفیان نے

کہا لانا العزیز ولا یؤخذ فی کھرا را دبت، مزی ہے اعد ہمارا کوئی مہری نہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دہو اور کہو اللہ مولنا ولا مولیٰ لکھرا اللہ چاہا مدد کا ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ آیت کے الفاظ اجل اللہ مولکم میں اس طرف

اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قہر آئی کے لئے کس تدبیر تھی جب اپنی زندگی یا موت کا سوال ہوا تو خاموشی کا حکم دیا لیکن جب موت کی بڑائی کی گئی تو چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر حملہ تھا اس لئے آپ نے فوراً جواب دینے کا حکم دیا۔ اور بتایا کہ ہم معنی مسلمان بھی ذلیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہمارا مولیٰ اور مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے

اور بالآخر کافر ذلیل ہو گئے اور دین میں وہ مسلمانوں کو کچھ نقصان بھی پہنچا لیں +

۵۳۳۔ الدَّعْبِ۔ دُوب انقطاع ہے جو خوف سے بھر جانے سے پیدا ہو اسی لئے یا اعتبار بھر کے لئے رَفْعُ الْمُتَوَسِّلِ یعنی میں میں سے وحش کو بھر دیا۔ اور باعتبار انقطاع کے دَعْبُ السَّامِ کے معنی ہیں میں نے سام کو کاٹ دیا (خ) +

سلطان ۵۳۴۔ کا ما وہ سلطہ ہے۔ اور سُلْطَانُ کے معنی ہیں غالب اگر مضبوط ہو جانا اور اسی معنی میں سلطان تاجی جیسے وصت قتل مظلوماً فقد جعلنا لولہ سلطانا (یعنی اسراۃ شیل ۳۳) ۱۲۹۰ لیس لہ سلطان علی الذین امنوا (تھیں ۱۹۹-۱۰۰۰)

۱۹۹-۱۰۰۰ سلطان نہ علی الذین یتولونہ (الفتح ۱۰۰-۱۰۰) لا تتخذون الا سلطانتا (الزمر ۳۳-۳۳) (خ) اور جبہ یعنی ذیل کو سلطان اس لئے کہا گیا ہے کہ دلوں کو وہ پڑھیتی ہے اور ان پر غلبہ آجاتی ہے لیکن اس کا تسلط خیر بل علم و حکمت پر ہوتا ہے نہ

۱۹۹-۱۰۰ سلطان اس لئے کہا گیا ہے کہ دلوں کو وہ پڑھیتی ہے اور ان پر غلبہ آجاتی ہے لیکن اس کا تسلط خیر بل علم و حکمت پر ہوتا ہے نہ

عزیزت کہ فریت تیر
کا ایک مثال

جعبہ

سلطنت

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ

اور اللہ نے یقیناً اپنا وعدہ تم سے سچا کر دکھایا

ما دمی۔ اُدوی الی کُنْ اے معنی ہیں اَللّٰهُمَّ اَلِیْہِ اِس کے ساتھ یا اِس کی طرف لگ گیا +

مثنوی۔ دُی سے ہے اور فو اُس کے معنی ہیں استغفار کے ساتھ ٹھہرنا یا ڈار کا ہونا ٹھہرنا (خ) +

ما دمی

مثنوی

مسلمانوں کا کافروں پر رعب

واقعات سے ظاہر ہے کہ اُحد کے میدان میں باجوہ مسلمانوں کو اس قدر نقصان پہنچانے کے کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب تھا۔ ان کو صاف معلوم ہو گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم بھی زندہ ہیں، ابو بکر و عمر بھی زندہ ہیں جبکہ صحیح بخاری کی حدیث سے ظاہر ہے جس کا ترجمہ پروایا گیا ہے۔ تاہم ابو سفیان نے جب دیکھا کہ مسلمان آنحضرت صلی علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے ہیں تو اس نے اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ فوراً مکہ کی راہ لے۔ اور یہ بھی بعض روایات میں آیا ہے کہ سترہ میں خود ان کو اپنی کڑوت پرند است بھی ہوئی اور انہوں نے باہم کہا کہ ہم نے اچھا نہیں کیا اور پھر استیصال کے مسلمانوں کو چھوڑ آئے مگر پھر بھی اس رعب کی وجہ سے لوٹ نہ سکے۔ بلکہ انہی کو صلی علیہ وسلم نے ان کا مقابلہ لگے دن حراء الاسد تک کیا۔ اور پھر رعب کی وجہ سے ہی تھا کہ لگے سال باوجود وعدہ کر جانے کے ابو سفیان مقابلہ کے لئے نہ نکلا اور جنگِ احزاب میں جب دس ہزار آدمیوں کو ساتھ لیکر آیا تب بھی راتوں رات عظیم الشان لشکر جس کے سامنے مسلمانوں کی کوئی جھڑپ نہ تھی بھاگ اٹھا۔ اور پھر اس کے بعد تو بیت مدحوب ہوئے کہ نہ صرف خود ان کے حملوں کا انقطاع ہو گیا بلکہ جب آنحضور صلی علیہ وسلم نے اپنی عمر بھر اس کی خدمت میں کبیر جو دس ہزار صحابہ کے ساتھ چڑھائی کی تو وہ کبھی بھی مقابلہ نہ کر سکے نہ ان ایک چوٹی ہی سبب سے ان کے سامنے سارے ملک کا ماجرا آ جانا اسی رعب خداوندی کی وجہ سے تھا۔

آنحضرت کا رعب آپ کی خصوصیات میں سے ہے

کئی صحیح محدثوں نے مسلمانوں پر آپ کی رعب کی وضاحتیں دی ہیں اور ان میں آپ کو رعب کا دیا جانا بھی ہے۔ چنانچہ یہ حدیث شریف علیہ السلام کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں گئیں ان میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نصیحت بالربیب قسیدۃ شہر میری امداد ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے کی گئی ہے اور یہ رعب کوئی ذی نبی نہیں نبی کریم صلی علیہ وسلم کی زندگی آپ کے بعد صحابہ کی زندگی اور ایک مدت تک مسلمانوں کی حالت اس کا کھلا کھلا نقشہ پیش کرتی ہے مٹی کی گچ سے ایک صدی پیشتر تک یورپ کی عورتیں اپنے چہل کوڑکوں کے نام سے ڈراتی تھیں۔ گو وہ ان سے میرت شہر کے خاصہ سے بھی زیادہ دور تھے۔ اور کچھ مسلمانوں کی اس گئی کردی حالت میں بھی اکثر عیسائی مدبرین کی یہ حالت ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی کسی طرح کمزور کرنے کی فائز ہیں لگے رہتے ہیں کیونکہ وہ ان کی قوت سے ڈرتے ہیں۔ کہیں چین اسلام کا ایک فرضی بُت بنا کر اس سے یورپ خالی ہو رہا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت جو کچھ ہے اس سے اتنی بڑی عظیم الشان سلطنتوں کا خالق ہونا جو کہ وہ کی تعداد میں افواج رکھتی ہیں۔ اور جن کے آہن پوشوں ان کے ہوائی جہازوں ان کی سترہ لاکھ ہوائی قوتوں کے ساتھ مسلمان باطل بنتے ہیں۔ ایک مٹھکا گنیش خال ہے۔ یہاں ہی حالانکہ مسلمان اپنے دین کی اشاعت کی طرف سے اہل نخل ہیں اور قریناً ایک مرد کی حالت کو پہنچے ہوئے ہیں مگر عیسائی ششوں کو اگر کسی مذہب کا خوف ہے تو وہ اسلام سے یہ رعب حق ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے گا کہ یہ نیکو خدایوں کے الفاظ غلط نہیں ہو سکتے۔ اور خدا کی وعدہ جہنم نہیں ہو سکتا اس رعب کی وجہ سے خدا کی شان فرمادی ہے۔ یا اللہ! کیا اللہ اس لئے کہ وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور یہ سچ ہے کہ شرک بطل اور کمزور ہوتا ہے کیونکہ جو شخص اپنے اپنے سے اپنے طاقت کے سامنے

اس رعب کی وجہ

ادْعُوهُمْ بِإِسْمِ رَبِّهِمْ

جب تم اس کے اذن سے انکو بلاؤ تو پھر

مرجع کا دینے کو تیار رہے حتیٰ کہ باوجود باران کی اور دوسری اضی و سادی طاقتیں تو ایک طرف رہیں یہاں چیزوں جیسے پتھر اور پتوں اور مردہ انسانوں کو بھی اپنا خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرتا اور ان سے دعائیں کرتا ہے اس کا دل کمزور ہو جاتا ہے برعکاس اس کے ایک خدا پر ایمان رکھنے والا مومن مسلمان ایک اللہ تعالیٰ کی طاقت کو ہی اپنے اوپر سمجھتا ہے باقی سارے عالم کی طاقتوں کو وہ اپنے نیچے سمجھتا ہے اس لئے جو حقیقی طور پر کسی چیز سے اس کا دل غافل نہیں ہوتا۔ وہ قوی القاب ہوتا ہے اور ساری دنیا کی مخالفت کی بھی اسے کچھ پروا نہیں ہوتی۔

حق

۵۳۸۔ تَحْمِلُونَهُمْ جِسْمًا سَبَّحْتَ اس قوت کا نام ہے جس کے ساتھ احوال حیات کا ادراک ہوتا ہے۔ مفوات میں سے کہ حسنت کا استقبال دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک قوت حاسہ کے ساتھ ایک چیز کو پالینا دیکھ کر ۱۴۴۱ھ دوسری چیز کے حاسہ کو لے لینا جس سے اس کا قتل مراد ہے اس لئے حسنت کے معنی قتل ہے آتے ہیں اور حقیقتاً قتل کو کہتے ہیں یہاں سے جبکہ احد کے واقعات کا ذکر پھر شروع ہوتا ہے۔ یہ صریح روئے کی ابتدا میں کیا تھا واذنود من باہلث تبوی المؤمنین معاً عد القتال دوسرا واقعہ وہیں فرمایا تھا اذھت طاقتان مکہ ان نفسان تیرا واقعہ تھا اذنود المؤمنین ان یحیکھ کر یلکم دیکھو بلکہ اللہ الف من اللہ لنگہ مغنرین اسکے عباد جاتے واقعہ کا ذکر فرماتا ہے۔ و لقد صدقکم اللہ وعدہ اذ تحمونیہم باذنہ اور در بیان میں وعظ و نصیحت کو بیان کیا ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کا سامان اور کامیابی کی راہیں بتاتی ہیں اور یوں ملائکہ کی نصرت کے وعدہ کے بعد گویا اب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ صحابی کر دکھایا۔ اور اصل غرض کو اذ تحمونیہم میں بیان کیا ہے یعنی تم نے ان کو قتل نہ شروع کیا۔ لیکن باوجودیکہ صاف فرمایا کہ تم نے ہزار ملائکہ سے مناری نصرت کر لیے اور پھر صاف فرمایا کہ وہ وعدہ بھی تم نے سچ کر دکھایا یعنی ملائکہ کو نازل بھی فرمادیا۔ مگر یہ کس طرح ہوا اذ تحمونیہم باذنہ جب اللہ تعالیٰ کے خاص وعدہ سے تم نے انہیں قتل کرنا شروع کیا یہ نہیں کر ملائکہ نے انہیں قتل کرنا شروع کیا بلکہ تم مسلمانوں نے قتل کرنا شروع کیا۔ گویا ملائکہ صرف معاون ہیں۔ یا لکھنا کے دلوں میں رعب ڈالنے والے ہیں جیسا سنلانی فی قلوب الذین کفرو۱۱ الرعب سے ظاہر ہے اور جبکہ کہنے والے کا قتل کر کے دلوں میں رعب ڈالنے والے مسلمان ہیں۔

وہاں سے جگہ پر لکھا
کا حکمت کما کا کہ
وہ وعدہ نصرت کسی کا ہوا
ہوتا

مسلمانوں کا قتل کرنا اور یہاں تک قتل کرنا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ اٹھے تاریخی واقعات ہیں لکھنا کے لشکر کے سناؤں نے یہاں تک یہ تیج کیا کہ ان کا صاحب کوہ مار گیا۔ بلکہ تو آدمی جن کے ہاتھ میں کیے بعد دیکھ بھننا آیا۔ مارے گئے۔ اور یہی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اس قدر دل رنجی ہو گئے تھے کہ آخر سواروں کے ناکافی ہو جانے کی وجہ سے ایک دوسرے کو پیشوں پر بٹھا کر لے گئے اور کثرت سے زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہی ان کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وجہ مسلمانوں کے منتشر ہو جانے کے ان کا استیصال کر سکتے یا ان کو قید ہی کر لیتے۔ اور یہ جو بعض میسائی مورخوں نے لکھنا کے کوئی حقیقت کوئی حکمت لکھنا کو نہ ہوئی تھی بلکہ یہ ان کی ایک چال تھی کہ کوئی واقعہ جنگ کا اس کی تائیدیں کرتا جن کی تائید کیلئے اس قدر سامان کر کے آئے ہوں ان کا اسی طرح میدان جنگ میں چھوڑ کر بچے جانا صاف بتاتا ہے کہ یہ چال کوئی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی غلطی سے خالد نے ایک فائدہ اٹھایا۔ اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ کوئی فتح ان کا لشکر نہ رہیت اٹھا چکا تھا۔ اور قرآن کریم نے یہ صاف دعویٰ کیا ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا أَفْشَلْتُمْ وَتَنَاذَعْتُمْ فِي الْأَزْوَاعِ ۖ وَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْمَرْبُوعِ ۚ مَا أَزَلَّكُمْ عَنْ فَخْرِكُمْ

یہاں تک کہ تم پھسل گئے اور تم کے متعلق آپس میں جھگڑنے لگے اور تم نے نافرمانی کی اس کے بعد جو کچھ تم پہنچے تو تم کو ٹھکرایا تھا۔

مَنْ يُرِيدِ اللَّهُ نِيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۖ تَتَوَفَّوْا فِيكُمْ حَتَّىٰ

کچھ وہ جتنے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ تمہیں سے وہ جتنے جو آخرت چاہتے تھے۔ پھر تم کو ان سے ہٹا دیا

۵۳۹ تَنَاذَعْتُمْ - تنازع کے معنی ہیں ایک چیز کو اس کی جائے تو اس کے کھینچ لیا اور اعراس پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے نزع

تنازع

سے محبت یا عداوت کے نکال دینے پر و تزعنا ما فی صد وھم من غل (الاعراف: ۴۳) اور سلب یا ایک چیز کے لینے پر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے تنازع الملك ممن تشاء (ال عمران: ۲۵) اور تنازع اور مشنا ذلک کے معنی ہیں ایک دوسرے کو کھینچنا اور مراد اس سے مخالفت اور مخالفت یعنی ایک دوسرے سے جھگڑنا (ان کو یہ جھگڑنا والا دوسرے کو اپنی جگہ سے کھینچنا۔)

تو تم کو بعض افراد کا اثر
اور ان کی قوم کا

یہ جنگ کی پانچویں حالت کا ذکر ہے۔ فاشلت اور تنازعہ اور عصیتیم سب میں اصل ذکر صرف تیر اندازوں کے گروہ کا ہے۔ مگر نظامہ مخاطب سب نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ قاعدہ ہے کہ جب قوم کے بعض افراد کسی کام کا اثر کل قوم پر پڑے تو وہ کل قوم کا ہی ذکر کرتا ہے۔ جو کچھ تیر اندازوں نے کیا اس کا جیسا ہر سارے مسلمانوں کو افسانہ پڑا اس سب کو ہی مخاطب کر دیا ہے۔

تیر اندازوں کی پہلی

تیر اندازوں کی پہلی حالت کو فاشلت سے تعبیر کیا ہے یعنی تمہیں بڑی بڑی ظاہر ہوتی ہے بڑی دشمن کے مقابلہ کے معاملہ میں دھم دھم کی جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے۔ مال غنیمت کے خیال کے سامنے رسول اللہ صلعم کے حکم کی نافرمانی تھی و حقیقت بڑی بڑی تھی کہ تھوڑے سے دنیوی فائدہ کے سامنے دل کڑھ ثابت ہوا۔ پھر ان کی دوسری حالت کو متانعتیم فی الامور سے تعبیر کیا ہے۔ امرے مراد دینی کریم صلعم کا امر ہے جس میں آپ نے صاف طور پر فرمایا تھا۔ لا تبغوا ان رابعونا ظہرنا علیہم فلا تبغوا و ان رابعونا ظہرنا علیہم فلا تغلبونا (بخاری) تم نے اپنی جگہ نہ چھوڑنا اگر تم دیکھو کہ ہم ان پر غالب آگئے ہیں تو اپنی جگہ نہ چھوڑو اور اگر دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آگئے ہیں تو تم ہماری مدد لینے نہ آؤ۔ اور تنازع یوں واقعہ ہوا کہ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ دشمن بھاگ گیا ہوا شک کو ان کی عورتیں بڑبیوں سے کڑا اٹھا کر بھاگیں جیسا کہ شدت کے وقت کی حالت ہوتی ہے۔ تو تیر اندازوں نے کتنا شرف کیا الغنیمۃ الخلیفۃ ان کے امیر نے انہیں بھاگا کر رسول اللہ صلعم نے ہم کو یہ حکم دیا ہے مگر اس وقت تھوڑے سے لوگوں نے حکم کی تاویل کرادی۔ پچاس تیر اندازوں میں سے چالیس نے اپنی جگہ چھوڑ دی ہیں یہ تنازع بھی یا ہم تیر اندازوں کا تھا اور کوئی تنازع قطعاً ثابت نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب واقعات تیر اندازوں کے متعلق ہیں۔ تیسری حالت ان کی ہے کہ وہ نافرمانی کے مرتکب ہو گئے یعنی اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ نافرمانی کرنے والے صرف چالیس آدمی تھے مگر یہاں بھی سب کے متعلق ہی فرمایا۔ عصیتیم تم نے نافرمانی کی کیونکہ ان کی نافرمانی کا اثر سب پر پڑا۔

ان غنیمت کے حاصل
کو غرض بنانا خوف
تعلیم دلائی ہے۔

۵۴۰ ان الغنائم انہی تیر اندازوں کے ذکر کو یہاں کا ذکر صاف الفاظ میں ہے۔ من یرید الدنیا وہ گروہ جو جو مال غنیمت کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جگہ چھوڑ گیا اور حکم کی نافرمانی کی اور من یرید الاخرۃ میں عبد اللہ بن حیرہ اور ان کے وہ ساتھی داخل ہیں جنہوں نے اپنی جگہ کو نہیں چھوڑا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مال غنیمت کو لینا گواہ اسلام ہے جائز رکھا ہے۔ مگر اس کو حاصل کرنے کی غرض کو منظور رکھنے والوں کو یرید الدنیا کا خطاب دیا ہے۔ ان میں

لَيْتَ تِلْكَ لَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝

۵۴۲ تا کہ تیری اہل حالت کو ظاہر کرے ۵۴۳ اور بیشک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر فضل والا ہے ۵۴۲

ان لوگوں کے لئے عسی ہے جو اسلام پر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس کی جنگیں مال غنیمت کو حاصل کرنے کے لئے تھیں۔ یہی عرض کو قرآن کریم پر چھ الفاظ میں ایک گراہو خیال قرار دیتا ہے اور جن لوگوں کے دل میں کبھی ایسا خیال آیا ان کو کیسے سخت الفاظ میں سرزنش کی ہے ۵

صحابہ کی جانفشانی اور شجاعت کا انکار

۵۴۳ یہ جنگ کی جیسی حالت ہے۔ جب تیرے اندازوں میں جھگڑا ہوا اور ان کا کثیر حصہ نافرمانی کا مرتکب ہوا تو پہلا نقشہ ان کے مخصوص نام ہاؤ نہ کا یعنی مسلمانوں کے کا فوج کو قتل کرنے کا بدل گیا۔ اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے کفار سے ہٹا دیا یعنی پہلے کا فوج بھاگ رہے تھے اور مسلمان ان کو مار رہے تھے اب مسلمان بھاگ رہے ہیں اور کافران کو مار رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہٹنا منسوب کیا ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے زبردستی مسلمانوں کو پکڑ کر ہٹا دیا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ جب ایک گروہ نے غلطی کی اور اس غلطی کا خیاں دہ بوجب قانون الہی ساری قوم کو بھگتنا پڑا۔ تو چونکہ یہ ایک غلطی کی سرزنش تھی جو اللہ تعالیٰ نے دی اس لئے اس کا قائل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے۔ مگر یہ مزید بھی محض ایک رحمت کے رنگ میں تھی اور اس کی اہل عرض جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے یہ حق کتابت جن لوگوں کے اللہ کو فی کلمات میں انکار اٹھا رہے تھے اور جن کے اندر کچھ کمزوری ہے یا جن کے اندر کچھ غیبت ہے ان کی کمزوری یا غیبت ظاہر ہو جائے چنانچہ جانفشانی و آزمیزی شجاعت اور بہت کا اظہار کچھ صحابہ نے اس میدان میں کیا اس کی نظر تاریخ میں بھی منکشف ہے۔ باوجود اس خبر کے کہ محمد رسول اللہ صلعم قتل ہو گئے وہ دشمن کے مقابلے سے ٹکے نہیں اور قتال میں مصروف رہے۔ رسول اللہ صلعم پر ان قدر حلا کرنے لگتا ہے تو مصعب بن عمیر صرف رسول اللہ کو بچانے کیلئے اپنا سر کٹوا لیتے ہیں ایک شخص تلوار کا دارا حضرت صلعم پر کرتا ہے تو طویل اپنا لٹو آگے کر کے کھینچ لیتے ہیں اور نبی کریم صلعم کو بچا لیتے ہیں صحابہ ایک آہنی دیوار سے زیادہ مضبوط دیوار کی طرح نبی کریم صلعم کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس آہنی دیوار میں سے جب ایک شخص گزرتا ہے تو وہ سرا فرما اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور دشمن اپنی سخت سے سخت کوششوں کے باوجود نبی کریم صلعم تک نہ جاتا قتل کرنا اس کا اصل مقصد تھا پھر بھی اس کا کام رہتا ہے۔ ابوجہان دشمن کی طرف بٹھ کر کے رسول اللہ صلعم کے سامنے بند کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کے مقابل پر باغ یا دس آدمیوں کے بھاگ جاتے ہیں کیا سات سو صحابہ پر بزدلی کا الزام کوئی عقلمند دے سکتا ہے اب یہ غیبت طبع متین اور بیہودوں کی غیبت اس سے ظاہر ہو گئی ۵

۵۴۲ ولقد عفا عنکم ترک معاف کر دیا یعنی غلطی تو ایسی خطرناک تھی کہ معمولی حالات میں ایک قوم کے ہر تنصا کے لئے کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ جو نہ مومنوں پر بخشش کرتا ہے اس لئے اس نے اس غلطی کی پوری منہ زخم پر وار و نہیں کی بلکہ عفو سے کام لیا اور ترک و استیصال سے بچا لیا۔ یہاں حضرت الامام شمس الماروسہ (ر) اور ان کے کھڑکناہ مراد ہے۔ تو یہاں تیرے اندازوں کی نافرمانی پر عفو کا ذکر ہے اور دوبارہ جو آیت ۵۴۱ میں ولقد عفا اللہ عنکم آتا ہے تو وہ بھاگنے والوں سے عفو کرتا ہے ۵

ان الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے بھاری گناہوں کو کبیر و گناہ کھنسا چاہئے انسان کی بعض دوسری خوبیوں کی وجہ سے بلا توبہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسری

۱۵۲ اِذْ تَصِيدُونَ وَلَا تَلُون عَلَىٰ أَحَدٍ ۖ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاكُمْ

جب تم دور نکلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف اتفاقات نہ کرتے تھے اور رسول تمہیں تمہارے چھپے

جگہ پر لے جاتا تھا۔ غافلانہ بنو و قابل التوب (اللهم صل علیہ) وغیرہ کہنا کہ کو صاف کرنا اور تو بہ کا قبول کرنے والا ہے

تصعدون تصعدون صعد سے ہے۔ اور صعود کے معنی ہیں بلند مکان میں جانا (دفع) اور (صعود) جس سے پہلے تصعدون آیا ہے، زمین میں دوڑ نکل جانا ہے خواہ اوپر کی طرف جا رہا ہو یا نیچے کی طرف دفع، گو اس کا اصل معنی سے ہی ہے یعنی بلند مقامات کی طرف جانے سے لیکن پھر صرف دور نکل جانے پر اس کا استعمال ہوا ہے۔ گو اس میں صعد یعنی اوپر چڑھنے کا اعتبار نہ ہوا مگر غلبہ نے اسی کو صحیح تسلیم کیا ہے اور اس کی مثال انہوں نے تعالٰی سے دی ہے جس کی پہل علو سے ہے مگر اب اس کے معنی محض آنا ہیں اور بعض کے نزدیک اصعدا سے مراد جادو یا لالچ بلکہ اس سے اشارہ کیا ہے کہ جس بات کا انہوں نے قصد کیا اور جس کی طرف گئے اس میں انہوں نے غلط اختیار کیا یعنی کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی (دفع)۔

تلقون۔ لوی کے اصل معنی نقل جل جہنم سے یعنی تمہاری کچلی جماعت میں گویا ایک جماعت آئے نقل گئی اور طرف مڑا۔ اور حدیث میں آتا ہے لایذی احد علی احدی جس کے معنی ابن اثیر نے کئے ہیں اس کی طرف اتفاقات نہیں کرتا تھا اور نہ اس کی طرف پھر کر دیکھتا تھا۔

فی الخیرکم مراد با تو فی جماعتکم الاخیری سے یعنی تمہاری کچلی جماعت میں گویا ایک جماعت آئے نقل گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ میں بھیجے گئے تھے۔ اور یا اس سے مراد تو فی جماعتکم یعنی تمہاری کچلی طرف کیونکہ جماعت فلان فی اخر الناموس و اخرہم کے معنی ہوتے ہیں جاء خلفہم ان کے پیچھے آیا۔

یہ جنگ کا ساقیاں مرحلہ تھا کہ جب مسلمان دشمن کی دودیں اُگر بھاگ آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجتماع کے لئے بلا رہے تھے۔ اور بآواز بلند کہہ رہے تھے انا عباد اللہ انا عباد اللہ انا عباد اللہ اور رسول اللہ اکہ اللہ کے بندہ امیری طرف آ جاؤ میں اللہ کا رسول ہوں ایسے خطرناک موقع پر اپنے آپ کو آگے بڑھانا۔ اور دشمن کے حملہ کی دوش لانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال شجاعت کو دکھاتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر کس قدر بھروسہ تھا۔ کہ میدان جنگ میں دشمن کے غلبہ کے وقت آپ سب آگے ہوتے اور گویا دشمن کو اپنے اوپر حملہ کرنے کے لئے بلاتے ہیں یہی نقشہ آپ کی قوت قلبی کا میدان حنین میں نظر آتا ہے جب مسلمانوں کی جمعیت دشمن کی تیر اندازی کی وجہ سے پریشان ہو گئی اور لوگ باطل تاب مقابلہ لاکر منتشر ہوئے ہوتے بھاگ رہے تھے۔ تو اس وقت آپ دشمن کی صفوں کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ انا للہی لاکن ابنا ابنا عبد المطلب میں نبی ہوئی جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ اُحد کے میدان میں منتشر فرج کو جمع کرنے کے لئے آپ نے اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ اور اس طرح یہ نبرد دکھایا کہ ایک جنرل کو میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو کس طرح آگے کرنا چاہئے۔ اور اسے سپاہیوں کو یہ دکھانا چاہئے کہ وہ اپنی جان کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز کا یہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ مسلمانوں نے آپ کے گرد جمع ہونا شروع کیا۔ اور ان کی منتشر جمعیت جمع ہو گئی۔

فَاتَاكُمْ عَنْتَابِيكُمْ لَا تَحْزَنْوا عَلٰى مَا فَاَتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ

پھر تم کو ایک طم بھلے دوسری قوم پر یا تم پر پگھلے دھچک سے جاتا رہا انہیں نصیحت پہرہ بتیں پہنچی

وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ

اور اللہ اس سے خیر وار ہے جو تم کرتے ہو ۵۴۵

اثاب

۵۴۵ اثاب بکھڑا۔ اثاب کے معنی اصل میں جزا دینا یا ایک صلے کے قیصر کار کا کرنا ہے دیکھو ۵۳۳ کے بعض وقت صرف و کھڑے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اثابہ اللہ ذابہ میں اثابہ کے معنی صرف اعطا ہے ہیں دل یعنی اس کو دیا۔ اور ثواب چونکہ خیر اور شہدوں میں استعمال ہوتا ہے اس لئے فعلی کی سزا بھی اثابہ بولا جاسکتا ہے۔

غما - حکم کے اصل معنی مسخرہ اللہ ہیں کسی چیز کا ڈھانک لینا اسی لئے حکام بادل کو کہتے ہیں کیونکہ وہ صبح کی روشنی کو ڈھانک لیتا ہے اور صبح کو غم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لذت و سرور کو ڈھانک لیتا ہے۔

ب - جنم بہ مصاحبت کے لئے ہے اور معنی یوں ہو گئے کہ تمہاری فعلی کی سزا میں ایک حکم کے ساتھ دوسرا حکم دیا اور یا معاد کے لئے ہے اور معنی یوں ہو گئے کہ ایک حکم کے بدلے دوسرا حکم دیا پہلا حکم تو یہ تھا کہ ان کے ہاتھ سے شکست خوردہ دشمن نکل گیا اور مسلمان اسے گئے اور زخمی ہوئے اور دوسرا حکم یہ تھا کہ دشمن کا کھانا عباد اللہ کئے پر بھی کریم صلعم پر چڑھ کر آپ کو سخت زخم لگے اور قریب تھا کہ آپ کو شہید کر دیا جاتا بلکہ جھوٹا طوطا آپ کے قتل کی افواہ بھی اڑا رہی تھی۔

فوت - مآفاکم۔ فوت کسی چیز کا انسان سے اس طرح دھو جانا ہے کہ اس کا پانا حال ہو جائے پس مآفاکم تنکھ سے مراد وہ فوٹ ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتے رہے اور وہ فتح کے قوت تھے مال غنیمت کا لٹا آنا دشمن کا قید کرنا وغیرہ مآفاکم بکھڑا مسلمانوں کی اپنی نصیحت اور ان کا زخمی ہونا اور بڑا جانا ہو۔

ان الفاظ میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کی جگہ ایک حکم کے ساتھ دوسرا حکم کر دیا۔ تاکہ تم غم نہ کرنا اس پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اس پر جو تم کو نصیحت پہنچی۔ یہ جنگ اُحد کا انموٹا مرحلہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر دشمن نے اپنے حکم کا پورا پورا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالا۔ اور قبل اسکے کہ صحابہ آپ کے گرد جمع ہو سکیں۔ آپ کو سخت زخم پہنچے یہاں تک کہ آپ گر گئے۔ اور اس آواز نے منتشر ہوئے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کر دیا مسلمانوں کو پہلا حکم تو یہ تھا۔ کہ دشمن ان کے قناب سے لٹک گیا اور انہیں ان کو نصیحت پہنچی گمراہ جو رسول اللہ صلعم کی حالت کو دیکھا تو وہ ایسا غم جو مل گئے اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ دوسرا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ بتایا ہے۔ کہ تاج غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گئی اور دشمن بچ کر کھلا گیا۔ اس پر تم کو افسوس ڈر ہے اور یہی جو تم کو افسوس میں تم کو نہیں ان پر کچھ افسوس ہو کہ رسول اللہ صلعم سے جو غمت مسلمانوں کو تھی وہ ایسی شدہ بدعتی کہ آپ کی تحلیف دیکھتے ہی انہیں اپنے سب غم بھل گئے۔ وہ ان میدان جنگ میں تو مڑ گئے۔ جو رسول اللہ صلعم کو اپنی تحلیف سے بچنے کے لئے پہنچ گئی اور دشمن کو تیار کرتے بلکہ اسی میں راحت پاتے تھے۔ مدینہ میں عورتوں نے اپنے رشتہ داروں اور بیٹوں بھائیوں وغیرہ کی شہادت پر افسوس نہیں کیا جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم تفرقہ ہیں چنانچہ مثال کے طور پر ایک واقعہ ایک بی بی کا لکھا ہے کہ اسے خبر دی گئی کہ اس کا باپ اور اس کا بیٹا اور اس کا خاوند جنگ میں شہید ہو گئے تو اس نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلعم تفرقہ ہیں تو ان کے گناہوں کو اس نے کیا۔

صحابہ کی بحث حضرت صلعم سے

۱۵۳ ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُم مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ

پھر غم کے بعد تہ پارس نازل کیا یعنی، اذنگھ جس سے تم میں سے ایک گروہ کو ڈھاک لیا ۵۴۵، اور ایک گروہ کو اپنے

أَكْفَرَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْغَنِيِّ

آپے فکر نہ کر رکھا تھا وہ اللہ پر ناحق بدگمانی جاہلیت کی سی بدگمانی کہتے ہیں کیا ہمارا بھی کچھ

مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَرْكَانَ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يَبْدُونَ لَكَ

و اختیار می کو اختیار تو سب کا سب اللہ کا ہی برگزیده اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔

کُلُّ مَصِيبَةٍ نَّعْلَمُهَا لَكَ جَاءَلٌ۔ آپ کے بعد ہر ایک مصیبت ایک حقیر شے ہے یہ وہ محبت مئی جو رسولِ معلم کے ساتھ صحابہؓ مرواد و درویشوں کو تھی، اور دورِ حقیقت صحابہؓ کی محبت کا نقشہ ہے اس حدیث میں کھینچا گیا کہ جو لوگوں میں احل کم حق اكون أحب

إليه من ولده وولده والناس أجمعين تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک آجائے

نبی کریم صلعم کا تنہا یا ان ریاسات آدمیوں کے ساتھ رہ جانا احادیث سے ثابت ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی سب لوگ جھاگ گئے تھے بلکہ نبی کریم صلعم ایک طرف اکیلے رہ گئے اور فرج منشر حالت میں تھی اور اسی حالت میں نبی کریم صلعم

صلح رپخت حملہ ہوا یہاں تک کہ سات آدمی انصار میں سے یکے بعد دیگرے آپ کی حفاظت میں جنگ کرتے ہوئے مارے گئے اور حضرت طلحہ کے جسم پر رستے سے زیادہ زخم آئے اور ان کی انگلیاں بھی کٹی گئیں۔ اور آخر میں جب ابی بن خلف نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ نے انجائیز دے مارا اور ساتھ ہی یہ لفظ بھی فرمائے اَشْتَدُّ غَضَبًا اللہ علی من قتلہ رسول اللہ صلعم ہذا فی سبیل اللہ اللہ کا سخت غضب اس شخص پر جسے کو رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے اشد کی

۱۹۴۵ء۔ امن کی طرح مصدقہ ہے اور ترکیب میں اتزل لا مفعول ہے +

فخاساً۔ فخاص قہوڑی نیند کو کہتے ہیں جیسے اونگھ اور ایک قول یہ بھی ہے۔ حیوان عن السكون والخصاء (اور انہی
اس سے مراد سکون اور لیٹنا ہے یہاں فخاص امنیت سے میل واقع ہوا ہے) +

یہ جنگ اُردو کا نواں مرحلہ ہے مسلمانوں کی تحریکِ مسلمہ کا جو رُخ ہے جو گئے اور کفار کے انتشار کو پورا اجتماع کے رنگ میں دیکھ کر مسلمان جنگ چھڑ گئے اور مسلمان آج مسلمان میں ہر آدمی کو ایک ایسے وطن پرست کی تصویر کو زندہ مانتی، بالکل سکون کائنات وافر

ہنگامی اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مسلمانوں نے گو قبیض اٹھائی نہ سبکدستی نہیں کھائی کہیں کہیں بدین جنگوں و مہم جو درو اور ایسے اطمینان کے احوال میں تھے اور دشمن کی طرف سے خوف کہ بعض کو نہ بھی آگئی کہیں نہ یہ ظاہر ہے کہ اگر دشمن کی طرف سے خوف و خطر نہ

تو نیندہ نہ سکتی تھی بعض سادہ پیش میں جو یہ تھا کہ انہیں کو راوی کہتا تو یہ میدان جنگ میں ہے اس قدر نیندہ لائی کہ تلواریں ہاتھ سے چھوٹ جھڑ جاتیں، اور ملک رعایت میں نہ نظر آ کر کھدے (گڈگڈ) تھی تو میں نے ایک شخص کو یہ کہنے کے لئے سنا لو کہ انا

۱۴۶ھ: حضرت عہد سے ہے جس کے معنی عمر کا وزن ہیں اور جو کہ ان کے تین قفق و خزن میں واسطہ کو کہا گیا

$\frac{1}{\sqrt{2}} \begin{pmatrix} 1 & -i \\ 0 & 1 \end{pmatrix}$

نہی کریم صلعم کا جنگ
میں تنہا رہ جانا۔

أهمية

نفاذ

224

۱۵۸۸ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ

وہ لوگ جنہوں نے اس دن تم سے پیٹھ پھیر دی تھی ان وہ گمراہ دشمنوں نے شیطان سے تفریق کر کے اٹھائے تھے

مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَحِيمٌ

کیونکہ جو آپ نے کیا یا اور عفا اللہ نے ان کو معاف کر دیا کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱۵۸۹

پس مصلحہ لینے یا سونے کی جگہ سے تقابلی جنوہ میں المصاحم (۱۶۰) میں سونے کی جگہ سے مراد ہے

یہاں منافقین کے دل میں خیال اٹھا اس کا ذکر کیا ہے اور اس کا جواب ویسے فرمایا ان کے دل میں کچھ نہ تھا بلکہ ظاہر نہیں کیے تھے جو بی بی دل میں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار ہو تو یعنی ہماری بات مان لی جاتی یا معاملہ جنگ میں ہم کو اختیار دیا جاتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے مآخذ سے مراد ان کے بعض لوگوں کا قتل ہونا ہے کیونکہ منافقین ان لوگوں کے رشتہ دار تھے جو میدان احد میں جنگ کر رہے تھے۔ ان کی ان یہودہ گھوڑوں کا یہ جواب دیا ہے کہ بہتر مسلمانوں نے جہاں شہداء کی ہے اور خدا کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں۔ وہ تو خدا کی راہ میں اس طرح جان دینے کو تیار تھے کہ دین میں رہ کر جنگ ہوتی تو وہ کوئی ایسے گھر دلوں میں بھیجے رہتے بلکہ دشمن کے مقابلہ پر کل کر جان شہداء کا سچا نوہ دکھاتے تو کتنے دینی بیو تکر سے مراد یہی ہے کہ دین میں رہ کر جنگ کرتے۔ وہ دینوں تو منافقین ایسے گھروں میں ہی رہے تھے۔ یہ بتانا مقصود ہے کہ جو شہید ہوئے انہوں نے تو جان شہداء دکھائی۔ اور خدا کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ جنگ میں ہوتی یا وہ وہ تو اس طرح اپنے آپ کو قربان کر دیتے۔ اور اگر کئے والا گمراہ ان لوگوں میں سے ہو جو جنگ میں شال تھے گمان کے دلوں میں کچھ کمزوری تھی۔ تو مراد یہ ہوگی کہ اگر تم جنگ کے لئے نہ تھے تو تمہاری کمزوری کے سبب بچے مومن جنگ سے نہ ترک جاتے، اور قتل کفار کے لئے ضرور باہر نکل آتے اور خدا کی راہ میں جانیں دیتے۔ مگر جو کچھ ہوا وہ بیخبر نہ نہیں ہوا۔ ولینتہا اللہ ما فی صد و دیکھو لیخص ما فی قلوبکم اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ بعض سینوں کے اندر غم تھا وہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا جن دلوں میں منافقت اور کھوٹ تھا۔ ان کا کھوٹ ظاہر ہو گیا اور جن کے دلوں میں بیضی کمرہاں تھیں ان کی تجھیں کر دی گئی یعنی ان کی کمرہاں دور کر دی گئیں

۱۵۸۹ اس آیت میں ذیل سے ہے ذلّة اصل میں بلا قصد پاؤں کے پھل جانے کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معنی ہیں تھوڑی ذلّت یعنی اس کی ذلّت کا قصد کیا۔ نفاذ ذلّة کو ان کی طرف منسوب کر کے بتا دیا کہ جو کچھ مانگے والوں سے ہوا وہ بلا قصد تھا ارادہ وہ میدان جنگ کو چھوڑ کر نہیں بھاگے۔ مگر بعض مصلحوں میں بتا دیا کہ ان کا کچھ اپنا قصور بھی تھا بعض مفسرین نے اس کو ان کی پہلی کسی غلطی پر لٹکایا ہے

یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو جنگ میں شال تو ہوئے مگر میدان جنگ سے بھاگ گئے کیونکہ منافقین اللہ تعالیٰ سے پہلے ہی واپس چلے گئے تھے۔ بھاگنے کے وجوہات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب یہ خداؤں کے ہاتھ چھوڑ دینے کی وجہ سے کفار کا نہایت خوردہ لشکر اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تو مسلمانوں کی بیخ بوجہ تھوڑے پرانہ حالات میں تھی اور یکسر تباہک بڑی بیخ کے حملہ کے سامنے وہ اپنی حیثیت کو قائم نہ رکھ سکے۔ اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکر لوگوں کو اکٹھا کرنا چاہا۔ گمراہی حالت میں سب کا صحیح ہونا محال تھا بعض لوگ باطل ملتوہ ہو گئے اور ان کیلئے اصل حیثیت کے ساتھ ملائشکل ہو گیا بعض ایسے لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ اور ان کے قدموں کو نفرت لگ گئی۔ غلہ

مصر کی جان شہداء پر ترقی کی شہادت

جنگ امیر مجاہد

۱۶

جنگ اُردو میں
اور نہ تھوڑے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

۱۵۵

اسے لوگو جو ایمان لاتے ہو ان لوگوں کی طرح نہ جاؤ جو کافر ہوئے

کچھ بھی واقعات ہیں۔ میدان جنگ سے بھاگنا اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کیلئے پسند نہ تھا۔ اگر وہ حقوڑی دیرا دھاڑتا کرتے تو اصل جیت کے ساتھ مل جاتے۔ ہر ایک کڑوری کے فضل کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی طرف ہی منسوب کیا ہے مگر ساتھ ہی اس کو زلت لکھ کر بتا دیا کہ وہ مادہ نہیں بھاگے۔

بھاگنے والی تھوڑ

ان بھاگنے والوں کی تعداد کس قدر تھی۔ روایات میں عموماً قیاس سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے بعض نے کہا ہے کہ ایک فوج کی ایک تہائی بھاگتی تھی اور ایک تہائی ہجرت کر جاتے تھے۔ اور ایک تہائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ یہ بالبدہت غلط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی کل جیت مسلمانوں کی تھی۔ اگر ان میں سے صرف دو سو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے ہوتے تو تین ہزار کفار کی فوج ان کو میدان جنگ پر تھاپیں چھوڑ کر کہہ دو کہ وہ جاتی ہیں۔ بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ چودہ یا ستر آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس سے مراد صرف وہ آدمی ہیں جو کفار کے دو بارہ حملہ کی ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے تھے۔ کیونکہ سب لوگ تباہ قیاس میں مصروف تھے۔ امام راضی جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہی درست معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں واللہ یتدل علیہ الاضواء فی الحقیۃ ان فلولہ منہم توڑا وادھل ظہنہم من دخل اللہ ینہ منہم من ذہب الی سائر الجوانب واما الاکثروں فانہم نزلوا عند الجبل وجعلوا ہضما علی یمنی مختلف رہا ہیں جس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک فلول بھاگ گئے تھے اور دو چلے گئے جو فی زبان میں فلول کا لفظ تھے۔ فلولک یاد سے کہ آدمیوں کے گردہ پر بولا جاتا ہے، ان میں سے بعض دین میں داخل ہوئے۔ اور بعض دوسری اطراف میں بھاگ گئے لیکن کثیر حصہ فوج کا پہاڑ کے پاس ہی راہروں میں جمع ہو گئے اور بری قول فلول کا جس سے ان کو فلول اقلیدہ بھی کہا ہے حق، +

بھاگنے والے کون
کون تھے۔

بھاگنے والوں میں کون کون تھے۔ اکثر روایات میں صرف حضرت عثمانؓ کا اور ان کے ساتھ دو انصار رحلا و حقیقہ کا نام پایا جاتا ہے۔ کسی ایک آدمہ ناقال اعتبار روایت میں حضرت عثمانؓ ہی ہو کر گئے۔ حضرت کعبہؓ کے ساتھ میلن جنگ میں چنانچہ صحیح حدیث بخاری کا حوالہ دیا جا چکا ہے جس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ میدان جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ بلکہ یہ بھی کہ آپؐ نے دشمن کے مقابلہ میں خاموش رہنا بھی گوارا نہیں کیا۔ اور ہوسنیان کو جواب دیا کہ ہم سب تھے ذلیل کر کے کیلئے خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ اہل حضرت عثمانؓ بھاگنے والوں میں سے تھے۔ اور شیعہ اور خوارج نے یہ یمن آپؐ پر کیا ہے۔ گو یمن تنجیب کی جگہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ خود فرما ہے وقلد عفا اللہ عنہم جو کچھ بھی ان کا اس میں قصور تھا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے اس شخص کا ذکر ہوا۔ جو جواب دینے دیا دی وہی دہر دینا کافی ہے۔ اس جواب میں حضرت عثمانؓ کے جہاد و وصیت رضوان سے ظہر حاضر ہے کی وجہ یہی وجہ بنی "عثمان بن مرثدہ کے روایت ہے انہوں نے کہا ایک شخص نے نبیت اللہ کا کج کامیابی سے دہاں کئی لوگوں کو بیٹھے دیکھا اور وہ چھاپے کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کہا تو قیاس ہیں۔ اس نے کہا یہ بڑا حسان میں کون ہے۔

حضرت عثمانؓ جس

انہوں نے کہا ابن مرثدہ وہ شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپؐ کے کچھ سوال کرتا ہوں۔ کیا آپؐ تلو تلو بیٹھے چنانچہ اس نے کہا میں تم کو اس گھر کی حرمت کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ عثمان بن عفانؓ کے بعد کون بھاگ گئے تھے۔ فرمایا اہل۔ اس نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ وہ بدر کے دن غائب تھے اور اس میں شریک نہ تھے فرمایا

وَقَالُوا إِخْوَانُهُمْ إِذَا ضَرَبُوا إِلَى الْأَرْضِ وَكَانُوا غَرَضِي لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا

اوسنے بجائیوں کی نسبت کہتے ہیں جب وہ زمین میں سرکرتے ہیں یا لڑائی لگتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس آجئے

مَا تَأْتُوا وَمَا تَقُولُوا لِيُجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ

تو نہ ملے اور نہ قتل کئے جائے تاکہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں حسرت بنائے اور اللہ

يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

زندہ کرتا اور مارتا اور جو کچھ تم کرتے ہو انشا سے خوب دیکھتا ہے۔ ۹۷۹

کہا کیا تم جانتے ہو وہ بیتِ رضوان سے کچھ دور تھے اور اس میں شریک نہیں ہوتے۔ فرمایا ہاں اس شخص نے کہا اشدہ
اکبر دو گنا حضرت عثمان پر یہ سلطان قائم ہے، اب نہ عمر نے کہا اشدہ میں نہ کو بتاؤں اور جو کچھ تم نے فرمایا ہے اس کو کھول دوں
میرے کہ وہ ان کا بھائی جانا سو میں کو یہی دہاں لیں کہ اشدہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ اور بد کے دن ان کا فریضہ
ہونا سبوات ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صاحبزادی ان کے گھر میں تھیں اور وہ بیاہتیں۔ سو میں مسلم نے دآن کو تار
کا کمرہ دیا اور فرمایا کہ تم کو اتنی ہی ڈاں ہے گا جتنا کیا شخص کو جو اس جنگ میں شریک ہو گا۔ اور ایک آدمی کا بعد بھی مال
فیضت سے ملے گا۔ اور آپ کا بیتِ رضوان سے فی حاضر ہونا سبوات ہے کہ اگر عثمان نے نہ زیادہ کوئی وقت اور دشمنان
ملیں ہوتا تو آنحضرت صلی علیہ وسلم ہی کو کہہ دوں کہ اس کی طرف بھیجیے سو آپ نے عثمان کو یہ بھیجا اور بیتِ رضوان حضرت عثمان کے
کہہ کر جانے کے بعد ہوش میں آنحضرت صلی علیہ وسلم نے اپنا دھنا ہاتھ بائیں ہاتھ مار کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسے عثمان
کی بیت قرار دیا۔ اب جا اور ان باتوں کو ساتھ لیا جائیگی یاد رکھو۔

۵۔ لُحْوَ اَنَّهُمْ۔ ل۔ تَکْلِیْلِی کے لئے ہے یعنی رَجُلٌ لُحْوَ اَنَّهُمْ اسے بھائیوں کی خاطر، یا یعنی فی مَعْنٰی اَنْ کُنْ اَبًا
ضرباً فی الدِّفْعِ کے لئے دیکھو یہاں مراد زمین میں سرکارت یا طلبِ معاش کے لئے ہے +
عَزَّی۔ غَزَا کی جگہ ہے جو غَزَا سے ہے۔ اور غَزَا کے معنی ہیں دشمن کی جنگ کے لئے تَعَارُف، غَزَا کے جو معنی
مشہور ہیں کہ جو شخص کسی غیر مسلم کو قتل کرے یا اس کے قتل کیلئے نکلے ہے صحیح نہیں۔ بلکہ غَزَا وہ ہے جو دشمن کی جنگ کیلئے
لُجْلُجاً ذُفْحاً حَمَیۃ۔ لام عاقبت سے معنی ان کا اُسی باتیں کرنے کا نتیجہ جو اسے حسرت کے کچھ نہیں۔ اور یا یہ لام
لَا تَذْکُرْ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوا کے متعلق ہے یعنی جہانِ میں جیسے ذہن سے کا یہ نتیجہ ہو گا کہ کافروں کے دلوں میں ایک حسرت
رہے گی کہ یہ ہم سے کس طرح بڑھ گئے +

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے یا تو یہ لفظ عام ہے اور واقعی کا فرما دیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ ان کے بھائی بزرگ تجارت کیلئے یا وطن کے ساتھ جنگ کیلئے نکلے اور مارے جاتے تو ان کو انھوں نے ہوا کا لاش وہ باہر نہ نکلے ہوتے اور ہمارے پاس ہی رہتے قوت سے بچ جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض ایک حسرت ان کے دل میں رہ جاتی ہے جس کا فائدہ کچھ نہیں کیونکہ ایسا کہنے سے کہیں کرے تو ایسا ہوتا فائدہ کچھ نہیں۔ باقی ہی موت و حیات سورہ اللہ کے آیت میں ہے نہ کہیں بیٹھے والے سب موت سے بچے رہتے ہیں نہ باہر نکلنے والے سب بچ جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو سن کر کیا ہے کہ تم ایسے نہ ہو جاؤ۔ بلکہ زمین میں تجارت یا طلب معاش کے لئے سفر کرنے یا وطن کی

وَلَيْنُ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ ۝۱۵۶

اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت یقیناً اس سے بڑھ

خیرؑ مگر بچوؑ ۝ وَلَيْنُ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَٰهِ اللَّهِ تَخْشَرُونَ ۝۱۵۷

ہے جو وہ بچ کرے ہیں ۔ اور اگر تم مر جاؤ یا قتل کئے جاؤ تو یقیناً اللہ کی طرف ہی اس کے لئے جاؤ گے

جنگ کے لئے بچنے میں موت کا خوف بھی تمہارے لئے روک نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کزودوں کی باتیں ہیں جن کا کام کارنا ضروری ہے خواہ اس میں موت آئے اس کو کرنا چاہئے۔ بات بات میں موت سے ڈرنے والے کزود دل ہوتے ہوتے آؤنگے ہر جاتے ہیں۔ تیج بھی حالت کثیرہ مسلمانوں کی ہے۔ کہ موت سے ڈرنے لگھوں سے باہر نہیں نکلے حالانکہ ذلت کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اور واللہ بھی وہیبت میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ حقیقی ایاء و امانت سانس آنے یا دے کا نام نہیں بلکہ لوگ تجاروں کے لئے طلب معاش کیلئے خراکے دین کو پھیلانے کے لئے دشمن کی جنگ کے لئے موت کو قبول کرنے پر تیار ہیں ان کو کامیابی کی زندگی دی جاتی ہے اور جو موت کے خوف سے چپکے لگھوں کے اندر بیٹھ رہتے ہیں وہ حالت اور ذلت کی موت میں رہتے ہیں۔ حضرت علی کا قول چنانچہ نقلوا تمورا والذی نفسی بید کا لائف ضاہ بالسیف اھو من موت علی فراش یعنی اگر تم قتل کئے جاؤ گے تو مر جاؤ گے اور تم سے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تلوار کی ہزار ضرب بستر میرے سے آسان تر ہو اور ا الذین کفروا سے مراد منافق ہیں منافقوں کو بعض جنگ الذین امنوا میں داخل کیا گیا ہے۔ اور بعض جنگاں کو الذین کفروا سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اکثر اوقات ایک صفہ گروہ قرار دیا گیا ہے اور اعلیٰ آیت میں ان کے متعلق ہے کہ وہ بنسبت ایمان کے کفر سے قریب تر ہیں اور کہیں آتا ہے امنوا تم کفروا ایمان بھی لاتے ہیں کفر بھی کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظاہر میں ایمان لاتے اور دل میں کافر تھے لیکن چونکہ شریعت کا تعلق ظاہر سے ہے اس لئے مسلمانوں کو ان سے مسلمانوں کی طرح ہی سلوک کرنے کا حکم تھا مگر نوزوہ بنو کہ بعد بھگوانی نبی کریم صلعم نے چند آدمیوں کو مسجد سے نکل دیا کیوں کہ انہوں نے اپنی اصلاح آخر تک نہ کی۔ اب مسلمان جو جنگ اھد میں قتل ہوئے دیا جو جب تجارت وغیرہ کیلئے نکلے تو دشمن انہیں مار ڈالتے، توان کی نسبت منافقین نے یہ کہنا شروع کیا کہ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ ہوتے یعنی جس طرح سے ہم جنگ سے واپس آگئے تھے وہ بھی واپس آجائے تو ہمارے ساتھ اور اخوان ان کو اس لئے کہتے تھے کہ قربت میں وہ ان کے بھائی بند ہی تھے ۝

۱۵۶ آیت ۱۵۶ و ۱۵۷ کا مضمون ملتا جلتا ہے۔ اور جو کچھ پہلی آیت میں فرمایا تھا اسی کی تائید یہ موت سے انسان کو خائف نہیں ہونا چاہئے۔ مگر دونوں آیتوں میں ایک باریک فرق نظر آتا ہے۔ آیت ۱۵۶ فرمایا اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مر جاؤ۔ اور یہاں ہر جاتے سے مراد وہی اللہ کی راہ میں ہی مر جاؤ ہے۔ کیونکہ اللہ کی راہ میں کام کرنا ہر انسان قتل ہی ہو جا تا ہے اور وہی جاتا ہو اور قتل ہو یا شہید ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے ہرگز موت سے ہی مرے ہیں جیسا کہ احباب میں بھی کوئی تیرے قتل ہوئے مگر یہ بھی کثیرہ معمولی موت سے عالم جاودانی کی طرف تھا کر گیا۔ تاہم خدا کی راہ میں قتل ہونا جو کہ ایک عظمت کا مقام ہے۔ اور جو نگر منافق زیادہ تر اسی سے ڈرتے تھے اس کو رد دل کو بھٹاس کا ہی زیادہ خوف ہوتا ہو اس لئے یہاں قتل کو مقدم کیا ہے۔ صغیر بایا ہو کہ اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے

۵۸ ﴿فَمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَئِنْ لَمْ يَأْتِ بِآيَةٍ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَأَنْفَضْنَاهُ مِنْ حَوْلِكَ

سوا اللہ کی رحمت سے تو ان کیلئے ترمیم اور اگر تو سخت کلام سخت دل ہوتا تو تیرے ارد گرد سے ہر جا ہٹا دیتا۔

متل جو چاہے یا مرقہ زیادہ سے زیادہ ہی ہے کہ نیا کال و دولت چھ کر سٹیں گی رہ جائیں گی۔ سو یہ مال و دولت جس کا اس جمع کرنا ہے کیا چیز ہے۔ اس سے بہت بڑھکر اللہ کی مغفرت اور رحمت ہے جس کو خدا کی راہ میں کام کرنے والا پا کر اپنے اپنے حمایہ محزون کی نسبت کفار کی طرف کی ہے۔ کیونکہ مال و دولت کے جمع کرنے پر گرا رہتا ہے دنیا پرست کا کام ہے جس کو آخر پر پاؤں ڈھو۔ اور آیت عظیم میں ترتیب لغتی کو بدل دیا جو اور فی سبیل اللہ کا لفظ بھی آڈا دیا ہے تو اس میں یہ بتا دیتا کہ اگر خدا کی راہ میں کام نہ کرو گے تو پھر بھی تو آخر مردے اور کچھ نہ کچھ قتل بھی ہو گے تو آخر عالم قہر اللہ سے ہی پڑتا ہو۔ اور کسی حضور پر مے کشا کیا جاتا ہے۔ یہ مال و دولت تو بہر حال ساتھ نہیں جائیگا +

۵۹ ﴿فَمَا يَا قَوْمِ ذُنُوبَكُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ اور یا متغصبا میرے قیوب کے لئے سے یعنی کس قدر رحمت آتی جو تم ان کیلئے نرم لنت برلین خوشنودی کی خدمت ہے اور ان کا استعمال اولاً اجسام میں ہی ہے۔ پھر اخلاق پر بھی یہ لفظ بڑے جا بڑے جمع لفظ۔ لفظ کلام میں خوشنود کو کہتے ہیں اور غلط سخت گو ہے۔ یعنی کلام میں غلطی کرنے والا دل، اور غلط کیا لفظی کو بھی کہتے ہیں (ع) یعنی جو کچھ +

غلیظ القلب - غلیظہ اور خشونت کے ایک ہی معنی ہیں۔ غلط اور غلیظ القلب میں فرق ہے کہ غلط بخلق ہے جو دوسروں سے بری طرح پیش آئے۔ اور غلیظ القلب وہ سخت دل ہے جس کا دل دوسرے کی مصیبت سے سنا رہتا ہو اور دوسروں کیلئے اس کے دل میں رقت محبت اور ہمدردی پیدا نہ ہو جو وہ ان کے ساتھ غلطی نہ کرے +
انفضوا - فض من کسی چیز کے توشہ کو اور اس کے اجزاء میں تقرب کر کے کو کہا جاتا ہے (ع) اور اسی سے انفض الغوم استعارہ کے رنگ میں لیا گیا ہے۔ اور فض کے معنی ہیں لوگوں کے حلقہ کو ان کے اجتماع کے بعد پراگندہ کر دینا، پس انفضوا کے معنی ہوئے اس طرح پراگندہ ہو گئے +

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق نبوت اور حروف تہجہ و کلماتی ہے۔ پچھلے رکھی کا خاتمہ ان الفاظ پر ہی تھا کہ جو نبی بھاگ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور درمیان میں ایک نصیحت کر کے کہتے ہوئے اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا نکھاسے کہ جو لوگ آمد کی جنگ میں بھاگ گئے تھے۔ ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی نہیں کی تھی۔ کیونکہ وہ غلط کیا۔ بلکہ وہ ہمراہ میں ان سے گفتگو کی محبت سے صرف اتنے الفاظ فرمائے لفظ ذہبتہ فیضا عویضہ تم تو بہت دوش گئے اور جب حضرت علی نے حضرت عثمان کی بی بی کے سامنے حضرت عثمان کے متعلق کچھ سخت لفظ کہے تو حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو روک دیا۔ اور ان کی بات کو ناپسند کیا سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق نبوت کے کمال کو ظاہر فرمایا ہے۔ انحضرت کی ذات با برکات میں ہر قسم کے اخلاق فاضلہ عظمیٰ سے اعلیٰ پایہ کے پائے جاتے تھے۔ جیسا کہ آید کریم انک لعلی خلق عظیم (العلم) ۴۱ اس پر شاہد ہے۔ ان اخلاق کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مرقعوں پر آتا ہے یہاں آپ کے خلق نبوت کے کمال کو دکھا یا گیا ہے +

ہر ایک خلق کا انکار کامل رنگ میں اس وقت ہوتا ہے جب اس کے انکار کے خلاف مرقہ ہو۔ جنگ کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس میں ذمی کے انکار کا موقعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کے اندر جس قدر رشوت ہے اس کا انکار جنگ میں پورے دور کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھکر بات ہے کہ جب ان احکام کی تعمیل میں جو کسی فوج کو نہ گئے ہوں

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ

پس ان کو معاف کر دو اور ان کیلئے استغفار کرو اور کام میں ان کا مشورہ لیتے رہو مگر جب پختہ ارادہ کرو

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ○

اور اللہ پر ہی بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۵۵

فروگناشت ہو یا ان احکام کی تعمیل مذہب و تہذیب اور جنگ اس امر کے تفسیر ہوتے ہیں کو سخت سے سخت نرا دی جانے پس اول تو مہتمم اہل دینت کا نہیں بلکہ ظہار شدت کا تھا دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی جس کی وجہ سے اس قدر عظیم مصیبت آپ کو اور مسلمانوں کو برداشت کرنی پڑی اور یہ مہتمم سے سخت نرا کو چاہتا تھا مگر اس موقع پر نافرمانی کرنے والوں کو ایک حرف بھی طاعت کا نہ کہنا ظاہر کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کمال خلق دینت کا مروجہ تھا کو سخت سے سخت حالات کے ماتحت بھی۔ ان حالات کے ماتحت بھی جو ظاہر خلق دینت کے لئے کے سنائی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کے اندر اس خلق کا ظہار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے تشریف کے موقع پر بیان فرمایا ہے۔ ورنہ آپ کے خلق دینت کے ذمہ نرا مروجہ تھے۔ دن رات خدام سے بیویوں سے دوستوں سے دشمنوں سے دینت کا بردار آپ فرماتے تھے۔ مگر یہ مروجہ اس خلق کے کمال کو دکھانے والا تھا ۵۵

استغفار کی رحمت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی اور رحمت کے متعلق اور بھی بہت سی آیات و تفسیریں شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا عزیز علیہ ما عظم (التوبہ ۱۲۸) کوئی ذکر تم کہہ سکتے ہو تو اس کو خلیفہ ہوتی ہے اور فرمایا و اخضع جنتک للثومین (الحجۃ ۸۸) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا انا لکھ مثل الوالد بلکہ والد سے بہت بڑھ کر شفقت اور رحمت آپ کے دل میں بھری ہوئی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خلق کے دکھانے میں یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ کے یہ بھی اور بالخصوص وہ لوگ جو دوسروں کے لئے پیشرو یا سرور کے طور پر ہوتے ہیں وہ اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا کریں تو ہی مہتمم بن سکتے اور نہ کوئی جماعت نہیں بن سکتی۔ چنانچہ اس کی طرف ایک حدیث میں اشارہ ہے لا حلال حب الی اللہ من حلالہ امام و رفقاہ ولا جمل ایضاً الی اللہ من جمل امام و رفقاہ یعنی کوئی حکم دہنری امام کے حکم اور رزی سے بڑھ کر دشمن بن نہ سیں اور کوئی جمل امام کی حالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں ۵۵

استغفار کے معنی

۵۵ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینت کا ذکر کر کے اب ایک اعلیٰ درجہ کی تعلیم پر آپ کو قائم کرتا ہے۔ اول پچھلا گناہ معاف کر دینا۔ آیت ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے یہی طرف معافی دی تھی مگر جب رسول کے حکم کی نافرمانی ہوئی تھی اس لئے اب آپ کو معاف کرنے کا حکم ہوا۔ دوم ان کے لئے استغفار یا آئندہ اہم کی نافرمانی سے حفاظت چاہنا۔ یہاں استغفار گو دوسروں کے لئے ہے مگر اس کے معنی گناہ کی نرا سے حفاظت چاہنا نہیں بلکہ خود گناہ سے حفاظت چاہنا ہے کیونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ تو خود ان کے گناہ کو معاف کر چکا ہے و لعلہ عفا اللہ عنہم (۵۴) اب اس کو خدا معاف کر چکا اس کیلئے نرا سے بچانے کی دعا کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ ایک اولیٰ شہادت ہے کہ استغفار سے مراد گناہ سے حفاظت بھی ہوتی ہے۔ سوم ان کو شہد میں شریک کرنا جو ان کو اس قدر بلند مرتبہ دیا کہ پھر وہ مجلس شوریٰ کی شریعت کے بھی اہل قرار دے گئے۔ شہد کی حکم تو وہ ان کریم میں سے ہے موجود تھا و امروہم شہد یعنی ہم (الفتح ۳۸) یہاں اس کے ذکر میں دو غرضیں ہیں ایک تو یہ بتانا کہ ایک وفد نافرمانی سے مشورہ کی اہلیت نہیں چھین جاتی۔ تلح مذہب تو میں جو پیشگی جو میں کو مجلس شوریٰ سے

شورہ کا حکم

اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ

اگر اللہ تمہاری مدد کرتا ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

میں رسولیں اسلام کی تعلیم سے ابھی آگے نہیں بلکہ پیچھے ہیں اس لئے کہ یہ پوچھ لیں کہ ہم نے جتنے جتنی جہاد میں شرکت کی ہے ان کو ممبر بنانا اسلام کے ساتھ ہی تعلیم خاص ہے دنیا میں اور کہیں نہیں ملے گی اور دوسری فوجیں یہاں شورنے کے حکم کو دہرائے گی یہ ہے کہ جنگ اُحد میں جو مصیبت پیش آئی وہ شوری کے فیصلہ پر عمل کرنے سے ہی پیش آئی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ہوائے نبوی تھی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ کی جائے اس لئے حکم دیا کہ گوجہ شورنے کا برا بھی نکلا اور اس موقع پر کثرت رائے نے غلطی بھی کھائی مگر اصول شوری پوری قائل رہنے کے قابل ہے ایسا نہ چکر اس نتیجہ کو دیکھا کہ اصول شوری سے ہی چڑا رہا ہے اس میں کس قدر دور اندیشی کی تعلیم ہے کہ ایک چیز کے خراب سے نقصان کو دیکھ کر فوراً اس سے بیزار نہ ہو جاؤ۔ ممکن ہے اس کے فوائد اس سے بڑھ سکیں۔

تخریق ہوا

اس آیت کے ساتھ اُحد میں شوری پہنچ کر اس قدر قوت دیدی ہے کہ کسی مسلمان کو یہ بات نہ ہوتی چاہئے کہ حمل شوری کا انکار کرے یا اسے اختلاف کی نظر سے دیکھے شوری کو خدا اللہ تعالیٰ نے اس قدر قوت کا مقام دیا ہے کہ اسے نقصان کو ناقابل انتفاع قرار دیا ہے اور پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر باقاعدہ عمل کر کے دکھا یا کہ آپ کی اُمت کو اصول شوری کسی حالت میں چھوڑنا نہ چاہئے تمام امور میں آپ صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے یہ سن بعد مشورہ مدینہ سے نکلے۔ اُحد میں بھی اُحد میں مشورہ کیا اور اسے چھوڑنا صحابہ میں بھی مشورہ کیا بلکہ ایک ایسے معاملہ میں جو صرف آپ کی ذات سے تعلق کرنا تھا یعنی حضرت عائشہ صدیقہ پر ایک کا معاملہ اس میں بھی مشورہ کیا اور مدینہ میں سے ماقتدا و روقم خطاً اتھلا و لا رشتہ اُحد میں کسی قوم نے طرہ نہیں کیا مگر اپنے معاملہ میں نہایت سیدھی راہ کی طرف ہدایت کئے جاتے ہیں +

کثرت رائے میں

شورنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رائے کے خلاف بھی کیا ہے۔ جیسے اُحد کے معاملہ میں بلکہ اہل کچھو آب کی ایک کھوٹے گرجہ تک پہنچ کر کوئی نہ مٹی اس لئے مشورہ پرائی عمل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کثرت رائے خلاف ہو تو ہر کو اپنی رائے ترک کر دینی چاہئے اور کثرت کی رائے پر عمل چاہئے۔ اور یہ بات کہ کثرت رائے پر آپ عمل کرتے تھے اسی اُحد میدان میں نکلنے والے واقعہ سے ظاہر ہے کیونکہ وہاں کچھ آدمیوں کی رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھی پس آپ کا ان کی اہدائی رائے کو چھوڑنا بعض اسی وجہ سے تھا کہ کثرت رائے آپ کے خلاف تھی اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کا بہتاد تک کے بارے میں کثرت رائے فیصلہ کرنا ثابت ہے جس سے معلوم ہوا کہ قانون سازی بالخصوص اور عام بھی بالعموم کثرت رائے سے ملے ہوئے چاہئیں یہ مسائل سے اس اصول شوری کو بہت جلد ترک کرو یا دوسری انکی مطعونیت سے بچنے کی وجہ سے

خود شخصی کا نتیجہ

کیا اذا عزمتم فتخلل علی اللہ سے شوری کے خلاف کچھ نکلتا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ عزم شوری کا ہی نتیجہ ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مشورہ کر کے جب بات پختہ نہ کر سکو تو پھر نتیجہ کو خراب چھوڑ دیا اُحد کے واقعہ پر آپ نے کیا کہ جب مشورہ کر کے حکم دیا یا پھر بعض لوگوں نے اپنی رائے سے رجوع کیا تو آپ نے اس کی پروا نہ کی۔ یہ خلاف عزم ہوتا ہے جب نقصان نہ پہنچا۔ بھی آپ نے یہ حکم لکھ کر میری رائے پر کپوروں کو دلا گیا تھا یہ میں عزم سے مراد میری رائے تھی ہے کہ جو فیصلہ بد مشورے قرار پائے اذا عزمتم فی الامر وعزمتم علیہ (د) فاذا وطئت نفوسک علی شیء بعد الشوری (رض) اذا عزمتم

وَأَن يَخْذَلَ لَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَالَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِن بَعْدِي ۖ وَعَلَى اللَّهِ

اور اگر وہ تمہیں چھڑ دے تو اس کے بعد کن ہی چھڑے گا اور اللہ پر ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَعْلَلًا مِّنَ الْعَمَلِ وَأَمَّا الْفِتْنَةُ بِمَا ۱۷۰

مؤمنوں کو توکل کرنا چاہئے ۵۵۳ اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے وہ جو کچھ

عَلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تَوَلَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

کی ذر ت قیامت کے دن لاٹیکے پھر شخص کو جس نے کیا ہی پروا یا سنا نیگا اور ان پر ظلم دیکھا جائیگا ۵۵۴

قلبت على الفعل وامضاً نه بعد المشاورة (۱) پس مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ان کے اہم معاملات کی بنیاد ان کے قوانین کی بنیاد قرآن و حدیث کی پر تعلیم اور نبی کریم صلی علیہ وسلم کے کھلے کھلے علم کے مطابق مشورہ میں اکثر رائے پر ہوتی تھی۔ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب اشاعت اسلام کیلئے ایک کام شروع کیا تو اس کی بنیاد بھی شوری اور کثرت رائے پر رکھی اور تمام احوال سلسلہ کو ایک انجمن کے سپرد کیا جس کے متعلق یہ صفائی سے لکھ دیا کہ معاملات میں جو فیصلہ انجمن کا کثرت رائے سے ہو گا اسی پر عمل کرنا ہو گا۔ اس میں شک نہیں کہ جب قوم بڑھ جائے تو پھر اس کی کثرت رائے کو معلوم کر کے کیلئے خاص آدمیوں کے انتخاب کی ضرورت پیش آتی ہے +

اس صدی کے مجدد
قادیانی صاحب کے
اصول کو زندہ کرنا

خُذْلَان
غُلَّ

۵۵۳ خُذْلَان - خُذْلَان کے معنی ہیں اس شخص کا چھوڑ دینا جس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہو کہ وہ اپنی فطرت کے لئے مددگار ہے۔ ۵۵۴ غُلَّ - غُلَّ یَغْلُ غُلًّا اِذَا خُذْلَانِ یعنی غلّ جس کا معنی غلّ آنا ہے (جو بیاباں ہے) اس کے معنی ہیں خیانت کی۔ اور ہمیں نے اسے قسمت کی خیانت سے خاص کیا ہے مگر جو نیکو مذاق عام ہیں وہی کسی نبی کی بھی یہ شایاں نہیں کہ وہ غلوں کا ارتکاب کرے حالانکہ ان کے خلاف سخت مصلح کی استقامت و محال ہونا حدیث سے ثابت ہے اور یہ آپ کی ایک خصوصیت ہے اس لئے یہاں یغْلُ کے عام معنی خیانت ہی مراد ہیں +

ومن يغفل یا مت جاغل۔ یہ لفظ عام ہیں اور یہ مراد نہیں کہ جو نبی خیانت کرے بلکہ نبی کے متعلق تو فرمایا کہ کسی کو قتل نہ کیے جس کو وہ خیانت کرے یعنی ایسا ہو سکتا ہی نہیں اور جب خیانت کا ذکر آیا تو یہی بتا دیا کہ خیانت سچی زندہ جانے کی ملک ایک دن ہے کہ وہ کھلی کھلی ظاہر ہو جائے گی۔ اکثر مفسرین نے اس کو ظاہر ہونے کی جگہ پر خیانت کیا ہے کہ جس قدر خیانت کی ہے برکت منزل خود وہی خیانت کا مان اس پر وارد کیا جائیگا مگر یہ جوہر ضعیف ہے۔ ایسا تصور برابر اور بعض مشرہو ہوتے ہیں جیسے توفی کل نفس ما کسبت میں مراد نبی کی بدی کے اجر کا دیا جاتا ہے۔ اور مسلم نے اس کو منہر کیلئے قبول کیا ہے (یعنی) اور جو بعض احادیث میں ذکر ہے کہ ایک شخص اونت گردن پرنا تھا اسے چوتھے چور کا جس کی اس نے خیانت کی ہے تو وہ بھی منہر کیلئے بطور پیش قدمی + کہ ان کو یہ ظاہر ہے کہ اس دنیا کی منزل و جزا میں اس عالم کی چیزیں بطور مثال ہی بیان کی گئی ہیں جیسے مثل الجنة الخ الخی و حدائق النور (الرعد - ۳۵) سے ظاہر ہے +

خیانت کی ہر جگہ
معدوم مثال ہے۔

صحت بنیاد پر ہے

اس آیت میں یہ بتا مقصود ہے کہ جب میں جو مصیبت پیش آتی وہ اس وجہ سے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم میں کوئی نقص ہو یا آپ نے کوئی کوتاہی کی ہو۔ کیونکہ محمد رسول اللہ کا تو ثابت بندہ مرتبہ ہے یہ کسی بھی نبی کی شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اس لئے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اس بات پر کہ یہاں مصیبت کے اسباب کی طرف اشارہ ہے اور یہ

فَيَا ذُنَّ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْكُوفِرِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۝

۱۶۶

قرآن کے ان الفاظ سے تھا اور تاکہ دوسرے کو جان لے اور تاکہ ان لوگوں کو جان لے جنہوں نے منافق کیا تھا

صیبت کی وجہ

تو ہمیں ہے لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کہاں سے آئی۔ مگر اس کا جواب دینے سے پہلے فرمایا خدا صیبتم جلیلہا جس کی دو چند قسمی تم پہنچا چکے ہو۔ اس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ تم کو صیبت پہنچی تو تم کو اس قدر گھبراہٹ ہے کہ یہ کیوں آئی حالانکہ تم وہی دو چند دشمن کو پہنچا چکے ہو۔ اس دو چند صیبت میں ایک درجہ ہلکے طرف اشارہ ہے کہ وہ ان کفار کے مترادف ہی رہے گئے اور سرگرم رہے اور دوسرے جنگ احد کی ابتدائی حالت کی طرف کہ اس میں بھی دشمن سے زیادہ آدمی قتل کے مارے گئے اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے پس جب تم ان کو دو چند صیبت پہنچا چکے ہو تو پھر قدرتی صیبت اگر تم پہنچی تو اس پر اس قدر گھبراہٹ کیوں ہو؟ دو چند صیبت کا ایک چوتھے سے کہ وہ اسے ایک عظیم الشان اور طاقتور قوم کو پہنچ جانا تو صاف بتاتا ہے کہ نصرت اسی تمہارے ساتھ ہے۔ اور ان کے لئے کہ فلا فلا لکھ کا بڑت ملتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہو کہ جب نصرت انہی ہمارے ساتھ تھی تو یہ صیبت کیوں آئی۔ تو اس کا جواب یہ ہو کہ وہ من عند افنسکے یہ تمہاری اپنی طرف سے ہے یعنی تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے جس کی وجہ سے نصرت انہی کی گئی۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی حتیٰ اذا فاشتم و تمنا ذعتمہنی الامور و عصیتم (۱۵۱) آخری الفاظ ان اللہ علی کل شیء قدیر میں یا تو یہ اشارہ ہے کہ وہ اس سے تمہیں سجدہ و پاکی کا مقابلہ کیا تھا اور یہ کہ جب اس کی نصرت شامل حال ہو کر دوسری بھی قوت میں آتی ہے اور یہ یہ مراد ہے کہ جب ہمیں اطاعت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کی نصرت کی قدرت نامی کا نظارہ دکھاتا ہے۔ اور جب اس سے نافرمانی واقعہ میں آتی ہے تو اپنی نصرت کو روک دیتا ہے۔

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

تَفَقَّ

۵۹۵۔ نَافَقُوا۔ اس کا اصل تَفَقَّ ہے جس کے معنی گڑبگیا اور خستہ ہوا۔ اس لئے فحج کر کے کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس کے تَفَقَّ ہے جس کے معنی ہیں جاری رستہ یا وہ رستہ جو دوسری طرف نکل جاتا ہو اور زمین میں سرنگ جو دوسری طرف نکل گئی ہو (۵) چنانچہ قرآن کریم میں بھی آتا ہے ان تَبَتُّنِ نَافَقَاتٍ الْاِیْمَانِ (الانعام ۳۵) اس لحاظ سے نفاق سے مطلب ہے الذَّخُولُ فی الشَّرْعِ مِنْ بَابٍ وَالتَّخَرُّجُ عَنْهُ مِنْ بَابٍ یعنی ایک دروازہ سے شریعت میں داخل ہونا اور دوسرے دروازہ سے اس سے نکل جانا۔ اور منافق حقیقی طور پر وہ شخص ہے جو ظاہر میں ایمان لاتا ہے اور اندر سے کافر ہوتا ہے۔ اسی سے نَافِقٌ ہے یعنی اس لئے نفاق کیا۔ پھر حدیث میں اس معنی کو وسیع کیا ہے جہاں یہ فرمایا کہ منافق کی چار علامتیں ہیں جس میں وہ چاروں پائی جائیں وہ منافق خالص ہے اور جس میں بعض پائی جائیں اس میں اسی قدر نفاق ہے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ یَدْعُو اَعَاظَکُمْ کَذِبًا وَلَا تَدْعُوهُمْ اَعَاظَکُمْ بَیِّنَاتٍ یعنی جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے اور جب بات کرنا ہو تو جھوٹ بولتا ہے اور جب عہد کرے تو بے وفائی کرتا ہے اور جب جھگڑا کرے تو نفاق کی طرف جاتا ہے پھر وہ لوگ جو تم سے بات کہتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے ان میں بھی نفاق کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کَبُرَ مَقَاتِلُ اِنَّ لِلّٰہِ اَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصفا ۳)۔

صیبت کی خواہش

پہلی آیت میں جنگ احد کی صیبت کی وجہ بتائی تھی اس میں اس کی غرض بتاتی ہے۔ پہلے فرمایا فَاذُنَ اللہ یہ صیبت اٹھنے کے دن سے آئی ہے۔ اذن کے معنی دوسری جگہ بیان ہو چکے ہیں۔ اس کی اجازت یا اس کے علم سے اور بعد اس کے کسی غرض یہ ہے کہ یہ صیبت تمہارے لئے کہ جن کہیں آئی جس کے نیچے کوئی غرض نہ ہو بلکہ اس میں ایک خاص

وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا فَاِنتَوَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اِذَا دُعُوا قَالُوا الْوَيْلُ لَنَا مِنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَهُمْ يَخْشَوْنَ اللَّهَ لَعَلَّهُمْ يَرْحَمُهُمْ

اسان کو کہا گیا آؤ اس کی راہ میں لڑو یا ہخت کرو۔ ۵۶

انہوں نے کہا، اگر ہم لڑائی

قَتَالًا لَا اتَّبِعَنَّكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ

جانیں تو ضرور تھا، ساتھ دیں لے، وہ آج کے دن ایمان کی نسبت کفر سے

بہت نزدیک ہیں۔ ۵۶۲

يَقُولُونَ يَا أُولَئِهِمْ مِمَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝

اپنے مومنوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے

اور اٹھ خوب جاسکتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں ۵۶۳

غرض یہی ہے۔ اور وہ غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور منافقوں کو الگ الگ کر دے۔ جاننے سے کیا مراد ہے؟ دیکھو! ^{۱۶۹} **فَتَقَبَّلَ**

۶۹۔ ادفعوا۔ دفع کے معنی قوت کے ساتھ انالہ کر دینا ہیں اور جب اس کا صلہ عن ہوتا ہے اس کے معنی حیات ہوتے ہیں۔

یہاں کوئی صلہ نہ کو نہیں۔ مگر جو نہ قتال فی سبیل اللہ کے مقابل پر اس کو ہتھیال کیا ہو اس نے مراد سنا اور فواعل اقصیٰ

واہلکم و اموالکم یعنی اپنے آپ سے اور اپنے اہل سے اور اموال سے دشمن کو روکنا ان کی حمایت کرو +

وَقَدْ

قوم کو طاقت یافتہ
کے بنانے کا دھڑ

قتال فی سبیل اللہ، قرآن کو چاہتا ہے اس لئے پہلے ان کو یہی کہا جاتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو اللہ کے دین کی حفاظت

کرنا اور اس کو فیت و تابو دھوئے سے بچانا تھا راضی ہے اس لئے اشد کی راہ میں جنگ کرو۔ لیکن اگر تمہارا اس پاپا

نہیں تو کم از کم اپنے لوگوں کو اہل و عیال کو دشمن سے بچانا تو ہر انسان کا فطرہ سے پس تم اپنے اہل و عیال کسی بچاؤ اور

ان کی حمایت میں ہی کھڑے ہو جاؤ یہی آج مسلمانوں کی حالت ہے اور ان کے لئے اس میں سبق ہے۔ انہوں نے خدا کے

دین کی خدمت کو چھوڑ دیا اور خدا کی راہ میں گوشتش نہ کی مگر جس دولت کی حالت کو پہنچ چکے ہیں اس کا تقاضا کم از کم یہ ہے کہ

کہ اپنی قوم اور اپنی ناموس کی حفاظت کیلئے اب بیدار ہو جائیں اور سمجھیں کہ بدون ایشان اور قربانی کے وہ دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔

۵۶۱۔ وفتح مآلہ۔ اگر ہم لڑائی جانیں یا لڑائی سمجھیں اس سے مراد یہی ہے کہ اگر ہم یہ جانیں کہ فی الواقع جنگ ہوگی تو کیا یہ

کیا کہ ہمارے نزدیک کوئی جنگ ہونی چاہی نہیں ہے۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اگر اگر ہم سمجھیں کہ یہ کوئی جنگ ہے جس میں سات سو آدمی ہیں

بہادر کے مقابل پر تختہ سے یہ جنگ نہیں کیونکہ جنگ میں کچھ نہ کچھ تو زن و بچہ کا ضروری ہے بلکہ یہ عداوت ہے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے

اگر میت کے آخری الفاظ یقیناً با وقار ہم مائیس فی قلبہم ہے تو نہوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں کو ان کے

اسی قول کے متعلق یہاں جانے تو پہلے معنی درست ہونگے •

وَلَا تَتَّبِعُوا مَنَافِقَ ۖ هُمْ هَاهُنَا ذَمِيمٌ ۚ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ سَاءُ لِمَا هُمْ يُعْمَلُونَ

۵۶۲۔ مَلِكُ الْكَفَرِ، لَكْفَرُ اور لَا اِيْمَانِ مِیں لُجَعِی الٰہی یعنی اُن کا قُرب کُفر سے اِيْمَان سے اُن کے قُرب بڑھ کر ہے۔ اور

یا خف مضامین اور مراد ہے کہ وہ اپنے فضل سے بہت مومنوں کے کافروں کی نصرت کے قریب ترین کیونکہ ان کے الگ

ہر جانے سے کفار کو مدینہ منیٰ بعض کے نزدیک اقربا قریب سے ہے جس کے معنی طلب المائدیں (در اینی پانی کا طلب کرنا ہے)

اقحاب یعنی اطلب جو ایسی چیز کہ کفر کو بہ نسبت ایمان کے زیادہ طلب کرنے والے ہیں۔

۵۶۳۔ یقولین یا فواہہم مالیس فی قلبہم۔ اس سے یا تو ان کے قول سابق کی طرف اشارہ ہو، یونہی غلطی مقلد، دیکھو تو

۱۵۱۔ اور یاس سے علاوہ کہ تنہ سے ایمان لاتے ہیں مگر ان کے دل میں ایمان نہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اور ایتھل لایا

١٤٤ الَّذِينَ قَالُوا الْإِخْوَانُ مِنْهُمْ وَقَعَدُوا وَالْوَاطِعُونَ مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَءُوا

جنوں نے اپنے بھائیوں کے متعلق کہا اور خود بھیجے یہ کہ اگر وہ ہماری اطاعت کرتے وقت قتل نہ کئے جاتے کہ تو اپنی جان سے

١٤٨ عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا

مرت کو ہٹا رکھو اگر تم سچے ہو ۵۶۲ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں

فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُهُمْ بَلْ أَجْبَأَهُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَزِيدُ قُوَّةً ۝

مارے گئے، انہیں مروے خیال مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق دے جانے ہیں ۴۶۵

في قلوبكم المحررات ٢٩

واللہ اعلم بالصواب۔ بچائے محبت اسلام کے جس کا وہ منہ سے افکار کرتے ہیں ان کے دلوں میں اسلام

• کا بغض ہے۔ مگر اللہ اس سے واقف ہے •

۶۶ قعدہ: خود اہل قیام کے مقابل پہنچنے والے رہنما کے قاعد (پیشرو) سے مراد المکاشیل فی الشیخ (غ) اے! یا پھر اپنی کسی جڑ کے قلعہ کیلئے ہستی کر کے ذرا اوجھ سے بچے رہ جانے۔

اور دواؤں کے معنی میں اللیل الی تحفہ الجالینین یعنی ایک جانب کی طرف مال جانا اور اس کا صانع جو قوت
 وراثت عنہ کے معنی میں وصفت عن جانبہ (یعنی اس کی جانب سے) یا روکیا یا بدلتی بالحقۃ النسیۃ (الوعدا ۱۲۳) و
 بدروا عن الذباب (العوزۃ ۸) *

۱۔ چنگی رضی میں سوت
کی پردہ لٹا ہوا۔

یہ بھی منافقین کا ذکر چلتا جو عیساکر و قدس واسے ظاہری یعنی یہ کہنے والے وہ لوگ ہیں جو جنگ سے پیچھے رہ کر جنگ میں شامل نہ ہوتے۔ وہ اپنے بھائیوں کے متعلق دیکر نیکان لوگوں کے قریبی سب مومن تھے، کئے کار کو اوروں ہی ہماری فرزندوں کا کہتے یعنی دل سے ایمان نہ لاتے۔ اور ہمارے ساتھ قتالی میں شامل رہتے یا جنگ میں نہ جاتے تو قتل نہ ہوتے مگر چونکہ ان کی اصل غرض قومیت پرافسوس کرنا تھا کہ ہمارے بھائی ہندو گئے۔ اس لیے خصوصیت اعراض کو کجھ ذکر ایک عام جواب دیدیا ہے قتال خود مسلمانوں کی زندگی کے قیام کیلئے ضروری ہو گیا تھا پس جب سوائے اس کے چارہ نہیں تو خود اس کے کرنے میں جان رسے یا جائے وہ کام کرتا ہوگا۔ یہ کوئی اصول زندگی نہیں کہ اگر ایک کام کے کرنے میں جس کی ضرورت انسان زندگی کے بقا کے لئے ہے موت کا خطرہ ہو تو انسان وہ کام نہ کرے اس طرح موت سے بچا گیا تو انسانی زندگی کی اصل غرض ہوگی اس لئے جواب میں فرمایا کہ اگر تم موت سے بچنے کو ہی انسان کی زندگی کی اصل غرض قرار دیتے ہیں سچے ہو تو خداوند کے حوصلہ کا سامان بھی برابر ہے پس جو کجا پس اپنی جانوں سے موت کو دور رکھ کر بتاؤ کہ تم نے اس مقصد کو حاصل کر لیا ہے۔ ورنہ انسانی زندگی کے مقصد کو یوں سمجھاؤ کہ عرف انسانیت کو برکھ لکھا یا اور موت تو پھر بھی آج کل راتے گی۔ ایسی کی فکر انگلی اہمیت میں اشارہ ہو دو مستحبین الذین تخلوا فی سبیل اللہ امواتا جاودا شدہ کی راہ میں قتل ہوئے یعنی اپنی زندگی کا فرض ادا کر کے ہونے والے تھے۔ انہوں نے اصل مقصد زندگی کو فرمایا پس وہ مردے نہیں +

شہداء کی زندگی

۵۶۵۔ ان الفاظ کا مطلب ۱۹۱۳ء میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ مگر وہاں فرمایا تھا بل اجیاء (المعنیۃ ۱۴۰۳ھ) یہاں فرمایا بل اجیاء عند دہم جس میں صاف سا دوا کر دہ ان کی زندگی حضور رب میں ہے حوائیٰ زندگی نہیں

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَاسْتَبْتَرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يُلْحَقُوا بِهِمْ ۚ

اس سے خوش رہتے ہیں جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دیا اور اپنی وجہ سے دبی خوش ہوتے ہیں جو ان کے پیچھے سے انہیں

مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ الْأَخَوَفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ يُسْتَبْتَرُونَ ۚ

نہیں ملے کہ ان کو کوئی خوف نہیں اور وہ عقلمند ہونگے ۵۶۹ اللہ کی نعمت اور فضل

يَرْجِعُهُمْ إِلَى اللَّهِ وَفَضْلِهِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

سے خوش ہوتے ہیں اور کہ اللہ ہر سونے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا ۵۷۰

وقف لازم

استبشا

جو اسی زمین پر ہے۔ یا عندہم میں مراد ان کا مقرب یا گاہ اگلی ہونا ظاہر کرنا ہے اور کئی اعاذہ پیش ہے صلیحہ
ہے کہ شہداء کو خاص مراتب تک پہنچا ہوتے ہیں۔ اور یہاں آخر فرمایا ہیں رزق ان کو رزق بھی ملتا ہے۔ یہ رزق
دہی رزق سے جو جنت میں ملتا ہے۔ کلاماً رزقاً منہا من ثمرات رزق الباقی ۲۵۰ گویا ان سے اگرچہ بانی رزق
منقطع ہوا تو کیا ہرج ہے۔ ان کو وہ رزق ملتا ہے جو ان کو حیات جاودانی کا حق ٹھہرتا ہے ۵۶۹

۵۷۰ یسْتَبْتَرُونَ۔ اِسْتَبْتَرُوا سے مراد ہے کہ کچھ کشائش کی اس کو خوشخبری دی گئی تھی اس کو پالیا گیا اور
بشادۃ سے جو سرور حاصل ہو اس پر بھی استبشا ہوا جاتا ہے۔ اس لئے بشارت کے بعد فاستبشا بدو فضل لازم لایا
جاتا ہے یعنی اس نے اسے خوشخبری دی ہے وہ خوش ہو گیا۔ گو یا صرف خوش ہو جانے پر ہی بولا جاتا ہے ۵۷۰

مِنْ خَلْفِهِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کے پیچھے زندہ باقی رہے ہیں ۵۷۰

اس آیت اور اس سے بعد کی آیت میں مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ زندگی کے مقصد کے حاصل کیے میں جو
لوگ اپنی جائیں دیتے ہیں اور جو پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ خوش قسمت ہیں۔ گروہ اول یعنی شہداء کا گروہ
قرن خوشیوں اور راحتوں کو پالیتا ہے جو نیکوں کو زندگی بعد الموت میں ملنے والی ہیں۔ اور جو پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے
لئے یہ بشارت ہے کہ وہ کامیاب ہوں گے اور ان کو اعدا کا یا شیطان کا خوف رہے گا اور ان کو یہ حقن یا غم ہو گا
کہ کہیں انہوں نے خدا کی راہ میں قربانیاں کیں۔ اور جو طرح اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو علم دیتا ہے کہ شہداء اس کی شہاد سے
منتفع ہو رہے ہیں اسی طرح وہ شہداء کو علم دے دیتا ہے کہ جو ان کے پیچھے رہے ہیں وہ کامیاب ہونگے ہیں ۵۷۰

۵۷۰ اس آیت میں کچھ آیت کے آخری حصہ کے معنوں کو دہرایا ہے اور یہ مزید تاکید اور تصریح کے لئے ہو دلی فرمایا تھا کہ اگر
کوئی خوف نہیں اور وہ عقلمند ہونگے۔ خوف انسان کو کسی امر مکروہ کے پہنچنے کا ہوتا ہے یا مصائب پیش آتے کا تو ان کے مقابل میں
فرمایا کہ نہ صرف انہیں امر مکروہ نہیں پہنچے گا بلکہ وہ اللہ کی نعمت اور اس کے فضل سے مالا مال ہونگے اور جن کاظمیات پر ہوتا ہے
کو جب ان کے آگے کوئی چھاوہ نہ مل جائے یا کسی کسی کام پر لگا ہی ہوئی طاقت یا لگا ہوا مال یا یاد ہو جائے جس کا آئندہ لینے
کوئی اچھا طریقہ نہ ہو اور اس کے مقابل پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو ضائع نہیں کرے گی اور جن کو خوف و حزن کی تیج خود فراموشی ہو جی کہ انہیں
کو اپنی آیت میں تو صرف خوف و حزن سے بچنے کا جائز بشارت ہے اور اس میں نعمت و فضل کے لئے اور نہ کہ اس کا جو کچھ لینے کی بشارت
ہو۔ گو یہاں وہ دفع مضامین کی بشارت ہے تو یہاں حصول شافع کی اور بلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون معافی طور پر بشارت کی خوشخبری
ہو اور اللہ کی نعمت اور فضل میں دینی نفع اور دنیوی فتنوں کی بشارت ہے ۵۷۰

خوف و حزن مراد

دینی اور دنیوی فتنوں
کی بشارت

۴۲۷
مَع
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰

۱۷۱ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ الَّذِينَ يَنْحَسِبُونَ

وہ جنہوں نے اللہ اور اس کی فرمائندہی کی اس کے بعد جو انہوں نے زخم کھایا جنہوں نے ان میں سے

۱۷۲ مِنْهُمْ وَاللَّهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ

اٹھان کیا، منتقری کیا ان کیلئے بڑا جزیہ ۱۷۳ وہ جن کو لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کئے ہیں

فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝

پس ان سے ڈرے اور اس بات نے انہیں ایمان بڑھایا اور انہوں نے کہا اللہ ہی ہمارا اچھا کارساز ہے ۱۷۴

۱۷۵ اس آیت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ خود عہدہ الاسد کے نام سے موسوم ہے، اُس کے واقعہ سے لگے ہی دن تک مسلم

مسلم نے مسلمانوں میں یہ سنائی کہ انی کہم دشمن کے تعاقب میں نکلنے والے ہیں چنانچہ جس قدر آدمی ساتھ مل سکتے تھے وہ

ساتھ ہوئے۔ اور ہر یوسفیان رعداء کے مقام تک پہنچا تو مشرکین ایک دوسرے کو طاعت کرنے لگے کہ تم نے حق تعالیٰ اللہ

علیہ وسلم کو قتل کیا نہ تمہارے لئے کوئی قیدی آئے اس لئے انہوں نے مشورہ کیا کہ واپس لو گھر مجرم مسلمانوں کو تباہ کریں

مگر ابھی اسی صبح میں ہی تھے کہ ان کو خبر پہنچی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ اس پر وہ ایسے مرحوب ہوئے کہ وہ

سے فرار ہو گیا اور کہہ کر پلٹ گئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ معلوم کر کے کہ وہ بہت دیر چل گئے ہیں جزاء الاسد کو جوتہ

سے تین میل کے فاصلہ پر ہے وہاں آ گئے۔ یہ آیت بتاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام باہر قوم تھی کہ اس قدر

تعلیف دشمن کے لئے سے اُٹھا کر بھی اس کا تعاقب کرتے ہیں ۱۷۶

۱۷۷ یہاں الذین استجابوا للہ والوصول فرمایا جو اللہ اور رسول کی فرمائندہی اختیار کرتے ہیں حالانکہ جس واقعہ کا

ذکر ہے اس میں حکم صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یعنی دشمن کے تعاقب کے متعلق لیکن چونکہ قرآن کریم کی رو سے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی فرمائندہی اللہ تعالیٰ کی فرمائندہی ہے اس لئے پہلے صرف الوصول کہنے کے لئے واللہ وصل کہا ہے ۱۷۸

۱۷۹ جسدنا اللہ حصبتہ کفایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جسدنا اللہ یعنی اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور

حصب حصبتہ جہنم جہنم کے لئے کافی ہے ۱۸۰

۱۸۱ جب ہر یوسفیان اُس کے میدان سے چلا تو اس نے باؤز بلند کیا کہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور تمہارے دینی

اٹھ سالہ بدھنری پر جگہ ہوگی سو جب اٹھ سال آیا۔ تو ہر یوسفیان اپنی قوم کے ساتھ حجاب اور انہوں کے مقام پر پہنچا

تو اس کا دل مرحوب ہو گیا اور اس نے دُوبی کی شان لی۔ ۱۸۲ تنے میں فیہم بن مسعود شجعی سے ملا۔ تو ہر یوسفیان نے اس سے

کہا کہ میں نے تو معلوم ہے وہ کہہ گیا تھا کہ بدھنری پر اٹھ سال پہلے یہاں یہی جگہ ہوگی۔ مگر کچھ خشک سالی ہے اور جو کہ

ہونا چاہیے لیکن اس طرح یہ سخت ہے کہ مسلمانوں کی جزا تہ جائزگی اور وہ خیال کر گئے کہ ان لوگوں میں ہمارے مقابلہ کی

طاقت نہیں اس لئے تم دیر نہ جاؤ اور مسلمانوں کو ذرا دینا کہ وہ جگہ کے لئے نہ ٹھکیں اور تمہیں دس اونٹ دے گا چنانچہ

فیہم آیا اور اس نے مسلمانوں کو تیاری کرتے پایا تو اس نے کہا یہ بات ٹھیک نہیں پچھلے سال انہوں نے تم کو کس قدر نقصان

پہنچایا اور اب وہ بہت بڑی تیاری کے ساتھ آ رہے ہیں مگر مسلمانوں نے اس کی پروا نہ کی اور کہنا اللہ و نعم الوکیل

فَاتَّقِبُوا بَيْنَهُم مِّنَ اللَّهِ وَفَضِّلْ لَّمْ تَمَسَّهُمْ سَوَاءٌ وَابْتَغُوا رِضْوَانَ ۱۷۳

پس وہ اللہ کی نعت اور فضل کے ساتھ دیکھتے تھے انہیں کوئی دکھ نہ پہنچا اور انہوں نے اللہ کی رضا کی

اللَّهُ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ ۝ ۱۷۴

پروردگار کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۱۷۴ یہ شیطان صرف اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے

فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَلَا يَخْزِيكَ الَّذِينَ ۱۷۵

سو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے بھاؤ اگر تم مومن ہو ۱۷۵ اور وہ لوگ تجھے عین ذکریں جو

يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا

کفر میں جلدی کرے ہیں یقیناً وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے اللہ چاہتا ہے کہ ان کے

يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

لے آخرت میں کوئی حصہ نہ کرے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے ۱۷۶

چنانچہ مسلمان بدھ صوفی پہنچنے جہاں بنی کناڈا کا ایک تجارتی سہارا کرتا تھا۔ اس پر مسلمانوں نے تجارت کر کے بہت سامانہ اکٹھا
اور جو لوگوں کو قرض نہیں آتے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوتی۔ اور یہ یحیٰی ان وہیں کہیں پہنچ گیا اور اہل مکہ نے اس کو نام
جیتا سوتی رکھا یہی صرف ستر پینے کی رسم تھی مسلمانوں میں یہ غزوہ بدھ صوفی کے نام سے موسوم ہے ۱۷۷

جیش السوفی

۱۷۷ اس آیت میں یہ غزوہ بدھ صوفی سے لڑنے کا ذکر ہے۔ اللہ کی نعت اور فضل میں ان تجارتی منافق کی طرف اشارہ ہو
جو ان کو وہاں جا مل رہے تھے اور لہو لیس مسلمان صوفیوں میں یہ بتا رہے تھے کہ کسی قسم کی مخالفت ان کو نہ پہنچے گی کیونکہ کوئی جنگ نہیں ہوگی۔
اللہ کی رضا کی پروہی یہ تھی کہ باوجود بھاری لشکر کا خوف نہ لائے جائیکہ انہوں نے کچھ پروہیوں کی بگڑا لاشکی بھلا کوئی جان مال پر قدم
۱۷۸ ذلکم الشیطان۔ اس سے مراد وہی عظیم یا دھرم عبد القیس ہو اور ذلکم کے متناہیں کسی کی طرف اشارہ ہو بعض نے
حقیقی شیطان ہی مراد لیا ہے ۱۷۸

شیطان

یخوف اولیاءہ ۱۷۹ اس کے دو طرح پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ یخوف حکم یا اولیاءہ اگر ما فعل اول مذکور ہی، مجھ کو اپنے دوستوں
یا رفیقوں سے ڈرانا ہو یعنی مسلمانوں کو کفار سے ڈرانا ہو، یا کو ان کا لشکر بہت بڑا ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے بخوف ذلک بالذین
من دونہ والذین ۱۸۰ یا اولیاءہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفار کی قیمت کے خوف سے جنگ میں نہ لگتے تھے یعنی منافقین
مراد یہ ہے کہ شیطان اپنے دوستوں منافقوں وغیرہ کو ڈرا سکتا ہے مومن اس سے نہیں ڈرتے ۱۷۹

۱۸۰ الذین یسأعون عن نکتہ کفر میں شدت رغبت کا ذکر منافقین کے زیادہ مومن حال ہوا اور انکی آیت میں منافق
اشقوا الکفر بالذین ایمان کے بدلے کفر فرمایا بھی منافقوں پر زیادہ چہاں میں مسلمانوں کو تسلی دی ہو کہ ان کے منصوبوں سے
انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ اور ان میں واللہ شیئاً میں مراد اولیاءہ اللہ میں ۱۸۰

اللہ کا یہ ارادہ کہ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو ان کے اپنے افعال کا نتیجہ ہے۔ کفر کی طرف انکی رغبت بہت

۱۷۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوا الْكُفْرَ بِاِلٰهِيْمَا لَنْ يَضُرَّوَاللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ

جنوں نے ایمان کے بدلے کفر طریقہ ۱۷۷ اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے احسان کیلئے

۱۷۷ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اَنَّمَا مُلْكُ لَهُمْ خَيْرٌ

درونا تک عذاب ہو اور جو کفر کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ جو نہیں ملت دیتے ہیں ۱۷۸ ان کے

۱۷۸ لَا نَفْسٌ مِّمَّنْ اَمَّا مُلْكُ لَمْ يَزِدْ لَهُ وَلَا اَنَّمَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ مَا كَانَ

لئے اچھا ہے ہم انہیں ملت دیتے ہیں آخر وہ کمزور نہیں بنے جاتے ہیں اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا نہیں ہے ۱۷۹ اللہ

اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰی مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

نہیں کر دے مومنوں کو اس حالت پہنچے جو جس پر تم ہو ۱۸۰ جینک کو ناپاک کو پاک سے الگ نہ کر دے ۱۸۱

زیادہ ہے۔ پھر انہوں نے اس کے خلاف منصوبہ بنایا اور شرارتیں کر کے اسلام کو تباہ کرنا چاہا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ان پر نافذ ہو گیا کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو ۱۸۱ غی۔ ملا سے مشتق ہے۔ طویل مدت کو ملاؤ ۵۴ من اللہ یا یٰمَنیٰ من اللہ ہی کا جانا ہو رہا، جیسے وہ بھیجی

ملیاد (ملاہم) ۱۸۲ اس لئے اطلاع کے معنی املا یعنی ملت دینا ہے ۱۸۳

لیہ زاد اظہار غلام کا استعمال معنی انجام کار بہت ہوتا ہے۔ یہ لام عاقبت کہلاتا ہے جیسے قرآن شریف میں تاکر
فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا (القصص ۸) دیکھو غنی علامہ آل فرعون کے اس کوڑھے کے لئے یہ
غرض دیتی کہ وہ ان کا دشمن بنے بلکہ وہ اسے یہاں بنا تا چاہتے تھے یا اس سے کچھ نفع چاہتے تھے عیسائی ان سے بھگنا اور
فَخَذَ كُلُّ دَلْدٍ (القصص ۹) اسی طرح جلد اللہ انداد البضلوا عن مبدلہ (ابراہیم ۲۰) حالانکہ ان کی مرض
اس اتحاد سے قربا ہی حاصل کرنا تھا جیسا کہ فرمایا مآبیدہم لا یصلہم یومنا الی اللہ ذلک (الفتح ۳۰) پس لیصلوا
سے مراد ہے وہ انجام کار ان کو گمراہ کر دیتے ہیں پس جب دوسری جگہ فرمایا اولم یفہم کہ وہ مانتا کہ یہ من مذکور
دفاع (۳۳) جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس لئے دیتا ہے کہ ان کی نصیحت حاصل کرے پس اللہ وہ انہیں لام عاقبت
کبھی ہو سکتا ہے یعنی یہاں ملت دینے کا نتیجہ یہ ہے جس نے اس کو شبہ بتلے کہ یہو گمراہ ایک ہو ۱۸۴

جنگ کے عرصہ میں کھار کو قرار دیتی منزلت پر پہنچتے تھے کہ اس اب ہم کا سیاب ہو گئے فرات ہے کہ تو ایک ملت
سوار ہو ملت کو اپنی بھلائی کیلئے استعمال کرتے تو یہ ان کے لئے مفید تھا مگر وہ قوس کو اور بھی شرارتوں اور منصوبہ بازیوں
میں مصروف کئے ہیں اس لئے اس ملت کا نتیجہ صرف یہ ہو گا کہ ان کا پیادہ لبریز ہو جائے احسان پر گرفت کا موقوفہ آجائے
اور یہ گرفت کا موقوفہ کبھی عذاب میں نہیں کر دیتے والا دکھ یا ذلت کا ذکر سوا آخر اس قوم کو ذلیل کر کے کھو دینا
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منسوب اور متعلق کی حیثیت میں لایا گیا ۱۸۵

۱۸۵ یَمِیْزُ مِیْزًا وَرَیْجًا مَعْنٰی فِیْهِ الْفَصْلُ بَيْنَ الْمُتَشَابِهَاتِ (یعنی جتنی چیزوں کو الگ کر دینا ۱۸۶ الطیب طیب طاب سے ہو دیکھو ۱۸۷ اور انسانوں میں سے طیب وہ ہے جو بول اور دوش اور بے اصل

میزز
طیب

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رِّسَالِهِ مَنْ يَشَاءُ

اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

قَامُوا بِاللَّهِ وَرِسَالَتِهِ وَإِنْ تَوَلَّوْا تَنَقُّوْا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

ہیں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم لوگ تامل کرنا چاہو تو تمہیں بڑا اجر ملے گا ۵۵۵

کی تجاوت سے پاک ہو اور علم اور ایمان ادا کرے اعمال کے نیکو سے آراستہ ہو (ج) جیسے تَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ طَبِيبِينَ - (التعلیل ۳۲۸) یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَبِيبُكُمْ (الزمر ۳۲) یا حبلی من لدناک ضیاء طیبہ (العلی ۳۲) اور اس کے مقابل چہیت ہے یعنی میں باطل، عقائد و محسوسات پر عمل ہوں دیکھو ۳۲۳

غیبت
مصاب کی خوش

اس آیت میں بتایا ہے کہ ایک پاک گروہ کو مصائب کے ڈان میں کیوں ڈالا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ منہ کی باتوں سے خوش نہیں ہو سکتا۔ ان میں کچے اور کچے منافقین اور مومن یکساں ہو سکتے ہیں۔ اچھے مومن دونوں گروہوں کو الگ الگ کرنے کے لئے۔ مومنوں کی کمال و فدا داری دکھانے کیلئے اللہ تعالیٰ مصائب ڈالتا ہے۔ اور اس طرح ہر ایک کے لئے چھ گروہ میں سے غیبت و طیب کو الگ الگ کر دیتا ہے ۵

مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ غُلَاطٍ مُنَافِقِينَ - کیونکہ انہی کا یہ اقراض تھا کہ مصائب کیوں آتی ہیں انکی تحریف کے لئے پروردہ ہست گہرا آئے تھے ۵

۵۵۵ پہلی جہت الماء کے معنی ہیں۔ میں نے عرض میں پانی جمع کیا - اور اس نے عرض کو جاہلیہ کہا جاتا ہے جو کسی کی جمع جواب آتی ہو جیسے جفان کا جواب (السکایا ۱۳) اور اجتباء کے معنی ہیں لہجہ میں طبعی انہی صفات و معنی صفات کے طریق پہنچ کر دینا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کے معنی اجتباء کے معنی ہیں کہ ان کے بندوں کو انکی فہم کے ساتھ بغیر بندہ کی کسی کوشش کے خاص کر لیتا ہے جس سے طبع طبع کی فہمیں حاصل ہوں اور یہ فہمیں کے لئے ہے اور بعض ان لوگوں کے لئے جو صدقوں اور شہیدوں میں سے ان کا قرب حاصل کر لیتے ہیں ۵

جاہلیہ
اجتباء

جب یہ کہ گیا کہ اللہ تعالیٰ مصائب اس لئے بھیجتا ہے کہ مومن اپنے کمال کو حاصل کریں۔ تو پھر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ اگر کمال کسی پہنچا متصور ہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خود ہی کیوں غیب پر یعنی اپنی رضا کی راہوں پر مطلع نہیں دے دیتا تاہم ایمان راہوں چھٹیں اور کمال کو حاصل کر لیں۔ گو یا ہر ایک کو خود ہی کیوں نہیں ہو جاتی تا کہ وہ اپنے کمال کو حاصل کر لے۔ تو اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ اللہ کی شان و حریمیت کا تقاضا نہیں کہ ہم جیسے ناپاک لوگوں کا اس سے تعلق جو پہلے تھا ناپاک ہونا ضروری ہے۔ اور تمہارے پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ راہ رکھی ہے کہ اپنے ایک رسول پر فیضان الہی بغیر اس کی کسی حق کے جاری کر کے اس کے ذریعہ سے دوسروں کو پاک کرے یا یہ یسوعی طرح ہے جیسا کہ دوسری جگہ تسبیح لکھتے ہیں ان میں من بھی فوجی مثل ما اذنی رسول اللہ (الافتاح ۱۲۵) ہم تو ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم کو وہ کچھ زودیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا جاتا ہے وہاں بھی جواب یہی دیا ہے اللہ اعلم حیث یصل رسالہ (الافتاح ۱۲۵) اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کو کہاں رکھے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ یحییٰ من رسلہ من یشاء کے بعد فوراً فرمایا فامنوا باللہ و رسلہ یعنی اسی طریق سے تم کمال کو حاصل کر سکتے ہو ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو منافقوں کے نام نہیں دیتا تا کہ رسولوں کو ہتیا دیتا ہے ۵

کیوں نہیں ہو کر
میں نہیں ہوتی۔

وَلَا يَخْشَى الَّذِينَ يَنْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ أَلَيْسَ

اور وہ لوگ یہ خیال نہ کریں جو اس میں بخل کہتے ہیں جو اشیائے انہیں نے فضل سے دیا ہو کہ چان کیلئے اچھا ہے

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا يَخَافُونَ يَوْمَ الثَّغِيرَةِ وَاللَّوْمِ

بلکہ وہ ان کے لئے بنا ہے قیامت کے دن وہی ان کے گھر کا اربنایا جائیگا جس میں وہ داخل کئے ہیں اور آسمان و زمین

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۖ لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ

لی میراث اللہ کی ہی ہے اور کچھ تم کو ملے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔ ^{۵۷} یقیناً اللہ نے ان لوگوں کی بات کو سن لیا ہے

قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلُهمُ الْأَنْبِيَاءَ

جو کہتے ہیں کاٹھ غیر ہے اور ہم فانی ہیں ہم مکہ رکھنے کے جو کچھ انہوں نے کہا اور انسان کا نبیوں کو ناسحق

بَغِيرِ حَقٍّ ۖ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝

قتل کرنا بھی اور ہم کیسے جلائے والا عذاب چکھو گے ۵۷

۵۶۱۔ بھلون، پھل، جوڑیہ گیات کی ضدی، اوٹل کے سمنہ پر، مال کا دھار سے رکنا جاوے، روکنا مناسب نہیں رہی

یَلُکُونُ طَیْرًا مِمَّا رَزَقْنَاهُ یُدْبِرُ اَیْنَکَ ۚ اِنَّکَ لَبِیْطَیْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُ ۚ

حکومت کے معنی ہیں امن کو ملحق بنایا جائیگا (غ) اور یہ تشبیہ کے طور پر ہے جیسا کہ خود حدیث میں ہے یا قی اَحَدُكُمْ يَوْمَ

لَعَلَّاهُمْ شَجَاعٌ أَفْعَى لَهُ يَسْتَبَاحُ فَيَقُولُ اأَنَا الزَّكَاةُ - یہاں بھی حقوقِ غنیمت سے مراد اس کی تشبیہ و رد ہے، وکیل

ہی کہ تمام اعمال کا قرآن کریم 2 جہے میں 100 جگہ پر بیان فرمایا ہے وکل انسان الزمنا طائره فوضه ذوا سلی۔

۱۲۔ آپس میں کچھ نام احوال احسان لے گئے کاؤ برن جاتے ہیں، انکی جگہ پر لکھا جائے گا۔ ایسے معاملات پر

مذکورہ ویس جہتی کہ وہاں بس کے سب سے پہلے اس کے لیے جس میں ان کو دیا جائیگا۔ بلکہ مسلمانوں کو

میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک اور شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔

دونا بفکر کسی معاہدہ کے رہا ہے اگر کہ جو قائم مقام معاہدہ جو رخ اس لئے جو مالیت سے متعلق جو تاسے اس کو اس نام

میں نے کہا کہ یہ سب کچھ میری طرف سے ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے اسے دیا ہے۔

لے کر علی ایضاً اپنے گھر میں مراؤ کو کچھ ہی اصل پرہوس پر تیار رہا باپ تعادغ، اسی طرح جو چیر کسی کو بغیر محنت و مشقت کے حاصل

دو جگہ اس پر بھی وارث چڑھ کر غلبہ بولا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بھی وارث کہا ہے اس لئے کہ سب کی

سب اسکیا، اللہ تعالیٰ کی طرف ہی پہنچنے والی ہیں (۲۵)، اسی لحاظ سے یہاں میسرث کا لفظ فرمایا اور اسی نے مطالبہ دوسری

۵۶۶: قد خفته کوهستان: از قله کا آواز سحرآمیز می آید. در ابتدا صدای جوش و شرجه است. بعد

دوسرا حصہ ہے جس میں ہم نے کچھ اور باتیں لکھی ہیں۔

ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيِدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۱۸۱

یاس نے ہے جو تمہارا ہے ہاتھوں نے آگے بھیا اور کہ اشد بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ۱۸۱

کیونکہ نے نہیں (ع) مگر تو ان کریم پر عذیب کے لئے عطا ذوق ہی ہوتا ہے جس کو وہ پوچھتا ہے یعنی خدا کی رحمت سے نکر آئے ہیں جیسے وہ لفظ انہم من العذاب الا انہی دعوا العذاب الا انہم من العذاب ۱۸۱۔ کیونکہ عذاب الہی یا اس دنیا کا عذاب ہوتا ہے آخرت کے ایک بہت عسری چیز ہے۔ اور بعض مقامات پر ذوق کا لفظ اختیار کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ جو کچھ عذاب آخرت پر کچھ مزاں کا انسان یہاں بھی چکے لیتا ہو۔

المحرقی: محرق کے معنی جلا یا اور محرق کے معنی آگ میں (ع) عذاب المحرقی کے معنی جلائے حال عذاب یا وہ عذاب جس میں جلن ہو۔

محرق

یہ وہ عذاب ہے جس میں جلن ہو

مہاتقوں کے جن کا ذکر ہم رہا تھا بڑے حامی اور جنگ آد کے بعد مسلمانوں کے بچے بڑے دشمن ہونا عسری کی طرح اندرونی دشمن تھے کیونکہ بظاہر مسلمانوں سے معاہدہ بھی کر لیا تھا یہودی تھے انہی کا یہاں ذکر وصیہ اکتل بنیاء کے لفظ میں صاف بتا دیا ایک طرف اسلام میں نزاکہ کا قائل کرنا دوسری طرف صداقت کی ترقیب پر جنگوں کیلئے مالی توانیوں کی ضرورت۔ علاوہ ان کے مسلمان اس وقت حالت غربت میں تھے۔ اور یہ وہی ہے جو ہجرت سے پہلے سو دھاری کے ایک مالدار قوم رہی ہے اس لئے لوگ ایسی باتوں پر بھی ہنہز کرتے رہتے تھے کہ اللہ تو قہر ہے کیونکہ اس کے نقص پر ہنہزنگی کی حالتیں ہیں اور ہم میں ہیں۔ اور پھر چندوں اور ملی قوانین کے مطالبہ پر بھی ہنہز کرتے تھے کہ کیا خدا فقیر ہے جو اسے چندوں کی ضرورت پر چنگی سے مال مالک سات سے خوب واقف تھے کہ سنت اشد یہی ہے کہ زمین کو مالی و جانی ہرجم کی امداد میں شامل ہونا پڑتا ہے مگر عین اغنیاء کہنے والوں کو کچھ عذاب المحرقی اس دنیا میں بھی پہنچا دیا جب ان کا عذاب حالت قہر سے بدل گیا اور ان کو اپنے مالک و خیر و بخیر کر ملک بدر ہونا پڑا اور جن کو وہ فقیر کہتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سعادت قن دیا۔ واقعی اس تظاہر کو دیکھ کر کسی جن ان لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتی ہوئی ہے کہ دے دے عذاب المحرقی کا عذاب بھی کیا دیا

ظلام

میان کی نفی

۱۸۱۔ لیس بظلام۔ ظلام میانہ کا معنی ہے بہت ظلم کرنے والا۔ مگر نفی میانہ سے یہ مطلب نہیں کہ عسری ظلم کر لیتا ہو کیونکہ قرآن کریم خود فرما کر ہے۔ وَلَا يَظْلِمُونَ خَبِيلًا (النساء ۷۹) ان پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائیگا۔ اور پھر فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا لِّدُنَىٰ (النساء ۷۹) اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے وزن کے برابر بھی ظلم نہیں کرنا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ ان کے جس عذاب کا ذکر ہے وہ ایک سخت جلائے حال عذاب ہے جس عذاب سے اگر وہ خداوند نہ ہوتے تو اس سے بچنا ہلاک و ظلم ہوتا مچا ہے تھا۔ اس لئے فرمایا کہ تبارک عذاب جو ان کو دیا اللہ کوئی بڑا ظالم ہے۔ مگر نہیں۔ اور یہ حکایت کیا ہے کہ نفی تشریت سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ یہ ہر وقتہ صیح نہیں اور یہاں بالخصوص ریح العالی میں اس کی ایک لطیف ہے یہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جس قد صدقات میں وہ میانہ کے رنگ کی ہیں کیونکہ ہر ایک صفت اس میں اپنے مکمل پہنچی ہوئی ہے پس اگر ظلم بھی اس کی صفات میں ہوتا تو وہ ظلام یعنی بڑی ظالم ہوتا۔ اور جب اس میں ایک بات ملی و در الکل نہیں تو معلوم ہو کہ مطلق نہیں پس جب وہ ظلام نہیں تو اس کی صفت میں ظلم مطلق نہیں۔

عبد

عبدالغنی: ایک بظاہر تفسیر ہے کہ اس میں کل انسان اللہ تعالیٰ کے عہد میں بلکہ دیگر اشیاء میں۔ اور ایک عبد بنامہ اختیار کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے عہد عبد کی جہج پہلے معنی میں ہوا ہے جس سے عبد بنامہ ظلم کی معنی عہد لاتی ہو کیونکہ وہ بھی خیر ہے۔ اور دوسرے معنی میں اس کی جہج عباد ہو اسی لئے عباد کا لفظ بھی معنی پر لیا گیا

۱۸۳ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَمَدٌ ثَلَاثٌ ۖ آلَ نُوحٍ مِّن لَّدُنَّ يَأْتِيَنَا الْبُرْكَانُ

جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہماری طرف تین کھمبیاں بٹھائی ہیں کہ ہر کسی رسول پر ایمان: لاشیں بیٹھ سکیں کہ جاکر پائل قربانی دے، دے

تَأْكُلُهُ النَّارُ ۚ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِكَ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ وَالَّذِي قُلْتُمْ

جیسے آگ کھاتی ہو کہہ مجھ سے پہلے رسول تمہارے پاس کھل دلائل کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو تم کہتے ہو کہتے۔

۱۸۴ فَلَمْ قَتَلْتُمُوهُمْ أَن كُنتُمْ صَاحِبِينَ ۚ فَإِنْ كَذَّبُوكَ

تو ان کو تم نے قتل نہیں کیا اگر تم سچے ہو تو وہ مجھ پر زور دے تجھے جھٹلائیں

جیسے عباد الرحمن (الفرقان ۶۳) عبادہ الذین اصطفیٰ (النمل ۵۹) اس پر عبادی (طہ ۷۷) من عبادنا الذین

۶۵ پس عید کا لفظ زیادہ وسیع ہے اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک پر ظلم کرتا ہے نہ پھر

۶۶ قہ بان ۱ میں وہ چیزیں ہیں کے ذریعے سے قربانی حاصل کیا جائے (دغ) مگر تعارف میں کیسے کہ معنی ذبح

مخصوص ہو گیا ہے یہاں اور ذبح یا قرباناً (الأنعام ۲۷) +

۱۸۵ آیت میں یہودیوں کے ایک اعتراض کا ذکر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حکم ہو کہ کسی رسول کو نہ مانیں مگر اس

جو ایسی قربانی لائے جسے آگ کھاتی ہو۔ تو ریت میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ البتہ تو ریت میں قربانیوں کے متعلق بیست احکام

ہیں اور ایک قسم کی قربانی ان کے ہاں سو فقی قربانی کھاتی تھی جو ساری کی ساری آگ میں جلادی جاتی تھی۔ لہٰذا یہی بانی

کو نبیا ہمیں سے ساتھ نہ لائے تھے۔ بلکہ وہی قربانیاں جو لوگ لڑا کرتے تھے ان میں سے بعض قسم کی قربانیوں کو سالام آگ

میں جلائے گا حکم تھا اور بعض قسم کی قربانیوں کا کچھ حصہ آگ میں جلایا جاتا تھا اور باقی کا جن کھاتے تھے۔ دیکھو اجار

۶۷: ۹۰-۱۴: ۱۷-۲۰ وقرہ پس شریعت موسوی میں قربانی کا کچھ حصہ ضرور آگ کھاتی تھی +

پس قرآن تاکلہ النار میں صرف شریعت موسوی یا اس کی سو فقی قربانیوں کا ذکر ہی نہ کیا اور سورۃ بقرہ میں

یہ فصل ذکر ہے چاکر یہودیوں کو جب قرآن شریف پر ایمان نہ لائے کیلئے بلایا جاتا تھا تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ ہم میں

ایمان نہ لائے ہیں جو ہماری طرف آتا گیا۔ اور وہ مری کسی قوم کو شریعت کا دیا جاتا نہیں مانتے یہی اعتراض ان کا پہلا

بھی ہو صرف اس جگہ شریعت موسوی کا ایک امتیازی نشان بتا دیا ہے اور وہ امتیازی نشان یہ ہے کہ ان کے ہاں قربانیوں کو

آگ کھاتی تھی۔ مگر اسلام میں قربانی کا کوئی حصہ جلا یا نہیں جاتا بلکہ یہ اسلام کی قربانی نے شریعت موسوی کی قربانی کو نسخ کر دیا

اور اعتراض کا جواب دیں دیا ہو کہ تمہارے پاس تو ایسے رسول بھی آتے رہی جو شریعت موسوی پر عامل ہونے کی وجہ سے قربانیوں

کو جلائے گا حکم دیتے تھے۔ پھر باوجودیکہ وہ یہاں تا ثانی کھلی دلائل یہ معجزات بھی لائے مگر تم نے ان کو قتل کیا۔ اس سے

ثابت ہوا کہ انبیاء کی مخالفت تمہارے ضمیر میں دہل ہو گئی ہے۔ یہاں حیات یعنی دلائل و حجت ۱۲ کا بالذی قلم سے آگ

ذکر کے یہ بتا دیا ہو کہ ان کا مطالبہ ایسی قربانی کا جسے آگ کھائے معجزہ کے رنگ میں نہ تھا بلکہ صرف شریعت کا نسخ تھا اگرچہ

یہ یہودیوں پر ہوتا تو بالذی قلم ذکر حیات سے الگ نہ کیا جاتا +

۱۸۶ اور جو معصین نے لکھا ہو کہ کسی قربانی کو قتل تھی جسے ایک مفید آگ آسان سے اتر کر کھا جاتی تھی۔ سو آسان

سے آگ آتے نہ کا ذکر قرآن میں ہو نہ حدیث میں۔ ہاں بائبل میں ایک موصوفہ آگ کے آسان سے اترنے کا ذکر کر گروہ ایک

آگ آسان سے اترنا

شریعت موسوی کا ایک امتیازی نشان

فَقَدْ كُنَّا بَلْ سُلَّمٍ مِّنْ قَبْلِكَ جَهَنَّمَ وَالْبَيْتِ وَالزَّيْتِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

ترجمہ ہے پہلے ہی رسول جہان لئے جا چکے ہیں جو مکمل دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے ۵۵۵

خاص موقع پر اور ہر اسرائیلی نبی کی صداقت کا یہ نشان یا تیل سے ثابت نہیں ہوتا صرف ۴ تواریخ ساتویں باب کے شروع میں ہوئے اور جب سلیمان دعا مانگ چکا تھا تو آسمان سے آگ اتری اور روشنی قربانی کو اور مذبحوں کو کھانسی اور وہ گھڑاؤں کے جلال سے بھر گیا۔ مگر سلیمان کو نبی اسرائیل نے قتل نہیں کیا نہ ان کے قتل کے واسطے ہوئے اور یہاں آٹھویں فہم فہم ہے اس کی طرف اشارہ نہیں ۵۵۵

۵۵۵ ذُوبُورْ ذُوبُورْ کے معنی ہیں گھسی ہوئی کتاب کیونکہ ذُوبُورْ کے معنی ہیں کتاب یعنی لکھا بعض نے پتھر پر نقش کرنا بھی اس کے معنی لکھے ہیں دل اور ذُوبُورْ ایک کتاب کو کہتے ہیں دل اور ذُوبُورْ ذُوبُورْ کے معنی ہیں جو کچھ ماورے سے آگ نظر ہو اور جس کے معنی اسے کا بڑا گڑھ ہیں جیسے آخر ذُوبُورْ لید (المعجم ۱۶۰) اور پھر استعارہ کے معنی گڑھ کرنا بھی آئے ہیں جیسے قطعہ امام مہدیہم ذُوبُورْ جہاں ذُوبُورْ کی جمع بجائے ذُوبُورْ آگئی ہے، ذُوبُورْ لکھا کے معنی کتبہ کتابتہ کی کتابتہ کی ہے (۱۶۰) یعنی میں نے اس کو بڑا بھاری لکھا لکھا اور ذُوبُورْ کے معنی ہیں مکمل کتاب عَلَیْہِ الْکِتَابِ ہر ایک کتاب مکمل کی کتابت والی ۵۵۵

المنیر۔ نور روشنی کو کہتے ہیں مگر یہ دو قسم جو ایک وہ جو معاون بصارت ہے یعنی ظاہری روشنی اور وہ ملوہ جو معاون بصیرت یعنی باطنی روشنی جیسے نور عقل یا نور قرآن اور قرآن کریم کو نور محمد کہا ہے قد جاء کرم من اللہ نور کتاب مبین (الانعام ۱۰۵) اور منیر کے معنی نور ہیں یعنی روشنی دینے والی ۵۵۵

یہاں انبیاء کو تین چیزیں دینے کا ذکر ہے۔ ۱۔ عنایت۔ ۲۔ نور کتاب منیر۔ ۳۔ عنایت سے مراد دلائل نبوت یا معجزات ہیں ذُوبُورْ کے معنی اوپر کتاب بیان ہو چکے۔ نبیلہ برزخ کا حلف ہونے سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ معجزات الگ امور ہیں اور ذُوبُورْ و کتاب منیر الگ یہ تو ثابت ہو چکا کہ ذُوبُورْ سے مراد کتاب ہے یہی کہ کچھ اور احاد قرآن کریم پر صرف یا کتاب انبیاء پر یہ قطعہ لایا گیا جیسے انہ لفظی ذُوبُورْ ولین (المعجم ۱۶۰) اور اہم لکھ براءۃ فی الذُوبُورْ (المعجم ۱۶۰) ان دونوں آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ذُوبُورْ سے مراد انبیاء کے صحیفے ہی ہیں نہ کچھ اور پھر وہ قطعہ یہ قطعہ کیوں لایا گیا یعنی ذُوبُورْ کے بعد پھر کتاب منیر کے لئے کیا ضرورت تھی اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا ہے کہ ذُوبُورْ سے مراد چھوٹے صحیفے اور کتاب منیر کے ملوہ تو قریب۔ تجل و ذُوبُورْ۔ مگر انبیاء کو چھوٹے صحیفے دینے اور بعض کو ایسی عظیم الشان کتابیں دینے جیسے قریت و انجیل و زبور۔ اور اتفاقاً وہ سے مراد یہی ہے کہ کتاب المنیر سے مراد ذُوبُورْ ہیں۔ اور بعض وقت ایک شے کا دوسرا اعتبار دے کر کہے اسے دوبارہ لایا جاتا ہے۔ اور کتاب الذُوبُورْ کو واحد اس لئے لائے ہیں کہ کتاب سادہ ایک لحاظ سے ایک ہی کتاب ہیں اور مزاج کا قول ہے کہ ہر ایک کتاب فی حکمت کو ذُوبُورْ کہہ دیا جائے اور جس میں عظیم شرفی ہوں اس کو کتاب کہہ دیا جائے۔ یہی بھی کہہ سکتے ہیں کہ ذُوبُورْ کے معنی میں عظمت یا شدت پائی جاتی ہے۔ اور اس شدت کا تعلق احاد سے ہوتا ہے اور اس کے مقابل کتاب منیر میں نور کی طرف توجہ دلائی ہو گی یا وہ پیروں کو ایک طرف ملاحظہ کرتی ہے پس ذُوبُورْ ہی کتاب کو بلکہ خلاص کی شدت کے کہا ہے اور کتاب منیر۔ اسی کو نور اور روشنی کے لحاظ سے کہا ہے۔ اور حضرت داؤد کی کتاب کو جو بالخصوص زبور کے نام سے پکارا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت داؤد کی کتاب میں زیادہ حدت کا ہے ۵۵۵

۱۸۴ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّا تَوَفُّونَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ فُضِّحَ

ہر ایک شخص موت بخشنے والا ہے اور تم کو صرف قیامت کے دن تمہارے پورے اجر دینے جائیگے ۱۸۴ پس جو لوگ سو

عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْفُرُورِ ۝

دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور فائز ہو گا اور دنیا کی زندگی بڑا دھوکے کا سامان ہے ۱۸۵

۱۸۵ تَبْتَكُونَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ تَسْمَعُونَ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

ضرور تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں اڑتے جاؤ گے اور ضرور تم ان لوگوں سے سنیں گے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے

۱۸۴ اس عبارت کا اس مضمون سے تعلق یوں ہو گا کہ پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو انبیاء علیہم السلام کی معاندانہ مخالفت کرتے ہیں اور ہر مخالفت کا بدلہ تو ملتا نہیں اس لئے وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی مخالفت سے ہمارا کچھ نہیں بڑھتا۔ اس لئے فرمایا کہ بیشک ہر عمل کا کھلا کھلا بدلہ تو اس زندگی میں نہیں ملتا مگر ہر شخص پر موت آنے والی ہے۔ اور کھلے کھلے اور کال اور گے لئے اللہ تعالیٰ نے بھٹ بڑا موت یا قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔ لیکن تو فون یا پورا دنیا کو کہ یہ بھی بتا دیا ہو کہ کچھ نہ کہہ سیاں بھی انسان کو مل جاتا ہو۔ اس میں معاندین اسلام کو دہرا ہزار ہے ایک یہ کہ اپنی برادر علیہ کی پوری سزا تو قیامت کے دن پاؤ گے اور دوسرے یہ کہ اس سزا کا کچھ حصہ اس دنیا میں بھی مل رہا ہے

۱۸۵ ذخیرہ بعض کے نزدیک اس کا مادہ ذخیرہ ہے۔ اور ذخیرہ مصدر (نحوضۃ) کے معنی ہیں اس کے موضع سے اس کو ہٹا دیا امدانگ کر دیا اور اس سے دور کر دیا (غ۔ لی) اور بعض کے نزدیک ذلیح یزج سے ہے جسکے معنی ہیں تاخیر یعنی پیچھے رہ گیا (لی)۔

فائزہ فوز کے معنی ہیں۔ بھلائی کا کامیابی سے پالینا مع سلامتی کے حصول کے اور مفادۃ اس سے مصدر ہے (غ)۔

غور۔ غور سے مصدر ہے۔ اور غور ذل فلان کے معنی ہیں۔ اس کو حالت غفلت میں پایا۔ اور جو کچھ ارادہ کیا

مقتاس سے حاصل کیا (غ) اور غور ذل فلان کے معنی ہیں جس کے معنی دھوکہ دینے والا ہیں۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ انسانی زندگی کے مقصد کے سمجھنے میں فطری نہیں کوئی پہلے ہے۔ و زمرہ کو پایا یا انسانی زندگی کے مقصد کو حاصل کر لینا ہے کہ ایک شخص ملک سے دور کیا جائے۔ اور جنت میں داخل کیا جائے لیکن بعض لوگ اس دنیا کی زندگی کو ہی غرض و غایت سمجھ لیتے ہیں۔ یہاں الحیوة الدنیاء سے مراد صرف دنیا میں رہنا نہیں کیونکہ دنیا میں نیک و بد سب رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی انسان کو پیدا کر کے دنیا میں رکھا ہے بلکہ جب کہ مقابلہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حیرانی زندگی کو غرض و غایت انسانی زندگی کی نہیں سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ حیرانی زندگی تو قطعاً منقطع ہونے والی ہو اس لئے جس نے اس کو غرض و غایت بنا لیا اس نے بڑا دھوکا کھایا کیونکہ جب یہ منقطع ہوگی تو ایسا شخص گویا خالی ہاتھ رہ گیا۔ قرآن کریم میں جہاں دنیا کی زندگی کی مذمت ہے انہی مضمون میں ہے۔

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذَى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ

اور ان سے جو مشرک رہے بہت ہی کھدینے والی باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک بڑی ہمت کے

عَزَمُوا الْمُنَافَرَةَ ۚ وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۱۸۷

جنہیں کتاب دی تھی کہ

کاموں میں سے ہر ۵۸۳ اور جب اللہ نے ان سے اقرا لیا

عَزَمُوا الْمُنَافَرَةَ عزم الامور عزم کے لئے دیکھو ۲۹ عزم الامور کو مراد معزومات الامور میں یعنی ایسے امور میں پرہیز کر لینا چاہئے کیونکہ ان میں کمال خوبی اور شرف اور عزت ہو۔ حوث اور ضد کا نام عزم نہیں یا مراد ایسے امور میں جن کا اللہ تعالیٰ نے پختہ فیصلہ کر کے ان کو واجب کر دیا ہے۔

عزم الامور

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے دو سخت قسم کے ابتلاؤں کا ذکر کیا ہے جو ابھی پیش آنے والے تھے۔ ایک مالی اور جانی ابتلاؤں اور دوسری کتاب اور دشمنی سے ایذا کی باتیں سننا ظاہر ہے کہ یہ آیت جنگ اُحد کے بعد نازل ہوئی اس لئے ان مالی اور جانی ابتلاؤں کا اس میں ذکر نہیں ہو سکتا جو اس جنگ سے پہلے مسلمانوں کو اٹھانے پڑے ہجرت میں یا اس سے پہلے یا اس کے بعد جنگوں میں اور نہ ہی ان ایذا کی باتوں کا ذکر ہو سکتا ہے جو مکہ میں مشرکین سے اور مدینہ میں یہود سے سختی پڑی کیونکہ ان کے بعد کی یہ آیت ہے اور اس میں آئندہ کا ذکر ہے۔ چوتھی ظاہر ہے کہ اس قدر مالی اور جانی ابتلاؤں کو جنگ اُحد میں یا اس سے پیشتر اٹھانے پڑے۔ اور جس قدر ایذا کی باتیں اس وقت تک پہنچ چکی تھیں کہ یہ صلح کے بغیر جبراً زندگی میں اس قدر ابتلاؤں اٹھانے پڑے نہ اس قدر ایذا کی باتیں سختی پڑیں۔ بلکہ بعد میں رد ہوا اسلام کی قوت پرستی تھی یہاں تک کہ سارے ملک عرب پر مسلمانوں کا تسلط ہو گیا یہی یہ مالی اور جانی ابتلاؤں اور ایذا کی باتیں کسی آئندہ زمانہ سے خلق رکھتی ہیں۔ اور اُحد کی جنگ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر اس لئے کیا کہ اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو بہت مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ تو گویا خرابا کہ اگر یہ مالی اور جانی نقصان کم کر دیا جائے تو بھی اور بھی مالی اور جانی نقصان پہنچنے والے ہیں اور یوں ان الفاظ میں یقیناً اہل اسلام کے ان مالی اور جانی نقصانوں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اس زمانہ میں ان کو اٹھانے پڑے ہیں اور یہی نے ان کے ساتھ ایذا کی باتوں کو بھی کیا جو کہ یہ دونوں باتیں ہی زمانہ ہی آگئی ہوئی ہیں۔ مالی اور جانی نقصان ظاہر ہیں ملکوں کے ملک چین گئے۔ دولت اور مالک اُتھوں سے عمل گئے۔ سپاہی گھروں سے نکلے گئے۔ شہید کئے گئے۔ مرد اور بچے اور عورتیں ہزاروں کی تعداد میں تیغ ہوئے اس کے ساتھ ہی عیسائیوں اور مشرکوں کی طرف سے وہ کچھ ایذا کی باتیں اسلام کے مقدس پیشوا اور بزرگانِ دین کی نسبت سختی پڑیں کہ ان مان اس زمانہ میں جو گندے اعتراض اسلام کے خلاف ہوئے ہیں اور جس قدر دشنام دیے گئے رسائل تیار ہوئے ہیں ان کا اگر تباہ کر دیا جائے تو ایک پہاڑ بن جاتا ہے۔ اور چونکہ اس سورہ میں اصل عیسائیوں کا ذکر ہوا جس جگہ کا ذکر بھی در بیان میں بطور ایک مثال کے آگیا تھا اس لئے سمجھا یا کہ اسلام پر ایسے مصیبت کے زمانے پہنچے ہیں جیسے پہلے بھی آئے ہیں جو دشمنوں نے سمجھا کہ ہم نے اسے کچل دیا ہے۔ مگر وہ مغلوب کبھی نہیں ہوا یہی نہ غالب ہی ہوا ہے اس لئے اب بھی چاروں طرف سے مسلمان مصائب کا شکار ہوئے ہیں یہ آیت قرآنی باتیں تھیں جو دینی جو کہ اسلام اب بھی مغلوب نہ ہو گا۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے مالی اور جانی نقصانوں اور ایذا کی باتوں کی

ان مصائب کا علاج صبر و تقویٰ بتایا ہے۔ سو صبر و تقویٰ کے ایک صاحب میں ہمت نہ اُٹاؤ اور اللہ تعالیٰ

ابھی مصائب کا علاج

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلّٰهِ عِصْمَةُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ۱۸۸

اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے ۱۸۷ اور آسمانوں اور زمین کا ملک، اللہ کا ہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۸۸

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاٰخِلَاتِ الْاٰلِیِّمِ ۝ ۱۸۹

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدایش میں اور اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کے لئے نشان ہیں ۱۸۹

نوع

موجودات کا کائنات

وقت کر کے دیکھو
کہ کتنے عجیب و غریب
نوع کے مخلوق ہیں

لتبیین الذناب۔ کتاب کا کھول کر بیان کرنا لئاس یعنی سب لوگوں کے فائدہ کے لئے ہو اس میں
گراہک طرف مسلمانوں کی حالت کی اصلاح آجاتی ہو کہ ان کو اس کتاب پر چلایا جائے۔ تو دوسری طرف غیر مسلموں کے
سامنے حق کو پیش کرنا بھی اسی میں و اہل جو مسلمان دونوں سے غافل ہیں مگر بالخصوص یہ دو سر امر قریب بلاطی ہو کہ
اس زمانہ کے مجروح کو کس سال گزرتے گئے کس نے مسلمانوں کو کھانا شریف کیا کہ اسلام کی اہل کامیابی اسی میں ہو
مگرتھے ہیں جنہوں نے توبہ کی۔ جہاں اس قدر اسلام کی کامیابی کی ماہوں پر کم و بیش عمل کر کے دیکھ لیا جاتا ہے۔
اس بات کی طرف تجربہ کے لئے بھی لوگ نہیں آتے۔ حالانکہ تاریخ بتاتی ہو کہ یہی بات پہلے اسلام کی اصل کامیابی
کا موجب ہوئی +

۱۸۹ اصل نقشہ تو اسلام کے دشمنوں کا کھینچا ہے جیسارواپات سے ثابت ہے۔ اہل کتاب ہوں یا ساقی۔ اور
اس زمانہ میں وہی لوگ جنہوں نے شرکت اسلامی کے شافعیں کوئی کوشش باقی نہیں چھوڑی خود مسلمانوں کے منہ سے
اپنی تعریف سننے کے خواہاں ہیں۔ مگر حق مسلمانوں کے لئے تھا۔ آج مسلمانوں کی قوم کو یہ پیاری کھا گئی ہو۔ کام کوٹے
والے ہتھ قلیل ہیں۔ اور تھوڑا سا کرتے ہیں تو اس براترے ہیں اور پھر کثرت کی حالت یہ ہو کر کرتے کرانے لگتے ہیں
اپنی تعریف کے گیت لوگوں سے سننا چاہتے ہیں۔ سجادہ نشین علماء لیلہ الاضاء شہد اس بلا میں مبتلا ہیں۔ یہ لوگ
عذاب الہی سے نڈر ہیں۔ مگر وہ پہنچ کر رہے گا +

۱۹۰ معاندین اسلام کو بتایا ہو کہ حق کی مخالفت کر کے وہ اپنے آپ کو کامیاب نہ سمجھیں +

۱۹۱ اس رکع میں اہل ذکر مومنوں کی کامیابی کا ہے۔ اور اسی پر سورت کا خاتمہ ہے۔ اور ان جہیدی آیات میں
کچھ صفات ان مومنوں کی بیان کی ہیں وہ قسم کے نشانوں کی طرف اشارہ کیا ہے ایک وہ جو خلق مساوات والا
سے متعلق رکھتے ہیں یعنی مخلوق الہی کے ساتھ خواہ وہ آسمانوں پر ہو اور وہ زمین میں۔ اس میں بھی نفسانی کوہست
وہیں کیا ہے ایک ملک ایک محرمہ و دکناتو ایک طرف راسداری بین تک بھی محدود نہیں کیا بلکہ مومن کی فکر کو اس قدر
بلند کیا ہے کہ وہ آسمانوں کی پیدائش پہنچی ہو کر اسے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نشان ترقی کرنا کرنا آسمانوں کی مخلوق کے
حالات کو بھی معلوم کر سکتا ہو وہ سر کی جسم کے نشان جن کا یہاں ذکر کیا ہے وہ ہیں جو اہل دنیا کے اختلاف سے
متعلق رکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اہل دنیا کے اختلاف سے مراد زمانہ ہے پس صرف مخلوق الہی میں ہی جیسے کہ وہ نظراتی
ہے خفا نہیں بلکہ زمانہ میں بھی نشانات ہیں اور قوموں اور امتوں پر جو اختلاف آتے رہتے ہیں وہ سب اہل دنیا
کے اختلافات میں شامل ہیں +

مومن کہنے لگی ہیں
میں، سب اختلافات
زمانہ میں نشانات ہیں

یہ دس آیات یعنی آخر سورت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آٹھ جوتے چھارتے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے

بن عباس کی روایت سے ثابت ہو +

١٩. الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ

جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائشیں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

فکر کرتے رہتے ہیں ہمارے رب تو نے اسے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ یہ تو پاکی پس ہیں اُن کے خراب سے بچاؤ

لَسْتَ أَتَىٰكَ مَنْ تَدْخُلُ النَّارَ فَقَدْ أَخْرَجْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ رَبَّنَا ١٩١

ہمارے رب جس کو تو آگ میں داخل کرے یقیناً اسے تو نے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہمارے رب

إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِنْسَانِ أَنْ اذْكُرْ بِكُمُ فَتَنتَنَا رَبَّنَا

بیشک ہم نے ایک پکارنے والے کو ستا دیا جو ایمان کے لئے بلاتا رہی کہ تم سب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے۔ ہمارے رب

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّ فَتَامَ الْاِبْرَارِ

سو تو ہماری کمزوری کی حفاظت فرما دیا وہی بڑی حکمت ہے دوسرے اور ہم کو راستبازوں کے ساتھ وفات دے ۵۹

اشیا، سب مخلوقیت کی ہوا اپنے اوپر رکھتی ہیں پس جب اللہ تعالیٰ ہی سب نعمتوں سے پاک اور مبرا ہو تو وہ واجب ہے کہ ہر انسان اسی کی طرف رجوع کرے اور اس کا قلع اپنے آپ کو بنائے اور سب کے پہلے آگ سے بچنے کی دعا سکھائی۔ کیونکہ اگر کسی قیامت کا بدترین عذاب ہے اور کیا باطن ہی اس دنیا میں انسان کے سارے امن و مطمئن کا کرباؤ کہتی ہے۔ دنیا کی کیا یہی بھلائی ہو کہ انسان آگ سے بچے اور آخرت کی بھی یہی ہو کہ دوزخ سے نجات پائے۔

عقلاً منادی - نہ اسے پورا دینا اور ان کے بلند کرنے اور اس کے تصور کو کہتے ہیں ۔ اور بعض وقت صوت مجرورہ لفظ بولا جاتا ہے خواہ اس سے کچھ معنی مفہوم ہوں یا نہ جیسے (الادعاء نداء البقرة ۱۷۱) اور بعض وقت مرکبہ جس سے معنی مفہوم ملے اور فاعل مذکر موصی (الشغل ۱۰) و اذا نادیتہم الی الصلوۃ (المائدہ ۶۸) اور فاعلی بھی آتا ہے اور فاعل بھی اور لایا جانے کے معنی لوجل الایمان ہیں اور ان معنوں اس کی تفسیر ہو اور منادی یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی کہا ہے ۔ کو کما کہتے دنیا کو بہت ہی بلند اور اسے پکارا ہوا تاکہ اس کی بلند آواز کی یاد پکارا فغان میں موجود ہے جس میں اصول دین کی طرف بلایا ہے اور بعض کہتے دیک قرآن شریف مراد ہے اور ہم مباحث کہتے ہیں کہ منادی میں اشارہ ہے اصل کی طرف اور مکتبہ کی طرف جو تاریکی میں اور سب کو چمکیا گیا اور تمام نشانات کی طرف جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی طرف دلالت کرتے والے ہیں اور اس کو منادی اس کی خاطر کہ اس کو کلمہ زندگی پہنچے ہے ۔

اُن مفسر ہے اور اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے پہلے جلد ہو جس میں قل کے معنی پاتے جاویں اور بعد میں بھی جلد ہو۔ اس صورت میں یہ پہلے جلد کی تفسیر کرتا ہے۔

۱۱۔ بولہ، باڈی کی جمع صورت ہے ویکھو مثلاً اور تاد سے الخ بڑھ چکی تھی بڑھ کر ہو گیا وہ تھا کہ نام بدلتا یعنی (۱۲) اس آیت میں یہ بتایا ہو کہ لگ سے بچاؤ کس طرح حاصل ہوتا ہو اس کا ذریعہ محمد رسول اللہ صلعم ہیں پس آپ پر ایمان لانا پہلی ضرورت ہو، اور جب انسان ایمان لاتا ہو تو پھر وہ یہ دعائی بھی کرتا ہو کہ اس کے قصود کی حفاظت ہوتی ہو جس کی بڑائیاں ادا کر دے یاں دور کی جائیں۔ غرض ذوق کے لئے ویکھو ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔

دنیا اور آخرت کی شاگ

بناءً

منادی سے ہوا و

اَفْ

بَارِئٌ

رَبَّنَا وَإِنَّمَا وَعَدْنَا عَلَىٰ سُبُلِكَ وَلَا تَحْزُنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

ہمارے رب اور ہمیں وہ عطا فرما جس کا وعدہ تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعے دیا اور قیامت کے دن ہمیں پورا نہ کرنا چاہیے کہ وعدہ

۱۹۴ المِيعَادُ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذُكِّرُوا

کا خلاف نہیں کرتا۔^{۹۹} سوائے ان کے رہنے ان کی دعا کو قبول کیا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کر دے گا۔

أَتُنْفِ بِعُضْمٍ مِّنْ بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

حضرت تمب ایک دو برس سے ۹۹۲ سجنوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے غافلے

وَأَوْذُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا وَقَتَلُوا

اور مہری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور ہارے گئے۔

۵۹۱۔ اس سے پہلی آیت میں غفر و نوب کی دعا تھی اس میں یہ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے پورے ہوں جن کی تم کو تمنا ہو۔

یعنی تصدیقِ کُل کے لیے جو اس کی زبان پر کہے گئے۔ اور اس دعا کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں اُنہما دعا ہے اور دوسرے میں لا اِغتراباً و لا اِغتراباً یعنی بے غم و بے غم کے لیے دعا ہے دوسرے دنیا کے مستقل ہیں۔ اور دوسرے قیامت کے گواہ لا اِغتراباً و لا اِغتراباً کہہ کر بتا دیا کہ پہلے دعا کا مطلب یہی ہے کہ دنیا میں ذلیل اور ضعیف نہ ہوں بلکہ قدرتِ اعلیٰ کے ساتھ منصور و مغفّر ہوں۔ اور دوسرے بقدرِ مہیسی اور عارضات کے کہ صاف الفاظ میں ناخوشی اور غم کا ذکر کیا

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک امر کا وعدہ ہو تو پھر اس کے لئے دعا کی کیا حاجت ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کو نصرت وغیرہ کے متعلق ہوں ان کا تعلق اعلیٰ سے ہوتا ہے۔ یہ خاص انسانوں سے پس اگر اعلیٰ معاملہ ہو تو یقیناً کوئی بدچلیاں و مدیان میں روک کر جو جائیں تو ان وعدوں کا ایسا بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے مومن کی دعا کو باب کے پیداکر سوسن معادن ہوتی ہے جن پر اس نصرت کا آنا لازم ہے اور ان اسباب کو پیداکر سوسن سے روکنی ہو جو اس لئے نکلا وٹ کا موجب ہو سکتے ہیں۔

۵۹۲ بعضیوں میں بعض سے پاتو پر مراد ہے کہ تم سب ایک ہی اصل سے جو مرد سے عورت اور عورت سے مرد پیدا ہوتا ہے۔

اور یا یہ مراد ہے کہ تم مرد اور عورتیں سب ایک ہی سیرت اور ایک ہی خلق پر ہو جیسے حدیث میں آیا: رسولنا اهل البيت منا
بہر اهل بیت میں سے یعنی ہم سب خلق اور سیرت سے ایک اور ایک حدیث میں آیا: من غشنا فلس منا عہرے کٹ

کہے وہ ہم کو جس سے نہیں با اتحاد و اور اتصال اسلامی کا ذکر کیا کہ جو تہرب الہی جو معنی تہرب سے تعلقات بجا لگتے ہیں

سورة نطق و کائنات بھی ایک وعار کا تھا۔ اوسہاں بھی وعار خاتمہ ہے۔ مگر یہاں ساتھ قبولیت دعا کی بھی بشارت

وہی کہ جس نے دعا گو نہیں سکھائی، یہ ضائع نہیں جائے گی، بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ اور وہ

قلبت کا جواب چہ نہیں، کہ اس عار و ناگاہی کہ میں تیرے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ مرد ہو یا عورت ضائع

نہیں کہ وہ ایک مضامین کے ۲۰ کلمات اور کچھ ایک لکچر کے ۱۰ لفظوں کے لئے دو مطالبہ اس کو دیا جائے گا۔ یہ قبولیت دعا ہے کہ کام کر کے تو اس

انگلیزوں نے ان کو قتل کیا۔ ان کے ساتھ انیسویں صدی کے آخر میں

دین اور دنیا میں
کامیابی کی قیادت

وہ کیا ہے، ادا کی گئی

دعا کی باتوں کی ضرورت

لَا تَقْرَنَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا تُدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

میں مزدان کی بغیر کو ان سے دور کر دیا اور اس مزدان کو باغوں میں داخل کر دیا جن کے نیچے نہریں

الْأَنْهَارُ تُؤَابِلُ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَ حُسْنِ التَّوَابِ

بہت ہیں یہ انہی طرف سے بہتی ہیں اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے ۴۴۲

بعض تو قبولیت دعا کے ہی منکر ہو گئے بعض افراط کی طرف چلے گئے معنی دعا کی طرف جھکے تو اسباب سے کام لینے کی طرف توجہ نہ کی۔ تفسیر قرآن کی تعلیم دیتی ہے

سیدۃ الرحمة

۵۱۳ سیدنا انکر سیدنا سیدنا کی حج جو وہ سیدنا قبیضہ فعل بھی کہتے ہیں جو نبی کے مقابل ہو کر حسنة اور سیدۃ دونوں کا استعمال ایک اور معنی میں بھی ہوتا ہے یعنی وہ چیزیں کو طبیعت پسند یا پسند کرتی ہو جیسے فرمایا ان قسم کے حسنة تسوہم وان تصبکھم حسنة یعنی ہاں آؤں (آل عمران ۱۱۹) یہاں ہی ذہب السیدنا عقی (صدقہ ۱۱۰) میں بھی سیات سے کا لیف جمائی مراد ہے لیکر ۵۱۴

وہ عمل جو کامیابی دیتی ہے

پچھلے حصہ سے اس فرمایا تھا کہ عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔ اب اس عمل کی کچھ تفصیل فرمائی ہے پہلا کام ان لوگوں نے کیا وہ جہاد تھا۔ چونکہ وطن سے نکلے جانے کا ذکر بعد میں آتا ہے اس لئے یہاں مراد صرف تہذیب و تمدن کا دفاع ہے جس کے بعد کوسے گھر والے سے نکلے گئے اور مضائقہ الہی کو انہوں نے اس قدر مقدم کیا کہ وطن کی پروا بھی نہیں کی۔ پھر گھروں سے نکال دینے کے بعد بھی خدا کی راہ میں ان کو ایذا پہنچائی گئی اور ذاتی سببی میں وہ ایذا میں مراد ہیں جو بعد ہجرت کے ان کو برداشت کرنی پڑی۔ اور ان ایذاؤں کی انتہا یہ ہوئی کہ ان کے اور پرچہ پھانی کی گئی تھی تاکہ ان کے ساتھ ان کو ناپو کیا جائے اس لئے ان کو بھی بالمقابل جنگ کرنی پڑی جس کا ذکر لفظ قتلا میں آیا ہے۔ پھر ان جنگوں کے اعلان میں سے لوگ مارے بھی جاتے ہیں اس لئے وہ قتل و ختم کیا۔ گو سارے مذہب سے جاٹیں مگر ایک قوم نے جب اپنے سرشار کی راہ میں ویدیتے تو جتنے بھی دیر سے نہیں کسی کو کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنے سر کرنا دیتے یہ وہ عمل ہیں جن پر خدا کی طرف سے اجر ملتا ہے

مومنوں سے وعدہ

یہ تو ان کے عمل ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان اعمال پر کیا وعدہ ہو اول یہ کہ میں ان کی تعظیموں کو ضرر ان سے دور کر دوں گا۔ یہاں سیدنا سے مراد وہی تعظیمیں معلوم ہوتی ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا گو لفظ یا اعتدایا کیا جو جس میں ہیں اور گناہوں کو دور کر کے ایک پاکیزہ زندگی عطا کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور دوسرا وعدہ قبولیت دعا پر یہی کہ ان کو جنت میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور یہ وعدہ گواہ خودی زندگی کے شعلے ہو مگر ہر ایک وعدہ کا پھر نہ چکے رنگ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس دنیا میں بھی دکھا دیا جو اسے جس طرح سیدنا کے دور کیا جائے میں دونوں طرف اشارہ ہو قرین قیاس ہو کہ جنت آخرت کے وعدہ میں اشارہ کا کیا ہی اور وعدہ جنتی کی طرف بھی ہو۔ اور الفاظ قرآنی اس ونوی وعدہ پر جو صفائی سے صادق بھی ہوتے ہیں کچھ مسلم کی ایک حدیث میں صاف طویل و جلد جس کی جگہ حدیث میں لفظ لیں اور فرات حیران اور حیران کو انہماز الجنتہ قرار دیا ہو پس آخری جنت کے وعدہ کے ساتھ اس دنیا میں بھی فتوحات کا وعدہ معنی ہو جو وہ لفظ تو ایک لائے میں دونوں وعدوں کی طرف اشارہ ہے۔ یہی قابل غور امر ہو کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے کس قدر امور کو گناہوں سے پاک کرنے کیلئے ضروری قرار دیا ہے

جنت کی بات کرنا

١٩٩ لَا يَغْنَمُكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۚ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ

جو کاہیں ان کا ملکوں میں تصرف تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے ۵۹۴ قوڑا سا سامان ہے پھر

۱۹۴ مَا وَدَّعْتَهُمْ وَبَشِّرِ الْهَادِكِلَکِنَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا

انکا ٹھکانا دو بج ہزارا۔ وہ بہت ہی مگر مگر لیکن جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا ان کیلئے باغ ہیں جن میں بیجی نہریں

الْأَمْثَرُ خُلَيْدِ بْنِ قَبْطَالَةَ الْأَمِّنَ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ ۝

بستی میں انہی میں رہینگے۔ اللہ کی طرف سے ہمارے لیے

ایک عیسائی پرچم کو لئے پھرتے ہیں کہ اس سے ساری دنیا گناہوں سے پاک ہوگئی مگر یہاں ایک ایک مسلمان عیسائی کے شیعہ کے معصیت اٹھاتا ہو، منہیات کو ترک نہ کرتا ہو، وطن کو چھوڑتا ہو، ایذا دیا جاتا ہو، تلوار سے اس کی جان لینے کی کوشش کی جاتی ہو، اسی طرح جو ایک کی حد تک دوسرا نہیں پہچانتا بلکہ دشمن کو کہا ہے خود صلیب کے شیعہ کا عتاب اٹھائی ضرور ہیں۔

۵۹۴ انقلاب قلب سے جو جس کے معنی ہیں ایک چیز کا ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا اور قلب کے معنی تصرف ہیں (وہ اور تعقل فی الأمور والبلاد کے معنی دتے ہیں تعقلت فیہا یعنی ان میں تصرف حاصل کیا دل)۔

تَقْلِبْ

صائیں گے۔

یہاں الذین کفروا سے مراد مفسرین نے غویانہ تشریحیں کر کے لیا جو اور پھر لوگوں میں ان کے تقلید سے مراد ان کی تہذیب و غیرہ کا ہونا یا یہی عیسویت الفاظ میں کفار قریش جی شال ہو سکتے ہیں گریہاں دو کراں کتاب کا ہر باب و بابچہ لکھنے کی آخری آیت میں انہی کا ذکر تھا و اذ قال اللہ یدعیان الذین اذوا الکتاب اب آگے بھی انہیں کا ذکر آتا جو وہ ان میں اہل الکتاب ہیں یومن باللہ بلکہ ساقی عبارت صاف بتا کر کہ یہاں کفار سے مراد اہل کتاب ہی ہیں کیونکہ کہتے ہیں ان کا وہوں کا ذکر کر کے پھر یہ کہہ کر تفسیر کیلئے یہ اجڑے بیوں شروع کیا جو وہ ان میں اہل الکتاب جہاں واقعہ بتا کر کہ انہی لوگوں کا ذکر ہے جن کو انہی والذین کفروا کا تھا یہودیوں کا تصرف تو وہ اس زمانہ میں تھانہ جدید میں ہو سکتا تھا کیونکہ قلت و کمکویت کی پیش گوئی ان کے لئے ہو چکی تھی جس میں ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہودیوں کا تصرف ہی۔ اور یہ آیت دیکھنے ایک پیشگوئی جو کہ کسی زمانہ میں تمام مالک ہیں ان لوگوں کا تصرف ہو جائے گا۔ اور یہ اس کے مطابق ہے جو دوسری جگہ فرمایا وہم من کل حادب یبشعلون (الانبیاء ۹۶) وہ ہر ایک جگہ مقام سے علی پریشی کی معنی تمام جگہاں خواہ بظاہر مکان و محل یا بظاہر مرتبہ ان کے تصرف میں آجائیں گے اور جب ان کے تصرفات عالم کا نقشہ کھینچا تو سوائے انہی ایک سنی بھی وہی کہ اسے مخاطب ان کا بلکہوں پر قابض اور تصرف ہو جانا تمام کو یہ دھوکہ دے کہ اس عظیم الشان تصرف کے سامنے اب اسلام نہیں ٹھہر سکتا۔ بلکہ یہ چند روضہ سامان ہو گا

۵۹۵۔ نزل۔ مَا تَعْلَمُ لَهَا قَالٍ مِنَ الزَّادِ (غ) یعنی وہ زاد و اسامان حوئے تہمان کیلئے تیار کیا جائے + نزل

یہاں جنات اور مردوں کو متعینوں کے لئے نازل کئے گئے جو وہاں کیلئے پہلا پیشکش جو تاہو میسول پر پہنچا ہو اگر جنات یعنی غیور بہشت ہی نازل یعنی ممالی کا پہلا پیشکش میں تو پھر اس نفاذ جو ملحق جا نہیں کچھ وہ ہیں۔ اس لئے بعض نے ان مسئلہ کا رخ عداۃ کا تمام باحیثیت یاد دیت لکھی تو راہو جاو اور یہ بھی ہو سکتا ہو کہ جنات کے وعدہ میں دو وعدے کا بعض میں ایک اس دنیا میں تو حیات کا وعدہ اور ایک آخرت کی جنت کا وعدہ اس لئے نازل میں عند اللہ میں

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَآتِلَ الْيَوْمَ خُشْعًا ۝۱۹۸

۱۹۸۔ اہل کتاب میں سے وہ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر جو قرآنی طرف آتا گیا اور اس پر جو انکی طرف آتا گیا ہے

لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ أُولَٰئِكَ لَمْ أَجْزِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۝

ساخو ما بڑی کرتے ہیں اللہ کی آیات سے چند ہونے کی قیمت نہیں بیچتے انہی کیلئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَاصْبِرُوا وَارْطَبُوا ۝۱۹۹

بیشک اللہ جلد حساب بیچنے والا ہے ۱۹۹۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہر دم بردہ اور متقابلیں بھگتو رکھو اور محنت کرو ۱۹۹

۱۹۹۔ الذکر کی طرف اشارہ کیا ہے وہاں عند اللہ خیر و برکات ہوں صبح الذکر کی طرف +

صبر و استقامت
و توفیق و مدد

۱۹۹۔ اس آیت میں اہل کتاب میں سے بعض کی زبان لائے کا ذکر ہو مفسرین نے عبد اللہ بن سلام اور اس کے ساتھیوں کی طرف جو یہودیوں سے تھے۔ یا چالیس اہل بخران کی طرف اور تیس اہل حبش اور آہل روم کی طرف جو عیسوی دین پر تھے اشارہ کیا ہے اور اس کے زیادہ شہرہ روایت یہ ہے کہ غزائی کی طرف اشارہ ہے جس کا غائبانہ خبرہ بھی یہی کہ یہ صلح نے اچھا لکھ کر دیا ہے لیکن بعض من اللہ بن اوقا الکتاب میں عیسائیوں کے آئندہ زمانے میں اسلام کے خلاف فتنہ پکڑی اور کاہنوں کے قلب فی اللہ میں عیسائیوں کے دنیا میں تصرف کی پیش گوئی ہے۔ اسی طرح اب یہ اشارت سنائی ہے کہ کوشہ حالت یکساں نہ رہی بلکہ اہل کتاب کا ایک حصہ آخر قرآن کریم پر ایمان لائے گا اور اس کی صداقت کو تسلیم کر لیا جائے اشارت قرآن کریم میں بہت جہیں ہیں نصاریٰ کے آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کی توقع دلائی گئی ہے جو چاہے جو قرآن الیقین اشہد الناس صداۃ للذین آمنوا الذین اٰلہود والذین اشترکوا بالحق والذین آمنوا الذین قالوا انما نضمری (الذین آمنوا) ۸۲۔ اس میں بھی اشارہ ہے کہ یہودیوں میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے گئے عیسائیوں میں سے بہت اسلام لائے گئے ہیں ان ساتھیں کے ساتھ اس آیت میں ان تمام لوگوں کو بھی شامل کر سکتے ہیں جو وقتاً فوقتاً خدا کے حقیقہ باطل کو ترک کر کے اسلام کی حلقہ پوشی اختیار کرتے رہیں۔ اور بالخصوص ان لوگوں کو جو ایک معقول تمدن میں اس زمانہ میں اسلام میں شامل ہوئے ہیں اور جو آئندہ شامل ہونگے +

مصابہ

۱۹۹۔ صابر و صابروا صبر سے معاصر ہونا ہے اس کے معنی کہ جس کی کوئی خواہشات سے مجاہدہ کرے اور صابرۃ میں مقابلہ پایا جائے اور اسان العربیں صبر سے معنی کہ ہیں انبتنا علی دینکما اپنے دین پر مضبوط رہو اور صابرۃ کے معنی کہ جس صابر و اعداؤ کا معنی اللہ کے لئے وقتوں کے ساتھ چلا میں ان سے بڑھ کر صبر رکھا تو ہر حال صبر میں تینوں قسم کا صبر شامل ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے یعنی صبر فی اللصیبة صبر علی الطاعة صبر علی المعصیۃ اور صبر سے مراد مقابلیں بھگتو رکھنا جو خواہ جس وجہ کے مقابلیں ہو یا دشمن کے مقابلیں +

و صبر و صباط

۱۹۹۔ صابر و صابروا صبر سے معاصر ہونا ہے اس کے معنی کہ جس کی کوئی خواہشات سے مجاہدہ کرے اور صابرۃ میں مقابلہ پایا جائے اور اسان العربیں صبر سے معنی کہ ہیں انبتنا علی دینکما اپنے دین پر مضبوط رہو اور صابرۃ کے معنی کہ جس صابر و اعداؤ کا معنی اللہ کے لئے وقتوں کے ساتھ چلا میں ان سے بڑھ کر صبر رکھا تو ہر حال صبر میں تینوں قسم کا صبر شامل ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے یعنی صبر فی اللصیبة صبر علی الطاعة صبر علی المعصیۃ اور صبر سے مراد مقابلیں بھگتو رکھنا جو خواہ جس وجہ کے مقابلیں ہو یا دشمن کے مقابلیں +

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

۱۰۸۸ شد کاتقوی اختیار کرد تا که تمام کامیاب بود ۱۵۹۴

بھی مروی ہے، یعنی ایک نازکے بعد دوسری نازک! انتظارِ مہمانِ العریض بھی دونوں سختی و دباؤ یا مراقبۃ کثیر یعنی ایک دشمن کی حد پر قابو رہنا۔ اور دوسرا ایک امر کی محافظت کرنا۔

یہاں فلاح کیلئے تین باتیں بتائی ہیں جسبے مصباحہ کے دباؤ ان تینوں الفاظ میں اگر ایک طرف نیکی پر قائم ہوئے اور باہم اچھا ملکر ملنے کی ہدایت ہو تو دوسری طرف بدی کے مقابلہ اور دشمن کے مقابل میں تیار رہنے کی ہدایت ہو۔ جسبے وہ جو کہ نیکی پر قائم ہو جائے اور جسبیت سے رُک جائے یا جو مشکلات اور مصائب تقاضا و قدس سے یا دشمن کی طرف سے پیش آئیں ان کو برداشت کرے اور انکے پیچھے ہمت کو نہ دے مصباحہ ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرنا یا اپنی خواہشات کے ساتھ جہاد کرنا۔ یا چوں اور قریبیوں اور برائیوں سے جو کدکشی آئیں ان کو برداشت کرنا۔ یا مصائب اور غیظوں کی برداشت میں اپنے دشمن سے وحیت لینا یا جو کدکشی کے مقابل میں اس سے بھکاری مصائب کو برداشت کرنے کے عادی بننا اور دباؤ سے مراد لازم اور شہادت پر مبنی نیکیوں کے کرنے پر پابندی سے رُکنے یا مصائب و مصائب کا ٹھانے میں دوام اور مضبوطی اختیار کی جانے اور دشمن کے مقابلہ کی ہر وقت تیار رہی اور ایک لمحہ بھی اس کی طرف غافل نہ ہونے سے مراد دل میں کسی بھی باتیں جو لوگ دین پر حملہ کرتے ہیں ان کے مقابل میں دلائل اور جواب سے اس طرح تیار رہنا ہے مگر انھوں کو کسمان اس قدر خلعت کی نیند سو رہیں کہ ایک اور حکومت و مملکت سے نکلے تھے۔ اب انکے مذہب پر حملہ پر حملہ کرنا لکڑیوں پر کتا ہیں نکل رہی ہیں اور دوتا ایک کو کھڑیوں کے اندر رکھیں بندے کہتے ہیں کچھ سہ ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا تیار کیا کیسی۔ یہاں تو ایسی خلعت اور نیند میں پڑے ہیں کہ موت قبول کرنے کو راضی ہیں مگر میرا دھونا نہیں چاہتے۔ انھوں نے کہہ کر اس جو شیاد را دو چس ہونے کی تیسرا قسم قوم کو دی تھی جیسی ہی قدر زیادہ خلعت میں یہ مبتلا ہو گئے۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جبکہ کہ اصولِ حقانی کو ٹکڑ ٹکڑ کر سں۔

[illegible]

چونکہ صبر اور صبارہ اور ریاضت صرف مصائب اور دشمن کا تقابل ہی مراد نہ اس لئے ہے تاکہ اس کو کمر سلطانی
صرف تقابل کر لینا ہی کافی نہیں۔ آخر بقیہ ہی اللہ کی طرف توجہ دلائی ہو۔ کیونکہ بغیر تقویٰ اختیار کئے اگر دشمن پر غالب
بھی آگئے تو اصل غرض زندگی کی پھر بھی حاصل نہ ہوئی وہ اصل غرض تقویٰ اللہ جس کی طرف بار بار مقرر تشریف توجہ
دلائی ہو۔ اور یہ پڑھیں بھی ہو یا نہ نہ کہ کبھی کہیں رسولی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حالت مقرر کرتے ہو جی تقویٰ اللہ کی نصیحت دینا
کرتے معاذ کو جسے آپ نے پہلے کہہ کر بھیجا تو اس کو دینا الفاظ نصیحت کی اپنی اللہ حقیقت اکتد و اتیم السیئة الحسنیۃ
تھما وہا فی الناس خلق حسن اذ اللہ کا تقویٰ کر جہاں نہیں تہم ہو اور دینی کا بھیجنا ہی کے ساتھ کہ وہ اس کو سزا دینی
اور لوگوں کے ساتھ اچھے خلق سے ملے آؤ۔

سُورَةُ النَّاسِ مَثَرُجٌ

النساء نام کی سورہ

نام۔ اس سورہ کا نام النساء ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے حقوق اور معاشرت اور خانہ دہی کے متعلق امور کا ذکر ہے۔ اس سے تعلق رکھتے ہیں جس قدر تفصیل کے ساتھ اس سورہ میں ان کا ذکر ہے۔ دوسری کئی سورہ میں ان کے حقوق و قرآن شریف میں جس قدر ان امور کو ضرورتی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور جس قدر عورتوں کے حقوق پر زور دیا ہے دیگر کسی کتاب میں اس کا عشر فیہ بھی نہیں۔ اس سورہ میں ۴۴ آیات ہیں۔

خلاصہ معنوں

خلاصہ معنوں۔ اس سورہ کا خلاصہ معنوں تین حصے ہیں۔ پہلا عورتوں کے حقوق اور عورتوں کے حقوق ادا کرنے سے تعلقات۔ مثنویں بیرونی۔ ان تینوں مضامین کے باہمی ربط کی کئی کئی سورہت کے مضمون کے آخری حصہ و ملحق ہیں جہاں جنگ کا ذکر تھا۔ جنگ کا حصہ جو ہے۔ جسے امر پیدا ہونے سے پہلے کہ اول بہت سے مسلمان مار گئے اور اس طرح بہت سے زمین پر اور یہ وہ زمینیں رہ گئیں اس لئے بتائی اور عورتوں کے حقوق پر بحث آئی۔ دوسرا جنگ کا حصہ منافع الگ ہونے اور دوسری کچھ ذکر ان کا آیا تھا یہاں زیادہ تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے جو ہم اس جنگ نے بیرونی کی چھی ہوئی خواہش اور ان کی مملکت ملی کو ظاہر کر دیا۔ اسی لئے سورہ قائل عمران کے آخری حصہ میں ان کا ذکر کیا تھا۔ اس سورہ میں ان کی فتنہ پرانہ رویوں کا کسی قدر کھل کر ذکر کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ پہلے بھی راستہ انہوں سے اسی طرح شرارتیں کھینچ رہی تھیں۔ اسی اثنا میں حضرت یحییٰ کے ساتھ جو انہوں نے کیا اس کا ذکر کیا ہے اور پھر بالآخر ان کے خلاف پر یہی باتوں کے خلاف کا ذکر کیا ہے۔

زیادہ تفصیل کیلئے رکوع وار خلاصہ معنوں دیا جاتا ہے۔ پہلے رکوع میں بتائی کے حقوق اور دلیل کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے۔ دوسری اثنا میں عورتوں کے حقوق کی طرف بھی کچھ توجہ دلائی ہے کیونکہ ان کے کمزور اور ضعیف ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق بھی بتائی کی طرح ہاؤں تلے رونے سے جانتے تھے۔ دوسرے رکوع میں حقوق وراثت پر تفصیل دیا ہے اور اولاد والدین۔ میاں بی بی۔ بھائی بھندری کے لئے حصے مقرر کئے۔ تیسرے رکوع میں یہ بیان فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے۔ چوتھے رکوع میں ان عورتوں کا ذکر فرمایا جن کے ساتھ طلاق کرنا جائز ہے۔ پانچویں رکوع میں کچھ عام اصول بیان فرمایا کہ ایک دوسرے کے اموال کو ناقص نہ کیا جائے اور عورتوں اور بچوں کے مال کو کھاجا تھے۔ فرمایا کہ عورتوں کے اپنے مال پر ہی حقوق ہیں جو مردوں کے اپنے مال پر ہیں۔ چھٹے رکوع میں میاں بی بی کے اختلاف کی صورت کا ذکر کر کے احسان کی تعلیم دی کہ اس سے روکا۔ اتفاق کی طرف توجہ دلائی اور رسول کی نافرمانی سے ڈرایا۔ ساتویں رکوع میں اہل غرض کی طرف توجہ دلائی یعنی تزکیہ نفس۔ اور چونکہ نازک چیزیں نفس کا سب سے بڑا وسیعہ اس لئے نازا اور عواذ و تہذیب کے متعلق کچھ امور بیان فرمائے۔ بیرونی جن ناما کیوں میں بتلا ہو گئے تھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مرتجعیت و مثنوی ذات الہی سے دور پھینکے گئے اور ان سے ڈرایا۔ اور شرک کا خوفناک نتائج سے بچنے کیلئے ہدایت فرمائی تاکہ ان میں بتایا کہ یہودی کسی طرح خدا کے احکام سے انحراف کے شیطانی کے پیچھے لگ گئے۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ اپنے معاملات کو نا اہلوں کے سپرد نہ کرے۔ اور اللہ اور رسول اور اولوالعمر کی اطاعت کرے۔ اور اولوالعمر سے اختلاف ہو تو پھر اللہ اور رسول کے حکم پر عمل کرے۔ نویں رکوع میں یہ بتایا کہ وہ لوگ جو رسول کے فیصلہ کی طرف نہیں گئے اور رسول اللہ کی اطاعت نہیں کرتے منافق ہیں۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نظام

وَسَبْعُونَ أَلْفَ عَشْرَ مِائَةً

پاتے ہیں۔ اور ان کو بیرونی اور صدیقیوں اور شہداء اور صالحین کی حیات عطا ہوتی ہے۔ دوسری رکوع میں یہ بیان فرمایا کہ حفاظت کیلئے جنگ کی ضرورت ہے۔ مگر سناقتی اپنے آرام اور آسائش کو بد نظر کھلکھج میں شامل نہیں ہوتے۔ حالانکہ بہت سے کزور مرد اور عورتیں اس بچے کے گھر کے باغ سے ڈھک اٹھا رہی ہیں۔ گیارہویں رکوع میں بیان فرمایا کہ سناقتی بہت سے بچے کے لئے جنگ سے مل جاتے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شورشے کرتے ہیں اور مسلمانوں میں گھبراہٹ پھیلانا چاہتے ہیں اور فرمایا کہ نبی تو کیا بھی جنگ کے لئے مکلف ہو۔ اور اللہ تعالیٰ آخر اس جنگ کو روک دے گا۔ گیارہویں رکوع میں بتایا کہ منافقوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ تیرہویں رکوع میں مومن کو قتل کیے کی ہزایا بیان فرمائی۔ اور مومنوں کو ہدایت کی کہ ہر ایک شخص کو اپنا دشمن نہ سمجھ لیا کریں۔ اہل خدا کی راہ میں جاد کی ضرورت بیشک ہے۔ اور عباد کا مرتبہ بھیہ بہتے والے سے بہت بڑھ کر ہے۔ چودھویں رکوع میں اہل کزوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیکس جوت نہیں کہتے تھے۔ پسند ہو جس رکوع میں بتایا کہ کوجنگ و درپیش آگئی ہے۔ مگر ناز و جل و خض ہی اسے کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہئے۔ اور حالات جنگ میں بھی ناز و جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔ سو گیسوں اور سترہویں رکوع میں منافقوں کے خفیہ مشرکوں کا ذکر کیا۔ اٹھارہویں رکوع میں شرک کے ہر ایک پہلو سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ انیسویں رکوع میں پھر بتائی اور درویش کے ساتھ نیک سلوک کی ہدایت کی۔ بیسویں میں بتایا کہ اپنا باغیہ ہر ایک کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو۔ اور بتایا کہ جو ایمان لا کر پھر کا ذوق ہو جاتے ہیں۔ یعنی منافق وہ مرتبہ نہیں ہوئے۔ اکیسویں رکوع میں منافقوں کی نرس کا ذکر کیا۔ بائیسویں میں یہودیوں کی غلطیوں اور شرارتوں کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ اس طرح ہمارے نے ایک پاکہ اس صورت میں ہر بہتان باندھے۔ اور اس کے پیچھے بیچ رسول اللہ کو صلیب کی نرس دلا کر ملعون ثابت کرنا چاہا۔ مگر خدا نے اس پر گزیدہ انسان کو صلیب کی موت سے بچا یا اور اپنے قرب کے مراتب عطا فرما کر پھر ان کی دوسری شرارتوں کا ذکر کیا۔ تیسویں رکوع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی طرف توجہ دلائی اور اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہمیشہ اپنے نبیوں سے ایک ہی طرح کلام کرتا رہا ہے۔ اور جس طرح اس نے پہلوں سے کلام کیا ان کو اپنی رضا کی راہوں پر چھوڑ دیا۔ اسی طرح اب اس نے اپنی رضا کی راہیں محمد رسول اللہ کے ذریعے سے کھل دی ہیں اور اہل کتاب کو بتایا کہ اگر ایک طرف یہودی سچ کو دیکھ دینے کی وجہ سے قابل الزام ٹھہرے تو دوسری طرف عیسائیوں سے بھی غلو کر کے ایک انسان کو خدا بنالیا۔ چوبیسویں رکوع میں بتایا کہ صحیح خدا کا ایک بندہ ہو اور اسی میں اس کی شان ہو۔ اور آخر سورت کا خاتمہ پھر دو رات کے ایک مشکہ پر کیا جس میں یہ بتانا مقصود تھا۔ کتاب نبوت کی وراثت بنی اسرائیل سے مل کر بنی اسرائیل کو بھی ہو۔

تعلق سورۃ بقرہ اور آل عمران میں اصل غرض اس بات کا بتانا تھا کہ مسلمان اس طرح پر ایک کا سیاب اور نہ غلو بن سکتے ہیں۔ اس کے بعد اندرونی معاملات قومی پہچانیت ضروری تھیں اور جو نکر قوم کی زندگی کی بنیاد و میاں بننے کے معاملات تھے۔ پھر اسلئے ترتیب قرآنی میں پہلی دو فوں سورقوں کے بعد اسی بات کی ضرورت تھی جس کا ذکر اس سورت میں یعنی النساء میں پایا جاتا ہے۔ معاشرت کے صحیح اصول کو جو پایہ قوم کی زندگی میں حاصل ہے غلو اس کے کو خود اخصات عالم اس کی شہادت دیتے ہیں کیونکہ قوم کے دوین نظام میں گھر منزل ایک کافی کے ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے جو ہے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنا لاسے

بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی طرف توجہ دلائی جو جب فرمایا خیر کم خیر کہ لہلہ لویا بتا دیا کہ انھوں نے انسانی جو انسان کے مختلف تعلقات میں ظور پڑی ہوئے ہیں۔ ان کا معیار گھر کے تعلقات یعنی بی بی سے سلوک ہے اور ان کی ابتدا گھر سے ہوتی ہے۔

ایک اور رنگ میں اس سورت کا ربط پہلی سورت سے اس سے ظاہر ہو کر پہلی سورت کے آخری حصہ میں جنگ اُحد کے واقعات کا ذکر تھا۔ اور اس سورت میں اپنی امور کا ذکر ہے جو جنگ اُحد سے پیدا ہوئے جیسا کہ خلاصہ فقہان سورت نہا کی ابتدا میں دیکھا گیا ہو پس ملحق ترتیب یہی تھی کہ سورت النساء سورت آل عمران کے بعد بھی جاتی ہے۔

زمانہ نزول - جیسا کہ اوپر کے نوٹوں سے ظاہر ہو۔ اس سورت کا نزول جنگ اُحد کے بعد کا ہوا اور بیشتر حصہ کا نزول چوتھے سال ہجرت میں ہوا لیکن خاص خاص آیات کا نزول دیکھنے کا بھی معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ نزول

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت موجود ہے کہ سورة النساء اس وقت نازل ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تھیں پس اس کے مدنی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ ایک آیت کے متعلق البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کی ہو یعنی ان اللہ یا مہم کہ ان تودوا الامانات الی اہلہا۔ اس آیت کا شان نزول واقعہ فسطاح کہہ ہے یعنی فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عثمان کو خاند کعبہ کی کھجی دینا جس کے قبضہ میں پہلے سے یہ کھجی چلی آتی تھی لیکن اس معاملے میں بھی یعنی اگر اس آیت کو فتح مکہ کے وقت کا نازل شدہ مانا جائے یہ آیت کی نہیں کہلانے کی کیہ نہ کہ اصطلاح میں جو کچھ بعد ہجرت نازل ہوا وہ سب مدنی ہو۔ خواہ وہ مکہ میں ہی نازل ہوا ہو۔ اصل تقسیم قبل ہجرت اور بعد ہجرت کی جو کیہ نہ کہ ان دونوں زمانوں کی نازل شدہ وحی میں ایک تین فرق معلوم ہوتا ہے قبل ہجرت نفاذ تراحدی تعلیم پر یعنی توحید رسالت معاد وغیرہ پر بحث اور بعد ہجرت تفصیلات شریعت پر زیادہ زور ہے کہ یہ تفصیلات شریعت کی ہزار ہرت بعد ہجرت پیش آتی جب مسلمان ایک قوم کے رنگ میں آگے ہو کر پہنچے۔ اس پر یہ صحیح ہے کہ عواما لہذا سورتوں کا نزول ایک پہلے زمانہ پر عموماً ہے اور یہ بات مدنی سورتوں کے متعلق بالخصوص صحیح ہے کہ یہ تفصیلات شریعت وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں۔ اور یہ باطل قرین قیاس ہے کہ جس طرح مثلاً سورۃ بقرہ میں چھپے دوسرے سال ہجرت کی سورت سے بعض آیات بہت پہلے زمانہ کی ہیں جیسے آیت ربا۔ اسی طرح اس سورت میں بھی بعض آیات بہت پہلے زمانہ کی ہوں۔ اور سورۃ احزاب کی بعض آیات کو جبریل صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام کا ذکر ہے اس سورت کی آیت تقدوا ذوالج کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت تقدوا ذوالج پہلے زمانہ کی ہو۔ یعنی غائبانہ کس کے قریب زمانہ کی ہو اس پر تفصیل بحث دوسری جگہ آئے گی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

نَج
یہودی کا اسی

اسے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا ۵۹۸

نفس

۵۹۸ نفس۔ اس کے معنی بھی کہے ہیں۔ روح جیسے آخر جو انفسکم (الافعال ۹۴) اور نفس نامیہ یا وہ چیز جو انسان کو حیوانات سے تمیز کرتی ہو مآیختہ بہ التعلیل (الاسکندریہ) اس کی مثال دی ہو اللہ بقولہ انفس حین موتہا (الافعال ۹۴) اور بعض نے دج اور نفس میں یہ فرق کیا ہو کہ روح وہ چیز جس سے زندگی ہو اور نفس وہ چیز جس کو عقل ہو اور نہ روح کا قول ہو کہ ہر انسان کے دو نفس ہیں یعنی حیات اور قیہ اور قیہ میں ہی موزن الذکر نفس نفس کیا جاتا ہو اور نفس سے مراد سارا انسان بھی لیا جاتا ہو جیسے ان تعقل نفس یحسبہا فی (الافعال ۹۴) اور کسی چیز کا نفس اس کی ذات ہو۔ اور کسی چیز کے معن اور اس کے جوہر اور اس کی کثرت کو بھی نفس کہتے ہیں (د)۔

نفس واحدہ سے مراد

نفس واحدہ سے کیا مراد ہو عموماً یہاں اس سے حضرت آدم ابو البشر کو مراد لیا گیا ہو۔ مگر وہ بری جگہاں بھی فقط استعمال ہوتے ہیں ہو الذی خلقکم من نفس واحدہ وخلق ہنوز وجہ المسکت لہا (الافعال ۹۴) نفس کا ذکر نہیں بلکہ نفس کا ذکر کیا ہو دث، اور امام رازی نے فقال سے ای کی مثل قول نقل کیا ہو ہذا لا القصة علی تخیل ضلیہ للخلیقہ ہر انسان کو خطاب ہو کہ اسے ایک ہی انسان سے یعنی اس کے والد سے پیدا کیا ہو وہ و مرزا قول یہ ہو کہ ہاں ضلیہ ال عکس ہو اور مراد صرف ان کا مورث اعلیٰ ہو جس سے وہی دو معنی یہاں بھی لے جاسکتے ہیں۔ اور یہ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم بھی ہو سکتے ہیں کسی ایک قوم کا مورث اعلیٰ بھی ہو سکتا ہو اور مثل کے طور پر شخص بھی مراد ہو سکتا ہو یہاں ہو کہ حقوق انسانی کی طرف بالخصوص توجہ دلائی تھی اور اس میں بالخصوص ذکر وہوں یعنی تین تالیف اور عروق کے حقوق کی طرف اشارے فرمایا اس نے کہ تم کو ایک نفس یا ایک ہی جی سے پیدا کیا گیا ہو تم سب ایک ہی کنبہ کے لوگ ہو پس تم سب کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ سب انسانوں کو ایک ہی جی سے پیدا کیا۔ یہ بڑی بھاری صداقت ہو۔ اور اس میں مثل انسانی کے اتحاد کی بنیاد ہو۔ یہ دیکھنے پر موجودہ ہریت کی رو کے نیچے یہ بھی خیال کر لیا ہو کہ ایک ماں باپ سے سب انسان پیدا نہیں ہوتے کیونکہ نقطہ خالق غرض قدوس قدرت رنگت کے فرق بہت زیادہ ہیں۔ ایک یورپ کا آدمی جو اکتی ہی مدت میں دنیا میں رہا ہو اور گوتھی بھی سیاہی اس کی رنگت پڑ جائے مگر وہ پورا حبشی بھی نہیں بن سکتا۔ اور نہ ایک حبشی یورپ میں رہ کر یورپین کی سفیدی اور خطہ و حال حاصل کر سکتا ہو۔ مگر تعجب ہو کہ وہ لوگ جو ہندوستان کو متحدہ الاصل مان سکتے ہیں۔ ایک یورپین انسان اور حبشی انسان کو متحدہ الاصل نہیں مان سکتے۔ اور اس طرح پر نسل انسانی میں ایک تفریق قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ سب نسل انسانی کے حقوق مساوی نہ دیکھ جائیں۔ جیسا کہ نسل انسانی کا اتحاد قائم ہے اس وقت تک تفریقات قومیت نہیں نکلیں اور جو کہ اسلام کا مقصد یہ تھا کہ سب نسل انسانی ایک ہو جائے اور سب تفریقات قومیت جائیں اس لئے اس حقیقت کی طرف بھی اس نے توجہ دلائی ہو۔

نسل انسانی کا جو اصل
ہو اس کے انسانی
بنیاد ہو۔

آدم سے پہلی نسل
کا وجود

ان قرآن کی کہنے پہل کی طرح یہ نہیں کہا کہ نسل انسانی چھ ہزار سال سے ہو۔ اور نہ ہی اسات کو منوایا ہو کہ حضرت آدم جن کا ذکر دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہو سب سے پہلے شرعے۔ بلکہ بعض روایات سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ اور بھی آدم جو سے ہیں اور ابتدا نسل انسانی کی کب سے۔ یہ کوئی خاص نہیں بتا سکتا چنانچہ امامیہ کی روایات میں ایک روایت ہو ان اللہ تعالیٰ خلق قبل ایبنا۔ آدم ثلثین آدم مبین کل آدم و آدم الف سنۃ وان الدنیا حقبت خیرا باعدہم خمسون الف سنۃ ثم عثرت خمسون الف سنۃ ثم خلق ایبنا آدم علیہ السلام (در معنی اللہ تعالیٰ نے ہمارے

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنَسَاءً ۚ

اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت مرد

اور عورتیں پیدا کیں ۵۹۹

باب آدم سے پہلے تیس آدم پیدا کئے تھے ایک آدم اور آدم کے درمیان ایک ہزار سال گزرے اور ان کے بعد نبی اکیس سال ویران رہی پھر چالیس ہزار سال تک آباد ہوئی پھر ہمارے جدِ محمد آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور محمد بن علی الباقو سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا اِذَا قَدْ انْقَضَى قَبْلُ آدَمَ الَّذِي هُوَ ابْنُ أَلْفِ أَلْفِ آدَمَ (اور کثیر عدد) اس آدم کے پہلے جو ہمارے باپ ہیں لاکھ آدم یا اس سے بھی زیادہ پیدا ہوئے۔ اور شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے کہ ہمارے آدم چالیس ہزار سال پہلے ایک آدم تھے اور خاصہ میں نام صادق سے روایت ہے ان اللہ تعالیٰ انشی عظم العالم کل عالم منهم اکبر من سبع سموات وصیدم ارضین (د) یعنی اللہ تعالیٰ کے بارہ ہزار عالم ہیں ان میں سے ہر ایک عالم سات آسمانوں اور سات زمینوں سے بڑا ہے۔

اور آدم سے پہلے

۵۹۹ الفاظ خلق منہا زوجہا میں یہ اشارہ سمجھا گیا ہے کہ آدم سے اس کے جوڑے یعنی حوا کو پیدا کیا اور یہ اس طرح ہوا کہ آدم کی ایک بلی کال کراس سے روانہ کی گئی۔ مگر قرآن کریم نے ایسے ہی الفاظ دوسری جگہ استعمال کئے ہیں وہ من ایتھ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمة (الروم ۲۱) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ تمہاری نفسوں سے تمہارے لئے بیبیاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے شکیں حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت و رحم بنایا اور دوسری جگہ یہ ہے واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً (الفصل ۲۱) اب یہاں تمام انسانوں کو یہ کہا ہے کہ تمہاری بیبیاں تمہارے نفسوں سے پیدا کیں۔ حالانکہ میرا دماغ یہ کہ تمہاری پسلیوں سے پیدا کیں پس مرد سے عورت کے پیدا کرنے کا نشانہ بھی دو قرآن کریم نے بیان فرمایا یعنی یہ کہ تم ایک مرد سے سے شکیں حاصل کرتے ہو اور تم میں محبت و م باہم پس قدر ہے کہ گو یا مرد اور عورت دونوں ایک ہی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی ایک جگہ من انفسکم اور دوسری جگہ منہا کا استعمال باطل و درست ہے کیونکہ مرد اور عورت کا اس قدر کرا متصق ہو کہ گو یا عورت مرد سے ہی بنی ہو یا خلق، نہاد وجہا سے مراد یہ ہے کہ جس ایک جی سے اسے مرد و عورت کو پیدا کیا اسی سے جنمادی ازواج کو پیدا کیا پس تم مرد اور عورت کے درمیان کئی اس قسم کا تفرقہ نہ کرو کہ ایک کو گو یا حقوق انسانیت حاصل ہیں اور دوسرے کو نہیں۔ انسان بننے میں عورتیں تمہارے ساتھ یکساں حقوق رکھتی ہیں کہ جہاں سے مرد پیدا ہوا وہیں سے عورت پیدا ہوئی۔ ہر رنگ میں یہ الفاظ عورت کو ایک نہایت ہی جگہ کا مقام دیتے ہیں۔

عورت پہلی اور پہلے

ادبیہ جو خیال ہے کہ حدیث سے احادیث آدم کی پہلی سے پیدا ہونے ثابت ہے یہ صحیح نہیں پہلی سے پیدا کرنے کا ذکر بیشک بائبل میں پایا جاتا ہے جہاں لکھا ہے آدم پر ایک ہماری خندہ بھی کہ وہ سو گیا اور اس نے اسکی پسلیوں میں سے ایک پہلی نکلی اور اس کے بے گوشت بھرو یا اور خداوند خدا اس پہلی سے جو اس نے آدم سے نکالی تھی۔ عورت بنا آدم کے پاس لا ۱۱۔ پیدائش ۲: ۲۱، ۲۲، مگر کسی حدیث میں یہ نہیں آجس حدیث سے یہ نکالا جاتا ہے وہ دو طرح پختاری میں کتاب، مشکح میں آئی ہے، ایک جگہ ہو للمراۃ کا فیصلہ باب اللہ انما عورت پہلی کی طرح، اور دوسری جگہ وہ امتصو بالکساء وخیرا فانہن خلیفن من خلیفہ (باب الوہ آقا یا لکساء) عروق کے قریب بھلانی کی نصیحت قبول کر کے کہ وہ پہلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ وہ دونوں حدیثوں میں حضرت حوا کے حضرت آدم سے پیدا ہونے کا ذکر خلق نہیں بلکہ عوا طود پر تمام عورتوں کا ذکر ہے۔ جس میں حدیث کی ایک روایت دوسری کی خود شیخ نے لکھی ہے خلقن من ضلع منہ امرادی۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ

اور اللہ کے جگے

المراۃ کا فیصلہ ہے اس کو صاف کر دیا کیونکہ نگارہ کو کورتیں پہلی سے تو پیدا نہیں ہوتیں پس مراد وہی ہے جو دوسری حدیث میں بیان کر دی کہ وہ پہلی کی طرح ہیں یعنی ان میں اعجاب ہو۔ ایسی مثالیں خود قرآن شریف میں ہیں خلق الانسان من عجل (الانبیاء ۳۷) مطلب یہ کہ اس میں جلد بازی پائی جاتی ہے واللہ الذی خلقکم من ضعف (الرحم ۳۰) یعنی تم میں ضعف پایا جاتا ہے۔

انسان اول کی پیش

انسان اول کی پیدائش کس طرح ہوئی کوئی فلسفہ اس کو کھول نہیں سکتا۔ قرآن کریم کی غرض بھی جو نہ کہ یہ بتانی کہ انسان کی ابتدا سے پیدائش کا ذکر کوئے بلکہ اس کی غرض صرف یہ بتانا ہو کہ انسان کیا کمالات حاصل کر سکتا ہے اس لئے زمین و آسمان کس طرح پیدا ہوئے مادہ کس طرح پیدا ہوا۔ روح کس طرح پیدا ہوئی جیسا کہ کس طرح پیدا ہوئے وراثت کس طرح پیدا ہوئے انسان کس طرح پیدا ہوئے ان سوالوں کو یہ پاک کتاب نہیں چھیڑتی اور کس طرح کا جواب بھی انسان اپنے ان فنی کے ساتھ دے سکتا ہے بلکہ دے سکتا تو ایک طرف رہا سمجھ بھی نہیں سکتا خواہ ہم سلسلہ تفقا کے ہیں اور خواہ عام طور پر مسلمانوں میں خیال پایا جاتا ہو اس کے لئے اس اور خواہ پر بعض دوسرے مذہب پیش کرتے ہیں کہ لے لیں۔ انسان اول کی پیدائش کسی عجیب رنگ میں ہی ہوئی جو دنیا کے سب سے اعلیٰ قوانین قدرت سے الگ کوئی قانون جو خود قرآن کریم نے مبدا فی بعدل میں بیان اور عود کے دو قانونوں کا ذکر کیا ہے پس انسان اول کی پیدائش کیلئے کوئی الگ حالات کے پہلی عورت بھی انہی حالات کے تحت پیدا ہوتی ہوگی۔

عورت میں اعجاب کا مطلب

سوال یہ ہو سکتا ہے کہ عورت میں کیا فیض چاہن پایا جاتا ہے۔ فیضان سے مراد یہاں ایک طرف کامیلاں پر تیا یہ ایک طرف میلان عورت میں مرد سے بڑھ سکتا ہے ۹ درجات مجبور کرتے ہیں کہ اس کا جواب ہم اثبات میں دیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قسم کی صفات دنیا میں کام کر رہی ہیں ایک نرمی کی صفت اور دوسری صفت خشونت۔ نرمی کی صفت میں اثر پذیر بری زیادہ ہے اور صفت خشونت میں اثر ڈانسا زیادہ ہے اب قدرت نے مرد و عورت کے ملاپ کے لئے اور ایک کو دوسرے کا زوج بنانے کیلئے یہ تقسیم کی جو کہ نرمی کی صفت کو عورت میں زیادہ رکھا ہے اور صفت خشونت کو مرد میں زیادہ رکھا ہے۔ اسی لئے مرد و عورت کا تعلق ایک دوسرے کی تسکین قلبی کا موجب ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک میں جکلی ہو وہ دوسرے کے نقص کو پورا کرتا ہے۔ صفت خشونت کا تقاضا یہ ہے کہ اس صفت کا ملک ہر قسم کی غیالغلوں وغیرہ کا مقابلہ خوب کر سکتا ہو مگر اس کا نقص یہ ہے کہ اس میں محبت اور ہمدردی کی کمی ہوتی ہے۔ نرمی کی صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں محبت اور ہمدردی زیادہ ہوتی ہو لیکن چونکہ یہ صفت چاہتی ہے کہ اس کا مالک جلد اثر قبول کرے۔ اس لئے اس میں نقص یہ ہے کہ وہ جلدی ایک طرف کامیلاں اختیار کر لیتا ہے یہی وہ اعجاب ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے اور یہ عورت کے اس نقص کی طرف توجہ دلانا ہے جو اس میں صفت محبت و دہم کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہونا ضروری تھا۔ اسی لئے مرد و عورت کا یہ کہ وہ اس کی اقامت کے لئے پہنچے ہو جائے چنانچہ خلق من مختلف کے بعد آتا ہے فان ذہبتا تفقیہا کہ متہ حالانکہ اگر یہ کہ فیض چاہن اپنے معنوی یعنی میں ہوتا تو اس کی اصلاح تو مرد کا فرض تھا۔ یہ عورت کا ایک طبعی تقاضا ہے اس لئے وہ اس کے خلاف کر نہیں سکتی اور جو اس سے اس کے خلاف کرنا چاہے گا وہ اس طبیعت کو توڑے بغیر ایسا نہیں کر سکتا۔

الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

ذریعہ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور تمہیں کے حقوق کی نگہداشت کرو بیشک اللہ تم پر منتظر

تَسْأَلُ

عَنْ تَسْأَلُونَ اس کا اصل تنسأء لَوْحِنْ جو جواب مفاعلہ سے ہوتی ہے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اور کے ذریعہ سے ایک دوسرے سے سوال کرنے سے یہ مراد ہو کہ اللہ کا واسطہ دیکر سوال کیا جاتا ہو۔ اور یہ عرف عرب ہی دیکھتے تھے کہ ان کو مخاطب سمجھا جاتے بلکہ کل دنیا میں اللہ کا واسطہ دیکر سوال کیا جاتا ہو۔

تَحِمْ

اور احرام۔ حِمْ جمع ہوتی یعنی عورت کا رحم اور استعارۂ قرابت پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہو کیونکہ قریبی ایک ہی رحم سے ظہور کرتے ہیں۔ اسی مادہ سے لفظ حِمْ۔ صَحْنٌ وغیرہ ہیں۔ اسی بنا پر آتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حِمْ کا لفظ سب نامِ رحمان سے مشتق ہو۔ اِنَّا الرَّحْمٰنُ وَآمَنَّا الرَّحْمٰنَ شَقَقْتُ اَسْمَاءَ مِنْ اَحْمَنِ۔ الاحرام یہاں اشراف و عطف پر یعنی اتقوا اللہ والارحام۔ اور اتقوا الاحرام سے مراد ہوا رحم کے حقوق کی نگہداشت کرو جیسا کہ اتقوا اللہ سے مراد ہو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ دیکھو!

رَقِيبٌ - رَقِيبٌ

دقیباً۔ رَقِيبٌ رَوْنٌ کو کہتے ہیں اور رَقِيبٌ لے سے بھی حِفْظٌ میں ہے اس کی حفاظت کی اسی سے دَقِيبٌ یعنی حافظہ نگہبان ہوا اور الرقیب اسمائے اہلی میں سے ایک ہو۔

حق پر عملہ صدیقی میں درج ہے۔

پہلے حصہ آیت میں جو حکم اتقوا دیکھ میں آیا گیا تھا اسی کی تفصیل یہاں کی ہو۔ اور ایک طرف اگر حقوق اللہ کو صرف توجہ دلائی ہو تو دوسری طرف حقوق العباد کی طرف صابری کا حکم دیتے ہوئے توجہ دلائی ہو۔ اور حقوق العباد کو کھل کر دیا میں اس لئے داخل کیا ہو کہ ساری نسل انسانی کو ایک ماں باپ کی اولاد قرار دیکر گویا سب کو ایک ہی خاندان کے افراد قرار دیا اس لئے کہ اسلام کی صلہ رحمی کا علم بھی حقیقت کل نسل انسانی پر حاوی ہو چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس صلہ رحمی کو ہی وسیع مفہوم بنایا جو جہاں الیٰ مصر کو حضرت ابراہہ کے تعلق کی وجہ سے اپنے تہل قرار دیا ہو۔ اور صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو کہ جب مصر کے لوگ نہایت گلی کی حالت میں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے لوگوں کو صدمہ کی طرح دلائے ہوئے یہی آیت پڑھی یا ایہا الناس اتقوا دیکھ لالہ فی خلقکم من نفس واحدۃ جس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ نے خود ساری نسل انسانی کو ایک ہی کنبدہ قرار دیا ہو اور سب کے ساتھ نیکی کو صلہ رحمی میں داخل کیا ہو۔ اور دوسرے صلہ رحمی سے ہی حقوق العباد کی بنیاد پڑتی ہو کیونکہ کفر و فسق کے تعلقات زیادہ ترقی نہیں دے سکتے ہیں اس لئے حقوق العباد کا پورا حصہ صلہ رحمی میں آجائے گا تاہو ایک انسان جب قریبین سے حسن سلوک کرتا ہو جن سے اسے دن رات واسطہ پڑتا ہو تو وہ دوسروں سے حسن سلوک کا بھی عادی ہو جاتا ہو۔

صدیقی کی تائید

یہاں اللہ تعالیٰ نے اتقوا اللہ والارحام لکھ کر اور رحمن کے حقوق کی نگہداشت کو اپنے حقوق کی نگہداشت کیساتھ بیان کر کے حقوق رحم کی عظمت کی طرف توجہ دلائی ہو اور بتایا ہو کہ صرف عبادت کوئی چیز نہیں جب تک کہ طرح کے حقوق جو انسان کے ذمہ ہیں اور نہ ہوں۔ احادیث میں صلہ رحمی کی بڑی تاکید آئی ہو چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ حِمْ کا نام میرے ہی نام سے مشتق ہو جن وصلہ و وصلہ ومن قطعہ قطعہ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہو میں بھی اس کے ساتھ ملتا ہوں اور جس شخص قطع رحمی کرتا ہو میں بھی اس سے قطع کرتا ہوں اور ایک اور حدیث میں ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصدق علی المسلمین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثلثان صدقۃ ووصلۃ صدقۃ مسکین پصدقۃ صدقۃ وادب قویہ پصدقۃ ووجہی نیکی جو وہ صدقہ بھی ہو اور صلہ رحمی بھی لیکن اس کے معنی نہیں کہ انسان اپنے قریبوں کے سوا

۲ وَأَتُوا إِلَيْنَا أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَنْبَذُوا الْحَبِثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ

اور تمہیں کو ان کے مال دو اور اچھی چیز کو روٹی سے نہ چرو دو لکے مال کو اپنے مالوں

۳ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حَبًّا كَبِيرًا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَشِيِّ

ساتھ لاکر کھاؤ کیونکہ یہ بڑا غنا ہے ۱۱۳۱ اگر تمہیں خوف ہو کہ تمہیں کے بارے میں انصاف نہ کر سکے

فَأَنْتُمْ كُفَرَاءُ مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النَّسَاءِ

تو ایسے ۱۱۳۲ مردوں سے خواجہ کرو جنہیں پسند ہوں

دوسروں کو کچھ دے نہیں اصل سوال تنہا کی کا جو جب دو کیساں محتاج ہوں تو قریبی کا حق بیشک زیادہ ہو۔ اسی لئے

قرآن نے فرمے ہیں احسان وغیرہ کا حکم دیا ہو وہاں ذی القربیٰ کو سائین پر قدم کیا ہو

۱۱۳۱ الیٰ الیٰ تاخی اصطلاح شریعت میں تیسرے میں کو کہا جاتا ہو جو حد بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ حدیث میں ہے لا یتیم بعد الذلم

یعنی بلوغت کے بعد یتیمی نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ۱۸ سال کی عمر بلوغت کی حد ہے

النجیث بالطیب۔ خبیثت کے معنی روٹی بھی ہیں اور باطل یا حرام بھی اور طیب کے معنی حقاری بھی ہیں اور پاکیزہ

یا حلال بھی پس اس کے دو طرح یعنی ہو سکتے ہیں۔ حلال مال جو تم خود کما سکتے ہو انکے بدلے میں تمہیں کا مال نہ لو جو تم پر

حرام ہو۔ یا اپنی روٹی چیزوں کے ساتھ ان کے مال کی عمدہ چیزوں کو نہ بدل دو۔ اور الیٰ اموالکم الیٰ یعنی معہ یہ یعنی

ان کے ساتھ ملا کر مت کھا جاؤ

حو یا خوب کے معنی اچھی گناہ ہیں۔ اس کا اصل خوب سے ہو جس کے معنی فوج، یا روک دینا ہیں

چونکہ عورتوں کے حقوق کی طرح یتامی کے حقوق بھی با مال ہوتے تھے اور یہ دونوں گروہ مذکور تھے جن کے حقوق کا

مطالبہ کرنا تھا کوئی نہ تھا۔ اس لئے ابتدا یتامی کے حقوق سے کی ہو یتامی کی جگہ گری کے لئے اسلام میں اس قدر تاکید پائی

جاتی ہو کہ یہ وہی میں جب زیادہ زور صرف و جدی باری پختا یتامی اور سائین کی جگہ گری پر ہی تھی نہ دریا جاتا تھا۔ گویا

بتو یاد کیا ایک خدا کو ہی مانتا ہو اسکی بیکس مخلوق پر شفقت کرتا ہو

ان آیات میں جن یتامی کا ذکر ہو وہ صاحب جاؤ اور یتامی ہیں جس طرح اجل و نیا میں مورتا ہو کر اپنے بھائی کو کرؤ

دیکھا تو رسا مال وہ با یکسی قوم کرؤ رد دیکھا تو اس کا ملک دیا یا یہی حالت ملک عرب میں بھی کو ان لوگوں کی جائیدادوں کو بچا

بلوغت کو پہنچے ہوتے تھا جاتے تھے یہاں ان یتامی کے بعد سائین حکم دے ہیں ماول یہ کہ یتیموں کو ان کے مال دویستی ان کی

ضروریات کے مطابق ان پر خرچ کرے مواریدانہ ہو کر ولی بنکر کرے ان کے مالوں پر تصرف ہو جاؤ کرانے اپنے خرچ

اور ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے مالوں کو نہ لگاؤ دوسرا حکم یہ ہو کر ان کے مالوں کو جو تمارے لئے حرام ہیں بیکر

کمانی کو کچھ کرؤ کھا جاؤ اپنی روٹی چیزیں ان کی اچھی چیزوں کی جگہ نہ کرو۔ اور تیسرا حکم یہ ہو کر اپنے مالوں میں ملا کر

مال نہ لکھا جاؤ یعنی بظاہر شرکت کا شک ہو مگر اصل عوض ان کے مال کو کھانے کی ہو

۱۱۳۲ طاب کے معنی ہیں ایک چیز کا عمدہ اور پاکیزہ ہونا دل میں مطاب دیکھو کہ مراد ہو جس کی طرف وجہ اسکی

عمدگی ہو اچھا ہونے کے نفس مائل ہو۔ دیکھو ۱۱۳۳ اور اچھی بات میں ہی سے طبع خوشی سے دینے کے معنی میں آیا

طاب

حب
یتامی کی جگہ گری

صاحب جاؤ و تیسرے

مَنْ

۲۰۲۰

یتامنی کے ذکر میں عورتوں سے غلج کے ذکر کا کیا تعلق ہو گا اس کی حادہ جہیں کسی گئی ہیں، اول وہ حضرت عائشہ سے بخاری میں مروی ہو یعنی یہ کہ یتامنی سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں جو اپنے ولی کی حفاظت میں ہوں اور ولی ان کے مال اور خوبصورتی کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ ان سے غلج کر لیں مگر فقہرے مہر پر اور پھر چونکہ ان کے حقوق کا مطالبہ کرنا لڑکی کو فی نہیں اس لئے ان سے اچھا معاملہ نہیں کرتے تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر کسی یتیم لڑکیوں سے غلج کرنے میں تم کو اس بات کا خوف ہو کہ ان کے معاملہ میں انصاف نہیں کر سکو گے تو ان کو پھر دگر دوسری عورتوں سے جو تمہیں پسند میں غلج کر لو۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس میں چارے سے زیادہ نکاحوں کو روکا جائے کیونکہ عجب میں نوک دس دس عورتوں تک غلج کر لیتے پھر جب اپنا مال نہایت دگرتا تو یتامنی کا مال اس طرح اڑا دیتے تیسری توجیہ یہ کہ کشتیوں کے بارہ میں اگر تم کو انصاف کی کا خوف ہو تو عورتوں کے بارہ میں بھی نا انصافی سے بچو اور چارے سے زیادہ بیسیاں غلج میں دلاؤ اگر ان میں بھی عدل نہ کر سکو تو ایک ہی بی بی ہو۔ چوتھی توجیہ یہ کہ وہ یتامنی کی ولایت کو نا انصافی کے خوف کی وجہ سے مشکل سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس سے خوف کرے تو وہی طرح عورتوں کے بارہ میں زنا سے بھی خوف کرو یعنی اگر زنا میں پڑے گا تو ہوتا تو ایک عورت کو اس سے غلج کر لو۔

لیکن ان الفاظ کی ایک اور توجیہ بھی ہو سکتی ہو اور وہ یہ کہ یہاں مراد مخاطب لکھن من النساء میں آداب الیتامنی میں یعنی یتیم بچوں کی مائیں اور الا تقسطوا فی الیتامنی میں مراد وہ یتیم بچے ہیں جو کو یا آیت کا مطلب ہوں ہوا اگر اگر کو خوف ہو کہ یتیم بچوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے تو بڑی عورتوں سے جن کے وہ بچے ہیں غلج کر لے کیونکہ غلج سے بچہ اولاد کی حیثیت حاصل کر لیتے۔ اور ان کی ذمہ داری ان کی والدہ کے طور پر ہوگی۔ اس معنی کی آیت ۱۲۶ بھی مزید چوکھٹے کہ اس آیت میں ہی یستفتونک فی النساء کے بارہ میں یہ مسلم جو کیا مکت کے بارہ میں نازل ہوئی جو یتامنی کی والدہ تھی پس معلوم ہوا کہ وہ آیت آجات الیتامنی کے بارہ میں جو اور اس لئے اس آیت میں جو اس پہلی آیت کی طرف اشارہ ہو۔ وہ واضح کرتا ہے۔ کہ یہاں بھی ان عورتوں کے غلج کا ذکر ہو جو اہمات الیتامنی ہیں اس توجیہ کے لئے آیت میں کچھ تحذوف سامنے کی ضرورت نہیں۔ اور سیاقی مضمون بھی یہی جا پتا، کیونکہ اصل مضمون اس طرح میں عورتوں سے غلج کا نہیں بلکہ یتامنی کی جگر گیری جو پس یتامنی کی جگر گیری کی ایک وقت رفع کرنے کیلئے ایسے غلج کا ایک علاج کے طور پر بتایا۔ مخاطب لکھن سے یہی معلوم ہوا کہ غلج کے لئے پسندیدہ کی شرط جو ۱۰۰ روپہ دی گئی کیلئے دیکھنا بھی ضروری معلوم ہوتا جو پچاس مسلمانوں میں ایک حدیث جو کہ ایک صحابی سے جو ایک انصاری بی بی سے غلج کرنا چاہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ورافت کر لیا کہ تم نے اسے دیکھ لیا ہو اس نے نفی میں جواب دیا تو آپؐ فرمایا جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ انصاری کی لکھنوں میں کچھ نقص ہوتا جو ۱۰۰ روپہ درملا۔ لایسی مذہب جو کہ غلج کیلئے عورت کو دیکھنا جائز ہو۔ ہاں اس میں اختلاف ہو کہ عورت کی رضامندی سے دیکھے جائیں یا نہیں امام مالک کہتے ہیں دیکھے کیلئے عورت کی رضامندی ہوئی چاہئے جہو اس کے خلاف ہیں ۱۰۰ روپہ مالک کا قول قابل ترجیح ہو۔ اور اس سے ایک اور مسئلہ بھی ہو سکتا ہے کہ مذہب مرد عورت کو دیکھ سکتا ہے تو وہ کسی ایسے مرد کو دیکھ لینے سے کوئی اختلاف شریعت نہیں۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا عمل اس پسند یعنی اکثر غلج بن دیکھے ہوتے ہیں اسی کا نتیجہ ہے اتفاقیوں کی کثرت اور طلاق کی زیادتی جو کہ

یتامنی کی بحث میں آئے
غلج کے ذکر کا تعلق
اس کی حادہ جہیں

ایک اور توجیہ

غلج میں مذہب کا اثر
ایک اور مسئلہ بھی ہو سکتا ہے

وَكُلْتُ وَرَبْعَ

اور تین تین اور چار چار ۲۰

دوسری بات جو مخاطب لکھ سے معلوم ہوتی ہے یہ کہ کھلچ چھوٹی غریب نہیں ہونے چاہئیں۔ اس سے لڑکے ایک چھوٹی لڑکی یا پسندیدگی یا ناپسندیدگی کس طرح کر سکتا ہے جب وہ اس کو سمجھنے کے ہی قابل نہیں ۱۰

۲۰ مفتی وثلث وربع۔ یہ لفظ اثنین اثنین اور ثلاثة ثلاثة اور اربعة اربعة کے مخالف مقام میں یعنی دو دو تین تین چار چار اور ان کے ورثان واڈلانے سے مراد ان کا جمع کرنا نہیں یعنی یہ نشانہیں کر کے ایک ہی شخص دو دو بھی کہے اور تین تین بھی کہے اور چار چار بھی کہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر ایک کو اس کے حالات کے مطابق دو کی اجازت ہو تو وہ سرے کو اس کے حالات کے مطابق تین کی اجازت ہو اور کسی کو چار کی۔ دو اور تین۔ اور چار کو جمع کر کے اس سے دو کی اجازت نکالنا یا دو دو تین تین چار۔ چار کو جمع کر کے ۸ کی اجازت نکالنا خلاف قواعد تاویل ہے۔ اور اڈے ساتھ ان الفاظ کو اس نے عطف نہیں کیا کہ پھر مراد یہ ہوتی کہ یا دو دو کی اجازت ہو یا تین تین کی یا چار چار کی۔ حالانکہ مطلب یہ تھا کہ کسی کو دو کی اور کسی کو تین کی اور کسی کو چار کی اجازت ہو اور اس نزکیب کے اختیار کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ چار سے زیادہ شرح کرنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ جب یوں کہا جائے کہ اس مال کو دو دو اور دو تین تین اور چار چار کے تفسیر کرو تو اس سے مراد صرف اسی قدر ہوتی ہے کہ کسی کو دو اور کسی کو تین کی اجازت دے دو چار سے زیادہ کی اجازت اس سے نہیں ملتی ۱۰۔ رتبہ ہی یہ مراد ہوتی ہے کہ ایک ہی آدمی کو دو اور تین اور چار یا دو دو ۱۰

یہ الفاظ اسلام میں مفقود از دلج کی بنیاد ہیں۔ الفاظ صحیح ایسے تھے کہ نہ مخالفین کو اعتراض کا موقع تھا نہ مقلدین کو غلطی تک سکتی تھی۔ مگر تعجب ہے کہ جہاں ایک طرف مخالفین نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ گویا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے کھلچ میں کتنی بیبیاں ہوں بعض مسلمان کہلائے والوں نے بھی اپنی غیبتات نفسانی کو پورا کر کے اپنے حکم قرار دیا ہے اور یوں اس کی تاویل کر لی ہے کہ فضیلت تو یہ ہے کہ چار بیبیاں ہوں ورنہ تین ورنہ دو جس خیال کو قرآن شریف کے صاف الفاظ دھکے دے رہے ہیں سوالات مخور طلب اس مسئلہ میں یہ ہیں۔ کیا ایک سے زیادہ کھلچ کہنے کا حکم ہو یا اجازت۔ کیا اجازت ضرورت کے لئے ہو یا بلا ضرورت بھی ایک سے زیادہ بیبیاں کھلچ میں لائی جاسکتی ہیں۔ کیا اگر قرآن کریم نے یہی تعلیم دی ہے کہ بوقت ضرورت فقہ و ازواج کی اجازت ہو تو اس مسئلہ پر عرض ہو سکتا ہے۔ یہ کہ آیا ضرورت کے ہوتے ہوئے چار سے زیادہ بیبیاں کھلچ میں لانا جائز ہو ۱۰

سب سے پہلے دیکھنا ہے کہ یہ حکم ہو یا اجازت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ دو تین چار بیبیاں سے کھلچ کر کسی شرط سے مشروط ہے۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ بارہ میں انصاف ذکر کرنے کا خوف ہو پس اول تو یہ بات صرف ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے کہ چنانچہ کی خبر گیری سے متعلق پڑنا ہو اور عام نہ ہو ۱۰۔ یہ خود اس کے حکم ہونے کے خلاف دلیل ہے۔ دوسرے یہ ہے معنی بات ہو کہ کہا جائے کہ اگر ترکہ میں سے بارہ میں انصاف ذکر کرنے کا خوف ہو تو تمہارا سے لئے ضروری ہے کہ دو یا تین چار بیبیاں سے کھلچ کر پھر جس قدر تین بات الفاظ انصافۃً لا تقسطوا فی الدنیا کی کی گئی ہیں یا کی جاسکتی ہیں ان سب کی بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشروط اجازت ہے نہ حکم ۱۰

جب یہ بات ہو گیا کہ فقہ و ازواج کی اجازت ہو حکم نہیں تو دوسرا امر یہ دیکھنا ہے کہ آیا یہ اجازت ضرورت کے وقت پر استعمال کیے کیلئے ہو یا بلا ضرورت بھی۔ سوال اول تو نظر اجازت خود بتانا ہے کہ یہ صرف ضرورت کیلئے ہو کہ نہ

اجازت مفقود
کے لئے ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ

اور اگر تم میں خوف ہو

ہر ایک اجازت دنیا میں کسی ضرورت کیلئے ہی ہوا کرتی ہے۔ دوسرے خود قرآن کریم کے الفاظ اس بات کے توثیق ہیں۔ کہ نہ کوئی خود ایک شرط ساتھ لگا دی۔ گو ایک ضرورت خود بتا دی۔ اب ضرورت میں توسیع ہو سکتی ہے۔ یعنی جو کام ایک ضرورت کے لئے جائز ہے اس کا جو اضافہ کسی دوسری ایسی جلتی ضرورت کیلئے ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ضرورت کو باطل یا بڑی دیا جائے۔

اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم نے ان ضروریات کی تصریح کیوں نہیں فرمادی اس کا جواب یہ ہے کہ جن امور کا تعلق انسانی ضروریات کے مختلف پہلوؤں سے ہے جو ملکوں اور قوموں اور زمانہ اور حالات کے تغیر سے بدلتے رہتے ہیں وہ ان قرآن حکیم میں ضروریات کو گنتے کی لا حاصل کوشش سے اجتناب فرماتا ہے مثلاً طلاق کا مسئلہ ہے۔ قرآن کریم نے کہیں بڑے ہدایا کہ طلاق ضروریات کے وقت طلاق دینا جائز ہے حالانکہ یہ عزائم ہی ہیں امر ہو کہ طلاق کی اجازت ضرورت کیلئے دی ہو نہ ضرورت لیکن چونکہ طلاق کیلئے جو ضروریات پیدا ہوتی رہتی ہیں وہ نہ صرف انسانوں کی مزاجوں کے اختلاف کے ساتھ ہی بدلتی رہتی ہیں۔ بلکہ قومی اور ملکی اور ذاتی حالات کے تغیر سے بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اس لئے یہاں تا ایک لا حاصل کام تھا ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کے ممالک میں جہاں سب قوموں کا ایک ہی مذہب ہے ایک ہی تعلیم ہے ایک سے خیالات ہیں ایک سے حالات ہیں۔ کوئی دو ملک ضروریات طلاق پر اتفاق نہیں کرتے اس طرح تقدیر وادواج کی ضروریات کو خاص کر اعمال پر۔

تقدیر وادواج کی ضرورت
کا تعلق نہیں ہے

اب تیسری بات جس پر ہم نے غور کرنا ہے یہ کہ آیا جس صورت میں قرآن کریم نے تقدیر وادواج کی اجازت ضرورت کے وقت دی ہے تو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس بات سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ ہر ایک قوم نے اس ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ اسلام نے ان ضروریات کا علاج تقدیر وادواج کی صورت میں رکھ دیا دوسری قوموں نے اس کے لئے طبع طرح کے اور طریق اختیار کئے۔ حتیٰ کہ بعض ملکوں میں قانوناً زمانہ کے مشیہ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور بعض نے اس کو سب سے منکر راجع دیا ہے کہ قانونی جو اسے کچھ کم مرتبہ اس کا نہیں رہا۔ اسلام چونکہ عورت کی عزت اور عفت کا حامی ہے اور سب کو گوارا نہیں کرتا کہ عورتیں بیویوں کے عوض اپنی عفت کو فروخت کریں۔ اس لئے تقدیر وادواج کی صورت میں ان تمام مسئلوں کو حل کر دیا ہے۔ پھر علاوہ دوسری ضروریات کے جنگ ایک ایسی ہی ضرورت ہے کہ وہ بعض حالات میں تقدیر وادواج پر چڑھ کر دیتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جنگ کا سلسلہ دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور جنگوں میں مردوں کی تعداد ہمیشہ کم ہوتی رہتی ہے۔ اب چونکہ قدرتی حالت میں کہ انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہ مرد و عورت کے باہمی تعلق کی حالت ہے اور یہی فیصل انسانی کی ترقی کو قوف ہے۔ اس لئے نسل انسانی کی سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت اپنے اس فرض کو پورا کرے۔ اب اگر مردوں کی تعداد عورتوں سے زیادہ ہو تو چونکہ کچھ کا بیٹ میں رکھنا جتنا بدوش کرنا عورت کے فرائض میں داخل ہے اس لئے نسل انسانی کا ہر ایک فرد جسے ممکن طور پر یہ موقع ہے اپنے اس فرض کو ادا کر سکتا ہے۔ اور جو مرد بلا یہی نہیں کرے وہ جائینگے۔ وہ کسی صورت میں نسل انسانی کی ترقی کا موجب نہیں ہو سکے۔ لیکن اگر عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو اور یہی وہ صورت ہے جو جنگوں اور مردوں کی دوسری ضروریات کی وجہ سے اکثر حالات میں دنیا میں پیش آتی رہتی ہے تو جو عورتیں بلا خداوندوں کے نہ ہونگی وہ نسل انسانی کی ترقی میں صرف تقدیر وادواج کے ذریعے معاون ہو سکتی

تقدیر وادواج کی ضرورت

الْأَعْدَاءُ

کہ عدل نہیں کر سکو گے

ہیں۔ مگر یہ اس صورت میں تعدد ازواج ایک قوی فرض ہو جاتا ہو۔ اور ایسے حالات میں جب پہلے ہی آبادی کم ہو جاتی ہو ان صورتوں کو خاندانوں کے بغیر بڑے ناگوار یا غیر نسل انسانی کی افزائش کی راہ کو روکنا ہے۔ اس سے علاوہ عوامی عقول کا مسائل کا انحصار مردوں پر ہوتا ہو جس وجہ سے تیس جنگوں میں ہی وہ رہ جاتی ہیں یا تیسمرہ جاتی ہیں ان کے تعلق کیجئے یہ فرض مردوں کا یہ فرض ہو جاتا ہو کہ وہ ان کی خبر گیری اور پرورش کر لیں اور اس کے لئے ایک ہی راہ ہو جو قدرت نے رکھی ہے یعنی ان کو نوع میں سے آنا۔ یہ وہی بیشک تعدد ازواج کا منکر ہوا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے یہ وہی پرانام جنت ہی نہایت جہن طور پر کیا ہے کیونکہ دال باوجود اس کے عورتوں کی تعدد مردوں سے مدت سے بڑھی ہوئی پل آتی تھی اوپچھل باہمی جنگ نے اور بھی مردوں کی تعداد کو کم اور عورت کی تعداد کو زیادہ کر دیا ہے۔ آخر خاندانوں کے کس صورت میں نسل انسانی کی بڑھ کر جنگ سخت نقصان پہنچا ہے اور دیکھئے کثرت سے عورتیں موجود ہیں جاگر خاندانوں کے گھر میں ہیں خواہ ایک خاندان کے گھر میں دو دو تین تیس چار چار عورتیں ہی کیوں نہ ہوں نسل انسانی کی افزائش کا موجب ہو سکتی ہیں تو کس قدر دولت سے محروم ہو گیا کہ ایک فرضی روک پیدا کر کے نسل انسانی کی افزائش کو اس طرح جنگ کے ساتھ یہ وہ مراعات پہنچا جائے یا دیکھئے صحت سے بڑھ کر ناجائز تعلقات سے بچے پیدا ہوں جو نہ صرف سوسائٹی اور قوم کے لئے تنگ اور عار کا موجب اور اولاد کے لئے بے درجہ کی ذلت کا باعث ہوں۔ بلکہ ان کی خبر گیری کا بھی کوئی اہتمام نہ ہونے کے باعث وہ حقیقی طور پر قوم کی ترقی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ننگ ان کا کوئی تکلیف بھی نہ ہوگا۔ اس لئے ان میں سے کثرت کے ساتھ بلوغ کو پہنچے ہو پہلے ہی دیا ہے آٹھ جائینگے۔ مختلف نسلوں کا بھی کام ہو کہ فرضی اور وحشی راہوں پر افراد غالب آجائے ہیں۔ اسی طرح قوم کے خاندان بھی رہو کہ اس امر کو قبول کر لیتے کہ وہ اتنی ہیض حالات میں تعدد ازواج ایک فرض قوی ہو جاتا ہو بلکہ ابھی جب ایک خزانہ کا مالک جنگ کرتے ہوئے وہی کے بیٹا مردوں کو خاک کے نیچے سلادیا ہو۔ ایک قوم اس بات پر بحث کر رہی ہو کہ مرد وہ حالات کے ماتحت سوائے تعدد ازواج کے قوم کے تباہ ہو جائے گا۔ خود انھیں میں یہ تصور کر کے ایک سلسلہ عقوبتیں۔

اس ہدایت کا صحافیانہ مشہور ہونا اس سے بھی ثابت ہو چکا کہ دنیا کی الہامی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں جس سے تقدیر اور کائنات کو منہ توڑ دیا جائے۔ اور ہر قوم کے ہنسے ہنسے مقدس اور بے گزیرہ لوگوں میں تقدیر اور کائنات کی مثالیں پائی جاتی ہیں حالانکہ تقدیر اور کائنات چاروں نہیں تو کچھ بڑا اور کچھ چھوٹا ہے۔ اور ہر قوم میں ان کے نام اور شکل کا فرق ہے۔ تو ان کے مقدس بزرگ خود یا خدا میں مذکور ایک ایسے امر کا ذکر کیا ہو سکتے ہیں جنہیں ان کے خدا کی مثال سے تعبیر کیا جاسکے۔ اور یہ ایک سرفراز شاعر کا ادب بھی نہ کر سکتے تھے۔ ہر عرب سب الہامی کتابوں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کتابوں سے رو کر تو کسی کتاب سے تقدیر اور کائنات کے کیوں نہ کر کا فرق نہیں کیا۔ اور ہر قوم میں تقدیر اور کائنات کے چاروں مختلف اور مختلف ایک حرف کا مختلف نہیں کسی الہامی کتاب کی تعلیم میں صرف پانچ دیکھ دیا ہے۔ ہدایت ہو کر ایک ہی کی رفاقت کر کے اور کوئی بھی اجانتہ نہیں دے

اس دو کو تجزیہ کے ہوتے ہوئے اسلام نے دعا اور دو کیس بھی تجزیہ کر دی ہیں کہ حد اعتدال سے اس کا ہستیاں کو زمین سے
وہ دور کیس ہے ہیں کہ اول تو چاند تک حد بندی کر دی بعض لوگوں کا خیال ہو کہ چاند ہی حد بندی کو کافی نہیں بلکہ ہر
کہ ایک تو چاند دیتے ہوئے ایک خاص حد پر اس کو بناؤ وہ اس اجازت کی آخری حد کو بتا نا ہو۔ دوسرے تعامل اس پر
شاہد ہر تیسرے بعض روایات کی گویا تھی کہ وہ داخل بنی معاویہ یا بن لائے تو بن کے ان پانچ بیسیاں تھیں جس کی ہر مصلحت
حکم دیکھ چا کر کہ لوہار ایک کو طلاق دے دیے ورنہ، یلیان بن سلمہ یا بن لائے دوران کی دس بیسیاں تھیں تو بنی کہیں مصلحت

سب الہامی کتابیں
اور سب راہستہ زندہ
مذہب کے مجروح ہیں

جیاد کی حدود بندی

۴ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ اَدْنٰی الْاَتْعُوْلَانِ وَاَتُوا النِّسَاءَ

یا جگہ تباہ سے دینے والے ایک ہونے سے زیادہ مناسب ہے تاکہ تم کا اضافی نگرہ نہ لگتا اور عورتوں کو ملے

۱۔ ما مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ: یعنی ان کے پیچھے جو عین سے جو جس کے اہل عینی ہرکت میں (اور عین میں اہل میں دینے والے) یا دینے والے طرف کو لکھے ہیں مگر عینی یعنی میں بھی اگیا اور مَلَكَتْ کی جانب۔ جیسے تاؤ نسا عن الیمین (والصَّلَاتِ - ۲۸) یا سعادت و برکت کی جانب جیسے اصحاب الیمین (الوادعۃ - ۲۷) اور قسم کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے گزر چکا، اور معاہدہ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے مولی الیمین سے مراد وہ شخص جو جگہ اور تہارے درمیان معاہدہ ہو (۱۰) اور لافظاً نامنہ بالیمین میں زوجہ نے عین کے معنی قدرت کے ہیں (۱۱) ایک حدیث میں آتا ہے: الْحَجُّ الْقُدُّوسُ یُحِیْتُ اللّٰہُ جِس کے معنی میں امام رافعؓ کو جس کو اس کے ذریعہ سے اس مساوت کی طرف پہنچا جاتا ہے جو اس کی طرف قریب کرنے والی ہے اور ابن اثیر میں ہے کہ یہ کلام مشکل ہے طور پر یہ کیونکہ کعب یا دشا کو کسی شخص سے مصافحہ کرتا ہے تو وہ اس کے ہاتھ کو چومتا ہے پس اس لئے کہ اسے چوما جاتا ہے اور اسے پیرس کہا ہے۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو اسود اس حد کے لئے بطور ایک نشان کے تھا جو بائبل میں کو نہ کے پتھر کے شعلے پا یا جاتا ہے پس عین اللہ میں ہی اللہ تعالیٰ کے حمد کی طرف اشارہ ہے۔

ملک میں سے مراد نام رافع کے نزدیک صرف اسی قدر جیسا فی یدیں کے معنی میرے ہاتھ میں یا میرے قبضہ میں مگر مختلف معنی اور دینے والے ہیں ان کے لفظ سے ما مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ کے معنی ہو گئے وہ جن کے ملک تہارے معاجات ہوتے ہیں ہر قدرت یا کربا کے ہو گئے۔ چنانچہ اس حدیث میں کہی کہ یہ صلح کے آخری الفاظ تھے الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مراد نزوۃ لئی ہوئی اور اللہ ما مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (۲۷) میں ایک معنی منگو عورتیں ہیں یعنی وہ جن کے تم ذریعہ معاجات ملک ہوئے۔ اور قرآن کریم میں فلاموں کو لڑائیوں پر بھی یہی لفظ ہلے گئے ہیں جس سے مراد یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر تم نے قدرت پائی۔ یعنی جنگ کر کے ان پر تسلط ہو گئے۔

۲۔ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے کیا مراد ہے؟ جو ما لگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ طریق چار کی حد بندی کو توڑنے کے لئے ہے کہ کو لڑائیوں میں چاہے کوئی رکھے حالانکہ اس سے اہل غرض ہی باطل ہو جاتی ہے مگر حد بندی ضروری تھی تو اس کا اس طرح توڑ دینا جائز نہیں کہ لڑائیوں کی شکل میں جس قدر کوئی چاہے زیادتی کرے۔ اب ترکیب جماعت میں وہ ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا قریرہ کو اس کے ذریعہ سے حلف انسا ہے جو یعنی ترکیبوں پر خاتمو ما طاب لکھو من النساء و من املکت ایمانو کہ یعنی طبع کریم جو کہ نہ ہوں عورتوں سے یا لڑائیوں سے الخ اس صورت میں تو لڑائیوں خود عورتوں والی حد بندی کے اندر ہیں۔ یا تو وہ حق کے بعد یہ کوئی الگ ہی صورت ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ اگر ایک بھی میرے لئے تو لڑائی سے طبع کر لیا اور اس کی مریدہ آیت نہیں ہے اس لئے کہ لڑائی کو طبع اس شرط پر شرط قرار دیا ہے کہ جب وہ میرے لئے چنانچہ لڑائی یا من لیس نظام منکر طولان من المصنوعۃ المومنۃ فی ملکات ایا کہ من حقیتکم المومنۃ (النساء ۲۵) اور یہ باد سے زیادہ اس کو وحدت کے ساتھ پیچ کیا جا سکتا ہے یعنی اگر عدل نہ کر سکو تو ایک بی بی کے ساتھ چار کی حد تک لڑائیوں کو جمع کر سکتے ہو۔ گو اس میں یہ لازم آتی ہے کہ لڑائیوں کے معاملہ میں کسی عدل کی ضرورت نہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ان کے حقوق نصف ہی ہوں گے مگر یہ بھی عدل کی ضرورت تو اس لئے پہلی یا دوسری قیصریہ درست ہے۔

۳۔ تَنَالُوا: اس کا مادہ تَوَلَّی ہے اور تَوَلَّی اور تَوَلَّی کا معنی ملتا جلتا ہے اس قدر قریب کہ لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ چیز ہلک کرے اور عاقلہ اس وقت جب وہ بوجھ کے نیچے دباوے اور تَوَلَّی وہ صیغہ ہے جو مجاری ہوا اور

عین

چھ سو دس میں اشد

ملک میں سے مراد

لڑائیوں

عدل

صَدَقْتُمْ خَلَّةً فَإِنْ طَبَنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَاكْلُوهُ هَذَا مَثَرٌ

میر بلا جیل دو پھر اگر وہ خوشی سے اس میں سے کچھ مٹا رہے لئے خود وہ تو سے نہ سے خوشگوار سے کھاؤ۔

اسی سے بقول اس کے معنی لئے ہیں زیادہ دیکر انصاف کا ترک کر دینا (خ) عقل کے معنی ہیں فیصلہ میں ظلم کی طرف مائل ہونا یا اور اصل میں یعنی بھی عقل سے لئے گئے ہیں اس لئے کہ حال اللیزان اس وقت کہا جاتا ہے جب ترازو بہ جھٹل کے ایک طرف مائل ہو جائے اسی لئے دل کے میلان پر یہ لفظ بولا گیا ہو۔ اور امام شافعی نے ان کے بقول اس کے معنی لئے ہیں تاکہ تہا عیال زیادہ نہ چروا دے کسی نے بھی عالی بیوں کے معنی کثرت عیال کے لئے دیکھے تھیں (د)۔

ذالک میں اشارہ وفادگی کی طرف ہے یعنی ایک بی بی سے ہی ایک شوہر کا نفع ہونا زیادہ مناسب ہے تاکہ انسان نا انصافی سے بچا رہے جو کہ پھر دوسری بار وفادگی کے اصل پند ہو دیا ہو اور بتایا ہو کہ عام لوگوں کے لئے جو اعلیٰ درجہ کا ضبط اور انصاف نہیں رکھتے ہی مناسب ہو کہ وہ ایک ہی بی بی کی بغایت کریں۔ یا کثرت عیال کی کمی صحت کے نیچے دیکھ جائے بچنے کے لئے یہ زیادہ مناسب ہو کہ ایک ہی بی بی ہو پس ان الفاظ سے بھی یہی شہادت تھی جو کہ اسلام نے بعض ضروریات کے لئے شرط اجازت نقد و ازواج کی دی ہو مگر آخر پھر سفارش ہی کی ہو کہ اصدق ایک بی بی اور ایک شوہر کا ہونا چاہیے مناسب طریق ہو اور دوسری بی بی کا عقد نفل میں لینا اسی ضرورت میں ہو جب ضروریات انسانی پر جو رکویں۔ ان لوگوں کا رکھنا خود بتانا کہ سخت ضرورت کے سوا تعدد ازواج جائز نہیں۔

کَلَّ صَدَقَاتٍ حَسَنَةً لِّكَ عَمَّا فِي كَيْفِ جَنَاحٍ صَدَقَاتٍ صَدَقَاتٍ وَهَذَا مَثَرٌ وَهَذَا مَثَرٌ وَهَذَا مَثَرٌ وَهَذَا مَثَرٌ

جِلَّةً۔ وہ عطیہ جو تم کے طور پر ہو (غ) یعنی اس کا معاوضہ کوئی نہ ہو اور یہ بھی اس کے معنی لئے ہیں کہ نہ بڑا لہجہ کے طیب نفس سے دے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ خَلَّة سے مراد ہبتہ اس لئے ہے کہ نخل یعنی شہد کی مکھی جب کسی چیز پر چڑھتی ہے تو اس کو نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ موجب نفع ہوتی ہے اس لفظ سے ہر کی حقیقت پر قرآن کریم نے بڑی روشنی ڈالی ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ کسی چیز کا معاوضہ کیا جیل نہیں بلکہ وہ محض طیب بلا جیل کے طور پر خداوند کی طرف سے ایک تحفہ ہو۔

ہندیتنا۔ یعنی۔ خدا سے ہے وہ چیز ہے جس میں کسی قسم کی مشقت نہ ہو۔ اور اصل میں یہ لفظ کھانے پر بلا جاتا ہو۔ مہنیا۔ اس سے ہے۔ اور حرقی اصل میں اس معاوضہ اور کھانے کے متعلق قرآن کریم نے اس حالت میں کہا جاتا ہے جب وہ طبیعت سے موافقت کی وجہ سے معاوضہ ہو یا ہفتی وہ ہے جس سے کھانے والا نفع حاصل کرے اور مہنیا وہ جو انجام دے گا راہچہانت ہو۔

یہ کہ تہائی کے ذکر سے حرقی سے نفل کا ذکر آگیا اور حرقی کا ایک خاص حق جو اسلام نے ہی دیا ہے میر ہے۔ اور حرقی کے حقوق پر بھی اس صورت میں بحث ہوتی تھی اس لئے بتعلق مضمون نفل ہر کا ذکر بھی کر دیا۔ اس آیت میں اولیٰ ہونوں کو ہر دینے کی تاکید فرمائی ہو اور یہ بتایا ہو کہ ان کو بیرون کے مطالبہ کے مرید وہی لئے لفظ خَلَّة رکھا گیا جو جس میں ساقہ بھی ہے اشارہ کر دیا ہو کہ ہر کسی چیز کا معاوضہ قطعاً نہیں بلکہ محض ہبہ بلا بدل کے طور پر ہے امداد کو قرض کے طور پر تسلیم کر لینا جیسے کہ آج کل دینے میں اس غرض کو باطل کرتا اور حرقی کو عطا اس کے حق سے محروم کرنا ہو۔ اور حق قریہ کے نفل کو اسے پیشہ انسان کے اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ اپنی قوت بازو سے لگا کر حرقی کو معاوضہ دے سکے اور اس میں مال کمانے کی اہلیت پیدا ہو چکی ہو۔

دوسرے حکم اس لفظ میں دیا یعنی باپ و غیرہ کو یہ کہ حرقی ایسی چیز نہیں کہ وہ مال کی قیمت کے طور پر خداوند کو دے

میر بلا جیل دو پھر اگر وہ خوشی سے اس میں سے کچھ مٹا رہے لئے خود وہ تو سے نہ سے خوشگوار سے کھاؤ۔

صدقات

خلَّة

میر بلا جیل دو

خدا

مہنیا

میر بلا جیل دو

میر بلا جیل دو

وَلَا تَوْنُوا السَّفَهَاءَ أَمْوَالُكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَانْزُومُوا

اور کم عقل لوگوں کو تم اپنے مال نہ دیدو

جبکہ اللہ نے تمہارے لئے سہارا بنایا ہے اور تم انہیں اٹھے دینے

فِيهَا وَالْكُوفَةُ وَقُولُوا اللَّهُمَّ قَوْلًا مَعْرُوفًا

کھانے کیلئے دوا اور انہیں کپڑا پہناؤ اور انہیں بھلی بات کہتے رہو

کریں۔ بلکہ وہ عورت کا مال جو اس کو ملنا چاہئے۔ وہب میں لوگ ایسا کر لیتے تھے جیسا کہ یہ رواج بعض اطراف ہند میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہب لڑکی کا شعل کر دینے والے اس کے ہر کو خود وصول کر لیتے ہیں اس رسم پرے روکا جی۔

۷۹۔ قیام۔ قیام کا مصدر ہے۔ وہب کے قیام اور قیام کا استعمال اس شے پر بھی ہو جس کے ذریعے کوئی چیز قیام ہو یا ثابت رہدے۔ یہ بھی بیان میں آیا ہے کہ قیام کما جو یعنی وہ تہا منی زندگی کا موجب ہے۔ اور دوسری جگہ ابن خنوز میں فرمایا جعل الله الکعبة الیبت الخواص قیاما للناس (المنا ۹۷)۔

از وہم فیہا۔ اگر اردو ہم منہ بہ ہوتا تو اس کے معنی پرے کے کس مال میں سے ان کو کھانے کیلئے دو اور یوں مال ضائع ہو جاتا لیکن فیہا کہہ کر بتا دیا کہ ان اموال کے ذریعہ سے ان کو روزی و دینی ان اموال کو ایسے منافع اور دینی کا فائدہ پہنچاؤ کہ جس نفع یا آمدنی سے ان کا گزارہ ہو جاتا رہے۔

جو لوگ اہل کورتی نہیں
دے سکتے وہ سفہا ہیں

۱۰۔ یہی بناؤ کہ اس نسخہ یا اہلی سنان کا قرآنہ کو بار ہے۔

اس آیت میں یہ سنی کے دکر کی طرف رجوع کیا جو تمہو کے صرف یہ تائی کا نام لینے کے اس قسم کے تمام لوگوں کو دیا کر یا جو سنیہا سے کیا مراد ہو اذ ذر تمہیہ یا ذخائر تبارک و تعالیٰ کیونکہ جب ان کو مال مذکور یا عکرم کو اس مال کو لینے کے مقصودوں کی تباہ نہ کریں بلکہ اس مال کو تجارت یا کسی اور کام پر لگا کر اس کے منافع یا اہلی سے ان کا گزارہ نہ چلائیں۔ پس جو لوگ کسی قسم کی تجارت یا کوئی دخل معاش کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور اپنے اس مال کو تباہ کرنے سے پہلے جانتے ہیں وہ سب کے مقصود میں دخل ہیں۔ ان کے پسروال کرنے کی بجائے یہ حکم یا مالان اموال کو قسمی تجارت و فخر میں لگا دیا اور منافع سے ان کو کم کرنے پہلے کو دیر یا منافع طلب حکام ہیں۔ اسی لئے اموالہ کہہ کر کیا مگر فرداً فرداً جس قدر اموال ہیں وہ حقیقت قوم کے اموال ہیں۔ اس قدر مال منافع جو کہ وہ قومی نقصان ہو۔ اسی لئے اصول کو قیام یعنی قوم کے بقا کا مرجع قرار دیا جو جس قوم کا مال تباہ ہو جائے وہ گمراہی ہے۔

تیاضی وغیرہ کی ترتیب

علاوہ کھانے اور لباس کے ایک اور ضرورت بتائی وہ قولہ الم قولہ مصداقہ ان کو کھلی بات کہتے رہے نہ کہ
نے جو با نیصحت کے چند فقرے اس سے مراد لینے میں گرفتار کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ غلاموں کی سی معاشرت نہ کر و بلکہ ان کو
نیکوں کی طرف توجہ دے نہ کہ تہر اور بتائے کہ کوا سرف مال کا انجام مہ چاہا نہیں جو تا میرے نزدیک اس میں ان کی تربیت
کے اہتمام کی ضرورت بتائی جو اور اسے لے کھائے وہ اپنے پیٹ کے ساتھ اس کو تیسری ضرورت بتایا جو یعنی ان کی تربیت پر
روپیہ بچ کر تہر چنانچہ اچھی آیت میں جو فرمایا وابتلوا الیتامی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جب ان کی تربیت کا اہتمام کرو
و تاسفہ ان کا امتحان بھی لیتے کہ وہ کیا یادہ جائداد کو کسنا سنے کے قابل ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قول مصداق
صرف عمومی نصیحت کا نام نہیں بلکہ اچھے اصول پر تربیت کرنا بھی قول مصداق ہے۔

حناخت مالی کی تاکید

قزاق شریف ہیں بار بار سوال کی حفاظت کا حکم وہ اس کے متعلق تو جین بتائے گئے ہیں جو شاید وہ کسی مذہبی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ کہیں تجارتی قازق کا ذکر بھی کہیں لین دین کا ذکر بھی کہیں رہن کا ذکر ہے کہیں دھواں کا ذکر ہے اور دھری ٹھہرا یا کس

وَابْتَلُوا الْيَسْمَ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَإِنْ أَنتُم مِّنْهُمْ رُّشْدًا ۖ

اور جیسے کا امتحان لینے پر جو بیاہ تک کہ جب وہ شادی کی عمر پہنچ جائیں۔ تب اگر تم ان میں عقل کی پہنچ پاؤ

فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَنْ يَكْبَرُوا ۚ

تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور دفعہ بچہ جی سے اور جلدی کر کے ان کو کھانا نہ جاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے ۴۶۲

مال و ترکہ کچھ تیسرے ہیں کہیں عورتوں کو ہمیں سوسنے کے ڈھیر دینے کا ذکر ہو کہیں اموال کی حفاظت کے لئے تمیز اور اگر کسی کو مرضی بتایا جائے تو کہیں اموال کا شریک انتظام کرنے والوں کے لئے ولی مقرر کرنے کی ہدایت ہو یہ ساری باتیں بتائی ہیں کہ مال دنیا کو اسلام نے صحت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ بلکہ اس کی حفاظت کی سخت تاکید فرمائی ہو اور یہیں اس کو ایک عقی فیضیہ قرار دیا ہو۔ مال دنیا کی جان بخشی ہو کہ وہ صرف اس بات کو طار کر کے کیلئے ہو کہ زندگی کا مقصد حصول اور دنیا ہی مال کو نہ سمجھ لیا جائے۔

۴۶۳ بَلِّغُوا النِّكَاحَ۔ نکاح کے اصل معنی عقد یعنی شادی ہیں اور یہاں نکاح سے پہنچنے کو مراد صد بلوغ کو پہنچا ہو یعنی اس عمر کو جس میں انسان اس قابل ہوتا ہو کہ اس کی شادی کی جائے۔ بلوغ کی بجائے نقطہ تکامل رکھنے میں یہ بھی اشارہ ہو کہ خروج یا عقد کا تعلق بلوغ سے ہو کیونکہ یہاں نکاح اور بلوغ کی معنی قراد یا ہو پس مرضی میں شادی کرنا ٹھیکہ نہیں۔ بلوغ کا سن امام ابو حنیفہ کے نزدیک اٹھارہ سال اور امام شافعی کے نزدیک پندرہ سال ہو۔ اور ابن عباس سے بھی روکے کے بلوغ کو پہنچنے کی علامت اٹھارہ سال ہو کہ پندرہ سال سے ادھیر ہیں میں حدیث ہو کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں آج صبح کے دن چودہ سال کا تھا تو جب میں آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے مجھ میں نیکگی کی بجائے اجازت نہ دی۔ اور خدیج کے دل میں پندرہ سال کا تھا تو آپؐ نے اجازت دیدی۔ مگر مجھ میں نیکگی کا تعلق تو اسے جسمانی ہو کر۔ اور یہ بھی حدیث سے معلوم نہیں ہوتا کہ ابن عمرؓ کی عمر کا سوال ہی کہ یہ معلوم کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے شخص اس بنا پر سن بلوغ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

الْفَسَاءُ۔ اَلْفَسَاءُ (نقص) زادہ الفس، کے معنی ہیں آفسہ یعنی اس کو محسوس کیا یا غلامتہ اس کو جاننا دل، ۴۶۴ رُشْدًا۔ رُشْدًا کے اصل معنی کسی امر کی طرف ہدایت پانا ہیں۔ اور وہی کا تفسیر ہو۔ حدیث میں ہو کہ نفس منہ الی مثلاً جس کے معنی ہیں اشرے نے کہیں کہ اس میں عقل کی پہنچ اور نفس کی کمرہ تھی اور اچھا تصرف جانا جائے (نہ) یہی اس مرد کو اور ایک مُشْدِدًا جو امر بخود ہو جس ہدایت کی طرف ایسا تا ہو وَلَهُدَا اَيْنَمَا اَبْرَاهِمُ رُشْدًا مِّنْ قَبْلِ (الانبیاء ۵۱) ۴۶۵

بِدَارًا۔ بَدَا کے معنی آفتاب یا جلدی کی ہیں اور پیدار و صمد ہو اور بَدَا دوسرے جان کر کہتے ہیں اس نے کہ وہ سوچ کے غور جب بعد فرار غور ہو جائے تو گویا اس نے سبادت سے غروب آفتاب کو پا لیا۔

چونکہ پہلی آیت میں بتائی دفعہ کی تربیت کا ذکر تھا۔ اس نے اب فرمایا کہ اس تربیت کا نتیجہ بھی معلوم کرتے ہو کہ وہ کس قدر ترقی کر رہے ہیں اور کس قدر اہلیت اپنے اپنے کاروبار کی مورد و بیت کی ان میں پیدا ہو رہی ہو مادہ یہ انتظام اس وقت تک رہے کہ وہ صد بلوغ پہنچ جائیں لیکن صد بلوغ کو پہنچنے پہلی مال اس صورت میں ان کے حوالہ کیا جائے کہ ان میں عقل کی پہنچ اور اموال میں حسن تصرف اور ضبط و دفعہ کی قوت ان میں دیکھو گویا مال ان کے سبب دیکھنے کی مدد نہیں ہیں ایک بلوغ اور دوسری عقل اور پھر چونکہ اس وقت ایسا ہوتا ہو کہ جب مالک اموال بلوغ کو پہنچنے والا ہوتا ہو تو ولی اس خیال سے کہ اب اپنے مال کو نہ غنہ تصرف میں لے لیگا۔ اس میں موقوف و غیرہ دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس سے بھی روکا۔

یہاں جو کچھ ہدایت یا تادیبی کے متعلق دی ہیں ان میں عام طور پر تربیت اطفال کی صورت بھی سمجھا دی ہو کیونکہ جو کچھ ایک علی کا

مرضی کی شادی

سن بلوغ

الفس

رشد

بداد۔ بدد

تربیت اطفال

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْعَرَفِ

اور جو امیر ہے چاہئے کہ وہ رکار ہے اور جو عاجز ہے خود مناسب طور پر لے لے

فَإِذَا دَعَيْتُمُ إِلَهُكُمْ أَمْوَالَهُمْ فَاشْهَدُوا عَلَيْهِمْ وَكُفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالہ کرو تو ان کے سامنے گواہ کرو اور اللہ کا فیصلہ حساب لینے والا ہے۔ ﴿۱۱﴾

قیہم کے متعلق فرض یہ وہ اب کا بیٹے کے متعلق طریق اولیٰ کو پس ہو والد کا یہ فرض ہو کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت تول معروف کیساتھ کرے یعنی سو کوئی کی راہ میں بنائے اور اس کو حاش پیداکرنے کے قابل بھی بنائے پھر دیکھتا رہو کہ کس قدر ترقی دہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ بچے کو سمجھنے تک ان میں عام طور پر رشد پیدا ہو جانا چاہئے تین تین دن کو کھانا میں ضبط و تصرف کے قابل ہو جانا چاہئے اگر بچہ کھانا تو مسلمان نہ اس فرض سے سخت غفلت اختیار کر رکھی ہو اور وہ اپنی اولاد کو اس قابل بنائے کی کوشش نہیں کرتے تاہم کے بچے تو عموماً ایسے فضول بیچ اور عیاش ہو جاتے ہیں کہ سوائے والدین کے مال کو تباہ کرنے کے اور کچھ جانتے ہی نہیں متوسط مالی مال لوگ بھی اپنی اولاد کو کس پیر کی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت پر کچھ خرچ کرنا ہوجا سکتے ہیں بہرہ الدعا کہ مسلمان عیاش نہیں بنیں جیسا کہ بھل مسلمانوں نے سمجھا ہوا ہے کہ اس کی شادی کر دی بلکہ یہ کہ اس کی تعلیم و تربیت کر لے اس کی حیثیت کے مطابق اسے معاش پیدا کرے اور ان کی کی زندگی بسر کرے کے قابل بنائے شادی کر اس کا اپنا کام ہو جسکے قابل بنالے جو محتاج تو خود شادی کر لے۔

علاقہ ۱۱۔ سیستف۔ اس کا مادہ عقی ہو۔ اور عقیقہ کے اصل معنی میں تھوڑی چیز کے پائینے پر اپنے آپ کو روک لینا۔ کیونکہ عقیقہ کا مادہ کسی چیز کے تھمے کو کہتے ہیں، اور اسی سے عقیقہ کے لفظ بمعنی یاد آتی ہوئی، مثلاً بن میں ایک ایسی حالت کا پیدا ہونا، اور غلبہ شہوت کے باعث، اور مستطاف میں بوجہ غلبہ انداز ہو، کیونکہ اس کے اصل معنی میں طلب عفت، اور یہاں مراد صرف کے رہنا ہو، یعنی قسم کا مال کھانے سے رہنا ہو۔

فقیہی فقہ ہے جس کا استعمال چار بیچ پر ہی ادا ضروری حاجت کا پایا جانا جو سب نشانوں کیسے عام ہو۔ بلکہ کل وجود
 کیلئے جیسا کہ فرمایا یا ایہا الناس انتم الفقہاء والی اللہ (حافظہ ۱۵۰) جس میں کہے سب اللہ کے حوالے جو دو مضر قرآن کا نہ ہونا
 جو بھیے انما الصدقات الفقہاء پیرائس کا فقہی ہونا نفس کے مقابل پر ہی اور یہ جس اور مایع ہو۔ اور جو بقا حضور ہی
 جو جسکی جناب میں انسان کو نہ پایا ہے جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے اللہم انفعنی بالیہ فقہاء ایدیک ولا تشفقونی
 یا اللہ میں نفع دے ان سے اللہ بھیے انفاہیہ بنا کر فنی کر دے اور اپنی طرف سے لاہرہ کا کھنڈن نہ بنا تو۔ جس میں جسکی حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کا قول یہ ہے فانی لثقلات لمن خیر فقہیہ والقسط ۳۲ اور یہاں انفعنی لعلی انکر من فیہ استعمال ہو یہی حاجت جبرئیل کے معنی میں۔
 اس کے مقابلہ میں ہے مراد یہی ہے کہ اس کے ذرائع آدھ اور دھارے میں ہیں کہ اس کو مل نہیں کے لئے کی کو احتیاج نہیں ہے

چونکہ بیانی کے دیوں کو ان کے مال میں ہر قسم کے تصرف کے ساتھ کیا جاسکتے ہیں یہ بھی بتانا ضروری تھا کہ ہر قسم کی اخلاقی اور شرعی حسیبت

جائز ہو یا نہیں، سو فی اخلاقی صورت کو بھی اس حد تک محدود کر دیا کہ جو شخص نظام کو کرتا ہو وہ اپنی اپنی ذمہ داریاں نہیں رکھتا۔ اولے سبکی و سہولت

علاوہ حسیبت کے کسی گناہ میں جیسے حب کا قطع (قطع ۵۰) و حب (حب ۵۰) و حب (حب ۵۰) اور اس کا کیا فی شرع میں نہیں

کے معنی یا ان کا کیا ہے۔ مادہ ۱۰۰ یا اس کا یہی حساب لینے والا اور اگر حسیبت اور اس کے معنی صرف حساب لینے والے کے ہیں لیکن ہرگز

اس سے مکافاتی یا محاسب ہیں حتیٰ حساب لینکر ملہ دینے والا

اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت حساب کی طرف توجہ دلا کر ہر قسم کی زہادتی سے روکا ہے۔ کیونکہ صرف ہدایات کا دنیا کا

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا

مردوں کے لئے اس سے ایک حصہ چھوٹا کما الدین اور قریبی چھوٹیں اور عورتوں کے لئے اس سے ایک حصہ بڑا (دائیں)

تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۝

والدین اور قریبی چھوڑیں

خواہ وہ قیوم نام ہو یا بہت - ایک مقرر حصہ ۶۱۲

نہیں جیسا کہ کوئی دیکھے، والی طاقت ساتھ دھوسوا، اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات ہی وہ چیز ہیں جو انسان کو فطری سے مٹنی گنہگاروں سے روک سکتی ہیں۔

ملا لیا۔ اس سے وراثت کا مستحق نہ بن گیا تھا جو گمراہ غرض ابی بنیاتی کے حقوق کی حفاظت ہی ہے۔ کیونکہ بنیاتی کو خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں میراث سے حصہ دیا جائے گا جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو لوگ کئے تھے قیامت لا یورث الامم فانی علی کل حقیر الخلیل کوئی ورثہ نہیں لے سکتا مگر وہ جو گھر لڑے کی بیٹی پر سوار ہو کر جنگ کرتا ہے یا بیٹا چاہے چاہے آخر تک نہ رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ اس کے خاندان خاص بن ثابت کے ترکہ میں سے اس کی بیٹیوں کو کوئی حصہ نہیں اور کل پر اس کے بھائی قابض ہو گئے ہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے یہی عرض کیا تھا یا رسول اللہ ولدا ھالاً لا یورث فہم اس لالچ میں کلا ولا یبکی عدو ابی اس کی اولاد نہ گھر لڑے پر سوار رہتی ہو جو بھڑا شکاری جو نہ شین کو مارتی ہے پس اس آیت نے نیک بنیاد قدیم رحم کو موقوف کیا اور ترکہ میں مرد و عورت بڑے اور چھوٹے۔ جنگ کرنے والے اور گھر بیٹھے والے سب کو یکساں حصہ دار قرار دیا۔

جاہلیت میں یا مہلکی
وہڈے عرومیت

آنحضرت کی قوت قلمی
کا کمال -

آپ کی مہتمم اور دعاؤں
کے قطرے شفا

آپ کی مہتمم اور دعاؤں
کے قطرے شفا

وَأَذْهَبَ الرِّيسَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا

اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور خیم اور مسکین مہجوروں کو اس میں سے کچھ دو اور انکو

٩ لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَيُخْشَى الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ خَلْقِهِمْ ذُرِّيَةً يُضِعُّ فَأُولَٰئِكَ

۶۱۳ اور ایسے لوگوں کو ٹھونکنا جائز ہے جو گناہ اپنے پیچھے گمراہی و جھوٹیں توہین کے لئے ڈرتے

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا زَعِيدًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

پس چاہئے کہ اللہ کا تقویٰ کریں اور چاہیں کہ یہی بات کریں کہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلم سے کھاتے

ظِلًّا إِنَّمَا كُنُونَ فِي بَطْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا

ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی کھاتے ہیں اور وہ بڑھکائی ہوئی آگ میں داخل ہونگے۔

حق کو چھین کر تھمرو اور بھڑاؤں کو دلائے ہیں۔ اور آپ کے پیروں کی جاں نثاری بھی دینا پسند نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس نے دنیا میں ایسے ایسے انقلاب پیدا کر کے دکھائے جن کی نظیر دنیا میں کوئی دوسرا انسان نہیں دکھاسکتا۔ اور یہ انقلاب قوت ملی کے بھروسے نہیں بلکہ قوت قومی کی حمایت سے نہیں بلکہ قوت ملی اور قوت قومی کے مقابلہ میں کر کے دکھائے۔

تقسیم ترک کے وقت
غریب کو کچھ دینا

۱۱۔ الفصحة سے مراد تقسیم مال وراثت ہو یا وصیت کی تقسیم، اذا حصل الفصحة سے مراد نہیں کہ وہ اس وقت اگر وصت سوال ورا کر کے توی ان کو کچھ دینا چاہئے بلکہ ان کی شخص ہو جو فی مراد ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ ایک توبہ پر جن کے حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے لیکن ان کے علاوہ دوسرے قریبیوں کو دین کو میں اولیٰ القربیٰ کہا گیا ہو، وہ کہیں لو اور تیسریوں کو بھی نادمہ پہنچانا چاہئے یہ وصت تقسیم اسلام سے خاص ہو۔ چونکہ بعض مفسرین نے فقہاء کے معنی وصیت کی تقسیم کو بھی بیان ہو۔ اس لئے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں دو دو قسمیں مراد ہیں۔ اگر شخص متوفی خود اپنے توبہ رشتہ داروں کے لئے (دعوتین حصہ نہیں لیتے) یا مسکینوں یتیموں کے لئے اپنے مال کے کسی حصہ کی وصیت کرے تو بہرہ و تقسیم ترک کرے وقت ان کو کچھ دے دیا جائے بعض لوگوں نے اس آیت کو بھی منسوخ کہہ دیا جو جس کی تردید بخاری میں حضرت ابن عباس کی یہ ایت سے موجود ہے یعنی آپ نے فرمایا کہ یہ آیت مگر یہ منسوخ نہیں ہے۔

استقر - فاضل بن یحییٰ

مسئلہ مسدود۔ مسدود سے پوچھنے کے کسی اختلاف کا بند کر دینا یا روک دینا ہے۔ اسی لئے قول مسدود اس بات کو
 کہا جاتا ہے جو وہابی یعنی مہم قرعہ پہنچنے والی ہو۔ کیونکہ وہ اختلاف کو روک دیتی ہے یا مسدود ادینی قصد کو حاصل کر لیتی ہے۔
 یہ حضرت انسانی کو بیل کی پوک بن چلا کر مر جاؤ۔ ہمارے چھتری چھوڑی چھوڑا دے۔ جانے تو تم یہ چاہتے ہو کہ وہ مسدود
 اس روئے کرے اور اس کے متعلق نہیں، اسی طرح ہم مسکینوں اور یتیموں کی خبر گیری کر دے۔

سفر-سفر

۱۵۔ سعیدؑ: سقہ کے حنی التہاب النار یا آگ کا شعلہ مارنا یا بھڑکانا ہے اور سعید یعنی سعۃ یعنی بھڑکانی گئی آگ۔

اس آج کے ساتھ جو نیکو معنوں اور رکیع خیر خواہیوں سے پھر تپائی کے مال کھانے کے جو حصہ ڈرایا اور بتایا جو کمال
تیسرے کا کھانا لگو، انک کا کھانا اور انک کا کھانا بطور محازی و مودت و مساب کا مہال امراد دی جو انسان کو انک سے جانچنے کے

تقسیم دولت

دولت

اسلام کا قانون

تقسیم دولت میں
اصلی جبریت

تقسیم دولت کا
اصل

بندھن

تقسیم دولت میں
سادات قوم کے
لئے چارہ

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فَرِيًّا وَلَا ذِكْرًا

۱۱

اللہ تعالیٰ اولاد کے متعلق تمہیں تاکید و نہی فرماتا ہے

۱۱ اولاد۔ وَلَدٌ کی جمع ہے جس کے معنی مطلق مولود ہیں یعنی جائیداد اور وصالہ جمع میں۔ پھر نے اور بڑے پر ذی ذکر جبریت میں ذی، اور ولد اولاد یعنی پوتے پر اس کا استعمال جائز ہو گا۔

اس رکع میں دو اثناء کے مختلف حصص بتائے ہیں۔ عوب میں جائداد اور میر و کر کا کوئی حصہ ضعیف یعنی عورتوں اور چھوٹے بچوں کو نہ ملتا تھا۔ اسلام نے ہر ایک شخص کی تہذیب و تمدن کے چند حصے کر دیئے ہیں۔ کچھ خاندانی بی بی کو مل جاتا ہے کچھ ماں باپ کو کچھ اولاد کو، اور بعض حالات میں بھائیوں بہنوں کو۔ یا تہذیبی رشتہ داروں کے گھر سے کی صورت میں دور کے رشتہ داروں کو گویا شخص کی جائداد میں سے ان کو کچھ حصہ دیا ہے جن سے انسان کو کچھ نفع عام طور پر پہنچتا رہتا ہو اس لئے وراثت کو سب میں تقسیم کرنے کی حکمت یہی ہو کہ سب وہ لوگ جن سے انسان کو نفع پہنچتی ہے اس سے نفع حاصل کریں۔

اسلام کا اصل تقسیم وراثت حقوق انسانی کی مساوات پر مبنی ہے اولاد میں ایک سادہ سادہ سبب حصہ دہرنے چاہئیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو باجئے اور بیٹوں کو ساری جائداد دیکھنا چاہئے اور بی بی کو ترنا نصیب کرنا ساری اولاد کو عورہ کر کے ایک سیریکل جائداد کو یکساں حصہ بعض مالک کے بیٹے جیسا کہ ساری جائداد کو ایک حصہ بنا دیا ہو۔ باقی سب اولاد کو عورہ جاتی ہے۔ اس سبب بزرگ سیار بی بی کی جائداد کا وارث ہو سکتا ہے۔ کیا وہ جو کوئی بی بی مال کی جائداد میں سے حصہ نہ لے۔ اسی طرح مال باپ کے حقوق ہیں۔ گویا اس تقسیم وراثت میں بھی اسلام نے جمہوریت کا اصول قائم کیا ہے کہ کتنے کیساں حقوق ہیں وہ سب اپنے حقوق کو پا رہا جائے اور ان کو دنیا یا تقسیم ہونا سب سے پہلے ایک انسان اپنی سچی اور کوشش سے ایک جائداد بنا سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے بھی بنا سکتا ہے۔ جو تو ہیں ایک انسان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہیں وہی دوسرے کو بھی دی ہیں جو سامان ایک کے لئے مینا کئے ہیں وہی دوسرے کے لئے بھی مینا کئے ہیں۔ پس جو سادات قانون قدرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں اسی کو تقسیم وراثت میں منظر رکھا ہو گا۔

اگر غور کیا جائے تو اسلام نے چار اصول قائم کر کے تقسیم دولت کا صحیح اصول قائم کیا ہے۔ اور عورہ و زمانہ کی مشکلات تقسیم دولت کا علاج اگر کوئی بھی لے گا تو صرف تعلیم اسلام میں۔ پورے میں دو خیالات کی مدد سے دقت حل رہی ہے۔ ایک خیال تو یہ ہے کہ ہر ایک فرد اپنی کوشش اور محنت سے جس قدر مال حاصل کرے وہ سب اس کا مال ہو۔ اسی خیال کے ماتحت فریڈ میں سب عورہ کی خود مختاری ہے۔ اور ملک کی دولت جو ام کے ماتحت سے مل کر چند افراد کے ماتحت میں آگئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر حصہ نسل انسانی کا معمولی سامان معیشت سے بھی عورہ میں اور چند کس کو ملتی ہے۔ اس قص کو دیکھ کر ایک دہر خیال پیدا ہوا ہے جو ہر ملک کے نام سے موسوم ہے کہ سب انسان ملک کی دولت میں کیساں حصہ دار ہیں سب کوشش کریں انسان کی کوشش کا نتیجہ کچھ ہو وہ سب شریک ہونا چاہئے اور سب کو دولت کا یکساں حصہ ملنا چاہئے۔ مگر اس تحریک میں نقص ہے کہ ہر ایک شخص اپنی کوشش سے جو کچھ حاصل کرے اس کا مالک نہیں تو زیادہ محنت اور کوشش کے لئے کوئی تحریک باقی نہ رہی۔ اسلام نے اگر ایک طرف لیس لاکھ انسان لاکھ انسان کا معمولی قائم کیا ہے تو دوسری طرف انسان جس کے لئے کوشش کرے وہ اس کا مال ہے۔ تو دوسری طرف اس بات کو رد کرنے کے لئے کہ دولت چند مخصوص اقوام میں جمع ہوئی چلی جائے کچھ مبالغہ جبر کر دینے کے ہیں انسانی ملا جو میں سے ایک لاکھ ہے جس کے ذریعہ سے جمع شدہ دولت کا جو دو تہہ مندوں کے قبضہ میں ہو چلا لیساں حصہ ہر سال کے آدھیں مل کر غریبوں کو ملتا رہتا ہے۔ دوسرے سو کی مانتہ نہیں ہے۔ یہ وہی ہے جو دولت کا قرضہ لینے کے حراج ہوتے ہیں سو دینا جلتے۔ یہ سب یہ کہ ہر ایک شخص کو جو اپنی موت کے وقت مال چھوڑے اسے یہ حکم دیا

وَأَنَّ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلَوْ كُنْهُمَا لِكُلٍّ فَاحِدٌ مِمَّا الشُّدُسُ مِمَّا

اور اگر ایک ہی ہو تو اس کے لئے نصف ہے ۱۶ اور اس کے ان باپ کیلئے دونوں میں سے ہر ایک کیلئے سا چھٹا حصہ ہو

تَرَكَانَ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبُوهُ فَلِلْمُتَّةِ الثَّلَاثَةُ

چھڑا ہر اگر اس کی اولاد ہو لیکن اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ان باپ ہی کے وارث ہوں تو ان کی کیلئے تیرہ حصہ

اولاد کو حق وراثت

۱۶ سے پہلے جیسا کہ حق تھا اولاد کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک اولاد کی پرورش ماں باپ کے ذمہ ہوتی ہے۔ دوسرے محرم ماں باپ کی وفات سے اولاد نہ کر کویتی ہے۔ اور اولاد کی وفات سے ماں باپ کا ترکہ کو لینا کم واقع ہوتا ہو سب سے پہلی صورت یہ ہے کہ صرف اولاد ہی لینے والی ہو۔ اور اس میں اول اس صورت کو لیا کہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں تو ان میں تقسیم وراثت کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکی کے دو چہد حصہ اور اس طرح ساری جائیداد تقسیم ہو۔ اس صورت کا ذکر نہیں کیا جس میں صرف لڑکے ہوں اس لئے کہ وہ خود اس سے ظاہر ہے۔ اور جب صرف لڑکیاں ہی ہوں تو اس صورت میں فرمایا کہ ایک لڑکی جو تہ جائداد کی نصف کی وہ مالک ہوگی۔ باقی دو کے رشتہ داروں کو جائیگی اور اگر وہ یاد سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو وہ سب بھجھ کر مساوی دو حثائی جائداد لینگی اور باقی ایک حثائی اور رشتہ داروں کو جائیگی۔ یہ تقسیم صرف اس صورت میں ہی جہاں اولاد کے ساتھ ماں باپ یا چاچا وند لینے والے نہیں ہ

ہر نے کا حق

بظاہر یہاں صرف اولاد کا ذکر ہی نہیں بیٹوں اور بیٹیوں کا لیکن چونکہ غلط فہمی سے اس لئے میں اس اولاد کی اولاد بھی داخل ہو۔ مگر یہاں پر محال سے کچھ تفریق کر دی ہے یعنی اول تو بیٹی کی اولاد کو وراثت میں شامل نہیں کیا اور دوسرے بیٹیوں کی اولاد کو اس صورت میں وراثت میں شامل نہیں کیا ہے۔ جب کوئی زندہ بیٹا موجود نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کے دو زندہ بیٹے ہیں اور ایک بیٹے کی جوہر چاہے اولاد موجود ہے۔ تو اس بیٹے کی اولاد کو باقی بیٹیوں کے ساتھ حصہ نہ دیا جائے گا۔ ان بڑے وصیت ان کو متوفی کے حصہ دے سکتا ہے جس کے لئے پہلے حکم بھی آچکا ہے۔ اور اگر کوئی بیٹا زندہ نہ ہو تو پھر بیٹیوں کی اولاد ان بیٹیوں کے قائم مقام بھی جیسے مگر قرآن کریم کے کوئی لفظ یہ وراثت نہیں کرتے نہ ہی کہ ہم صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا فیصلہ کیا کہ ایک متوفی بیٹے کی اولاد کو زندہ بیٹیوں کے ساتھ اپنے متوفی دادا کا حصہ لینے سے محروم کر دیا ہو۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ ولید کے لفظ میں شامل ہونے کی وجہ سے ایک متوفی بیٹے کی اولاد زندہ بیٹیوں کی بیٹیوں کے ساتھ اپنے دادا کا حصہ لینے کی حقدار ہے اور اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جہاں پوئی کو نبی کے ساتھ شامل کر کے ابن مسعود نے دو بیٹیاں متبرار دے کر کہہ دیا تھا جائداد ان دونوں کو دے دی بخاری میں اس میں ان کی آپس کی تقسیم میں پھر نبی کو ایک قرار دے کر نصف وہ یا اور پھر چھ حصہ پوئی کو دے کر دیا مگر یہ حال اس سے دلیل ممتی ہے کہ جب پوئی بیٹی کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو قوتاً بیٹے کے قائم مقام کیوں نہیں ہو سکتا۔ تعالیٰ میں اس تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تعال ہے۔ جب وہ نہیں تو نبی تعالیٰ کوئی دلیل نہیں۔ اور یہاں ایسی صورت میں آیت اذا حضرة تات ایسے پوئی کیلئے وصیت کرنا ضروری ہو اور اگر ایسی وصیت کی گئی ہو تو تقسیم وراثت کے وقت بھی ان کو حصہ دیا جاسکتا ہو۔

وَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اور اگر اس کے بھائی ہوں تو اس کی ماں کیلئے چھٹا حصہ ہر سال

اس باپ کے حصہ

یہاں اس حصہ میں ماں اور باپ کے حصہ وراثت کا ذکر کیا ہے اور اس کی تین صورتیں قائم کی ہیں۔ اول یہ کہ ماں باپ ہوں اور اولاد بھی ہو۔ اس صورت میں ماں اور باپ ہر ایک چھٹا حصہ لیتا ہے۔ اور باقی اولاد کو ملتا ہے۔ اگر اولاد میں لڑکے ہوں یا لڑکے اور لڑکیاں ہوں یا دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو سب ان کو مل جائیگا۔ اگر صرف ایک لڑکی ہو تو نصف وہ لے لگی اور باقی چھٹا حصہ پھر والدہ کو قریب ترین حصہ ہونے کے لحاظ سے چلا جائیگا۔ کیونکہ ایک لڑکی کو میراث نصف سے زیادہ دینا نہ ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ ہوں اور اولاد کوئی نہ ہو تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی اور باقی دو تہائی باپ کو چلا جائے گا۔

اس باپ کے سوا
بھائی کی ہر دو

تیسری صورت یہ بیان کی ہے کہ اولاد نہ ہو مگر بھائی ہوں۔ تو اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ باپ کو کیا ملے گا اس میں اختلاف ہے۔ جو کہ جو کہ نزدیک بھائیوں کا ہو تا صرف ماں کے تیسرا حصہ اپنے لیے روکے گا۔ اور بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا۔ مگر حضرت ابن عباس کا مذہب ہے کہ جو ماں کا حصہ کم ہوا ہو وہ بھائیوں کو ملے گا۔ بھائی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ ہوں تو ماں کا حصہ کم ہو جائے حالانکہ ورثہ پانے والا اور کوئی پیدا نہیں ہوا اس کا نتیجہ صرف یہ ہو گا کہ بھائیوں کے حصے میں باپ کا حصہ بڑھ کر پڑ جائے گا اور ماں کیلئے صرف چھٹا حصہ رہ گیا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں آتی کیونکہ تمام اصول وراثت ہی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کا حصہ کم ہونے کیلئے کوئی دوسرا اس کا پانے والا اور ہونا چاہئے۔ مگر اس پر اعتراض ہے کہ یہاں یہ ذکر نہیں کہ بھائیوں کو کیا ملے۔ میرے نزدیک اس کا ذکر چونکہ آگے آ جاتا ہے۔ اس لئے یہاں ذکر کی ضرورت تھی۔ اور ماں کا حصہ اس لئے کم کیا گیا ہے کہ بھائی حصہ پانے والے ہیں۔ اور خوراک و نفقہ تو ان ہی سے پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ کچھ جہاں ماں باپ کے ساتھ اور کوئی ورثہ پانے والا نہیں وہاں صاف نفقہ پڑھتا ہے جس قدر وہ کھاتا ہے اس کے ماں باپ اس کے وارث ہیں۔ لہذا یہاں بھائیوں کا ذکر کیا وہاں یہ نفقہ نہیں پڑھتا جس سے معلوم ہوا کہ اب وہ بھائی بھی ساتھ وارث ہیں۔

دوسرا سوال اس صورت کے متعلق یہ ہے کہ اخوة سے کیا مراد ہے۔ اس پر تو اتفاق ہے کہ ایک بھائی ہو تو وہ ماں کا تیسرا حصہ پانے میں مانع نہیں ہوگا۔ اور تین ہونگے تو وہ ضرور مانع ہونگے۔ مگر وہ کے متعلق اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اخوة کے نزدیک ہے اس لئے وہ اس میں داخل نہیں بعض نے کہا کہ دو پر ہی حج کا حکم ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے کہ الاثنان فما فوقہا جاعۃ۔ دو یا اس سے بڑھ کر جاعت ہے۔ اور اکثر صحابہ کا مذہب یہ ہے کہ اخوة کے متعلق شامل ہیں میرے نزدیک قرآن کریم کے وراثت کے معاملہ میں اخوة کو دیکھنا صحیح نہیں لگتا ہے۔ اولیٰ کو واضح نہ کرنا شرع میں کیا استعمال کیا ہے۔ اب میں اگر باپ ذہو تو والد اور دو لڑکے ام میں اگر ماں ذہو تو دو امی مراد ہوگی۔ اسی طرح اخوة کا لفظ عام ہے اور میں بھائی اور بیٹیاں سب شامل ہیں خواہ ایک ہی یا زیادہ۔ اور ان کے حصص کا ذکر آگے چل کر آتا ہے۔ جہاں کلام کی وراثت کا ذکر ہے۔ جہاں صاف یہ بیان فرمایا کہ اگر ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر اس نے پلڑے ہوں تو ایک تہائی میں شریک ہونگے پس ماں باپ کے ہوتے ہوئے اگر بھائی نہیں ہوں تو اس کی صورت یہ ہے کہ ماں چھٹا حصہ ایک بھائی یا بہن ہو تو اس کو چھٹا حصہ اور باقی دو تہائی باپ کو کیا ہے زیادہ بھائی یا بیٹیاں ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ سب بھائی بہنوں کو تیسرا حصہ۔ اور باقی نصف باپ کو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ صورت تعالٰی کے خلاف ہے۔

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دِينَ آبَائِكُمْ وَابْنَاؤُكُمْ لَكُمْ رِوَاغٌ مِمَّا

وہیت کی ادائیگی کے بعد جس سے کسی پر یا قرضہ کے تہا سے باپ اور بہن سے بیٹے تم نہیں جانے کہ ان میں سے

أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةُ مِنَ اللَّهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَصَابٌ كَانَ عَلَى مَا حَكَمْنَا ۝

۶۱۹۔ کہ تمہارے لئے فائدہ کے لحاظ سے جو بڑے بڑے اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے

گھر مثلاً وراثت میں تعالٰی میں اختلاف چلا آتا ہے۔ نہ صرف بہت سے مسائل میں شیعہ، سنی کا اختلاف ہے۔ بلکہ خود علمائے اہل سنت والجماعت میں بھی اختلاف ہوا۔ صحابہ میں بھی اختلاف ہے چنانچہ کئی مسائل میں حضرت ابن عباس کا مذہب دوسرے صحابہ کے خلاف ہے۔ اگر لفظ کالہ کے لیے معنی ہیں کہ کالہ اس کو بھی کہتے ہیں جس کا مال باپ اور اولاد دونوں میں نہیں دیا۔ حضرت ابو بکر سے روایت ہے۔ اور اس کو بھی کہتے ہیں جس کے مال باپ ہیں اور اولاد نہ ہو جیسے کہ حضرت عمر سے روایت ہے۔ تو دو جگہ غلط کالہ کے ذکر سے مراد یہ دونوں صورتیں ہوں گی۔ اور جو نگرہ قرآن کریم نے اس آیت میں صاف ذکر کیا ہے کہ اولاد نہ ہو اور مال باپ کے ساتھ بھائی ہوں اس لئے قرین قیاس یہی ہو کہ اس صورت میں جو بھائیوں کو ملنا چاہئے اس کا ذکر بھی قرآن شریف میں ہے۔ اور یہی وہ صورت ہے جس کا ذکر زوجین کے بعد آتا ہے۔

وہیت اور قرضہ

۶۱۹۔ محب بعد وصیۃ یوصی بہا اودین۔ یہ الفاظ ساری آیت پر حاوی ہیں۔ کیونکہ ان تمام کا ذکر کر کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور خواہ صرف اولاد وارث ہو۔ یا مال باپ اور اولاد کے ساتھ یا اولاد کے بغیر یا بھائیوں کے ساتھ وارث ہوں۔ تمام صورتوں میں اگر کوئی وصیت ہو یا قرضہ ہو تو پہلے اس کی ادائیگی ضروری ہو اور جو باقی بچے ہو وہ بموجب حصص مذکورہ بالا تقسیم ہوگا۔ قرضہ اور وصیت میں سے قرآن کریم نے پہلے وصیت کا نام لیا ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ قرضہ سے پہلے وصیت کا مال ادا کیا جائے۔ اس لئے کہ مال متروکہ قرار دہی پائے گا جو بعد ادائیگی قرضہ ہو۔ اور ادا کرنے کے لئے نہیں آتا۔ وصیت کے ذکر کو مقدم اس لئے کیا کہ جب کوئی وصیت کرے گا تو اس وصیت میں قرضہ کا ذکر ضروری کرے گا۔ اس لئے صرف وصیت کا تقییل میں قرضہ کی ادائیگی آجاتی ہے۔ اور اس کے بعد اودین کا لفظ اس نے بڑھا یا لگا کر کسی نے وصیت نہیں کی مگر قرضہ اس کے ذمہ ثابت ہو تو قرضہ بہر حال ادا ہی کرنا ہوگا۔

اباؤکم و ابنائکم لکن دون ایہما قریب لکم نفعا۔ قرابت کے لحاظ سے اصل حقدار وراثت یا اولاد ہی یا مال باپ مگر اولاد کو پہنچنا تو تین دنیائے تسلیم کیا ہے۔ لیکن مال باپ کو عموماً کچھ نہیں دیا جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب مال باپ کے حصص کا ذکر فرمایا تو بتا دیا کہ مال باپ کے حقوق کو کم نہ سمجھو۔ انسان کو نفع مال باپ سے بھی پہنچتا ہو اور اولاد سے بھی پس جن سے انسان نفع اٹھاتا ہو۔ اس کے تنگ سے ان کو نفع پہنچنا چاہئے اس لئے مال باپ کے حقوق کو چھڑا نہیں جاسکتا۔ ہر دفعہ جہاں حصص کا ذکر کیا ہے ساتھ یہ لفظ بھی بڑھا دینے میں قریشیم وصیت کی تقییل کے بعد ہوئی ہے سوال یہ پیدا ہوتا کہ آیا وصیت کی رو سے ایسی شخص کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے مال کو اپنے دشمن یا تقسیم کر دے یا ان کو عموماً کر دے۔ یہ بالکل ہر امر ہے کہ ایسی وصیت خود احکام امت کو باطل کرتی ہے۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ خود ہی ایک تقسیم قائم کر کے پھر خود ہی اپنی بھی اجالت دے کہ وہ تقسیم باطل ہو جائے۔ اگر فضا، اگر بی بیوں ہوتا کہ مال کی تقسیم تو وصیت کے مطابق ہونی چاہئے لیکن جس صورت میں وصیت نہ ہو تو پھر کوئی تقسیم ہو تو حصص کے مقرر کرے سے پہلے یہ حراست صاف طور پر دیدی جاتی کہ مال کی تقسیم تمہاری وصیتوں کے مطابق ہوگی لیکن جہاں وصیت نہ ہو وہاں ذیل کی تقسیم ہو۔ بخلاف اس کے قرآن کریم نے پہلے حصص

وہیت اور قرضہ

۱۲ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ زَوْجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہارے لئے اس کا نصف جو تمہاری بیویاں چھوڑیں اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اگر ان کی اولاد ہو

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَ كُنْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ تَوْصِيَةً لَهَا أَوْ دِينَ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَ

تو تمہارے لئے اس کا چوتھا حصہ جو انہوں نے چھوڑا ہو وصیت دہی اور ان کی مکہ جہو انوش کی ہر یا ترضہ کو اور ان کی مکہ کا چوتھا حصہ

إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكَ كُنْ مِنْ بَعْدِ

ہو اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کیلئے اس کا آٹھواں حصہ جو تمہارے چھوڑا ہے وصیت دہی اور ان کی

وَصِيَّتِهِ تَوْصِيَةً لَهَا أَوْ دِينَ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَّةً أَوْ امْرَأَةً

کے جہو جو تمہارے کی ہو یا ترضہ کے ۱۲۳ اور اگر کسی مرد یا عورت کا ورثہ کلاہر ہونے کی حالت میں رہا جائے۔

مقرر کر کے چھ وصیت کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت مال کے کسی خاص حصہ کے متعلق ہونی چاہئے اور جو کچھ وصیت سے ثابت ہو جس کا ذکر فصل ثروت میں ہر جگہ ہو گا حضرت معلم نے ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے پانچ شرطیں وصیت کے لئے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ وہ ایک تہائی مال سے زیادہ کیلئے نہ ہو اور وصی شرط کا ذکر بھی ایک حدیث میں ہے کہ اگر وصیت نہ لاداشی ہی شخص صص مقرر کر دے کے مطابق وراثت کا نام ہو اس کے لئے وصیت کوئی نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ حدیث نہ بھی ہوتی تب بھی یہ بات ظاہر تھی کہ جب وراثت کے لئے خود وراثت کے لئے حصص مقرر کر دئے ہیں تو اب ایک شخص کو یہ اختیار ہونا کہ وہ وراثت سے کسی کے لئے کچھ وصیت بھی کر دے۔ پھر ایک نا انصافی ہو جاتی ہے کہ ایک وراثت کو دوسرے سے جھکا کر حصہ بنا دیا گیا اس لئے حق یہی ہے کہ وراثت کے لئے وصیت نہیں ہو سکتی پس یہ دو شرائط وصیت کے لئے ضروری ہیں۔ اول ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت نہ ہو دوسرے وراثت کیلئے وصیت نہ ہو +

دوسرا سوال یہ کہ یہ وصیت کس قسم کی ہو۔ نوٹ ۱۲۳ سے معلوم ہو گا کہ اس وصیت کی غرض خدا کے لئے کچھ مال کا چھڑنا ہو خواہ وہ اشاعت دین کیلئے یا کسی غریب یا غلس رشتہ دار کیلئے یا کسی شہم کیلئے ہو بعض غریب و شہم رشتہ داروں میں بھی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو کمتر کے مال کا کچھ حصہ بطور صلہ نہیں پہنچتا مثلاً موجودہ قتال کے مطابق بیٹوں کی موجودگی میں بی بی بی بیٹے کے بیٹے یعنی عیسائی قریب ہوتے لیکن زیادہ تر اس کی غرض غرض فی سبیل اللہ یا اشاعت دین کیلئے کچھ چھڑنا ہو جیسا کہ کھانا یا چائے جس طرح قرآن کریم کے بہت سے اصول مسلمانوں نے ترک کر دیئے اور غیر مسلموں نے لئے ہیں اسی طرح فی سبیل اللہ وصیت کا معاملہ بھی جو مسلمانوں میں بہت کم ہے جو اپنے مال کا کچھ حصہ خیراتی یا عوامی میں وصیت کرنا یا عیسائیوں میں جاکر کوئی جہاں بڑی بڑی عمارتیں ہیں کچھ حصہ مال کا تو ہم کی بہتری یا دوسری نیک غرض کے لئے وصیت کر دیا جائے۔ پھر قرآن کے حکموں کی قیید اگر دوسرے کریں تو کیوں ان سے منع نہ اٹھائیں اور مسلمان اگر قرآن کو اپنا رہنما نہ بنائیں تو کس طرح پروردگار کی نافرمانی ہو سکتے ہیں +

۱۲۴ یہ تیسری صورت ہے جس میں متوفی کی بیوی یا خاندان نہ ہو۔ اگر بیوی مر گئی ہے اور اولاد بھی تو خاندان کو چھوڑنا اور ان میں سے نصف اور اگر خاندان نہ ہو اور بیوی زندہ ہو اور اولاد ہے تو بیوی کو چھوڑنا حصہ اور ان میں سے نصف اور اگر خاندان نہ ہو اور بیوی زندہ ہو اور اولاد ہے تو بیوی کو چھوڑنا

غرض وصیت

خاندان و بیوی

وَلَهُ أَخْرَآؤُاُخْتُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

اور اس کا بھائی یا بہن جو قرآن وہ دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چٹا حصہ ہے۔

حصہ ایک سے زیادہ بیبیالوں کو قومی حصہ میں شریک ہو چکی۔ اور باقی اولاد دے گی لیکن اس صورت میں یہ دیگر نہیں فرمایا کہ خاندان یا بیوی بچی ہو اور ماں باپ بھی ہوں تو حصہ کس طرح تقسیم ہو گئے۔ اس صورت میں خواہ اولاد ہو یا نہ ہو بعض شہادت پیش آتی ہیں۔ اگر اولاد نہ ہو ماں باپ ہوں اور خاندان نہ ہو۔ تو نصف خاندان کو چاہئے۔ ایک تہائی ماں کو اور اس طرح پر باپ کا حصہ صرف چٹا نہ جاتا تو جو ماں سے نصف ہو۔ اور اگر اولاد میں شہادت لڑکیاں ہوں اور خاندان نہ ہو اور ماں باپ ہوں تو لڑکیوں کو دو تہائی چاہئے۔ ماں باپ کو ایک تہائی۔ تو خاندان کے لئے کچھ نہیں بچتا۔ صورت اول میں یعنی جب اولاد نہ ہو ماں باپ ہوں اور خاندان یا بیوی ہو تو انکے اس طرف گئے ہیں کہ خاندان یا بیوی پہلے اپنا حصہ لے لینگے۔ اور باقی کی ایک تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو چاہیگا اور اس طرح حصہ ٹھیک ہو گئے کسی درست ہو۔ اور یہ مذہب حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اور یہی ثابت اور ابن مسعود اور سابقین خاندان اور چار دائرہ چاروں ملنا۔ کا ہو دیکھو کہ وہ کہتے ہیں کہ خاندان یا بیوی کو دیکھو باقی مال ماں باپ کے حصہ کے لئے عمل مال تو باپ چاہیگا اور ماں کے حق میں ترکہ وہی ہے جو خاندان یا بیوی کو دینے کے بعد رہے۔ اور اس پر یہ چیز نہیں ہو سکتا کہ وہ مآثرات نہیں کیونکہ۔ مآثرات ہر ایک کے لئے ایک ایک ہو۔ اگر قرض ہو تو پہلے ترکہ میں سے قرض جانا چاہئے۔ اگر وصیت بھی ہو تو قرضہ کے بعد وصیت والوں کو ملنا چاہئے۔ اگر خاندان یا بیوی ہے تو وصیت کے بعد اسے ملنا چاہئے۔ پھر اس میں سے جو رہ جائے اس میں سے ماں باپ کا حصہ اور بقیہ اولاد کا حصہ ہوگا۔ اور جس طور پر قرآن کریم کے حصص تقسیم کئے ہیں وہ خود اس اصول کی صداقت پر شاہد ہے۔ کیونکہ اول یہ ذکر کیا کہ صرف اولاد ہو ماں باپ نہ ہوں۔ پھر یہ ذکر کیا کہ ماں باپ ہوں اور اولاد ہو یا نہ ہو تو کچھ پہلی صورت میں اولاد فوراً لیتی ہو تو اس صورت میں پہلے ماں باپ لیتے ہیں باقی اولاد لیتی ہی تیسری صورت اب یہ ہو کہ خاندان یا بیوی ہو تو خاندان ہر حصہ کو جس طرح ماں باپ کو دے کر بقیہ اولاد کے لئے چھوڑتا ہو اسی طرح اگر خاندان یا بیوی کے ساتھ ماں باپ بھی ہیں تو خاندان یا بیوی کو دے کر ماں باپ کو دیا جائیگا۔ اس صورت میں جس کو خود ملانے آیت نے ایک شکل کو مل کرنے کے لئے اختیار کیا ہو دخول و دفعہ کی آخر شہادت مل رہی جاتی ہیں۔ اور شہادہ داشت باطل صاف ہو جاتا ہو۔ اور اس میں سے بہت سی تجوید لگیاں اور جو جاتی ہیں مسئلہ جو حضرت علی کی طرف منسوب ہو وہ بھی اسی صورت میں پیدا ہوتا ہو کہ خاندان یا بیوی کے حق کو خالق دیکھا جائے۔ کیونکہ رسول کی صورت ایسی ہو کہ شہادہ بیوی زندہ ہو دو یا زیادہ لڑکیاں ہیں۔ ماں باپ ہیں۔ اب بیوی کو انکے حصے لڑکیوں کو دو تہائی ماں باپ کو ایک تہائی۔ اور یہ حصے پورے نہیں ہوتے۔ حضرت علی نے بذریعہ رسول اس کا حل دیا کہ خاندان کو مل کر شہادہ حصے کئے جائیں جن میں سے سولہ لڑکیوں کو دیتے جائیں۔ آٹھ ماں باپ کو تین بیوی کو اس طرح مال تو پورا ہو گیا۔ اور وہ تہائی ایک تہائی تینوں حصہ کچھ ہی درست نہ ہوا۔ انکے کسی بھائی نہیں کیا جاتا کہ بیوی کا حق خال کر باقی میں سے ماں باپ کا حشر دیا جائے اور بقیہ لڑکیوں کو تو یہ شخصی پیش نہ آتی یا اگر بیوی کا حق پہلے دہی کھلا جائے تو قومی لڑکیوں کو دو تہائی پہلے نہیں دینا چاہئے کہ ان کے ساتھ ماں باپ موجود ہیں اور لڑکیاں دو تہائی اس وقت لیتی ہیں جب دوسرا ساق لینگے والا کوئی نہ ہو پس انھوں حصہ بیوی کا اور ایک تہائی ماں باپ کا خال کر بقیہ لڑکیوں کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اگر لڑکیوں کی بجائے لڑکے ہوتے یا لڑکے اور لڑکیاں ہوتیں تو ان کو بھی بقیہ ہی دیا جاتا اور لڑکیاں لڑکوں سے زیادہ پانچ کی ہر حال حد تک بڑھاتا اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ یہ نا انصافی ہو گئے خاندان یا بیوی کو اپنا حصہ مل جانے کے باقی میں سے والدین کا چٹا

مولد کا مسئلہ

فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ

اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہیں ثلاث رویت دی ادا علی کے بعد

پہلے حصہ لکھ دیا پھر اس کا بھی بقیہ اولاد کو ملے تو یہ فی الحقیقت کوئی نا انصافی نہیں کیونکہ خاندانی بیوی جو کچھ بیٹے و بیٹی اولاد کی بہتری پر صرف ہوگا۔ اور حق یہی ہوگا کہ خاندانی بیوی کا ایک گونہ اشتراک جائداد میں ہوتا ہے کیونکہ مادہ و دونوں اس کے بنائے والے ہیں۔ خاندانی جائداد کے بننے میں بیوی مددگار ہوتی ہے اور بیوی کی جائداد کے بننے میں خاندان مددگار ہوتا ہے اور اس طرح مسئلہ وراثت کی تمام دقیق صاف برعکاس ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فیصلہ اس کے خلاف مروی نہیں۔ صرف ایک فیصلہ سعد بن الزبیع کی بیٹیوں اور بیوی کا ذکر ہے جس میں بیوی کو انھوں نے حصہ نہیں دیا۔ اور تہائی اور بقیہ بیٹے کو دیا گیا۔ یہ روایت اولیٰ قہرست اعلیٰ پایہ کی نہیں۔ اور دوسرے اس میں کوئی تفصیلات نہیں جس پر اسے اس مفہوم کے خلاف کوئی نتیجہ نکل سکتا ہو۔

کلام ۱۱۔ اس کا مادہ کل ہے جس کے معنی شک جانائیں۔ راغب لکھتے ہیں یہ ان وارثوں کا نام ہو جو اولاد و اولد کے سوا ہوں اور ساتھ ہی اس میں عباس کا قول نقل کرتے ہیں کہ اولاد کے سوا جو وارث ہوں ان کا نام جو در ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام ۱۲ وہ جو عمر جائے اور اس کی اولاد یا اس کا والد کی ذہب تو یہاں گویا میت کو کلام ۱۱ قرار دیا ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ دونوں قول صحیح ہیں اور اس کی تطبیق یہ ہے کہ کلام ۱۱ متعدد ہے جو وارث اور مورث دونوں کو چھ کرنا ہو۔

مفسرین میں دو گروہ ہیں۔ بڑا گروہ تو اس طرف گیا ہے کہ کلام ۱۲ وہ جو جس کا والد فوتہ ولد۔ ابن عباس کہتے ہیں کلام ۱۲ وہ جو جس کا ولد نہ ہو۔ حضرت عمرؓ کا خیال بھی ایسی ہی معلوم ہوتا ہے گویا روایت میں آئے ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے معنی یہ تھے ہیں کہ اس کا والد فوتہ نہ ہو اس لئے میں خاموشی اختیار کرتا ہوں مگر ایک روایت میں حضرت عمرؓ نے اس کے معنی یہ تھے کہ جو حضرت ابن عباسؓ نے کہے ہیں یعنی جس کا ولد نہ ہو۔ دیکھو غرائب القرآن و حسن معنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الکلام ۱۱ من الاولاد فقط اور ایک روایت حضرت عمرؓ سے یہ ہے کہ آپؐ کو اہل بیت کے انجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کو وضاحت سے بیان کر دیا ہوتا تو میرے نزدیک ساری دنیا سے زیادہ محبوب تھا۔ کلام ۱۲ خلافت۔ ربیعہ (غ) قرآن کریم میں دو جگہ کلام ۱۲ کا ذکر آیا ہے۔ ایک یہاں اور ایک اسی سورت کے آخر میں۔ یہاں بھائی یا بہن کا حصہ چنانچہ اولاد زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک اور وہاں بہن کا حصہ نصف۔ دو یا زیادہ بہنیں ہوں تو دو تہائی۔ صرف بھائی ہوں ایک یا زیادہ تو کل میں۔ بھائی اور بہنیں ملے چلے ہوں تو سارا ورثہ مرد و عورت سے دو حصہ دیکھئے قسم جو یحضر بن نے اس کی توجیہ یہ کی کہ یہاں بھائی بہن سے مراد اخیانی بھائی بہن ہیں یعنی ان کی طرف سے۔ اور دوسرے جو تہائی یعنی آخر سورت میں بھائی بہن سے مراد اخیانی یا عیانی بہن بھائی بہن ہیں یا باپ و دو لڑکی طرف یا صرف باپ کی دو لڑکیاں یا بیٹے کے بیٹے کی طرف اس کے متعلق نہیں۔ اس لئے دوسری توجیہ اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں جگہ کلام ۱۲ سے الگ مراد ہو۔

یہاں کلام ۱۳ مراد وہی صورت ہے جس کا ذکر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا اور وہاں باپ بہن اور بہن بھائی ہوں اور سب کے ہونے میں کلام ۱۴ سے مراد وہ کلام ۱۳ جس کے ذراں باپ بہن ذوالاداد اور بیوی و بہن کے ذراں ساری جائداد بہن بھائیوں کو دلائیے اور یہاں نہیں دلائیے کہ ان کو کوئی وارث نہیں ہو۔ یہاں ہر ایک تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ذراں باپ کی صورت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اولاد نہ ہوتی تو ان کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں بہن کا حصہ بیان نہ کیا تھا۔ اس کا ذکر باپ یا بہن کر دیا ہے۔ ورنہ یہ عرض

اور سب کے کلام

يُؤْصِيهَا أَوْ دِينَ غَيْرَ مُصَاحَرَةٍ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝۱۳

جو کسی ہر یا خدمت کے جو ضرر پہنچانے کیلئے نہ ہو ۱۳ یہ اللہ کی طرف سے تاکید کی گئی ہے۔ اور اس کا جائزہ دلا ہوا ہے۔

حَدُّهُ لِّلَّهِ وَمَن يَطِرْهُ لِّلَّهِ وَرَسُولُهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

اللہ کی حد بنی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہو وہ ایسے باغوں میں داخل کر دیا جائے گا جن کے نیچے نہریں

الأنهار خالدين فيها، وذلك الفوز العظيم ۝ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

بستی ہیں ان میں رہیگی اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا

وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

اور جس حد بندیوں سے گئے نکلے گا اسے آگ میں داخل کر دیا جائے گا اور اس کے لئے عذاب ہے اور عذاب ہے ۱۴

باقی رہتا ایک صورت کو ظاہر کر کے حصص کا ذکر نہیں کیا۔

اس طرح پران چار احکام میں ذیل کی چار صورتیں بیان کر دی ہیں۔ اول صرف اولاد ہو۔ دوم ماں باپ ہوں اور اولاد ہو یا نہ ہو۔ سوم خاندان ہی ہوں اور اولاد ہو یا نہ ہو۔ چارم ماں باپ ہوں اور اولاد ہو یا نہ ہو اور بھائی بہن ہوں۔ اور پانچ صورت سومت کے آخر پر یہ بیان کی ہو کہ اولاد ہو نہ ماں باپ ہوں صرف بھائی بہن ہوں یا پانچوں صورتوں میں اگر خاندان ہو یا بیوی بیوی تو اس کا حق پہلے نکاح پھر ماں باپ ہوں تو ان کا حق دو پھر اولاد کو۔ اور اولاد نہ ہو یا ماں باپ اور اولاد دونوں نہ ہوں تو بھائی بہنوں کو۔

ارشاد کی چوتھی صورت

۱۵ غَيْرَ مُصَاحَرَةٍ وَصِيَّةً اور قرضہ کے پہلے ادائیگی کا حکم تو ہر جگہ دیا ہے۔ مگر یہاں غَيْرَ مُصَاحَرَةٍ ساتھ بڑھا دیا ہے یعنی وصیت یا قرضہ ایسے ہوں جو ضرر پہنچانے والے نہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ کہ یہاں اولاد کوئی نہیں۔ اور جب اولاد ہو نہ ہو تو ممکن ہو کہ محض دور کے دشمن کو نقصان پہنچانے کے لئے کسی قرضہ کا اقرار کر لیا جائے یا بلا ضرورت کوئی قرضہ لے لیا جائے۔ اور اسی طرح محض نقصان پہنچانے کو کوئی وصیت کر دی جائے۔ اس لئے اس قید کی ضرورت یہاں پیش آتی ہے اور غَيْرَ مُصَاحَرَةٍ کا لفظ وصیت اور دین دونوں پر حاوی ہو۔

قرآن مفسر

۱۶ ان دونوں آیات میں بتایا کہ اگر یہ احکام گو دنیوی امور کے متعلق ہیں مگر ان کو اختلاف کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اسلام کے احکام دینی اور دنیوی بہرہ دیئے کیسے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ ان احکام کی مخالفت کرنے والے ہمیشہ میں جاتیگی اور ساتھ خالداً فیہا کے الفاظ بھی بڑھا دیئے ہیں۔ باوجود اس تاکید شدہ کہ مسلمانوں نے اس زمانہ میں بالخصوص پنجاب و ہندوستان کے دیہات میں ہر گز ان احکام کو پس پشت نہ ڈالا ہو۔ یہاں تک کہ واجب العرض میں صاف یہ لفظ لکھا دیتے ہیں کہ ہم قرآن کی پیروی نہیں کیگی۔ سہو بچ کی پیروی کیگیگی کیا اسی مخالفت کا نتیجہ یہ وہ نہیں جو خود قرآن کریم سے بیان فرما دیا ہے ولہ عذاب عظیم یعنی ان کے لئے عذاب ہے اور عذاب ہے؟ واقعی مسلمان احکام قرآنی کی خلاف ورزی کی وجہ سے ہی ذلیل ہو رہے ہیں۔

رواج اور قرآن

۳
۱۴

خانہ داروں کی سزا
سے سوک

۱۵ وَالَّذِينَ يَزِينُونَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاُسْتَمْتَعُوا بِهِنَّ اُولَٰئِكَ رُبُّهُمُ الَّذِي رَزَقَهُمْ مِنْكُمْ فَاَنْتُمْ عَنْهُمْ مُنْكَرُونَ

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بھیلی کا نیکاب کسے تو اپنے میں سے چاہے وہ ان پر بلاؤ

تَهْدُوهُمُ اَفَا مَسْكُوهُمْ فِي الْيُؤُوسِ حَتَّى يَتُوفَى هُمُ الْمَوْتُ وَيُجْعَلَ لَهُ سَبِيلًا

وہ گواہی دیں تو ان کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ ان کو موت پہنچے یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکال دے

۱۶۲ یا تین۔ ایک تین (دینی) کے اصل معنی آہاں مجزہ کسی مٹان کے آنے پر کسی امر کے کرنے پر یا کسی توبہ کے کرنے پر بلا جاتا ہے کیونکہ ان باتوں یا بالعموم یا بالخصوص جو کچھ غائب رہا اس پر اس کا جواب نہ دیا جاتا ہے

الفاحشہ پر قول یا ضل جو واقعہ ہو کہ وہ کچھ نہ لے کر اس میں شک نہیں کہ فاحشہ کا لفظ قرآن شریف ۱۱ زمانہ گہری میں زمانہ پہلی بار لکھا گیا ہے مگر اصل استعمال اس کا ہر قبیح کام پر ہو اور اسی معنی میں زیادہ تر قرآن شریف میں بھی آیا ہو جیسے واذا ضلوا فاحشۃ (الاعراف ۳۸) فانہ یا مہر بالفساد (التکوین ۲۲) اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ حدیث میں فاحش اور فاحشہ اور فاحش کا ذکر بار بار آیا ہے اور وہ ہر قسم کے ذوق اور مباحی پر مشتمل چنگی قیامت سخت ہو اور کثرت سے فاحشہ یعنی نہ پا رہی آیا ہو اور اصل میں ہر ایک قبیح ضلعت قول ہر یا ضل فاحشہ کہلاتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت عائشہ نے ان سے یہودیوں کو جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کتافی کی کتافی کی کتافی فرمایا یا ابی اس کو لای اللہ علیہ الفحش اللہ تعالیٰ فحش کو پسند نہیں کرتا اور یہاں فحش سے مراد صرف سخت گوئی ہو

حالت کی صحت کو
کھانے کے اسباب

پہلے دور کو میں عورتوں کے حقوق کو بیان کیا ہے اس طرح میں کچھ ان کی ذمہ داری کا ذکر ہے جس طرح اسلام نے سارے خاندان کے امتیاز کے طریقہ عورتوں کو بہت سے حقوق دیئے ہیں اور ان کے ساتھ جن معاشرت کو تعلیم لکھی کا حد ضرور دیا ہے۔ اسی طرح ان کی کچھ ذمہ داریاں بھی رکھی ہیں۔ اور یہ چاہا ہو کہ جس طرح سے وہ حقوق کو حاصل کرنے میں نام نہ نہ کی عورت پر فائق ہیں۔ اسی طرح اپنے چال چلن میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور راستبازی اختیار کرنے میں بھی فوری تے جائیں چنانکہ اسلام کا اصل مشاوری تھا کہ عورت کی ذلت کس قدر اسباب ہیں ان سب کو دور کیا جائے اس لئے اگر ایک طرف اس کے حقوق کو محفوظ کیا جائے اس کی عزت اور مرتبہ برقرار رہے تو دوسری طرف اس کی نصیحت کو محفوظ کرنے کے اسباب کا بھی ساتھ ہی ذکر کر دیا ہے تاکہ عورت پر سے ہر قسم کی ذلت دور ہو چنانچہ اس آیت کا مقصد بھی یہی ہے

سادہ دنیا کا ماحول

اگر مفسرین کا خیال ہو کہ اس آیت میں الفاحشہ سے مراد زانیہ اور یہاں زانیہ کی سزا تین سال کی ہے اور پھر اس کو سورتہ ذریٰ آیت جلد سے جلد اعلیٰ حکم جہ سے سزا دی جائے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت منہج جو حدیث (یعنی مسلم کی حدیث میں ہے) جو اللہ کے حکم جہ مانا ہے وہی سنۃ والشیب بالکتاب جلد مانا ہے والجمہ اور حدیث منہج جو آیت جلد سے آیت جلد جہ سے آیت جلد جہ سے واصل (رجوع سے دفع) لیکن جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے قرآن شریف میں کوئی حکم منہج نہیں ہے نہی اگر حکم صلی اللہ علیہ وسلم کسی حکم کو منہج قرار دیا۔ اور یہ کسی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں الفاحشہ کے معنی نہ لیتا ہے اس لئے ہم فاحشہ سے مراد یہاں عام منہج ہی لیتے۔ کیونکہ خدا کے معانی میں ہیں وہ راہ اختیار کر لی جاتی ہے جس سے ایک آیت دوسری کے خلاف نہ ہو جس الفاحشہ سے یہاں مراد بھیلی کا نیکاب ہے جسے سادہ دنیا کہنا چاہئے۔ اور یہاں قرآن کریم نے ایک راہ بتائی ہے کہ جس طرح عورتوں کو زنا سے بچانے کیلئے وقت پر اس کا نیکاب لگا دینا چاہئے اور وہ یہ علیٰ ہر کجی کی عورت سادہ دنیا کا نیکاب نہایت ہو تو اس کا فوری علاج یہ ہے کہ انہیں گھروں میں بند کر دیا جائے یعنی انکی آمدنی

وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَهَا مِنْكُمْ فَاذْهُوهُمْ ۚ فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا ۗ

۱۱۔ جو دو قسم ہیں اس کا ارتکاب کریں تو ان کو نذر دے پھر اگر وہ توبہ کریں اور اصلاح کریں تو ان کو جانے

عَنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

۱۲۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا رحیم کرنے والا ہے ۳۵

سلب کر دی جائے اور ان کو باہر نکلنے سے قطعاً محروم کر دیا جائے یہاں تک کہ کسی حالت میں ان پر سوت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکال دے۔ اور وہ راہ توبہ کی۔ یا اگر ایسی عورتیں ہیں جن کا بھی نکل نہیں ہوا تو نکلنے سے ان کی حالت سدھ سکتی ہے مفسرین نے بھی مجمل اللہ لہن سبیل میں نکل مرو لیا ہے اس طرح آزادی کے روک دینے سے وہ عورتیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ یہاں کو نہ دبی میں مبتلا ہونے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور دوسرے یہ کہ وہ دوسروں کے لئے بظہر نیکی ہیں۔ پس مسلم نے یہاں الفا حاشیہ سے مراد صحاح ت کو لیا ہے یعنی عورت کا عورت سے ارتکاب فاحشہ ۱۱

تعلیم مصدقہ تا
بجائے کے ساتھ

اگر فرمایا جائے تو اسلام کی تعلیم نہایت تدریجی اور پھولت ہے۔ نہ جیسا کہ پچھلے کے لئے کس قدر کاوش و تجزیہ کی ہیں اول تو مردوں اور عورتوں کے کھلے میل ملاپ اور عورتوں کے غیر محرم مردوں سے خلوت اختیار کرنے کو روکا ہے پھر عورتوں کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ بن ستر کر اور سنگا کر کے باہر نکلیں۔ بلکہ حکم دیا ہے کہ جب باہر نکلیں تو ایک سادہ کپڑا اور روئے میں جس سے ان کے لباس وغیرہ کی زینت ڈھک جائے پھر حکم دیا ہے کہ باہر نکلیں تو مرد و عورت دونوں نکلیں پھر فرمایا اگر عورت سے مبادی نہ نکالا ارتکاب ہوتا دیکھ تو اس کے باہر نکلنے کو قطعاً روک دیا تاکہ اگر وہ توبہ کرے یا جفا طور پر نکل کر خیرات شہرانی دے رک جائیں اور سب سے آخر جب کسی طرح کوئی نہ کرے تو پھر نہانے کے خطرناک نہ کوئٹل کی تجویز کی ہے جو مصمت کو قایل کرنے کے لئے اس سے بڑھ کر اصلاح کی صورت ناممکن ہے یہی وہ باتیں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم اخلاقی اور روحانی کو مکمل تک پہنچانے پر شاہد ہیں ۱۲

الذَّان

مہدی زنا میں
کے لئے سزا

۱۲۵۔ الذَّان اگر اصل میں مرد و عورت کیلئے ہے مگر کجا نظریہ نکر ایک مرد اور ایک عورت پر بھی ہر لا جا سکتا ہے ۱۱

چونکہ کچھ آیتیں ہیں جو عورتوں کی حیثیاتی کے ارتکاب کا ذکر کیا تھا تو یہ بتانے کیلئے کہ یہ امر صرف عورتوں میں ہی محدود نہیں اور اس کیلئے نہیں نہیں بلکہ اگر مرد اور عورت دو کسی بھی حالت کا ارتکاب کریں اور دونوں سے مبادی نہ نکالا تو عورتوں کو دووں کو نذر دی جائے عورت کی سزا کا ذکر تو اوپر چکا کہ اس کو باہر نکلنے سے روک دیا جائے مرد کی سزا کو خاص الفاظ میں بیان نہیں کیا اس لئے کہ عورت کو نذر کر کے گھر کے کاروبار میں مدد دے سکتی ہے تو کونیکاس کے کام کا دائرہ زیادہ بڑھ کر اندر محدود ہے لیکن مرد کو ہر سزا دیا گیا اسے کاروبار سے روکنا تھا اس سے عام الفاظ میں کہہ دیا کہ سزا دووں کو دی جائے گی مگر اپنے اپنے حالات کے مطابق الذَّان سے مراد مفسرین نے بھی یہاں مرد و عورت ہی بیان کر دیا تو ذہم کی سزا کو خدائش یا تنبیہ و توبہ یا نیک نکر محرمہ و رکھا ہے۔ ابو مسلم نے الذَّان سے مراد دووں کو روک کر کہاں لڑائی کا ارتکاب مرد و لیا ہے جیسے پہلی آیت میں سحاق۔ اور یہی قول بھادی طرف حسب کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے توبہ کرنے پر ان سے اعراض کرنا بتانا ہے کہ یہاں کس قسم کے مبادی مراد ہیں۔ اور یہاں توبہ کا لفظ پہلی آیت کے مجمل اللہ لہن سبیل کی بھی تفسیر کرنا ہے کہ وہ ان ہی مراد میں توبہ کی ہو ۱۲

۱۷ لَنْ تَنَالُوا التَّوْبَةَ عَلَى الَّذِينَ يَمْلِكُونَ السُّؤْيَةَ يَجْعَلُونَ لَكُمْ تَوْبَةً مِنْ

اللہ کے نزدیک تو بہ صرف ان لوگوں کیلئے جو جہالت سے بدی کر بیٹھے ہیں پھر جلد ہی تو بہ کر لیتے

قَرِيبٌ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

ہیں۔ پس انہی پر اللہ رحمت سے (تو بہ) کرتا ہو اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۶۲۳

۶۲۳ التوبة على الله۔ عام طور پر یہی معنی لئے گئے ہیں کہ تو بہ کا قبول کرنا اللہ پر ایسے لوگوں کے حق میں ہو۔ مگر چونکہ قرابت تو بہ کا ذکر صحیح الفاظ میں آئے ہیں اس لئے یہاں علی کو انکو معنی عند لیا جائے جیسا کہ لکھری نے لیا ہو گا، تو وہ معنی ہونگے جو ترجمہ میں اختیار کئے گئے ہیں کہ تو بہ اللہ کے نزدیک صرف ان لوگوں کی جو جیسا کرے ہیں اور یہ تو بہ کئے والوں کا ذکر ہوا اس لئے آگے فرمایا کہ ایسوں کی تو بہ اللہ قبول کرتا ہو۔ اور اگلی آیت کی ترکیب لیست التوبة کے ساتھ بھی یہی معنی موزوں ہیں۔ یا توبہ سے مراد توبتین تو بہی ہو سکتی ہے +

جہالت جہل سے معنی کے لئے دیکھو ۹۶۷ مجاہد کا قول ہے کہ شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہو خطا سے ہو یا باعماً وہ جاہل ہے یا ناسک کہ گناہ سے باہر نکلا دیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ صاحب رسول اللہ صلعم سب کا اس بظنفاق تھا کہ ہر ایک چیز جس کے ساتھ ایک شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہو وہ جہالت ہو خواہ عمدہ ہو یا سہواً ارتکاب اور خود قرآن کریم بھی جہالت کا لفظ صرف مصیبت کے لئے استعمال ہوا ہے هل علمتم ما اهلتم ببعثنا و اخيه اذ اتمم جاهلون يومئذ ۸۹ حالانکہ وہ جرم ان کا عمدہ تھا +

من قریب اس کے لفظی معنی تو جلد ہی کے ہی ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی موت سے پہلے کسی وقت بھی تو بہ کا وعدہ نہیں کیا اس لئے کہ صدق دل کو مواد نہ کہی کر لگے۔ اس لئے اس لفظ میں وسعت ہو چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ من قریب سے مراد تو کہ اس وقت کے اندر جو اس کے اور اس کے ملک الموت کی طرف دیکھنے کے درمیان ہو۔ گو ایک الموت کے آنے یا حالت نزع سے پہلے پہلے بھی ہو۔ اور امام احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ایک حدیث نبوی کریم صلعم سے روایت کی ہے جس کے راوی حضرت ابن عمر ہیں قَالَ اِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا حَلَبَ غَرَامِي اَتَيْتُكَ فَرَأَيْتُكَ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّكَ تَوْبَةُ كَوْتَبُول كَرْتِي جَنَبَكَ اَسْ بَرْمُوت كَاغْرَه مَنِيں آتَا +

تو بہ اور اس کی قرب! چونکہ پہلی دونوں آیتوں کے مضمون کا تعلق تو بہ سے بھی تھا یعنی حکم تھا کہ جن لوگوں سے نیک مبادی کا اظہار ہو کر وہ تو بہ کریں تو پھر ان کو کچھ مدت کہو۔ اس نے اب وہ بات میں تو بہ کے مضمون کو کھول کر بیان کر دیا تو بہ کے معنی میں یہاں کہ وہ سری جگہ بیان ہو چکا ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اس خواہ ایسا رجوع ہی بدی کے ارتکاب کے بعد یا ایک غفلت کی حالت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو۔ یہاں جیسا کہ سیاق چاہتا تھا اس تو بہ کا ذکر ہے جو بدی کے ارتکاب کے بعد سو ادل تو بہ یا یہ فرمایا کہ تو بہ یا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا صرف اپنی لوگوں کے لئے ہی ہو جہالت سے بدی کر لے ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ قریب ہی تو بہ یا بھی بھی کر لیتے ہیں جہالت کا لفظ سے اختیار فرمایا کہ انسان جو بدی کرتا ہو وہ جہالت سے کرتا ہو۔ اور تو بہ کے معنی ہیں کہ اس جہالت سے غل جاتے اور اس کو سمجھ آ جاتے کہ یہ چھٹا کام نہ تھا جو اس نے کیا جب تک انسان کے قلب پر یہ کیفیت وارد نہ ہو کہ وہ بدی کو بدی سمجھے اور اس سے متنفر ہو اس وقت تک رجوع بھی نہیں ہو سکتا اور من قریب کا لفظ گہر سے پہلے ہر وقت پر حاوی ہو جس کو اختیار فرما کر یہ تو بہ وہائی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اگر اس سے بدی ہو بھی جائے

وَلَا تَحْضَوْهُمْ لَئِنْ هَبُوا بَعْضٌ مَّا آتَيْتُمُوهُمْ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ

اور اہل ان کو روک رکھو اسلئے کہ اسکا کچھ حصہ نہ دو جو تم نے انہیں دیا ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ مکمل عیباتی کا

مِیْنَتٌ وَعَافٍ وَهُمْ بِالْمَعْرِفَةِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُمْ فَتَسَوَّى أَنْ تَكْرَهُوا

ارتحاب کریں ۲۷۹ اور انکے ساتھ پسندیدہ طرح سے میل رکھو بغیر ان کے کہ تم انہیں ناپسند کرتے ہو تو ہو سکتا ہو کہ تم ایک چیز کو

تُحِبُّوْنَ وَبِحَلَالٍ لِلَّهِ فَيُخْرِجُكُمْ إِلَيْهَا وَلَنْ تُدْرِكَهُ اسْتِبدَالُ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ ۝

ناپسند کرو اور خدا میں بہت سی جگہاں رکھو۔ مثلاً اور اگر تم ایک بی بی کی جگہ دوسری بی بی سے نکاح کرنا چاہو

اس کی عورت کے بھی حقدار ہو سکتے مگر ان میں سے کوئی چاہتا ہو اس سے نکاح کر لیتا۔ اور اگر وہ چاہتے تو اس کا نکاح کسی سے

دیکھتے ہیں اس کے اہل کی نسبت وہ اس کے مال کے زیادہ حقدار ہوتے یعنی جب وہ عورتی تو اس کے وارث وہ خود ہوتے

اور بعض روایتوں میں ہے کہ بجائے خود نکاح کر سنا جس سے چاہتے اس کا نکاح کر دیتے اور مرد ہونے لیتے۔ اس مضمون کی

سی ہدایات ہیں کسی سے اہل غریب کا یہ طریق بیان کیا گیا ہے کہ کسی سے پایا جاتا ہو گا تو تمام بی بی عورتوں سے بہت بدسلوکی

کرتے تھے۔ اور تمام روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ ریت کے مال کے وارث اس کی بیوی کے بھی وارث ہوتے تھے پس اس پر ہم

کی یہاں اصلاح کی ہو۔ نہری سے مروی ہے کہ وہ نوسعت کو بلا ضرورت روک رکھتے تھے جنسی حالانکہ اس سے بی بی کی کائنات نہ

ہوتا تھا۔ مگر اس مضمون سے اسے طلاق نہیں دیتے تھے کہ جب وہ مردے تو اس کے مال کے وارث ہوں ۝

۲۸۰ فَاَحْشَةُ مِیْنَتٍ۔ فاحشہ کے معنی عریض بیان ہو چکے ہیں۔ اور جو مِیْنَتٌ کا لفظ ساتھ ہوئے کے متناہ۔

ضاحک۔ جن جہاں وغیرہ سے یہاں بھی نشو و نما دوسوا الحسن مردی ہیں یعنی خاندانی خاندانی یا اس کے خلاف ائمہ کٹر

ہونا اور بخلی۔ اور بعض نے زنا بھی معنی کئے ہیں مگر یہی یہی کو لفظ عام ہوا ہے معنی اس کے وسیع ہیں۔ اور زنا بھی یہاں مضمون

میں شامل ہو سکتا ہو اس کے لئے کوئی مانع نہیں ۝

یہ دوسری تکلیف جو جو عورتوں کو پہنچانی جاتی تھی یعنی جب ایک شخص ایک بی بی کو ناپسند کرتا تو بجائے اس کے کہ

طلاق دے اسے روک رکھتا اور اس کو کئی اور تکلیف میں رکھتا۔ مثلاً کہ وہ تنگ ہو کر اس بات کو ضبط کر لی کہ اپنے مال

میں سے کچھ اسے دے یا جیسا کہ اہل تمار کے دیکھیں لکھا ہو طلاق دیتے وقت یہ شرط کر لیتا کہ وہ سی پہلے خاندان کے خزانے

خلاف شادی ذکرے گی اور عرض اس کی کہ ہونی کہ جو کچھ مال اس پر پہلے بیچ گیا تھا اس کا کچھ حصہ اسے دے کہ خاندان کے نکاح

میں دیکر خود وصول کرے لنت، اسلام نے پہلے سے روکا جو سوائے ایک صورت کے ان باتیں بغا حشہ مِیْنَتٌ ان سے

زنا یا عبادی زنا یا نشو و نما کا ارتکاب ہو تو کسی صورت میں جو نہ نکاح ہو گا اسلئے یہاں بھی کہ کچھ حصہ دے گا جو یا لیا تھا وہ پس لیا جا۔

مثلاً عاشا و اس کا مادہ عشرہ ہے جس کے معنی دس ہیں۔ اور جو کدوس کو عدو کا ل تھا گیا۔ جو اس لئے عشرہ

ایک شخص کے اہل کو کہتے ہیں جن سے وہ نشت حاصل کرتا ہو جو یا وہ اس کے لئے عدو کا ل کے طور پر ہوتے ہیں (یعنی جو ایک شخص

کے سارے آقا یا پر ہفتہ بول گیا ہو۔ اور عا شہ کے معنی ہیں مصاہرت میں اس کیلئے دس کی مانند ہو گیا۔ اور عا شہ

کے معنی جو نہ مخالفت میں بی بی میل جول رکھنا۔ اسی سے معا شہ کے معنی بھی مخالفت ہیں اور عشرہ کے معنی ترقی اور صلہ یعنی

دوست ہیں۔ اور عا شہ کا عا شہ کا خاندان سے کہ وہ مرد اس عورت اس مرد سے دوستی طرح میل جول کیے ہیں

طلاق کے وقت
سے اہل عیبت

عشرہ

معا شہ

عشرہ

وَأَيُّكُمْ أَحَدٌ مَن قَطَّاعٌ أَفَلَا تَأْخُذُ بِمَنْ شِئْنَا أَن نَأْخُذَ بِهِمَا نَا وَنَمْلِكُنِي

اور تمہیں سونے کا ڈھیر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ دو کیا تم اسے بتان سے اور کھلے گناہ کے ساتھ لو گے ؟

عزتوں سے سلوک

یہ تیسرا امر جو اس کی طرف اسلام نے توجہ دلائی ہے پہلے دو احکام میں صرف ایک بدرجہ کم کو در کیا ہو۔ مگر یہاں پہلے درجہ کم کو کجورت کے ساتھ عام طور پر بغاؤ داری کی زندگی میں انصاف کا رٹا دینا ضروری تھا۔ اس کی کوئی خاص عزت و منزلت نہ تھی بلکہ صرف خواہشات کو پورا کرنے کے واسطے دینیہ سمجھا گیا تھا۔ در کرنے کے ساتھ یہ بھی بتایا جی کجورت و مرد کا کیا تعلق ہے اور ایک ہی لفظ عاشق و محبت میں مرد و عورت کے سارے تعلق کو روشن کر دیا ہے۔ یہاں بی بی کا تعلق ایک دوسرے کو حقیقی بچے دوست کا تعلق ہے جو ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ اور صرف لفظ معاشرت پر ہی انھیں نہیں لکھا جو بھانجے خود صاف و قائم تعلقات کا مستحق ہو بلکہ اس کے ساتھ تاکہ اس کے طور پر بغاؤ و بغی نہ ہو اور یا دینی ہی معاشرت جو بی بی کی نعمتی یا پسند کی گئی ہو، اور ساتھ یہ بھی برصاؤ یا ہو کہ یہ تو ممکن ہو کہ وہ تمہیں گناہ پسندیدگی کا یہ نتیجہ نہ دینا چاہتے ہیں کہ ان سے انجالیسی جوں در لکھا جائے۔ بلکہ یہی صورت میں اپنی طبیعت پر برکے کر سکتی ہیں ان سے حسن اخلاق سے پیش آنا چاہئے کیونکہ جس طرح انسان کا یہ دن رات کا تجربہ ہو کہ ایک چیز کو وہ پہلے پسند نہیں کرتا مگر آخر کار اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہر دور کے معاملہ میں بھی سمجھا یا ہو کہ یہ تو ممکن ہو کہ تم میں کوئی نا پسند کر لیکن اگر طبیعت پر چڑکے کہ اس سے سبک کر دے گا تو اللہ تعالیٰ نا پسندیدگی کو بھی دور کر دے گا اور اس تعلق کو بہت سی بھلائی کا موجب کر دینگا۔

حدیث میں حسن معاشرہ
کی تاکید

عورتوں سے حسن معاشرت کا حکم اسلام کی خصوصیات میں سے ہے اور اس کی نہایت عمدہ تفسیر حدیث و تعالٰی کی کتب
میں اشد علیہ وسلم میں ملتی ہے آپؐ نے فرمایا خیر کلمہ خیر کلمہ لا ھلھلہ۔ ختم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے دل سے سب اچھا
سلوک کرتا ہو۔ اور حجۃ الودع میں آپؐ کی آخری نصیحت تھی وامتصوا بالکساء وخرقہ عورتوں سے اچھا سلوک کرنا اور
بھی فرمایا کہ یہ زہری عظیم ہی نہیں بلکہ مرہرعل بھی جو دانا خیر کلمہ لا ھلھلہ اور بیابج شامہ ہو کہ آپؐ کے اخلاق اپنے ہاں سے
نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے تھے۔ آپؐ ان سے ہنسے کیلئے بھی تھے۔ اور ہمیشہ کشادہ چشتیائی سے پیش آتے تھے۔ ان کو ہنسنے بھی
تھے ان کے کلاں میں ان کی مدد بھی کرتے تھے بعض دفعہ حضرت عائشہؓ صرفتہ کے ساتھ آپؐ کو دوسرے بھی ہیں ۔

طلاق کب دینی جائز ہے

۱۲۔ پہلی آیت کے آخر پر فرمایا تھا کہ بی بی سے اچھا میں جل رہا تھک کر ناپسند ہی ہو طبیعت پر چڑ کر کے اس سے کھٹک کر دیکھیں بعض وقت ناپسندیدگی ناقابل علاج ہوتی ہو۔ اور طبیبانہ میں قطعاً جلیں پس ہو سکتا تو ایسی صورتیں میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رکھنا ان کے اخلاق کو بھی تباہ کرنا ہو اور ان کی اولاد کو بھی۔ اس لئے اس آیت میں اس صورت کا ذکر کیا ہے۔ جب ناپسندیدگی قابل علاج نہ ہو۔ یوں یہاں یہ بھی بتا دیا ہے کہ طلاق ہی صورت میں دینی جائز ہو جب ناپسندیدگی یا ناموافق طبع اس حد کو پہنچ جائے۔ یہاں یہ کیوں نہ لگا کہ تم سے طلاق دینا چاہا تو یہ کہ اس کا کسی کی بجائے دوسری بی بی کرنا چاہو پس لئے کہ اسلام انسان کی معمولی حالت اسی کو قرار دیتا ہے۔ کہ وہ شادی شدہ ہو پس جب ایک بی بی کو طلاق دینا تو کراؤ دوسری سے صلح کر لیا۔ اس آیت سے جو ایک نہایت ضروری حکم پڑھ لیں یعنی جب مرد کو عورت ناپسند ہو اور وہ اس سے حسن معاشرت نہ کر سکے ہو تو اس بی بی کو چھوڑ کر دوسری سے صلح کر لے۔ عورتوں کے دلال بدل کر دیتے ہیں۔ نتیجہ نکالنا بگڑے ہوئے دماغ کا کام ہو سکتا ہے۔ یہاں تو صرف یہ حکم دیا کہ ایسی صورت میں بیشک ایک بی بی کو طلاق دینا جائز ہے۔ اور اس طلاق شدہ کی جگہ دوسری بی بی سے صلح کرنا بھی جائز ہے۔ حیائیت کے قانون کی طرح انہیں کا اگر ایک دوسرے سے صلح کر لیں تو ان کو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ تو اب نہ بی بی کی طلاق کا ایک الگ الگ اصول ہے۔ نہ زندگی کے جائز نہ کرنا کچھ۔ نہ زندگی کے بے گناہ نہیں کر سکتے۔ تو اب نہ بی

۲۱. وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ

۱۔ ہم اُسے کس طرح سے لے سکتے ہو حالانکہ تم میں سے ایک دوسرے تک پہنچ چکا ہے

کوا جائز ہے کہ وہ دوسرا طعن کرے نہ خداوند کو اختیار ہو کہ وہ دوسری بی بی کو طعن کرے بلکہ اس نفعاً استدلال میں حیسانیت کہیں بیہودہ قانون کی طرف ہی اشارہ معلوم ہو تا ہو کیونکہ جب ایک نکاح کا کیا ثابت ہو اسی کی طرح پرہیز و عورت و الفت پیدا نہیں ہو سکتی جو نکاح کا اصل منشا ہو تو پھر یہاں طعن ہو کر دوسرا طعن کیوں تاہم یہ طلاق دی ہوئی عورت کو بھی دوسرا خداوند کے کا اختیار ہی جیسا دوسری جگہ بالصرحت آچکا ہے۔ اور طلاق دینے والے خداوند کو دوسری بی بی سے طعن کرنے کا اختیار اس نفعاً استدلال میں دیا ہے اور ایسی صورت میں جب نشوز یا فساد یا جہی میں خداوند پر لازم ہو وہ عورت ایک جس مال کا وہ پس لینے سے سکتا ہے بلکہ رخصت یا مہر سے دیا گیا ہو گو وہ مال ایک قطعاً یعنی سونے کے ٹھیکے کے برابر ہی ہو۔ آیت کے آخری الفاظ میں فرمایا کہ کیا تم مال لینے کی خاطر عورت پر کوئی تہتان لگاؤ گے یعنی ظالمینہ کا الزام یا کسی گناہ کا ترس یا کہ عورت کی طعن کر کے دیکھ دینا شروع کر گئے تاکہ وہ مال کا کچھ حصہ پس کر کے طعن کر لے پس اسلام دے ہوئے مال کے دیا و معاہدہ کے نیچے دینا ہو اس کے وہ پس لینے کی اس صورت میں اجازت نہیں تا یہ آیت اس پہنچ بھی دلیل کو مہر کوئی حد بندی نہیں یعنی جتنا مہر کوئی شخص چاہے دے سکتا ہے لیکن اس کے پیش میں کسی کرپے کے لیے فرضی مہر مانڈے جائیں بلکہ مہر وہی ہو جو ادا کر دیا جائے ایسے مہر باندھنا جو ایک انسان ادا ہی نہیں کر سکتا۔ مہر کا خلاف قرآن کریم ہے۔ یہاں بیشک قضا کا دینا بھی جائز رکھا ہے جو ایک غیر محدود مقدار ہو مگر انیتم کا لفظ جیسا کہ اور دوسری جگہ انوال النساء صلا قاتن تخلۃ کا حکم دیکر یہ صاف بتا دیا کہ مہر دینے کی چیز ایسا مہر مانڈنا جو دے نہیں سکتا یا جو دینے کا ارادہ نہیں۔ خلاف قرآن شریف جو۔ اور احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من خیر النساء ایسی عورت صلا قاتن ترین عورت وہ ہے جس کے مہر میں سہولت ہو اور ایک حدیث میں جو اعظم النساء بركة ایسی عورت صلا قاتن ہے جس کے مہر بركت والی عورت وہ ہے جس کے مہر میں سہولت ہو۔ اں اگر ایک امیر آدمی اپنی عورت کا مہر لاکھوں روپے بھی مانڈتا ہو تو اسے روکنا بھی دیت نہیں۔ روایت ہے کہ حضرت محمد بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھے۔ اور فرمایا اسے لوگو تم کتنا اپنی عورتوں کے مہر کو بڑھاتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے درمیان ہر چار سو دم یا اس سے کم ہی ہوتے تھے۔ اور اگر مہر میں زیادتی تھی کہ نزدیک تقری نور عورت کا موجب ہوتی تو قرآن سے اس بارہ میں سخت نہ لے جاتے۔ اس لئے میں چار سو دم سے زیادہ مہر کو تسلیم نہیں کروں گا (اور ایک روایت میں ہے جس حدیث چار سو دم سے زیادہ ہوگا۔ اسے بیت المال میں داخل کر دینا) پھر آپ منبر سے اترے تو ایک عورت قریش میں سے سامنے آئی۔ اور کہا اسے ہر اللہ میں اپنے لوگوں کو چار سو دم سے زیادہ مہر دینے سے روکا ہو۔ آپ نے کہا ہاں اس نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا جو وان انیتم قتلوا فلا جناح ذلنا وامنہ شینا حضرت فرمے کہ اللہ ہم غفل اکلانا افقہ من ہر۔ اسے اللہ معاف فرمائے سب لوگ ہر سے زیادہ سمجھ رہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ اس عورت نے کہا اے خطاب کے بیٹے تو یہ کہہ کر نکلا ہو اور اللہ ہم کو دیتا ہو اور یہ آیت چھیڑتی ہے فرمایا سنو اللہ بیکر افقہ من ہر مدینہ کی عورتیں ہر سے زیادہ سمجھ رہیں) تب حضرت عمرؓ پر چڑھے اور فرمایا اسے لوگو میں تم کو اس بات سے روکتا تھا کہ چار سو دم سے زیادہ مہر دو۔ لیکن جو کوئی تمہیں سے اپنے مال سے جس قدر چاہے

مہر کی مقدار

حجت ہر کا خطبہ تین

وَآخِذْنَ مِنْكُمْ مِمَّا قَاغَيْتُمْ ۖ وَلَا تَكُونُوا مِثْلَ آبَائِكُمْ مِنْ النِّسَاءِ ۚ ۲۲

اور وہ تم سے حسب طبع جملہ پہلی ہیں ۶۳۲ احسان عورتوں سے نفع نہ کر دینے تمہارے باپ بائیں کو کیجئے

دے کے کتنا بڑا دھڑ، *

یہ دعایت بتاتی ہو کہ صاف کس طرح قرآن کریم کے سامنے گردنیں جھکا دیتے۔ انہما کی صراحت کے بالمقابل چلے تاویل سے کام نہیں لیا یہ نہیں کہا کہ یہ بطور عرض نہیں طرح بعض مفسرین نے یہ تاویل کر لی ہو۔ بلکہ کچھ نسخ میں اپنی بات سے رجوع کیا۔ یہی جسکے بڑی ضرورت اسلام کو کچھ ہے کہ اس کے پیرو اور اس کے علماء اور اس کے مشائخ احکام قرآنی کے سامنے تسلیم خرم کر دیں۔ عام لوگوں کے اندر یہ جرأت پیدا ہو کہ وہ اپنے پیروں اور علماء کو جب وہ خلاف قرآن و حد کہیں روک سکیں اور ان پیروں اور علماء میں یہ فتوای ہو کہ خدا اور اس کے رسول کا حکم نہ کرنا اپنی بات سے رجوع کریں *

نفسا۔ انفسی

۶۳۲۔ انفسی۔ نفساً قرآن مکان کو کہتے ہیں۔ اور اسی سے انفسی خلاف انی خلاف کے معنی ہیں۔ اس کی طرف پھینکا گیا اس دوسرے شخص کو قضاء یا مکان کو قرار دیا گیا۔ اور مفردات میں جو حکومت کی طرف انشاء کنا یہ میں زیادہ بیشع اور تہیج میں زیادہ قریب ہو۔ خلاصہ ہائے معنی سے غلبت کی گویا مرد اس سے عورت سے غلبت کرنا ہو یہی معنی امام ابو حنیفہ نے لئے ہیں؟ مینثاقاً غلیظاً۔ غلیظۃ۔ رقتہ کی ضد ہو گویا غلیظہ کے معنی موٹاپا ہیں۔ اور اس کا سہل استعمال اجسام میں ہے نہیں بطور استعارہ..... معانی میں مثل کبیر اور کثیر کے استعمال ہوتا ہو۔ اور مینثاق کے ساتھ لائے سے اس کے معنی حمد موکہ یا مضبوط عہد کے ہو چکے۔ تمناہ کہتے ہیں کہ مینثاق غلیظہ سے مراد وہ عہد ہو جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بلکہ مردوں سے لیا ہو۔ جیسے فاسمک بعض وف او قیام یا حسان میں کچھ مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد الوداع کے کلمہ میں یا لغا ظم و دی ہیں داستان صوا بالنساء و خیرا فانکرا خفی تمھوں بامانۃ اللہ یعنی عورتوں کے ساتھ نیک معاملہ کرنا کیونکہ تم نے ان کو اللہ کی امانت سے لیا ہو گویا نخل کو بی امانت یا عہد قرار دیا ہو پس مینثاق غلیظہ سے مراد حقیقی ہو *

غلظۃ

مینثاق غلیظہ

جست سے کرکست
میں لیا جائے گا

اس آیت میں وجودی ہو کر کیوں عورتوں سے ہر کار واپس لینا درست نہیں۔ اس لئے کہ تم ان سے غلبت کر چکے ہو۔ اور عہدہ کر چکے ہو۔ اب جیتنگ ان سے کوئی امر خلاف عہدہ سرعہ نہ ہو۔ ان کو کوئی نرا نہیں وہی جائسگی بعض کو کوئی اس آیت کو کھڑے ہو کر اس آیت کا جس میں بعض روئے نفع و نفع ہر کار چھوڑ لینا جائز نہیں تاہم یا پھر بعض نے اس آیت سے نفع نہ کر دیا ہو ہر کار دونوں باتیں غلط ہیں سورہ بقرہ کی آیت حکم کا تو یہ نشاء ہو کہ اگر عورت پر جو ناموافقت طبیعت یا کسی اور وجہ سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہو اور خداوند کا کوئی قصہ نہیں تو اس صورت میں ہر کار چھوڑ لینا جائز ہو۔ اور یہاں یہ فرمایا کہ اس صورت میں کچھ لینا جائز ہے جب مرد عورت کو جو خواہشہ مہینہ طلاق دینا چاہے لیکن اگر کسی دوسرے طلاق دینا چاہے تو ہر کار لینا جائز نہیں۔ اور ان دونوں باتوں میں کوئی تناقض نہیں۔ صورت طلاق لینا چاہتی ہو تو ہر کار حصہ سے مرد طلاق دینا چاہتا ہو تو کچھ نہیں سے نہیں لے سکتا۔ سو اے ایک صورت کے کجورت سے خواہشہ مہینہ کا اکتساب ہو پہل حالت کا بیان سورہ بقرہ میں ہو۔ اس دوسری حالت کا بیان ذکر کیا ہو کہ کسی قدر تہیج کہ غرور عرض سے کام نہ لینے سے جھٹ ایک آیت کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے گا حالانکہ دونوں حکم ایک دوسرے کی مکمل کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے تقلم قرآنی کا کمال معلوم ہوتا ہو کہ کس طرح صے کے مضامین کو مکمل کر دیا ہو *

وَأَنْ تَحْمَوُوا أَوْلَادَكُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

اور یہ کہ تم دو بہنوں کو اکٹھا کرو مگر جو گزر چکا بیشک اللہ بخشنے والا رحیم ہے

ہنات • ہنات کی بیچ جو اور اس میں اولاد کی بیٹی یا اولاد کی بیٹی بھی شامل ہیں •
 اخوات • اخوات کی بیچ جو بیٹی ہیں۔ خواہ حقیقی بہن ہو یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے •
 عات • عات کی بیچ جو اور عہد باپ کا بھائی ہو۔ اور عات اصل مطلب کی بہن یا بھوپتی ہو یا یہی دادا کی بہن اور ماں کے باپ کی یا نانا کی بہن بھی عات کہلائے گی •
 خالات • خالات کی بیچ جو اور وہ ماں کی بہن یا اس پر یا یہی نانی کی بہن اور باپ کی طرف سے بھی خالہ کہلاتی ہیں •

ربائبہ • ربائبہ کی بیچ ہے جو فیصل یعنی مغول پر یعنی منہ جب تباہ لڑکی جس کو قتل نہ کیا ہو۔ اور ربیب یا ربیبہ اس اولاد سے مخصوص ہو جو پہلے خاندان سے ہوا اور دوسرا خاندان کی پرورش کرنے والا ہو۔ پہلی بیوی سے ہوا اور دوسری بیوی اس کی پرورش کرنے والی ہو (۲) •

جھوڑ چکر کی بیچ جو اور وہ اس سے حفاظت میں آتا ہو۔ کیونکہ جو کے اصل معنی منہ ہیں یعنی روکنا جو کسی شخص سے لئے گئے ہیں۔ اور جو حفاظت یا تربیت کو اس لئے کہتے ہیں کہ جو شخص بچے کو اپنی حفاظت میں لیتا ہو وہ اس کے اموال اور دیگر حالات میں تصرف سے اور دل کو روکنا ہو •
 حلالہ • حلالہ کی بیچ جو (جو حلال سے) جس سے کسی کو ملنا ہیں) اور حلیل خاندان اور حلیلہ بی بی کو کہا جاتا ہو کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لئے حلال ہیں •

اس آیت میں تیرہ قسم کی حرمت نواح میں بیان کی ہو۔ اور اس سے پہلی آیت کو ساتھ شامل کر کے کل چودہ وجہ حرمت ہو۔ اور اس سے بعد کی آیت میں ایک عام حکم حرمت کا اور ہو۔ مگر اصل چودہ حرمت نواح چودہ ہی ہیں۔ ان میں سے سات بلحاظ نسب ہیں۔ اور سات دیگر وجہ سے جو سات وجہ حرمت بلحاظ نسب ہیں وہ بھی دو قسم ہیں یعنی تمام دل بلحاظ ولادت ہو اور اس میں دو ہی قسم آتی ہیں یعنی مائیں اور خواتین بیٹیاں اور قسم دوم بلحاظ انوثت جو بلحاظ جنس یا بی بی بہن۔ ماں کی بہن۔ بھائی کی بیٹی یا بہن کی بیٹی۔ اور دیگر وجہ میں جو سات وجہ حرمت ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-
 دودھ مائیں - دودھ بہنیں - بیبیوں کی مائیں - بیبیوں کی بیٹیاں - بشرطیکہ ان بیبیوں سے خلوت مجھ ہو چکی ہو۔ اور بشرطیکہ وہ بیٹیاں بلور ربیبہ ہوں - بعض کے نزدیک یہ دوسری شرط نہیں بلکہ نفس عام صورت حال کا بیان ہے یعنی بی بیوں کی بیٹیاں یا بچوں کی بیٹیاں جس کا ذکر پہلی آیت میں ہو چکا ہو اور وہ بہنوں کا ایک وقت نوح میں رہنا سزا خان کا ذکر کمال تربیت ہوئے گا کیسے صحیح ہو کہ ہر سند میں اصول خود کا قیام کر دینے ہیں۔ دوسری قسم میں کچھ دیگر حرات ضروری ہیں۔ مثلاً ماں یا بیٹی سے یا بہن سے نوح کرنے کا رواج کسی قوم میں نہیں مگر ان کی کتب مقدمہ اس بارہ میں کہ ہیں صرف تربیت میں کچھ ذکر ہو جس کیلئے دیکھ اجازت باب ۱۸-۱۹-۲۰ •

جو وجوہات حرمت اور بیان ہوئی ہیں ان میں صرف دودھ ماؤں اور دودھ بہنوں کا ذکر بالتحقیق آیا ہے اور رضاعت کے باقی رشتوں کا کوئی ذکر نہیں لیکن شافعی علیہ حدیث میں جو محرم من المصانع ما محرم من النساء یعنی جن جن رشتوں کی وجہ نسب ممانعت ہو یا جنی رشتوں کی وجہ دودھ پلانے کے حرمت ہو قرآن کریم ایک جامع کلام ہے۔ جس

ممانعت کے رشتے

٢٢ وَالْحَصْنَةُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَاللَّهُ عَلَيْكُمْ

۱۱۔ تمام بیابانی ہوائی عورتیں سوائے ان کے جنکے تہاہر اپنے اٹھاناک ہوئے ۶۳۵ یہ تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔

[illegible]

الحسين والحكم

ہیں ایک یہ کہ ماملکت ایسا کھکے مرادوہ عورتیں لی جائیں جو جنگ میں قید ہو کر ملک میں ہو جاتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ملک میں سے ملک خارج مراد لیجئے تو پہلی صورت میں مہنی یہ ہرے کہ خاندانی اور روس سے نکل کر ناسخ ہو۔ سولہ کن خاندانی اور عورتوں کے جو ملک میں ہیں آجائیں اور دوسری صورت میں مہنی ہرے کہ خاندانی اور عورتیں تم حرام ہیں سوائے اس صورت کے کہ وہ تہار ملک میں آجائیں بعد اس کے کہ ان کے پہلے خاندانوں سے جدائی واقع ہو چکے کیونکہ جب تک پہلے خاندان سے جدائی نہ ہو۔ ملک میں عورت نہیں آسکتی۔ دوم مصیبت سے مراد آزاد عورتیں آجائیں تو اس صورت میں بھی وہ طرح پر مہنی کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ماملکت ایسا کھکے مرادوہ عدد دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے حد و کروری ہو یعنی چار اور دوسرے یہ کہ ماملکت ایسا کھکے مراد لی جائے کہ وہ عورتیں جو تہارے قبضہ میں جائز طہر ہاں ہیں یعنی ولی کی رضا مندی سے اور اگر گھوڑی کی جو بولدی دیگر شرط کے ساتھ۔ تو گویا ان دو صورتوں میں مہنی یہ ہرے کہ آزاد عورتیں چار کی تعداد سے زائد تہارے لئے حرام ہیں یا یہ کہ آزاد عورتیں تہارے لئے حرام ہیں۔ سولہ کن

وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا مَوَالِكُمْ مُحْصِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ

اور جو اس کے سہ چہرے وہ تھا، اے لئے حلال ہیں۔ اس طرح حکم اپنے مالوں کیساتھ انکو چاہو غلام میں لاکر نہ شہوتانی کرتے ہو

کیا نہ طور پر وہ تھا اسے نکاح میں آئیں۔ ان صحابی میں سے منوئلہ کہ کین معنی رکھتی اور معنی دارو نہیں ہوتا اور پہلے معنی بھی تھوڑے تیرے صاف ہو جاتے ہیں اس معنی کے لحاظ سے تمام منکرہ و حور قوت سے خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتی ہوں خلج حرام ٹھہرا گیا ہو، اور یوں دوسرے مذاہب کی حور قوت کے خلج کو بھی صحیح تسلیم کیا ہو اور منکرہ یا ہو کسی مذہب یا قوم کی عورت سے جو خلج شدہ ہو مسلمان کا خلج کرنا جائز ہو۔ بسوائے ایک صورت کے کہ کوئی ایسی منکرہ و حور قوت ملے کہ وہ خلج شدہ صورت میں ہیں سے خلج کر لینا جائز نہ ہو۔ یہاں خلج کے بغیر کسی قسم کا تعلق مرد و عورت کا ہونا ہرگز تسلیم نہیں کیا گیا ہو۔ بلکہ صرف نو نڈی سے خلج کی اجازت ہو۔ اور وہ خلج دوسری شرط کے ماتحت ہو جن میں سے بعض یہ شرط کا ذکر آئے آیت ۷۵ میں آتا ہو اور عام شرط اور دوسری جگہ قرآن کریم میں موجود ہیں مثلاً یہ کہ مشترک عورت سے خلج جائز نہیں وغیرہ۔

ان الفاظ کے ایک اور معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ تمام بنیادی ہوتی عورتیں تمہارے اوپر حرام ہیں سوائے تنہا بنی ہوئی عورتوں کے جن کے تمہارے اپنے دہنے اٹھ الگ ہوں یعنی جو تمہارے اپنے نعل میں ہوں۔ اس صورت میں اگر گویا مشتہانے منع کا کام دینا اور ترکیب اس طرح یہ ہوگی کہ تمام بنیادی ہوتی عورتوں سے غلج کرنا تمہارے لئے حرام ہے۔ مگر جو عورتیں تم نے خود بنیادی ہیں وہ تم پر حرام نہیں ملتی جیسا کہ مراد ملک نعل سے غلج نہ صرف مفسرین نے لیا یہی بلکہ نعت بھی اس پر شاہد ہو یہ نہ کہ عین کے معنی معاہدہ بھی ہیں اور نعل ایک معاہدہ ہی ہے۔

۱۳۶ کتاب اللہ علیہ کتب ہر اہل ہمدرد کو رکھو ۱ اور اس سے مراد وہی واجب اوضاع کیا گیا۔

۶۳۶۔ کتب اللہ علیہم کتب یہاں مصدر مرکبہ اور اس سے مراد ہے واجب یا فرض کیا گیا۔

ما وءاء ذلڪو رس کے سوا باقى عورتوں سے منع كرنا حلال ہو سكتا بعض حالات میں اور جو بات سے منع جازز نہیں ہوتا۔ وہ دوسرى آيات کے تحت آتى ہىں۔ مثلاً تین بار كى مطلقہ لائىحل لہ من بعد حقى تنكہ زوجا غيبرا يائى ترك عورت ولا تنكحوا المنيكح كات يا چار كے بعد بچوں عورت۔ يا جس وسواس ميں چكا ہو چكے مستحق نكاحي عليم كے زنا يا ايضا عسافى مسافعين مسخ خون يا پانی کے بہانے كوتے ہىں۔ اور صيفاح يا مسافحة كے معنى ہىں عورت كا مروكے ساتھ بار كى حالت میں رہنا اور صبح طهر ميں كا عقدہ نہ بنا كيو نكہ اس سے مقصود پانی كا بہانا يا شہوت رانى ہو اور فزيقين كے كوئى حقوق اور ذمہ داریاں پیدا نہیں ہوتىں۔

یہاں پہلی آیت کے معنوں کو صاف کر دیا جو عیش حرام ہیں ان کو گنہ گار بنایا کہ جو عیش حلال ہیں ان کے ساتھ
 اس صورت میں ہو کہ دوسرے انہیں قید خلع میں لایا جائے اور بغیر خلع کے ان کے ساتھ غور کی حالت میں نہ رہیں۔
 قید خلع میں لانے کی شرط کافی ممتی وغیرہ مسأخاتیں ان خیالات کی تردید سے جو تندیب کے ساتھ پھیل رہے
 ہیں کہ قید خلع میں خواہ خواہ کی پابندی ہے۔ تہذیبی حالتی میں مرد و عورت کا رہنا کافی ہے یعنی جس طرح حالات
 میں ایک جوڑا بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک مرد اور ایک عورت بلا قید خلع کے لگ کر رہ لیا کر سکتے ہیں۔

فَمَا اسْتَعْتَمِلُوهُ مِنْهُنَّ فَالْوُحْنُ اُجُورُهُنَّ فَرِيضَةٌ

مرد و زوجه

سورتان میں سے جس کے ساتھ اٹھانا چاہو تو انہیں ان کے مقرر شدہ

نساء
استمتاع

۱۶۳۱ استمتاع۔ اصل اس کا معنی اور متاع کے معنی ہیں۔ یہاں نفع اٹھانا جو لمبے وقت کیلئے ہوتا ہے، و متناعہم
 النجین (پوشنا۔ ۱۰۰)۔ ممتنعہم قلیل (تھکان۔ ۲۰۰)۔ استمتعہم نظریہ میں ممتناعہم ممتناعہم (۱۰۰)۔ اور استمتاع
 کے معنی ہیں طلب شبع یعنی اتھار۔ مثلا وقت کا طلب کرنا۔ دینا استمتعہم بعضنا بعض (۱۰۰)۔ اور استمتعہم
 بنوہم فاستمتعہم بنوہم (۱۰۰)۔ استمتعہم الذین من قبلک بنوہم بالقریبہ (۱۰۰)۔ اور استمتعہم
 جلد۱ یعنی آدمی نے اپنے بیٹے سے فائدہ اٹھا یا پس استمتاع کے معنی محض نفع اٹھانے کے ہیں نہ تعلقات زنا شرعی۔
 اور متناعہ کے معنی یوں آئے ہیں النعم بلکہ اذ لا تری اذ استمتعہم فیفسد (۱۰۰) یعنی عورت سے فائدہ اٹھانا جو
 تم اپنے سے ہمیشہ رکھنا نہیں چاہتے ہو۔ یا جیسا کہ امام ہاشمیؒ لکھا ہے ان الرجال کان یساکد المہارۃ بآل معلوم
 یطعن الی الجمل معلوم فاذا انقضی الرجل فادفعنا الی غیر طلاق یعنی ایک مرد ایک عورت سے شرط کر لیتا تھا کہ ایک
 معین مقدار مال کی اسے دے گا اور ایک وقت مقرر تک اس سے فائدہ اٹھائے گا اور جب وہ مدت گزر جائے تو بغیر طلاق
 کے اس سے الگ ہو جائے گا۔

اجہا

اجہا۔ اجہا کی جگہ جو اصل میں تو وہ چیز جو جو ثواب عمل سے انسان کی طرف ٹوٹ کر آتی ہو۔ مگر عورت کے ہر
 پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہو۔

استمتاع اور متناعہ

ان الفاظ کی تاویل میں اہل تشیع کو سخت غلطی آئی ہے کہ یہاں لفظ استمتاع سے انہوں نے متناعہ یا عارضی نفع کا
 نفع لایا۔ حالانکہ استمتاع عام ہو اور متناعہ خاص معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ اوپر بحث کے والے دکھایا گیا ہے۔ ہرے
 چمکے انسانوں کا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا اور باپ کا بیٹے سے فائدہ اٹھانا استمتاع ہے۔ اور اس کے
 معنی عارضی نفع لینا بھی غلطی ہے۔ درجاء کا قول لسان العرب میں متحول ہے کہ اس آیت کے معنی میں ایک قوم نے بوجہ
 نفث سے جہالت کے بڑی سخت غلطی کھائی ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ گو متناعہ کا ذکر بیان مقصود نہ ہو مگر کیا ان الفاظ کے اندر فاعل استمتاع نہیں
 متناعہ کا مضمون شامل نہیں ہو سکتا؟ کیونکہ استمتاع کے معنی طلب منفعت ہیں اور متناعہ بھی طلب منفعت ہے۔ الفاظ
 قرآنی پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن شریف نے قید لگا دی ہے کہ تم اپنے مال عورتوں پر اس لگ میں خرچ کرو کہ ان کو
 قید نفع میں لاؤ۔ اور قید نفع جب ایک دفعہ عاید ہو جائے گی تو اس سے زوجین کی زندگی میں گھنے کی صورت سرخ
 طلاق کے، اور کوئی قرآن شریف میں مذکور نہیں پس فاعل استمتاع ہمہ منہون جو بطور تہنہ وارد ہوا ہے وہ بھی ایسی حالت
 یعنی قید نفع کے متعلق ہی ہو سکتا ہے۔

نوع اور صاف

قرآن شریف نے احصائے نفع کی نوع کے مقابلہ پر مسافحت یعنی شہوت رانی کو رکھا ہے جو حصین غیر مسافحت
 کو یا جو احسان نہیں وہ مسافحت ہے۔ اس نے متناعہ کو کہیں ان دونوں میں سے ایک میں شامل کرنا چاہے گا احصائے
 اور مسافحت میں نہ مشترک اس قدر کہ ایک مرد اور ایک عورت کا تعلق ہے جو بیچ و بیچ میں امتیازیہ کو حاصل نہیں ہوتا
 عورت کا تعلق مادی ہو کیونکہ جو مسافحت میں نہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ حقوق پر مبنی ہیں مثلاً کہ اگر کسی نے زوجیت میں نہ
 وقع وراثت پیدا ہو تو مسافحت میں پیدا نہیں ہوتا احصائے میں وہ وہ کی پوشاک کا فائدہ اور باپ پر مسافحت میں نہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور تم پر اس کے متعلق کوئی گناہ نہیں

تصانف و تفریق

پس احسان میں وہی مرد و عورت جو اس کے اختیار میں پہلوئوں میں اس کا شریک ہو۔ اس شخص میں ایک مرد و عورت کا متعلق ہو اس حد تک اس کا محاسبہ نہ ہو۔ اور احسان کی کوئی عبادی خصوصیت نہ ہو۔ نہیں پائی جاتی۔ متعین نہ ہو کوئی متعلق ہر جہ کے لئے ہوتا ہو۔ اور نہ اگر مرد و عورت میں سے ایک دوسرے کی زوجیت میں فوت ہو جائے تو کوئی حقوق وراثت پیدا ہوتے ہیں۔ نہ اولاد کی پرورش کا ذمہ دار باپ ہوتا ہو۔ اس لئے ہر کیا متعین محاسبہ نہ ہو۔ دلائل ہر نہ احسان کے اندر داخل کیا جائے کہ متعین احسان ہوتا ہو تو احسان ایک گونہ محاسبہ میں بھی ہوتا ہو محاسبہ کے معنی ہی ملی الا احسان مرد و عورت کا اکٹھا رہنا نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے محاسبہ کو ایک جگہ چھپی آشتائی کو الگ بیان کیا ہو محمد بن غیر محاسبین ولا متعینین اخذوا ذلما ثلثا ۵، یہاں ان لوگوں کے لئے بھی جواب ہو جو متعلق کی غرض صرف شہوت مانی سمجھتے ہیں۔ اسلام نے نفع کی غرض کو شہوت و نفع اس قدر بلند کر دیا ہو کہ شہوت مانی کو ناجائز قرار دیا ہو اور یوں بتایا ہو کہ نفع صرف اس غرض کے لئے نہیں کہ مرد و عورت کے جذبات شہوانی پرورے ہوں۔ بلکہ اس کی غرض بعض حقوق و ذمہ داریوں کا پیدا کرنا ہی جن سے تمدن و معاش انسانی کی بنیاد پڑتی ہو ۶ نیز دیکھو ۷۳۳ میں خدا کی تشریح۔

۱۔ احسان میں تفریق کی حرمت

اُن یہ سچ ہو کہ متعین عرب میں ہر حاجت۔ اس لئے اگر بزدل حکم قرآنی سے پہلے نبی کریم صلعم نے اس کی اجازت دی ہو تو وہ دوسری بات ہو۔ علاوہ ان کے اگر روایات میں اجازت پائی جاتی ہو تو ممانعت بھی پائی جاتی ہو۔ اجازت و نزع حکم سے پہلے کی ہو۔ اور جب قرآن شریف میں حکم نازل ہو گیا تو روایات میں بھی ممانعت آگئی۔ اب اجازت کو پیش کرنا ایسا ہی ہو جیسا کہ شریک متعلق کسی روایت کو پیش کر دے کہ فلاں وقت فلاں صحابی نے شراب پی لی تھی چنانچہ اس کے مطابق صحیح مسلم میں سیرہ میں جب حدیث روایت آئے باپ سے ہوا نہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکہ فقال یا ایہا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان الله قد حکم ذلک الی و ما لقیتم من کان عندنا منہن شیء فیخلل سبیلہ یعنی اس نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جنگ کی تو اپنے فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو عورتوں سے متعلق اجازت دی تھی اہل اللہ نے اس کو قیامت کے دن تک حرام کر دیا ہے جس شخص کے پاس ایسی کوئی عورت ہو اس کا راستہ آزاد کر دے اور دوسری روایت صحیحین کی حضرت علی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کے دن عورتوں کے متعین سے روک دیا اور گھر لوگ گھر کے گوشے کے کھانے سے اور سردار و تہ حضرت عمرؓ کے عہد کا نہایت صافہ جس کے متعلق ابن ماجہ میں اسناد صحیح سے روایت ہو کر آئے خلیہ پڑھا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذنت لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها والله لا اعلم احداً اقامت وهو محصن الا بدعتہ یعنی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تین مرتبہ متعین کی اجازت دی پھر اس کو حرام کر دیا اور مجھے جس شخص کے متعلق علم ہو گا کہ اس نے باوجود نخل شدہ ہوئے کے متعین کیا ہو میں اسے سنگسار کروں گا اگر یہ بات غلط ہوئی تو صحابہ اس کی مخالفت کرتے مگر کوئی شخص اس کے خلاف نہ اذنبے اٹھا تاہم اس سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ صحابہ کا خود اس پانفاق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین کو حرام کر چکے ہیں۔ اور یہی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ نبی کریم صلعم نے عام طور پر متعین کی اجازت کبھی نہیں دی بلکہ صرف دو دفعہ جنگ کو متعین ہی تھی اور وہ قرآن و حالت اضطراری ہوئی ہو مگر بعد میں اس سے بھی روک دیا پس

۲۵. فِيمَا تَرَأَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيقَيْنِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

جس پر تم مقرر کوئے کے بعد آپس میں رضامند ہو جاؤ

مَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْتَحِلَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مِمَّا مَلَكَتْ

جس شخص تم میں سے ذاتی، فراخی کی طاقت نہیں رکھتا کہ آزاد و سمن ہوتا ہے سے نجات کرے وہ تبلیغانِ مومن و نیکوں سے (فلاح کرے)

اٰمَنَّا نَكُمْ مِّنْ فَتِيَّتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاٰيَاتِنَا ۝۱۸

جنگلے تمہارے واسنے لٹے مالک بونے اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔

روایات متعدہ کو مان کر بھی اس کا عام جواز جیسا اہل تشیع میں مروج ہو ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

مکتبہ احیاء مہجرت

البتہ سوال تاہم کے متعلق پیدا ہوا کہ کب متعہ حرام ہوا حضرت علی کی روایت سے درج بالا میں یہ ذکر ہو کر متعہ
خبر کے دن حرام ہوا اور بعد ہی کہ روایت میں یہ کشف کہیں حرام ہوا اہم کو اس بارہ میں کسی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ
آیت خبر کے دن نازل ہوئی تو اس وقت حرام ہوا ہوگا اور اگر کشف کے دن تو اس وقت البتہ اگر حرمت خبر کے دن تاہم کسی
جائے تو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ خود وہ اس میں جو اس کی اجازت پائی جاتی ہے جس کا وقوع کشف کے سال ہوا وہ بعض
عشرتی ہو ممکن ہو۔ اس روایت میں کسی مادی کو طلعی بھی ہوا اور ممکن ہو جیسا کہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ حضرت علی کی عیسیٰ دلی
روایت میں طلعی ہو گئی ہو۔ اور لفظ بوم خبر کے اہل کو مہر کے متعہ النساء کے ساتھ لگ گئے ہیں۔ اور اس کی تاہم
کئی واقعات سے ہوتی ہو جیسا کہ امام ابن قیم نے لکھا ہے۔ اول، امام احمد کی اس روایت سے جو سفیان بن عیینہ نے کی ہو
جس کے الفاظ یہ ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم لحم الحشی بوم خیمہ و حرم متعہ النساء عیسیٰ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر کے دن گھر سے کے گوشت کو حرام فرمایا اور عورتوں کے متعہ کو حرام کیا۔ تو گویا یوں خبر کا لفظ گھر
کی حرمت کے متعلق تھا کسی مادی سے اس کو متعہ النساء کے متعلق کر دیا۔ اور اس کی مزید تاہم اس بات سے ہوتی ہو کہ خبر
کے دن کوئی متعہ کا سوال پیش نہیں ہوا اور حضرت علیؑ نے جو ان دو باتوں کو اکٹھا کیا تو اس لئے نہیں کہ ان کی حرمت
ایک دن ہوئی۔ بلکہ اس لئے کہ ابن عباسؓ ان دونوں مسائل میں دوسرا پہلوا اختیار کرتے تھے اس لئے حضرت علیؑ نے ان دونوں
کا اکٹھا ذکر کیا کہ وہ الگ الگ وقت کے واقعات تھے۔

ستو کے پردہ میں
ابھی عباس کا ادب

باقی رہا سوال حضرت ابن عباس کے متعلق حلال کھنے کا سہو اس کی تشبیہ انہوں نے خود ان الفاظ میں کر دی قلت
 انما عمل المصطفي كما فعل الائمة والدم والحلم الخبز بله میں نے کہا تمہارے وہ مضطر کے لئے حلال ہے جس طرح اس نے کھینے
 مراد اور غن اور سوکھا گوشت حلال ہے پس یہ مضطر کی حالت میں حلال قرار دینا یہ حلت کا فتویٰ نہیں۔ بلکہ حرمت کا فتویٰ
 ہے اور حضرت ابن عباس نے اس سے پہلے بھی کر لیا۔

ہر کی کمی جیسی تعویذ

۱۳۷۵ھ میں جب رضاعی کا ذکر ہو وہ ہر کی کسی پیشی کے متعلق جو یعنی ہر مقرر ہو جائے کے بعد میان بی بی کی رضاعت کے سے کوئی ہر سکتا ہو اور یا وہ بھی اس آیت کا خاتمہ علیاً حکماً کر گیا ہے۔ گویا بتا رہا ہے کہ قید نكاح کی باہر کی بیٹے علم و حکمت پر مبنی ہے۔ ادیہ میں لوگوں کا جواب جو مرد و عورت کے آزاد و تعلقات کے حامی ہیں اور جنوع کی قید کو کہ ضرورت سمجھتے ہیں جنات ہی طرف اقرار و توبہ کا میلان چھین میں لڑنا نام کی انصاف کرتے ہوئے کی بلکہ نہ فرما لیا

بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ بَازِيٍّ أَوْ تَوَهَّنْتُمْ إِلَى رَحْمَتِ

ہر ایک دوسرے سے ہی ہو۔ سو انہیں ان کے مالوں کی اجازت سے نکاح میں لاؤ اور ان کو دستور کے موافق رکھو

بِالْمَعْرُوفِ الْمُحْصَنَاتِ غَيْرِ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مُتَخَنِّنَاتٍ أَخْذَارٍ فَإِذَا أَحْبَبْتُمْ

مہر و دیہہ پاکہائیں ہوں نہ کھلی بدکاری کرنے والی اور نہ دہرے آشنائے والی پھر جب وہ نکاح میں آتی ہیں

فَإِنْ آتَيْنَ بِغَا حَشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لَكُمْ

تو اگر بچائی کا ارتکاب کریں تو ان کے لئے آنا دھڑائی سزا ہے نصف ہے یہ تم میں سے

خِشْيَ الْعَنْتِ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

انکے لئے اگرچہ پاکت میں پڑنا خوف ہو اور کلمہ میر کر دے تو تمہارے لئے بہتر اور اللہ مغفرت کرنے والا رحم کرنے والا ہے

مَدَن

۱۳۹۰ حَوْلَ حُلُولِ لَيْلَانِي كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ بَازِيٍّ أَوْ تَوَهَّنْتُمْ إِلَى رَحْمَتِ

مال اور احسان سے مخصوص ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی آتا ہو ذی الطول (المؤمنین ۳۰) یعنی متقی فضل و امت

کا مال دیکھو اور لفظ الطول (المؤمنین ۶۰) سے مراد صاحب وسعت لوگ ہیں اور یہاں بھی معنی فراخی یا وسعت یہی ہے اور

اس قدر مال پہنچو جو وہ فقہ میں دے سکے (دغ) +

الْحَصْنَةُ سے مراد یہاں آزاد عورتیں ہیں کیونکہ ان کے مقابلہ میں لونڈیوں کا ذکر ہے

فَتَيَاتٍ خِفَاءَ كِي تَحْمِلْنَ فِي سَوْتِ بَرٍّ - اور خفی اصل میں اس کو کہتے ہیں جو تازہ جوانی پہنچا ہو۔ اور اور اس سے

فَلَمَّ اور خفایہ سے مراد لونڈی کی جاتی ہے

بِأَذْنِ أَهْلِهِ - اہل کے معنی گھرانے میں بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں مراد اس کو سوتلی یا مالک ہے۔ مالک کی اجازت کی

شرط اس سے ہے کہ نکاح سے مالک کے بہت سے فوائد و نعمت اور کام لینے کے کم ہو جائے ہیں چنانچہ حدیث سے ثابت ہو کہ

جس طرح لونڈیاں اپنے مالک کی اجازت کے بغیر بھی نہیں کر سکتیں اسی طرح غلام بھی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر بھی نہیں

کر سکتا ایما عبد تزوج بغیر اذن مولاہ فهو ماہر (۱) +

اخذان - حیض کی جمع جو جس کے معنی مصاحب یا صدف ہیں اور اس کا اکثر استعمال ایسے شخص کے حق میں ہو جو شوہر

کی وجہ سے مصاحب ہو جو دے مسافت کے ساتھ اتفاقاً اخذان کے ذکر سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ اس لفظ میں بھی ہوتی

آشنائی کی طرف اشارہ ہو چنانچہ ابن عباس نے مسافحات کے معنی الزوا فی العلقات کہتے ہیں یعنی جو علی الاطلاق زنا کرتی

ہیں۔ اور بیضاوی میں اخذان کے معنی کہتے ہیں الاغلا فی السباغ

اس آیت میں لونڈیوں کے ساتھ نکاح کے احکام اور شرائط بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں وہ جب کہ ایک شخص کو

حافظون - الاصل ازواجہم اور مملکت ایمانہم (المؤمنین ۵۰) و الما راجع - ۲۹ و ۳۰) پس جب ان لوگوں میں بیبیوں

کے متعلق احکام بیان کر دینے سے غرض یہ تھا کہ مملکت ایمانہم کے متعلق بھی احکام کو بیان کر دیا جائے جس طرح ایک لڑکے اور عورت

کو زوجیت میں لینے کی شرائط اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہیں۔ اسی طرح مملکت ایمانہم کے ساتھ تعلقات نہ ناشائی قائم کرنے

نہیوں سے نکاح

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

اللہ چاہتا ہو کہ تمہارے لئے کھرکریاں کرے

سُحُر
سُحُرِ حَقِّی

کے احکام بھی اس جگہ بیان کر دیئے ہیں تاکہ خلع کا مضمون مکمل ہو جائے اور لوٹڑیوں کا ذکر الگ کر کے اور ان کے ساتھ اپنا مردوں کے خلع کی بعض سخت شرائط کے ساتھ مشروط کر کے یہ بتا دیا ہو کہ قرآن کریم ما ملکت ایما حکم کو ازواج سے الگ رکھتا ہے۔ اور اسے سخت مجبوری کے ساتھ خلع سے روکتا بھی ہو اس کے یہی نہیں کہ قرآن شریف لوٹڑیوں کے خلع میں صاف بتا ہو کہ وہ بلا خلع یا حالت چڑیں نہیں۔ بلکہ اس سے صاف منع کرتا ہو ولا تکرهوا فتلک فیکری البیضاء والنورۃ ہم اپنی لوٹڑیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اور ان کو خلع سے روکتا انہیں زنا پر مجبور نہ کرنا ہو۔ پھر صاف الفاظ میں حکم دیتا ہو ولا تلکوا الزانیۃ منکم والمعالجین من عبائکم واما کھد (النورۃ ۳۲) یہاں صاف ملاح خلاصوں اور لوٹڑیوں کے خلع کو کھد کا حکم دیا ہے یہی اصل نفاذ قرآن کریم کا یہ معلوم ہوتا ہو کہ لوٹڑیوں اور غلاموں کے آپس میں خلع ہوں اور اسوائے سخت مجبوری کے آزاد مرد یا عورت کی لونڈی یا غلام سے زوجیت نہ ہو۔

نظا ہر اس سے معلوم ہوتا ہو کہ قرآن شریف غلاموں اور لوٹڑیوں کو ایک ذلیل حالت میں رکھنا چاہتا ہو۔ اس لئے باہمی تعلقات خلع کو روکتا ہو۔ اس کا جواب خود اسی آیت میں دیا ہو بلکہ صنف من بعضی تم سب ایک دوسرے سے ہو۔ غلام اور لونڈیاں آزاد مرد و آزاد عورتیں سب ایک ہی نسل انسانی کے افراد ہیں اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اوصحابہ رضی اللہ عنہم کا مکمل بتانا ہو کہ غلاموں اور لونڈیوں سے کھسکے بیٹے میں لباس میں کام کے لئے یہی مساوات کا سلوک ہوتا تھا پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ خلع کے تعلقات پر ایسی سخت شرائط لگادی ہیں۔ یہ اسلک ان نقیب و احباب لکھ میں فرما دیا ہو کہ عین ہر تو نہی کرو۔

پس جب مساوات کو بھی تسلیم کیا ہو۔ بلکہ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ مساوات کے سلوک کا حکم دیا ہو تو خلع سے ممانعت اس بنا پر نہیں ہو سکتی کہ ان کو بیہوش کیلئے ذلیل اھ کہ حیثیت پر رکھنا چاہا ہو لیکن کوئی فرض مفروض ہو۔ اس فرض پر ہم کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے لگتا ہو۔ اور بعض احادیث سے بھی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی لونڈی سے اس کو لونڈی کی حیثیت میں رکھ کر خلع نہیں کیا۔ بلکہ آزاد کر کے اور اس کو زوجیت کے پورے حقوق دیکر خلع کیا ہو چنانچہ ام المومنین حضرت صفیہؓ نکاح میں داخل تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور ان کو توحشی بیبیوں کے برابر مردہ جرحہ کی حیثیت دی یہی حالت حضرت ماریہ قبطیہ کی معلوم ہوتی ہو جن کے بطن سے ابراہیم پیدا ہوئے شاہ معری نے انہیں بطور ایک لونڈی کے آپ کی طرف بھیجا تھا مگر آپ نے کبھی اتنا نہ رہ دیا کہ وہ حجاب میں رہتی تھیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ محض میں داخل تھیں اور یہی وجہ ہو کہ اس حکم کے تحت ولان تنکوا ازواجہ من بعدا ابدان (الاحزاب ۵۳) یعنی تمہارے لئے جائز نہیں کیا حضرت کے ازواج سے آپ کے کبھی خلع کرو حضرت ماریہ قبطیہ کا خلع آنحضرت کے بعد نہیں ہوا۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی وفات تک ان کو دیگر ازواج کی طرح برابر نفقہ دیتے رہے ایسا یہ بیان کامل بحسن کے مستحق ایک رعایت میں صاف ذکر کر کے آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے خلع کیا تھا اور جب آپ کی دوسروں کو تقسیم بھی کر لونڈیوں سے آزاد کر کے ان سے خلع کرو تو وہ یاسیروں کو لے کر چلے پھر جاری باب اجرد من اسلام من اھل الکتابین میں لی کی روایت الرجل لکن لہ الزانۃ فیعلہا تعلیم ویتزوجہا یتحرک ادبہا یتحرکھا فیتزوجہا فله اجران یعنی جس شخص کا پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اس کو تعلیم دے اور بھی تعلیم دے اور اس کو آداب سکھائے اور اچھے آداب سکھائے اور اسے

ماریہ قبطیہ

وَيَهْدِيَكُمْ سَبِيلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اور تم کو ان کی راہیں دکھائے جو تم سے پہلے تھے

دیکھیں کہ تسلیم

آزاد کرے اور غلام کرے تو اس کے لئے دو چند اجر ہو پس لونڈیوں کے ساتھ غلامی کی ممانعت میں اول حکمت تو یہ تھی کہ تمام مسلمان ان کو آزاد کر کے ان کو اپنی زوجیت میں لیں اور لونڈی کی کوئی حالت میں خریدنے دیں۔ ہاں لونڈی کی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی کہ اس کی اس تعلیم اور احسان تاویب کی طرف توجہ دلائی تاکہ مسلمان اپنی پیشگی ہیبتی صورت سے نہیں کرے اور ان کی مناسب تعلیم و تادیب کا کوئی انتظام نہیں +

دوسری حکمت اس میں یہ تھی کہ جو حالت ملک و حبس غلاموں اور لونڈیوں کی تھی یا جو اور دنیا میں تھی۔ اس کی وجہ ان میں بہت سے ذلیل و خلاق آچکے تھے، دریاں چنکر اولاد کی تربیت کرتی تھی۔ اور اولاد کے اخلاق ماں کے اخلاق سے ہی بنتے ہیں۔ اس لئے اگر لونڈیوں سے عام اجانت غلام کی ہوتی تو، اخلاق قوی پر اس کا بہت برا اثر پڑتا۔ اور یہی وجہ کہ مشرک عورتوں کے غلام سے بھی اسلام نے روک دیا اس لئے کہ ان کا ارشاد ولا کی تربیت پر برا اثر تھا۔ اور غلام کو بچپن سے یہاں چنکر مومن ہو کر ان کو ایک موقع پر اپنے آپ کو بہتر بنانے کا بھی تھا اس لئے مشروطاً اجازت دی جو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بعض لونڈیاں اس ذلت کی حالت سے کل بھی کتنی تھیں تو ایسے غلاموں اور لونڈیوں کے لئے اسلام نے مکاتبت کی شرط رکھی ہے جو یہ تھی اور ہر ایک غلام اور لونڈی کو جو اپنی حالت کی اصلاح کرنا چاہے یہ حق تھا کہ مالک سے آزادی حاصل کرے پس ان کیلئے آزاد ہو کر اور زوجیت میں مساوات کے حقوق حاصل کر کے غلام کر لینے کا راستہ کھلا تھا +

تیسری حکمت اس میں یہ معلوم ہوئی کہ جو قیدی جنگ میں پکڑے جاتے تھے ان کے متعلق حکم تھا کہ ان کو بعض احسان سے یا خرید لیکر چھڑ دیا جائے ایسی صورت میں بھی ان کو ان کے پچھلے خاندان زندہ ہوں تو اسلام بتائیں اور اس صحت میں انہیں واپس اپنے خاندانوں کے پاس جانا چاہئے۔ لونڈی کے ساتھ جو غلام میں جو شریک رکھی ہیں وہ یہ ہیں رسول پر کہ ایک مرد اس قدر فاسق اور وسوسہ زدگست ہو کہ آزاد ہو کر غلام بن جائے۔ کیونکہ لونڈی کا ہر جس کا نفقہ آنا و عورت سے بہت کم ہوتا تھا۔ وہ دوسرے یہ کہ سخت سے خائف ہو مگر غلام بن کر اسے کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو صحت جسمانی بگڑنے کا پانزائیں چکر لگتا ہے میں پڑینا تیسری شرط یہ ہے کہ مالک افغن کے ساتھ غلام جو چھٹی شرط یہ ہے کہ لونڈی مومن ہو +

ایک اور سوال یہ ہے کہ کیا مالک کے لئے محض ملک بین کی وجہ سے لونڈی سے زن و شوہر کا تعلق رکھنا جائز ہو یا وہ بھی ان شرائط کے ماتحت جو جن کا ذکر اوپر ہوا جہاں تک موجودہ زمانہ کا سوال ہو نہ وہ دینی حاد اس وقت میں مذکور ہیں کہ اسرا ل پیدا ہوتا ہے۔ تاہم ایک مسئلہ کے دگم میں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن وجوہات کی بنا پر مالک کو لونڈی کے ساتھ غلام کر کے حتیٰ الوسع روکا جائے۔ وہی وجوہات مالک کیلئے موجود ہیں۔ بلکہ مالک کیلئے تو یہی کہ اس مالک سے کہ اگر کوئی ملک بین والی عورت اس کو پسندائے تو وہ آزاد کر کے اس سے غلام کر سکتا ہے۔ اور جو ملک بین عورت میں بآزادی غلام کرنا ہی ضرر کے قایم مقام بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت صفیہ کی حالت میں ہوا اس لئے اس کیلئے کوئی مشکل بھی نہیں۔ لیکن جب تک وہ اس کو لونڈی کی حیثیت میں رکھنا چاہتا ہے تو وہ ان تمام شرائط کا پابند ہو۔ ہاں بعض شرائط اس کی حالت میں خود زائل ہو جاتی ہیں مثلاً یہ کہ مالک کے اذن سے غلام کیا جائے سراسر اس کو کوئی ذن بکار نہیں۔ یا مثلاً یہ کہ مرد یا جائے کیونکہ لونڈی کا مال مالک کا مال تصور ہوتا ہے اس لئے اس کو جو دینے کی ضرورت نہیں۔ باقی +

اعلان سودہ ضروری ہے +

۲۷ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ

اور تم پر توبہ فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۱۱۱ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر توبہ فرمائے

۲۸ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۝ يُرِيدُ اللَّهُ

اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں چاہتے ہیں کہ تم بہت زیادہ جھک جاؤ ۱۱۲ اللہ چاہتا ہے

۲۹ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ ۖ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

کہ تم سے (جو بھی ہلکا کرے) اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے ۱۱۳ اے لوگو جو ایمان لائے ہو

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اپنے مال کو آپس میں ناحق کے ساتھ دکھاؤ

۱۱۲ پچھلے دو کھوں میں عورتوں کی وراثت اور حقوق اور غلو کے متعلق احکام دیئے ہیں۔ اس رکع میں اہل غرض قرون حقوق کی محافظت کی طرف ہی توجہ دلائی ہو۔ محمد بن یحییٰ بن آیتوں میں نزول شریعت کے متعلق چند باتیں بتائی ہیں یہی یہ کہ کیا ضرورت پیش آئی کہ اللہ تعالیٰ اس طرح احکام نازل کرے چنانچہ اس آیت میں بتایا کہ اس کی غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کوئی ہلکا بلین کرے اور ساتھ ہی توجہ دلائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قدیم قانون جو کہ وہ زمانہ اور ہر ملک میں ایسا کرتا آیا جو صف الذین من قبلکم میں بھی اشارہ ہو ۱۱۳

۱۱۴ اس آیت میں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اس طرح پر شریعت کو ترجیح پنانا کہ اس لئے ہو کہ وہ تم پر خصوصیت سے توجہ فرمائے گا اور وہ کہ چاہے ہو تاکہ اس کی خاص توجہ سے صحیح اصول چل کر تم دنیا میں عظیم الشان قوم بن جاؤ مگر جو لوگ زنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح میانہ روی ہو ایک طرف جھک جاؤ اور جادہ احتیاط سے محفوظ رہو جاؤ۔ یہ لوگ کہیں ہیں بعض نے کہا کہ انی بعض نے کہا یہ دو تضاد ہی بعض نے تجسوس میکن قرآن کریم نے نظاماً رکھے ہیں شہوات کی پیروی کرنے والے جو کوئی بھی ہوں ان کی خصوصیت سے کسی ایک قوم پر یہ لفظ چسپاں ہیں تو میرا تیری ہے کیونکہ وہ صرف حلقہ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں بلکہ شریعت سے ایسے متنفر ہیں کہ اس کو خود بائند لعلت تک کہنا ہو عورتوں کے معاملہ میں بھی ہوتے اسلام کی طرح سادگی کے ساتھ ان کے حقوق دینے کے اپنی خواہشات نفسانی کے لئے ان کے باہر بناؤ سنگسار کر کے گھٹنے پھری سارا زہد دیتے ہیں۔ اور اسی کو عورت کا باطنی قوارعیت ہے۔ حالانکہ اہل حقوق جو اسلام نے عورت کو دیئے ہیں ان کی طرف توجہ بھی نہیں اور وہ مسلمانوں کو بھی اپنی طرح شہوات کا پروردنا چاہتے ہیں ۱۱۵

۱۱۶ اس آیت میں وجہ بیان فرمائی کہ انسان چونکہ کمزور پیدا ہوا ہے اپنی ہدایت کی فطری راہوں پر خود اطلاع نہیں سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہدیہ اپنے کلام کے ہے ہدایات اسے حلقہ فرمائی ہیں گویا ان میں آیتوں میں تین اصولی باتیں بیان فرمائی ہیں یعنی اول نزول شریعت کوئی نئی بات نہیں پہلے لوگوں پر بھی شریعت نازل ہوئی تھی۔ دوم مذکی طرف متوجہ کردہ شریعت نہ تھی تو لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرینگے مگر نزول شریعت اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہدایت کی راہوں کو اپنی کوشش سے پا لے سے عاجز ہو جیتی دیریں ایک راہ کے غلط ہونے کا اس کو پتہ نہ ہو گا۔ تیسری دیریں خود جو

إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ فَتَد

ساتھ اسکے کہ تجارتی یا باہمی رضامندی سے تجارت ہو ۱۳۴۲ھ

اس فطر راہ پر چلنے کے ہلاک ہو جائیگا۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے خود شرع نازل کر کے انسان کے اس بوجھ کو ہلکا کر دیا یا پھر اس کی وجہ میں ساتھ ہی برائیاں فرما دی ہو خلق الانسان ضعیفا یعنی انسان کمزور پیدا کیا گیا وہ اس میں اپنی طاقت نہیں کہ وہ خود بخود اپنے اپنی حقیقی فلاح کے رستے بنا سکے۔ بلکہ وہ ایک طاقتور مہرپی کا قلع ہو جس کو اہمیت ملا اس میں علم حکیم لکھے بنا دیا ہو کہ ان رستوں کا بتا دے اسی کام جو سکنا ہی جو پڑنے کا عالم اور ایک حکمت پر آگاہ ہو انسان کا علم انسان کی حکمت پر نہایت کمزور ہیں۔ اس لئے اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کی ضرورت حکم خلق الانسان ضعیفا کے یہی نہیں کہ انسان شرع پر عمل نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ کہ قبل کی حیثیت صاف بتائی ہو۔ یہ مطلب ہو کہ وہ شریعت کو خود اپنے لئے فرض نہیں کر سکتا یہی بوجھ جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اوپر سے ہلکا کر دیا ہو اس کو رستہ بتا کر اس پر چلنے کی ہدایت فرما دی ہو۔ باقی رہا شریعت کے بوجھ کے اٹھانے کی قابلیت یا ان راہوں پر وہ اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں چلنے کی طاقت۔ اس کا ذکر دوسری جگہ فرمایا گیا ہے دوسرا یہاں انسان کو بتائی ہیں جن پر وہ عمل بھی کر سکتا ہو جیسا کہ فرمایا لا یكلف اللہ نفسا الا وسعہا اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

جیسا کہ اس کا یہ کہنا کہ انسان شریعت کے بوجھ کو اٹھانے میں سکتا بعض جھوٹ اور خدا پر ایک الزام ہو کہ یہ کہہ کر اگر انسان واقعی اس قابل تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جن اپنی رضا کی راہوں کو اس پر بنادئے شرع کو لانا اس پر وہ چل سکے تو اس نے عین کام میں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ملک میں ہر قوم کے اندر ہی بھیجے بلکہ بعض قوموں کے اندر بھیجیے اس سبب سے پہلے ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے اپنی رضا کی راہیں انسانوں پر رکھیں۔ حالانکہ میاں بیوں کے عقیدہ کے مطابق یہ باطل ایک لغو تھا۔ اور پھر کیا خدا کو وہ ایک بھی بھیجے کہ پتہ نہ لگ گیا کہ انسانوں پر اپنی رضا کی راہوں کا کھولنا ایک لغو ہے وہ ان پہل میں ہی نہیں سکتے۔ بہر حال اور لاکھوں کی تعداد میں بھی بھیجتا چلا گیا۔ اسلام کا عقیدہ اس کے بالقابل کیا صاف اور کیا صاف واقعات حد کے مطابق ہو۔

انسان ضعیف ہو۔ اس حد تک کہ وہ خود بخود خدا کی رضا کی راہوں کو نہیں پاسکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ انتظام فرمایا کہ ہر قوم پر ہر زمانہ میں ہر ملک کے اندر اپنی رضا کی راہیں بتائے تو اسے بھیجتا رہا پس خود دنیا کے یہ واقعات کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کی راہیں بنادئے شرع کے ظاہر فرماتا رہا۔ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ انسان میں یہ قابلیت ہو کہ خدا کی رضا کی راہوں پر چل سکے اور اگر اس میں یہ قابلیت ہی نہیں تو پھر کفارہ نے اس مشکل کو کس طرح حل کیا۔ اگر اس طرح حل کیا ہو کہ انسانوں کے اندر یہ قابلیت پیدا کر دی ہو کہ خدا کی رضا کی راہوں پر چل سکیں تو پھر بھی اگر خدا کو یہی کرنا چاہا تو ان کی رضا کی راہوں پر چلنے کے قابل بنائے۔ اور یہ پہلے ہی کیوں نہ کر دیا کیوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس قدر بصیرت میں ڈالا کہ انہیں تعلیم الاطلاق دہلی۔ حالانکہ تصور راہ تھا۔ کہ انسان کو اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کے قابل ہی نہ بنا یا تھا۔ اور اگر یہ کہتا تھا کہ انسانوں کی قابلیت تو اب بھی وہی جو شراب کوئی انسان اس کی راہوں پر پہلے یا نہ پہلے وہ سب کو معاف کر دیتا ہو پھر یہ کہ وہ کفارہ کو ان میں تو اباحت اور گناہ کا دورہ نہ کر کے اہل اصول وہی ہو جو اسلام نے بیان کیا ہو۔

۱۳۴۲ھ تا ۱۳۴۳ھ ملا محمد دینکھرا مالہ اطل اس بات کو بیان کر کے کہ شرع اور حق کا قائم کرنا ضروری تھا انہیں نصیحت فرمائی ہو کہ جو جو حق کسی کے قائم کر دیتے تھے ان کے خلاف اب ایک دوسرے کا مال کھانے کی کوشش نہ کرنا۔ اور اہل سے ملو ہر قسم کا تصرف ہو۔ باطل حق کا قیض ہو۔ اور حق طریق وہی ہو جس کو خدا نے بیان فرمایا تھا

فَوَلِّصْ يَوْمَ ذَلِكَ
مِثْلَ نِسْءِكُمْ

کفارہ

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝

۶۱۷۴ ادب نے آپ کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے

دور کے ذیلی سپرہ کے ذریعے سے اور حقوق جو ایک دوسرے پر قائم کئے گئے ہیں ان کے ذریعے سے حقوق ملحق ہیں ان کے سوائے جو ملحق ہوگا وہ باطل ہوگا جس حکم البقرة ۲۵۷ میں بھی آچکا۔ یہاں حقوق اور امتیاز کے حقوق کی حفاظت کے لئے اسکو وہ ہولناکیوں غرضی کے شامعین سے اس نیت کو بھی نسخہ گمراہی اور گمراہی کو رسدہ فرمائی کہ آیت مذکورہ صحت کے ذریعے سے باطل ہے۔ جس دو سنتوں کے گمراہوں سے کھانا جائز ہے وہ اس کی ناسخ ہے۔ گویا یہ باطل کا نام ہے!

اَللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ جَارِدَةً مِّنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ مِیْا اِلَّا اَسْتَشْنٰی تَقَطُّعٌ یُّو تَرَاضٍ وَّوَنَ اَلْیَکَ وَاِکَ دَوْرَ سَے
اِنھار مِثْلَ مَنِّہِ یُو تَجَارَتِ کَا دُرُکُ مِیْ سَ کَلِی خَلَّتِ کَے یہاں خُصُوعِیَّتِ کَے یُو اِو اِکَ حَدِیْثِ مِیْنِ اَتَا ہُو شُعْطَہ
اَحْشَادُ اَلْوَرَقِ فِی الْجَارِدَہِ (د) رُتَقِ کَے دُحْصُورِ مِیْنِ سَے تَجَارَتِ مِیْنِ ہِیْنِ اِو اِکَ حَدِیْثِ مِیْنِ اَلطَّیْبِ اَلکُتُبِ
کَسْبِ الْجَارِدَہِ اِس زَادِ مِیْنِ حِجَرَتِ کُوسْمَاؤُنِ سَے اِیْسَا حِجَرِ رُکھَا ہُو گُویَا کَے کامِ اَنْ کَے لَے بَکَاہِیْ نِیْسِ۔ اِو رِیْ وِجَرِ
کَے قُوْتِ اِو اَفْلَاسِ مِیْنِ اِسْتَا جَارِ اِیْ ہُو۔

۱۲۷۱ء دلا قتلوا! افسوس کہ معنی دو طرح ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ اپنے لوگوں کو قتل مت کرو، گو پاکیزہ طرف اگر ایک دوسرے کے حقوق مالی کی طرف توجہ دلائی ہو کہ نافرمانی ایک دوسرے کے مال مت کھاؤ تو دوسری طرف حقوق حفظ جان کی طرف توجہ دلائی ہو یعنی ایک دوسرے کو قتل مت کرو، اور افسوس کہ افسانہ لئے استعمال کیا کہ سب مسلمان گویا ایک نفس کے علم میں ہیں۔ دوسرے معنی یوں ہو سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو قتل مت کرو، اور اس صورت میں پتہ یہ مراد ہو سکتی ہو کہ ایک دوسرے کی حق تلفی کرنا یا بیعتوں، بیواؤں کے حقوق، دنیا و حقیقت اپنے آپ کو یا اپنی قوم کو ہی قتل کرنا جو امامہ غیب نے یہاں حق نفس سے مراد اپنے آپ کو ان باتوں سے محروم کھنایا ہے جن سے حیاتیہ دنیا فانی ہو، کیونکہ اس کے آگے تھا ہی ومن فضل ذلک عدواناً۔ اور یہ مراد ہو سکتی ہو کہ خود کو قتل مت کرو، کیونکہ یہ جسے جاہلی جب ان کو خیر یا خوف یا سخت بیماری یا کوئی ذلت پہنچتی ہو تو اس کو نافرمانی برداشت بھگدو، خود کو قتل کر لیتے ہیں۔ اسلام نے خود کو قتل کرنا جرم ٹھہرایا ہو۔ کیونکہ خود کو قتل کرنے والا انسان درحقیقت تخلف کے سامنے ہمت ڈروتا ہے اور جو تخلف سے گھبرا کر ہمت ڈاروے اس کا ایمان ضابطہ نہیں۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ خود کو قتل کرنا والا جہنمی ہو، نہ، بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ خیر کی جنگ میں ایک شخص کے متعلق جو اسلام پر کھانی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل نارہیں سے ہے لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور زیادہ تعجب اس پر ہوا کہ اس دن اس نے خوب جنگ کی اور آخر غزوی ہوا، ایک نرغوں کی تخلف کو برداشت دیکھ کر خود کو قتل کر لی۔ وروحہ العاص نے اسی آیت سے استدلال کر کے شدت کی سرمدی میں حالت جنب میں ایک جنگ میں بیفریل کرنے کے تیر کو کے ناز پر صادی چٹا پڑ لوگوں نے نہ ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اشدات سخت سرمدی تھی اور اللہ تعالیٰ فرمایا ہے دلا قتلوا! افسوس کہ اس لئے نہیں بے غسل نہیں کیا۔ توتنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑے کہ فرہنگ کے احکام میں سے زیادہ وقت اس بات کو ہی جو ایک دوسرے کے مال باطل چھوہہ کا تھیں۔ درحقیقت دنیا کی کثرت یا باطل بھیل بھل کھانے سے ہی پہچانی ہیں بل کی محبت اور اس کی حوصلہ پر انسان سے اور قوموں سے اکثر غم کوئی ہی عقل نفس کو اہل باطل کے ہوا سے نہ کھاتے کہ قتل کے واقعات ہی سے اہل کجہ سے ہی اس کی ہر غم کو ایک دوسرے کے مال باطل چھوہہ کا تھیں۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عَدُوًّا وَآوًا قَدْ فَسَدَ نَصْلُهُ وَنَارُهُ وَكَانَ ۳۰

۱۱۔ جو شخص سے مل کر اور غلط سے ایسا کرے گا ہم اسے ان کی دہلیز کے لئے اور یہ

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۱۲۵۰ اِنْ جَحْتَبُوا كِبِيرَ مَا تَهْوَنَ عَنْهُ ۳۱

۱۲۵۰۔ اگر تم ان بڑی چیزوں سے کچھ نہجو جن سے تم کو دکھانا ہے ۱۲۵۰

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

اجتناب

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

اس سے بچ جانا

کبیرۃ

کبیرۃ کی چیز جو جس کے اصل معنی صرف بڑی ہیں اور کبیرۃ ہر اس گناہ کے معنی میں آتا ہے جس کی محبت

بڑی ہو دینے اور ان میں سے کسی کو کبیرہ وہ فعل قبیح جو جس شخصیت سے روکا جاتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

۱۲۵۰۔ اگر کسی نے جو کچھ اس میں ہوتا ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے اور اس کا نام ہے کہ وہ اس کا نام ہے

مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا الْكَسَبُوا وَ

جس سے اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے اس سے بہرہ دہرنا ہو جو وہ کمائیں اور

لِّلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا الْكَسَبْنَ وَسَأَلُوا اللَّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

اور عورتوں کے لئے اس سے بہرہ دہرنا ہو وہ کمائیں اور اللہ سے اس کا فضل مانگئے جو جب اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہو۔

کیسے غلط تھیں تو اگر حضرت جہی کے بیٹے جہی ہوئی تو ابتدا میں وہ کمزور ہونے کی وجہ سے دہ بھی جانتی تھی مگر آخر کار مقابلاً کوئی
کوئی ان میں طاقت آجائی جس طرح جب کھڑا ہونے لگتا ہو یا چلنے لگتا ہو تو پہلے پہلے گھڑاس کی بار بار کی کوشش کی
طاقت کو مضبوط کر دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کی رومانی طاقتیں مقابلہ کے وقت نشوونما پاتی ہیں پس جب ایک شخص بدی
چروں کا مقابلہ کرنا چاہے تو اسے ایک عادی بنائیں تو اس کی ہمتی کی اندوہنی قوتیں نشوونما پائیں گی۔ اور ان قوتی کے نشوونما کا نتیجہ
یہ ہوگا کہ انسان چھوٹی چروں سے بھی بچ جاتا ہے جس کے سواجے جیسے تین نہیں ہیں نیز گھڑاس کے اندر سے آہستہ آہستہ بچا
کا میلان ہی دور ہو جاتا ہے اور اس کی بدی کی طاقتیں باطل مرجائیں گی۔ اور یہی وہ مقام ہے جس پر اسلام پہنچا جاتا ہے کہ ہر شخص
عقل و عیاں کے مزاد ہوں جس کی طاقتوں کا دور کردہ بدی ہو کہ یہ مذہب انسان سے بدی سرزد نہ ہوگی تو گو پاکی دیں ہیں جو وہ بدی
یہ وہ راہ ہے جس کو بدی کے کفارہ کے طور پر اسلام پیش کیا ہے اس کے باقیال کسی مذہب کا کفارہ لے لیا جائے وہ بھی
ایک طفلانہ خیال معلوم ہے کہ ہر طفلانہ عیسائیوں کا کفارہ ہی لے لو۔ کہ ایک شخص کے دوا خدا کے مصلوب ہو جائے یا مان لائے
انسان بدیوں سے پاک ہو جائے تو یونین کی طرح کوئی عیسائی نہیں بن سکتا کہ اس طرح اس بات کو مان لینے سے کہ میں مسیح مسیح
پر مرتعے تھے۔ ایک انسان کی بدی کی قوت کمزور ہو جاتی ہو۔ یا وہ بدی سے پاک ہو جاتا ہو۔ ایسا ہی ہندوؤں کا عقیدہ و تپاس
ہے۔ مگر کوئی شخص بل یا کتے یا گدے یا کڑے کمزوروں کی چون میں چلا جاتا ہو۔ تو اس سے وہ گناہوں سے کٹر ہوگا کہ جو با
ہو۔ بالخصوص اس صورت میں جب کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ فلاں جون اس کو کس بدی کی مزار میں ہی ہو۔ تاکہ وہ آئندہ
اسی سے رُکے غرض اسلام کی چمکتی تعلیم کے سامنے واقعی یہ طفلانہ خیالات ہیں +

جہی کا کفارہ ہوتا ہے
اور نہ مگر نہا ہوتا ہے

تقی

۴۹۸ اختلافات جنہی کا مادہ معنی ہے جس کے اصل معنی تقدیر یا امانہ کرنا ہیں۔ اور شقی کے معنی ہیں کسی چیز کا صرف دل کے اندر
امانہ کر کے رہنا۔ اور دل کے اندر اس کی تصویر بنائے رہنا۔ اور اگر شقی ہی ہو کہ جس چیز کی حقیقت نہیں ہوں اس کا تصور کر کے رہنا،
جب یہ مکرور یا ایک دوسرے کا مال باطل طریق پر نہ کھا تو یہ کھانا اور بھی آگے بڑھا یا کہ جو فضیلت تم میں سے ایک کو دے کر
پہلی جو اس کا باطل تصور رکھ لیا کرو۔ ایک دوسرے کے مال کو باطل طریق پر کھا نا ایک باطل فعل ہے جس کا علاج رنگ مزار
ظاہری حکومت بھی کرتی ہو اور ایک دوسرے کی فضیلت پر راز دے بل کرنا ایک باطل فعل ہے جس کا علاج صرف مذہب
کر سکتا ہو۔ اور ظاہر کا علاج چسبٹ باطن کے آسان بھی ہو سکتے ہیں ظاہری فعل کی طرف توجہ دلائی تو یہ باطنی فعل کی طرف +

تقی سے کہنے کا مطلب

ان الفاظ کے معنی یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ جو چیز دوسرے کے قبضہ میں ہو مال یا جاہ اس کی آزد مست کرو کہ وہ ہمارے پاس
ہو اسکے پاس دو یونین ہے یا ہمارے قبضہ میں ہے تو دوسرے کے پاس ہو تو یہی ہم کو مل جاتے یہ رنگ جیو نہیں ہمارے پاس ہے
کہ حق صرف میں مل تصور کر کے کا نام ہو اور جس فضیلت کا یہاں ذکر ہو اس سے وہ امور راہ ہیں جو انسان خود بطور کسب
نہیں پاتا بلکہ وہ بھی اس میں یا ایسے حالات میں ہیں جن میں قدرت نے انسان کو رکھا ہو مثلاً کسی کو روٹنا یا کسی کو کھڑکی کوئی
بنا یا کسی کو ضعیف کسی کو مر کے گھر میں پیدا کر دیا کسی کو خیر کے گھر میں کسی کو قوت دے دیا یا غنی و فقیر کے دیر سے کسی کو کم دیتے۔

۳۳ وَكُلٌّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ

اور سب کے لئے اس میں جو وہ چھوٹے بہنے والے باپ اور قریبی وارث بنائے ہیں اور جن سے تہا یہ دینے والے تھے

أَيُّكُمْ فَأُولَٰئِكَ نَصِيبُهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

وہ جس کا حصہ وہ شیعہ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ۶۴۹

مالی کے حصول کا ذریعہ
کتابت ہے۔

اور حق کے بقول کتاب کو لاکر اسے واضح بھی کر دیا جیسا کہ آرزو میں کرتے رہنا کہیں انبیوں کے گھر کیوں پیدا نہ ہوا۔ ایسے میں بغیر حالات میں کیوں پیدا ہو گیا یہ سب بھلا کر دیکھیں اس لئے اول یہ حکم دیا کہ ایسی آنکھ سے مت کیاجو کچھ اسکے بعد حاصل ہوتا یا کہ جن حالات میں انسان پیدا ہوا ہو اپنی حالات میں اس کو کام کرتے رہنا چاہئے اور طاقت سے دی گئی ہو اسے بیچ کر دینا چاہئے۔ اسکو عام فہم نہک میں یوں بیان کر دیا کہ مرد جو کچھ کما لیتے اس سے بہرہ و حق و عریض جو کچھ کما لیتی اس سے بہرہ و عریض کیونکہ سب بڑی قسم مرد و عورت کی ہر مردانگ حالات میں نکھایا ہو اور وہ اپنے کما کر اور طریق پر حاصل کرتا ہو عورت اور حالات میں بھی کما لیتی ہو اور وہ اپنے کمالات کو اور طریق پر حاصل کرتی ہو جیسا کہ دوسری جگہ پر دلائل الذکر والافتقار ان معیک لکھتی (الٹی ۲۴) مگر باوجود طعنے علیحدہ حالات میں رکھے جانے کے دونوں کیلئے کتابت کی راہ بھی ہر دو میں ہی اور دنیا میں بھی ہے تیس دینی ترقیات اسی طرح حاصل کر سکتی ہیں جن میں طبع وہ دینی ترقیات حاصل کر سکتی ہیں جن کے لئے اسلام نے النساء نصیب ماکتسبین لکھ کر پیشہ کے لئے دروازہ کھول دیا اور چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جو عریض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ وہ تو ہم پر بہت سبقت لے گئے کہ ان کو جادو کا موقع ہے اور وہ بہت خوش حال کر سکتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا ان لخال متکبر اجرا کما تم للعالم واد اضربوا الطلاق لہم من اداہما من الاجر فان ارضعت کان لہا مکل مصعة اجروا حیاء نفس (یعنی یعنی تم میں سے حاملہ عورت کیلئے اس شخص کا اجر جو دن کو روئے رکھتا اور رات کو ذکر اکیس کھڑا رہتا ہو پھر جب وہ جنمی ہو تو کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے کس قدر اجر ہے پھر اگر وہ دودھ پلاتی ہو تو ہر ایک مرتبہ جو بچہ اس کا دودھ پوٹتا ہو اسکو پانچ کھانے کا اجر ملے گا اور اگر وہ لا تخموا میں سے بھی دیا ہو کہ انسان کو ان حالات پر ماضی رہنا چاہئے جن میں اس کو پیدا کیا گیا ہو اور جن سے غلام اس کے اختیار میں نہیں یہی اللہ تعالیٰ کی رضا پر رضی ہونا ہو اور یہی قیام فی انعام اللہ ہے اور رضا بالقضاء یعنی نہیں کہ انسان ایک ذلت اور ذلتی حالت سے نکلنے کی کوشش نہ کرے ۶

رضا بقضاء

۶۴۹ موالی۔ موالی کی بیعت جو جلدی سے ہو اور اول یعنی قریبی استعمال ہوا ہو خواہ وہ قریبی کی خاطر سے ہو اس لئے وہ شخص جو غلام کو آزاد کرے۔ وہ غلام کو آزاد کیا جائے حلیف یعنی جس سے معاہدہ ہو۔ ابن العم۔ وارث یعنی عہدہ ان سب پر موالی کا اطلاق ہوتا ہو یہاں ہی آخر یعنی مراد ہیں ۷

عقدت ایسا کہ عقد کے اصل معنی ہیں کسی چیز کی اطراف کو اکٹھا کر دینا۔ مگر اس کا استعمال بہت وسیع ہو مثلاً عقد بیع عقد ہجرہ وغیرہ اور آج کل اس سے مراد یا دے لیتے ہیں کیونکہ عقد میں اقدار کا ذکر رکھا جاتا ہو اور یا مرد و عورتوں میں اور عقد نکاح کا معقول عقد وہ بیعتی جو دھم پر بیعتی ہوں ہوتے جن لوگوں سے تہا سے دیتے انھوں نے عہد باندا کیا جب یہ فرمایا کہ انسان خذ لک کتاب یہی کچھ حاصل کرتا ہو تو دوسرے حصول کے ذریعہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اول یہ کہ ہر ایک کے لئے ہم نے وارث بنائے ہیں جو اسکے کو لیتے ہیں۔ اور وہ وارث اس باپ یا قریبی ہیں۔ دوسرے کے علاوہ ایک

مال کے حصول کے
دوسرے ذرائع

۴

انتظام خانہ داری

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ۚ وَفِي الْأَنْفُسِ مِنْ أَقْوَامٍ ۳۳

مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں اسلئے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور اسلئے کہ ان میں سے کچھ عورتوں پر

حق بذریعہ معادلات پیدا ہوتا ہے یعنی جس سے تم عدد کو اس کا بھی حق ہو جاتا ہے اس میں خاندان کی بنی سے عہد ہی شامل ہے مگر یہاں خصوصیت سے یہاں بی بی کی کا عہد ہی معلوم ہوتا ہے جو عیدہ لکھائے کے الرجال قوامون علی النساء میں صاف بھی کو دیا ہے۔ والذین عقدت ایما نکحوا تو ہم نصیب ہم کو بعض لوگوں نے منسوخ کیا ہے اور اس کے تین طرح بمعنی کہ جس میں ساول یہ کہ اس سے مراد وہ حلیف ہیں جو ایام جاہلیت میں لوگ بنالیا کرتے تھے یعنی وہ ایک دوسرے سے معاہدہ کر لیا کرتے تھے کیسراخن تیرا خون ہو میری سیخ تیری سیخ ہو میری جنگ تیری جنگ ہو تو میرا وارث ہو گا میں تیرا وارث ہو گا ایسے حلیف کو متوفی کے ترک میں سے جھٹکا حصہ لکھتا تھا اور اس آیت میں کو دیا ہے کہ اس کو جائز رکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مراد مٹھوے پٹے ہیں جن کو متبہی کہا جاتا ہے تیسرے یہ کہ آنحضرت معلوم ہے ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصاری کے درمیان مہارخاۃ قائم کوئی تھی مگر وہ مہارخاۃ ایک کو دوسرے کا وارث بنا دیتی تھی اور پھر اس آیت میں اس قسم کے درش کو جائز رکھا کہ اس کو دوسری آیت والا لا ارحام بعضہم ادلی ببعض فی کتاب اللہ (الانفال: ۷۵) سے منسوخ قرار دیا ہے حالانکہ سورۃ انفال پہلی نازل شدہ ہے اور بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت دلیل جعلنا مولیٰ میں مولیٰ سے مراد وارث ہیں والذین عقدت ایما نکحہ کے متعلق یہ کہ جب مہاجر مدینہ میں آئے مہاجر انصاری کا وارث ہوتا تھا اس کے ذی ہرم کو چھوڑ کر بسبب اس اخوت کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قائم کر دی تھی پس جب یہ آیت نازل ہوئی وہ دلیل جعلنا مولیٰ تو یہ بات منسوخ ہو گئی پھر کہا والذین عقدت ایما نکحہ ان کے لئے نصرت اور مدد یعنی اور نصرت جو اور وراثت باقی نہیں رہی۔ ہاں اس کے حق میں وصیت ہو سکتی ہے پس جن لوگوں نے اس آیت کو منسوخ کیا ہے ان کو منسوخ کیا ہے مگر یہ کہ انہوں نے سمجھا کہ بچے مہارخاۃ والے کچھ درش پاتے تھے تو وہ قرآن کریم کے اس حکم کے ماتحت پاتے تھے حالانکہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ کسی پرانے رواج کے ماتحت درشے لیتے تھے اور خود اس آیت نے اس کو منسوخ کر دیا۔ ہاں یہ جائز رکھنا عہد و وصیت ان کو کچھ دیدیا جانے +

۳۵ قوامون قوام کی جمع ہے جو قیام سے مبالغہ کا صیغہ عام الموجل علی اللہۃ کے معنی ہیں مائتھا یعنی اسکی عزت یا روزی میاں کی اور قوام علیہا کے معنی ہیں مائتھا یعنی اس کی روزی میاں کرنے والا اور الیہا جال قوامون علی النساء کے معنی ہیں متکفلون یا مود النساء معینون بشؤونہن یعنی عورتوں کے امور کے متکفل ان کے حالات پر توجہ کرنے والے اور علی اللہۃ میں ہو کہ تمام الموجل اللہۃ اور قوام علیہا کے معنی ہیں مائتھا و قوام بشانہا متکفل یا مہا یعنی اس کی عزت یا روزی میاں کی اور اس کے امر کا متکفل کرتے ہوئے اس کی حالت کو قائم کر لیا۔ اور قوام علیہا کے معنی مائتھا دینے ہیں یعنی اس کے لئے روزی مہا کہنے والا اور اس کے امر کا متکفل ہیں قوام کے اصل معنی متکفل ہیں اس کے معنی بھی محافظ یا محض حاکم درست نہیں اور متکفل میں روزی کا مہا کرنا مخالفت کرنا اور تاویب سب امور شامل ہیں کیونکہ جو شخص جس کا متکفل ہوتا ہے اس کی جانی اور مالی حالت بھی اس کے ذمہ ہوتی ہے +

عورتوں کے حقوق کے ذکر کے ساتھ مردوں کے حقوق کا بھی ذکر ضروری تھا اس لئے بتایا کہ مرد عورتوں کے قوام یعنی متکفل ہیں۔ مگر ہرگز ایک چوٹی سی بادشاہ کے ہونے پر حدیث میں ہو متکلمہ راجع و کلکام مستغفل عن دعویتہ تم میں سے ہر ایک بادشاہ اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا اور اس کی تفصیل میں یہ بھی فرمایا کہ مرد بھی ایک بادشاہ ہوا کرتا

مردوں کے حقوق کے ذکر کے ساتھ مردوں کے حقوق کا بھی ذکر ضروری تھا اس لئے بتایا کہ مرد عورتوں کے قوام یعنی متکفل ہیں۔ مگر ہرگز ایک چوٹی سی بادشاہ کے ہونے پر حدیث میں ہو متکلمہ راجع و کلکام مستغفل عن دعویتہ تم میں سے ہر ایک بادشاہ اور تم میں سے ہر ایک سے اپنی رعیت کے متعلق سوال کیا جائیگا اور اس کی تفصیل میں یہ بھی فرمایا کہ مرد بھی ایک بادشاہ ہوا کرتا

فَالصَّلَاتُ قُنُوتٌ حَفِظْتُ لِلنَّبِيِّ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ مَا

سویک خویش فراموش نہ ہو پھر بھی حفاظت کرنی پڑی ہو اس کی وجہ سے چاہئے دینی حفاظت کی پوری

پرکھ لیا ہوا ہے

گھر کے لوگ بمنزل ایک رعیت کے ہیں اور عورت بھی اپنے خاوند کے مال کو صرف کرنے میں بمنزل ایک بادشاہ کے ہے۔ یہ بظاہر
کہ جہاں باہمی حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں وہاں ایک شخص کو رنگ حکومت بھی دینا پڑے گا۔ اسلام ایک عملی مذہب ہے اور جس
مضمون کو قرآن شریف لیتا ہے وہ ایک کامل حکیم کی طرح اس کے سارے پہلوؤں پر بحث کرتا ہے۔ اس قدر باہمی حقوق اور ذمہ داریاں
پیدا کرنے کے بعد یہ ضرور تھا کہ گھر کی چھوٹی سی سلطنت میں ایک کو دوسرے پر کچھ رنگ حکومت بھی دیا جاتا اور حلال ساری دنیا کو
دینا پڑا ہو۔ کیونکہ اس کے بغیر نظم قائم نہیں رہ سکتا۔ اس رنگ کی حکومت کو صلاحت سے حکومت نہیں کہا اس لئے کہ خود
دوسری جگہ فرما چکا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلِيَهُنَّ بِالْمَالِ وَفِ الْبَيْتِ ۚ ۲۸ اس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اس طرح
عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔ اور گھر کے نظم میں مرد و عورت کا اشتراک ہے تاہم ان کے حقوق اور ذمہ داریاں الگ الگ قسم
کی ہیں پس ان تمام امور کو نظر رکھ کر فرمایا کہ آخری ذمہ داری مردوں کی ہے اور وہ رنگ حکومت جس سے گھر کے امور طے ہوں مرد
کو دیا گیا ہو۔ چنانچہ اس کی وجہ خود ہی بیان فرمائی ہے۔ اول وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض فضیلت دی ہے جو خلیفہ مرد
کو عورتوں پر تو عسجانی میں فضیلت ہے۔ اس لئے روزی کہنے کا کام مرد کا ہے اور ملک و قوم کی حفاظت کا کام ان کے سپرد کیا ہے
جو ملک کا محافظ ہے وہی گھر کا محافظ بھی ہو سکتا ہے جو گریضہ عملی بعض گھر کی بھی اشارہ ہو گا یا بعض معاملات میں عورتوں کو
بھی فضیلت ہو مثلاً یہ کہ وہ ایک رنگ میں مردوں کی خدمت میں نہیں کیونکہ روزی کا دھیا کرنا۔ گھر کی حفاظت کرنا۔ یہ ایک
خدمت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ مرد و عورت پر اپنے مال خراج کرنا ہے۔ اور یہ وہی حکومت رنگ کیلئے فیصلہ میں
سب سے پہلے کے مضمون میں دیا جاتا ہے یعنی مرد کو عورت پر اختیار دے دینے دیا گیا ہے کہ اس پر جو بھی زیادہ والا لگایا ہو۔ کیونکہ وہ
مال کہنے والا اور وہ مال کے خراج کرنے والی ہے۔ اور مال کے کہنے والے کو ہر حال اس کے خراج کرنے والے پر اختیارات ہوتے
چاہئیں۔ اگر اس کے خلاف ہوگا تو موجب نقصان ہوگا یہی معنی اس حدیث کے معلوم ہوتے ہیں لَنْ يَفْلَحَ قَوْمٌ تَوَاصَوْا بِمَعْرِضِ
دُعَاؤِہِ، وہ قوم کا سب نہیں چک سکتی جو اپنے امر کا اختیار عورت کو دے دیں یعنی کہنے والے کا اختیار نہ ہو بلکہ خراج کرنے والوں کا
ہو پس اس حدیث میں جو رعیت کا اعلیٰ سے اعلیٰ اصول بیان کر دیا ہے وہی نظم کیا اعلیٰ درجہ کا ہے کہ وہ کہنے والے اور عورت خراج
کرے اور مرد اس کا نگران ہو اور یہی اصل جو رعیت ہو کہ وہ اپنے اسوالات نظم کی پر خراج ہوتے ہیں حکام برنگوں ہوں۔

نقوت

۱۵۱. قُنُوتٌ قنوت کے معنی چوک نفع کے ساتھ فراموش داری کا لازم کرنا ہے اس لئے قرآن کریم میں یا غفر اللہ تعالیٰ

کی فراموش داری پر ہی پولا گیا ہے +

حَافِظَاتُ اللَّيْلِ حافطت کا مفعول مقدم یعنی حقوق خاوند اور مایہ بے سے مراد فی غیبتہ یعنی اس کی جگہ پر ہے

نیک جوہر کی وہ

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ مرد و عورتوں کے مصلحت ہیں۔ اب دوسری صورتوں کا ذکر کرتا ہے۔ پہلے صالحات یعنی اچھی عورتوں کا ذکر
کیا ہے اور میں اس کو دوسرے ذکر نہیں کی ہے۔ اصل یہ کہ وہ قانتات ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی فراموش داری کرنے والی ہوں۔ دوسرے
یہ کہ وہ خاوند کے حقوق کی پیروی بھی حفاظت کرنے والی ہوں۔ خاوند کے حقوق کا بلحاظ ان کی عظمت کے ذکر کیا گیا اور خاوند کی
فراموش داری کے بعد ان پر خاوند کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور للغیب یا پیش رو بھی کی شرط سے لگائی کہ
قرآن کریم کمال کی حالت کا بیان کرتا ہے جو عورت پیش رو بھی حقوق خاوند کی نگہداشت کرتی ہو۔ وہ اس کے سامنے تو منہ دی
کہے گی، ان میں سے ہر بات خاوند کا حق جو رعیت ہو گئے جو رعیت کی عفت کو اس کا سب سے بڑا جوہر قرار دیا ہے۔ مگر

وَالَّتِي تَخَافُونَ نَشُوزَهُنَّ فَيَطْوَوهُنَّ وَأَهْرُوهُنَّ فِي الْمَضْجِعِ وَاهْزُوهُنَّ

۱۱۔ جن عورتوں کی مرضی کا نہیں شوق ۱۲۔ تاکہ وہ غلط کردار اختیار نہ کریں اور ان کو الگ کر دو ۱۳۔ ان کو مارو

خاندان کے اور بھی حقوق عورت پر ہیں مثلاً اس کی پردہ کی باتوں کو ظاہر نہ کرے اس کے مال کی حفاظت کرے اس کی کسی قسم کا ناجائز تصرف نہ کرے اس میں فتنہ کو بھی نہ کرے۔ ضرورت اور ذرائع آمد سے زیادہ بیچ نہ کرے یعنی میں ایک حدیث بھی ہے کہ میں کوئی عورت کو یہ صلح نہ فرمایا اذا غبت عنہا حفظتک فی مالهۃ نفساً جب تم اس سے غائب ہو تو تمہارے مال میں اور تمہارے نفس میں تباہی کی حفاظت کرے۔

بالحفظ الله کے معنی دو طرح پر ہو سکتے ہیں۔ یا تو حاصل کرنا اور یا یہ حذف کر دینا یعنی رہنا بلان حقوق کے جبکہ اللہ نے ان کے لئے محفوظ رکھا یا جو چیز جس طرح اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حقوق کو مردوں سے لیکرنا کو محفوظ رکھا یا جو وہ دن میں خود یہ طاقت ملتی کہ وہ اپنے حقوق بتائیں اس لئے اب اس قدر حقوق لینے کے بعد ان پر یہ حق ہو گیا ہے کہ وہ بھی خاندانوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔ اور یہی معنی قابل ترجیح ہیں۔ مگر یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ عورتیں جو خاندانوں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں تو وہ اللہ کی حفاظت سے ہی ایسا کرتی ہیں۔

عوضیہ مہم

۱۴۔ تخافون خوف کے معنی میں کسی امر کو وہ کی توقع ایسی علامت سے جو غلطی ہو یا علم کی حرکت پہنچی ہوئی ہو نہ پاس یہ یا نہ گننا چاہو کہ خوف کسی زخمی خیال کا نام نہیں بلکہ کسی بے نتیجہ کے ظاہر ہونے کی توقع ہے جس کی علامات غلط یا یقینی طور پر ظاہر ہو چکی ہوں۔ اور یہاں مراد یقینی طور پر یہی علامات کا ظاہر ہونا جو جس طرح اس سے انکی آیت میں جہنم سے مراد وہی ہے تم پہان کرنا اور جس طرح دوسری جگہ ان اہلۃ عفاف من بعلہا نشوزا۱۱ اور احضان النساء ۱۲ میں عاف سے مراد طہارت اور یقینی جان کے۔ اور علی علیہ السلام نے فرمایا انک من قوم خیانتۃ فانما یلہم علی سوادۃ (ان غفلت) ۱۵ میں بھی خوف کے مراد جان لینا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں خوف کی بنا پر حقوق اور ذمہ داریوں پر اثر پڑتا ہو۔ وہاں بعض نئی علامات پر کوئی کاربہ نہیں ہو سکتی بلکہ یقینی علامات پر ہی چاہئیں۔

نشوز

نشوز نشی سے ہے جس کے اصل معنی اٹھنا ہیں جیسے واذا قیل الفتنۃ واخلشوا (الحجۃ ۱۱) میں اور نشوز بین الزوجین یعنی میاں بی بی میں نشوز ان کا ایک دوسرے کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا ہو یعنی ان میں مواضعت کا نہ ہونا اس لئے لغت میں نشوز بین الزوجین کے معنی میں کہا گیا ہے کل منہما صاحبہ و مسوۃ عنہا (طہ) یعنی ہر ایک کا اپنے رفیق سے کراہیت رکھنا اور اس سے بدسلوکی کرنا لیکن بمجاہد حالات کے الگ الگ معنی ہیں کہ ہیں یعنی عورت کا نشوز مرد پر یہ ہے کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نافرمانی کی اور اس سے بغض رکھا اور اس کی اطاعت سے عمل نہ کی اور اس سخت دشمنی کی۔ اور خاندان کا نشوز عورت پر بھی یہی ہو اور یہ کہ اس کو مارے اور اس پر بھڑکے (دل) چنانچہ دوسری جگہ آج ۱۲ و ان اہلۃ عفاف من بعلہا نشوزا (۱۲) اور عورت کے مرد پر نشوز کے معنی اپنے خاندان سے بغض رکھنا اور اس کی اطاعت سے اسے آپکے باطل باہر نکال دینا اور اس کا اس سے بہت کر دہ مہرے کی طرف دیکھنا بھی کہہ سکتے ہیں (ن)۔

نشوز کے دلی ثبوت

صالحات کے نہ کر کے بعد جو اپنے خاندان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اب ان عورتوں کا ذکر کرتا ہے جو حقوق خاندان کی حفاظت نہیں کرتیں اور جسے خاندان کے خلاف ارتکاب نشوز معلوم ہو یعنی خاندان سے دشمنی بغض اس کی نافرمانی کرتے رہنا۔ مگر اس میں زیسا و غیرہ۔ یہ صرف وہ صورت ہے جس میں قصور صرف عورت کا ہے جب مرد اور عورت دونوں کی طرف سے فساد کا ظہر ہو اس کا ذکر انکی آیت میں کیا ہے اور جب عورت کا قصور کوئی قصور مرد کا ہی قصور ہو تو اس کے لئے نرت ۱۰۰ میں صلاح بتایا ہے۔

وَإِنْ أَطَعْتُمْ كَفَرَ لَا تَبْغُوا عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا بَیْرًا ۝

پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو تم نے خلاف کوئی راہ نکال نہ کرو بیشک اللہ بند بہت ڈراور ہے

۱۵۳ء و اگر وہ تم فی اللہ ناجح تھے کہ معنی انسان کا اپنے غیر سے الگ ہو جائیں (غیر جمہ سے الگ ہو جائیں) ان کے

یاد سے، اور پھر فی اللہ ناجح یعنی خدا کے ہاں میں عورتوں سے مفارقت ان کے قریب نہ جانے سے کہنا ہے (وہ) ۱۵۳

عورت کے نشوونما کی صورت میں ملحق بناتے ہیں اول اول جب نشوونما ہر دو طرف فیصحت پر لگتا کرنا چاہتے

اگر فیصحت خاندہ نہ ہو تو اس سے بجائے محبت کے کسی قدر سختی کا برتاؤ کرنا چاہئے، اور اس سے محبت کا میل جل اول محبت آدھ

ترک کر دیا جائے خواہ مخواہ میں الگ کر دینے سے ہی مراد ہو، ایک شریف عورت کیلئے خاندہ کی طرف سے ایسا سلوک کافی شرمناک

اور وہ فوراً اپنے رویہ میں اصلاح کرے گی لیکن جن عورتوں کو اس سے خاندہ نہ ہو ان کی فطرت ہی ایسی ہو گی کہ سختی کے سوا انکی

اصلاح نہیں ہوسکتی اور جو مکمل طور پر اس بات پر دنیا شیک نہیں اسلئے انکی اصلاح کیلئے، مگر مارنے کی اجازت بھی ہے

اس مارنے کی اجازت کو عیسائیوں نے اور بالخصوص مسیحیوں نے جو ان میں عیسائیوں نے عمل اعراض عسار پر

حالانکہ ظاہری شیپ ٹاپ کو چھڑ کر مذہبی عیسائی تھرو میں جو سلوک عورتوں سے ہوتا ہے وہ اس سے بدتر ہے جو مسلمانوں کے

گھروں میں ہوتا ہے، اسلام کی تعلیم ایک خاص طبقہ کے لئے نہیں بلکہ تمام طبقات کیلئے ہے، اسلئے اس کی ہدایات میں بھی وہ

پائی جاتی ہے، قرآن کریم نے ان شریف عورتوں کا بھی ذکر کر دیا ہے ان سے اگر نادانی سے کوئی قصور سرزد ہو تو قصوری فیصحت

ہی ان کے لئے کارگر ہو جاتی ہے، اور وہ اپنے قصور سے رجوع کرتی ہیں پھر ان پر عفو و رحمت کا بھی ذکر کر دیا ہے ان کیلئے خاندہ کا

محبت سے نہ لڑنا ہی کافی سزا ہے، پھر اس سے کس کو، خاندہ ہو سکتا ہے کہ ایک طبقہ عورتوں کا ہر ایک، اور ہر قسم میں وہ ہر قسم کے

خیالات بہت سطحی ہیں، اور جن کے لئے نہ فیصحت کارگر ہوتی ہے نہ محبت کے میل چلنے کے انقطاع سے ان کو کچھ اثر ہو تا ہے ایسی

عورتوں کیلئے وہ ہی ماہرین کو یقین دہانہ کہ ان کو طلاق دیکر پیشہ کیلئے الگ کر دیا جائے یا یہ ان کے کچھ اندازہ زیادہ سختی ہوتی

جائے، اسلام جو مکمل طور پر انہیں الحلال عناد شدہ قرار دیتا ہے، اس لئے طلاق سے پہلے اصلاح کی ہر ایک مناسب صورت

کی تلقین دیتا ہے، اور عورتوں کے اس طبقہ کیلئے جسکا اخلاق حساس گراہم ہو طبقہ اصلاح مارنے کی اجازت بھی دی ہے۔

اس دلیل کی صداقت کو بخوبی کریم صلح کے الفاظ سے ظاہر ہے، چنانچہ ابوداؤد و نسائی بن ماجہ نے اس حدیث کو بیان

کیا ہے کہ ایک موقع پر جب خاندہوں کی سختی کی شکایت نبی کریم صلح کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا بعد اظاف بال محمد نسائاً

کثیر و شیعہ متکین من اذواجہن لیس اذلائک جفا دکھ یعنی ہمارے گھروں میں بہت سی عورتیں آتی ہیں جو اپنے خاندہ

کی شکایت کرتی ہیں یہ لوگ تم سے اچھے لوگ نہیں، اس سے صاف معلوم ہوا کہ اجازت نبی کریم مارنے کی اعلیٰ

کے لئے نہیں بلکہ نادانی طبقہ کیلئے ہو جس جبکہ ایک ایسا طبقہ دنیا میں موجود ہے جن کے لئے ان کی سختی کی ضرورت بھی ہوا ہے

بہتر ہے عیسائی خاندہ اپنی عورتوں کو بڑی بڑی بیداری سے بھی مارے ہیں تو اسلام کا حکم قابل اعتراض نہیں، بلکہ مزید

احتیاط کیلئے نبی کریم صلح نے یہ بھی حکم دیدیا ہے کہ سخت ضرورت کے وقت اگر عورت کو مارا جائے تو وہ سخت مار دہوتی چاہئے

بلکہ ایسی مار ہو جس کا اثر نہ ہو چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا و افعلوا اللہ فی النساء خالفن عندکم عدا

و لکم علیہن ان لا یوطئن فرشہن احدکم ہونہا فان ضلن فاضوہن ضایا غیر مبرج یعنی عورتوں کے ساتھ

مشافہت اختیار نہ کرو مگر وہ جسے ہاں آدھ لایا ہے بلکہ ملان پر یہ حق ہے کہ تم اسے گھر میں کسی دوسرے کو دے دو جس کو تم دینے

کے ہر گز نہ دینا کریں تو نہ مارو مگر صرف ایسا جسکا اثر نہ ہو اس کو یہی حکم ہے اگر نہ لایا جائے سخت جہیز دینا نبی کریم صلح کا اپنا پاک

جہ

عورت کے اندازہ

عورت کو مارنا

کس حد تک جائز ہے

نبی کریم صلح کا

وَأَنْ خِفْتُمْ فِرْقَافَ بَيْنِهِمَا فَاِتْعُوا حَكُمْ مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَآ ۝۳۰

۱۱ اگر تم دونوں عریاں بی بی میں بہم بختی کا ڈھیر تو یکے سے لگا کر نیکو اس مرد کے دونوں میں کو اس کی فیصلہ کرنا اس وقت کے لئے ہے کہ

إِنْ زُوِيَ لَكُمْ أَصْلَاحٌ فَأَقْرُبُوا إِلَى اللَّهِ فَيُفْهَمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ۝۳۱ وَاعْبُدُوا اللَّهَ

اگر وہ دونوں اصلاح چاہتے ہوں ان میں سے مواقت کر دیجیے ایک اللہ جانے والا خبردار ۶۵۳۱ اور اللہ کی عبادت کرو

یہی ہو کہ آپ نے اپنی ساری عمر میں کبھی کسی بی بی کو راز نہیں۔ حالانکہ آپ کے پاس نو بیبیاں تھیں اور سرتوں میں اکثر بھگڑتے ہو جاتے ہیں جن سے مرد غضب میں آکر ان پر زیادتی کر سکتے ہیں۔ مگر آپ نے ایسے معاملات میں بھی پریشانی سے بے غرضی سے کام لیا کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کو اپنا سر نہ بنانا چاہتے ہیں وہ کبھی بھی اپنی بیبیوں پر ناحق نہیں آٹھا سکتے بلکہ پھر خود کھد کھد دھندلہ کو مد نظر رکھ کر کہ میں سب سے بدتر و خشن ہو جاتی بی بی کیساتھ بہترین سلوک کرنا والا ہوں۔ اپنے حسن اخلاق کو کبھی شرع کرنے کی کوشش کر دیجیے +

آخر فرمایا کہ اگر بی بی اطاعت کرے تو پھر میں پر لازم لگنے کی راہ تلاش ذکر۔ اسکی اطاعت سے مزاد یہاں اس کا اپنے نشور کو ترک کرنا ہی ہے۔ ان الفاظ سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اگر آپ کی ترتیب تدریجی ہو۔ اگر پہلے مرد پر مدخل نصیحت ہو عورت مان جائے تو دوسرے مرد کی نوبت نہیں آتی چاہتے ہاں پہلے مرد پر تنگی تو پھر دوسرے طریق سے اسکو گھمایا جائے حضرت علیؑ نے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اول زبان سے نصیحت کرے اگر رک جائے تو اس پر کوئی الزام نہیں لیکن اگر انکار کرے تو اس سے مفارقت کرے پھر بھی انکار کرے تو اسے پھر بھی انکار کرے تو دوسرے حکم سے بحث کئے جائیں +

۶۵۳۲ حکما حکم کرو اور کیا حکم دینا ایک ہی معنی میں آتے ہیں اور الحکم اور الما حکم اور الحکم اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شمار کئے گئے ہیں اور حکم کے اصل معنی ہیں روک دیا اور حکم کو حکا کہہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظلم سے لوگوں کو روکتا ہے اور حکم کا حکم سے زیادہ بلیغ ہے (غ) +

حکم۔ حاکم

وقت۔ وقتی سے ہوا اور وقتی کے معنی دو چیزوں میں مطابقت ہے۔ جیسے جزاء وفاقاً والنباء ۲۶۰ +

وقت

یہاں بی بی میں بائیں
قرآن مجید میں
دو جگہ مذکور ہے حکم

یہ وہ صورت ہو جب دونوں بیبیوں میں بی بی میں فساد اور عداوت کی صورت ہو۔ شقاق بیچ ہماری حکم سے بچنا کی خاص طور پر آپ کی طرف فساد مشوب نہیں کیا جاسکتا ہیں۔ دیکھئے کہ کو ذمہ داری کس پر عاید ہوتی ہے اور کس طرح بدو بیبیاں بی بی میں ہو سکتی ہو۔ دو حکم یا سرخ مقرر کرنا حکم ہو۔ ایک فائدہ کے اہل میں سے ایک بی بی کے اہل میں سے کیونکہ ایسے حکم نسبت انبیوں کے اصل حالات سے اور دونوں کے مزاج سے زیادہ واقف ہونگے۔ فائدہ میں حکم حکم کو ہی یعنی جو صاحب اختیار حاکم ہوں اگر ایسے حاکم میری رائے میں تو سہ ماہوں کی جماعت ہی کا یہ کام ہو بجائے اس کے کہ ایسے معاملات میں حاکم خود تحقیقات کرے اسے دو حکم مقرر کر دینے کا حکم ہو اس کا ایک فائدہ تو یہ ہو کہ باہمی فساد یا کشش کے معاملات میں بہت امور رایسے ہوتے ہیں جو امام میں ظاہر کرنے کے قابل نہیں ہوتے اور عدالتوں کی کارروائی تکلیف ہوتی ہو۔ اور سب لوگوں کے علم میں آتی ہو جن لوگوں نے عیسائی مالک میں قدمات طلاق کی کارروائیوں کو عدالتوں میں دیکھا ہو اور پھر سچا اور یہ دیکھا کہ کس قسم کے قدمات سے کس قدر فتنہ لڑیں گے و نیا میں شائع ہوتا ہے اور یہاں کیا تعزب اخلاق اثر دوسرے لوگوں پر ہوتا ہے۔ وہ اس حکم کی حکمت کو خوب سمجھ سکتے ہیں کہ بجائے عدالت میں فیصلہ کے حکم مقرر کرنے کی ہدایت کیوں کی ہو۔ پھر دوسرا فائدہ یہ ہو کہ دو حکم جو اصل میں مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہ حالات سے طابع سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور غرض انکی زیادہ تر اصلاح ہوتی ہو

وَلَا تُشْرِكُوهُم شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَرَبِّيَ أَقْرَبُ وَيَتَنَمَّى الْمَسْكِينُ

اور انکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اس اپنے ساتھ احسان کرو اور تمہاریوں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں

وَالْحَادِرُ فِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَنَاحُ فِي الصَّلَاحِ وَالْجَنَاحُ فِي السَّبِيلِ وَوَأَمَلْتُ أَيَّمَا كَلِمٍ

اور قریبی پر کسی اور دور کے قریبی اور سب سے اعلیٰ کے ساتھ بھی اور مسافر اور

حضرت مثنیٰ نے ایسے جملے میں حکم مقرر کر کے ان کے فیصلہ کو قطعی قرار دیا مسلمانوں کا عمل ان ہدایت پر باطل نہیں رہا۔ اور سب سے
عزیز سخت دیکھا خدا ہی ہیں کس قدر قابل تعریف شاہد تھا کہ اگر اختلاف جھگڑا نظر آنے کو وہ صحیح مرافعت کرنے کی
کوشش کریں۔ ان مرافعت باطل ناگہن جو فطرت دلاویں۔ اب ہر ایک گھر میں اپنی حکومت ہو اور مردوں طرح چاہتے ہیں تو
تعطیل پہنچتے ہیں جس کا نتیجہ ساری قوم بھگت رہی ہو اور قرآن کریم کی تعلیم پر پشت پھینکی جا رہی ہو +

۶۵۵ الحدیذی القہنی بخارہ وہ جو حلی جلتہ سکوت تھا اسے قریب برو (۱) اور الحدیذی القہنی سے مراد یا قریب کا
جسایہ جو یا قوی تعلق والا ہوتا ہے یا غائب جو یا اخوت و دینی +

الحیذی القہنی: جناب کے اصل معنی پہلو ہیں جناب۔ آجینب ایک پہلو پر یا دور ہو گیا۔ الحیذی القہنی دور کا پر تو
کیونکہ چالیس گھر تک پڑوس کا حق ہو اور یا مراد ایسا اثر ہو جس سے سب کا یا اخوت قومی کا تعلق نہیں مثلاً ہندو یا عیسائی
الصاحب بالجنب بالجنب سے تعلق معنی پاس کا سامتی یا ہم نشین ہیں۔ رفیق سفر۔ رفیق تعلیم۔ رفیق پیشہ۔ رفیق مسجد۔ سب
اس کے اعضاء جاتے ہیں +

قرآن کریم ہمیشہ خاص سے عام اور عام سے خاص کی طرف رجوع فرماتا ہے بیسیوں سے حسن سلوک کے نفع کو تمام
کہے اور ان کے حقوق کی طرف توجہ دلا کر باکمال مخلوقات سے حسن سلوک کی طرف اور ان کے حقوق کی طرف توجہ دلاتا ہے۔
مخلوقات سے حسن سلوک کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ان سب کا خالق ایک ہو اس لئے اللہ کی عبادت۔ شرع شروع کیا۔ پھر ماں باپ سے
احسان کا ذکر کیا پھر قریبیوں سے پھر یتیموں اور مسکینوں سے پھر بڑے بیویں سے۔ احسان یا نیکی کرنے کی تعلیم ہر مذہب میں پائی
جاتی ہے مگر اسلام نے پڑوسی کے حق کو بہت وسیع کیا ہے۔ اور وہ تمام کے برابر کا ذکر کیا ہے۔ اول قریبی یا قرابت والے ہر شخص
دوسرے دور کے یا اجنبی ہر ملے۔ اور یہی یہود نصاریٰ و مشرکین تک کو اس احسان میں شامل کیا ہے اور احادیث اس بارہ
میں بکثرت مروی ہیں کہ نبی کریم صلعم پڑوسیوں سے کس قدر حسن سلوک کی تاکید فرماتے تھے۔ چنانچہ صحیحین میں ایک حدیث ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے سے متعلق کہے ہو یا ایک کو میں سے خیال کیا کہ اس کو درود دلا یا جانتا ہے پھر صاحب بالجنب
کے ساتھ احسان کی تاکید فرمائی یعنی شخص ایک انسان کے پاس بیٹھا ہو مثلاً ایک استاد کے دو شاگرد یا ایک پیشہ کے دو شریک
یا ایک دفتر کے دو ملازم یا ایک تجارت کے دو کرنے والے۔ یا ایسے شخص جو کبھی سفر یا حضر میں ایک دوسرے کے ہم نشین ہونے
ہوں یہ سب میں دو نماز پڑھنے والے بھی ایک دوسرے کے صاحب بالجنب ہو جاتے ہیں پھر اس سے اگر کسی سفر میں ایک دوسرے کو
ان کا تعلق جو انسان کے کسی قسم کا نہیں مگر وہ دوسرے کے نفع میں۔ اور سب آخروہ جن پر انسان کا تصرف ہو خواہ انسان پر
جیسے ذکر یا غلام جو قید ہو انسان کے تصرف میں آجائے ہیں۔ یا حیدر جو انسان کی مجلس میں ہو کیونکہ حیدر ان میں بھی انسان
کی نیکی کے نفع میں ہیں جیسوں جن سلوک کے دیکھ کر انسان کا دل خوش ہو اور اس کی نیکی سے دوسری نیکی کی کیفیت قدم اٹھائے جیسے کہ

خیر کہ لعلہ میں فرمایا کہ اگر کوئی نبی سے حسن سلوک سے دوسروں سے حسن سلوک کی طرف قدم اٹھتا ہو +

جاء بالجنب

الصاحب بالجنب

لنضوق من حسن

پڑوسی کے حقوق

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ غَتًّا لَّخَوَرِهِ ۚ الَّذِينَ يَبْتَخَلُونَ يَا مُؤْمِنُونَ ۝

بیشک اللہ سے پسند نہیں کرتا جو کبر کرنا والا ہو کرے والا ہو ۶۷۶ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کا

النَّاسِ بِالْبَخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

عالم دینے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں فضل سے دیا ہے

نعموں سے بخل کرنا

خیال خلیہ

مخال

غور

مخال اور غور

نکیر کیا ہے

علاؤں سے حسن سلوک میں اسلام نے ایسا کمال دکھایا جو جس کی نظیر کسی صلح میں ہم کو نہیں ملتی چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت مسلمانوں کو یہ تھی کہ وہ حدیثوں سے ثابت ہوتا ہو کہ آخری وقت میں آپ یہ نظر دوسرے جانتے تھے الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم یأخذہم یومئذ و یومئذ اسے ملک یعنی ان پر وہ کی بہت خبر رکھو اور بعض احادیث میں آتا ہے کہ وہ کھانا کچے یا سان خود کھاتے اس میں سے کچھ اپنے غلام یا خادم کو بھی کھلاتے چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں جو جن کا ان اخلاص تحت یدہ فی طبعہ ما باکل و لیسہ ما یلبس و لا یطعمہ ما یبذلہم فان کلفہم فاعینوہم یعنی جس کے تصرف میں اس کا بھائی ہو تو چاہو کہ جو کچھ وہ کھانا ہو اسے کھاتے اور جو خود پہنتا ہو اسے پہنتے اور ان پر اس قدر کام کی شقت نہ آوے جس کے نیچے وہ دب جائیں اور اگر تم ان کو شقت کا کام دو تو ان کی مدد کرو ایسا ہی حیوانات کے ساتھ بھی کا حکم بھی احادیث میں پایا جاتا ہے ۶۷۶ مخال اس کا وہ میل ہو اور خیال ایک مشہور حدیث جو یہی ہے جیلہ جس کے معنی گھر میں بیکر کرنا انسان کے نفس کیلئے ایک فضیلت کا خیال یا نہ دینا اور غور اور سی سے حدیث میں آتا ہے جو ذوق خلیہ لیسہ لیسہ اللہ الیہ جو اپنا کچھ نہ کرے بچا چھوڑتا ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا اور مخال اس کے معنی ہیں وہ تنگ ہو اور مخال وہ مخال نہیں ہو جو بچا بچتا ہو وہ جانی جو اپنے قریبوں سے جب وہ محتاج ہوں یا اپنے ہمسایوں سے جب وہ محتاج ہوں مار کر تارو غور غور سے جس کے معنی ہیں ان چیزوں میں جو انسان سے باہر ہیں اپنی اپنی ظاہر کرنا غور جیسے مال اور مرتبہ ہیں مخال اور غور میں ایک فرق تو یہ ہو کہ مخال اپنے نفس کو فضیلت دینے سے کہلاتا ہو اور غور مال و مرتبہ وغیرہ کی بڑائی کی وجہ سے اور دوسرے یہ کہ مخال اپنے غرض محل سے بڑا ہو یعنی اس کا ساوک دوسروں سے تنگ کر دے ہوتا ہو اور غور زبان سے اپنی بڑائی ظاہر کرنا ہے اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ انسان کے پاس مال کا ہونا یا اس کا بلند مرتبہ پر ہونا یا اس کا اپنے ہمساروں سے جیسے حالت میں رکھنا یا ان کو تنگ کرنا وغیرہ نہیں بلکہ تنگ کرنا صرف وہی ہے جو ان دوسرے انسانوں کی حق تلفی ہو کر چاہئے ثابت بن نفس سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے یہ آیت ان اللہ لا یحب من کان غتھا خوراً و حسی اور اس کی بڑائی کا ذکر کیا تو ثابت روئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں روئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ایک ایسا آدمی ہوں کہ وہ بھوری سے محبت رکھتا ہوں ہر ایک کو میرا دل چاہتا ہے کہ میری جوتی کا قسم بھی جو بھوری ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو اہل بیت میں سے ہو یا نہیں یا لیس یا لکبریاں محسن و احسان و احسان و لکن الکبر من سفہ لحن و غصہ الناس و د) یہ کبر نہیں کرتی اپنی سوری اور پانچوں کا چھانڈا بلکہ تنگ کر دے جو جو کہ بگاڑتا ہو اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھتا ہو اہل بخل کی تہذیب اکثر لوگوں کو مخال اور غور ہی بناتی ہے وہ خود بڑے بڑے لوگوں کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں اور ان کو پروردگار نے امت کا مرتبہ بھی نہیں دیتے احسان یا نیکی کا کرنا تو ایک طرف رہا جب بچہ حصہ آیت میں مخلوق خدا سے احسان کی تعلیم دی تو وہی مسابقت ہو گا خاتمہ ان لوگوں کے ذکر کیا جو بچہ دوسرے احسان کرنا کیلئے اپنی اپنی بڑائی جلتے اور ان کے حقوق کو پاؤں سے روندتے ہیں ۱

۳۸ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا وَالَّذِينَ يَنْفِقُونَ مَوَالِهِمْ رَاءَ

ادھم نے با خود کہنے ذیل کرتے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۳۸ اور جو اپنے مالوں کو لوگوں کو کھانے کیلئے بچھ کرے

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ

ہیں اور اللہ پر ایمان نہ ہے اور نہ ہیچھے آئندے دن پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت ہی بُرا

۳۹ قَرِينًا وَمَا ذَلِكُمْ إِلَّا مَتَاعُ الدُّنْيَا وَالْيَوْمِ الْآخِرُ وَأَنْفَقُوا وَمَا أَسْدَرْتُمْ لَهُمْ اللَّهُ

ساتھی ہو ۳۹ اور نہ کیا (دال) آجاتا ان کی شان ہیچھے آئندے دن پر ایمان نہ ہے اور اس میں کچھ کہنے کا حصہ انکو دیا تھا۔

۴۰ وَكَانَ اللَّهُ بِهَمِّهِمْ عَلِيمًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ شَيْئًا ۝

اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے ۴۰ اللہ ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا

۴۱ اس آیت میں مثال و فقر کا ایک وصف بیان کیا ہے کہ یہ لوگ خود بخل کرتے ہیں۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی

بخل کی حدیث کرتے ہیں۔ گویا یہی ان کے نزدیک اس قدر محبوب ہو گئی ہے کہ وہ دوسروں کو بچانے کی کاسم

کرتے کہ اس بدری کا حکم کرتے ہیں۔ پھر ہر امر تہدان کے انتہائے بخل کا یہ بیان کیا کہ جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے

فضل سے دیا ہے۔ اسے چھپاتے ہیں۔ مثلاً علم کے متعلق بھی بخل کرتے ہیں۔ یا اپنے اطلاق میں بھی دوسروں سے

بخل کرتے ہیں۔ اگر وہ کچھ علم حاصل کریں تو اب یہ نہیں چاہتے کہ دوسروں کو بھی وہ علم دیں اور آخریں واعتدنا

للعافین بلکہ یہ بتا دیا کہ یہ اعصاف کا فوں کے ہیں +

۴۲ قدین قون سے ہے جس کے معنی دو یا زیادہ چیزوں کا اجتماع ہے۔ خواہ وہ اجتماع کسی معنی میں ہو شیطان کا

قرین انسان جو ناجی میں اس کا ساتھی ہونے کے لحاظ سے ہے +

اس میں مثال و فقر کا دوسرا وصف بیان کیا کہ اگر ایک طرف بخل کرتا ہے تو دوسری طرف بھٹ دکھاوے کے

لئے نمونہ کے طور پر رسم و رواج کے اتباع میں برادری اور بڑائی کے خیال سے اپنا مال خرچ بھی کرتا ہے۔ اگر کچ

مسلمانوں کی حالت دیکھی جائے تو کثیر حصہ اسی کا مصداق ثابت ہوگا۔ حکام کو خوش کرنے کے لئے۔ برادری میں

ناک رکھنے کے لئے۔ اور دکھاوے کے رنگ میں جاننا دیں بھی بیچ لیگے۔ مگر خدا کی راہ میں دینے کا نام آئے تو چند

پیسے خرچ کرنا بھی دشوار نظر آتا ہے +

۴۳ مَا ذَا عَلِيمٍ۔ توحیح کے لئے ہے۔ اور مراد ہے کہ کیا وہ مال یا ضرران کو پہنچاتا اگر یہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے

پھلے آیت میں فرمایا تھا کہ دکھاوے کے لئے خرچ کرنے والوں کا ایمان اللہ اور یوم آخر پر کچھ نہیں ہوتا بھٹ

خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بچکا ہوا ہے۔ درحقیقت اس کا ایمان اللہ اور یوم آخر پر بھی کم ہوتا ہے۔ اور یہاں اٰمنوا

باللہ والیوم الآخر سے مراد ایمان کا ل ہی ہے۔ وہی ایمان جس کا ذکر اس قسم کی آیات میں آتا ہے یٰٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ

اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ +

وَأَنَّكَ حَسَنَةٌ أَصْغَفَهَا وَيُوتِيكَ مِنْ لَدُنْهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ فَكَيْفَ ۝۱

اور اگر وہ بھی بدو، اس کو کسی گناہ بخانا ہو اس کے پاس سے بخاا جودیتا ہے مثلاً پھر اصل ہوا

إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۚ

جب ہم ہر ایک امت سے گواہ لائیں گے اور تجھ کو ہم ان پر گواہ لائیں گے

۱۶۱۵ مثقال۔ ثقل سے ہو۔ اور مثقال کے معنی ہیں وہ جس کے ساتھ وزن کیا جائے اور وہ ایک خاص وزن

مثقال

بھی ہے جو ہمیں قیڑ کے برابر ہے اور طلق مقدار بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں مقدار ہی مراد ہے۔

ذوق۔ خدا سے شوق ہو۔ ذوالشوق کے معنی ہیں کسی چیز کو آنکھیں کی پورے سے لینا پھر اس کو کسی چیز پر چڑھ کر لینا

ذوق

اور ذوق (جس کی جمع ذوقا ہے) چیرائی کے لئے پیدا ہونے والے چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔ ان میں سے

سوکا وزن ایک جو کے دانہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ذوق کا وزن کچھ نہیں ہوتا۔ اور وہ چیز ہے

جو کسی مکان میں سوچ کی کریمیں داخل ہوں تو اڑتی ہوئی نکل آتی ہے دل، کچھ وزن نہ ہونے سے بھی مراد اس کا وزن

ہونا ہو کہ ہوا میں وہ ذرات خود بخود اڑتے ہیں بعض نے چھوٹی شے چیرائی کو ذوق کہا ہے۔ اور ابن عباس سے یہ

بھی روایت ہے کہ اس چیرائی کا سر ذوق کہلاتا ہے (د)۔

یہ آیت پہلی آیت کے مضمون کی تکمیل کرتی ہے کھلی آیت میں انفاق اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی

ہونے فرمایا تھا کہ جو کچھ کوئی خرچ کرے گا اللہ اس کو جانتا ہے یعنی اس کا اجر دے گا۔ اگر اگرچہ دے تو کوئی اس

ایک نیک فعل کے اجر کو ضائع نہ کر دیا۔ اور یہ ایک ظلم ہے مگر خدا کی ذات میں ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ انہیں دکھا

جا سکتا ہے نہ اس میں غرض ہی سمجھنا ہو کہ اللہ کسی اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اگر وہ فعل حسنہ یعنی نیک کا ہے تو ضائع

کرنا کہاں اس کو اللہ تعالیٰ کوئی گناہ بڑھا تا ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ان اصول کو چھوڑ کر مسلمان فکد اور تکلیف

آٹھائیں گے وہ خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہے۔

۱۶۱۶ یہاں بتایا کہ مسلمانوں کے مصائب رسول کی تعلیم سے انحراف کا نتیجہ ہیں اس لئے رسول کی شہادت کا ذکر

کیا۔ اور بتایا کہ جس طرح دوسری امتوں کے رسول ان امتوں پر گواہ ہوں گے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم امت محمدیہ پر گواہ ہونگے۔ حوالہ میں اشارہ بعض مفسرین نے انبیائے سابقین یا مکمل آیت شہیدین

کی طرف لیا ہے۔ مگر یہ درست نہیں۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حوالہ سے مراد امت محمدیہ ہے اور یہ اس کے

مطابق ہے جو دوسری جگہ فرمایا لنگذوا عن شہداء علی الناس ویكون الوصول علیکم شہیداً (الفتح ۲۰)

اور صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وفات

مجھے پسند آتا ہے کہ میں دوسرے سے سنوں۔ تو حضرت ابن مسعود نے سورۃ النساء پڑھنی شروع کی یہاں تک

کہ آپ ہیں آپ تھے تکلیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئنا بہک علیٰ ہؤلآء شہیداً (سورۃ النساء ۴۰)

فرمایا پس کرو اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور ابن ابی حاتم نے ایک دوسرے صحابی سے اس

حدیث کو یوں بیان کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن مسعود اور ابو سعید خدری تھے تو آپ پہلے

صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی امت محمدیہ پر

۴۴ یَوْمَیْنِ یُؤْذِلُّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَعَصَوْا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْاَرْضُ

اس دن وہ جنہوں نے کھڑکیا وہ رسول کی نافرمانی کی چاہیں گے کہ کاش زمین ان پر ہار کر دی جاتی۔

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا

”اٹھ سے کوئی بات نہیں چھپا لیکن“ ۶۶۲

وقت کریم سن ہے تھے جب پڑھنے والا اس آیت پر پہنچا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور منبر راہ
یاد دہن ائمہ شہادت علی من اتابین اظہر ہم فکیف بمن لحدادۃ دثا اے سب ان پتوں میں گونہی
دوں گا (یعنی یہ کہ انہوں نے میری فریاداری کی) جو میرے سامنے ہیں۔ لیکن ان کی گواہی کسی شخص کو ملے گی۔
جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہاں ہذا سے مراد آپ کے پیروں ہیں۔ اسی کی
تائید میں ابن جریر نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کے راوی ابن مسعود ہیں وہی کس اس موقع پر پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا شہید علیہم ما دمیت فہم فلما وفیفتی کنت امت الرقیب علیہم یعنی میں ان پر گواہ ہوں
جبکہ کس میں ان میں ہوں پھر جب تو تم کو دغا دے تو تو ہی ان پر گواہ ہے۔ اور اس کی تائید بخاری کی اس
حدیث سے ہوئی ہے۔ جو آیت قرآنی فلما وفیفتی کے نیچے انہوں نے بیان کی ہو۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کا رد اس لئے تھا کہ آپ کو امت کی کھلی حالت کی خبر دی گئی تھی ۛ

مطلبہ ۶۱: الذین کہہ دیا و اعصوا الرسول میں بعض نے و اعصوا الرسول کو جملہ مقتضیہ قرار دیا ہے یعنی وہی
 عصوا الرسول یعنی انہوں نے رسول کی نافرمانی کی تھی اس سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا کفر رسول کی نافرمانی
 ہے۔ اور یا اہل تصوف تو رسول کی نافرمانی کرنے والوں کا ذکر ہے جیسا کہ کچھ آیت سے ظاہر ہے لیکن ساتھ ساتھ کفار
 کا ذکر بھی جرح دیا ہے اور یہی بتا دیا ہے کہ رسول کی نافرمانی کرنے والا گروہ کا فرد کے ساتھ ملتا ہے جزا و سزا
 کے وقت یہ خواہش کریں گے کہ مٹی میں ملے رہتے اور ان کی مدد بارہ زندگی نہ ہوتی یا یہ کہ وہ پیدا ہی نہ
 ہونے جاتے +

جو لوگ حقوق العباد ادا نہیں کرتے یا حقوق اللہ ادا نہیں کرتے۔ اور یوں رسول کی نافرمانی کرتے ہیں ان کے ذکر کو لغتہ کے ذکر کے ساتھ مقنون کر کے فرمایا کہ جب جزا و سزا کا وقت آئے گا تو تمہارا ان لوگوں کو پہنی زندگی پر فساد ہوگا۔ اور وہ جاہل گے کہ دوبارہ نہ اٹھائے جائے اور زمین میں ہی ویسے رہتے۔ مگر وہ ایسا وقت ہوگا کہ جو کچھ کیسا ہے سب ظاہر ہو جائے گا۔ اور جس طرح دنیا میں چھپ چھپ کر جہاں کر لیتے ہیں وہ اخفا کا پردہ واپس ڈرے گا۔ اور کوئی بات اللہ سے دھپسا کیسے گئے۔ اور یا لوشی بہم الاموال کی طرح یہ بھی ان کی خواہش ہے۔ اور اس کا تعلق یوم الذین سے ہے یعنی ایک تو یہ خواہش کر لینگے۔ کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جائے۔ اور دوسرے یہ کہ انہوں نے اللہ سے کوئی بات دنیا میں چھپائی نہ ہوئی۔ اور اس کے دینے ہونے تو ہی کو شک محل بلنگا یا ہوتا کیونکہ ان کو ملی گا اپنے عمل پر ننگہ نا یہ بھی کہ ان میں ہی داخل ہو گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ ۴۳

اے لوگو! ایمان لائے ہو جس کے پاس بھی نماز واجب تم نشی کی حالت میں ہو یہاں تک کہ جو کہو اسے سمجھو

وَلَا حُبَّ لِلْأَعْيَارِ بِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَأَنْ لَّتُمْ تَرْضَىٰ وَعَلَىٰ سَيْرٍ

اور نہ جنابت کی حالت میں سوائے اس کے کہ راستہ گزر رہی ہو یہاں تک کہ غسل کر لو گتے اور اگر تم پیام جو یا سفر میں ہو

بکڑی احتیاط کی
طبیعت اور عیوب کی
حالت سے قربت

صلوٰۃ

شکر

سکران

جُنب

عابری سبیل

ناغے ساتھ حالت
سکران و جنابت
میں چلے نہیں پھرتی

۶۶۳۱ الصلوٰۃ کے معنی بیان ہو چکے دیگر مثلاً و نمازی کی جگہ کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں، لہذا مدت و احوال و وسیع و صلوٰۃ و مساجد (۴۴) جہاں صلوٰۃ سے مراد عام عبادت گاہ ہیں ہیں۔ یا گناہیں یعنی بیہودوں کی عبادت گاہ ہیں۔

یہاں لفظ صلوٰۃ سے سمجھ راوی اور چونکہ کل نماز مساجد میں ہی ہو اس لئے نماز کا مفہوم خود اس کے اندر شامل ہے۔ سکرانی۔ سکران کی جمع جو جو سکر ہو یعنی وہ حالت جو انسان اور اس کی عقل کے درمیان حاصل ہوتی ہے

سے (دغ)، یعنی جب اس کے ہوش و حواس پرے درست نہیں ہوتے۔ اور اس کا اکثر استعمال مشرب اب میں ہے۔ یعنی مشرب یا پیکر جب انسان کی عقل جاتی رہو تو اس کو سکران کہا جاتا ہے۔ لیکن غضب اور عشی و فہر سے بھی

یہ حالت انسان کو پہنچتی ہو (دغ) اور لسان العرب میں ہو کہ سکران میں ہیں یعنی چوٹی کا سکر اور مال کا سکر اور غلبہ کا سکر۔ یہی اس آیت و نیکوٹ کی تفسیر میں لکھا ہو کہ بعض کے نزدیک یہاں سکران لغو مراد ہو یعنی خند کا نشہ اور وہ حال جب خند کے غلبہ میں انسان کی عقل میں فتور آ جاتا ہو اور سکران لغو مراد ہو کہ خند کا نشہ اور غلبہ میں سکران کی حالت ہو جانا اور قرآن کریم میں بھی سکران الموت آیا ہو۔ اور یہ وہ حالت ہے جب موت کی شدت سے غشی آتی ہے۔

جنب۔ اس شخص کو کہتے ہیں جو حالت جنابت میں ہو اور اس کا استعمال ذکر مرثیہ و اصدیق میں کیا گیا ہے۔ اور اس کا اشتقاق جنب سے ہے جس کے معنی پہلو ہیں (دغ) اور اس کو حالت جنابت اس لئے کہا گیا کہ اس حالت میں حکم شریعت میں نماز سے ایک طرف رہنا چاہئے۔ اور نہ یہ میں ہو کہ جنب وہ ہے جس پر طلع اور شرج منی غسل واجب ہو

عابری سبیل۔ عابری عبور کرنے والے۔ عابری سبیل سے مراد حضرت ابن عباس کے نزدیک راستہ گزرنے والے ہو یعنی مسجد میں صرف گزر جانا حالت جنابت میں جائز ہو۔ جیسا جائز نہیں۔ اور بعض نے عابری سبیل کے وسیع معنی سازنے میں ہیں یعنی حالت سفر کو حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔

پچھلے رکھی میں مسلمانوں کو حق و حقد و شداد و حق العباد کی طرف توجہ دلاتی تھی اس طرح میں یہودیوں کی حالت کا نقشہ

کھینچا ہے اور بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام سے انسان بخوف کرتا ہو تو اس کی ذمت کہاں تک پہنچتی ہو۔ اور یہ کہ پائین کی گراہوں کو چھوڑ کر انسان بڑی بڑی بلاؤں میں مبتلا ہو جاتا ہو۔ اس لئے کہ پہلے نازکے ذکر سے

اس مضمون کو شروع کیا۔ کیونکہ نازکے کی نفس انسانی کیلئے بہت ہر علاج ہو مگر ایک مسلمان کی نازکسی ہو اس کے ساتھ

سکران و جنابت کی حالت جمع نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ کسی دوسرے ذریعہ سے لذت کو حاصل کر چکا ہو۔ اس لئے وہ کمال لذت جو ذکر کی حالت میں حاصل ہوتی ہو اس کو ادنیٰ لذت نفسانی سے متناظر کر دیا ہو جنابت اور حالت سکران کا کٹھا کر کے کی

یہ بھی وجہ ہے کہ وہ فوج میں اعلیٰ درجہ کا جسمانی سرور انسان کو حاصل ہوتا ہو اور نازک و ذوق حالتوں میں روک کر بتایا ہو کہ وہ روحانی سرور جو نازکے حاصل ہوتا ہو اس کا کیا پسند مقام ہو۔ کہ ان جسمانی سروروں کو اس کے مقابلے میں کوئی دھت حاصل نہیں ہوتی مضمون کی طرف اس حدیث میں بھی اشارہ ہے وَجِبَّ إِلَىٰ مَنْ دَنَاكَ إِلَيْهِ لَأَنفَا، وَجِبَّتِ نَفْءٌ عِنْفِي فِي الصَّلَاةِ الْغَدَا،

أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْ الْغَايِبِ أَوْ لِمَسْأَلَتِ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدْ أُمَّةً فَيَتِمُّوا

یہاں ہر کوئی جائے موند سے آئے یا پہلے عورتوں کو چھو اور پھر نہ کو پائی نہ ملے وہاں تک

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا

تھک کر ہر اپنے ٹھنڈی اور ہاتھوں پر مسح کر لو بیشک اللہ عاف کرنے والا مغفرت کرنے والا ہے۔ ۲۴

تہامی دنیا سے ہری طرف خوشبو اور عورت کو محبوب بنایا گیا ہو گریہ یا آنکھوں کی ٹھنڈک اور میری حقیقی راحت نازیں جو پنی گوان چڑوں میں انسان کیلئے سرور و لذت جو مگر قرآن میں یا حقیقی راحت صرف نازیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ہو وہ و انتہا سکناؤ کی تفسیر میں جو مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہاں مسکے سے مراد شرب شراب ہو اور کہ یہ سورۃ مائدہ میں شرب کی حرمت کا قطع حکم نازل ہونے سے پہلے کی آیت ہو حرمت شرب میں ایک ضرر ہی مدیجی مراد تھا۔ اور بعض علما سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ کسی دعوت میں بعض مسلمانوں نے شرب پی لی اور جب ملاز کا وقت آیا تو قرآن کریم کی سورۃ قل یا ایہا الکافرون لا عبدا مآقبدا دن کو غلط پڑھ و یا جس سے معنی میں فرق آیا اور اس پر یہ تحریم نازل ہوئی لیکن اگر اس کے مراد شرب کا ہی نسخہ لیا جائے تو بھی اصل فرض یہاں مسکے سے روکنے کی ہو۔ کیونکہ پہلے اوقات ناز کی تفسیر میں بعض اس طرح ہو کہ بعض حالت مسکے میں ہو گا وہ کسی نیکی نازیں شال ہو سکتے رہ جائیگا۔ اور اصل مقصود یہ نہیں کہ نشہ ہو جائے تو نازت نہ پڑے۔ بلکہ اصل مقصود یہ ہو کہ ناز تو تم نے پڑھنی ہو مگر حالت نشہ میں ناز نہ پڑھنی ہو سکتے نشہ کی حالت بچو اور جو بیش صحیح میں ہو کر ہی مصلحت سے فرمایا انھیں احدا کہ وہ جو اصل فیلینہ ہف ولینہ حقیقی علم مایقول جب قرآن کسی کو اونگھ جائے جب وہ ناز پڑے اور تو چاہے کہ وہ پس چلا جائے اور سولے یا تنگ کب کچھ کہتا ہو اسے جائے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ قرآن کریم نے فیلینہ کی حالت کو ہی حکم میں شال کیا ہو شاید یہ وجہ ہو کہ بعض مفسرین نے حالت مسکے سے مراد یہاں صرف فیلینہ کی نشہ لیا ہو +

الفاظ حقیقی تعلو و ما تقولون سے اس حکم کی علت غائی معلوم ہوتی ہو کہ ناز ایک معنی حرکت نہیں۔ نہ صرف کھڑے ہونے کو کوع کہنے اور مجہد کہنے کا نام ناز ہو۔ حالانکہ یہ ناز کے ارکان ہیں۔ نہ صرف چند الفاظ منہ سے کہنے کا نام ناز ہو حالانکہ اس کے بغیر ناز نہیں ہوتی بلکہ اصل ناز یہ ہو کہ انسان کا دل کسی خاص طرف لگا ہو۔ اور اس کو یہ علم ہو کہ میرے اصل کا اور میرے ان الفاظ کا یہ نشاء ہو جس میں اصل ناز و قلب کی پوزیشن غالب پر ایک خاص حالت کا اور وہ ہونا یا تو ظاہر افعال صرف اس حالت قلبی کو ظاہر کرنے والے ہیں کس قدر مدولی الفاظ میں ایک باریک مکت کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہو۔ دوسرے اس سے یہی ثابت ہوتا ہو کہ ہر مسلمان کو ناز کے بالخصوص اور قرآن کریم کے عزم معنی اور مفہوم معلوم ہونے چاہئیں جو لوگ صرف لفظوں کو بغیر ان کی اصلیت اور ان کے معنی جاننے کے رستے رستے ہیں وہ ایک ناپک دنگ میں حقیقی تعلو و ما تقولون کے تحت آجائے ہیں پس مسلمانوں کے ہر چہ کے لئے تعلیم لازمی ہو کیونکہ جس نے تعلیم حاصل نہیں کی وہ الفاظ کے معنی کس طرح جان سکتا ہو +

۲۵ الفاظ غلطی غلط اس کا مادہ ہو اور غلط کے معنی ہی کھو ادلی اس نے غلط و میں بہت زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ لوگ قضاے حاجت کیلئے بہت زمین میں جاتے تھے تاکہ انھوں سے پو شیدہ ہو جائیں اسلئے ان الفاظ کو کناۃً بواجہ ناز وغیرہ مراد ہو گیا اور شریعت نے اس میں توسیع کر کے اخراج ہوا کو بھی شال کیا ہو +

خوب کی معنی بہت سے کچھ حالت نکر سے کا۔

ناز کے لئے غلطہ کی ضرورت

غلط - غلط

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بَيْنَكُمْ يَسْخَرُونَ مِنَ الضَّلَاتِ وَيَبْذُلُونَ ۝۳۳

کیا تو نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جن کو کذاب ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خرید رہے ہیں اور امداد کرتے ہیں

أَنْ تَقُولُوا السَّبِيلُ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَلَكِنْ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَى بِاللَّهِ وَصِيًّا ۝۳۴

کہہ رہا ہے سے ایک جاؤ اور امداد تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہو وہ اللہ ہی کا ولی ہو اور اللہ ہی کا فی دہ و گامبر ۝۳۴

المستقيم المسكين - مسکین کی طرح ظاہر جلد کے چھوٹے کو کہتے ہیں اور ملامت جس سے المستقيم آیا ہو کتا یہ مرو اور عورت کے تعلق پر بولا جاتا ہو ۝

لسان ملامت

صعیب - صعد کے معنی اور چڑھنا ہیں اور صعیب و جبال ارض یعنی سطح زمین کو کہا جاتا ہو اور بعض کے نزدیک غبار کو جو اوپر چڑھ جاتا ہو دغا اس لئے تیمم میں بعض کے نزدیک سطح زمین پر اٹھنا کافی یا جو خواہ اس میں گرد و غبار ہو یا نہ ہو جیسے پتھر اور بعض کے نزدیک غبار کا لٹکنا ضروری ہو ۝

صعیب

۱۔ مسکین - مسکین کی معنی چیز پر ہاتھ کا گرنا اور اس سے نشان کرشنا دینا ہیں۔ اللہ اللہ فون ضروری چیزیں ہتھ کرنا جب حالت جنابت کا ذکر آیا اور اس کے ساتھ تطہیر یعنی غسل کا ذکر آیا جو اصلی وجہ کی تطہیر کو ساتھ ہی تیمم کا ذکر بھی کرنا جو ادنیٰ وجہ کی تطہیر ہو اور گونا گویا معلوم ہو کہ کشتی سے تطہیر کس طرح ہو سکتی ہو لیکن سچ ہی ہو کہ پانی اور مٹی دونوں پاک کرنے والی چیزیں ہیں اور تیمم کو اس لئے بھی ضروری مقرر کیا کہ ناسانکے لئے ایک قسم کی تیاری انسان کے اندر پیدا ہو اور شاید پیشی پر ہاتھ مارنے میں نشان کے بچنے کی طرف بھی اشارہ ہو اور یہ بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ گونا گویا اور غسل سے طہارت ظاہر ہی محال ہوتی ہو اور وہ ابھی چیز ہے مگر ناسانکے اصل مقصود طہارت باطنی ہو یہاں جاری اور مفرد صحت اصغر اور حدیث الکبر کا ذکر کے ساتھ جمع کیا ہو کیونکہ ہر سکتا ہو کہ انسان سفیر نہ ہو اور پھر بھی پانی یا نہ ملے پانیوں کی چوٹیوں پر یا ایسے مقامات میں جاں پانی باظاط و دستیاب نہیں ہوتا یا صرف پینے کیلئے دستیاب ہو سکتا ہو ۝

مسکین

تیمم کا طریق

مسح کے طریق میں اختلاف ہو بعض کے نزدیک دو دفعہ مسحی پر ہاتھ مارنا چاہی پہلی دفعہ منہ پر پھیرے اور دوسری دفعہ کہنیوں تک ہاتھوں پر۔ اور بعض نے ہاتھوں کو کھنکھنایا ہو۔ گرد و دھڑاٹھ مٹی پر مارنا ضروری قرار دیا ہو مگر دو دفعہ ہاتھ مارنے کی روایات ضعیف ہیں اور احادیث سے ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دفعہ ہاتھ مارے اور صرف کہنکھنایا ہو۔ ہاتھ پھیرنے کا طریق خود ہی بتایا ہو۔ چنانچہ حکایت یہ واقعہ خود بیان کیا ہو کہ ایک دفعہ جب وہ کسی سر پر تھے جناب کی حالت میں ہو گئے تو آپ تیمم کے لئے مسی کے اندر روئے کیونکہ پانی نہ تھا۔ جب آپ نے یہ فراموش کر لیا کہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں صرف اس قدر کافی تھا وضو اب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذن ثم فظفأ ومسح بوجہ وکفین یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ہاتھ مارے پھر اس پر پھونکا مٹی کا گرد نہ مٹی اڑ جائے پھر اپنے منہ اور دونوں کھنکھنایا ہو۔ پس کیا تم ۝۳۵ آیت ۳۴ و ۳۵ میں یہود کا ذکر ہے۔ جب کہ تفسیر سے آیت ۳۶ میں بیان کر دیا ہو۔ یہودی کی حالت پر مسلمانوں کو اس لئے توجہ دلائی ہے کہ جب انسان مٹی اور پانی کی گڑبڑ کو چھوڑتا ہو۔ تو اس کی حالت تک پہنچے جو چنانچہ ان کی حالت کا اظہار ہوتا ہو کہ مٹی کی حالت سے بچتے ہوئے کی بجائے مٹی سے استفادہ و ملاطفت اور یہی استفادہ بحت ہو کہ یہی اختیار رکھنے کیلئے اب اپنے مال ہی بیچ کر تھے ہیں مسلمانوں کو تنبیہ کیا ہو کہ پانی کی بنا پر کچھ کرنا ہی بھی

۴۶ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا وَاخْرَجْنَاهُمْ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں، ہم نے بعض باتوں کی نکتہ سمجھنے سے تحریف کہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے مانا ہے اور ہم نہیں مانے تو

اسمِعْ غَيْرُ مَسْمُوعٍ وَرَاعِنَا لَيْتَا بَالِيسْتِهِمْ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا

تو نہ سنوایا جائے اور راجع اپنی زبانیں مروا دیتے ہرے اور دین میں طعن کہتے ہوتے اور اگر وہ دیوں، کہتے کہ ہم نے سنا

وَأَطَعْنَا وَاسْمِعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمُ وَلَكِنْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا

اور ہم نے سنوایا کہ ہم نے سنا ہے اور انظرنا تو ان کیلئے بہت اچھا تھا اور اس کی بات ہوتی لیکن خدا نے ان پر لعنہ کر دیا کہ وہ کفر سے کبھی توبہ نہ کریں گے

یہی حالت نہ ہو جائے +

۱۶۶ عن مواضعہ۔ مواضع موضع کی جگہ پر جو وضع ہے۔ کلمات کے مواضع ان کے مقام ہیں یا ان کے مفہوم مقام سے کلمات کا بدلنا تحریف لفظی ہے اور مفہوم سے بدلنا تحریف معنوی ہے اور یہودی دونوں قسم کی تحریف کرتے تھے۔ ماخذ میں ہے۔ من بعد مواضعہ (الماخذ ۴۷۱) ان کے موضوعوں کے بعد ان کی تحریف کرتے ہیں جنہیں حالہ نکان کلمات کے موقع بیان کرتے تھے ہیں پھر بھی وہ تحریف کرتے ہیں +

واسمِعْ غَيْرُ مَسْمُوعٍ کے ایک قسمی تحریف بھی ہو سکتے ہیں معنی سن تجھے کوئی نہ کہ وہ بات نہ سنا تی جانتے۔ اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اسمع مدعا علیہک بلا سمعت من نے تو نہ سنا۔ کیونکہ سن وہ نہیں سنا جو بہرہ ہو۔ اور غیر مسموع میں سے معنی قبولیت بھی ہو سکتے ہیں معنی تیری بات قبول نہ کی جائے پس یہ کلام داعنا کی طرح دو وجہیں ہے +

طعن ۱۔ اصل میں نیزہ مارنے پر آنا اور زبان کے ساتھ کسی کی عزت وغیرہ پر اٹھ ڈالنے کو بھی طعن کہتے ہیں اس لئے طعن فہم کے معنی ہیں اس کو عیب لگایا دل، +

اقوم۔ قوام سے تعطیل ہو۔ اور اقوم سے مراد اعدل ہے معنی فی نفسہ زیادہ انصاف کی یا زیادہ راستی کی بات + اس آیت میں یہودیوں کی قسوت قلبی کا نقشہ کھینچا ہوا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو ان کا سلوک تھا اس کا ذکر کیا ہے یہود و نصاریٰ کی اپنی کتاب میں تحریف کا مضل ذکر دوسری جگہ آچکا ہے دیکھو متلنگریاں ان کی جس تحریف کا ذکر ہے وہ وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں وہ کرتے تھے جیسا کہ سیاق کلام سے صاف ظاہر ہے یعنی یہودی آپ کے پاس آجی جاتے تھے مگر جیسے اس کے کوچہ کو کہا جیسے اس سے فائدہ اٹھاتے کسی الفاظ کو توڑ کر اور کبھی معنی کو بگاڑ کر کچھ اور کا اور بیان کرتے یہ تحریف کلمات ہے۔ پھر دوسری بات یہ کہ جب کوئی بھی بات بھی کہتے فوادھان کے مقتضات کے خلاف نہ ہو تو بھی کہتے ہیں کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتے سمعنا و عصینا غیر اس پر تھا کہ وہ معنی کلام کرتے۔ اس کی یہاں دو مثالیں دی ہیں ۱۔ اسمع غیر مسموع اور راعنا ان میں تو قسم کی باتوں کا ذکر ہے یعنی اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو بگاڑنا۔ دوسری بات کا انکار کر دینا تیسرا وہ وجہیں کلام کرنا تھا یا رکھنا فی الدین ایسا کرتے ہیں جنہیں دین اسلام میں عیب لگاتے ہوتے اور یہ ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے کی طرف اشارہ ہے اور فرمایا کہ اگر اس کی بجائے وہ اچھا طریق اختیار کرتے بھی باتوں کو قبول کر لیتے۔ سمعنا و اطعننا۔ اور اگر انشاء اللہ کوئی بات اپنی پیش کرنا چاہتے تھے تو جیسے بد دعائیں اور طعنوں کے کلمات کے کہنے کے صرف اسمع کہہ دیتے کہ ہماری بات بھی سنئے۔ اور جو بات سمجھ نہ آتی تھی اس کے متعلق حرف کہہ دیتے کہ ہماری رعایت کیجئے یا میں ملت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْكِتَابُ مِنْ أَمْرٍ إِلَيْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلُ لَنْ نَحْمِلَهُ مِنْكُمْ ۝

اے لوگو! کتاب دی گئی ہے اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے تم پر اس کی تصدیق کرنا ہوا جو تم پر اس سے پہلے تم کے لئے تھا۔ ہم تم سے اسے نہیں لے سکتے۔

فَرَدَّهَا عَلَيَّ ذُو بَارِئٍهَا وَلَفَعْنَاهُمْ لِمَا لَعَنَّا أَهْلَ السَّبْتِ وَكَانَ أَوَّلَ اللَّهُ مَفْعُولًا ۝

شاید اور اپنے ذات وار دے کر اس پر اپنے رشتہ کر کے جس طرح کہ ہم نے سبت والوں پر لعنت کی اور اللہ کا حکم تو میری جگہ پر تھا۔

دیجے کہ ہم اس پر دے کر اس تو یہ ان کی بھلائی کی بات تھی اور درست طریق بھی یہی تھا۔ اور یوں ایک حرکت طریق سے ان کو کھٹا ہے کہ ان کا طریق کس قدر غلط عمل اور خلاف آداب ہو۔

طس ۶۶۶ طس وجہ۔ طس کے اصل معنی ہیں جو کر کے نشان کا دور کر دینا (دغ)؛ واذا لجم طسبت (المسلط) ۸۰

دینا طس علیٰ امر الہم ووضن ۸۸۰ اور لو نشاء طسنا علیٰ عینہم دلیق ۶۹۰ میں ان کی آنکھوں کی روشنی کا دور کر دینا اور آنکھوں کا جو کر دینا مراد ہو (دغ)۔

وجہ وجہ۔ وجہ کی جمع ہو جس کے معنی مذہبی ہیں اور تو جہ بھی۔ اور وجہ القوم کے معنی سردار بھی ہیں وذلن وجہ القوم لعینہم ودر اسمہم (دغ)۔

طس وجہ طس وجہ سے مراد تفریق حالت ہو ایسا تفریق ان کو ذیل کر دے جیسا کہ نگلے الفاظ فخرہ علیٰ ادبارہا سے ظاہر ہو۔ اور معنی بھی کہتے ہیں کہ ان کے سردار کو شاہیں بیخیز کر دیں اور یہ بھی کہ انہیں گرا ہی کر طرف لٹا دیں (دغ)۔

دغ دغ علیٰ ادبارہا۔ ذکے معنی کسی چیز کے خاتمہ کر دینے کا یا ایک حالت سے دوسری حالت میں کر دینے کے ہیں اور ادبار۔ ذکری جمع ہو جس کے معنی مٹنے ہیں۔ اور مٹنے کو پیش پر پھر سے مراد ہو کہ ان کی وجاہت اور قبائل

سلب کر دیں اور ان پر ذلت اور ادبار نازل کر دیں (دغ) اور ایک قول یہ بھی ہو کہ ہم ان کی حیثیت جاکمانہ بھی اذلت الشام (دغ) یعنی ان کو ٹاویں جہاں سے وہ آئے تھے یعنی ملک شام کی طرف کو یا اپنی نصیر کی جلا وطنی کی طرف اشارہ ہے۔

ایسے کاروائی میں غلوں کے چبھنے پڑنا اور یہ خیال کرنا کہ حج منہ منہ کی طرف ہو جائیں صحیح نہیں آخر اسی قسم کا عوارہ ہو کر ہو کر دو کھلی اعتنا بکھرا ل غل ۱۴۸ یا انقلابہم علیٰ اعتنا بکھرا ل غل ۱۴۸ جیسے وہاں عوارہ کے خاص معنی ہیں۔

یہاں ہیں۔

احصاء السبت سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ذکر دوسری جگہ کیا ہے والذین اعتدوا منکھ فی السبت (البقرہ ۶۵)

مفعول۔ فعل۔ تائید کا نام جو جو مثر کی طرف ہو۔ اور مفعول فعل ہر تہہ ہو جو واقع ہو چکا اور یوں بھی کہا جاتا ہے ہذا الامر مفعول جب اس کے مفعول میں کوئی شک باقی نہ رہے کہ وہ فی الواقع وقوع میں آیا ہو۔

اس آیت میں یہود کو بتایا کہ وہ اسی طرح پر عداوت اور خفا و ست قلبی پر اٹھ رہیں گے تو ان کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور وہ قسم کی سزا بیان کی گئی جو ان دن کا ذیل کر دینا اور اقبال کا ان سے یہ کہ اس کی جگہ ادوار اور دکر دینا۔

دوسرے ان پر بصحت و اور کرنا جو اصحاب بہت پر ہوئی تھی اور لعنت کے معنی چونکہ وہ دکر دینا ہی اس لئے ایسی سزائیں ہیں یہ لوگ در بدر پھر لعنت کے مفہوم میں آتی جو پوس مراد یہ ہو کہ ان کو عرب میں ہی ذیل کر دیں یا یہاں سے نکال دیں۔

اور وہ در بدر جو سنے پھر چنانچہ یہ دونوں قسم کی سزا ان پر وارد ہوئی۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو سزا اصحاب بہت پر وارد ہوئی وہ بندہ بن جانا تھا بلکہ بندوں کی طرح ذلیل ہو کر وہ در

طس

وجہ

طس وجہ سے مراد

دغ

نردھا علیٰ ادبار

احصاء السبت

مفعول

یہود کی سزا

بندہ سے مراد

٣٨ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ

یقیناً اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جہتاً ہی بخش دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے

٢٩ بِاللّٰهِ فَعَدَا فَنَرَىٰ اِلْمَاعِظِمَا ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الدِّينِ يَرْكُؤْنَ اَنْفُسَهُمْ ۝

ساتھ شریک کرتا ہے وہ ایک بھاری گناہ اور کتاہی ہے کیا تو نے ان لوگوں (کے حال) پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاکیزہ ظاہر کرتے ہیں

بھڑاٹھانیکو نگہ میں نہرا کہ یہاں لفظ لعنت سے تعبیر کیا جاوے اور دوسرے چو نکہ ضروری تھا کہ دوسری سترابی کو صلعم کے اعداد بھی وارد ہو اور جب کہ یہ کم کے اعداد بند نہیں بنے بلکہ بندروں کی طرح تر تہ رہوئے اس منہ عقدا فی السبت کرنے والوں کے بند بننے سے بھی اکلا صدمہ جو نامر اسے +

۶۶۔ یوں کہ ذکر میں شرک کا ذکر اس مناسبت سے ہو کہ یہودی بھی شرک میں مبتلا ہو گئے تھے یہاں تک کہ قریش سے سباز
باز کیے تھے جن کو کعبہ کہہ دیتے تھے پر ہر مذہب کی جیسا کہ مفضل ذکر کرتا ہے اور دوسرے اس لئے کہ اصل فرض مسلمانوں کو پاکیزگی
کی راہ میں تیار ہونا تھا اور کچھ ایسا جو شرک سب بدیوں کی جڑ جس طرح عقیدہ سب کیلیوں کی جڑ ہو اس سے سخت اہتمام کر کے
شرک کیا چیز جو صرف بتوں یا چاند سوچے ستاروں پر ہواؤں وغیرہ کا پوجنا ہی شرک نہیں بلکہ یہ شرک کی وہ مونی قسم جو شرک
بت پرست اور خدا پرست تو ہیں مگر خدا میں اور نہ صرف یہی شرک ہے کسی انسان کو فی الواقع خدا سمجھا جائے جیسے ہندو کو
یا مانجندہ کا یہی حال ہے مسیح کو سمجھتے ہیں۔ بلکہ ایک بڑا شرک جو اس وقت مسلمانوں میں پھیل رہا ہے وہ یہ پرستی یا عبادت کا شرک
ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عدی بن حاتم درج اس واقعہ کے وقت نصرانی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو آپ سورۃ قہ
پڑھ رہے تھے جب آپ اس آیت پر پہنچے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ اَدْبَا بَا مَن دَعَا اللّٰہَ تَوَدّی سَ لَمَا ہُمْ اُنْ کِی
عبادت نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کیا یہ شکیک نہیں کہ جو چیز خدا نے حلال کی ہو وہ اسے حرام ٹھہراتے ہیں تو تم بھی حرام ٹھہراتے
ہو۔ اور جو چیز خدا نے حرام کی ہو وہ اسے حلال بتاتے ہیں۔ تو تم بھی حلال سمجھتے ہو۔ اس سے لگاؤ آپ نے فرمایا یہی اُن کی عبادت
ہو۔ گویا علماء اور بیروں یا سجادہ نشینوں کا قول کو جو کتاب اللہ کے خلاف ہوں۔ بغیر سوچے سمجھے قبول کر کے جانا یہی ایک
شرک ہے۔ اور یہ جو بعض مریض پر ہوں اور سجادہ نشینوں کے متعلق ایسے عقائد رکھتے ہیں کہ جو کچھ اُن کے پر کھتے یا کرتے
ہیں میں وہی حق ہوں اور کتاب اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ اس کی پروا بھی نہیں کرتے۔ جیسا کہ اکثر مسلمانوں کی حالت
اس زمانہ میں ہے۔ یہ وہی شرک ہے جس کا ذکر اَلْحَمْدُ وَالْحَمْدُ اَدْبَا بَا مَن دَعَا اللّٰہَ تَوَدّی میں ہے۔ اور اس شرک نے
مسلمانوں کو بالکل ذلیل کر دیا ہے پھر اپنے بیروں کی دعاؤں پر اعتقاد بھی شرک کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔ ہر ایک گروہ اپنے اپنے
پر کے متعلق یہ عقائد رکھتا ہے کہ اس کی دعا سے یا توجہ سے ہماری مصائب حل جاتی ہیں اس شرک میں اور اس بت پرست
کے عقائد میں جو سمجھا ہے کہ بت کی عبادت سے میری مصیبت حل جاتی ہو۔ بہت کم فرق ہے۔ یہ تو ظاہر ہے شرک کی ہیں
قرآن کریم نے ایک اور قسم کے شرک کا بھی ذکر فرمایا جو یعنی اپنی خواہشات کی پیروی کو بھی شرک قرار دیتا ہے اور ایت میں
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہُوَ اَللّٰہُ تَعَالٰی (۳۳) میری اس سے بھی ایک قسم کے شرک ہے ۔

شرک کو کیوں ایسا خفناک جہم قرار دیا؟ کیا خدا کی شان اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے میں کچھ کمزوری تھی۔ اس لئے وہ ایسا ناراض ہو جاتا ہے، کھفتا ہی نہیں؛ اگر ساری دنیا بھی خدا کے ساتھ شریک بنائے تو اس سے اس کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی اور اگر ساری دنیا موجد ہو جائے تو اس سے خدا کی شان ٹھہ نہیں جاتی۔ بات یہ ہے کہ خدا کے ساتھ

يَبْلُغُ اللَّهُ بِكُمْ مِنَ الْإِسَاءِ وَلَا يَرْبِحُونَ نِجَالًا ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكِبْرُ ۝

بلکہ شہجی و چاہتا ہی پاک کرتا ہے اور اپنے ذرہ بھر ہی علم دیکھا جائیگا ۶۶۹ دیکھو کس طرح اللہ پر جھوٹ افتر کرتے ہیں

شریک ٹھہرا کہ انسان اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا کیا۔ اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ صفات دیں۔ اس کو بتا دیا کہ اس عالم کی ساری طاقتیں اور ساری چیزیں ہم نے تیرے لئے مسخر کر دی ہیں۔ دیکھو کہ کافرانی المخلوقات و مافی الارض جیسا کہ (الحجۃ ۱۳) پس اُس کو سب مخلوقات سے اشرف بنایا۔ پھر اس اگر وہ جنوں کے آگے یا عناصر کے آگے یا سورج چاند کے آگے یا خود اپنے بھائی انسان کے آگے عبودیت کی ذلت اختیار کرتا ہے تو وہ خود کو آپ کو اس اعلیٰ مرتبہ سے نیچے کر دیتا ہے پس خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور حقیقت انسانیت کو ذلیل کرنا اور اس اشرف کو چھوڑنا جو خدا نے انسان کو دیا ہے۔ اس لئے یہ سب حظ کا جہم ہو ۛ

شرک کی سزا

نہ سمجھتے سے مراد کیا ہو؟ صرف یہ کہ ضروری ہو کہ انسان اس جرم کی سزا پائے۔ اس کے سوا سب سے گناہ ہیں ان کو سزا چاہیے تو بغیر سزا دینے حراف کرے لیکن شرک کی سزا ضروری دینی ہو۔ یہ حکم لگانا کہ شرک کی سزا کشتی بڑی ہوتی ہو۔ ہمارا کام نہیں لیکن چونکہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہو کہ سزا کی اصل غرض انسان کو ان آلائشوں سے پاک کرنا ہو جو وہ اس سے اپنے لئے لاتے ہیں۔ اس لئے اندر پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے ہم یہ مانتے ہیں کہ جب یہ غرض پوری ہو جاتی ہو تو وہ سزا بھی لٹا دینی چاہیے۔ اگر ایک مسلمان کے شرک کی سزا بھی ختم ہو سکتی ہو تو ایک غیر مسلم کے شرک کی سزا بھی منقطع ہو سکتی ہو صرف مراتب ہیں ایک نہ زیادہ۔ ظفر ناگ شرک میں گرفتار ہوا داس کا شرک اس کی توجہ پر خال ہے۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہے۔ جو خدا کے ساتھ اعتقاداً شرک مانتے ہیں۔ جیسے بت پرست مسیح پرست۔ کیونکہ ان کے عقاید کی بنیاد ہی شرک ہے۔ اور ایک وہ ہیں جن کے اعتقاد کی بنا تو توحید آگئی ہو۔ مگر غلطی میں پڑ کر وہ قزوں یا پیروں سے اپنی حاجات مانگتے ہیں یا ان کو ایسا مارتے جیسے ہیں۔ کہ عللاً وہ خدا کے احکام کی پروا اپنے پیروں کے احکام کے خلاف نہیں کرتے۔ ان کی چونکہ بنیاد درست ہے اس لئے ان کا شرک اس ظفر ناگ مذکور میں پچھتا جیسے پہلوں کا تادیہ ساج کا شرک بھی قسم اول میں ہی آتا ہو کیونکہ وہ خدا کی صفات میں دو اور چیزوں کو کامل طور پر شریک مانتے ہیں +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جو شخص توبہ کرنا چاہے وہ جو گناہ اپنی اصلاح اور زندگی میں کر رہا ہو۔ اس لئے اس کا گناہ خواہ کتنا بڑا بھی ہو صحاف ہو جائے یا بشرطیکہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔ اس آیت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کسی گناہ پر بغیر توبہ یعنی رجوع کے انسان مر جائے۔ تو اگر وہ گناہ شریک ہو تو اس کی سزا ضرور پائیگا۔ دوسرے گناہوں کو کھڑا چاہے تو باطل بخشے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے: **مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ** اور یہ قرآن کے جہجہ الفاظ سے ثابت ہو کر تو اسے شریک بھی بخشا جاوے گا۔ اور شریک کو، اخراج اس لئے کیا کہ اس کو تو گنہگار نے انبیاء اور امتیازوں کی طرف حسوب کیا ہو حالانکہ کسی نبی یا کسی راستباز انسان نے کبھی شریک کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ ان کو گناہ اخراج ہے۔

تزكية

۱۶۹۹ یزکون۔ دیکھو ۱۷۰۰ وعلیٰ انسان کا اپنے نفس کا تزکیہ دو طور پر ہو۔ ایک فعل کے ساتھ یعنی اچھے کام کر کے انسان اپنے آپ کو بڑھتیوں سے پاک کرے اور یہ وہ تزکیہ ہے جس کے حصول کے لئے قرآن کریم نے بار بار ہدایت فرمائی ہے جیسے خدا اعظم من و رکھنا میں اور دوسرا قول کے ساتھ یعنی انسان اپنے منہ سے اپنے آپ کو پاک کرے اور اس سے منع کیا کہ نہ کفر سے انسان کے نفس کے اندر کبر پیدا ہوتا ہو (غ) +

فقیل فقیل میں میں سے کہتے ہیں۔ اور فقیل وہ ہے جسے تم اپنی آنکھوں میں ملتے ہو جیسے دھانکا یا سبیل اور پھر

۱۵ وَكَلَّمَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ إِيمَانًا مِّنَ اللَّيْلِ أَنِ اتَّخِذْكَ مِنَ الْكُتُبِ يَوْمَئِذٍ الْبَاحِثُ

یہ کہ جس نے
اور اس کا جو نصیب

اور یہی کھانا وہ کافی ہے۔ مثلاً کہنے والے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جن کو کتاب کا ایک حصہ یا کیا وہ صحرا کا رہنما

وَالطَّاغُوتِ يَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْلُكَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سِبِيلًا

ایمان لاتے ہیں اور ان کے بارے میں جو کچھ فرماتے ہیں بیان کی نسبت جوابان لاتے زیادہ سیدھی راہ پر ہیں ۶۷۱

مثلاً حیرت سے بولا جا تا ہو ۱۰۵۔ قبل اس کو کسی کہتے ہیں جو کھور کی شکل کی شے میں جوتا ہو دعا ۶

مسلمانوں میں ہر شخص
کی تباہی

اصل ذکر یہود کا تھا۔ ۱۰۵ اور انہی کو توجہ دلائے کیلئے شرک میں غلط فہم پر توجہ دلائی تھی مگر جو کہ ان کا شرک خاص قسم کا تھا اس لئے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہو۔ ۱۰۵ اور وہ شرک وہی تھا جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا کہ وہ اپنے راہبوں اور پیروں کے وجود پر بزرگی پر ایسے فریفتہ ہوتے تھے کہ جو کچھ وہ کہیں اسی کو خدا کا حکم سمجھ لیتے تھے۔ شرک کے ذمہ کے ساتھ ان لوگوں کا ذکر جو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا اور پاک بتاتے ہیں صاف بتاتا ہو کہ یہ ان علماء اور پیروں کی طرف اشارہ ہو چاہئے آپ کو دوسروں سے بڑا اور پاک بتاتے ہیں اس لئے کہ وہ اتفاق سے دوسروں کے مرشد بن گئے ہیں پس یہودیوں کی حالت کا نقشہ کھینچ کر مسلمانوں کو یہ پرستی کے خطرناک مرض سے ڈرا یا ہو۔ ۱۰۵ اور اگر ذکر کیا جائے تو اس پر پرستی کی بنیادی بے بنیاد پرستی کی طرح عوام کو کالانعام بنادیا ہو۔ وہ بچا ہے اپنی عقل و فکر سے کام لینے کے قابل ہی نہیں رہے۔ جو کچھ پورے کہہ دیا ہو حق جو بعض مغربین نے لکھا ہو کہ یہ آیت تاج یعنی ایک دوسرے کی جگہ کرنے اور ایک دوسرے کو پاک کہنے کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔ ۱۰۵ اور احادیث میں ایسی باتوں سے بہت ڈرا یا ہو۔ مگر مفسرین کہ یہی آج کل کی پرستی کی بنیاد ہے صحیح مسلم میں مقداد بن الاسود سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیا ان غوثی وجہ المذاہبین التراب کہ ہم حج کرنے والوں کے مندر پر شہینیں۔ ۱۰۵ اور عجمین میں ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوسرے کی بڑی تعریف کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا دھتک قطعاً حق صاحب جت تھے بلا فیس تو لے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی پھر فرمایا اگر اپنے دوست کی طرف کرنی ہو تو یوں کہا کرو کہ میں اسے ایسا سمجھتا ہوں۔ ۱۰۵ لکنی بہ اتنا مبینا۔ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم پاک اور بزرگمذہب ہیں یہی ان کا کافی گناہ ہے اتنا مبینا اس لئے کہ ہر ایک شخص جان سکتا ہو کہ ایسا دعویٰ ایک منکرانہ دعویٰ ہو اور کسی شخص کو منکر اور نہیں کیا اس دعویٰ کرے اور کئی بار اس نے فرمایا کہ یہ تو پاکم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی امران کے گنہگار ہوئے پر شاہد بھی ہوتا تو بھی ان کا یہی گناہ کافی تھا کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں ۶

جیت جیس

۱۰۷۱ الجیت وجبت۔ ۱۰۷۱ جیس کے معنی ہیں۔ دھون دھان جن میں کوئی بھلائی دھوا کر کہا گیا ہو کہ تا اس میں سے سے بدل ہو۔ ۱۰۷۱ اور ہر ایک چیز اشمکے سوا سہے پوئی جائے اسے جبت کہا جاتا ہو اور اس طرح ان کو بھی جبت کہا گیا ہو دعا ۱۰۷۱ اور حدیث میں آتا ہو ان الصباقة والطبق والطيرة من الجبت یعنی برندوں کا زہر اور زہین برخت لگانا اور خال یہ سب کچھ جبت سے ہے۔ ۱۰۷۱ اور حضرت عمر کا قول بخاری میں منقول ہو کہ الجبت البقرة یعنی جبت حمر ہے ۶

طاغوت

طاغوت کے معنی ۱۰۷۱ میں بیان ہو چکے ہیں۔ جابر بن عبد اللہ کے متعلق روایت ہو کہ ان سے طاغوت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم کائنات بذلل علیہم الشیطان ۱۰۷۱ یہ کہ ان میں جن پر شیطان اترتے ہیں۔ ۱۰۷۱ اور یہی ہیں یہ بھی ہو کہ ہر ایک قبیلہ میں ایک کاہن تھا جس سے وہ فیصلہ کرتے تھے۔ ۱۰۷۱ اور جابر کا قول منقول ہو طاغوت الشیطان فی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ نَجْدَ لَهُ نَصِيرًا ۝۲۰ أَمْ لَمْ يَنْصِبْ ۝۲۱

یہ وہ ہیں جن پر اللہ لعنت کرے تو اللہ کے لئے کوئی مددگار نہ پائیں گے کیا ان کیلئے بادشاہ

مِنَ الْمَالِ فَإِذَا الْيَتُومَ وَالنَّاسَ نَفِيرًا ۝۲۲ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ ۝۲۳

سے کچھ حسد کرنا تو یتیموں کو توں برابر بھی نہ دینگے ۲۲۲ جلد وہ لوگوں سے اس پر حسد کرنے ہیں

صورۃ الانسان طاعت شیطان جو صورت انسان میں ہو جس سے فیصلہ کرتے ہیں۔ اور وہ ان کا حاکم ہو دنا،

ہر دین پر مبنی
بت پرستی کا اثر

اس رکع میں یہود کے ہی مزید حالات مسلمانوں کو متنبہ کرنے کیلئے بیان کئے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح

حق سے انحراف کرنے کے ان کی ذمت یہاں تک پہنچی کہ حج کفر پر مائل ہو گئے۔ چنانچہ اس آیت میں ومنون بالجهنم الماتون

ملکوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت عرب میں رہ کر عربوں کی بت پرستی اور کمالات پر مبنی کا بھی اعتقاد

ہو گیا تھا۔ اور یہ حال ہر قوم کا ہوتا ہے جو حق کے پھیلنے پر زور نہیں لگاتی کہ وہ آہستہ آہستہ دوسروں کے اثر کے تحت چلتا

شرع ہوتی ہے۔ وہ یہودی عرب میں توحید کا پیغام لیکر گئے تھے۔ بجائے اس کے کہ بت پرستوں کو توحید کی طرف لانے

خود بت پرستی اور کمالات پر گئے۔ اس کی مثال مسلمانوں میں بھی ملتی ہے جو جب تک وہ دوسروں کو توحید کا پیغام پہنچانے پر زور

لگاتے تھے ان کے خیالات ہندوؤں میں اثر کرتے پڑے۔ مگر جب انہوں نے اس کو ترک کر دیا تو ہندوؤں کے بت پرست

خیالات ان میں مرجع ہو گئے حتیٰ کہ بعض صوفیوں کے گروہ ایسے ہیں کہ انہوں نے ہندوؤں کی دعاؤں اور وہیموں کو

لیا ہے۔ اور ہندوؤں کے رسم و رواج تو بت پرستی سے مسلمانوں میں آگئے ہیں یہ پر پرستی اور بت پرستی جو مسلمانوں کے اندر

پائی جاتی ہے۔ وہ بھی وہ حقیقت بت پرستی کا ہی ایک رنگ جو بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کعب بن اشرف اور

نجی بن خطیب قریش کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُکسانے کیلئے کہیں آئے اور خود بھی ان کی مدد کا وعدہ کیا تو قریش نے

کہا کہ ہم تم پر اعتبار نہیں کر سکتے جب تک کہ تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا اور کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں

کو تباہ کرنے کی کوشش کرنا بتایا کہ یہ وہ بت پرستوں کو مسلمان موحدین سے اچھا سمجھتے تھے۔ اور روایات میں ہر گز ان کا

ایسا کہنا بھی مذکور ہے۔

۲۲۱ فقیر فقیر کے اہل معنی کہیدنا ہیں۔ چنانچہ منقاد جاون کی حج کو کہتے ہیں جس سے وہ کہیدنا ہے۔ اور اس کو

کو بھی کہتے ہیں جس کے ساتھ علی راہی جاتی ہے۔ اسی سے فقیر بھی کہی گئی شکل میں جو خفا سا گڑھا ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں اور

بطوریش نہایت خفیف شے پر جلا جاتا ہے جیسے ہمارے زبان میں تل رانی وغیرہ

اس آیت میں بتایا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ وہ نبی مبعوث سے جو اور کہتے ہیں کہ نبی

بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے۔ مگر ان کے اخلاق تو اس قدر ذلیل ہو چکے ہیں کہ یہ اب بادشاہت کے قابل بھی نہیں رہے

نبوت تو بہت بڑا انعام ہے اور اس کے لئے بہت ہی بڑا دل بھی چاہئے اسلئے فرمایا کہ بادشاہت کے لئے اس کوئی حصہ

نہیں ہے۔ اگر نکلے پاس ہوتا تو وہ اس قدر ذلیل ہیں کہ وہ سروں کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہت اس کو

بھی ایک وسیع دل چاہئے بلکہ اور بادشاہت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے مگر نبوت کیلئے اس سے بھی وسیع دل چاہئے مسلمانوں

جو ان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث بنایا گیا ہے گو اب معلوم نبوت حکم و امتداد علی الناس کے ماتحت ہی سرچشمہ سے ملے

ہیں۔ اس لئے ان کو اپنے اخلاق انبیاء کی طرح وسیع کرنے چاہئیں

بادشاہت اور نبوت
کے لئے دست طلب
کی ضرورت

فقیر، منقاد

فقیر

عَلَىٰ آتِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مَّا عَرِضُوا

جو اہل بیت ان کو اپنے فضل سے دیا ہے سو ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی ہے اور ان کو بھی بادشاہت دی ہے ۶۷

۵۵ ۵۵ ۵۵ مِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَعْنَاهُ وَكُنِيَ لَهُمْ سَعِيرٌ ۝۵۵ إِنَّ الَّذِينَ

پس بعض ان میں سے وہ ہیں جو اس پر ایمان لائے ہیں اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو اس کے ہرگز دوزخ جلائیگا کافی ہے ۶۸ جو لوگ

کفر کیا یا آیتنا سوف نصيبهم نارًا لا تكلمنا انصبت جلودهم بدلناهم جلودا

ہماری آیت یہ تھا کہ میں ان کو جلاؤں گا یہ ہم ان کو غریب آگ میں داخل کئے گئے جب ان کی کھالیں یک جا ہو گئیں ہم ان کی جگہ ان کو کھالیں

غیر ہر ایک دوزخ العذاب ان للہ کان عزیزاً حکیمًا ۵۵

اور یہ کہ تم کو وہ عذاب یکساں بیشک اللہ غالب مکت وہ الہ ہے ۶۹

البر

مسلمانوں کی بادشاہت اور عہد کا وعدہ

۶۷ آیت میں آل ابراہیم کو یعنی مسلمانوں کو دو چیزیں دی گئی ہیں۔ ۱۔ اور حکمت ۲۔ اور کتاب عظیم کتاب اور حکمت میں تو نبوت کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ یہی دونوں چیزیں عرض و غایت نبوت ہیں اور نبوت کی عظمت کی وجہ سے مقدم کسی کو کیا ہے۔ ۱۔ اور پھر ایک عظیم الشان بادشاہت کے دینے کا ذکر کیا حالانکہ یہی مسلمانوں کو بادشاہت تو ملی تھی۔ ۱۔ اور اگر تھی بھی تو دینے کی دواؤں کے اندر اور دلوں میں ابھی یہودی مخالف کچھ مشرک موجود اور کچھ منافق ہیں ملک عظیم میں اسلام کی آئندہ بادشاہت کا وعدہ تھا۔ جو تھوڑے ہی سالوں میں دنیا کے کثیر حصہ میں پھیل گئی۔ اس وعدہ میں اہل کتاب کو یہ بھی بتانا مقصود تھا کہ تم جس قدر چاہو ان کی مخالفت کرنا ان کو اللہ تعالیٰ اب عظیم الشان بادشاہت دینا پس دینے والا ہے۔ اور جس طرح وہ کتاب و حکمت جو مسلمانوں کو دی گئی تھی اب ان سے چھین نہیں سکتی کیونکہ ان کا نبی تقیامت زندہ جو اسی طرح وہ بادشاہت بھی کسی مسلمانوں سے چھین نہیں سکتی۔ ان اپنی سستی اور غفلت سے عارضی طور پر اس میں کمزوری محسوس ہے اور یہاں بیان کئے مسلمانوں کے آل ابراہیم اس لئے کہا کہ یہ وعدہ حضرت ابراہیم کے ساتھ تھا اور یوں یہی ظاہر ہوا کہ مسلمان بھی اسی ابراہیم کی آل ہیں جس کی آل نبی اسرائیل تھے ۶۸

۶۸ آیت میں بہ اس سے مراد محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان ہے۔ جیسا کہ امام غمازی سے مروی ہے۔ اور صمدی نے بھی وہ لوگ داخل ہیں جو خود اسلام میں آئے تھے یا دوسروں کو روکتے تھے۔ اگلی آیت اس کو باطل صاف کر دیتی ہے کہ یہاں ایمان اور محمد رسول اللہ صلعم کا ہی مراد ہے ۶۹

۶۹ نصیحت آنحضرتؐ کو شہادت کے اندر میں اس کا یہاں سے طور پر یک جاسے پھر بھی لولا جائے اور پھر دیکھنے پر بھی اور لہجہ الہی سے اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی رائے حکم ہو ۷۰

جلود جلد کی جمع ہے۔ اور بدن کے چمکے یعنی چمکے کو جلد کہا جاتا ہے مگر بعض وقت مراد بدن بھی لے لیا جاتا ہے جیسے فرما یا فقتلوا منہ جلودا لئن یخشنوا دہم جاں جلود سے مراد ابدان ہیں (۷۱) ۷۰

چڑھنے کے لئے اور جلد سے مراد

چڑھنے کے لئے اور ان کے بدلنے سے کیا مراد ہے جس طرح نعلے کی حقیقت یہ کہ اس دنیا میں کوئی شخص جان سکا ہے کہ وہ ہم نام کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکتا کیونکہ یہ لوگوں میں تو ان شریکین کو کہ بیان کیا ہے بظن کفر ذہن کے قریب ان باتوں کو کہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۝۷

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہیں انکو ہم باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خُلِيْلِيْنَ فِيْهَا أَبْدَانُكُمْ فِيْهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَفِيْهَا جَنَّةُ نَعِيمٍ ۝۸ إِنَّ اللَّهَ

ہمیشہ اسی میں رہیگا ان کیلئے ان میں پاک ساتھی ہونگے اور ہم انکو بڑی حفاظت کی نگہ میں رکھیں گے ۷۸ اللہ

یامُرُكُمْ أَنْ تُوَدُّوا وَالْأَمْنَتِ إِلَىٰ أَهْلِيْهَا ۚ وَإِذْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَأْكُلُوا

ملکہم ویتاہرکہ امتیں انکے اہل کو اور کہو اور جب لوگوں میں فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے فیصلہ

بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

کیا کرو بیشک یہ بہت ہی عمدہ بات ہے کہ تمہیں اللہ نصیحت کرتا ہے کہو کہ اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۷۹

انسانی تجربہ میں یہ ہو کہ جب ایک جگہ رکھ سے پہنچ جاتی ہو تو پھر اس کو کوئی دیکھ سوس نہیں ہوتا پس یہ سمجھائے کیلئے کہ جو صورت اس دنیا میں پہنچتی ہو کہ ایک چیز جلد اس حالت جنگلی کو پہنچ جائے کہ پھر اس پر آگ سے کوئی ظلیف وارو نہ ہو وہ صورت وہاں نہ ہوگی۔ یہ محاورہ اختیار کیا ہو بعض نے یہاں تک بھی کہدیا ہو الملئ والد و ام و عدم الانقطاع ولا نفیض ولا احتراق وغنی اور قرآن کریم نے فرمایا کہ اس تہذیب کی غرض لینا و قول العذاب بتائی ہو یعنی تاکہ وہ عذاب پہنچتے رہیں ایسا نہیں ہو کہ اس طرح عذاب کے عادی ہو جائیں کہ وہ عذاب ان کو پھر محسوس ہونے سے رہ جائے ۷۹

۷۹ ظلال ظلیلہ۔ مفرد میں ہو کہ ظن ظنی صحت پر کی ضرورت ہے اور وہ غم سے عام ہو کہ یوں کہ ظن ظلیل اور ظن الخیالہ کہا جا سکتا ہو۔ ہر مقام کو جہاں سوچ نہ پہنچے ظن کہا جا سکتا ہو اور غم صرف اسی کو کہا جاتا ہو جس پر سوچ پہنچ نہ سکتا ہو۔ اور ظن سے مراد حوت اور حفاظت اور آسائش لی جاتی ہو اور ان المتقین فی ظلال دلہ سلطۃ ۱۰۰ میں ظلال کے معنی عزت اور حفاظت ہیں اُکلیا داتم وظلہا والوعدا ۱۰۰ ہم وادوا جہم فی ظلال (یعنی ۱۰۰) اور عام محاورہ میں اُکلیت خلق کے معنی دینے ہیں میری نگہداشت کی اور مجھے اپنے ظل میں اور اپنی عزت یعنی روک میں، اور اپنی حفاظت میں لے لیا اور یہاں ظلال ظلیل کی تفسیر میں کہا کہ یہ خوش زندگی سے گناہ ہو۔ اور سان العرب میں ہو کہ ظن سوچ کی شعلہ کی روشنی ہو اس کی شعلہ کو آگ کر کے کہو کہ اگر غنی ہو ظن میں ہو کہ ظن کیلئے اور ظلیل ظل سے تاکید کیلئے صفت مشتق ہو۔ اور ظن اللہ حدیث میں بادشاہ کیلئے آیا ہو اور یہاں فی الحقیقت سایہ مراد نہیں ہو سکتا ہو کہ یوں کہ خدا کی ذات اس سے پاک ہو اور کہ حدیث میں آتا ہو سمیعہ یظلم اللہ فی ظلمہ اور دوسری میں اسی جگہ فی ظل العرش ہو اور یہاں بھی سایہ یعنی نہیں ہو سکتا۔ جب آیات اللہ کے انکار کرتے والوں اور ان کی منرا کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ ہی جیسا کہ قرآن کریم کی مادت ہو ایمان اطمینان صافہ والوں کا ذکر بھی کیا ۷۹

قُل

ظلال اللہ

۷۹ الامانات ۱۰۰۔ امانۃ کی حیثیت ہو۔ اور امانۃ اور امان۔ آمن سے مصدر ہو۔ اور مفردات میں ہو کہ کبھی تو امان اس حالت کا نام ہوتا ہو جس پر انسان امن میں ہو اور کبھی اس چیز کا نام ہوتا ہے جس پر انسان یقین بنایا ہو تو جیسے انھوں نے امانات کو اس کے امانات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر تم کو امین بنایا گیا ہو اور انا عرضنا الانسا علی السطوات والاحزاب

امانة

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے حاکم

میں حضرت ابن عباس سے امانت کے سنی ذرائع مروی ہیں دل، اور نہایت ہی کہ امانت کا تقاضا عت اور عبادت اور
وہدیت اور ثقہ اور امان پر ہوتا ہے اور ان میں سے ہر سنی میں حدیث آتی ہے +

اس آیت میں بظاہر ایک نیا مضمون نظر آتا ہے۔ اسی یہودیوں کی بے اعتدالیوں کا ذکر تھا۔ اب امامتوں کے ادا کرنے کا ذکر شروع ہو گیا۔ اور اسی آیت میں ایک تیسرا مضمون یہ شروع کر دیا گیا کہ لوگوں کے درمیان فیصلے عدل و انصاف سے کیا کرو۔ یعنی تحقیقت ان تینوں مضمونوں میں ایک نہایت گہرا تعلق ہے۔ یہودیوں کی بے اعتدالیوں کے ذکر میں اصل منشا جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے مسلمانوں کو متنبہ کرنے کا تھا۔ یہودیوں کی بے اعتدالیاں کیا تھیں اور کس بات کا نتیجہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں۔ اس کی عبادت سے انحراف اس کی ودیعت کی پوری طاقتوں کو غیر اصل پر استعمال کرنا اور یہ وحیقت امامت میں خیانت تھی کیونکہ امامت کے اصل معنی طاعت اور عبادت اور ودیعت وغیرہ ہی ہیں۔ یہود نے خدا کی امامتوں کو مٹا دیا۔ اس کی نافرمانی کی اس کی بتائی ہوئی راہوں سے الگ ہو گئے ہیں کی وی ہوئی طاقتوں سے ٹھیک کام نہ لیا۔ پس مسلمانوں کو یہ حکم دینے ہیں کہ قرآن امامتوں میں خیانت نہ کرنا۔ گویا اصل مضمون کی طرف اور یہودیوں کے ذکر کے اصل مقصود کی طرف رجوع کیا ہے۔ پس جو حکم ادا دئے امامت کا یہاں ہے اس میں اگر امامت مال و دھن ہو تو اصل امامت یعنی اللہ کی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی وی ہوئی قوت کو ٹھیک طور پر مانگنا بھی شامل ہے۔ اور الٰہی اہلکار کا لفظ اس لئے بڑھایا کہ انسان کی فطرت کا اصل معیار دوسرے انسانوں سے تعلقات میں ہوتا رہتا ہے۔ جتنے اس معیار پر پورا نہیں اترتا اس کی نیکی برائے نام نیکی ہے۔ پس ہر انسان کو اس کا حق دینا اور اپنی ذمہ داری کو اس کے بارہ میں پورا کرنا فی الحقیقت اسے امامت ملنا ہے۔ ایسا ہی ہم پیشوا بنائیں۔ تو ان لوگوں کو جو پیشوا بننے کے اہل ہیں۔ حاکم بنائیں۔ تو ان لوگوں کو جو حکومت کے اہل ہیں یہ سب کہاؤ گے امامت ہے۔ ایک استیعج خان زادہ کو اگر فوج کی سپہ سالاری دیدی جائے تو یہ ادا دئے امامت ملے اہل بنائیں۔ ایک گوشہ نشین و ناسے کا واقعہ کو اگر حاکم بنایا جائے تو یہ ادا دئے امامت ملے اہل بنائیں ۞

لیکن انسان کا حلق انسان سے ایک تو مساوات کی حیثیت میں ہوتی ہے انسان بحیثیت ایک انسان ہونیکے
دوسرے پر کے حقوق اور دوسرے کے متعلق کچھ ذمہ داریاں رکھتا ہو۔ خداوند اور بی بی آقا اور نوکر بھائی اور جیسی
ترقی اور جو سامنے۔ ایک شہر اور ایک ملک کے رہنے والے ایک قوم کے افراد اور مختلف قوموں کے افراد یہ سب مساوات کی
حیثیت میں۔ ایک دوسرے کے حقوق کو اور اکوٹے کے ذمہ داریوں اور یہی تعلقات انسان کی زندگی کا بیشتر حصہ ہیں
لیکن ایک اور قسم کے تعلقات بھی تمدن انسانی کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوئے ہیں۔ اور وہ ہیں حاکم و محکوم کے تعلقات
پس جب اوائے امانت لے لے اہم اس کا ذکر کیا جس میں بشریت تعلقات انسانی کا ذکر کیا تو ایک خاص صورت میں حاکم و محکوم کے تعلقات
کو بھی بتا دیا۔ حاکم کا کیا فرض ہو یاں بتایا حکومت کا کیا فرض ہو یاں سے انکلی آیت میں بتایا۔ چنانچہ یہاں فرمایا کہ جب حکم کو عمل
پر حاکم کر دیا جائے اور حکم کو لوگوں کے درمیان پھیلے کرے ہوں تو اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہو کہ عدل کے ساتھ فیصلے کرے۔
یہاں الناس کا لفظ وسیع و تنہا فرمایا ہو۔ مسلمان ہوں یا ہندو یا عیسائی یا فیصلہ میں عدل کو نذر کرنا چاہئے۔ اور کسی خاص
قوم کی طرف جھکاؤ نہیں چاہئے۔

وَأُولَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن

صاحب امر ہوگی اطاعت کرو پھر اگر کسی چیز میں باہم جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لیجاؤ اگر

كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو یہ بہتر اور انجام کار اچھا ہے ۶۷۹

عَنْ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ
عَنْ كَتَبَتِي جَابِي

مطہرین سے عموماً اس آیت کے شان نزول میں عثمان بن ابی طلحہ کا قصہ لکھا جو جس کے پاس خانہ کعبہ کی چابی تھی یعنی وہ خانہ کعبہ کا صاحب یا محافظ تھا کہ اول اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن چابی دینے سے انکار کیا بعد میں جب اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہی تو حضرت عباس (ع) نے اسے چابی کا مالک صاحب کا وعدہ بھی سنا۔ یعنی چابیوں کو پانی پلانے کے ساتھ جمع کر دیا جاسے اس پر یہ بات نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی دہاں عثمان کو دی اور اسی کے خاندان میں یہ آج تک یہ بیگن اُگنی لائق نزول آیت میں موقع پر بھی ہوا ہو تو حکم اس کا پھر بھی عام ہو جیسا کہ مطہرین نے اقرار کیا جو بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ انبی عثمان بن ابی طلحہ مسلمان نہ ہوئے تھے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیا دلی کا اندازہ کرو۔

۱۸

اولی الامر سے مراد

۶۷۹۔ اولی الامر۔ ائمہ تہدیک کے معنی ہیں میں نے اسے منتخب کیا کہ وہ کچھ کرے پس ائمہ یعنی حکماء اور اولی الامر سے مراد بعض کے نزول تک وہ اہل بیت ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مقرر کئے گئے اور بعض کہتے ہیں اہل بیت کے ائمہ اور وہیں بعض کہتے ہیں امر بالمعروف کرنے والے اور ابن عباس کا قول ہو کہ نعمادہ وراہل دین مراد ہیں۔ یہ سب اقوال امام راف نے نقل کیے لکھا کہ اگر یہ سب اولی الامر کے اندر داخل ہیں کیونکہ اولی الامر جن کی وجہ سے لوگ رستہ میں چاہتے ہیں یعنی ائمہ اور ان کا حکم عام اور خاص لوگوں کے ظاہر و باطن پر ہو۔ اور اولی الامر یعنی بادشاہ اور ان کا حکم سرکے ظاہر پر ہو جو ان کے باطن پر اور آلِ مملکت یا فلسفی جن کا حکم خاص لوگوں کے باطن پر ہو اور عقل و ادراک حکم عام کو لکھتے ہیں جو نہایت ظاہر پر ہو چکی آیت میں بتایا تھا کہ باہمی تعلقات میں ایک دوسرے کے حقوق اور وجوہ حاکم ہیں وہ حکوم کے ساتھ انصاف کا پتہ تو کریں۔ اب بتایا کہ حکوم کا تعلق حاکم سے کیسا ہونا چاہیے لیکن اس کے بیان کرنے سے پہلے بتایا کہ جو حقیقی امامت اللہ اور اس کے رسول کی ہو یعنی اپنے آپ کا اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کا پابند کر دینا ان دو کے حکم کی فرمانبرداری لازم ہے۔ لیکن ان کے ساتھ جو تین حکم ہو کہ اولی الامر کی فرمانبرداری کرو۔ اس کے ساتھ صاف قید لگا دی کہ اگر کسی معاملہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹنا تو جس سے معلوم ہوا کہ اولی الامر کی فرمانبرداری کا اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کی طرح مطلق اور بلا حکم نہیں بلکہ یہ اس شرط کے ساتھ شرط ہو کہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ گو یا اللہ اور رسول کا حکم ایک ذیل میں ہو۔ اولی الامر کا حکم دوسری ذیل میں۔ اللہ اور رسول حکم دینے میں غلطی نہیں کر سکتے مگر رسول کا حکم اللہ کے حکم کے خلاف ہو سکتا ہے لیکن اولی الامر حکم دینے میں غلطی کر سکتے ہیں اور اولی الامر کا حکم اللہ یا رسول کے حکم کے خلاف بھی ہو سکتا ہے پس اللہ اور رسول کے حکم کی ہر حال میں اطاعت کرنی ہوگی۔ اولی الامر کے حکم کی بھی فرمانبرداری کرنی ہوگی لیکن اگر وہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو تو پھر ان کی اطاعت نہیں کرنی ہوگی۔

اولی الامر کی حکم
مذکورہ بالا جگہ پر

عقود کی اطاعت
ہوگی جس کی وجہ سے
حق کی صورت
لازم آئے

اطاعت اس بارہ میں کثرت سے ہیں۔ بخاری اور دیگر کتب احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک انصاری کو امیر مقرر فرمایا۔ راستہ میں امیر کو اپنے ساتھیوں کی کچھ خضعت اور اس نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کو حکم نہیں دیا کہ میری اطاعت کرو۔ انہوں نے کہا بیشک دیا ہو۔ پھر اس نے آگ جلوائی اور کہا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ لوگوں کو صلوات

۶۰. اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ

۹

رسول اللہ کی عظمت

کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف آتا گیا

ایک نوجوان نے کہا ہم تو اچھے سے بھاگ کر رسول اللہ صلعم کی طوف آئے ہیں ہیں جلدی کرتے ہو یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم سے ملو چنانچہ وہ آپس آئے یہ واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا اگر تم اس میں داخل ہو جاؤ تو پھر تجھے اٹھا اطاعت فی معصوف اطاعت (یعنی اولی الامر کی اطاعت) صرف معروف بات میں ہو یعنی اس بات میں جو خلاف شریعت نہ ہو۔ اور ابوذرؓ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ بات کر کے آنحضرت صلعم نے فرمایا اصمع والاطاعة علی الملوہ المسلم فیما احب وکس ما لہ فیہ من بصیصۃ فاذا مام ببصیصۃ فلا صم ولا طاع عاقل سلمان شخص پر واجب ہو کہ وہ بدل کرے اور فراموشی کرے خواہ ایک بات کو پسند کرے یا اسے ناپسند کرے جیسا کہ اسے (اللہ ورسول کی) نافرمانی کا حکم نہیں دیا جاتا لیکن اگر اللہ ورسول کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر قبول کرنا نہیں اور نہ اطاعت کرنا ہو۔ اور بخاری میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قبول کرو اور اطاعت کرو خواہ تم پر جیسی غلام کو امیر بنا یا جائے اور صحیحین میں ہے کہ جو شخص اپنے امیر کو کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اسے چلتے کہ صبر کرے کیونکہ جو شخص جاعت سے ایک باشت بھر پٹتا ہو پھر ہاتھ پر تو وہ جاہلیت کی مرتبہ رہتا ہو۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ اولی الامر کے احکام کی پابندی کی اصل دنیا و آخرت و جماعت پر کیونکہ جیسا کہ سب نے آپ کو ایک حکم کے ماتحت نہیں کرتے اس وقت تک اتحاد قائم نہیں رہ سکتا اس لئے اگر امیر کو فی ایسا حکم دے جس کو ایک شخص ناپسند کرے تو فی اسے ماننا چاہئے بشرطیکہ اللہ ورسول کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ اگر خلاف ہو تو اس صورت میں امیر کے حکم کی اطاعت نہ کی جائے اولی الامر منکم میں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے انبیاء و علماء اللہ تین با و شاہ حکام سب شامل ہیں۔ مگر چونکہ خطاب اللہ تعالیٰ انہو کو ہوا اس لئے منکھ کی قید سے صاف نظر آتا ہو کہ یہاں مراد مسلمان حکام ہی ہیں۔ ان پر سوال ملکہ ہو کہ آیا اگر کسی حکمران غیر مسلم بادشاہ کے ماتحت ہیں تو اس کے احکام کی اطاعت کریں یا نہ بشرطیکہ وہ حکام خلاف قرآن و حدیث نہ ہوں اسکے لئے نبی کریم صلعم کا اور ان صحابہ کا جو عرض میں گئے نوزاد کافی ہو۔ قرآن کریم سے اجتہاد کے رنگ میں اسی آیت سے ان کا حکم بھی مستنبط ہو سکتا ہو۔

یہ امر بھی یہاں یاد رکھنا ضروری ہو کہ کسی تنازع میں پہلی اور فیصلہ کن قول یا رائے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو سکتا ہو یا نبی کریم صلعم کی حدیث ہیں ہاں کہیں مسلمانوں میں کوئی تنازعہ ہو اس پر فیصلہ کرے کیلئے مقدم قرآن شریف اور بعدہ حدیث ہو۔ اور قرآن شریف کا تقدم اس سے بھی ظاہر ہو کہ دوسری جگہ بصورت تنازعہ فقہاء علی اللہ ہی فرمایا یعنی اس کا حکم اللہ کے اختیار میں ہے اور دوسری جگہ ظاہر ہو کہ جس طرح قرآن محفوظ ہو اس طرح ہر حدیث محفوظ نہیں بلکہ حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی کا ہو جانا اور بسا اوقات رعایت کا یا یعنی ہر ایک امر مسلم ہو۔

ایک اور امر کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے ان لوگوں کا خیال ہو جو اہل قرآن کہلاتے ہیں جن کے نزدیک رسول اللہ صلعم کی اطاعت شرک میں داخل ہو اس کی تردید لازم میں ہو چکی ہو۔ اس کو قدر یہ لوگ بھی نہیں کرتے ہیں۔ اے ایمان والو! اسلام کے بارے میں حکم ما فرما اللہ تعالیٰ ہی کا یعنی حکم ما نصرف کتاب اللہ ہی کا اور سلطنت کے بارے میں حکم ما نصرف اللہ تعالیٰ کا جو تم پر حکم کرے ہاں اس اگر جھگڑا نہ ہو تو تم میں ہیں وین اسلام کے کسی امر میں قرآن کو مرجع کرو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کیلئے یعنی خاص کتاب اللہ کے ہی حکم کی طرف ترجیح القرآن آیا ہے لیکن ان مولفہ مولوی عبداللہ صاحب پکڑا لوی اب قرآن شریف

اولی الامر کی اطاعت
جب تک کہ خلاف قرآن
نہ ہو پھر ضروری ہے

اہل قرآن اور حدیث
کی اطاعت

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُ أَنْ يَتَّخِذَ كُفْرًا إِلَىٰ لَطَأٍ مُّوْتٍ وَقَدْ أُمِرُوا

۱۰۰ ہر جہ سے بچے، اتار گیا وہ چاہتے ہیں کہ شیطان سے فیصلہ کر لیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا

أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۱۰۱

کداس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہو کہ ان کو گمراہی میں دور بہکائے جائے ۱۰۱

کہ اپنی رائے کے ماتحت کرنے کیلئے کس قدر باتیں اپنے پاس سے ڈال کر تزیین کا رنگ اختیار کیا ہو

پھر ایک اور وقت یہ ہو گی کہ اس قدر دوا کے برعکاس سے نتیجہ کیا نکلا۔ اول یہ کہ سلطنت کے امر کا کوئی تعلق دین اسلام سے نہیں کیسی لہذا وہ پہلے معنی بات ہو۔ وہ دین اسلام جو معاشرے کے بارہ میں احکام دیتا ہو۔ تنہا کے بارہ میں احکام دیتا ہو۔ معاشرہ انسانی تعلقات کے بارہ میں احکام دیتا ہو۔ کیا وہ سلطنت کے بارہ میں کوئی احکام نہیں دیتا۔ بلکہ سلطنت کے بارہ میں جس قدر احکام ہیں ان کے لئے حکام وقت کو مقرر کر دیتا ہو خواہ ایک بیہوش ہی بادشاہ جو سلطنت کے بارہ میں جو حکم دے دے یا ناکار ہو گا۔ یہاں تک کہ دین اسلام کے بارہ میں تو سماج بھی جائز و ناجائز سلطنت کے احکام کے بارہ میں کوئی تعلق جائز نہیں۔ رسول سے اختیار چھیننے کا یہ حصہ دین اسلام میں بادشاہ کو رسول سے بڑھ کر مرتبہ دید یا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی اطاعت بلا چون و چرا اور بلا تباہی کرنی چاہئے۔ اسی طرح بادشاہ کی اطاعت بلا چون و چرا اور بلا تباہی کرنی چاہئے۔ اور کسی قسم کا اختلاف بادشاہ وقت کے ساتھ گواہ کر رہی ہے اس لئے اس سے انحراف ہو گا

ابن عباس اور غازی
صحیح

اس آیت میں اہل تشیع کا بھی جواب ہو جنہوں نے امام مہدی کا وجود مانا ہو اور صحابیوں میں تو باہمی گروہ کا بھی جواب جنہوں نے حضرت خزانہ مہدی صاحب قادیانی کو ہی اور رسول مانا ہو کیونکہ اگر کوئی امام مہدی ہو رہا ہو تو جلیس کر ہی نہ سکتا یا کوئی نبی اور رسول ہونا ہوتا جس کی اطاعت اسی طرح کرنی ضروری ہوتی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو ایسے شخصوں کا ذکر اس آیت میں بھی ہوتا۔ ظاہر ہو کر جو کوئی اس امت کے اندر ہو گا خواہ وہ کتنا ہی عظیم الشان انسان کیوں نہ ہو وہ اولیٰ المرئیٰ داخل ہو گا۔ اور اس کے ساتھ تباہی بھی ہو سکتا ہے اور ایسے تباہی کی صورت میں اصلی مرجع اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول جلی سنت نبوی ہی رہینگے۔ اللہ تعالیٰ ایک حکم میں رہینگے اور رسول ایک حکم میں رہیں گی وہ ہیستہ طبع رہینگے اور رسول ہمیشہ مطاع رہے گا۔ یہ سچ ہو کہ ان میں امام اور علماء اور فقہاء اور حکام کی اطاعت ضروری ہو گی مگر یہ کہ ان میں کسی کے ساتھ تباہی ہو سکتا ہو اور اس لئے اصل مطاع بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہے۔ حضرت ابو بکر و عمر کے ساتھ بھی بعض صحابہ کو اختلاف ہوا تھا اور کتاب اللہ فیصلہ کرتی تھی۔ امام بخاری اور مسلم اور امام ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی اور احمد اور ہر حدیث کی روایت و تفسیر کے ساتھ بھی اگر کسی کو اختلاف ہو تو حکم کتاب اللہ اور سنت نبوی ہو گئے اور اس اور مرجع ساری امت کے کوئی نہ تھا اور مسلم ہی ہو گئے۔ اسی لئے خاتمہ پیر فرمایا کہ یہ بہتر دوا انجام کار چھایا کیونکہ اس میں امت کا اتفاق اور اتحاد قائم ہو سکتا ہو اپنے لئے ملک الگ مطاع ماننے جاتیں تو فرقہ پیدا ہو کر ایک رسول کے پیچھے کی جو غرض تھی وہ مغرور ہو کر بدیہوں میں مل گئے ایک نفل میں ہر کچھ مریت کا اعلیٰ درجہ کا اصول و نیامیں خاتم کیا ہو

۱۰۲ یزید بن زعرون۔ زعمہ اس قول کا بیان کرنا جو جس پر جھوٹ کا گمان ہو داغ اس لئے قرآن میں یہ ایسے ہی مقامات پر ہوا لگیا ہو جہاں اس کے کلمے دے کی خدمت مقصود ہو جیسے زعمہ الذین کفرو ان لن یعفو الله عنهم ۱۰۲۔ بل نہ ختم ان لن یجزل لکھرم وعدا الکھفۃ ۱۰۳۔ انکم تزعمون (لا تفعلکم) ۱۰۴۔ زعمہ من دونہ (دینی اسرائیل) ۱۰۵۔

زعمہ

وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قُوَّةٌ مِّمَّا يَتْلُونَ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ ۚ

اور انہیں وہ بات کہہ جو انکے دلوں میں موثر ہو ۱۶۸۱۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ انکے دل میں

بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ

اس کی اطاعت کی جائے ۱۶۸۲۔ اور اگر وہ اس وقت جب اپنی جائز پر غلط کیا تھا تیرے پاس آتے ہر اللہ کی بخشش مانگتے

فانفسہم

۱۶۸۱ فی انفسہم یہاں فی انفسہم کے معنی میں طبع پر ہو سکتے ہیں۔ اول قولاً بلیغاً فی انفسہم یعنی قولاً مشروطاً فی قلوبہم
ایسی بات جو ان کے دلوں میں اثر کرنے والی ہو۔ دوم فی شان انفسہم یعنی ان کے اپنے بارہ میں یا وہ بات جو ان کی حالت
کو ظاہر کرنے والی ہو۔ سوم۔ خالیاً بہم لا یکون معہم احد یعنی ان کو انکے کر کے یا غیبت میں ۵

بلیغاً۔ بلیغ۔ بلیغ سے جو کس کے معنی ہیں ایک مقصد کی قایت کو پالینا دعا، اور قول بلیغ یا بلاغت والا کلام وہ
طرح پر ہو سکتا ہو جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے۔ ایک یہ کہ بنا و بلیغ ہو۔ اور اس کے لئے وہ کہتے ہیں کہ تین اوصاف ضروری ہیں
نعت کے لحاظ سے درست ہو۔ جو معنی مقصود میں اس کے ساتھ مطابقت ہو اور فی نفسہ بات سچی ہو۔ اور وہ سورہ یہ کہ کہنے
والے کے لحاظ سے اور جس کو بات کئی کئی ہو بلیغ جو معنی کہنے والا جو کہنے کا مقصد رکھتا ہو۔ اس کو ایسے طور پر کہ کہ جس کو بات
کئی کئی ہو وہ اسے قبول کرے۔ اور یہاں ان دونوں حصوں کی طرف اشارہ ہو ۵

۱۶۸۲ چونکہ اصل مضمون اس کلمہ کا ہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے اور اسی اطاعت کے لئے دلوں کو یہی جب
وہ شے سے اطاعت کا اقرار بھی کر سنا تھا تو یہی کس مناسبت سے کہا گیا ہو۔ اس لئے اب کھنکھرانا اور رسول کو تو جیہاں اس کو مغل کیلئے جانا
ہو کس کی اطاعت کی جائے لیکن چونکہ اصل حق اطاعت کا اللہ تعالیٰ کیلئے ہو اس لئے ساتھ باذن اللہ فرمایا یعنی یہ
کہ اس اجازت کا اعلام اللہ کی طرف سے ہی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام رسول کے واسطے سے ہی پہنچتے ہیں ۵

یہ آیت رسولوں کے ایک امتیازی نشان پر فیصلہ کن ہو۔ امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ یہ آیت دلالت
کرتی ہو اس بات پر کہ کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ضروری ہو کہ اس کے ساتھ ایک شریعت ہو اور وہ اس شریعت میں مطاع
ہو۔ اور اس کے بارہ میں اسی کی ضرورت کی جائے کیونکہ اگر وہ صرف اپنے سے کسی پہلے رسول کی شریعت کی طرف ہی بلا توجہ
تو فی الحقیقت وہ مطاع نہ ہو بلکہ مطاع وہ پہلا رسول ہو جس کی وہ شریعت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ ہر ایک کو
کیلئے لازمی ہو کہ وہ مطاع بھی ہو پس اس میں آیت ایک ایسا حصہ ہو کہ اس سے باہر نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور ایک رسول
کیلئے خود مطاع ہونا لازمی ہو۔ اس لئے چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کر دیا کہ اس امت کے اندر شریعت کیلئے حقیقی مطاع ایک محمد صلی
اللہ علیہ وسلم ہی ہونگے جیسا کہ ان تنازع میں مثنیٰ ضرورہ الی اللہ واللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہو سکتے آج کے بعد اس امت کے اندر
کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ خود مطاع ہوگا۔ اور اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ رہیں گے اور یہ غلط
قرآن کے جو پس ختم نہ ہو یہ آیت فیصلہ کن ہو جب اس کو فان تنازعتم کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ اور اب باقی امت کی
رسول قلعاً نہیں آسکتا نہ کوئی زمانہ رسول آسکتا ہو اور دنیا کیونکہ جو کوئی بھی رسول ہوگا ایسا کہ خود مطاع ہوگا۔ اور یہ جو نہیں آسکتا

ہر رسول مطاع ہوتا
مطلق نہیں ہوتا

ختم بہت فیصلہ کن

حضرت مہدی علیہ السلام
کی دوبارہ آمد

جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے قائل ہیں وہ بھی اس آیت پر غور کریں۔ اور جن لوگوں نے قائل ہونے پر
سال بعد ایک رسول کا آنا مان لیا وہ بھی غور کریں۔ اول الذکر جو میں کہ اگر حضرت عیسیٰ آئیں تو قلعاً منصب رسالت کے
ساتھ آئے چاہئیں کیونکہ ایک رسول کا منصب رسالت کسی صورت میں چھینا نہیں جاسکتا۔ یہ اللہ اعلم حقیق مجمل رسالت

٦٥ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرِّسُولَ لَوْ جَدَّ اللَّهُ تَوْبَةً رَاحِمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

۱۰۰
۱۰۱
۱۰۲
۱۰۳
۱۰۴
۱۰۵
۱۰۶
۱۰۷
۱۰۸
۱۰۹
۱۱۰
۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱

کے خلاف ہو۔ اور پھر یومیہ مانتا پڑے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نفوذ و بادشاہی کی ناقابلیت کی وجہ سے ان کا پیغمبر بننا علمیا ممکن اگر منصب رسالت کے ساتھ وہ آئیں تو پھر اس وقت مطلع وہ ہو گئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آیا حضرت کی رسالت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ اور حدیث حقیقہ ثابت فاسد ہو رہا وہ لوگ جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب کوسول بناتے ہیں وہ بھی غور کریں کہ وہ شخص جسے وہ رسول بناتے ہیں بار بار بیان کرتا ہے کہ میری گردن پر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کا جو اسی طرح ہے کہ جیسے ہر ایک مسلمان کی گردن پر اور میں نے جو کچھ پایا اسی کی پیروی سے اور اسی کی اطاعت سے پایا اُس نے بار بار یا مطلع اور سب مسلمانوں کا مطلع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتایا۔

انجیل کے بنی و سر اٹھل

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعض انبیاء بھی تو حضرت موسیٰ کی شریعت کے پیرو تھے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ گو ان کو بھی شرائع و احکام دی گئی تھیں۔ مگر وہ سابق شریعت میں کی جیسی تعبیریں اپنے زمانہ کی ضرورت کے مطابق کر سکتے تھے۔ اس لئے جو شریعت وہ پیش کرتے وہ اپنی عورتے پیش کرتے تھے جس سے کہ وہ درست کہیں وہ وہ اور جس کو وہ غلط کہیں وہ غلط ماننی ضروری تھی۔ اس لئے بہر حال مطاع و خود بخود تھے۔ گو وہی اسی لئے ان کو نبی ہونا کی ہر کہ وہ وہ موسوی شریعت کی پیروی کریں۔ لیکن اس امت کے اندر ایسا کوئی انسان نہیں ہو سکتا جو ایک مشوہ بھی شریعت کا کم و بیش کرے۔ اس لئے اس امت میں ایسا قیام تا ایک ہی مطاع ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔

۱۸۳۳ء جب رسول کی اطاعت کے بارے میں قطعی حکم دیدیا تو فرمایا کہ بعض وقت انسان سے غلطی ہو جاتی ہے جو سو گراں ان لوگوں سے بھی کوئی غلطی ہو گئی تھی تو اس کا علاج تو یہ تھا کہ استغفار کرے اور رسول اللہ بھی ان کیلئے استغفار کرتے تو امتنان کو عاف کر دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلعم کا استغفار ساری امت کیلئے تھا جس میں منافقوں تک بھی شامل تھے اور ماضی ذات تک محدود نہ تھا۔

انحضرت معلوم کا ہستی

استغفار لہم الرسول کے معنی مولوی عبد اللہ صاحب چکوالوی یوں کرتے ہیں پھر معافی دیرے بالکل ان کو کتاب اللہ الحیدر کے مختلف ہیرو کے کتاب اللہ الحیدر کے معافی دینے کے بعد جو حنفیہ واللہ ذی الجلال والإکرام کے معنی مولوی صاحب کو بھی ہی کرتے ہیں جسے تو وہ ضروری پانچنے کے استغفار کو بالکل صاف کر دیا اہر طرح سے مرہبان، تعجب ہو کہ پہلے کتاب اللہ معافی دیتے ہی جو تو پھر اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہو حالانکہ کتاب اللہ کا معافی دینا اور اللہ کا معافی دینا ایک ہی ہیرو اور پھر استغفار کے معنی معافی دینا کی لغت میں ہی غفر سے نہیں گزرتے اور مولوی صاحب نے خود ان حنفیوں کی کوئی سند ہی جو ۶۸۴۴ خلا لا کہ یہاں بعض نے تاکید میں قسم کیلئے صمد ان کو کو بازاہر مانا جو۔ حج و حقیقت ایسے مقامات پر لانا ہی کیا ہوتا ہو۔ اولیٰ کی پہلی چیز کی ہی ہو۔ غرا۔ مضمون ہی ہو۔ جیسے یہاں مراد ہو لیس اللہ کو کیا یزیدوں۔ وہ باتیں جو گمان کرتے ہیں کیونکہ شروع میں ان کے گمان کا ذکر تھا اللہ تعالیٰ الذین یزیدوں ۛ

وادیٹ۔ واو قسم کے لئے ہو، قرآن کریم میں تمہیں کا کیا مشا ہو اس کا منسل ذکر آئے ایتھا۔ جہاں دوسری چیزوں

۶۶

وَلَوْ أَنَا كَتَبْنَا عَلَيْكُمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوْ اقْرَأُوا مِنْ دِيَارِكُمْ

اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھرؤں سے نکل جاؤ

کی باتیں کھائی گئی ہیں۔ یہاں قسم تیسرے سے لے کر چارویں تک ہے۔ اس نے جو اعتراضات میں پر غور کیا گیا ہے وہ یہاں وارد نہیں ہوتا لیکن اس قدر یہاں بھی بتا دینا ضروری ہے کہ ان الفاظ جیسے انسانوں کی طرف منسوب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کا ذکر کسی نبی اللہ میں ہی ہوگا۔ حالانکہ دونوں اصطلاحوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ و تمیز خلاصی طرح قسم میں ہو، انسان جب قسم کھاتا ہے تو وہ گوشت یا ایک زبردست شہادت پیش کرتا ہے۔ اس لئے خدا کی قسم کا اصل منشاء ایک زبردست شہادت کا پیش کرنا ہے۔ جہاں جہاں جرح ہو چکی ہے تو ان کو جس کھانا کھو وہ ایک شہادت کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ وہ شہادت کی طرف اشارہ ہے وہ منکر و مکرر ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کہنے والی تھی۔ وہ خدا جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کر کے آپ کو ایک اعلیٰ مقام پر پہنچایا اس کا رسول کو بھیجنا اس کی اپنے ائمہ سے تربیت کرنا ایک بے صفی امر نہیں۔ اس سے اس نے اس کی اپنے ائمہ سے تربیت کیا وہ انسانوں کی تربیت کو اس نے ائمہ اس کا مطلع اور حکم دیا مانا جائے تو وہ تربیت ہی نہیں کر سکتا جس اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کر کے کا یہ تقاضا ہو کہ آپ مطلع ہوں۔

خبر - خبیث میں جو کچھ کے اصل معنی خبیث معنی شکی ہیں۔ اور اسی میں ایک قول ہے کہ کچھ غلطی غلطی سے خبیث سے خبیث معنی شکی اور اسی سے کٹنا یعنی ہونے لگے ہیں۔ اور معروضات میں جو کچھ اصل میں مجتمع الفتن کہتے ہیں اور اس میں خبیث کے معنی ملے ہیں۔ مجاہد نے خبیث سے مراد یہاں شک لیا ہے جو بعض مفسرین نے کسی قسم کی کراہت کا شاہد کیا ہے اور اس سے سلوا تسلیم تسلیم میں، انقیاد و ظہر کی طرف اشارہ ہے جو جلال اللہ وافی انھما مہر جہاں اس طرف اشارہ ہو کر اس سے اس فیصلہ کو حق جانیں۔ گویا جب یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ کریں اس سے کچھ تھوڑا سا تہی بھی فرمایا لفظ ہر لفظ پر بھی اس کے پابند ہو جاؤ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یہ اس وجہ سے جو بعض وقت انسان ایک بات کو کچھ جانتا ہو مگر خدا کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔ یہ نزدیک تسلیم کر بعد میں بطور ترقی اس نے بیان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دے سے چھانٹنے والے تو بت ہیں مگر ظاہر پران کی پابندی کرتے والے تھوڑے۔ تو فرمایا کہ صرف یہی کافی نہیں کہ تم کہہ کہ ہم مل سے کچھ مانتے ہیں بلکہ اس فیصلہ کی پابندی ہو جاؤ۔

اس آیت کی ذیل میں بخاری نے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں حضرت زبیر اور ایک انصاری کے جھگڑنے کا ذکر ہے جو باہمی کے متعلق تھا اور جس میں فیصلہ زبیر کے حق میں ہوا۔ اس حدیث کے آخر میں آتا ہے کہ زبیر نے کہا اے حبیب اللہ اے اللہ اے اللہ تبارک و تعالیٰ ذلالت یعنی یگانہ مان کر۔ اس میں کہ یہ آیات اسی بارہ میں نازل ہوئیں۔ ان الفاظ سے لازماً میرا وہ نہیں کہ جھگڑا واقع ہوا تو اس کے فیصلہ کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں بلکہ ان آیات کا اس جھگڑے پر چرچا ہوا مراد ہو سکتا ہے۔ اور غالباً یہی مراد ہے کہ زبیر کی اطاعت کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ اطاعت عام معاملات میں ہے جو خاص فیصلہ جہاں میں غلط ہے اس کو کچھ کی آخری سے پہلی آیت اس کا تعلق فیصلہ کرتی ہے جہاں فرمایا و من یطع اللہ والرسول فادلک مع اللہ ان فی اللہ عظیم جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا سب سے بہتر ہوگا ان کے ساتھ ہوئے جن پر اللہ نے انجام کیا تھا ہر جہاں ان کے اطاعت سے مراد امور دینی ہیں۔ اطاعت ہے نہ ان مابوں پر چلتا ہے اور اللہ اور رسول نے بتائی ہیں اور خود اس آیت سے لفظ اللہ کی یہی بتائی ہے کہ یہاں فرمایا کہ کفار باہم ملانے میں ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پابندی ہے تب ایک شخص حقیقت میں ہوتا ہے کہ اس شخص کو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہی حقیقت ہے کہ وہ حقیقت میں پابندی نہیں ہے بلکہ یہی حقیقت ہے کہ فیصلہ پر شیعہ حصہ سے غلط ہے۔

سب کے قسم سے شتا

خبر

تسلیم

فریت کی بھری
پابندی

قَاعَلَوْهُ إِلَّا لَقِيلٌ مِنْهُمْ قُلُوا مَا يُوْعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَكُمْ

قرآن میں سے سوائے کھڑے لوگوں کے یہ نہ کہتے۔ اور اگر وہ اس طرح کریں جو انکو نصیحت کی جاتی ہو تو یقیناً ان کیلئے بہتر

۶۶ وَلَشَدِيدُ تَذِيَّتِكَ وَإِذَا الرَّاكِبِينَ مِنْهُمْ لَكَ تَأْخِرُ أَعْظِمًا ۖ وَلَهْدَتْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا

اور بہت زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا ہے۔ اور یقیناً تم ہی تم کو اپنی جانب بڑا جوہر ہو اور یقیناً انکو سیدھے رستے پر چلا دے۔

اس فیصلے کو قبول کرنے میں کسی قسم کی غلی بھی سینہ میں نہ آئے پائے اور پوری تسلیم کے ساتھ فراموشی کر دیں۔ باہمی اختلافات کا اس لئے ذکر کیا کہ جو شخص اختلاف میں اپنے خلاف فیصلہ کو نہ صرف قبول کر لے بلکہ اس فیصلہ پر اس کا شرح صدر ہو جائے ایسا شخص ہر بات میں پوری پوری کر سکتا ہو۔ اور اگر عمری جھگڑے ہی بیان مراد لے جائیں تو بھی مطلب وہی ہو کہ جو کلمہ دنیا کے جھگڑوں میں دبی دعا علیہ و دونوں کا کسی کے فیصلہ پر شرح صدر ہو جانا سوائے اس کے نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے احکام کی دل میں مدد درج کی عزت ہو۔ گو یا وہ فرمایا کہ دین کے معاملات میں تو ہم پر رسول اللہ صلعم کی پیروی ہی لازم ہے۔ مگر اس پر وہی کو اس گناہ تک پہنچانے کی ضرورت ہو کہ اگر کوئی تیار دینوی جھگڑا بھی جھگڑا جھگڑے میں جو کچھ فیصلہ کریم صلعم کریں اس کو نہ صرف تم قبول کرو بلکہ یہ حال بھی تمہارے دل میں نہ آئے کہ تمہارے ساتھ کوئی ناپاکی ہوئی ہو۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ رسول اللہ صلعم کے فیصلے میں قیاس اور اجتہاد سے نہیں ورنہ ان کے متعلق اس بات کا مطالبہ نہ ہوتا کہ وہ اس میں بھی شرح صدر ہو اور ظاہر بھی تسلیم کر لیں اور نہ یہ آیت جائزہ دونوں احوال کے جھگڑوں کے متعلق ہو۔ بلکہ دینی احکام کے بارہ میں ہو۔ اور یہ بھی صاف ثابت ہو کر کہ کریم صلعم کا اجتہاد بعض انسانی قیاسات کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ ضرور ایک وحی کی روشنی تھی جس کو ہم وحی حقہ کہتے ہیں کیونکہ انکی وحی اس بارہ میں نہ جوتی تھی جس کی وجہ سے آپ ان فیصلوں میں قطعاً غلطی نہ کر سکتے تھے۔ ورنہ لایحید وافی انفسہم جو جہاں غلط فہم رہا جو ۱۱۵ احادیث میں آتا ہو کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے کہا کہ اگر ایسا حکم ہوتا تو ہم اس کی تعمیل کرتے۔ تو نبی کریم صلعم نے فرمایا لایمان انہی فی قلوب اہلہ من الجبال اللہ و امی دث، ایمان اس کے اہل کے دلوں میں مضبوط رہا اور سے زیادہ مضبوط ہو۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ خود شہادت دیتا ہو کہ تھوڑے ضرور ایسا بھی کرتے کہ لا یخلف من عباد اللہ علیک (النساء ۱۱۳) سے ثابت ہو کہ تھوڑے ہی اعلیٰ مقامات کو حاصل کیا کرتے ہیں تیسری بات جو مطلب ہے یہ کہ یہاں فرمایا ہو کہ اگر تم ہم پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل ہی کر دو یا اپنے گھروں سے غل جاؤ حالانکہ گھروں سے تو صحابہ کو گھٹنا چڑا۔ تو پھر ان لوگوں حکم کو ایک حکم میں رکھنے کا کیا مطلب ایک یہ کہ اپنے آپ کو قتل کر دو جو کسی نے نہیں کیا۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے گھروں سے غل جانا جو نام صالحین نے کیا۔ اصل بات یہ ہو کہ اقلندہ انفسک سے مراد بھی ایسا امر ہو جو اخذ جوامن دیا کہ رکھ کر صلح ممکن ہو یعنی دین کے لئے اس قدر قربانی کرنا کہ گویا انسان اپنے آپ کو اس راہ میں قتل کر دے کیونکہ اگر نہ صرف علی انفسل یا اپنے آپ کو قتل جوئے کیلئے پیش کر دینا یا اپنی جانوں کی پروا نہ کرنا گویا اپنے آپ کو قتل ہی کر دینا ہو۔ اس کا متعلق اوپر کی آیت سے یہ ہو کہ اگر وہی ایک حکم تھا ہر جہت حکم رسول اللہ صلعم کے فیصلوں کو قبول کرے اور کال طور پر آپ کی اطاعت کرے گا دیا ہو کہ یہ کہہ لیں ان بات انسانوں کا جو محمد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائیں یہ فرض ہو گا کہ امور دینی میں آپ کے فیصلوں کو قبول کریں اور کسی قسم کا شائبہ کاہت کا ان کے دلوں میں نہ آئے۔ بلکہ شرح صدر سے قبول کریں۔ تو اب فرماتا ہو کہ یہ حکم دراصل سخت نہیں انسان اپنے گھر میں رہ کر اپنے گلوں یا راکوں کو نام دیکر رسول اللہ صلعم کے احکام کی فراموشی کر سکتا ہو اس سے سخت متوہم ہو۔ جو انسان دین

اجتہاد نبوی میں غلطی

اسے بے یقینی کر دینے کے حکم سے مراد

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ ۖ
اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہو تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءَ وَالْقُرْطُبِيِّنَ وَحَسْبُ لَكَ رِزْقًا ۝

اور صدیقوں اور شہیدوں اور صلح لوگوں کے ساتھ اور یہ اچھے ساتھی ہیں ۶۸۶

کیلئے ایسے کام کہہ کر اپنی جان کی بردباری نہ کرے جو قتل نفس کے قائم مقام ہو۔ مثلاً اعدائے دین کے مقابلہ میں ہینڈ سے ہاتھ
پتیل نفس سے کم نہیں۔ اور پھر یہ سخت مقام ہو کہ دین کیلئے اپنے گھروں کو چھوڑ دو جیسا کہ صحابہ کرام نے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے
فرمایا جو کچھ قتل کام ہم نے سادہ امت پر ہمیشہ کیلئے فرض نہیں کر دیتے کیونکہ ان کے کھینچنے والی بھی قوت ہوتے ہی ہوتے ہیں۔
اُن سب لوگوں کو ہمیشہ کیلئے ہم یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ دین میں رسول اللہ صلعم کے فیصلوں اور آپ کے احکاموں سے باز
قدم نہ کریں۔ اپنے کاروبار دنیا کو بھی مرنے کو ہم اپنے گھر میں ہی رہیں۔ اور ساتھ دین کی حد و دو کو بھی نگاہ نہ کریں +

لواہم صلحا اور صلحوں بہ میں یہ بتایا جو کہ اگر وہ اطاعت رسول ہو سے طر کر کرے تو یہ ان کی وہ فوٹو طر کرے کہ جو
ہوگا۔ دنیا میں بھی ان کی بہتری کا موجب ہوگا اور ایمان میں بھی وہ مضبوط ہونگے اور ثابت قدمی میں ہوتی رہے گی۔ یا آخر
میں ان کی بھلائی کا موجب اور دنیا میں ان کی ثابت قدمی کا موجب ہوگا۔ اس سے یہ نشا نہیں کھٹکتی دین کیلئے اپنے
آپ کو قتل تک کیلئے پیش کرنا یا اپنے گھر کو چھوڑ دینا کسی پر بھی فرض نہیں بلکہ اس میں ایک پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ وہ حالات
دنیا میں پیدا ہو جائیگے کہ ہجرت یعنی وطن کے چھوڑنے اور دین کی حفاظت یعنی جان و دین کے لئے ضرورت پڑے گی۔ سوائے
خاص صورتوں کے جو ہم کے حکم میں ہیں یہی وجہ ہو کہ حدیث میں بھی آتا ہوا ہجرت بعد الفتح +

صدقین

۶۸۶ صدیقین صدیق صادق سلف کا صیغہ ہے اسی لئے اس کے اہل سختی ہیں راستی میں کمال کو پہنچا ہوا دل اور اہل نام و نسب
کئے ہیں کہ صدیق وہ جو اس کا صدق کثرت سے ظاہر ہو۔ اور کہا گیا ہے بلکہ صدیق وہ ہے جو بھی جھوٹ نہ دے اور کہا گیا ہے
بلکہ وہ جس کو اس قدر سچ بولنے کی عادت ہو کہ جھوٹ اس سے کبھی سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور بعض نے کہا ہے وہ شخص جو اپنے
قول اور اعتقاد دونوں میں سچا ہو اور جس نے اپنے صدق کو اپنے فعل سے سچ ثابت کر دکھایا ہو۔ یہ تو اس کے عام معنی ہیں
اور اصطلاح شریعت میں ہر ایک شخص جو ہر ایک اللہ کے حکم کو سچا مان لے اور اس میں سے کسی کے بارہ میں اس کے دل میں
کوئی شک واقع نہ ہو اور نہ ہی کہ مصلح کی تصدیق کرے وہ صدیق ہو دل، پس عام معنی سے یہ انتقال خاص معنی کی طرف
یوں ہوا کہ ایک شخص اس قدر سچ بولے کہ عادی ہو کہ نہ صرف اس سے اپنی ذات میں کبھی کوئی جھوٹ سرزد نہیں ہوتا بلکہ جبراً
اس کے سامنے آتی ہو تو اس وجہ سے کہ اسے صدق کے گویا ایک قدرتی خلق ہو کہ اس راستی کو فوراً پہچان لیتا ہو اور
کسی دلیل کا محتاج نہیں ہوتا۔ اصطلاح شریعت میں یوں کہنا چاہئے کہ نورانی انسان میں اس قدر غالب ہوتا ہو۔ یا ایمان کے
لحاظ سے وہ ایسے کمال کو پہنچا ہوا ہوتا ہو کہ راستی سے اس کو ایک قدرتی خلق ہو جاتا ہو جس صدقیت کا مرتبہ حقیقت کمال
ایمانی کا مرتبہ ہو +

شہیدین

شہیدان شہیدان مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی وہ کمال علم رکھنے والا جو اس علم کو بیان کر دے یا ظاہر کر دے گویا شہید کمال کا
علم کچھ صلیح صدیق کمال بظاہر ان کے ہونے لگا گیا ہو کہ شہید مرتبہ علم میں مقدم ہے اور مرتبہ ایمان میں متاخر ہے۔ صدیق تو ایمان میں مقدم
میں متاخر ہے اور شہید بظاہر صلیح ہے اور شہید حقیقت قرار دیا گیا ہو کیونکہ کمال ایمانی کے لحاظ سے ان کا مرتبہ صلیح ہے اور

۴. ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ عِلِيْمًا ۝

یہ فضل اللہ کی طرف سے ہو اور اللہ کافی جاننے والا ہو

اور حضرت عمر کو شہید کیا مگر کمال علمی کے لحاظ سے ان کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہو

صالحین۔ صالح کا مادہ صلح ہوا اور صلاح۔ فساد کی ضد ہو۔ کثرت استعمال میں وہ افعال سے مخصوص ہیں، غ، ا، و، قرآن کریم میں بکرات امتداد علماء الصالحات کہ صلاح کو عمل سے وابستہ کیا ہو۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ صالح کمال عمل سے وابستہ ہو اس لئے بعض نے ولایت کو صالحیت کا مقام قرار دیا ہو۔ اور اس کا مدار حضرت علی کو تھرا ہوا ہو

دقیقہ۔ (دقیقہ بمعنی نرمی سے) وہ جو نرم سے نرمی کرے۔ بالخصوص وہ شخص جو سب سے سستی پر دل ہو

اس سارے رکع میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی اطاعت پر ہی زور دیا ہو۔ اطاعت ذکر کرنے والوں کو ساقی قرار دیا ہو۔ اور اس اطاعت کرنے والوں کے اجر پر اس کا خاتمہ کیا ہو۔ اور فرمایا ہو کہ جو لوگ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ ہونے جو بڑے بڑے انعامات کے وارث ہوتے ہیں۔ اور وہ بڑے انعام پانے والے کوں ہیں جو نبوت کے مقام تک پہنچاتے تھے ہیں، اور کمال ربانی کو حاصل کر لیتے ہیں اور کمال علی کو حاصل کر لیتے ہیں اور ان لوگوں کو باہل فرمایا کہ اطاعت رسول سے انسان کو کمال انسانوں کی رفاقت حاصل ہو جاتی ہو گو وہ خود کمال کو پہنچے یا نہ پہنچے اور اس میں کیا شک ہو کہ کمال ربانی اور کمال علی اور کمال علی کو حاصل کر لے تھے وہ ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں جو بطریق حق کے اشتغال اور کرداروں کے با دیگر حالات کے کمال کو نہیں پاسکتے یہ اللہ تعالیٰ افضل ہو کہ ایسے لوگوں کو بھی جنہوں نے حتی الوسع نبی کریم صلی علیہ وسلم کی اطاعت کی ہو کوشش کی ہو مگر انہوں نے ان کمالات کو حاصل نہ کیا ہر ان کمالات والوں کی رفاقت عطا فرمائی۔ چنانچہ قرآن کریم کے اسے الفاظ اس پر شاہد ہیں۔ اول محبت کا ذکر کیا پھر حسن اولئک دبیقا کہ تبارک بالکن کی الفاظ ان کو کہے۔ اور آخر آیت میں فرمایا ذلک الفضل من اللہ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہو کہ صرف اطاعت پر ہی اتنا بڑا اجر عطا فرمایا۔ اور پچھلی آیت کا مضمون بھی ایسی چاہتا ہو

احادیث کو دیکھا جائے قرآن سے بھی ایسی مضمون کی تائید ہوتی ہو چنانچہ ترمذی نے روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا التجار الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء واما جصاصی امین خیر صدیقین اور ترمذی نے روایت کی ہو کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نبی بن جاتا ہو اور صحیح حدیث میں آتا ہو کہ نبی کریم صلی علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق روایت کیا گیا ہو ایک قوم سے محبت کرتا ہو اور ان میں لائیں یعنی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا الما نعم من احب آدمی ان کے ساتھ ہو گا جن سے وہ محبت کرتا ہو (د) اور اس سے ایک روایت میں یحیٰی لاجب (رسول اللہ صلی علیہ وسلم واجب آیا ہو وہی رضی اللہ عنہما وادجوا ان اللہ یعیشی معہم وان لعل اعلیٰ کلہم (د) میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور اگر وہ در عرضی اللہ سے محبت کرتا ہوں اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ ان کے ساتھ مبعوث کرے گا گو میں نے ان کے سے عمل نہیں کئے۔ اور ایک حدیث میں ہو کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے جنت کے بعض اعلیٰ منازل کا ذکر کیا تو صحابہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ انبیاء کی منزلیں ہیں جن پر ان کے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا تو آپ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ (د) حال امتنا باللہ وصدق المہملین (د) قسم ہو اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہو وہ لوگ بھی (د) کو حاصل کر سکتے ہو اللہ پر ایمان لائے۔ اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی اور ایک حدیث میں ہو کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلایا تو فرمایا اس نے عرض کیا کہ اب تو تم صبح شام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں آپ کے چہرہ کو دیکھتے ہیں تاکہ آپ کے ساتھ بیٹھیں

دقیقہ

رسول کی اطاعت سے
شروع ہونے کی رفاقت
مندی ہے

احادیث کی شہادت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذُوا حِذْرَكُمْ

۴۱

۱۔ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنا بچاؤ کا سامان لے لیا کرو

ع

حضرت محمد ﷺ
سیدنادنیا میں ہر جہاں
نہایتاکتاب کا کمال حد
ت

لیکن بعد وفات آپ اعلیٰ مقام پر پہنچے جہاں ہم نہیں پہنچ سکیں گے تو یہ آیت نازل ہوئی ۴

ہیں یہ تو صاف ظاہر ہو کہ بیان تکلیف کی رفاقت اور صحت کا ذکر ہو۔ رہا یہ سوال کہ آیا یہ رفاقت محض آخرت کیلئے ہو یا دنیا میں بھی اس سے کچھ نہ ملتا ہو۔ مسلمان ہونے کے بعد وہ دنیا کی رفاقت کا وعدہ دیا جو ان کو کسی دوسری زندگی میں اس عالم میں بھی پورا کر دیا ہو۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں کہ مومنین کو اس دنیا میں بھی کچھ خدا ان کے لئے عطا فرمایا ہو لیکن اس پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہو کہ جس صورت میں مومنین کو ایسا حظ ملتا ہو تو کیا وہ نعمت علیہم میں داخل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید اور صلہ بن جاتے ہیں یا نہیں؟ صالح کے مرتبہ پر ایک مومن کا پہنچ جانا اس سے تو قرآن شریف بھر پورا ہو شہید اور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ پر پہنچ کر بھی بہتری آیت شاہد ہیں۔ جیسے فرمایا انکو واشهداء علی الناس ویکن الوسیط علیک شہیدان البقیۃ (۱۴۲) والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم الخ (۱۵) لیکن بذریعہ ایمان بذریعہ اطاعت بذریعہ اعمال صالحہ کسی کا نبوت کے مرتبہ پر پہنچ جانا اس کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ملتا۔ بلکہ رسالت کے متعلق فرمایا اللہ اعلم حیث یجعل رسلہ (۱۲۵) اللہ خود بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں رکھے۔ صلیقیہ کا مقام شہادت کا مقام۔ صالح کا مقام یہ سب والذین جاہدا فینا کے تحت انسان کی کوشش اور سعی سے مل جاتے ہیں۔ جیسا کہ والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم سے صاف ظاہر ہے۔ ایمان جب اپنے کمال کو پہنچتا ہو تو وہی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہو۔ ایمان کے لئے اس سے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔ کتاب کا کمال انسان کا صلیقیہ کے مرتبہ تک ہی پہنچتا ہو جیسا کہ خود اس لفظ صلیقیہ میں بھی ہے دیکھا ہو کہ یہ کمال ایمان پر ولادت کرتا ہو۔ نبوت اگر کوئی کمال ایمان کا مرتبہ ہوتا تو اس کا ذکر قرآن شریف میں ہونا چاہئے تھا کسی حدیث میں ہونا چاہئے تھا۔ مگر نہ قرآن شریف نے کہیں فرمایا کہ مومن جب ایمان میں ترقی کرتا ہو تو یہ نبی بنایا جاتا ہو۔ کسی حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہو۔ ہاں قرآن کریم یہ ضرور فرمایا کہ لکم البشری فی الحیوۃ الدنیا (نوش ۶۴) مومنوں کو اس دنیا کی زندگی میں بشائیں دی جاتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ تنزل علیہم المظللۃ (حلم ۳۰) کہ ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہو کہ یقیناً من الذبوعۃ الالمیسات نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر بشرات اور دوسری حدیث صحیح میں ہو کہ تقدار کان فی من کان قبلکم وحوالہ یجلبون من غیر ان یکونوا انبیاء فان ینک فی امتی اخذ فجہا ترے پہلے لوگوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے کہ جن سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا تھا گو وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ میری امت میں اگر کوئی شخص ایسا ہو تو مجھ کو پس معلوم ہوا کہ نبوت کا ایک جزو نبوت کا ایک رنگ یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کلام ہونا اس کا جو وہ اس امت میں قرآن و حدیث سے ثابت ہو۔ یہی وجہ ہو کہ اس پر قرآن قرآنیت کا اتفاق ہو کہ نبوت اپنے نوعی معنی کی رو سے یعنی محض خدا سے کلام ہونے کے معنی میں تو اس امت میں جاری ہو مگر نبوت اپنے خاص یا اصطلاحی معنی میں مسدود ہو۔ چنانچہ روح المعانی میں ہر ان النبوة عامۃ وخاصۃ والشی لا ذوق لہم فیہا فی الخاصۃ اعنی نبوة التشریع وحی مقام خاص فی الولاية واما النبوة العامۃ فیہا مسقطہ سادۃ فی الکابر الیما غیر منقطعة دنیا و آخری یعنی نبوت عام ہو اور خاص۔ اور وہ جس میں اس امت کیلئے ذوق نہیں وہ نبوت خاصہ جو یعنی تشریف نبوت اور وہ ولایت میں مقام خاص ہو اور نبی نبوت عامہ سو وہ اکرامت میں جاری و ساری ہو اور دنیا و آخرت

اس امت میں نبی
بشرات یا نبی
اپنے معنی میں

۵۰. وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور

بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا ۶۹

۶۹. مَا لَكُمْ لَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمُ أَهْلُهَا

اور تمہیں کیا دفعہ ہو کہ تم لشکے سے میں جنگ نہ کرو اور کمزوروں اور عورتوں اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں

وَأَجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝

مال غنیمت کی وجہ سے
کرنے والے جنگ

مستضعف

ولید

جنگ کی ضرورت

هذه القرية اشاره الى مكة التي كان فيها المشركون واليهود والذين كانوا يظلمون المسلمين في مكة
کے جہت ذکر کرتے تھے۔ کہ یہ مکہ کا علاقہ تھا۔
اس آیت میں بتایا ہے کہ جنگ کرنے کی بڑی بھاری ضرورت کیسے۔ سوا دل تو اس کو فی سبیل اللہ لکھ

الَّذِينَ آمَنُوا يَتَّقُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُبْقَاتُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ

جہان لانے والے اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور کافروں کو دھمکتے ہیں اور دوسری طرف

الطَّاغُوتِ فَتَاقِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا

جنگ کرتے ہیں پس تم شیطان کے مددگاروں سے جنگ کرو شیطان کی جنگ یقیناً کمزور ہے ۱۶۳

بتایا کہ جنگ کی ضرورت دین الہی کی حفاظت ہو کیونکہ مخالف اس کو تلوار سے ٹیٹ ڈباؤ کرنا چاہتے تھے اور دوسری ضرورت یہ تھا کہ اگر دوسری طرف نیچے اہل کسے دکھاتا رہے ہیں اور ان کا ظلم ہو رہے ہیں اور وہ اس قابل نہیں کہ ہجرت کر سکیں حضرت ابن عباس کی روایت بخاری میں ہے کہ میں اور میری ماں مستضعفین میں سے تھے۔ سلمہ بن ہشام۔ ولید بن ولید اور ابو جندل کے نام بھی بعض روایات میں آئے ہیں وہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر کس قدر ظلم تھا کہ باوجود کہ ان کا بیشتر حصہ اب مدینہ میں جا چکا تھا مگر بھی بعض کمزور لوگ یا عورتیں یا بچے رہ گئے تھے۔ وہ بھی ان کے ظلم کا تجربہ کر چکے تھے۔ ولی اور انصاری کے الگ الگ نسخے میں یہ فضا معلوم ہوتا ہے کہ ولی تو محض حفاظت کے لئے بکار ہوتا ہے۔ مدینہ مدینہ سے جو دور دس کھلم سے ہیشہ کے لئے چھڑا دے۔ جیسے وانضما علی النعمان الکافرین سے ظاہر ہے بعض کے نزدیک ولید سے مراد ولایت اور نصیر سے مراد نصرت ہے۔ اور جناب الہی سے ولایت و نصرت مانگنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود ولی و ناصر ہو +

ولی اور ناصر

۱۶۴۔ یہاں مسلمانوں اور کفار کی افواض جنگ کا قطعی فیصلہ کیا ہے۔ مومن اللہ کی راہ میں جنگ کہتے ہیں لیکن اندکسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لئے جو شخص خدا کی راہ میں جنگ کرے گا وہ بھی جنگ کے ذریعہ سے کسی پر ظلم کرنا نہ انہیں رکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سب مخلوق کو یکساں مقرر فرماتا ہے اور یکساں حقوق اس نے سب کو دیے ہیں اس لئے جو اس کی راہ میں جنگ کرے گا وہ دوسروں کے حقوق کو دبا دے گا۔ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے خدا کی راہ میں جنگ کرے گا والا کسی فساد کی خاطر جنگ نہیں کر سکتا۔ طاغوت کے معنی یہی گمراہی کرنے والا یا مہذبوں سے ٹھٹھنے والا ہیں۔ اس لئے یہاں فی سبیل الشیطان نہیں فرمایا بلکہ فی سبیل الطاغوت فرمایا۔ حالانکہ ساتھ ہی دوسری جگہ بتا دیا کہ اولیاء الشیطان اور کید الشیطان کے لفظ استعمال فرمائے ہیں۔ گو باہر افواض اور شیطان سے ایک ہی جو یکم فی سبیل الطاغوت کہنے میں اشارہ ہے مگر کافر بندہوں سے ٹھٹھنے کے لئے زیادتی اور ظلم کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ گو یہ ان کی غرض جنگ سے پہچاننے کو فی تعلیف پیش نہیں آتی جس کے دور کرنے کے لئے جنگ کرتے ہوں۔ بلکہ ایک امن سے رہنے والی قوم پر ظلم اور زیادہ کرنے کے لئے جنگ کرتے ہیں +

اس آیت میں یہ پیش گوئی صریح الفاظ میں ہے کہ کفار جنگ میں مغلوب ہونگے۔ کیونکہ آخر یہ فرمایا کہ شیطان کی جنگ کمزور ہے کید کے لئے دیکھو کہ کفار کا سخت غلبہ تھا بلکہ سارا ملک ہی مشغول ہوا تھا۔ یہی مسلمانوں کے خلاف تلا ہوا تھا پس یہاں شیطان کی جنگ کو کمزور کہنے سے اس کے انجام کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ یعنی انجام کمزور ثابت ہوگی۔ اس میں یہ بھی بتایا کہ ظلم اور زیادتی اگر غالب بھی ہوں تو چند روز کے لئے ہوسکتے ہیں +

مسلمانوں اور کفار کی افواض جنگ کا مقابلہ

کفار کی مغربیت کی پیش گوئی

२३

عزیزت جنگ اور
مناظروں کا وسیع

ۛۛ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ اَيْدِيَكُمْ وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَقَالُوْا لَنْ نَّبْرُقَ بِهٰذَا ۚ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الرَّسُوْلُ ۗ

کیا تو نے ان کے حال پر غور نہیں کیا جنکو کائنات پر حق تعالیٰ نے رکھ دیا اور ناز کو قائم کر دیا اور زکوٰۃ دو سو سال پہر جب ان کو شک

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فُرِقَ مِنْهُمْ يَحْشُونَ النَّاسَ كَحَشْيَةِ اللَّهِ وَأَشَدَّ حَشْيَةً ثُمَّ قَالُوا

خزہ دہی بھرائی گئی تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے اسٹوے ڈنکا ہاتھ بکواس سے بھی بڑھ کر اور بڑے

رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ

۱۔ ہمارے بپ تو نے ہم پر جنگ کرنا کیوں ضروری ٹھہرا کیوں ضروری مدت تک ہم کو

۱۹۳ اس رکھ میں یہ ذکر ہے کہ منافق لڑائی میں بھگتے سے ڈرتے ہیں۔ باہتوں کو روکنے اور ناز کو تھام کر لے لاکھ کر تو مانتے ہیں جس کا رد ہے۔

یعنی سب مسلمانوں کو گردنے والا اور باتیں بنانے والا کردہ مسلمانوں کا نہیں بلکہ منافقوں کا ہے اور ان کو فریقِ منہم اس لئے کہا کہ بظاہر

منافق مسلمانوں کے اندر یہی طے ہوئے تھے۔ لوگوں سے اس طرح ڈرنے والے جیسے خدا سے ڈرنا چاہئے متعلق دنیا کی آرزو کرتے والے

بھارتیت ان کے راقوں کو مشورہ کرنے والے۔ مومن نہیں ہو سکتے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ انھوں کو روک رکھو۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نور محمد حکیم کا کہ جنگ دشمن جنگ میں، ابتدا نہ کرے اس وقت تک جنگ نہ کرے۔ اس نے جنگ دشمن نے پہل نہیں کی آپ کی بھی ابتدا

مئی کے جنگ نہ کی جائے۔ اور اس کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ کا حکم لانے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ جنگ اسلام کی اصل غرض نہیں بلکہ

ضرورتِ دقتی ہے اور اصل غرضِ حصر کیلئے نہی آتا تاہم تکمیلِ نفسِ انسانی ہر اس لئے جن باتوں سے تکمیلِ نفسِ انسانی ہوتی ہے انہیں اختیار

کسا جائے یعنی نماز کا قضا اور زکوٰۃ کی ادائیگی جنگ سے رکمنے اور نماز و زکوٰۃ کا حکم دینے کا اکتھا بیان کر کے یہ تادیب کا انسان کیلئے دوا بنانا

ایک عوامی جلسہ، در اخلاقیات و تربیت کے لیے۔ ان میں جادو صلاخیز، مقدم ہوئے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت

وقت ہی نہ دے گا۔ ہم پر تو واجب ہے کہ صلا، خیر کے حادس کا مصاب ثابت کر دیا۔ نماز با عبادت سے انسان کے اندر جو

[illegible]

اور کسی سے اسکا چہرہ نہ تھا۔ اس کی ہر حرکت پر سب کے دل جھڑپا کرتے تھے۔ اس کی ہر بات پر سب کے دل جھڑپا کرتے تھے۔ اس کی ہر بات پر سب کے دل جھڑپا کرتے تھے۔

کتابت: ۱۳۰۲ هجری قمری

[illegible]

دوبوں کے ٹھکانے اس ناول کی جیسی اصلاح کے خروم ہیں وہ دیوانہ جیوانی کے بن کر نہ بچیں احادیث و روایات میں ان کے حکم کے

جو سیکھے اور وہ علوم و فنون کے دلوں میں ان کی کوئی عرت ہو کسی عزیزین مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے احسان اور مہربانی کی جانب سے

معاذ اللہ! کو دنیا میں اعلانِ علم بنانا کتنا اچھے پہنے ان کے بری اور مردی نے اعلانِ توکل اور لہجہ پایا اور اب صاحبِ برداشت کرے کہ اس

خدا تعالیٰ کی عبادت اور انسانوں کی ہمدردی کر کے ان میں رُحی اور کُتبی کے احاطہ کمال کو پہنچنے سے پہلے جب کہ ان کی عبادت و رُحی میں ہیں۔

سپاہی کو جب لیلیٰ تیار کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ناز اور نزولۂ کو ضروری ٹھہرایا لیج جو لوگ قوم کو دولت کی حالت سے کام لیا جائے ہیں

ان الفاہیں صحیح ہدایت موجود ہو، اگر وہ غور کریں، جن میں حاصل سہولت کے لیے چھپنا، اور اصل غرض کو جو اقامت ملوثہ اور مذکورہ کا دینا تھا، ایسا ہی

دُنیا کو ان باتوں کا تقیر دے دو اور پھر دوسری نام بھی نہ آئے اس میں اور پہلی جاہز پر پڑی ہر فرقہ کی پیردی میں اسلام کی دوسری میل میں انسانی ہر کے لئے

جنگلی ستون میں ناناوند کوڑا جو سب سے پہلے ان کی تیراکی کا شہیر کرنا اس کا قدم صحیح تھا، پڑھیں اور ناناوند کوڑا سے غفلت قوم کو مٹی مناسبت کیا اس کے باہر سے گئے دی

۱۹۴ بحشیۃ اللہ میں معصی کی اضافت اصول کی طرف ہی یعنی جس طرح ایک مومن خدا سے ڈرتا ہو کہ اگر اس نے بدی کی اس کو ترک کیا

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝

کہ دنیا کا سامان تمہارا ہر
اور ماتحت اس کیلئے بہتر اور تمہاری کہلے اور تم پر ذرہ بھی ظلم نہ کیا جائیگا ۶۹۵

۷۸ اِنَّ مَا تَكُونُوا لَكُمْ رُكُومًا وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ رُوحٍ مُّشْتَبِهَةٍ

جہاں کہیں تم ہو گے موت تمہیں آئے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو ۶۹۶

تو انعام بلا کثرت ہے یہی طرح یہ سناقت لوگوں سے خائف تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اذیتیں پہنچا رہے تھے، کیونکہ ان کے لئے خوف اور ہرجا دونوں میں یعنی اگر وہ ایک طرف ہری کی بلا کثرت سے خائف ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت پر بھی بڑی امیدیں رکھتا ہے، مگر منافقوں کے لئے سوائے خوف کے کچھ نہ تھا اس لئے وہ ان کا خوف بڑھا ہی جاتا تھا کاج مارے گئے یا بل، اسی کی طرف اشارہ ہے جو فرمایا بحسبوت کل صحیفۃ علیہم (المنا فہو ۶۰) +

جب ہم دلی اور محبت کے اخلاق مسلمانوں کے اندر خوب پرورش پائے اور مصائب کی ہل میں وہ خوب پس کر ایک کمال انسانی کو حاصل کر چکے تو اب وہ وقت آگیا کہ جنگ ان کیلئے ضروری ٹھہری گئی، کیونکہ اب کفر سے اسلام کو نیت و بناؤ رکھنے کیلئے تلوار اٹھانے میں آٹھالی، مگر ایک گروہ ایسا بھی تھا جو دشمن کی قوت کو دیکھ کر اس سے مرعوب تھے اور مرعوب ہی اس قدر کہ وہ سمجھتے تھے کہ اب دشمن ہم کو باطل تباہ ہی کر دے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کی قوت کس قدر تھی، اور ایسے حالات میں مال نیست کے قریب سے مسلمانوں کا جنگ کرنا محض ایک کمائی ہے جس کی ذمہ بھی اہلیت نہیں۔ مال نیست کیا یہاں تو جان بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی +

۶۹۵ اس حصہ میں بتایا کہ حق کی حفاظت اور حمایت کے لئے شہرے مرعوبانہ ذلیل زندگی سے بہتر ہے جس میں صرف یہی خوف ہو کہ دنیا کا کچھ مال کیا جائے۔ حفاظت حق کے سامنے مال دنیا کی کچھ عزت نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ ظلم نہیں ہو گا یعنی جو کچھ دنیوی آرام یا مال یا سفاد حق کی خاطر ترک کر دے تو وہ قربانی ضائع نہ ہوگی +

۶۹۶ بوجہ بیچ کی بیچ ہے اور وہ عمل میں ہر ظاہر موقع کو کہا جائے اور شہر کے بیچ اس کے قلعے ہیں جو شہر کی تحصیل پر بنائے جاتے ہیں اور اس میں جو بوجہ کا ذکر ہے والسماء کو ذات البرج (البرج ۱۰) جعل فی السماء بروحاً (العنقا ۱۰) اور تو کو ایک بیٹی تارے ہیں، اور تصدیقاً علی کوی بیچ کہ بلا موت، اسی مادہ سے حیات کا نتیجہ اپنے فاس کو ظاہر کرنا ہے۔ یہاں بوجہ سے مراد قلعہ ہیں (ت) +

مشیدہ۔ مشیدہ سے جس کے معنی ہیں ہر ایک چیز جس سے دیوار زمین کی جاسے جو ذہور یا پتھر اور تشید البناؤ سے مواد حیات کا مضبوط کرنا اور بلند کرنا ہے (ل) دوسری جگہ قصص مشیدہ (الحج ۳۵) آتا ہے اور وہ واضح کیلئے ہو (ل) +

یہاں لڑا اچھڑنا کا جواب دیا ہے اور وہ عام الفاظ میں یونانی اگر کیجیے مرنے سے بھی جاؤ تو آخرت کو تو نہیں بچ سکتے خود زندگی کے لئے کتنی ہی حفاظت کے سامان بنا لیا جی کہ بڑے بڑے مضبوط اور بلند قلعوں میں پناہ گزین، ہر جاؤ اس کا بیڈنا نہیں کہ زندگی کی حفاظت نہیں کرتی جانتے۔ زندگی خدا کی دی ہوئی ایک نعمت ہے اور اس کی قدر کرتی جانتے۔ مگر تقویٰ یہ ہے کہ وہ فاضل اللہ تعالیٰ نے انسان کے ذمہ ڈالے ہیں ان کی ادائیگی کے لئے بڑی سے بڑی نعمت آئی کہ بھی تو ان کو دے کر ان کی ادائیگی کے وقت موت سے خائف ہر نام ہستی اور نامروی ہے +

مشیدہ۔ مشیدہ

نوعی کی، دینی
موت سے خائف
مذہب

وَأَنْ تَصْبَهُمْ حَسَنَةً يَقُولُوا هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَأَنْ تَصْبَهُمْ سَيِّئَةً يَقُولُوا

اور اگر ان کو بھلائی پہنچے کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو دکھ پہنچا تو کہتے ہیں

ہَٰذَا مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ

یہ تیری وجہ سے ہے کہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے ہر چہ ان لوگوں کو کیا ہو اگر کہ بات

۹ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ۝ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ

سمجھا ہی نہیں چاہتے ۱۹۹ آیت انسان جو کوئی بھلائی کئے پہنچتی ہو سودہ اللہ ہی اور جو دکھ

مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا

پہنچتا ہے سودہ تیری اپنی وجہ سے ۲۰۰ اور نہ رسول! ہم نے تجھے سب لوگوں کی بھلائی لینے رسل بنا کر بھیجا کہ

۱۹۹ حَسَنَةً أَمْ رَأَيْتُ لَكَ خَيْرًا ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ

جب جنگ اُٹھیں تو غلبہ پہنچے تو سنا حق سے کتنا ستر چا گیا کہ یہ نبی کو ہم صلح کی سوادہ جبر سے ہو کہیں باہر بھیجے صاف لگا اس کی

اہل و رسول اللہ صلح کی نافرمانی تھی۔ انہوں نے آنحضرت صلح کی نافرمانی کیلئے ایک راہ نکال لی تھی۔ چنانچہ جنگوں میں ہی باغ و تیر مارا۔

کہ وہاں دشمن کو قوی اور جبر دست دیکھا وہاں پیچھے ہٹ کر وہاں مقابل پر دشمن کمزور ہوا آپ ہی قدم آگے بڑھ کر حکم کرنے لگے جہاں کیانی

اور کچھ اہل لگ گیا۔ بعد ازاں یہ اللہ کی طرف سے جو حکم تھا وہی اللہ دوسری جگہ حضرت کو کے ذکر میں ہوا (الاحزاب ۱۱۳) کہ جب نعمت تیرے

ہوتے ہیں تو کہنے میں لٹا دینا یہ ہمارے لئے ہے ہماری کہ خدا میں یہی مطلب یہاں ہے اور وہاں کچھ تعلیم پہنچے سے رسول اللہ صلح کی طرف سے

کہ یا جیسا حضرت نے ہی کے ذکر میں کر دیا وہ اس کے ساتھ میں پر جب تعلیم آتی طبع و ادب و جوش و من معہ لایا احزاب ۱۱۳۰ فرمایا کہ

ہو یا کچھ تعلیم ہو سب کچھ اللہ کی طرف سے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہی ہو جیسا حضرت کوئی کی حد سے جواب میں فرمایا انا طاعتہم

عند اللہ جس سے مراد ہو کر یہ ان کے اپنے فیرو تیری وجہ سے ہی یعنی اپنے اعمال سے کہیں نہ جو دکھ انسان کو اپنے اعمال کی وجہ سے پہنچتا ہے

وہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء قدر سے ہی ہیں، ہی کی زیادہ تھیں، اچھی آیت میں فرمائی ۴

۲۰۰ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ وَمِنْ عِنْدِ رَبِّكَ سَوَادٌ مِثْلُ بَضَرَتَيْنِ ۚ

۲۰۰ اور اللہ سے حق کیا کہی کہ اللہ تعالیٰ سے ہی پر پڑا ہوا جو اللہ کی رضا اس کے حکم سے ہیں ماوراء من عند اللہ عام پر کچھ

قضاء و قدر یہ وہ نتیجہ اللہ کی رضا سے راجع ہوا اسکی نافرمانی سے اور وہ خدا کے حکم کا حکم یا جو اس کو سننا یا جو وہ سے عند اللہ تعالیٰ

پہنچتی آیت میں فرمایا قاتل من عند اللہ سب کچھ اللہ کی قضاء و قدر سے ہیں سب کچھ اللہ کی رضا کے مطابق نہیں بلکہ یہاں فرمایا ما اصابت من

من اللہ کی رضا اللہ کی رضا تو یہی کہ انسان کو حد سے پہنچا دینے یا جو دکھ پہنچا دینا وہ انسان کے ہی اعمال کی وجہ سے ہو جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا

اصابکم من مصیبة فاجتنبوا علیکم (الطہ ۱۳۰) اور فرمایا جو دلچسپی عبادہ الکفر والزندہ ۶۰) وہ اپنے بندوں کیلئے کہ پرہیزگاری میں

لو کہ خدا قدر یہ کہ کہ کا ذکر میں پرچس راہ پر اللہ تعالیٰ انسان کو کچھ کامیاب کمال حد سے پہنچا دینے یا جو اس کو ہلکا انسان کو کچھ کمزور پہنچا دینا

وہ تعلیم جو انسان ایک فرض کے حصول کے لئے آٹھا تا ہی یا جو من اللہ کی ماہی خوش دلی سے آٹھا تا ہی وہ سلیطہ میں داخل نہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم، امتحان میں کامیاب ہونے کیلئے یا ایک شخص کا سادش کیلئے نعمت اور ضروری کرنا مسیبتہ میں داخل نہیں ۴

من اللہ اور علی

صلح، در دیکھ

کی طرف سے ہوا

وَكُفِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ كُفِيَ قَمًا ۝

اور اللہ کا گواہ ہی ۶۹۹ جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہو وہ یقیناً اللہ کی اطاعت کرتا ہو اور جو بھڑکے تو ہم نے

اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝ وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۝ وَاِذَا رَزَوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ ۝

تجوار پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا جنٹ اور کہتے ہیں اطاعت قبول ہی مہربان تیرے پاس سے نکلے ہیں ان میں سے

طَاعَةٌ ۝ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي يَقُولُ ۝ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۝ فَأَعْرِضْ ۝

ایک گروہ رات کو ان کے خلاف مشورہ کرتا ہو جو کہتا ہو اور ان مشورہ کو محفوظ کر لیتا ہو یہ بات کو کہتے ہیں سران کا کچھ خیال

عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفِيَ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝

ذکر اور اللہ پر بھروسہ کر اور اللہ کافی کارساز ہے علی

۶۹۹ اس پہل بات کی یہاں تائید کی۔ اسی لئے رسول بنا کر بھیجے گا ذکر کیا تو اللہ اس میں فرمایا بلکہ لئلا من فرما یہی

لوگوں کی بھلائی کے لئے جس میں رسول کی اطاعت میں لوگوں کی بھلائی ہے۔ اللہ کا گواہ ہے کہ یہی نتیجہ ظاہر کرے گا کہ یہی

اس کے احکام کی فرما رہا رہی میں تمہاری بھلائی ہو *

۷۰۰ حقیقت۔ حفظ نشان کی ضد ہو اور اس قوت کے استعمال پر بھی یہی لفظ بولا جاتا ہو اس لئے اس کے معنی تہد اور قدامت

کے ہوتے ہیں (۱) اور یہاں رسول کے حفظ نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کا کام نہیں کہ لوگوں سے اطاعت کا بھی لے یا ان کو ممانی

یا دلوں میں پڑنے سے بچا بھی ہے *

اس آیت میں باطل صاف کر کے بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی ہی اطاعت ہے پہلی آیت میں

اَطِيعُوا اللَّهَ فَطَاعُوا رَسُولًا ۝ اور یہاں من یطیع الرسول لکھ کر واضح کر دیا کہ رسول سے مراد خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ اور اہل قرآن کی اس تفسیر کے لئے کہ رسول سے مراد رسالت جو یہاں گنجائش باقی نہیں۔ اور آپ کی اطاعت ضرور

ہے اور اسی اطاعت کا ذکر ہے اس مرتبہ میں جو اور گروہ یہاں ذکر چکے ہیں جو سے منافق دل چراتے تھے کہ حکم عام ہے

رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت لکھ کر بتا دیا کہ جو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی ہوتا

ہے خواہ وہ بات اللہ تعالیٰ نے یہاں یہاں کہ رسول پر نازل کر کے یعنی وحی متلو ہو یا آپ کے دل میں ڈال دے یعنی

وحی غیبی ہو *

۷۰۱ بقیہ بات کے معنی میں رات کاٹی اور بیٹہ کے لئے دیکھو ۷۰۱ اور بیٹہ کے معنی میں رات کے وقت دشمنی کا قصد

کرنا یا ایہم باسباباً تا (الاعراض) ۷۰۱ اور ہر ایک فعل جس کے متعلق رات کو نہ کر لیا جائے اس پر بیٹہ بولا جائے یعنی

معلوم ہو کہ یہاں دشمنان کا یہی چل آتا ہے کیونکہ مومن شخصیت کے خلاف راتوں کو مشورے دے کر لے لے کر مشورہ تعالیٰ

کے ان مشورہ کو محفوظ رکھنے سے مراد ہے کہ ان منصوبہ باز یوں کی مزا ان کو ضرور مل کر نہ سکے گی۔ اور اللہ پر بھروسہ کر کے یہاں

میں اشارہ ہے کہ ان کے مشوروں سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا *

رسول کی اطاعت
اللہ تعالیٰ کی ہی
اطاعت ہے۔

بات و بیات
بیات

۸۲ اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

پھر کیا قرآن میں تذکرہ نہیں کرتے اور اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں

۸۳ اخْتِلَافًا لَئِنْزِيلًا ۚ وَاذْهَبْ لَهُمْ أَنْزُلُنَا لَهُمُ الْآيَاتِ وَالْخُرُفِ أَذْخُوا إِلَيْهِمْ وَلَوْ

بہت اختلاف پائے مٹانے اور جب کوئی اس کا خوف کی بات ان کو پہنچتی تو اس کو خوب پیٹتے ہیں اور اگر

رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ

۱۵۵ اسے رسول اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں صاحب امر ہیں لوٹاتے

مطلب یہ کہ یہ دونوں دُجڑ پڑھ کر کہتے ہیں اس لئے ادا بارے کے معنی چھپے پھیرے آتے ہیں من ادبر و تولى و اذخا، ۱۵۵ استدراج

معنی میں التفکیر فی دُجڑ الامور و بعضی امور کے نتائج میں فکر کرنا

یہ جو کہ منصوبے منافی کر دیتے ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کی نوبت پر جان دلا دیتے بلکہ خیال کرتے تھے

کہ رسول اللہ صلعم جو وہی باتیں بنا کر پیش کر رہے ہیں اس لئے ان کو قرآن شریف میں تذکرہ کر لے گا اور ۱۰ اور قرآن یا لوگوں قرآن

شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پڑتا تو اس میں بہت سا اختلاف پائے تھیں؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلعم کو اس قدر مختلف حالت

زندگی میں سے گزرنا پڑا کہ ایک منصوبہ باز انسان ان مختلف حالات میں ایک حالت پر ذرہ سا بگاڑ کر ایک چیز پر اپنی بات

کی سہرا توکل دوسری ۱۰ اور تاج اگر ایک خیال اس کے دل میں مرجزن ہوتا تو کل دوسرا ایک طرح پھینا فقوں کو ان کی اپنی حالت

کی طرف توجہ دلا دیتے تھے کہ کس طرح ان کے اپنے حالات میں تبدیلی آتی رہتی ہو۔ اور یہ منصوبہ بازوں کا لازمی نتیجہ ہو مگر محمد رسول اللہ

صلعم کی حالت پر غور کر کہ کس طرح ایک زمانہ آپ پر وہ جو کتا پ اکیلے عمارتوں مخلوق خدا کی بہتری کیلئے آہ و دہری کہتے ہیں تو دوسرے

زمانہ وہ جو کہ آپ اب مدینہ میں ایک چھوٹی سی ریاست کے بادشاہ ہیں۔ اور ایک زمانہ وہ جو کہ چاروں طرف آپ کی صداقت اور

ماستبازی کا شہرہ ہو تو دوسرے زمانہ وہ جو کہ کسب و کار آپ کی مکتدب کہتے ہیں اور کوئی بات تک نہیں سمجھنا کہ یہی چاروں طرف

سے دیکھیں اور دیکھیں میں گھرے ہوئے ہیں تو دوسرے وقت چاروں طرف جانی شاد مودہیں کہیں دشمن آپ کو نقصان پہنچا

جاتے ہیں تو کبھی آپ فلاح اور غالب ہوتے ہیں ایک وقت اگر نام نازن کرساقیوں کو اپنی سے اپنی سائل روحانی کی یہ کرتے

ہیں تو دوسرے وقت جہنم بن کر شکل سے شکل مقامات میں سے اپنی فوج کو محال کر ان کو میدان جنگ میں فوج کے مقام پر پہنچاتے

ہیں کہ یہی عدالت کا کام ہے کہ ہر دوسرے تو یہی تازن سازی بھی آپ کو خود ہی کرنی پڑتی ہو۔ ابھی بادشاہ کی حیثیت میں، غنی و کو

کو بہت دے ہیں تو دوسرے کو میں دے سکتوں کے اندلس قدر انکساری سے بھیجے ہوئے ہیں کہ آپ کو کوئی بچان بھی نہیں سکتا۔

ابھی و خدا نصحت میں مصروف ہیں تو یہی گھر میں بی بی کی کسی کام میں دوسرے دے ہیں و اما نام حالات متفرق ہیں و ان کو آپ پر

نماز پڑھنا رہتا ہے منصوبہ باز انسان کی حالت ایسے اوقات میں نماز پڑھتی رہتی ہو اور اس کے خیالات میں بھی یہی طرح تبدیلی واقع ہوتی

ہوتی ہو مگر قرآن کریم کو اس سے آخرا تک پڑھ جاؤ۔ وہ سب کاسب یکسری رنگ میں رنگین، اور ایک ہی اٹھنے سے تیار ہو اسکے خیالات میں

بادجو اختلاف مضامین کے ایک ہی رد و رد ہوتی نظر آتی ہو، اس کے تاریخی بیانات میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا اس کے علم

میں کوئی تغیر نظر نہیں آتا، اس کے احکام میں کوئی تضاد و امر نہیں، اس کی نصائح و بلاغت میں کوئی فرق نہیں آتا

اس آیت میں منافی نہیں بلکہ قرآن کریم کے کل فائزین پر تمام حجت کیا ہو مگر قرآن کریم میں مختلف کا نہ ہونا

رسول اللہ صلعم کی حالت میں تبدیلی کثیر کے باوجود قرآن میں اختلاف نہیں آتا اسکے جناب اللہ ہرگز بدیدل ہے۔

لَعَلَّكَ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَ مِنْهُمْ

دوران میں سے بات کی تک پہنچ سکے ہیں وہ اسے جان لیتے ہیں

آنحضرت کا اسی سبب
اور قرآن کریم میں
دوران کے احکامات

مجاہد ائمہ پر ایک قطعی دلیل ہے، وہ یہ اختلاف کا نہ ہونا نہ صرف ان حالات مختلفہ کے لحاظ سے اپنے اندر ایک امجاد کا رنگ رکھتے ہیں جن میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شش سال کے عرصہ میں گزرنا پڑا۔ بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے لیکن دنیا کے سارے مذاہب پر قرآن شریف میں بحث ہو۔ کبھی ان مذاہب کے پیرو آپ کی دوشی کا دم بھرتے ہیں کبھی سخت ترین دشمن ہیں مگر قرآن کریم نے جو پہلو ان کے متعلق ایک دفعہ اختیار کیا وہی آئینہ کا قیام رکھا ہے جسے ان کی کتابوں کو پڑھا نہیں باور کی اور مدنی دونوں سورتوں میں کثرت کے ساتھ ان کی تاریخ کے الحامات پائے جاتے ہیں کسی قدر کمال پر کر ان واقعات میں نہ باہم کوئی اختلاف ہو۔ صحیح تاریخ سے اختلاف ہو۔ مسیح کے حالات کو چاہیں نہیں جو ہم اسے جانتے ہیں لیکن یہ یقین تو ہے کہ ہر قدر اختلاف ہو جائے تو مسیح کے نسب نامے تک نہیں ملتے اور مسیح شخصاً بیانات ان انجیل میں موجود ہیں۔ لیکن پڑھے طبعین کی حالت ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے کا وہ جوہر اور انجیل کے کثرت حالانہ مستحسن کریم میں موجود ہیں پھر ان میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ جہاں بائبل اور قرآن کا اختلاف ہے وہاں آج واقعات کی شہادت سے حق قرآن کریم کے ساتھ ثابت ہوتا ہے جو جس کی مثالیں اپنے اپنے موقع پر ان دونوں میں ملتی ہیں اور قرآن کریم کا مشہور جو حسن منقہ ہر شخص جس نے بڑے بڑے قرآن شریف کو پڑھا ہے اوریت و انجیل کے مضامین کے کمال کی کثرت کو قرآن کریم میں دیکھ کر بیان تک ٹھہرا ہے کہ اس کا خیال ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عرصے میں ان کتابوں کو پڑھا کر ان کے مضامین کو ایک نوٹ پس میں لکھ لیا تھا اور بطور اشارہ قرآن کریم میں ان کو لے کر ہے۔ پھر بائبل کے پیروں کے علاوہ دوسرے پیغمبروں کا قرآن کریم میں آئی ہو گروہ بھی اختلاف سے اسی طرح پاک ہے غرض کہ یہ ایک سبب تیز ہوا قرآن کریم کا ہے +

قرآن میں اختلاف کا
نہ ہونا تاریخ مسیح کو
فائدہ پہنچتا ہو

ساتھ ہی ان الفاظ میں ان مسلمانوں پر بھی اتمام بحث کیا ہے جو قرآن کریم میں نسخ کے قائل ہوتے ہیں اس لئے کہ نسخ کو قبول کرنے کے یہی ہیں کہ قرآن شریف آیات کو بعض کے ساتھ تطبیق نہیں دی جاسکتی جس کے یہی ہوتے کہ قرآن کریم میں اختلاف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں ہیں قرآن کریم میں نسخ کا قبول کرنا قرآن کریم کے اس صحیح دعویٰ کے خلاف ہے جو یہاں کیا گیا ہے۔ اور یہاں ایک اور بھی لطیف اشارہ موجود ہے کہ یہاں جب قرآن میں اختلاف نہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ قرآن میں تبدیلیوں نہیں کئے اگر تبدیلیوں کو معلوم ہو گا کہ اختلاف کوئی نہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ نہ کوئی بھی آیت جس کی ضوئی کا ایک گروہ قائل ہوا ہو اسی نہیں جس کی عدم ضوئی کا دوسرا قائل نہ ہو کیونکہ ان میں سے کے نزدیک ہر گروہ سے دونوں آیات میں تطبیق ہو گئی پس قرآن کریم کا دعویٰ ثابت شدہ ہو اور جہاں علی نظر سے اختلاف معلوم نہ ہو وہیں تبدیلیوں سے وہ اختلاف دور ہو جائے گا +

بطور استنباط

استنباط - استنباط کا اصل ضبط سے ہے اور ضبط البتہ کے معنی ہیں کوئی نہ کوئی اور اس کا پانی کا مایوسی و فتنہ کا استنباط ہے جو وہ اپنے فہم اور جرات سے محض معنی کو کمال لیتا ہے۔ اس لئے استنباط کے معنی استخراج ہیں، ایک یا ایک تک پہنچ کر صحیح نتیجہ اخذ کرنا یا ان اولی الامر کے ساتھ استنباط کا فعل لا کر بتا دیا کہ اصطلاح قرآن میں اولی الامر سے مراد صرف صاحب حکومت نہیں بلکہ فقہاء اور علماء اور مجتہدین بھی اس میں داخل ہیں +

پہلی آیت گویا ایک جملہ فقرہ کے طور پر ملتی ہے پھر دوسرا فقرہ کی حالت کو بیان کرتا ہے کہ کوئی بات اس کی جو یہی

۸۸ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ فَقَاتِلْ

اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ علیکم اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو کھلاٹ کے سوائے تم نہ ہوتا در شیطان کے کیچھے تھے جس سے تم میں اللہ کی

فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۝ لَا تَكْفُلُ إِلَّا نَفْسُكَ وَحَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ عَسَى اللَّهُ أَنْ

راہ میں جنگ کرے تجھے اپنی ذات کے سوا کسی اور کیلئے تکلف نہیں کیا جاتا اور مومنوں کو بہت ترغیب دے۔ قریب ہو کہ اللہ انکی

يَكْفُتْ بِأَسَ الْإِنِّينَ كَفْرًا ۝ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

جنگ کو روک دے جو کافروں اور مشرکوں میں سے زیادہ قوی اور عزیز تر انکے مومنوں میں سخت تر ہو

حالات عامہ کے متعلق یا خوف کے متعلق یعنی دشمن کی چڑھاؤ وغیرہ کے۔ قویہ لوگ اسے بہت پھیلا دے ہیں تاکہ بدامنی پھیلے حالانکہ

چاہئے یہ تھا کہ ایسی باتوں کو اولی الامر کی طرف ٹھاسے جو قوت استنباط رکھتے ہیں۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت کے اہل

بھی وہی لوگ ہیں جو قوت استنباط کو کام میں لا سکتے ہیں یعنی بعض حالات سے ایک صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں ۝

اس آیت سے مسائل شرعی میں استنباط کا سلسلہ بھی نکلتا ہے کیونکہ استنباط مسائل ہی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کا صحیح حکم معلوم

نہیں ہوتا یا معنی صحت پریش آدمہ میں کچھ حالات مختلف ہوتے ہیں ان کو قرآن شریف اور سنت پریش کر کے ایک صحیح نتیجہ نکالنا پڑتا ہے

۱۱۰ ۝ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنكِيلًا ۝

ہوئے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو مکہ اور مدینہ کے ساتھ محکم کی بشارت ہی ہے۔ یہ اخلاق مذکورہ جن کا نظامہ ساقین میں نظر آتا تھا وہ نہ

ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر بھی فضل کرے گا اور تم میں سے بہترین کو شیطان کی پیروی سے نکال دے گا۔ ورنہ تم ایسی غلط راہ پر

پڑے تھے کہ اس سے نکلتا تھا تھا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہاری دشمنی فرما کر تم میں سے اکثر کو اس حالت سے باہر

نکال دیا اگر قلیل کے معنی وہ توں طبع پر ہوتے ہیں یوں بھی کہ تمہارے دشمنوں کے سوائے تم شیطان کے کیچھے لگے رہتے اور یوں

بھی کہ تمہاری صورتوں کے سوائے تم شیطان کے کیچھے لگے رہتے ۝

۱۱۱ ۝ حَوْضٌ حَوْضٌ ۝ وہ ہے جو کسی قسم میں نہ ہو اور جس میں کچھ بھلائی نہ ہو اس لئے جو پاکت کے قریب پہنچ جائے اس پر

نقد ہو لاجاں ہے حتیٰ تکون حوضاً اور سوفا ۱۱۱ ۝ اور حوض کے معنی ہیں ایک چیز کی خوبیوں کو بکثرت بیان کر کے اس پر تعجب

دہنا تو ایسا جس میں حوض کا اناںہ (دفعہ) ۝

تکلیل تکلیل تکلیل سے جس کے معنی قید ہیں اور تکلیل اور تکلیل کے ایک ہی معنی ہیں ایسی مرزا دینا جس سے دوسرے

کو یہاں سے روک دیا جائے یا عزیز تر انکے مومنوں میں سخت تر ہو ۱۱۲ ۝

چونکہ منافقوں کے جنگ کے وقت کیچھے ہونے کا ذکر تھا اس لئے فرمایا کہ تمہارا جنگ کا زمانہ حق اسلام کی حفاظت کے

جو پس کوئی اور کرے یا نہ کرے تم کیلئے ہی جنگ کرو۔ ان مومنوں کو بھی ترغیب دو کہ مکلف تمہاری ذات کیلئے جہاد میں

کیلئے تم تکلف نہیں یعنی ان کی ذمہ داری تم پر نہیں مکیلئے جنگ کرے گا حکم بتاتا ہے کہ نبی کریم صلعم کا بھروسہ خدا پر ہے

تھا بلکہ حضرت آدمی پر تھا لکھا ہے کہ جنگ اُحد کے بعد جب لوگ بوجہ عیبت اور تحریف پیش آئے کہ بہت بڑا وہ جو یہ

تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کیلئے یا دشمن کے خلاف ہیں مخلوق کا یہ آپ کا عزم تو آپ کی شجاعت پر دلالت کرتا ہے کہ تو

قبلی کسی قدر تھی۔ مگر جان نثاروں کا گروہ آپ کو تمہا تک چھوڑنا تھا۔ یہاں ساتھ ہی یہ مشکوٰۃ بھی کی ہو کہ کافروں جنگ

استنباط مسائل

حوض

تحریف

تکلیل

جنگ کیلئے تحریف

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً ۝۸۵

جو کوئی بھی بات کی سفارش کرے اس کو اس سے حصہ ملے گا اور جو کوئی بری بات کی سفارش

سینۃ یکنْ لَهُ کِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا ۝۸۶

کرے اس کو اس سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قابو رکھنے والا ہے اور جو کسی دعوے کے

بیتیمۃ فیموٰ اِحْسَنُ مِنْهَا اَوْ رَدُّهَا اِنْ اَللّٰهُ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَسِیْبًا ۝۸۷

ساتھ دعا دی جائے تو اس سے بہتر کے ساتھ دعا دے گا اور جو ایک کوٹا دو بیشک اس پر حساب کرنے والا ہے اللہ کے سوا

اَلَا هُوَ یُحْصِیْہُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَمَنْ اٰمَدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدًّا یَّمُنُّ

کوئی حد نہیں وہ ضرور کوٹتا ہے دن کی حد میں شک نہیں ہے اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے۔

النصف

شفع

کفل - کفیل

وقت - مقیت

حقۃ

جو اسلام کے خلاف انہوں نے کی ہو جاری نہ کر سکیں گے اللہ تعالیٰ آخر کار ان کو مغلوب کر کے روک دیگا اور جنگوں کا خاتمہ ہو جائیگا۔
 شفع یعنی شفعہ یعنی شفاعت کہنے کے بعد ایک شخص دوسرے کے ساتھ قتل ہائے اور اس کی بھی
 بری بات میں مدد کرے گا اور ایک اور قول نقل کیا ہے کہ شفاعت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے کیلئے اچھا یا برا رستہ بنا دے
 جس پر وہ عملے اوروں اس کا شفع بن جائے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سنّت مستحسنہ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا و
 سنّت مستحذہ فلہ دوزخھا ووزع من عمل بہا کوئی بھی راہ نہ خائے اس کے لئے اس کا اجر ہو اور اس کا اجر ہو جو اس پر عمل کرے اور جو
 کوئی بری راہ نہ خائے اس پر اس کا جوچ ہو اور اس کا جوچ بھی جو اس پر عمل کرے (دع)۔

کفل اور کفیل کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دیا خط جس میں کفایت ہو کر یا وہ اس کے امر کا مکمل ہو جائے دیکھو کفیلین جو
 دھتہ (الحاشیہ ۲۸) مگر امام راغب کہتے ہیں کہ یہاں کفل کے معنی نہیں بلکہ وہ اس کفل سے مستعار ہو کر وہی کے لئے استعمال
 ہوتا ہے اور شدت کے معنی میں متعارف ہو گیا ہو کر یا مراد یہ ہے کہ جو بے فعل میں دوسرے کا مددگار ہو جائے اور راستہ بنا کر وہ بھی
 اس فعل کے بے ہوشہ نتیجہ کی شدت کو پہنچا دے۔

مقیت وقت سے ہو جو انسان کے بقا کا موجب ہو یعنی اوقات ہو وقتاً دوماً اوقاتاً (رحم المجلد ۱) اور مقیت کو مراد ہو جو ہر چیز کو
 قوت دیتا اور اس کی حفاظت کرتا ہو اس لئے اس کے معنی مقید یا حافظ ہیں (د)۔

جب یہ فرمایا کہ نبی اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت مومن ظہریں ہو تو بتایا کہ یہ ایک نیکو کا
 قاتل کرنا ہو جو لوگ آئندہ اس پر عمل برتنے وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے مگر ان کی اس نیکی کے ثواب کے مستحق ہر مصلحت مند
 بھی ہونگے۔ یہاں یہ منافق جو یہی ادیس غلطیوں ان کا جوچ بھی اٹھائیں گے جو بعد میں ان بری راہوں پر چلیں گے تو وہ چھپنے والے
 خود بھی اپنا جوچ اٹھائیں گے۔

حقۃ حقۃ کا مادہ ہی یا حی یا قے جس کے معنی زندگی ہیں۔ اور حقۃ اصل میں یہ ہے کہ وہ جس کو حاکم اللہ کے معنی زندگی کی دعا
 دے۔ پھر ایک دعا پر اس کا استعمال ہوا ہے اور ایک دوسرے کو شفعہ پر دعا دی جاتی ہے وہ بھی حقۃ ہو اور اسلام کا حقۃ السلام
 علیکم ہو (۱) اور اس میں دعا بھی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی سلام سے خطاب کیا تھا (دع ۲۷: ۱۶) مسلمانوں نے

فَإِنْ كُنْتُمْ خَدَّيْنِ وَهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَحْنُوا وَأَمْنُهُمْ وِلْيَانَا

لیکن اگر وہ چہرہ بائیں تو ان کو پکڑو اور انکو قتل کرو جہاں کہیں انہیں پاؤ اور ان میں سے کسی کو نہ دلی

وَلَا اضْيَارًا إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مَوْبِقًا أَوْ بَازًا وَكُمُ ۙ

اور نہ دھکا دینا نہ شکستہ سوسنے ان لوگوں کے جو ایسی قوم سے جا ملیں کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہو چکا ہو یا تھما رہے پاس آئیں

حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يَقَاتِلُوكُمْ أَوْ يَفِيقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ

اس حال میں کہ لنگھ سیتے تنگ ہیں کہ تم سے ساتھ جنگ کریں یا اپنی قوم کیساتھ جنگ کریں اور اگر اللہ چاہتا تو انکو تم پر قہا دے دیتا

فَلَقَاتِلُوهُمْ ۖ وَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يَفِيقَاتِلُوكُمْ وَالْقَوَالِ الْيَوْمَ السَّلَامَ ۖ فَمَا جَعَلَ

سودہ تم سے خود لڑتے ہیں اگر وہ تم سے کنارہ کش ہوں پھر تم سے جنگ نہ کریں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تو اللہ نے

اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۚ

تمہارے لئے ان کے خلاف کوئی راہ نہیں رکھی ۱۱۰

یا ان حالات کے مطابق جنگ کے لئے حکمتا ہی غیر یسیر قسم کی ہجرت یہاں مراد معلوم ہوتی ہو ۛ

دوسرا گروہ

۱۔ اے یہاں آئی گروہ کی دوسری حالت کا ذکر ہے کہ درپردہ عداوت رکھتا ہوا وہ یہاں تک پہنچ گیا ہو کہ علانیہ دین اسلام

پھر کر دشمنوں کے ساتھ جاوے۔ ان کے لئے وہی حکم ہو جو کفار کے لئے حکم ہو۔ ایسے لوگ مدینہ کے ارد گرد تھے جو مسلمانوں کا زور

دیکھ کر ڈرنا اسلام کرتے اور پھر وہ پستہ پستہ تو علی الاعلان اسلام سے خوف ہو کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے جیسا کہ عربین نے کیا

جنہوں نے اسلامی چراگاہ پر ڈاکہ مار کر میشی لوٹ لئے اور عاتقوں کو قتل کر دیا یا بس جو مشنق علینہ دشمنوں کے ساتھ ملکر مسلمانوں سے

جنگ کرنے میں شال ہوئے وہ اب دشمن ہوئے اور میدان جنگ میں مقابل کر آئے کی وجہ سے قتل کی سزا کے مستحق ہوئے ۛ

تیسرا گروہ

۲۔ اے ان مخالفین منافقین کے ایک تیسرے گروہ کا ذکر ہے جو اسلام کے بعد پھر علی الاعلان کا فرقہ برپا کئے ہیں مگر ایسی قوم کے

ساتھ ملے ہیں جس کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ ہو۔ جیسے نبی کریم صلعم نے ہلال بن عوفی سلمی سے معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ

ملکر تشریف سے جنگ کریں گے اور در تشریف سے ملکر آنحضرت صلعم کے خلاف جنگ کریں گے۔ اگر کسی شخص ایسی قوم سے معاملہ ہو تو جو

عبد کی خلاف ورزی کے وقت قتل کرے کے قابل ہو مگر معاہدہ قوم میں ملے جانے سے ایسی ہی دہی حقوق پیدا ہو گئے جو اس قوم کے ہیں

۱۱۱ حضرت حصہ کے متعلق تفصیل یہ آئی ہے۔ اور یہاں مراد جو کہن کے سینے پھل اور بڑی کی وجہ سے تنگ ہو گئے ہیں ۛ

حصہ

ۛ جو تھے گروہ کا ذکر ہے جو دین اسلام سے پھر کسی معاہدہ قوم کی پناہ میں تو نہیں گئے مگر خود مسلمانوں کے ساتھ جنگ

چھٹا گروہ

کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی قوم کے ساتھ یعنی کفار کے ساتھ۔ اور مسلمانوں سے صلح کی درخواست کریں تو ایسے لوگوں سے بھی جنگ ہوا

نہیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرتین کیساتھ آبی وقت جنگ جائز ہے جب وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ جائیں یا خود مسلمانوں

کے خلاف جنگ کریں لیکن اگر وہ مسلمانوں کیساتھ جنگ نہ کریں تو گروہ مسلمانوں کیساتھ ملکر کفار سے بھی جنگ نہ کریں تاہم مگر ملنا ملنا

جنگ کرنا ناجائز نہیں یعنی مدح کے ساتھ اسی حکم کے ماتحت صلح کی گئی۔ یہ حکم بھی منسوخ نہیں ہوا ۛ

متذکرہ پیکل ہر گز

۹۱ سَيَجِدُنَ آخِرِينَ يَرِيذُونَ أَنْ يَأْمَنُوا بَكُمْ وَلَا يَأْمَنُوا بَكُمْ كَمَا أُرِيتُمْ إِلَى الْفِتْنَةِ

تم کہہ اور لوگ پائے گئے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں جب کسی دفعہ کیلئے دیکھا جائے

الْكَسُوفِ إِنَّمَا فَإِنْ لَمْ يَغْتَزِلْوْكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمْ السَّلَامَ وَيَكْفُرُوا بِالْأَيْدِ بِكُمْ فَخُذُوا مِنْهُمْ

اس میں اور دوسرے گروہ ہیں اس گروہ سے تم سے کنارہ کش نہ چلے اور ان سے سلام کی درخواست کریں اور نہ اپنے ہاتھ رکھیں تو ان کو پکڑو

۹۲ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقْعَمُوهُمْ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا وَمَا

اور ان کو قتل کرو جہاں انہیں پاؤ اور یہ وہ ہیں جنکے خلاف ہم نے تم کو مکمل دلیل دی رکھی ہے تاکہ

كَانَ لَكُمْ مِنْ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاؤُهُ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْزِرُ رِقَبَهُ

مومن کو قتل کرنا نہیں کہ وہ مومن کو مار ڈالے مگر غلطی سے اور جو کوئی غلطی سے کسی مومن کو مار ڈالے تو ایک مومن غلام بناد

مُؤْمِنَةً وَرِدْيَةً مَسْكُونَةً إِلَى أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصِدَّقَ فَرُءَا

کے اور وہ بھروسے جو سکے وارڈ ٹکے سپرد کیا جائے سوائے اسکے کہ وہ معاف کر دیں

۱۰۱ اس آیت میں ایک پانچویں گروہ کا ذکر ہے کہ ان کی خواہش صرف اسی قدر ہو کہ کسی اسلام ظاہر کریں تاکہ مسلمانوں کے دشمنوں میں نہ جتنے چاہیں مگر حالت یہ ہے کہ جب کا قرآن کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے بلائے ہیں دفعہ سے مراد یہاں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنا ہی پر دیکھو روح المعانی جہاں اس سے مراد قتال المسلمین کی گئی ہے تو اس میں اور دوسرے مضمون گرجا ہے یہ غلطی مسلمانوں کے ساتھ اپنے ہمد و بیان کی کوئی پروا نہیں کرتے مگر باہیں ان کو بھی اس قدر قہر دیا ہو کہ اگر وہ پھر بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے کنارہ کشی کریں اور مسلح کی درخواست کریں اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے اپنے آپ کو روک دیں۔ تو ان کو پکڑ لیا جائے لیکن اگر ان باتوں میں سے کوئی سچی نہ کریں تو پھر بلاشبہ مسلمان حصار میں کہ جہاں ان کو پائش قتل کر دیں کیونکہ سوائے اس کے اسلام باقی نہیں رکھتا تھا اور مسلمان مار دیتے جاتے +

۱۰۲ دینہ اس کا اصل دو ذی بیبی سے ہو اور دو ذی کے معنی بہنا ہیں اسی مادہ سے وادی جو یعنی وہ مدعا جس میں پانی بنا ہے اور دینہ میں وادی کے واسطے ہوا ہے دینہ اور دینہ خون کا معادہ ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے +

جب منافع میں متفق ہو گئے کہ ان کو ایک شخص کے ساتھ کہیں مسلمان ہوں مگر جو مسکتا ہے کہ بعض دھوکا دینے کے لئے ہو اور جو مسکتا ہو کہ ایک شخص قتل سے یہ کہہ کر ایک شخص اس کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہو اسے قتل کر دے پس شروع یہاں سے کیا کہ مومن تو مومن کہ کسی قتل کر ہی نہیں سکتا ان غلطی سے بعض وقت ایسا ہو جاتا ہو کہ مومن کے ہاتھ سے مومن قتل ہو جاتا ہو۔ مثلاً ایک قوم دشمن تھی اور مسلمانوں کے ساتھ برسرِ بیکار مگر ایک شخص ان میں سے مسلمان ہو گیا دوسرے نے اسے مسلمان نہیں سمجھا یا کسی اور کو مانسہ کا ارادہ تھا غلطی سے وہ قتل اس پر راجع ہو گیا۔ اور بعض وقت اجتہاد میں غلطی سے بھی ایسا ہو جاتا ہے کہ مومن میں جنگ واقع ہو جاتی ہو کہ ایک شخص نیک نیستی سے حق اپنی طرف سمجھتا ہو دوسرا اپنی طرف جیسا کہ حضرت علی اور معاویہ کے مابین

۱۳
یہ تفسیر تفسیر و تفسیر
نہ چھتا جائے۔

وادی۔ وادی
دینہ

مسلمان کا مسلمان
غلطی سے مار دینا۔

يَتَّبِعُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَنُفِثُوا لَكُمْ مَغَانِمَ كَثِيرَةً كَذَلِكَ كُنْتُمْ

تم دنیا کی زندگی کا سامن چاہتے ہو؟ سوائے کے پاس حصول مقصد کے سامان بہت ہیں تم بھی پہلے ایسے

مِنْ قَبْلِ قُلُوبِكُمْ عَلَيْهِمْ فَبَيِّنُوا اِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝

ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا سو تحقیق کر لیا کرو دیکھ اللہ اس سے جو تم کرتے ہو خبردار ہر مسئلہ

جاہزی جب وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے ہو۔ اس نے عام اغناطیں کہا کہ تحقیق کر لیا کرو کہ کون دشمن ہو اور کون نہیں اور صرف دشمن کو مارو دوسرے کو نہیں +

۱۱۱۱۱ سلام سے مراد وجہ اسلامی ہو یعنی السلام علیکم کہنا جو ظاہر نشان اسلام کا ہو اور ایک مسلمان اس کے ذریعہ فوراً پہچان سکتا ہو کہ اس کا خطاب مسلمان ہی یا نہیں +

مغناہم غنم کی بجائے۔ ما یغنم اودھنم اس میں بکریوں کو کہتے ہیں اس نقطہ سے واحد نہیں آتا اور اس کے طور پر غنہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جوت، اودھنم جو اس سے مصدر ہو اس کے معنی ہیں بکریوں کا پالنا اور فتح کرنے کے ان کا حامل کر لینا چرواہے دشمن کی طرف سے فتح کے ذریعہ حاصل ہو اس پر یہ نکتہ بروکھا ہو دفع، مطلق الفوز بالفتح کے معنی میں بھی غنم کی طرح۔ جہاں اس کی سندیں اشاعت ملتی ہیں۔ اور حدیث میں ہوا الصدوم فی التشاء الغلیبة الباردة جہاں غلیبة دس معنی میں آتا ہے جو دوسری حدیث میں غنم یعنی زیادہ آیا ہو دھ اور یہاں بھی مغناہم دس ہے جو +

یہاں اس مشتبہ حالت کا ذکر کیا ہے جب قوم تو دشمن ہو مگر ایک شخص اس میں سے مسلمان ہو چکا ہو تو اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ وہ اپنے خطاب کو السلام علیکم کہے اس صورت میں گودہ دشمن قوم کا ایک جز ہو مگر اسے قتل کرنا نہیں چاہتے بعض ایسے واقعات بھی ہوئے اور جب ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مذکر کیا کہ خبر شخص (اخبار اسلام کیا تھا وہ شخص اپنی جان بچانے کیلئے تھا تو آپ نے فرمایا صدق قلیلہ دسے اس کا دل بجا کر دیکھ یا تھا کذا لیس کنتم من قبل میں یہ بتایا کہ تم ہی کلمہ شہادت کے آواز سے اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ جہاں تمہارے لئے کافی تھی وہ دھ کے لئے بھی کافی ہے جو +

دوسری بات جو یہاں فرمائی وہ یہ کہ مالی غنیمت کے سوا کسی کو قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حصول غنم کے اور طریقے سامان بنا دیئے ہیں۔ مالی غنیمت کے خیال کو یہاں دنیا کا سامان کہاسے۔ اور یوں مسلمانوں کو بتایا کہ جو شخص مالی غنیمت کا خیال دل میں لاتا ہے وہ ضایعہ میں جک نہیں آتا +

یہاں قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ السلام علیکم کہنے والے کو بھی یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں مگر آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اگر سارے حالات بھی ایک شخص کے ایک مسلمان کے دیکھتے ہوں تو پھر بھی کہو کہ تو نبی لکھنے سے نہیں ملتا۔ اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محض السلام علیکم کہنے والے کے متعلق فرمایا تھا کہ تمہارے کوئی ماکول پیدا کر نہیں کیا تھا۔ اس کے باطل خلاف جب ایک شخص تھا یہ اسلامی کا اظہار کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ باتیں یہ منافقانہ کہتا ہے۔ مسلمان کی شناخت قرآن کریم سے تو اتنی موثر تو رہی ہے کہ وہ السلام علیکم کہتا ہو اور یہیں اور کچ علماء کی یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے اقوال کو دیکھ بال کی کمال اتار دیتے ہیں اور تب صبر کرتے ہیں جب کا فر بنا جیتے ہیں +

سلام

مغناہم غنم

دشمن قوم میں سے
اسلام علیکم کہنے
والے کا حکم

مالی غنیمت کا خیال

اسلام علیکم کہنے
کا نشان ہو

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِّ وَالْجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ ۹۵

دو دن پرابنیں امنوں میں سے وہ بیٹھے رہنے والے لوگ جنکو کوئی دکھ نہیں ۱۰۱۰ بچے مالوں اور بعدوں کے

اللَّهُ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فُضِّلَ اللَّهُ الْجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى

ساختہ جاد کر کے اے ۱۰۱۰ بچے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں

الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفُضِّلَ اللَّهُ الْجَاهِدِينَ عَلَى

اٹھنے والوں میں بزرگی دی ہو ۱۰۱۰ اور سب سے اچھا وعدہ کیا ہو اور اٹھنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں

الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا دَرَجَتَيْنِ مَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۹۶

پریشہ اجروالی بزرگی بخشی ہو ایک بچے مالوں اور رت کو بخشی ہو ۱۰۱۰ اور اللہ عزوجل نے اٹھنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں

جاد کی قیمت

۱۰۱۰ کے جب یہ غزوات ساتھ لگے ہوئے تھے کہ غلطی سے کوئی مرتبہ قتل نہ ہو جاتے تو بعض لوگ خیال کر لیتے کہ ہماری یہ حالت میں جہاد کرنے سے ہتھیاری ہو کر نشان ٹھہر ہی بیٹھ رہے۔ اس لئے فرمایا کہ جہاد بڑی فضیلت چیز ہے اور جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں پر بڑی فضیلت دی، یہ وہاں جہاد سے مراد صرف قتال یا دیگر اہل تشیع نے غلطی کھائی ہو کہ اس کی حضرت علیؑ پر کہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت زیادہ عزت میں شامل ہوئے اس لئے وہ افضل ہوئے حالانکہ جہاد وسیع ہو خوشی پر صلہ ملے گی۔ جنگوں میں شامل نہیں ہونے گراں کا کام اس سے بھی بالاتر تھا حضرت ابوبکرؓ کی خدمات دینی حضرت علیؑ سے بہت بڑھ کر ہیں اور خدمات دینی عظیم نشان جہاد کا حکم ملتی ہیں۔

جہاد کرنے والوں کا حکم

یہاں سے یہ بھی معلوم ہو اگر محض جہاد کا ذکر خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں۔ کیونکہ نہ جہاد کو کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے جہاد کا وعدہ دیا ہے۔ جماعت اسلامی میں دو دن قسم کے لوگ رہ چکے ایک وہ بلند مرتبہ لوگ جو جہاد میں لگے رہتے ہیں تو وہ اپنے دنیا کے کام بھی کر رہے ہوں گمان کی حالت یہ ہوتی ہو کہ وہ کسی وقت اعلیٰ ملے کئے اللہ سے غافل نہیں ہوتے ان کے مال اور جان کی جانیں دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہوتی ہیں ان کا سہا سہ کا سامان بھی خدمت دین کا ہی حصہ ہوتا ہو دوسرے وہ لوگ جو دنیا کے کاموں میں زیادہ منہمک رہتے ہیں ان احکام خداوندی کو بھی بجا لاتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے مزدوری حق داکرتے رہتے ہیں وہ دوسری کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ ان کا انجام اچھا ہو گا مگر جہاد کرنے والوں کے بلند مراتب ان دوسرے لوگوں کو کچھ نسبت نہیں مگر یہ عام حالات کا ذکر ہی خاص طور پر ان میں بعض وقت ضرورت قوی ایسی پیدا ہو جاتی ہیں جب ہر ایک تنفس کیلئے جہاد کا مزدوری ہو جاتا ہو ان حالات میں قدم چھپے پھسلنے والا اعتبار کے نیچے ہوتا ہو۔ جیسا کہ جنگ بترک میں جو لوگ جہاد چھپے رہ گئے تھے ان پر عتاب ہوا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پروا نہ کی۔ حدیث میں اس میں شک نہیں کہ دوسرے (ہم ۸) فرمایا کہ قتال کیلئے تکلف صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی مومنوں کو صرف کوئی خاص کام ہو کہ وہ ان بلند مراتب کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو جہاد سے ملے ہیں اور ناقص حالت پر راضی نہ ہو جائیں۔ غیور اولی الضرارہ دوسرے حال یا نقصان ہو خواہ انسان کے نفس میں علم یا فضل یا عفت کی کمی سے ہو اور خواہ کسی جہاد میں کسی جہاد کے دوسرے سے یا کسی اور نقصان پہنچی کی وجہ سے ہو اور خواہ حالت ظاہری میں مال اور عیال کی کمی ہو

ضرر

وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا ۝ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْتَعًا ۝

اور اللہ بخشنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے وہ زمین میں بہت سی جگہ اور

کثیرا وسیعہ ۝ وَمَنْ يُخْرِجْ مِنْ بَيْتِهِ مَخْرَجًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يَتَزَكَّرْ لَهُ

کتابش پانچا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنا ہو اپنے گھر سے نکلے پھر اس کو موت

الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَّرَ أَجْرَهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

آئے تو اس کا اجر ضرور اللہ کے ذمہ ہو چکا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور

حال حیلہ

سے حال یعنی حال پر بھی جیل بھیہم و بین مابینہما (۱۵) اور حیلہ یعنی ایسی ہی جگہیں جو وہاں داد یا سے مل سکی ہو۔

اور اس کے معنی ہیں مایوتوصل بہ الی حالۃ یا فی خفیۃ یعنی وہ نہ پھر جس سے خفیہ طور پر کسی حالت کو پہنچا جائے نہ بیزدکیہ (۱۶)

اور یہاں حیلہ کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا کہ کفار کے طلبہ اور اذیت کی وجہ سے نکلے طور پر ہجرت نہ کر سکتے تھے ۝

ہجرت کی استطاعت
ذکر کے ساتھ

پہلی آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو استطاعت کے باوجود کفار کے اندر سے نہ نکلے اور اس میں ان کو تو کفار کے معنی میں

نکلنے کی استطاعت نہ رکھتے تھے جن کو رستہ نشانہ تھا یہاں رستہ نہ پاسے سے مراد ہجرت کیلئے رستہ پانا تھا اور دلدادہ سے مراد یہ بھی

ہو سکتے ہیں اور علامہ نوذریاں بھی دیکھو (۱۷) لکھا ہے کہ اس آیت کا علم مکہ میں ہوا اور جنہوں نے ہجرت نہ کی تھے وہ مکہ سے نکلے تھے

یہاں سے کہا کہ اے خدا کے چوکیز مکہ میں ان لوگوں سے نہیں جن کو استطاعت نہ ہو سو وہ اس کو چار پائی پر ڈال کر لے چلے گئے

ان کا انتقال رستہ میں ہی ہو گیا عباد میں اس کا حکم انہی کی تفصیل کی ہے روح وہ نہ خود جس کی نظیر دنیا کی اور کوئی تو ہم شہر نہیں کر سکتی ۝

دفعہ

(۱۸) ما ہم ۝ دُعا اور دُعا کے معنی شئی یا ایک شئی ہیں اسی سے عمارہ علی دُعا یعنی جو جس سے مراد ولایت قبول کرنا ہے جسکی

مراجہ

ہن بسیار کی حدیث میں کہ انہوں نے نزول آیت پر اپنی ہمشیرہ کی شادی اسی خانہ سے کی تھی جو خلیفہ دہریہ کی قبول کی تو کہا دفعہ اخص

للہ تعالیٰ دین یعنی خدا کیلئے ولایت کو قبول کرنا ہوا اور بھانڈا مہا غرق سے مراد کسی کو چھوڑنا اور ادا ماض ہونا ہوا اور ہم باہم جلتے

کی جگہ اور جانے کی جگہ کو کہا جاتا ہے اور یہی یہاں مراد ہو رہی ہے ۝

ہجرت

مطلب یہ ہے کہ جب واقعی ہجرت کی ضرورت پیش آئے تو اللہ تعالیٰ جگہ بھی دیکھ کر دیتا ہے جیسے مسلمانوں کو مدینہ میں جگہ ملتی

یاس سے پشتر میں جس جگہ ملتی پس جہہ ہجرت واقع ہو جاتا ہے اور وہ دن ہجرت چاہنے کا نہ ہو تو کس خیال سے ہجرت نہ کرنا

کہ جگہ نہیں ملے کی صحیح نہیں ۝ اور یہ جو فرمایا کہ اگر رستہ میں ہی مرحلے تو اس کا اجرا شدہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت کی غرض توفیق

دین حق کی شخص مرکباً خدمت کا موقع نہ ملا مگر اللہ تعالیٰ اس کو اس کی نیت کے مطابق ہجرت دیتا ہے ۝

حالات موجود ہیں
ہجرت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہر شے ہی پہنچاتا ہے ہر آدمی کو اپنا بہت ہو گا پس یہ نامکن ہو کر واقعی تو فرمودہ ہجرت ہوا اور ہجرت ممکن

نہ کر کے ہجرت کی جگہ کوئی نہیں ۝ خدا کا وعدہ ہے کہ ہجرت کی جگہ ضرور ملے گی ۝ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ایمان میں جو عجب

ہجرت تھی اس کیلئے فی الواقع ضرورت تھی ہجرت میں نہ آئی تھی مدینہ زمین پر چاہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور مکہ و مدینہ سب عیسائی طاقتوں کے کار

کے تھے یہاں اب چاہیں کہ وہ کیلئے ہجرت کی جگہ نہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی مشکلات کا حال نہیں

وہ سب عیسائی طاقتوں کی حکومت سے ہجرت نہ کر کے نکل جائیں اگر علم انہی میں یہ علاج ان مشکلات کا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکی

مسلمان بھی پیدا کر دیتا ۝ ان مسلمانوں کا نہ ہونا یعنی شہادت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کی مشکلات کا علاج ۝ ہجرت ہی اور نہ قتال جود

۱۰۱ وَادْأَرْبَنُفْنِي الْأَرْضَ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ ۖ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو

انقص تم ان یفتکم اللہ ان لغروا ان الکھین کا نواکم عدو امینہ

اگر تمیں ڈرو کہ کافروں وہ تمیں تحف پہنچائے دیکھ کا دشمن سے کھلے دشمن ہیں ۵۲۲

ہجرت پر نہیں سکتا۔ بلکہ ان کا علاج اپنی اصلاح چوس کی طرف سلمان مترجم نہیں ہوتے اور اسلئے قدم قدم پہنا لای کا نواکم عدو امینہ

۵۲۲ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ قصا کر کے کہتے ہیں یہاں یا قصر یعنی نہیں کی کہ قصر اذکان صلوۃ میں ہو یا خدا در رکعات میں۔ مگر

سنت مجھ سے سفر کی حالت میں قصر رکعات میں ہی ثابت ہے۔ من الصلوۃ کہہ رہا دیا کہ قصر بعض نمازوں میں ہو سب میں نہیں

چنانچہ اگر عصر عشا میں ہمار رکعت کی جگہ دو رکعت سفر میں پڑھی جاتی ہیں قصر صلوۃ کی ضرورت اس صورت میں فرمائی جوتی

حالت سفر ضرر یا فی الارض کے معنی کیلئے دیکھو ۵۲۳ سفر کی حالت کیا ہو اس کیلئے دیکھو ۵۲۳ یہاں کہ قصر صلوۃ ایک صورت

کے دیکھ میں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب خود اس کو ایک ضرورت کے عمامہ پر بلکہ شخصت دی ہو تو اس سے فائدہ نہ اٹھا بھی دست

نہیں اور نبی کریم صلی علیہ وسلم سفر میں قصر صلوۃ پر مشکی اختیار کرنا ثابت ہو اور یہ حدیث کہ آپ صلی علیہ وسلم سفر میں قصر کر کے تھے اور پورا بھی کرتے

تھے صحیح نہیں جیسا کہ ابن تیمیہ لکھا ہو یہ سفر میں نماز کو قصر کرنا چاہئے یعنی صرف فرض اور اگر وہ اور بھی ہیں نمازوں میں چاہے

ہوں ان میں صرف دو اور اگر وہ جب فرض کم ہو گئے تو داخل خود ساقط ہو گئے بجز کی دقتیں جو مرکبہ ہیں اور نبی کریم صلی علیہ وسلم

بھی ترک نہیں کیے اور دو تراویح کے اور اس آیت کا تعلق ما قبل سے ہے کہ جب جاد اور ہجرت کی ترقیوں والی اور ان

زور دیا تو یہ صورتیں سفر کو چاہتی ہیں نماز سفر کا حکم اور اس کے ساتھ ہی نماز جنگ کا حکم بیان فرمادیا

مگر علاوہ سفر کے یہاں قصر کیلئے بظاہر ایک اور شرط بھی ہے اور وہ یہ کہ کافروں کے تحف پہنچانے کا خوف ہو۔ تاہم

نماز صرف خوف کی حالت میں ہو اور اس کی حالت میں نہیں جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہو رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے ہر قسم کے

خوف میں ثابت ہے اور اسی پر امت کا تعالٰیٰ جو یحییٰ بن اسمیہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عمر سے سوال کیا کہ باوجود ما

اس میں ہونے کے آپ قصر کیوں کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جس بات پر تمیں تعجب ہوا ہے اس پر مجھے بھی تعجب ہوا اور میں نے

رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے یہی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا صدقہ صدق اللہ ہے علیکم فاقبلوا صدقہ معنی قصر صلوۃ ایک

صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا پس اس کے صدقہ کو قبول کرو جو اس سے معلوم ہوا کہ یہ قصر صلوۃ معنی پاد کی بجائے دو رکعت دینی

خوف کے مشروط نہیں پس اس حدیث اور سنت مجھ ثابت سے معلوم ہوا کہ قصر صلوۃ دو طرح پر ہو ایک چار رکعت کی بجائے

دو رکعت ٹھوڑے ضرر عشا میں۔ اور یہ صرف حالت سفر سے مشروط ہے اور دوسرا وہ قصر جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے جو حالت

خوف سے مشروط ہے یعنی دو رکعت کی بجائے ایک رکعت باجماعت اور اگر کے دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے یا صدقہ قرآن کریم کے الفاظ

سے بھی پکارا ہو تو یہ کہ کفار کے تحف پہنچانے کا خوف کیوں کوئی اذانی نہیں ہو سکتا کہ چار رکعت کی بجائے دو رکعت

پڑھ لی جائیں۔ صرف اتنے وقت کی کسی خوف کا علان نہیں۔ دشمن اتنی دیر میں کہ دو رکعت ادا کی جائیں حکم کے کام تمام کر دیجے

بلکہ خوف کا علاج وہی ہے جو خود اگلی آیت میں بیان فرمایا کہ ایک گروہ دشمن کے مقابلہ پر ہے اور جب دوسرا گروہ ایک گرت

ادار کے دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے تو پہلا گروہ امام کے ساتھ دوسری رکعت باجماعت ادا کرے تا دشمن ناکار ٹھہرے اور ان

علانیہ ذکر کے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کھانے چار کے امام نے بھی صرف دو رکعت ادا کی ہیں اور مقتدیوں نے امام کے ساتھ صرف ایک

۱۵

حالت جنگ میں

قص

قصر صلوۃ سے مراد

سفر میں قصر ہوگی

یہ صرف حالت

خوف میں ہو

خود علیہ وسلم سے

مشرطہ

وَاذْكُرْتُمْ فِيهِمْ فَاَقَمْتُمْ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَعْمُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَكُمْ وَلْيَاْخُذُوا ۝۱۲

اور جب تو نے ان کے درمیان جو پھر ان کیلئے نماز قائم کرے تو چاہئے کہ ان میں ایک گروہ تیرے ساتھ کھڑا ہو اور ہاں ہو کہ وہ

اسلحہ تم سے لے لیں۔ اور اذکروا اسجد و افلیکو نوا میں و لا یکم و لتأت طائفة اخرى لم یصلوا

ہتھیالے لیں۔ چہرہ سجدہ کر لیں۔ تودہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور چاہئے کہ ایک دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی

فلیصلوا معکم و لیأخذوا و لحدنہم و اسلحہم و ذلک الذین کفروا لیتغفلون

پھر وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ اپنا ہتھیار لے لیں اور اسے ہتھیار لے رہیں کا فرما ہے اس کہ تم اسے ہتھیاروں

عن اسلحتکم و امتعتکم فیمیلون علیکم مہلۃ و احدة و لا جناح

اور اسے اسباب سے غافل ہو تودہ تم پر کیا رہی آپڑیں اور ہم تم کوئی

علیکم لئن کان یکم اذی من مطر او کنتم مرضی ان تصعوا اسلحتکم

گناہ نہیں کی اگر تم میں بارش کی وجہ سے تجھیں یا تم تیار ہو تو اپنے ہتھیار اتار کر رکھو

وَخُذُواْ حِذْرَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْکَافِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝

اور اپنا ہتھیار لے لیں جو یقیناً اللہ نے کافروں کے لئے عذاب تیار کر رکھا ہے ۲۳

ایک رکعت ادا کی ہے۔ پس چار رکعت کی بجائے دو رکعت کا ہونا شرط اول کے باعث ہے یعنی سب کی وجہ سے۔ اور

دو رکعت کی بجائے صرف ایک ایک رکعت باجماعت ادا کرنا شرط دوم کی وجہ سے یعنی دشمن کے خوف سے اور

دشمن کے خوف کا یہی دوسرا قصر مطلق ہے نہ پہلا قصر اگر محض چار رکعت کی جگہ دو رکعت دشمن کے خوف کا مطلق ہوتا تو

یہ دوسرا مطلق نہ بتایا جاتا پس اس سے صاف ثابت ہے کہ قرآن کریم کا منشا یہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور عمل

کر رکھا یا یعنی سفر کی وجہ سے چار رکعت کی جگہ دو رکعت ادا کروا دو خوف کی وجہ سے دو رکعت کی جگہ باجماعت صرف

ایک رکعت ادا کرو۔ اس سے اگر ایک طرف قرآن کا پرکھت کلام ہو نا معلوم ہوتا ہے تود دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی

خفی سے اس کے بارے میں ایک مطلب پر آگاہ ہونا بھی ثابت ہوتا ہو من الصلوٰۃ کے بعد وقت ایسی ہی کا وہ یہ کہ

صلوات کا حالت جنگ میں جب دشمن کا خوف ہو ایک صورت فان ختمتم فوجا لا و رکبا نارا البقرة ۲۳۹ ہے جیسے کہ

عشیرتیں دیکھا گیا ہے ایسے خوف کی حالت ہو جب باجماعت کا قیام نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری صورت یہاں بیان فرمائی

ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا فاقتلہم الصلوٰۃ یعنی ایسی حالت ہو کہ نماز باجماعت ہو سکتی ہو۔ ہاں دشمن کی طرف سے حملہ

کا خوف ہے اور ظاہر ہے کہ میدان جنگ میں دشمن ایسے موقع کو اٹھ سے نہ دے گا جب مسلمان مشغول نماز ہوں پس

یہ دو صورت ہو جب میدان جنگ میں ہونے کی وجہ سے دشمن کے حملہ کا خوف ہے گہنی الواقع حالت جنگ نہیں

کیونکہ اس میں اس قدر اہتمام بھی مشکل ہے۔ اور اسی لئے یہاں بارش وغیرہ کی صورت میں ہتھیاروں کے

میں حالت جنگ
اور میدان جنگ میں
ہونے کی صورتیں لکھی
ایک ہیں۔

۱۰۳ **وَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَتَعُودًا وَعَلَىٰ جُوبِكُمْ ۖ فَإِذَا**

پرجہ بہ نماز ادا کر کے توجہ سے بیٹھے اور اپنی کمرؤں پر اللہ کو یاد کرو۔ اور جب

أَطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۚ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا

ملعون ہو جاؤ تو نماز کو دہلی حالت پر قائم کرو بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے

۱۰۴ **وَلَا تَهِنُوا فِي تَبَعِ الْقَوْمِ ۚ إِنَّ تَكُونُوا تَالِمُونَ فَإِنَّهُمْ يَالِمُونَ ۚ تَحْمِلُونَ ۚ وَ**

اور (دشمن، قوم کا پیچھا کرنا) نہ سستی نہ کرو اگر تم دکھ اٹھاتے ہو تو جس طرح تم دکھ اٹھاتے ہو وہ بھی دکھ اٹھاتے ہیں اور

تَرَجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ جانتے والا حکمت والا ہے ۲۵

دیکھ دینے کی بھی اجازت ہے +

روایات میں اس بارہ میں اختلاف ہے کہ اس نازکی کیفیت کیا تھی۔ مگر ترجیح اس روایت کو ہے جسے بخاری اور مسلم اور اصحاب سنن ثلاثہ اور امام احمد نے بیان کیا ہے۔ اور جس کے مطابق حضرت علیؓ ابن عباسؓ ابن مسعودؓ و دیگر صحابہؓ کا مذہب ہے۔ یعنی یہ کہ وہ ذات الرقاع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نماز ادا کی کہ ایک گروہ نے آپؐ کے پیچھے صف باغزی اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل پر رہا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت ادا کر کے آپؐ حالت قیام میں رہے یہاں تک کہ دوسرا گروہ آپؐ کے پیچھے تھا وہ دوسری رکعت ادا کر کے پیچھے ہٹ گیا اور دشمن کے مقابل پر ہو گیا اور دوسرا گروہ جو پہلے دشمن کے مقابل پر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا اور آپؐ نے دوسری رکعت اس کے ساتھ ادا کی اور جب آپؐ نے سلام پھیرا تو اس گروہ نے اٹھ کر فقیرانہ رکعت پوری کر لی۔ بعض روایات میں صرف ایک ہی رکعت کا ذکر ہے یعنی معتدلوں نے صرف ایک ہی رکعت باجماعت ادا کر کے نماز ختم کر لی +

۲۵ **۝** یہاں اس حالت کی نازک و تنگنائی سے تعبیر کیا ہے۔ اور حالت امن کی نازک و قاصت صلوٰۃ سے تعبیر کیا کیونکہ اقامت میں سب شرائط کا پورا کرنا آتا ہے۔ جو حالت خوف میں نہیں ہو سکتیں جس سے معلوم ہوا کہ نازک و قاصت حالت خوف میں اور نازک و قاصت حالت امن میں فرق صرف یہ ہے کہ حالت خوف میں سب شرائط پوری نہیں ہو سکتیں اور یہ کہ یا دوسری قسم کا قصر ہے۔ نہ قصر تعداد رکعات یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے عام لفظ قصر صلوٰۃ تہی اختیار کیا ہے اور تعداد رکعات میں قصر کا ذکر نہیں کیا۔ گویا دور رکعت کی بجائے ایک رکعت جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی ایک رنگ قصر ہے۔ اور اگر ایک ہی رکعت کا ادا کرنا لیا جائے تو یہ قصر ظاہر ہو +

۲۵ **۝** اس آیت کا تعلق ناقبل سے یہ ہو کہ وہاں دشمن سے اپنا بچاؤ کرنے کا ذکر ہے حتیٰ کہ نماز کے وقت بھی اپنا بچاؤ کرنے کا ذکر ہے اور یہاں یہ ذکر ہے کہ دشمن کا پیچھا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دشمن کا پیچھا کرنا میں ہشیاری دکھائی جائے تو یہ خود اپنے بچاؤ کا سامان ہو اور یہ جو فرمایا کہ تم وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے تو یہ ان صحیح پیشگوئیوں کی طرف اشارہ ہے جن میں اسلام کے آخری غلبہ کی خبر دی گئی تھی اور جو مسلمانوں کیلئے قوت کا موجب تھیں +

خود ذات الرقاع
میں بیان ہو چکا ہے

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَادَ اللَّهُ ۝۱۰۰

یقیناً ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری جو تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے علم دیا

۱۰۶

وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۝

اور دعا بازوں کی طرف جھک کر نہ والا نہ بننا ۴۲۹ اور اللہ کی مغفرت مانگو

۴۲۹ اَرَادَ اللَّهُ۔ کے معنی یہاں علیٰ اللہ ہیں جو اللہ نے تجھے علم دیا، اور نذیہ بھی جب دو مفلوکوں کی طرف متوجہ ہو تو اس کے معنی علم ہوتے ہیں (دع) ۱۰

خائن۔ خیانت کرنے والا۔ اور خیانت اور نفاق اصل میں ایک ہیں خیانت باعتبار عہد و امانت کرنا جاننا، اور نفاق خیانت دین۔ اور خیانت سے مراد ہر حق کی مخالفت جو خبیثہ و ریاقت حد سے کی جائے (دع) اور نفاق جو آگاہی اس کو سبائت کا حصہ ہے۔

خصیم۔ خصم جھگڑ کرنے کو کہتے ہیں۔ اور خصیم وہ جو جو کثرت سے خاصیت کرے (دع) ۱۱

مناظر جو اسلام کا اظہار کرتے تھے۔ تو وہ کہتے تھے کہ مزدت کے وقت مسلمان کھڑے کی وجہ سے ہماری رعایت ہوگی۔ مگر رسول اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں تو سخت ترین دشمن کے ساتھ اور بڑے سے بڑے دوست کے خلاف بھی عدل قائم تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے بارے میں یہ خاص حکم سننے ہی پر اتارا تاکہ ان کی جو بی ایمید ریاقت ہو جائے ایک خاص واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہو۔ اور یہ کہ ایک انصاری طہرین ابیرق تھا اس نے ایک دوسرے شخص کے گھر کے ایک زو چرائی اور پھر اس کو ایک بیرونی کے پاس رکھ دیا۔ جب تحقیقات شروع ہوئی، اور زور کا اثر ملے گا تو پھر ایک پناہ اور فرار ہو دینے کے گھر سے برآمد ہوئی تو اس نے طہر کا پتہ بتایا مگر اس نے انکار کیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے سامنے اس کی بریت کی مگر آپ فیصلہ اس کے خلاف دیا۔ اور اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ۱۲

ان الفاظ سے کہ دعا بازوں کی طرف جھک کر نہ والا نہ بننا یہ قیاس کر لینا کہ آپ کوئی عذر دہی کی ہوگی، ایک نادانی کا خیال ہو کسی حکم کا جو آپ کو توہین میں دیا گیا ہو ہرگز یہ نشا نہیں کہ آپ سے اس کی خلاف مندی کی معی اس لئے اس حکم کی ضرورت پیش آئی۔ بلکہ امت کو تعلیم دینا مقصود ہو۔ ورنہ آپ خود اعلیٰ سے اعلیٰ اصول پر قائم تھے اھم المصلوۃ کا حکم بار بار رکھیں دیا جاتا تھا کیا اس لئے کہ آپ سے نماز ترک کر دی تھی؟ آپ نے جیسا کہ اوپر کی روایت سے ظاہر ہو، خائن کی طرف جھک کر انہیں کیا تھا بلکہ اس کے خلاف فیصلہ کیا تھا پس ان الفاظ کے لئے کہ نشا، منافقین کی عہد شکنی کا متعلق کرنا تھا۔ نبی کریم صلی علیہ وسلم کی صداقت اور دیانت تو قبل از نبوت بھی عرب میں مسلم تھی۔ اگر آپ میں اس قسم کی عذر دہی کا مادہ ہوتا تو عہد پر ایسی اکثر ملامت ہو لایں کہ خطاب کی مذمت کی جس کو قبل از نبوت بھی آپ کی امانت و دیانت پر کوئی شخص حرف نہ کہہ سکتا تھا تو بعد از نبوت میں باوجود قیاس آپ کے خلاف کرنا مزید واقعات کا انکار کرنا ہے۔ ہاں بلاشبہ آپ کی زندگی میں ایسے واقعات پیش آئے کہ ان کے اندر بڑے بڑے لوگوں کا قدم ڈنگا جاتا۔ مگر آپ کی فوق العادت دیانت و امانت میں ایسے موقعوں پر بھی بالی رہا بھی تھا نہیں آیا۔ ایسے ہی مواقع پر بھی آپ کی دستگیری فرمائی ہو چنانچہ خود طہر و اسے مقرر سے اس کی شہادت دیتی تھی یہ زمانہ نہ تو جب یہودیوں کے تعلقات آپ کے ساتھ کھلی دشمنی کے ہرچکے ہیں۔ اور اور اسلام کو اس قدر مضامین اور مشکلات کا سامنا ہو کہ ایک ایک شخص جو اس کی حمایت کیلئے کھڑا ہو سکتا ہو اس کا جو از سر غیبت ہو، اور ہر بہت سے گواہ شہادت دینے والے موجود ہیں جو طہر کو بری ٹھہر رہے ہیں۔ مگر نبی کریم صلی علیہ وسلم نہ پر دہا ہو کر ہودی ہمارے دشمن ہیں دیکھو کہ لازم ہو کر

حضرت کی ذرا غلطی
امانت اور دیانت

۱۰۷ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَلُونَ أَنفُسَهُمْ

بیشک اللہ صاف کرتا اور رحم کرنے والا ہے ۱۰۷ اور ان کی طرف سے مت جھگڑو اپنے نفس کی خیانت کرنے پر

۱۰۸ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ كَانَ خَوَانًا أَثِيمًا ۝ يَسْتَفْهِنُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَفْهِنُونَ

اللہ ہدے نہ دیتا خیانت کرنے والے گنہگار کو ہرگز دوست نہیں رکھتا یہ لوگوں سے جھینا چاہتے ہیں اور اللہ سے نہیں

مِنَ اللَّهِ وَهُمْ عَمُّهُمْ اذْ يَبْتَغُونَ مَا لَا يُرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا

چھپ سکے اور وہ ان کے ساتھ رہتا ہے جب وہ بات کو ایسے شورے کرتے ہیں جس بات کو وہ پسند نہیں کرتا اور جو کچھ وہ کرتے ہیں

يَعْمَلُونَ خِيَطًا ۝ هَا أَنْتُمْ هُمْ لَا جَادِلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَوَاتِ لَنْ تَبْتَغُوا

اللہ اسکا احاطہ کئے ہوئے ہے دیکھو تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑائے ہو

فَمَنْ يُجَادِلِ اللَّهَ عَمُّهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَنْ

پر قیامت کے دن کون ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑائے گا یا کون ان کا وکیل ہے کا ۱۰۸ اور شخص

يَعْمَلُ سُوءًا وَيَنْتَظِرُ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَ

جو کسی کے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا ۱۰۹

مَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

جو شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ اپنی جان پر ہی اس کا وبال پاتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

سے اس وقت بہت سے مسلمان اور بھی اس کے ساتھ آتے سے جاتے ہیں۔ آپ میں حق و انصاف کے مطابق یہودی کے

حق میں اور مسلمان کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں۔ ایسے عدل و انصاف کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کوئی اور ملتی ہے تو پیش کی جائے

۱۰۹ جب ایک طرف اس اصول پر آپ کو قائم کیا کسی خائن و غاوا کی حمایت آپ نہ کر گئے تو مشکلات کا تو اور بھی ہوتا

ہو گیا۔ اس لئے فرمایا کہ مشکلات میں اللہ کی حفاظت چاہو۔ مستغفار کے ان معنوں کے لئے دیکھو ۱۰۹ و ۱۱۰ خدا کی

حفاظت کا کون انسان محتاج نہیں بلکہ جس نے ایک ان کے لئے بھی اپنے آپ کو خدا کی مدد سے مستغنی سمجھا وہ ہلاک ہو گیا

یا مراد یہ ہے کہ جو غلطی کرتے ہیں ان کے لئے استغفار کرو اور سیاق اس کو بھی چاہتا ہے ۱۰

۱۱۰ یا ایسے لوگوں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو اپنی کم مائی سے منافقوں کے دعوہ میں آکر ان کے حامی بن جاتے تھے

جیسا طور والے واقعہ میں طبرہ کے رشتہ داروں نے اس کی حمایت کی تو یہی لوگوں کو بھی یاد دہانی پر مدعو دشن اسلام ہیں اور

حق اور راستی سے دور ہوتے رہتے ہیں تم تکے حامی دینے بلکہ حق کے حامی جو تہمت ۱۰۹ میں ملنا جھگڑا میں خطاب عام پر جیسا کہ آیت ۱۰۹

کے الفاظ لہا اتم ہوا جہا لہم صیغہ جمع کو صاف کر دیا ۱۰

وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ آثَمًا مَّا تَزِيرُ بِهِ يُزَيِّرْنَا فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِنَّمَا

اور جو شخص خود قصہ یا گناہ کہے پھر ایک بے گناہ پر اس کی سخت لگائے یقیناً وہ اپنے دو بہتان اور کھلے گناہ کا

مُبِينًا ۱۳ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ

برہنہ لیتا کرتے اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ قصد کر ہی چکا تھا کہ تجھے

يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَهُمْ لَا يُصِرُّونَ لِمِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ

ہلاک کر دیں اور وہ اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور تجھے کچھ مزہ نہیں پہنچا سکتے اور اللہ نے تجھ پر

عَلَيْكَ الْكِتَابَ الْحِكْمَةَ وَعَلَيْكَ مَا تَنْتَعِلُ لَوْ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۱۴

کتاب، حکمت، ہدایت کی اور تجھے وہ سکھایا جو توبہ میں جاتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے

الْخَيْرِ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ ۱۵ اَلَّذِينَ آمَنُوا يَصَدَّقُوا وَمَعْرُوفٍ وَأَصْلَحٍ يَتَّبِعِ النَّاسُ

انکے بہت سے خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اسکے کہ کوئی خیرات یا بھلے کام یا لوگوں میں صلح کیلئے حکم

۱۳ خَطِيئَةُ اور آثم وہ سب جو عذر سے ہو اور یہی فرق ابن جریر نے کیا ہے۔ یا خَطِيئَةُ وہ جو جس کا اثر انسان کی اپنی ذات تک

نہ نہ پہنچے اور آثم وہ جس کا اثر دوسرے پر پڑے

۱۴ اس قسم کی کمینہ حرکت کہ کہ انسان خود برا کام کرے اور دوسرے کے ذمہ لگا دے تو ان کریمے انسانوں کی طرف سے

کیا ہے حتیٰ کہ ایک یہودی کے متعلق بھی یہ جائز تھا کہ خود بڑے فعل کا ارتکاب کر کے اس کے سر پر دھتو پا جاتا۔ یہ تو وہ اخلاق

تھے جو قرآن کریم نے دشمنوں تک کے متعلق سکھائے تھے مگر آج کتنے مسلمان ہیں جو اپنے بھائیوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے

ہیں۔ اور آج غیر مسلموں کا مال لے لینا تو ایک طرف رہا مسلمان بھائیوں کے گھر کے خورے لٹا کر ان کے مال بھی بالباطل لے

جاتے تو آدمی یا گناہ اس سے بڑھ کر کیا خیانت ہوگی

۱۵ اَضْلَال وہ ضلالت کے ایک معنی اِضْلَال بھی آئے ہیں یعنی ہلاک کرنا اَصْلَحَ حَقِيقَتاً وہ اھلکہ دت، یہی معنی میں

مراویں جس طرح انہیں معنی میں ضلال و سحر (الفقرۃ ۴۷) میں ضلال کے معنی ہلاکت ہیں دت، کیونکہ جب ان کے قصد

اضلال کا ذکر کیا تو جواب میں تسلی کے طور پر فرمایا کہ تجھے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اس سے پہلے اور کچھ بھی منافقوں کے

خفیہ مشوروں اور ان کے منصوبوں کا ہی ذکر کیسے کیا تو وہی جہالت کے لحاظ سے یہی معنی درست ہیں۔ اور اگر گراہ کرنا یعنی

لے جانے تو یہی کوفی ہرج نہیں

یہاں یہ بتایا کہ منافق صرف حقیقی کمزوری ہی نہیں دکھائے کہ جیسے دیکھتے ہیں بلکہ وہ اسلام کے پیچھے ہونے لگے

ہیں اور ہمیشہ اسلام کو تباہ کرنے کے منصوبے سوچتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی تسلی دی کہ پیغمبر کو کتاب و حکمت دیکر بھیجا اور جس کی

اس نے دنیا میں تعلیم دی تھی تو اس نے وہ ہلاک نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری جگہ فرمایا اھمما ہما لہ دنیا اور اللہ تعالیٰ ۴۷ جگہ

۱۳
۱۴
۱۵
منافقوں کی اسلام
وہ تباہ کرنے کی کوششیں

الثلثة

خطیئۃ اور آثم
میں مندرج

اضلال

۱۱۵ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ لِنَبَأٍ فَمَضَاتِ اللَّهُ فَمَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

اور جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ایسا کرے گا اسے بہت بڑا اجر دیئے جائے گا اور

مَنْ يَسْتَأْذِنِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

جو شخص رسول کی مخالفت کرے اسکے بعد اس کیلئے حق کھل چکا اور مومنوں کے راستے کے سوائے اور

الْمُؤْمِنِينَ فَوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَصَلَّىٰ ۖ وَصَلَّىٰ مَصِيبًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْفِرُ

کی پروہی کو یہ ہمارا اس سے تعلق کر دینے جو حق میں کرتا ہے اور جسے ہم پر غل کر دینا اور وہ بڑی جگہ پر ہے جس کی اصلاح نہیں ہوتی

قصہ یہ منافق کرتے ہیں اس قصد کو کسی نہیں پائینگے

۱۱۶ جہڑی۔ اس کا اصل بھی وہی جو غنا کا اصل ہے۔ اور تاجیہ کے معنی ہیں اس سے خفیہ طور پر مشورہ کیا اور اس کی اصل غفیر سے جو چھکے معنی بلند زمین میں گویا وہاں اس کے ساتھ تنہا ہوا۔ اسی سے مخفی مصدر پر یعنی خفیہ مشورہ کرنا

یہاں منافقوں کے خفیہ مشوروں کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان کے خفیہ مشوروں میں بھلائی کی کوئی بات تو ہوتی نہیں بلکہ

وہ جب چھک کر مشورہ کرتے ہیں تو نقصان پہنچانے کے لئے ہی کرتے ہیں اسی لئے یہاں کنیہ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور پھر

فرمایا کہ بھلائی کا کام تو یہ ہو کہ کوئی شخص دوسروں کو صدقات دینے کے لئے نہ کہ بے نیک بات کی ہدایت کرے یا لوگوں کے

درمیان اصلاح کا کوئی کام کرے مگر یہ جب ملتے ہیں تو ان امور کے خلاف ہی کچھ کرتے ہیں۔ ۱۰۔ صلح بین الناس کی حدیث

میں بڑی تعریف آئی ہے یہاں تک کہ ایک حدیث میں جس کو ابو داؤد و ترمذی احمد نے بیان کیا ہے یہ لفظ آتے ہیں کہ نبی کریم

صلحاً سے صحابہ کو فرمایا کہ میں تم کو ایسے عمل کی خبر دوں جس کا درجہ نماز اور روزے سے بڑھ کر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اے

تو فرمایا کہ لوگوں میں اصلاح کرنا صرف مسلمانوں میں نہیں بلکہ سب لوگوں میں۔ آج کل مسلمانوں کو اس نصیحت پر عمل

کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ ترقی کی جڑ اتفاق اور اتحاد ہی آج ان میں تفرقہ ڈالنے والے بہت ہیں مگر اصلاح کریں ان

کا وجود کا بعد ہے

اس آیت میں بھلائی کی ان سب قسموں کو جو ایک انسان وہ میرے کے ساتھ کر سکتا ہے جو حج کر دے ہو۔ اول صدقہ کا

یعنی جملی احاد کا محتاج ہو اس کو مانی مدد دینا۔ دوسری قسم کی بھلائی یہ ہے کہ انسان کسی کو بھی راہ پر ڈال دے یعنی اسے صوف

کا حکم دے۔ اور تیسری یہ کہ فساد کو دور کر کے اصلاح کر دے۔ یہ وہ کام تھا جو محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے ساتھی کر رہے تھے۔

۱۱۷ فَوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ ۖ وَصَلَّىٰ ۖ مَصِيبًا ۚ۔ دوسرے کے ساتھ قرب کا تعلق پیدا کرنا ہے پس فَوَلِّهِ مَصِيبًا کے معنی ہوتے ہیں اس کا تعلق

اسی کے ساتھ ہونے جس کے ساتھ وہ خود تعلق پیدا کرتا ہے اور انسان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت

یوں ہی نافذ ہوتا ہے کہ انسان جس سے تعلق پیدا کرنا چاہے اس سے اس کا لگاؤ ضرور جاتا ہے۔ نیکیوں کے ساتھ تعلق اور محبت

پیدا کرے ان کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ بدوں کے ساتھ کرے تو ان سے پس جب ایک گروہ نے یا بدوہدایت کے کھل جانے

کے۔ دن رات مسلمانوں میں رہنے کے۔ رسول اللہ صلعم کی دشمنی کے طریق کو اختیار کر لیا تو خدا ان کو مجبور کر کے دوسرے

پر نہیں ڈالتا بلکہ اس کے قانون قدرت کے مطابق ان کو پھر وہی راہ چھی گنتی ہے جس کا انجام بہتر ہو یا یہ عاقبت

جو بھی گذارے وہ جس کے معنی ہیں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ گویا بدھ انسان تو صحیحہ راہ پر ہی طرف اللہ ہی اس کی توجہ کر دیتا ہے

۱۸
ع

ذکر اور توحید کا مقام

تنبہ بھی

نیک بات کا مشورہ

اصح بین الناس

تذیلہ

اے نبی! انسانی
صلحاً سے عمل کرے
مطابق ہوتا ہے۔

أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَعْفُو عَادَ وَذَلِكَ لِيَنْ يُشَارِكُ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ صَلَاةً

۱۱۷ کے ساتھ شریک بنا جا جائے اور جو اسے سوا پر ہے چاہتا ہو بخشتا ہو اور جو بخشا، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا ہو وہ مگر ابھی

بَعِيدٌ ۱۱۸ إِنَّ يَدْعُونَ مِنْ مَّوْنِهِمْ إِلَّا أَنْتَاهُ ۚ وَانْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا ۱۱۹

۱۱۸ اور غل کیا کہ: سے چہرہ کردہ سوائے تیرا ہیان چیزوں کے اور کہہ کہ نہیں پکارتے اور وہ کبرش شیطان کے سوا اور کہہ کہ نہیں پکارتے

ابو جہات

۱۱۸ امام شافعی سے منقول ہے کہ انہوں نے تین سو مرتبہ قرآن شریف اس غرض کیلئے پڑھا کہ جامع امت کے دلیل شرعی ہو کر کسی آیت حجت ہو۔ اور آخر ان کو یہ آیت ملی۔ اس پر یہ اعتراض ہوا کہ سبیل المؤمنین کوئی ایک راستہ نہیں بلکہ خالق اللہ و قائل الرسول پلین ہی سبیل المؤمنین ہو۔ اور وہ وہی ہدایت ہے جس کا ذکر کیا موجود ہے جس ان الفاظ سے اجماع امت پر کوئی دلیل پیدا نہیں ہوتی۔ اور اگر سیاق و سباق عبارت پر غور کیا جائے تو یہ اعتراض باطل صحیح ہو یہاں ذکر رسول صلعم سے دشمنی کا کہ کوئی شخص ایمان اور حجت کی بجائے کفر و دشمنی کے طوق کو اختیار کرے۔ اور ان میں سے اول الذکر زمین کا راستہ ہو۔ اس سے بڑھ کر زمین کے راستے سے کچھ مراد نہیں اور نہ ہی اجماع کے کچھ معنی ہو سکتے ہیں کیونکہ تمام مسلمانوں کا کلمہ ایک بات پر اتفاق ہو سکتا ہو سوائے اس کے کہ وہ بات قرآن یا حدیث میں ہو۔

۱۱۹ ایک پچھلے لکھنے کے آخر پر مٹا کر ان کے ذکر میں فرمایا تھا کہ صحیح رستہ وہی ہو جس پر مومن ہیں۔ اب اس رکوع میں ایک مشرک اور ایک موحدا کا مقابلہ کر کے بتایا کہ کونسا عقیدے کو ساطیق اختیار کیا ہو اور کہ یہ کیا بائیں ہو سکتے۔ مشرک چنانکہ سب یہ ہیں کی جنہوں اس سے اس کا ذکر کیا مشرک کے نہ جتنے پر کچھ ۱۱۹ اور یہاں بتا بھی دیا کہ مشرک کہ اللہ تعالیٰ کیوں نہیں بخشتا اس سے کہ وہ مگر ابھی اس قدر دور غل جاتا ہو کہ وہ اس سے وہاں آنا مٹل چوتا ہے مشرک اور بت پرستی کے برابر کسی باری کی جو اس کی جی

اناث

۱۱۹ اناث۔ انثیٰ کی جمع ہو اور جن سے وہ سوائے خدا کے اپنی حاجت برآری چاہتے ہیں ان کو اناث کہا ہو۔ یا اس لحاظ کہ ان کے ان اکثر یوں کے نام موش تھے۔ جیسے لٹ اور غڑی اور منات (دغ)، اور جن سے روایت ہو کہ ہر ایک قبیلہ کا ایک بت ہوتا تھا جسے وہ انثیٰ بنی فلاں کہتے تھے یعنی فلاں قبیلہ کی دوسری اور یا اس لحاظ سے کہ ان چیزوں کو جن میں روح نہ ہو اناث کہا جاتا تھا۔ اور یہی جن سے روایت ہو، امارا غنیمت بھی اناث سے مراد و جادات ہی تھے جن کیوں کہ ان میں صرف قوت منفعہ ہو یعنی دوسرے کا، فرقیوں کرنا۔ اور وہ کہتے تھے کہ یہ لفظ ان کے معبودوں کیلئے اختیار کر کے ان کو ان کی جہالت پر متنبہ کیا ہو کہ وہ شایہ جو دیکھتے ہیں ہستی اور دیکھتے کہ ان کی طاقت کہتی ہیں ان کو وہ اپنی حد کیلئے بھرتے ہیں۔ اسی کی مثل حضرت ابراہیم کا قول ہو یا بت لم تقبلوا لایجمع ولا یبصر ولا یفقی عذت شدیداً (مہم ۱۹-۲۴)، اور دوسری جگہ جو فرمایا۔ وجعلنا الملیکۃ الذین ہم علی الرحمن اناثاً الذین خرفوا (۱۱۹) تو یہ اس لحاظ سے ہو کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (دغ)۔

مہم ۱-۲

مہم ۱-۲

اہل الجہۃ

مہم ۲

مرید۔ مہم ۲ سے ہو۔ شجرہ اہم ۲ اس درخت کو کہا جاتا ہو جس پر پتے نہ ہوں اور مہم ۲ مردوں میں سے وہ جو جس کے منہ پر انبیٰ بال نہ لگتے ہوں۔ اس نے مہم ۲ اور مہم ۲ (و حفظا من کل شیطان مارد القنقن ۳۳) جنوں اور انوں میں سے وہ جو جو قسم کی بھلائی سے خالی ہو اور ایک روایت میں ہو اہل الجہۃ مہم ۲ تو یہ ظاہر بھی حل ہو سکتا ہو اور یہ بھی اس کے معنی تھے جن میں کہ وہ ہر قسم کے نقصان اور قباحتوں سے خالی ہونگے اور مہم ۲ اعلیٰ النفاق والمقوۃ ۱۱۰۔ مراد ہو کہ وہ ہر قسم کے عاصی سے خالی نفاق پر ہیں۔

شیطان کی عبادت
مراد

ان الفاظ کے جو حصے سے کہ وہ کبرش شیطان کے سوائے، اگر کسی کو نہیں پکارتے مطلب یہ ہو کہ جن کو وہ خدا کر کے چاہتے ہیں

أُولَٰئِكَ مَاؤُهُمْ حَمَاحٌ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

یہی ہیں جنکا ٹھکانا دوزخ ہو اور وہ اس سے کوئی بچائے کی جگہ نہ پائیں گے اور جو ایمان لائے اور نیک کام

الصَّالِحِينَ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعَدَ

کرتے ہیں ان کو ہم باغوں میں داخل کریں گے جہاں نہریں بہتی ہیں ہمیشہ انہیں میں رہیں گے اور

اللَّهُ حَقُّهُ ۝ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۝ لَيْسَ بِأَمَانِيَّتِكُمْ وَلَا أَمَانِيَّ أَهْلِ

وہ وعدہ سچا ہو اور اللہ سے بڑھ کر کون بات کا سچا ہے نہ تمہاری خواہشوں پر جو لوہہ اہل کتاب کی

الْكُتُبِ مَنْ يَعْمَلْ سَوْءًا يَجْزِ بِهٖ ۝ وَلَا يَجِدُ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا

خواہشوں پر جو کوئی بدی کرے اس کا بدلہ سے دیا جائیگا اور اللہ کو چھڑ کر وہ دُکھ کی دوست اور نہ کوئی مددگار

لَصَبِيرًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَؤْتِنُقِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۝ فَأُولَٰئِكَ

پائے گا ۱۳۸ اور نیک کام کرنے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو اور یہی لوگ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۝ وَمَنْ أَحْسَنُ يَنْتَظِرُ ۝ وَجْهَهُ لِلَّهِ

جنت میں داخل ہونگے اور اندر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائیگا ۱۳۹ اور میں یہی ہے اچھا کن کو جس نے چالی سدی آدم کو مسلمان بنا دیا

۱۳۸ خوب سمجھا کہے اور اکثر لوگ بدوں کی صحبت میں بیٹھ کر کسی نئے تباہ بھٹے ہیں کہ وہ ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں

۱۳۹ کیا پاک تر ہے اور آندوؤں اور خواہشات پر جو نہیں ملتے خواہ مسلمان ہوں خواہ یہود و نصاریٰ جو مسلمان کو مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن شریف کو اپنا دستور اعلیٰ نہیں بناتے وہ محض امانی کے پیرو ہیں اور قرآن کریم

کی یہ آیت فیصلہ کرتی ہے کہ نری آندوؤں سے کچھ نہیں جتا جب تک اعمال ساتھ نہ ہوں مسلمان ہو کر قبا کام کرے گا تو وہ بھی نرزا پائے گا غیر مذہب کا آدمی اچھا کام کرے گا تو اس کا اجر پائے گا صحیح اعتقاد عمل سے متعلق نہیں کرتا بلکہ اعتقاد صحیح کی اصل غرض یہی مل سچ پر فائز کرنا ہو

۱۴۰ پس جس طرح مرد کے لئے نماز ہے جنت میں اسی طرح اور عورت کے لئے عورت کے لئے بھی ہیں قرآن کریم نے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں رکھا نہ کہیں یہ فرمایا ہے کہ مرد کے لئے عورت کی نسبت زیادہ انعامات ہیں پس اگر

میںا ترے اسلام پر یہ جہان از انعام دیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت کی روح یہی نہیں تو وہ مسلمان بھی اس غلط فہمی میں ہیں کہ پشت میں جہان انعامات وہ کے لئے ہیں وہ عورت کے لئے نہیں قرآن کریم نے اعمال کے نتائج کے متعلق مرد و عورت میں مساوات کا لہجہ یہی ہے

جان چلو بعض مقلد
کی پیروی کر

مرد اور عورت میں
نتیجہ اعمال کے فرق
کے کمال مساوات پر

وَلَا أَمْرًا خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا اشْوَارًا أَوْ آعْرَاصًا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

اور اگر ایک صورت کو اپنے خاوند کی زیادتی یا بے وفائی کا ڈر ہو تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں

میں جو دونوں اور بچوں کے درمیان پالا یا علم آیا تو بعض لوگوں کو ناگوار گزر رہا ہے

رغب

تو جن جن میں تنگدستی ہو کر پالا یا علم کی باتیں ہوتی ہیں ان کے خورس وقت کرتے ہو اور یہ کہ ان کے
 نہایت بچوں جو بڑے دونوں سے تم کی روایات بیان کی ہیں مگر کثرت دوسرے معنی کی طرف ہو اور سیاق بھی یہی چاہتا ہو اس لئے کہ
 مال کا درجہ لینے کیلئے وہ نہ چاہتے تھے کہ ایسی عورتیں منع کریں +

مسئلہ تصدیق
بہترین روشنی

اس کی تعلق ابتداء سے ہے۔ اور اس میں ایسی خورس تعدد از دلج کا ذکر ہو جس کا ذکر سورت کے شروع میں
 کیا تھا۔ آیت ۱۰۶، ۱۰۷ اس امر کو باطل واضح کر دیتی ہے۔ جہاں فرمایا کہ تم عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے۔ پچھلے رکوع
 اس کا تعلق یہ ہو کہ وہاں منافقوں کے ذکر میں جو شرک کی طرف جا رہے تھے مومنوں کا ذکر کے لئے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کمال
 فرمانبرداری اور اس کی مخلوق سے احسان ہی دوستوں مذہب کے ہیں اس لئے اس کیلئے میں پھر عورتوں کے حقوق کا ذکر کیا کہ ان کو احسان کو
 اس آیت کے شروع میں استغناء اور افتاء کے الفاظ اختیار کیا کر اشارہ کیا ہو کہ عورتوں کے مسئلہ میں بھی یہی مشکت
 نظر آتی ہیں۔ اور سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک قویہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فتویٰ دیتا ہے جو آگے آتا ہو اور دوسرے تابعین علیکم
 فی الکتاب کا حوالہ دیتے ہیں جو اس سورت میں پہلے پڑھا جاتا ہے جو اس سے منسلک ہے اور اس میں نازل ہوئی۔ اور جو پہلے پڑھا
 جاوے گا اس کے متعلق فرمایا کہ وہ یتامی النساء کے بارہ میں ہو۔ بخاری میں حضرت عائشہؓ سے اس سے مراد تیس لڑکیوں کا کہ جو اس
 اس کے مال کو اپنے ساتھ شریک کر لیا تھا اور خود اس سے منع کرنا چاہتا ہو دوسرے سے منع کرنا پسند کرتا ہو اس خوف سے
 کہ اس طرح وہ مال اس کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں یہ کہ آیت اُمم کے بارہ میں نازل ہوئی
 جس کے نتیجہ پہلے حق یہ ہو کہ قرآن کریم عورتوں اور یتیم بچوں کے معاملہ میں زیادہ تاکید اور تفصیل فرماتا ہو اور سورت کے منہ
 کو یاد دلاتا ہے۔ عورتوں اور یتیم سے اس قدر بدسلوکی ہوتی تھی کہ پھر اس حکم کے نزول کی ضرورت پیش آئی۔ اور مطلب یہ ہو
 کہ وہ حکم جو پہلے دیا جا چکا ہو کہ تم دو دو تین تین چار چار عورتوں سے منع کرو۔ وہ یتامی النساء کے بارہ میں پڑھتی ایسی
 عورتوں کے بارہ میں چار خاوند نہ ہوتی ہیں۔ جیسے اگر جنگوں میں بہت سی عورتیں یہ پڑھیں۔ اور یا اگر یتامی النساء کے دوسرے معنی
 لئے جائیں یعنی عورتوں کے نتیجہ پہلے حق یہ ہو کہ عورتوں کے یتیم بچوں کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو قرآن عورتوں سے منع کر دے
 انکی باتیں ہیں جس سے تعدد از دلج کے مسئلہ کی حرجت ہوتی ہو کہ یہ مشکت پیش آمد کے حل کے لئے صاحب بہت عجز سے بلافا
 رمہ نہیں یا یتیم بچوں والی عورتیں رکائیں جن عورتوں کا کوئی جرگہ نہ ہوتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ایسی عورتوں سے دو دو تین
 تین چار چار تک منع کر لو۔ اور یہ امر کہ یہاں ایسی مشکت تعدد از دلج کی طرف اشارہ ہو اس سے ظاہر ہو کہ اس کے بعد عدل کا ذکر کیا
 سے کیا ہو۔ اور یہ فرمایا کہ تم ان کا منہ نہ دیتے نہ چھوئے بچوں کو تو اس میں عین اس پرانے دستور کی طرف اشارہ
 کہ عورتوں اور بچوں کو خود مال نہ کھاتے تھے۔ اور تو جن جن میں تنگدستی ہو کر پالا یا علم کی باتیں ہوتی ہیں ان کے خورس وقت کرتے ہو اور یہ کہ ان کے
 وہ ان سے منع کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اسلام نے دونوں حکم دے کر عورتوں اور بچوں کو حق ہر شے دیں اور ایسی
 عورتوں سے جن کے یتیم بچے نہ تھے جن میں منع بھی کر لیں اور اس کے لئے تعدد از دلج کی بھی اجازت دی کیونکہ اس صورت میں
 تعدد از دلج کی اجازت ددی جاتی تو قسم تباہ ہو جاتی۔ اس کے ساتھ ہی آخر یہ کہ اگر یتیم بچوں کے معاملہ میں انصاف نہ ہو تو
 مہربانی کی تاکید کی ہو یہ عورتوں کی خبر گیری اور یتیم بچوں کی ہر ہر شے دونوں کا تھا تھا تھا کہ یہ صورت اختیار کیا جاتی ہے۔

أَنْ تَصِلَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحْرَ وَإِنْ

کہوہ آپس میں صلح کریں اور صلح اچھی چیز ہے اور طبیعتوں میں بخل ہوتا ہی ہو اور اگر

۱۲۹ تَحْسَبُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا

تم احسان کرو اور تقویٰ کرو تو اللہ اس سے جو تم کہے ہو خبردار ہو گا اور تم طاقت نہیں رکھتے

أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمْلِكُوا كُلَّ الْمَالِ فَذَلِكُمْ مَا كُنَّا عَالِفَةً

کہ عورتوں میں عدل کر سکو خواہ کتنا ہی جاہر ہو پس بلا ہی تمہارے جان و مال کے لئے نصیبی نہیں ہو سکتی

۱۳۰ وَإِنْ تَصِفُوا أَوْ تَنْفِقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا رَحِيمًا ۝ وَإِنْ يَمْتَزِقَا

اور اگر تم صلح کرو اور تقویٰ کرو تو اللہ بخشنے والا رحیم کر دینا اور اگر وہ دونوں جاہر جائیں

۱۳۱ فَخُذْ مِنْ حُلَّتَيْهِمَا مِنْ أَمْوَالِهِمَا مِمَّا زَكَاةً كَانَ عَدْلُ الْأُنثَىٰ عَلَيْهِمَا ۚ أُولَٰئِكَ مَتَىٰ هُنَّ فِي حِلِّهِمَا بِمَا عَزَمْتُمَا ۚ وَمَا يَزِيدُ مِنْ حِلٍّ خِلَافَ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمَا كَانُوا فِي حِلٍّ مِمَّا بَيْنَهُمَا

پس اس صورت کا ذکر کیا جب عورت کو خواہندی کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف ہو جب بیوی کی طرف سے لشکر ہو

یا شقاق مینہا کی صورت چلنے میں بیان بیوی میں جھگڑا ہو۔ تو ان دونوں صورتوں کا حکم پہلے ذکر کیا ہے۔ اس خاص صورت کا ذکر

کروم کہ خواہندی کی طرف سے خوف ہو تو قدر ازہ وجہ کے جھگڑے سے ہی وابستہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے ان دونوں صورتوں

الک کے اس کو بیان کیا اور اگلی آیت میں تو واضح طور پر بیویوں میں عدل کا ذکر کر کے اس ضمن میں کھول دیا۔ خواہندی

خواہندی کی طرف سے عدل کے خوف ہو کہ وہ اس کی طرف سے باطل بے رغبت ہو جائیگا۔ یا اس پر زیادتی کرے

تو وہ دونوں کوئی صورت سمجھ کر اختیار کریں۔ اور وہ صورت بیویوں میں ہو سکتی ہو کہ خداوند ہی ازہ وجہ ثانی کے ارادہ کو نہ کرے

یا یہ کہ عورت کا ہونے کا یہ کہ وہ کھٹکتا ہے یا یہ کہ وہ کھٹکتا ہے یا یہ کہ وہ کھٹکتا ہے یا یہ کہ وہ کھٹکتا ہے

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

دوسری صورت میں کسی حق کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور جس سے کسی دوسرے کا حق چھیننا چاہتا ہے۔ اگرچہ

يَعْنِ اللَّهُ كُلَّ مَنْ سَعَتْهُ وَكَانَ اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ ۱۳۱

تو اللہ ہر ایک کو اپنی کاشائش سے نفی کر دیتا ہے اور اللہ وسعت والا حکمت والا ہے اور اللہ ہر ایک کی سزاؤں پر

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہم نے ان کو جو کچھ سے پہلے کتاب دی تھی اور تم کو بھی یہی حکم دیا کہ اللہ کا

اتَّقُوا اللَّهَ ۝ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا

تقویٰ کرو اور اگر تم کفار کرو تو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کا ہی اور اللہ غنی

حَمِيدٌ ۝ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَكْفِيَ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ إِنَّ يَشَاءُ ۱۳۲

تغریب کیا گیا ہو اور اللہ کا ہی ہر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی اس کا سزا دہ ہے اسے دیکھو

بُذِّهِمْ ۝ إِنَّهَا النَّاسُ فِرَاقٌ ۝ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يَرِيدَ ۱۳۳

اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے اور آدمیوں کو لے آئے اور اللہ اس پر قادر ہے جو کوئی دنیا کا

تَوَابٍ لَدُنَّا ۝ فَجَعَلَ اللَّهُ تَوَابَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۝ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝

توبہ چاہتا ہو تو اللہ کے ان دنیا اور آخرت دونوں کا توبہ ہے اور اللہ سنے والا دیکھنے والا ہے

بلکہ ایک ہی ہے اگر وہ عمل حالت ظاہر میں ہو یہاں خداوندی بی بی میں رحمت و رحمت کا ذکر ہوا ہے کہ وہ قیاساً مستطیعاً ہے

یعنی جس عمل کی عدم استطاعت کا ذکر ہو وہ عمل تعلقات محبت میں ہو اور بتایا ہو کہ یہ انسان کی طاقت میں ہی نہیں کہ اگر وہ پہلے

اس کے گھر میں ہو تو وہ اس سے یکساں محبت کر سکے عمل ظاہری کی نفی بیان نہیں کی کہ یہ نہ کہ وہ قرآن کریم کے خیال کے تصور و تخیل

کی عبارت دیکھ کر چاہے ایک محال شرط سے وابستہ کر دیا ہو اور بھی ممکن ہو کہ وہ محال قرار دے یا ہر جہ میں اس کے لئے کوئی حد و طرح کی بات

تو ایک خاص شکل کو لے کر لے لے دے وہی ہے جس کا ذکر بھی ہو چکا ہے اور خدا کے حکم کی نشان دہی نہیں کر کے ایک ضرورت کو بیان کرے

پھر فرضی اس سے کہہ کر کہ ایک محال شرط سے وابستہ کر دے اگر ضرورت تقدیر و تخیل کی ہو تو پھر اس کا اظہار یا نہیں ہو سکتا

کہ وہ عمل نہیں کر سکے کیا یہ خود خدا تعالیٰ پر فرض نہیں کہ ایک طرف تقدیر و تخیل کی ضرورت کو بیان کرنا ہو اور دوسری طرف

تخلیج کو ایک شرط محال سے وابستہ کرنا ہو اس کے معنی صاف ہیں کہ عمل ظاہری کا حکم تو ہر جہ سے کچھ ہی محبت و رحمت

کے لئے ہر جہ میں کہتا ہے اس ایک صورت کی طرف مقصد ہے جوئی کہ اگر وہ خداوند و الہیوں میں داخل ہو نہ بغیر خداوندیوں میں اگر

میں ملتی ہوئی ہو اس سے منع فرمایا ہے

۱۳۴ اگرچہ فرضی اس مذکورہ جملے میں اصل موافقت ہر جہ کے تو دونوں کا یہاں جو جہاں بہتر ہو یہی حالت میں اللہ تعالیٰ دنیا

کو پہلے بہتر حالت میں کر سکتا ہو

۱۳۵ خدا کی چاہا یا تم میں تقویٰ کی تاکید فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی جہوت و قدس کی طرف توجہ دلائی کہ یہ کسی گمراہی پر نہیں لگنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ ۚ ۱۳۷

اے مومن جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر بھیجا اور

الْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ

اس کتاب پر جو پہلے آئی تھی اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور

الْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَفَرُوا لَافْتِرًا ۚ ۱۳۸

پہلے دن کا انکار کرتا ہو وہ گمراہی میں دور غم گمراہ ہو گیا ہے نیک وہ لوگ جو ایمان لائے پر اور جو پہلے ایمان لائے ان کا کفر اور کفر

إِذَا دُاعُوا لِكُفْرٍ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ يَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا يَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۚ ۱۳۹

کفر میں بلانے والے اللہ نہیں دے گا کوئی مغفرت کہے اور نہ یہ گمراہ پر سیدھا چلانے والے مسافروں کو خیر دے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكُفْرَ مِنْ أُولِي الْأَرْبَابِ ۚ ۱۴۰

اے مومن! وہ لوگ جو مومنوں کو پیچھے لے کر کافروں کو دوست بناتے ہیں

أَتَتَّبِعُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ ۱۴۰

کیا وہ ان کے عزت چاہتے ہیں تو عزت سب اللہ کے لئے ہی ہے اور وہ تم پر کتابیں

فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَةَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا

وہ علم نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جاتا ہو

۱۳۷ پچھلے ایمان سے مراد ایمان ظاہر یا اقرار باللسان ہے اور دوسرے ایمان سے مراد تکمیل یا بانی جو جس میں تعقیق بالقلب اور اس کے مطابق عمل بھی شامل ہیں۔ دیکھو علامہ نے لکھا کہ اہل ذکر و متابعین کا تھا اس نے فرمایا کہ صرف اللہ کا ایمان قائم نہیں رہتا جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو +

۱۳۸ اس سے مراد منافق ہی ہیں چنانچہ ان کی آیت میں تہجیر موجود ہے۔ ایمان لانے پھر کافر ہو کر ایمان لانے پھر کافر ہونے سے مراد وہ دفعہ کی گنتی نہیں۔ بکراؤں کے ترو کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور یہ ترو بعض منافقوں کی صورت میں ظاہر میں بھی دقت پڑتا تھا اور بعض کی صورت میں صرف باطن میں تھا تمنا زاد۔ دو اکفر اسے مراد یہ ہو گا آخری حالت ان کی یہ ہو کہ کفر میں ترقی کرتے چلے گئے۔ ایسوں کی حفاظت اور ہدایت اللہ نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جب ایک شخص غلط راہ کو اختیار کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے مجبور کر کے نیک کام کی طرف نہیں لاتا بلکہ نیک کو بھیج کر کے بدی کی طرف نہیں لے جاتا +

۴۱

مناقر کا اہم

مناقری اور منقول

خدا

خبر کی نسبت اللہ کی طرف

الحرب خدا سے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ لَمُحَمَّدٍ عَنِ اللَّهِ وَهُوَ خَادِعُهُمْ

مناقر، خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور وہ ان کو دھوکا بازی کی سزا دیکھا دے

کے معنی میں ہیں آنا کی کوئی سیوا نہیں دے گا

یہاں منافقوں کی دو قسمیں چال کا ذکر کیا ہے۔ ایک طرف مومنوں کے ساتھ ملے بہتے ہیں انہیں غیب پر بتاتا ہے تو کتے ہیں بہت کتے ساتھ رہتے۔ دوسری طرف کافروں کے ساتھ جب کسی جنگ میں کچھ فائدہ کا وہ ان کو چاہتا ہے تو ان کو بتاتے ہیں کہ ہم ہی تمہارا اس فائدہ کا اصل موجب ہیں کیونکہ ہم ہی تم کو چمکا رہے ہیں اور ہم نے پھر مومنوں کا ساتھ چھوڑ کر تمہارا ان سے بچاؤ کو دیا یعنی وہ بھی قبلی جیسے کہ تم پر حملہ کر سکتے اور یوں تمہارا بچاؤ ہو گیا ہے اس کو کچھ تر کہو کہ حال ہوا صرف ہماری وجہ سے ہی حاصل ہوا ہے یہ ان کی خبر نہیں ہے کہ ان کی وجہ سے ان کو کچھ بھی نہیں ملے گا

ایک بکتہ، دوسری یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لڑائی کے اندر چمکاؤ میں جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہو رہی تھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کامیابی کیلئے منقطع متنازعہ فرمایا اور کفار کیلئے غلط نصیب یعنی کچھ توڑا سا حصہ جس سے معلوم ہوا کہ کفار کے مسلمانوں کے مقابل بہت کم کسی حال نہیں ہوئی ان کچھ فتویٰ حقیق مسلمانوں کو پہنچ گئی

۱۔ خدا دعوت خارج، عباد دعوت با خدا دعوت سے مراد جو دھوکا دینا چاہتے ہیں وہ کچھ بھلا دھوکا دے اسم غافل نہ ہو مومن یعنی خلق سے جس کے معنی ہیں خلتہ وادارہ اللہ کے من حیث لایعلوہ، یعنی اسے چمکا دیا اور اس سے ایسے مسلمانوں کو ارادہ کیا ہے وہ اپنا بند کرنا تو اسے ہی پڑے پڑے سے ہے وہ نہیں جانتا۔ گو یا اس کے اصل میں ہی چمکا رہا کہ وہ دھوکا نہ پائے اس تشریح کو منظور رکھتے ہوئے یہ دعویٰ ہیں کہ جو یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرب کیا جاتا ہے تو اس میں صرف اس فعل کا نتیجہ باقی رہ جاتا ہے اور وہی ہے جس سے وہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے مفتوح ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف فعل خلیع منسوب کرنے کا منشا صرف یہاں ہر کہ وہ ان پر ایسا اور دھوکا دے گا جو وہاں پسند کرتے ہیں اور یا پر طبی جزاء سیئۃ سیئۃ مثلاً معنی یہ ہیں کہ وہ ان کو ان خلیع کی سزا دیکھا دے اور خدا دعوت کے مقابل پر جب خدا دعوت کیس تو مراد ہوتی ہے طغوت بہ دل، یعنی میں اس پر غالب آیا اور ان تیرا میں سے کوئی نے معنی نہیں جانتا مطلب وہی ہے اور خلیع کا استعمال لغت میں وسیع ہے جو خدا دعوت الغضب کے معنی ہیں جو کچھ شک اور خلیع الریق فی الغم کے معنی ہیں ترک شک ہو گئی اور کان ظلال الکرم شہد میں خلیع کے معنی ہیں انہیں یعنی ترک کیا خلیع الطہ کے معنی ہیں باطن فتویٰ ہوتی اور السنون الخراج کے معنی ہیں قلع کے سال جن کی زیر کر کے کیونکہ یہاں میں ہوتی اور صریح میں جاتا ہے کہ الحرب خدا سے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جنگ میں دھوکا لگایا تو اس کا قدر قبول جاتا ہے یہی شریک یعنی خفی دوسرے اپنا بچاؤ دلنا چاہتے اور یہی لفظ خدا ہے ہوا اور مراد یہ کہ وہ اپنے دل کو دھوکا دینے والی چیز ہو گئی

۲۔ چمکا کر کھانے اور ہر منافقوں کی دھوکا بازی کا ذکر کیا گیا تھا اگر کس طرح مسلمانوں کے دشمنوں کو ان پر چمکا کر لے اور ہم کہتے ہیں کہ ساتھ ہیں تو زیادہ کہ یہ مومنوں کو اس طرح دھوکا دیکر یا خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں مگر وہ دھوکا دے نہیں سکتے بلکہ خدا دھوکا پر خود نقصان اٹھائینگے۔ سورۃ قمر کے شروع میں منافقوں کے ذکر میں فرمایا تھا یُعَذِّبُ اللہ الذین آمنوا و بہاں صرف یُعَذِّبُ اللہ ہی مگر مطلب ایک ہی وہاں اس کی سزا بیان فرمائی تھی و ما یُعَذِّبُ اللہ الا ما یُعَذِّبُ اللہ خدا کو کیا دھوکا دینا ہے بلکہ اپنے اپنے کو ہی دھوکا دے رہے ہیں یہاں بیان کیا ہے ان الفاظ کے فرمایا دھوکا دھوکا دھوکا مطلب وہی ہے کہ خدا کو دھوکا دے گا یا نہ ہو یا تو بجا کر بیٹھے

لَا تُقِيمُونَ فِي الدِّينِ إِلَّا سَفِلَ مِنَ الشَّامِ وَلَنْ يَحْدَ لَكُمْ نَصِيرَةٌ إِلَّا الَّذِينَ

شامی لوگوں کے سب سے بچے بدعت میں ہیں اور تو ان کیلئے کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔ مگر وہ

تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ

جو توبہ کریں اور اصلاح کریں اور اللہ کے احکام کو مضبوط پکڑیں اور اپنی زبان اور ہمت کو اللہ کیلئے خاص کریں تو یہ لوگ مسلمانوں

وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدُوِّكُمْ أَنْ تَشْكُرُوا ۝

اور عظیم اجر مسلمانوں کو دے گا ۵۴۳ اللہ تمہیں عذاب دیکر کیا کہے گا اگر تم شکر کرو گے

أَمْسَلْتُمْ ۝ وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝ لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ ۝

ایمان آگے اور اللہ شکر کرنے والا ہے جاننے والا ہے ۵۴۴ اللہ ہی بات کے شکر کرنے کو کسی سے پسند نہیں کرتا

إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ۝ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۝ إِنَّ بُذْنَ وَآخِرًا أَوْ خَفِوَةً ۝

سوائے اس کے جس نے ظلم کیا ہو اور اللہ سنتے والا ہے جاننے والا ہے ۵۴۵ اگر تم بھل بات کو ظاہر کر دو یا اس کو چھپاؤ

شَدِيدٌ ۝ وَذُنُوبٌ ۝ اور تو کبھی بھی خیال کو ظاہر نہ کرے یہ یعنی اس سے بھی مراد وہ ہے جس سے ہر گز استغفار میں یہ فرق ہو کر اور کسی طرف

جائے کے خلاف ہے پنج پرہیز گار اور پستی کی طرف جاننے کے خلاف ہے دہشت اس لئے جنت کے دہشت ہیں اور وہ فرخ کے ذوق

اور مذہب کے مسند کی طاقت دہشت کی کوئی بھی کہتے ہیں (غ) اسی مادہ سے ادماک وغیرہ اخلاص +

مناقیق اور کتاب گھڑی کرتا ہو ۵۴۶ چھپکر اسلام کے ساتھ دشمنی بھی پھر وہ اسلام کی صفات کے نشان بھی دیکھتا ہو اس سے

سب سے بچنے چاہئے جس میں جو ذہن ترین لوگ دنیا میں بھی دی ہیں جو شے سے کچھ کہتے ہیں اور کہتے کچھ ہیں ۵۴۷ سچ مسلمانوں کے اسلاف

میں کس قدر اتلاص ہو ۵۴۸ انجلی آیت میں لفظ اخلاص لاکر صاف اس طرف اشارہ کیا جو +

۵۴۹ چونکہ منافقوں کا ذکر تھا اور ابھی ان کو یہ کہا گیا تھا کہ ان کے لئے آگ کا سب سے بڑا طبقہ ہے اس لئے اب بتا جا رہا ہے کہ

شدید و عید کے دو جو امر اور گم شکر کریں اور ایمان لائیں تو پھر اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ان کو عذاب دے اس سے

معلوم ہو کہ عذاب کی اصل غرض انسان کی اصلاح ہے نہ پکڑ اور اگر نشان اپنے نفس کی اصلاح خود کو ہے تو خدا بھی اس کی

دفع کا عذاب اسی کی کوئی اور اس کے کیلئے جو جو شکر دے ایمان کے لئے جہنم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہو ۵۵۰ شکر ہے اللہ تعالیٰ کی

دہشت کی فتنوں کی قدر کی جاتی اور ہر ایک طاقت سے اپنے عمل اور موقع کے مطابق کام لیا جاتا ہے اور ایمان کا یہ

تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی حیات پہل کیا جائے گا ۵۵۱

۵۵۲ الحمد للہ جو کسی چیز کے لئے ہو کہ اس کا جاننا جو اسے دنیا کی یا فراہ سے ہر یا شوق کی یا دل کی مثال ہے حق تعالیٰ اللہ عزوجل

(البقرہ ۱۰۰) اِنَّ اللّٰهَ جَمَعَ النَّاسَ ۝ ۱۰۱ یہاں شوق کی کے خلاف ہے جو یہاں ہی من اسمہ القول ومن جہودہ (الزکوٰۃ ۱۰۱)

صلوات اللہ علیہ (الانبیاء ۱۰۱) ولا تجہدوا لعلکم تہتکوا ولا تخافتوا (یعنی اس لئے کہ) ولا تجہدوا لعلکم تہتکوا (یعنی اس لئے کہ)

الْحَجَرُ الشَّامِ

۵۴۱-۵۴۲ درج

غالب کی طرف سے

جہر

۱۵۰ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سَوْفَانَ اللّٰهُ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ۝۵۱ اِنَّ الدّٰلِيْنَ يَكْفُرُوْنَ

یاد رہے یہ دو رکز کردہ قرینیک، شہادت کہنے والا حدت والا ہے ۵۵۱ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے

یَا اللّٰهُ وَرَسُوْلِهِ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُغَيِّرُوْا اَيّٰنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمِيْنُ

رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تغیر کر دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر

۱۵۱ بِعَیْضٍ فَيَكْفُرُ بِبَعْضٍ فَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَتَّخِذُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ سَبِيْلًا ۝۵۲ اَوَّلٰیكَ

ایمان لائے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان وہ نکالیں ۵۵۲

۱۵۲ هُمْ الْكٰفِرُوْنَ ۝۵۳ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مِّمَّا نَسُوا ۝۵۴ وَالَّذِيْنَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ

۵۵۳ وہ کافر ہیں ۵۵۴ اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کرنا شروع کیا ہے عذاب تیار کر رکھا ہے ۵۵۵ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر

وَرَسُوْلِهِ لَمْ يُغَيِّرُوْا اٰیٰتِ اللّٰهِ مِنْهُمْ اَوَّلٰیكَ سَوْفَ يُغَيِّرُهُمْ اَلْجُزْءُ ۝۵۶ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا رَحِيْمًا

ایمان لائے ہیں اور ان میں سے کسی میں تغیر نہیں کرتے یہی وہ ہیں جن کو اللہ نے ان کا بدلہ لیا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے

یہ آیت قافز ان اذالہ صیغہ عربی کی بنیادی زبانوں میں کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے کی نسبت کسی نہی یعنی شک یا سب سے بات کو شرت دے سوائے اس کے کہ ایک شخص ظلم ہو یعنی اس کو نقصان پہنچا ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ ظالم کی نسبت شک یا زیات کا اعلان کرے مگر اس سے مراد وہی شک یا زیاتیں ہیں جو حق ہیں ورنہ جھوٹ بات کہنے کا کسی صورت میں یہی حق نہیں۔ منافقوں کے ذکر میں اس آیت کا کیا تعلق ہے؟ بات یہ ہے کہ کسی لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے حالات کو کھول کر بیان فرمایا اور جو کچھ ان کی چھپی ہوئی جہانیں ان کو ظاہر کیا اب ان کے ذکر کو ختم کرنے پر یہ سمجھا یا کہ اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ جہانوں کا بیان اعلان ذکر کرنا اگر یہ لوگ ظالم نہ ہوتے ان کی شرافتوں کا ذکر اس لئے کرنا بڑا کہ یہ مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے اور ان کو تباہ کرنا چاہتے تھے۔ آخر میں صفات میں علیم لئے سے مسلمانوں کی خوبیوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے +

۵۵۵ یہاں ہی اپنے قافز کو اور واضح کر کے بیان فرمایا ہے کہ کسی کے متعلق پہلی بات ہو تو اس کو بیشک ظاہر کر دیا جائے اگر کسی نے یہی کی ہو تو اسے حق الودع معاف کر دے۔ وہ طریق ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ گویا یہی بات تشریح ہے کہ اللہ سے معاف کرنے کی ہدایت کی ہے ان اگر غرض سے اصلاح نہ ہوئی ہو اور ظلم انتہا کو پہنچ چکے تو پھر بیشک ظاہر کر دے +

۵۵۶ یہود و نصاریٰ اور منافقین کے باہم تعلقات تھے۔ اس لئے منافقوں کے ذکر کو ختم کر کے اب یہود و نصاریٰ کا ذکر اگلے کلمے میں شروع ہوتا ہے مگر ان آخری آیات میں رابطہ مضمون کو قائم کیا ہے۔ تعلقات کو کھینچ کر حالت کے لحاظ سے منافقوں اور یہود وغیرہ میں یہ تعلق تھا کہ دونوں ایمان اور کفر کے بین میں رستہ اختیار کر رہے تھے جس کی طرف ان الفاظ پریدوں و ان یخلفون دابین ذلک سبیل میں اشارہ کیا ہے۔ منافق قریوں کو بھی ایمان لائے کسی کا فرض ہو گئے یا ظاہر میں ایمان لائے اند سے کاڑھے۔ اور یہود و نصاریٰ میں کہ بعض رسولوں پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کیا۔ ۵۵۷ اور اس کے رسولوں میں

۲۲

یہودیوں کی کتابیں
اور مسیحیوں کی کتابیں

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَهُمْ

۱۵۳ اور کتاب ہے سوال کہتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے ایک کتاب آگامیے سو موسیٰ سے انہوں نے اس سے بھی شکریاں

ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرَأَیْتَ اللَّهُمَّ هَرَّةٌ ۖ فَاخَذَ تَمِيمُ الصِّبْغَةَ يُطْلِمُهُمْ ثُمَّ اخَذَ وَأَخْجَلَ مِنْ

کیا اور کہا کہ شہدائے ہمیں کھلا کھلا دکھاؤ سوائے علم کی وجہ سے انکو نہ سبک آچکا پھر انہوں نے پھڑپھڑایا جد

بَعْدُ مَا جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَقَوَّاعٌ عَنْ ذَٰلِكَ وَأَيُّهَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ۝ وَرَفَعْنَا

۱۵۴ کے کو ان کے اس کلمی و بلیغی میں یقین ہم نے یہ صاف کر دیا اور موسیٰ کو کھلا غلبہ دیا اور ہم نے

فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِثْقَاثِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا الْبَابَ مُجِبِّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا

اور اس کے وقت پہلا کو ان پر غلبہ کیا اور ہم نے انکو کہا کہ فرماؤ یہ داری کہتے ہیں کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ اور ہم نے انکو کہا کہ گنت

فِي السَّبْتِ أَحَدًا نَأْتِيهِمْ بِمِثْقَا عَلِيطَا ۝ فِيمَا نَقُصُّهُمْ مِنْهَا قَالُوا وَلَوْ كُنَّا نَعْلَمُ

۱۵۵ میں جس سے ذکر کرتا ہوں اور ہم نے ان سے مضبوط وعدہ لیا سو ان کے جھوٹے دوسرے کی وجہ سے اور ان کی آیتوں کا ان

لِللَّهِ وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُعِيرُ حَيِّ وَقَوْلُهُمْ قُلْنَا عَلَفٌ لِّمَا يَلْعَنُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ يَكْفُرُونَ

کہنے اور ان کے غیور کو حق قتل کہنے اور ان کے یہ کہنے سے کہ ہمارے دل بدوں میں ہیں بلکہ شہدائے ان کے کہہ کر جسے ان پر ہونے

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

سو وہ کہہ رہے ہیں یا ان کو لگاتے ہیں

سے مراد صرف یہی نہیں کہ انکو مان لیا اور رسولوں کا انکار کر دیا جیسے برہمنوں۔ بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا

اور بعض کا انکار کر دیا جیسے تمام اہل کتاب کی حالت ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ان کے کسی رسول کا انکار کر دیا اور ان کا

یہی انکار ہے

فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ان تمام اور کافر و کفرہ میں جو چکا ہے۔ یہاں چونکہ حضرت مسیح کے متعلق ان کے جرم کا ذکر کرنا تھا اس لئے

خلافت ان کے پہلے جرموں کو بھی دوہرا کر دیا ہے۔ اور کتاب آسمان سے آگامیے سے مراد یہ ہے کہ ان کے غلوں پر کسی کھائی نہ

آسمان سے آگامیے جو تو فرمایا کہ یہ ایسا ہی سوال ہو جیسا کہ اس کے کیا تھا کہ خدا کو ان کی کفر

سے کھلا کھلا و کھیں جس طرح خدا تعالیٰ کو ان انگوں سے نہیں دیکھا جاسکتا اسی طرح اس کا نام بھی اس طرح پر کھنا جو انزل

نہیں ہوا جس طرح انسانوں کی بنائی ہوئی کتابیں ہوتی ہیں بلکہ وہ رسول کے قلب پر جو سطر جبرائیل نازل کیا جاتا ہے قلم

یہ جواب صفائی سے لکھے گئے کی پہلی آیت میں دیا ہوا آغا و حینا الیہا تکما و حینا الی فوج..... یعنی شہداء کی طرف سے

دی جاتی ہیں جس طرح ان کے انبیاء کی طرف سے دی جاتی ہیں

کسی کھائی نہ کیے
ان کے اس سوال اور
اس کا جواب

وَالَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ

اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا اس بارہ میں شک میں ہیں۔

منام بنایا گیا۔ یہ سچ غلطی ایک قصہ کو ذہن میں بلکہ کہی گئی جو وہ اضافہ قرآنی اس کی ہرگز بدعت نہیں کرتے بغیر مشابہ میں جو صرف حضرت یحییٰ کی طرف جاسکتی ہے اور کافر لڑا ہو۔ اور کسی ایسے شخص کی طرف ہرگز نہیں جاسکتی جس کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے بلکہ اگر سچ حریث بھی نہیں جو سچ کی حمایت و حلیب کی موت سے مراد ہو۔ اور یہ عجیب تعجب یہ اگر یعنی کئے جائیں تو ماقبلا و ماحصلہ کا جواب بھی نہیں بتا سکیں نہ وہ دونوں باتوں میں کیا تعلق ہو کہ جس قدر مصلیٰ یا حلیب کی موت نہیں مرا بلکہ ایک اور دشمن سچ کی کٹی ہو گیا۔ اس وجہ کے مقتول یا صلہ ہونے کا یہاں اشارہ نہیں ہے۔

انہیں کی شہادت
کو ترجیح دے کر
چڑھانے والے کو
ذخہ ہے۔

[illegible]

ما قضايتا يخياد
اتمام محبت

اب ایک طرف یہ واقعات تاریخی ہیں کہ کسح حبیب پر چڑھے مصلوب کی طرح جوئے کمر مصلوب نہیں ہوئے مصلوبیہ پر کمر نہیں۔ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ انجیل کے بیانات ہیں اور وہ خوف و ہمدل کتابیں ہیں۔ اس نے قابل قبل نہیں۔ خوف و ہمدل کے یہ معنی بھی لینا ممکن ہیں جو کہ واقعات تاریخی لکھے ہیں وہ مرتبا یا ٹھیکہ بہت غلطی پر تخریب و مآب قتایہ کے معاملہ میں ہوئی ہے اور واقعات تاریخی جن پر سب انجیل کا اتفاق ہو خوف و کبر و نہیں کہے جا سکتے بھلا اگر یہ انجیل ہے ہیں تو کبیل ہو بناس کیلئے کسی سند و آئن شریف یا حدیث میں ہر کہ وہ فی خوف ہو اور یہاں اتنا محبت تو یہود اور نصاریٰ پر کرنا مقصود ہے۔ اب قتایہ کے معاملہ میں اتنا محبت تو دل سے ہوگا۔ اور واقعات تاریخی میں اتنا محبت کسی قوم کی خاطر تاریخی بنایا ہو ہو ہو ہو کہ اب اس کے تینا ہے وہ جو عیسائیوں کو مسلم سے ان پنا محبت میں تو ہو سکتا ہو کہ اگر کوئی اپنی کتابوں سے دکھایا جائے کہ واقعات جن کو تم تسلیم کرے جو مصاف بتاتے ہیں کہ کسح حبیب پر میں امر لیکن آؤن کے سامنے ایک کتاب فی ہنگر کر کے ملے کہ کسح حبیب پر ہو گیا تھا اور حضرت مسیح آسمان پر چلے گئے تو اس سے کہاں تھے والا صرف انسانی دل و خوش کر سکتا ہے کہ

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝

انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اس کو قتل کرنے کے لیے جتنے چاہتے تھے اس کو قتل نہیں کیا۔

دوسری قوم پر اس سے کچھ اتنا حجت نہیں ہو تا۔ قرآن کریم کا کمال تو یہ ہے کہ عیسائیوں پر اتنا حجت انہی کی تبلیغ کو پیش کرنے کے لیے ایک ایسی کامیابی ہوئی کہ انہوں نے ایک بار ایک باقوں تک پہنچا یا نکلنا ممکن تھا۔ یہ حضرات عالم الغیب کا ہی کام تھا۔

سبحان من لا یحضر

دوسری طرف جو روایت پیش کی جاتی ہے قرآن میں کہ نہ حدیث میں نہ تفسیر میں کسی تاریخ میں یہ کیا جانا ہو کچھ کا ہنسل کسی کو بنا دیا گیا کہ یہودی اسے حلیب دے لیں۔ اس کی ضرورت کیا تھی؟ بھلا اگر کسی کو ہنسل بنانے میں عین خدا تعالیٰ کی سیج کو اٹھالینا تو یہودی اس کو دناں سے کڑھاتے۔ حضرت نے ایک ہنسل بنا کر ان کو دھوکہ میں ڈال دیا؟ پھر کسی متخاد روایات بنانی تھی ہیں۔ ایک میں یہ کہ مسیح کے کتے پر ان کے ایک چوری نے ہنسل ہونا قبول کر لیا۔ اور مصلوب ہوا۔ ایک نئی پتی جان بیکار کہنے ہے گناہ صحابی کے لیے ضرورت مردادے۔ یہ ہے معنی ہی نہیں سخت قابل اعتراض ہے۔ اس لئے دوسری روایت یوں بنائی کہ وہ ایک منافق تھا قیسری یوں کہ جب کپڑے آیا تھا وہ ہنسل بنا دیا گیا ان دونوں صورتوں میں شخص مذکور نے کچھ دوا بھلیا کچھ پتہ نہ بتایا کہ اس کو نہ ہوں؟ یہ پہلے سے بڑھ کر قویٰ کا مقام ہوا اور ایک روایت میں یہ کہ یہودیوں نے جب مسیح کو نہ پایا تو وہی ایک یہودی کو پکڑ کر حلیب دیدیا تاکہ لوگوں کو پتہ نہ لگ جائے کچھ آسان پر چلا گیا ہوا۔ کسی کو قریب دآنے دیا یہ سب ہنسل پچھ پچھ ہیں۔ ایک بات پر اعتراض ہوا تو دوسری بنائی دوسری پر اعتراض ہوا تو تیسری بنائی۔ بھلا اگر مسیح حالات میں نہ تھے تو نتیجہ یہ نکلا جاتا کہ عیسائیوں نے کہا کہ یہ آسان پر چلے گئے ہیں؟ آج تک کسی جیٹھا مذکور کی نسبت یہ خیال کسی شخص نے نہیں کیا کہ وہ آسان پر چلا گیا ہو گا۔ آسان پر جاتے ہوئے تو ایک شخص نے بھی بدھو کیا اور یہی ان کے حالات سے غائب ہو جاتے پر سب لوگ سمجھ لیتے کہ وہ آسان پر ہی گئے ہیں یہی سب قدر بعد از قیاس بات ہو +

سبحان من لا یحضر

۵۵۵ انیس خود قرآن شریف نے ثابت کر دیا کہ مسیح اگر مقتول مصلوب نہیں ہوا تو کیا یہ وہ مسودہ آل عمران میں طبعی یعنی متوفی کا صحیح وعدہ موجود ہے یعنی یہی کہ کو طبعی موت سے مارنے والا ہوں اور یہ وعدہ وہاں کیا جہاں اس سے پہلے مذکور کی حضرت مسیح کے خلاف تدبیروں کا ذکر آیا۔ اور وہ تدبیریں مصلوب کو کھٹکیں سوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مصلوب کی موت نہیں مرنے گے بلکہ میں تم کو طبعی موت سے ماروں گا اور مسودہ ماخذ میں اس وعدہ کے پورا ہو جانے کا ذکر نہ لیا تھا۔ جب قرآن مجید کو طبعی وفات دی۔ آسان پر نہ نہ پھانسیا گیا۔ کہیں وعدہ ہو نہ نہ آسان پہلے جانیکا کہیں ذکر ہو پس نفی قتل اور نفی مصلوب کر کے اور مقتول مصلوب کا حتمی قرار دے کر اور طبعی وفات کا ذکر کر کے سارے معاملہ کو صاف کر دیا ہو +

سبحان من لا یحضر

۵۵۶ وما قتلوه یقیناً کے معنی تو صاف ہیں ما قتلوه قتل یقیناً یعنی انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ نفی طور پر قتل کیا اور تاریخ سے ظاہر ہے کہ خود ان کے اندر شکوک پیدا ہو چکے تھے اماما خبیثے یوں مسمیٰ تھے ہیں۔ ما قتلوه مصلوب علی النخلة یعنی اس کے مصلوب ہونے کو علم یقینی کے ساتھ نہیں جانا اور یہ معنی ہی سابقہ ہائیک کے لحاظ سے درست ہے کیونکہ کچھ شک کا ذکر ہوا اور بعض نے قتل کو علم کی طرف پھیر دیا۔ کیونکہ قتل العلم اذ قتل کذا اعلیٰ کے معنی ہیں اس کا پر علم حال کیا (د) اور دونوں میں سے کھانا سے مطلب ایک ہو چکا معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے اسے یقینی طور پر قتل نہیں کیا یعنی قتل نفی ہوا اور دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ کہ اس نے قتل ہو جانے کے بارے میں ان کو یقین نہیں ہوا وہ شک میں رہ کر ہی دھوکے کھانے کا کوئی ذکر کیا نہیں +

سبحان من لا یحضر

اختلاف کرنے والے لوگ یہ وعدہ نہ ماریں دونوں میں سوا تاریخ سے ثابت ہو کر فی الواقع دونوں شک میں پھر

بَلِّغْهُمُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَلَا ۝١٥٩

بلکہ اشیائے دنیا سے بے نیاز و عطا فرمایا و اللہ غالب حرکت والا ہے ۴۶۴ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں گمراہ

لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝

اپنی بات سے پہلے اس پر ضرور بیان لاتا ہوں اور قیامت کے دن وہ اپنے گروہ ہو گا ۴۶۵

اور کسی کو بھی قتل کا یقین نہیں ہوا تب تک مجھے شے کے اندر اندر صلیب کے آؤٹا انگلیں نہ توڑا جانا۔ پیلوٹس کا شک کرنا۔ چھر کاٹنا ہوا یا جانا جانا حایوں سے خفیہ ملاقاتیں۔ کیا میری عمر نہیں جن کا لازمی نتیجہ شک ہونا چاہیے جو وہ دن کر دہوں کے دونوں پیدا ہوا۔ اگر سچ آسان پر چلے گئے تھے، دوران کا مشکل مصلوب ہوا تھا تو شک کیا اور علم کا دھونا کیا معنی اور مدققین کی کیا وجوہات تھیں؟ یا تو یہ دونوں نے سچ کو آسان پر جانے دیا، کیا ہوا تو ان کو یقین ہو گا کہ سچ مصلوب نہیں ہوا۔ یا انہیں دیکھا تو ان کو یقین ہو گا کہ سچ مصلوب ہو گئے وہ دنوں صورتوں میں شک کوئی نہیں۔ رے عیسائی ان کو تو اس قصہ کی رد و یقین تھا کیونکہ یہ سارا قصہ حایوں کے سامنے ہوا کہ ایک سچ کا شخص ہو گیا پس وہ قہ یقین کے ساتھ جانے ہو گئے کہ سچ مصلوب نہیں ہوا ان کو بھی شک کوئی نہیں ہو سکتا۔ شک کی صورت صرف وہی ایک صورت ہو جو وہ بیان ہوئی، اور جب کا یقینی ثبوت انہیں مل جاتا ہے۔

۱۴۴۔ بک زعفران کے آتا چرواس سے مراد کبھی پہلے خیال کا اظہار چرواہہ کبھی ایک بخون سے دوسرے صنف کثیر انتقال پہلے کی مثال پر دہرانا الخوض دلنا بھاننا بیل عبادت کو موت نامہ دوسرے کی قد اظہر من تنی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تو ثروت الحیوة الدنیا دینی)۔

رفعہ اللہ الیہ ہر کچھ ۴۳۵ اور ابن جریر نے ابن حرج سے روایت کی ہے فرضہ ایاک توبہ ایاک و تطہیرہ من الذین کفرو و بعضی شیعہ نے اے مسیح کہ نہ کھٹے سے مراد ہیں ان کو دفات دینا اور کافروں سے ان کی تطہیر کرنا۔

بچھلے دھات اور رخ سیج میں کیا تحقق ہوا عام طور پر مسخر نے نے یقین قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح مصلوب نہیں چرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس زندہ آسمان پر شایا کر ہی یعنی رخ کے سر مسخر ف نکت ہیں اور اس قابل قبول جمل بات یہ ہے کہ کچھ فکر اس بات کا تھا کہ یہودی ان کو مصلوب سمجھتے ہیں مگر یہودیوں کو ان کے مقتول و مصلوب ہونے کا یقین نہیں بلکہ شہدے اسے رخ عطا فرمایا یعنی ہندی دھات اب خواہ جیل کو بیٹھے مضمین کے ابطال کیسے سمجھا جائے اور خواہ ہتھکڑیاں کیسے مطلب یہ ہے کہ تو مصلوب ان کو اسے قرب الہی سے دور سمجھتے ہیں مگر شہدے اسے قرب عطا فرمایا اب قرب بارگاہ الہی اور صلویت ایک دوسرے کی ضدیں ہیں اس لئے کہ یہودی جو ہے مسیح کو مصلوب کرتے تھے اور اس لئے بھی کہ شہدائے ۲۴:۲۱ سے ۲۴:۲۱ اور پھر گنتیوں ۱۳:۳ سے ثابت ہے کہ صلیب کی امت کو حضرت موت سمجھا دیا تھا۔ اور حضرت اسلمہم اسرار طائی دوری میں جس نکتہ کے ابطال کیلئے رخ کا ذکر کیا۔ مگر گنتی دوری ۲۱ اور رخ قرب ۱۱

[illegible]

۱۰. فُظِّلَ مِنَ الدِّينِ هَادُوا حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ طِبَّتِ اُحِلَّتْ لَهُمْ

سوان دگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہونے پر ایمان پر اچھی چیزیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں حرام کر دیں

ان کے دوسرے نزول کے وقت ایمان لائے گئے۔ جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہو کہ نازل ہونے والا نبی مریم السلام نام میں جس پر گواہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ خود دوبارہ آئیں گے۔ پس حضرت ابوہریرہ کا مطلب اس آیت کی طرف توجہ دلائے ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عیسیٰ کے دوسرے نزول میں سب یہودی ایمان لائے آئیں گے۔ علاوہ ازیں یہاں صاف فرمایا کہ یوم القیامہ یكون عليهم شهيداً۔ کہ سچ قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے۔ کن پر؟ یہودی مراءضیں ہو سکتے ہیں۔ بلکہ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر حضرت عیسیٰ گواہ ہونگے۔ دکنات علیہم مثہیداً اما دعوتہم (الماخذ) ۱۱۷ یعنی عیسیٰ ان لوگ حضرت عیسیٰ کی اپنی امت ہیں یہاں اہل کتاب کے یہودی ہرگز مراد نہیں۔ عیسیٰ مراد ہیں۔ اور پھر یہودیوں کا حضرت عیسیٰ پر دوبارہ نزول کے وقت ایمان لانے کا معنی ہے۔ اگر وہ دوبارہ نزول فرمائی بھی کر لیا جائے تو ایمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ لائیں گے۔ نہ حضرت عیسیٰ پر۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہونے کہ اس وقت کے نبی حضرت عیسیٰ ہونگے حالانکہ عام عقیدہ کے مطابق نبی و مصلح مجدد ہو کر آئیں گے نہ نبی ہو کر پھر ایمان لانے کے کیا معنی۔ اور پھر حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کے یہاں لکھا کہ حضرت عیسیٰ ان پر قیامت کے دن شہید ہونگے گواہ امت محمدیہ کے ایک حصہ پر حضرت عیسیٰ کے ذریعہ ہوگا ہوگا شہید حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے بلکہ حضرت عیسیٰ ہونگے حالانکہ قرآن کریم میں دو مرتبہ جگہ فرمایا کہ لکھنا من کل امة بشہید وھذا بلک علیٰ ہذا شہیداً (۴۱) یعنی ہر امت میں اس کا رسول شہید ہوگا۔ اور اپنی ہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر امت محمدیہ پر شہید ہونگے کہ حضرت عیسیٰ کو دوبارہ لانے والے آخرت میں صلی اللہ علیہ وسلم کو آدمی امت محمدیہ پر شہید ٹھہرتے ہیں اور باقی نبی بلکہ زیادہ پر حضرت عیسیٰ کو شہید بنائے ہیں۔ اور ساتھ ہی حضرت عیسیٰ کو اپنی ساری امت پر بھی شہید ٹھہرتے ہیں ثلث اذ اقامۃ ضیعی۔ کا شمس ان غور کر کے تو حضرت عیسیٰ کے نزول ثانی کا مسئلہ کس قدر آسان تھا۔

پھر یہ حصر کر کے سب یہودی ایمان لائیں گے اول و ثانی یہودی نزول سے پہلے مرچے وہ کس طرح ایمان لائیں گے۔ دوسرے قرآن شریف صاف فرماتا ہے وھا عمل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا والی یوم القیامۃ ذال علقاق ۱۵۰ پس حضرت عیسیٰ کے مشکوک قیامت تک رہی تھے اس لئے سب یہودیوں کا ایمان لانا صحیح اس آیت کے خلاف ہو گا

جیسا کہ اوپر دیکھا گیا یہاں اہل کتاب کے مراد عیسیٰ ہیں۔ اور یہی وجہ کہ ان کی آیت میں جب پھر یہودیوں کے ذکر کی طرف توجہ فرمایا کہ انہیں کہنا کہ ان اہل کتاب کا لفظ استعمال کیا جیسے پہلے کیا تھا بلکہ صاف فرمایا فظلم ان الذین ہادوا۔ اور مطلب صاف ہو کہ حالانکہ عیسیٰ خود حضرت عیسیٰ کے صلیب پر مرنے کے معاملہ میں شک میں ہیں اور انکو یقین نہیں مگر ان میں سے ہر ایک اس پر پانی موت سے پہلے ایمان ضرور لائے گا۔ جیسا امت کی بنیاد حضرت مسیح کے صلیب پر ہونے پر ہو اگر مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوتے تو انہوں نے لوگوں کے گناہوں کی لغت اٹھائی تو وہ کفار رہ سکتے ہیں۔ اور موت کو پہلے اٹھنا اس لئے نہ تھا بلکہ موت سے پہلے خود ہی کہ باوردی عیسیٰ عقیدہ کا اقرار کرانے پس مطلب صاف ہے کہ جو میں سب عبادت کے مطابق ہو کہ عیسیٰ ہی خود شک میں ہی ہیں کہ صلیب پر موت واقع ہوئی یا نہیں مگر باہیں اس بات پر پانی موت سے پہلے ایمان ضرور لائے ہیں۔ گویا بتایا ہو کہ ان کا ایمان ان کی اپنی تاریخ کے خلاف ہو اور حضرت عیسیٰ قیامت کے دن اپنے گواہ ہونے یعنی بتائیں گے کہ کس طرح ایمان لائے ان کی قلمیہ کے خلاف اور واقعات کے خلاف ایک عقیدہ قائم کر لیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ نے صحیح معنی نہ سمجھے تھے۔ تو خود حضرت ابن عباس نے ان معنیوں کی ترویج

حضرت عیسیٰ مریم السلام
ان پر نہیں وائیں گے
بلکہ ان کی امت محمدیہ
پر لائیں گے۔

ان میں اہل کتاب
پس مراد عیسیٰ ہیں

وَيَصِدُّهُمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۚ وَأَخَذَ مِنْ الزَّيْنِ وَأَقْدَقَ نَهْوًا عَنْهُ وَالْكَثِيرُ

اور ان کے لشکر کی راہ سے بہت روکنے کی وجہ سے اور ان کے سرو پٹنے کی وجہ سے حالانکہ وہ اس کے ساتھ تھے اور ان کے

أَهْوَالُ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَكِن

مال ناحق کیساتھ کھانے کی وجہ سے اور بہتے ان میں سے کافروں کیلئے دردناک ٹوٹے تیار کیا ہے ۴۹۹ لیکن

الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

ان میں سے علم میں پختہ ہوئے لوگوں میں اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا

وَالْقَائِمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمَوْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَلِذَلِكَ

اور نماز کے قائم کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے والے یہی وہ

سَيُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالطَّيِّبِينَ

میں جنکو ہم بڑا اجر دینگے ۵۰۰ ایک بہت تیری طرف وحی کی جیسا ہم نے نوحؑ اور اس سے چلنے والوں کی طرف

مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَسْمَأِيلَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ

وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کے اولاد

۵۰۰
تخت کوئی کیجیگا

کی جو کہ نوحؑ ابن جریر میں متعدد روایات سے ثابت ہو کہ حضرت ابن عباسؓ اس کے معنی یوں کرتے تھے کہ ہر ہر وحی اپنی موت سے
پچھ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا کہ وہ خدا کے رسول تھے اور دوسری قرات قبل موت تمام دت اس کی موبد ہو اور حضرت ابن عباسؓ
کا نام قرآن پر حال حضرت ابوہریرہؓ سے بڑھ کر ہو

اور جو معنی میں سے کہے ہیں ان میں مضمون کا انتقال عیساؑ کی طرف کیا گیا ہو اور ہم اقلہ علیہم علیہم شہیدا سے
یہ ظاہر ہو اور اس طرح کے شروع میں بھی اسے عیساؑ کی طرف کے عقیدہ باطل کا ذکر ہو تو یا قرآن کریم کے ایک ایک طرف یہ وحی نقل
کا ذکر کیا تو سوائے ہی عیساؑ کی وحی ان کے غلو پر کام کیا ہو

۵۰۱ کوئی اچھی چیز بن پر کام کی گئیں اور کس نے؟ وجہ تو خود بیان فرمادی کہ ان کے علم کی وجہ سے اور رسولوں و انھیں
مال تھانے سے رسول خود پر جانے کی وجہ سے اور لوگوں کا مال ناما تو لیکن میں دنیا کی بہت بڑھ تھی اشار اور قرآنی
کا مادہ کہہ گیا وہ یہی جگہ فرمایا ہم فضیلت من الملائکة فاذا الیوتون الناس فقیر (النساء ۳۵) بارشبت ان کو طے
نے بتوڑوں کو تقیری ذریعے بتوڑوں کو حکومت نہیں ملا کرتی پس ہی وہ طہیات ہیں جو ان پر کام کر رہی تھیں اور اسے
مقابل پر فرمایا کہ وہ ناک دیکھ ہو رسول ذلیل اور مدبہ جو سے کا دیکھ کر

طہیات جو یہود و نصاریٰ
کی تھیں

۵۰۲ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو اس طرح فی العلم ہیں تو نے تقلید کے طور پر یوں دیکھے نہیں لگے جو سے بلکہ خود تحقیق کرتے ہیں
وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں فقہین الصلوٰۃ میں نصیب المرح ہو کہ یہ کتابان پھر حق کی شناخت کا ذکر ہو اور وہ رسول نے جمع الی اللہ عنہم

وَعِيسَى وَآلِئُوبَ وَيُوسُفَ وَهَارُونَ وَصَالِحِينَ وَإِنَّا نَادَا وَدَّ زَبُورًا

اور عیسیٰ اور یونس اور یونس اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور دی ہے

۱۶۹۷ اور عیسا۔ یعنی اس معنی الاشارة الى السابعة ہیں معنی تیزی سے اشارہ کرنا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس طرح ہوتا ہو یا جراح کے اشارہ سے جیسے حضرت ذکریا کے ذکر میں فاعلی الہم (ص ۱۱۰) اور کلید التبیان اور اولیاء کی طرف ڈالا جاتا ہو وہ بھی وحی کہلاتا ہو۔ اور یہ تین طرح پر ہوتا ہو جیسا کہ ماکان لہ شان ان یحکم اللہ الاوجیا او من ورائی عجب او یوسل تر (المنہج ص ۱۰۵) سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور یہ تین قسم یہ ہیں اول وہیں ایک بات کا ڈالنا جیسے آنحضرت معلّم نے فرمایا ان ووح القلم من لغت فی روحی دوم من وراء عجب جیسے روایا کشف الہام اسی میں وہ بشرت آتی ہے یا ذکر کثرت میں ہو کہ اس نامت میں بعد انقطاع نبوت وہ رہ گئی ہیں اور تیسرا بعد رسول جیکو کہ کھانا جاتا ہو اور اس کا نام سنا جاتا ہو یعنی نبیہ حضرت جبریل علیہ السلام اور یہ تیسری قسم صرف انبیاء سے مخصوص ہو اور پہلی دومیں اولیاء اللہ بھی شامل ہیں اور یہاں مراد بھی تیسری قسم کی وحی ہے جس سے انبیاء مخصوص ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی

پچھلے رکع کی آخری آیت میں یہ ذکر کیا تھا کہ ابلی کتاب میں سے بھی جو محقق ہیں وہ آنحضرت پر ایمان لاتے ہیں جیسے پہلے انبیاء پر ایمان لاتے ہیں۔ اس لئے اب فرماتا ہے کہ آنحضرت کی وحی کوئی انگ وحی نہیں۔ ساتھ ہی بل کتاب کے اس سوال کا جواب ہو کہ ان پانچ ناموں سے کوئی کتاب آتا ہو جو پچھلے رکع کے مترق ہو۔ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آنحضرت معلّم کو اس طرح ہوتی ہے جس طرح پہلے انبیاء کو ہوتی رہا تاکہ کہ کوئی کوئی آسان سے کتاب نہ فزع پر آنری اور اس کے بعد کسی نبی پر نہ ہو بلکہ جو طریق اللہ تعالیٰ کے وحی کرے گا وہی طریق پر آپ آنحضرت کو وحی دے گی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہو کہ جس طرح تمہاری طرف توحید کی وحی ہوئی ہے اسی طرح سب انبیاء سے سابق کی طرف بھی توحید کی ہی وحی ہوتی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی

یہاں بند ایک نبیوں کا نام لیا ہے۔ اور اس میں اشارہ یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے کلمات کے جامع ہیں سب سے پہلے فزع کا نام لیا کیونکہ وہ پہلے تاریخ نبی مرسل ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور سب قوموں کے نزدیک مسلم بزرگ ہیں اور ان کی اولاد کا ذکر ہے۔ اور ان کے بعد حضرت عیسیٰ کا جو سلسلہ بنی اسرائیل بلکہ قومی نبیوں کے سلسلے کا خاتمہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے بعد پھر ان سے پہلے نبیوں کا ذکر ہے اور ان کو درمیان میں رکھ کر یہ بتایا ہے کہ سب کی تعلیم ایک ہی تھی یعنی توحید الہی۔ اور حضرت عیسیٰ کے بعد حضرت ایوب کا ذکر کیا کہ اگر عیسیٰ کے کچھ تعلقین، شاہین اور موت کی حالت تک پہنچے تو ایوب سے جو آپ سے بہت پہلے سلسلہ موسیٰ میں سے تھے ان سے بھی جو کچھ تعلقین، شاہین اور کمال صبر کا نمونہ دکھایا جس طرح حضرت عیسیٰ سے کمال روحانیت کا نمونہ دکھایا۔ اور یونس میں یہ خصوصیت ہے کہ ان کی قوم تباہ کرنے والے عذاب سے بچ گئی۔ اور ارون میں خصوصیت ان کی جہاد واد کی امامت ہو۔ اور سلیمان اور داؤد میں نبوت کے ساتھ شان و شوکت سلطنت ہے اور سلیمان کا نام پہلے اس لئے لیا کہ ان کی شان و شوکت بہت بڑھ کر تھی اور داؤد کا خصوصیت سے الگ ذکر اس لئے کیا کہ آپ کی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بہت ہے اور وہ تمام کلمات جو ان انبیاء میں الگ الگ تھے۔ ان سب کے جامع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔

وَرَسُولًا قَدْ قَضَيْنَاكَ مِنْ قَبْلُ فَسَلِّ لِرَسُولِكَ فَتَضَعُهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ

۱۴۳ اور کچھ رسول ہیں جن کا حال ہم تجھ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا اور اسٹیفنوس

مُوسَىٰ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ۚ وَرَسُولًا مُّذَرِّينَ لَعَلَّاهُمْ يَكُونُوا لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ

۱۴۵ سے بہت باتیں کریں رسول خشنودی دینے والے اور ڈراؤنے والے تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد

مُحَمَّدٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ مَا أَنْزَلَ

۱۴۶ کوئی حذر درجہ اور اسٹیفنوس غائب حکت والا ہے لیکن اللہ اس کے ساتھ گواہی دیتا ہے جو جانتے ہوئے

إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ لِيُعَلِّمَهُ ۚ وَالْمَلَكُ لَشَهِيدٌ ۚ وَلَكِنِّي بِاللَّهِ فَتَرِيدُ ۚ إِنَّ

۱۴۷ نازل کیا کہ اسے سچے حکم کے ساتھ نازل کیا اور غصے کو ابھی دیتے ہیں اور اسٹیفنوس کا فی گواہ ہو لیکن وہ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْطَبُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ إِنَّ

۱۴۸ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور اللہ کی راہ سے روکا وہ گمراہی میں دوڑ رہے تھے وہ

الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا ۚ أَلَمْ يَكُنْ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۚ

۱۴۹ لوگ جنہوں نے انکار کیا اور ظلم کیا اللہ ایسا نہیں کرے کہ بخوشی دے اور نہ یہ کہ ان کو راہ دکھائے ۔

دوسری باتیں ہیں

خود ہی پہنچاؤں

چچہ

مذہب پروردگار تعالیٰ کی گواہی

۱۴۹ اس آیت میں ایک قیہ ذکر کیا ہے کہ ہم نے سب رسولوں کا ذکر قرآن شریف میں نہیں کیا جس سے علم ہو گا اور رسولوں
 بھی خدا کے رسول ہوئے ہیں اور اس کی تعبیر ان من آیۃ الاخلاقیہ پانچ سو الفاظ میں ہے کہ اور یہاں اس امر کا خاص ذکر ہے کہ
 یہ مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہی رسولوں کے کمالات کو اپنے اندر نہیں رکھتے تھے کہ نام یہاں یا دوسری جگہ لکھتے تھے ہیں بلکہ ان
 انبیائے عالم کے کمالات کے جامع ہیں اور دوسرے ذکر حضرت موسیٰ کا الگ کیا اور ان کے متعلق فرمایا کہ اللہ بے شک تعالیٰ اپنے نبیوں پر بہت
 باتیں کہیں یہ طلب نہیں کر کسی الگ طرز باتیں کہیں کیونکہ کلام تو سب رسولوں سے ایک ہی طرز پر اور یہی جودیدہ جیل اور غاری
 کی طرح ہیں پشاور ہذا اللہ موسیٰ الذی نزل اللہ علی موسیٰ اور زیدادہ باتوں کا ذکر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حضرت موسیٰ سے
 خاص مامت ہو اور ان کی بے مثل شہادت دینی اور ان کی جگہ پانچ سو الفاظ میں ہے کہ نبیوں کی کثرت میں کہ دوسرے نبی کی باتیں
 نہ کہ حاجۃ سے مراد یہاں مذہب جیسا کہ دوسری جگہ دینا لولا اودلنا اودلنا اودلنا فیتقیم ایتنا لک (طہ ۱۱۳)
 رسولوں کی تشریح اور انہا پر پیغام رسانی سے زیادہ ایک بات جو اور پیغام کی تائید ہے تاکہ پورا پورا تمام حجت ہو جائے
 ایک فرقہ کی صداقت پر خود قرآن ہی گواہ کرے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا علم کامل ظاہر کیا اور یہ خود دنیا دیکھ سکتی ہے کہ کون کون
 میں بتایا گیا تھا جو حق ثابت ہوا یہ اللہ کی گواہی ہے جو اس شخص سے ظاہر ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ میں دین اسلام کی حق ثابت ہوئی
 ہیں جن کو ایک زبان میں غلط سمجھا گیا تھا نہ شلیت اور کفار کے بطلان کو خود عیسائی قبول کرتے جا رہے ہیں اور دوسرے
 اور مل کا کہ دنیا پر چلتا جا رہی ہے

١٥: الْأَطْرَافُ جَمْعُ خَلْدَيْنِ فِيهَا أَبَدٌ، وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا يَا أَيُّهَا

مرد و بیخ کی راہ اس میں ایک ریختے اور ۴ اشدیر آسان ہر ۴۲ کے

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَمِنُوا خَيْرَ الْأَمْرِ وَإِنْ تَكْفُرُوا

لوگو! رسول تمہارے رب کی طرف سے حق کیساتھ تمہارے پاس آئی سو ایمان لاؤ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم انکار کرو

۱۵۱ فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

توجہ کچھ آسانوں اور زمین میں ہر اللہ ہی کا اور اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اسے اپنی کتاب

لَا تَخْشَوْنِي دِينَكُمْ وَلَا تَقُوعُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ إِنَّمَا النَّسِيمُ غَثٌّ بِزُرٍّ

اپنے دین میں غلو متکرار اور اللہ پر جھوٹ نہ بازو۔ اس حق دکر، ۱۹۷۷ء مسیح عیسیٰ بن مریم

فَرِيضَةُ رَسُولِ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْفُهَا إِلَى تَرْبِعِهِ وَرُوحُ مِينُهُ

مرف اٹھ کا رسول اجداسکی پیشانی پر جو اس نے مریم کی طرف اتفاقاً داد دے کی طرف منہ ہوئے۔

۱۰ و اما در قلم کاغذی اگر دیو جویان و ادا احسان کاغذی و غیر من یی آید با کجای فضل العلم و خاک کاغذی و قلم کاغذی

[illegible]

۴۴ تھلا۔ ادا دہ غلامی اور غلامی سے تجاوز کرتے ہیں۔ اور جب کسی چیز کی قیمت میں ہو تو غلامی لگاتا ہے اور جب قدر

وزارت کے متعلق ہر ترغیبت اور فصل و درختوں سے غلہ بیٹوں کو آماج اور غنی اور تعلیمات لڑکی کے گوش میں آئے ہر پر بلا جاتا ہے

تقولہ علی اللہ۔ تعالیٰ علمہ کے مغربی اس برافتر کا نام حضرت بنیامین

ملکہ کی اس آخری آیت میں عیسائیت کی طرف مضمون کو منتقل کیا ہوا اور بتا دیا جو کسب انبیاء کی وحی کے ذکر میں

یہی مقصود تھا کہ سب کی تعلیم توحید ہی پر مبنی ہو۔ اور یہی کہ سب کو دنیا میں بنی آنے والے حرف ایک قوم کی طرف نہیں اور انسان کو خدا بنانا۔

وہی تعلیم کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ ان کا افتراء ہے اور صرف نبی اسوئیل میں رسولوں کا آئنا ماننے ہیں

یہ بھی بتا دیا کہ اگر یہود توبہ کر کے اور حضرت مسیح کا انکار کوئے غلط راہ پر چلے تو ایک دوسری قوم نے اس مسیح کے حق میں ظہور

اور اس قدر عجیب بات کہ اگر کوئی مرد سچ کو صلوات مان لے اور وہ بالکل حق میں نہ ہو تو اس کی عمر بڑھ جائے گی۔

۶۶۴ دوح منہ - دوح اور دح ایک ہی مادہ کے ہیں اور دح کا لفظ کننی معنی میں استعمال ہوا جو نفس یعنی سانس

اور وہ جس سے انسان زندہ ہو یعنی جان ادا اس کے معنی وحی یا امرِ نبوت بھی آئے ہیں اور قرآن کو بھی مرجع کہا گیا ہے اور

اس کے معنی رحمت بھی ہیں دل، اور روح منہ سے مراد جوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح ہوا اور حضرت عیسیٰ کو روح منہ

قَالُوا يَا لَللّٰهِ وَسِيعَ كُذِّبَاتِهِمْ وَلَوْ أَنَّ لَنَا كُوْنٌ مِّمَّنْ اَتَتْهُمْ اَنْبِيَاؤُا لَمْ يَتَّبِعُوْهُمُ لَآ اَنَّا لَكُمُ الْغَايِبَةُ ۝۱۰۶

سورہ ادراس کے رسول پر ایمان کا ادرت کو تین ہیں باز آجا دیتا اس کے بہتر اور شرف ایک ہی معبود کے پاس پاک

اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ وَلَدٌ مِّمَّنْ اَمَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكُفِّرُ بِاللّٰهِ وَكَيْلًا ۝۱۰۷

کہ اس کا بیٹا ہو جو کچھ آسمانوں میں ہو اور کچھ زمین میں ہو کسی کا اور اور اللہ ہی کافی کارساز ہے

تفسیر

لگایا جس سے مراد زہری کے نزدیک رحمت ہو دل، اور لوگوں نے بھی یہاں رحمت مراد لی ہے کیونکہ قرآن کریم میں دوسری جگہ سے (درجہ ص ۲۷۷) اور اگر ادریات لی جائے تو جس طرح حضرت آدم کے متعلق فرمایا و فُتِحَ فِيْهِ مَنَ وَجْهِ (الجمہ ۱۰۶) اور جس طرح ہر بشر کے متعلق فرمایا و فُتِحَ فِيْهِ مَنَ وَجْهِ (درجہ ص ۲۷۷) ۸-۹، اسی طرح حضرت شیخ کو روح منہ فرمایا اور وہی اور روح منہ دونوں کا ایک ہی رنگ ہوا اور خدا نے پیریل تشریف اور خصوصیت سے اس ذکر کی ضرورت اس لئے پیش آتی کہ یہ دو حضرت مریم پر ہونا کا لازم ملزمت تھے۔ اور دنیا کی اولاد کو بوجہ تقدس ذات باہمی اللہ تعالیٰ کی طرف حسب نہیں کیا جاسکتا تو یہ بتایا کہ وہ جائز تعلق سے پرنا جائز تعلق سے نہیں آدم کے ذکر میں بھی اپنی روح پھر نکلتے سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ عیسائی عقیدہ جو آدم کو نظر آنا لگتا ہے مگر تاہم صحیح نہیں کیونکہ اس میں خدائی روح ہے یعنی وہ روح جو نظر آنا پاک ہو نہیں جس طرح ایک غلط عقیدہ کی تردید کے لئے آدم میں اپنی روح قرار دی اس طرح ایک ناپاک خیال کی تردید کے لئے مسیح کی روح کو اپنی طرف حسب کیا۔

تثلیث

۱۰۷۷ یہاں تثلیث کی صاف تردید کی اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کو ضروری مقرر کیا یعنی حضرت عیسیٰ کو بھی رسول میں سے ایک رسول مافوق یہ عیسائیوں کا اسلام پر اقتباس ہے کہ قرآن نے خدا اور مسیح اور مریم کو عیسائیت کی تثلیث سمجھا ہو۔ قرآن شریف سے مریم کی الوہیت کی تردید کی ہے مگر اس لئے کہ مریم کو خدا ماننے والا اس سے دعا میں مانگنے والا بھی ایک گروہ ہے مریم کو تثلیث کا تیسرا قدم نہیں کہا۔ تثلیث کے ذکر میں مریم کی الوہیت کا ذکر کیا ہو۔

۱۰۷۸ انھو میں صرف ایک ضرورت حکم دیا ہو۔ اس کی تردید کے لئے مخلصہ دلائل نہیں دیئے سوائے اس کے کہ ابنیت سے اللہ تعالیٰ کو پاک بیان فرمایا کیونکہ تثلیث کی بنیاد مسیح کے عیسا ہونے پر ہے۔ اور تثلیث ایک ایسی ہیبتی سلطان چیز ہے کہ اس کی تردید میں دلائل کی ضرورت بھی نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں۔ خدا باپ خدا مینا خدا روح القدس ہیں مگر تین خدا مت کو بلکہ خدا ایک ہے۔ یہ تین میں ایک اور ایک میں تین تین میں ہیں اور ایک میں۔ ایک ایسا عقیدہ جو آج تک کسی سے حل ہوا اور ہونا عیسائیوں سے اس کی دلیل پوری جاتی ہے تو جواب ملتا ہو کہ عقل کو مذہب پر عقل نہیں مایا مذہب انسانوں کے لئے نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کو خدا نے ہی مخلوق کے لئے بنایا ہو جس کو دوسری عقل سے عقل کا امتیاز حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن شریف نے انھو کو لکھ بھی ڈیا ہے جیسے ہے بہرہ پیکر کو جو عقل کی بات کرے حکم دے کہ روکا جانا ہے۔ ابنیت اور کفارہ کی دلائل دی جاتی ہیں اس لئے قرآن شریف نے بھی ان کا رد دلائل سے کیا ہو۔ تثلیث کی دلائل عیسائی بھی کوئی نہیں دیتے۔ مذہب دینی اسے منوانا چاہتے ہیں۔ اس لئے قرآن شریف میں بھی ان کو رد سے حکم دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ میں صفات مختلفہ تمام خدا پرستوں نے مانی ہیں مگر تاہم مختلفہ باتیں ان کے عقیدہ ہو جو دھرم عیسائیوں کی ایجاد ہو۔ سوچ کی کرلوں کی جو مثال وہ بعض وقت دیتے ہیں وہ صفات مختلفہ پھسا دی گئی ہے۔ تاہم متعدد پر۔

五

پیش آمدہ تحاققیت اسکا

لَنْ يَسْتَنْفِكَ السَّيْمَانُ يَكُونُ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْفِكَ

سچ اس کو بڑا نہیں مانتا کردہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے اور جو کئی ایسی

١٤٣ عَنْ عِبَادَاتِهِ وَتَشْكُرُ فَيَخْشُرُهُمْ إِلَهُ جَمِيعًا ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

بندگی کو بڑا سنا ہے اور تکبر کرے تو وہیں سب کو اپنی طرف اکٹھا کرے گا۔ پھر ایمان لائے اور انہوں نے

الصَّلَاتِ فِيهِمْ أَجْرُهُمْ وَزَيْدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنَفُوا

اچھے کام کے قرائن کو وہ اچھے اجڑے دے گا اور بے فضل سے ان کو زیادہ دیگا اور جہوں نے بڑا سنا یا

۴۴. وَاسْتَكْبَرُوا فَبَعَدَ اللَّهُ عَذَابَ الْإِيمَانِ ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ

۱۔ تمکیر کیا ۲۔ تو ان کو وہ دردناک عذاب دیکھا ۳۔ اوروں کے سوا اے نہ کوئی

دُونَ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يَأْتِيهَا النَّاسُ قَدْ جَاءُكُم مَّرْهَانٌ

دوست اور نہ دوکار پانچنے سے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف

مَنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ۝

روشن دہلیں آچکی ہیں اور ہم نے ہتھامی طرف واضح کو دینے والا نور نازل کیا ہے۔“

حق۔ استیکاف

بیچ کا قرار عیودیت

۱۰۰۰ لیٹہ تکف: تکف کے معنی چلنورہ کرنا ہیں۔ اور استنفاف کسی چیز سے حارو کھنے یا اس کو بائنائے کو کہتے ہیں (۱۰۰۰)۔

پچھلے رکے آخیں تلیث کی غلطی کو رکھا جیسی بنیاس کی اہمیت پر ہر سائلے یہاں بتایا کہ کیسا جگہ کو عبور دینے کے بعد عمارت میں دو ایسے

لئے کوئی الگ مقامِ کیفیت کا تجویز کرتا موجودہ انجیل بھی اس پر شاہد ہے کہ مسیح نے عبودیت کو بھی عاری نہیں سمجھا، بلکہ اسکو اپنا حق سمجھا۔

پس کاٹول ہر کہ خداوند اپنے خدا کو جھوٹا اور اس ایسے کی بندگی کر دیتی ہے: ۱۱۰) اور یہی ہے کہ وہ ایسے کے لیے ایک نیا جہان بنا دیتی ہے۔

مجلسی بری حدیث یہ قول و ان کریم کی مذمت پہنچی کہ وہ اس اور بجا علیا کے سرک جاب سے بدھ کے بہنوئی و بی بی کے دوست

حق تعالیٰ ہمیں یہ فتنہ کا ذکر اس لحاظ سے کہ اس انسان تو انسان میں وہ فرشتے جو وقت مانگا آتی ہیں حاضر رہتے ہیں وہ

بھی عبودیت کہی، اپنا قربانے ہیں مخلوق کا کمال ہی عبودیت میں ہو اور اس لحاظ سے بھی ملائکہ کا ذکر کیا گیا، کہ جبریل عیسیٰ علیہ السلام

مج کو خدا بیٹا بنانے ہیں عجب بے پرست فرشتوں کو خدا کی سیٹیاں کہتے تھے وہ دونوں کی توبہ دیکھ ہی جگہ کر دی۔

جہاں سے اوستیکبر کرنے والوں کی نرا کا ذکر چھڑ دیا، صرف یہ کہہ کر کہ اس کے حضور آئیے اور اعلیٰ آیت میں پہلے مومنوں

کادڑ کے پھر مندوں لی منو کا ذکر کیا +

ایک طرف اگرچہ حیدرآباد کرشنا جس کے ساتھ بی بی مرزا کی وابستگی تھی اور دوسری طرف ایک ایسا شخص جس کے پاس ایک ایسا ہیرو تھا جس نے ان کے

١٠٠

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام
یہ سورت جس میں ۱۶ رکع اور ۱۲ آیات ہیں المائدہ کے نام سے موسوم ہوئی اور یہ نام نہ
کے اس ذکر سے لیا گیا ہے جس کے چند حصوں رکع میں ہر ماثکہ کے سنی ہیں وہ خان میں پرکھا تاہو یا خود وہ کھانا۔ اور ذکر ہے کہ
ہاویوں نے حضرت حج علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کو کھانے کی چیزیں بکھرتے ہیں یہ خبر ان سے ہی منقول ہے کہ کھانا
دانی کا موجب ہوں حضرت عیسیٰ نے انہیں روکا اور فرمایا کہ سو تو نبی اللہ سے پیدا ہوتا ہے گمان کے اصرار پر نزول ماشہ کی دعا
کی چنگ اس سورت میں عیسائیت کی ظہیوں اور فاسد عقاید و خیالات کا ذکر ہے۔ اس نے مسلمانوں کو تشبیہ فرمایا جو عیسائیوں
کی طرح دنیا کی چیزوں کی حرص سے زیادہ محبت میں مبتلا ہو جائیں اور نہ نبوی آسانشوں کی طلب میں منہمک ہو جائیں۔ اور اسی
حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں اس کا نام المائدہ رکھا ہے علامہ انیس یہ سورت تمدن پر بھی بحث کی ہے اور تمدن قوس کا میلان
بھی عموماً و نبوی آسانشوں کی طرف حد و فراط تک چلا جاتا ہے پس اس پہلو کے لحاظ سے بھی تشبیہ کرنا ضروری تھا کہ تمدن خود کو
روٹی کی نگاہ میں نہ لگ جاوے

خلاصہ مضمون
جس طرح پہلی سورت میں معاشرت کا ذکر ہوا اس کے ساتھ بالخصوص یہودیوں کا اس سورت
میں تمدن کا ذکر ہوا اس کے ساتھ بالخصوص عیسائیوں کا۔ اور دونوں باتوں کی طرف اشارہ کرنے کو اس کی ابتدا اور خاتمہ بالقرآن
سے کی ہے کیونکہ ان کا ایک طرف تمدن کی بنیاد معادلات پر ہے جو وہ معادلات کھلے الفاظ میں ہیں یا ان کا مفہوم یا جاننا چاہو
ہر طرف سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقود کو ہی کہتے ہیں اور عیسائیت نے چونکہ شریعت کا نہ صرف استغناء کئے اسے
بائس و بضروری قرار دیا حالانکہ اپنی آسمانی کتاب کا نام ہی نیا عہد نامہ ہی رکھا ہے بلکہ نئے نئے ماسلمانوں کے ایک ایک
قادر دیا۔ اسلئے عیسائیت کے ذکر کی ابتدا اس حکم سے موندن ہی۔ اور دونوں باتوں کو اکٹھا کر کے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جب
نظام عالم جہاں کی بدولت قوانین و معادلات ایک دن بھی قائم نہیں رہ سکتا تو مذہب کا نظام بدولت قوانین و معادلات
معادلات الہی کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اور اس حکم سے ابتدا کر کے پہلے رکع میں کھلے پچھنے غلام کے کچھ احکام کا ذکر کیا ہے تاکہ
کو کہ خواہشات جہاں کی تبدیلی کیلئے یہ احکام نہایت ضروری ہیں۔ اس رکع میں نکمیل دین کی خوشخبری بھی ہے جو کہ بتایا ہے کہ نکمیل
دین غیر مکمل شریعت نہ ہو سکتی تھی۔ دوسرے رکع میں پھر ضرورت شریعت کو بتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور صفات
ملکوتی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اہل الذکر کیلئے ناسخ کا ذکر کیا اور اس کی ایک چھٹی ہی فتح طاعت جہاں کی طرف توجہ دلائی ہے اور
اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے تعلق کی ہدایت فرمائی تو دوسری طرف انسانوں کے تعلقات میں اعلیٰ درجہ کے اصول انصاف
کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ نہ صرف خیر و برکتوں بلکہ دشمنی و قہر سے بھی مدد و انصاف پر قائم رہنے کا صحیح الفاظ میں حکم دیا جائے
رکع میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مخالفتوں کا ذکر ہے جو تھے یہی اسرائیل کی نافرمانی کا۔ پانچویں میں ان کی کتاب کے جو وہ عہد
شکینوں کے حق سے بہت دور جا رہے تھے انہیں صبر و تحمل کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی علیہ وسلم کے خلاف وہ کرتے تھے اور مخالفت جان و مال کی
ضرورت کو واضح کیا ہے جس کے بغیر تو قائم نہیں رہ سکتا چھٹے میں اسی ذکر کو جاری رکھتے ہوئے بتایا ہے کہ اہل کتاب کے باہمی قتلا
میں اسی کی شریعت کے مطابق فیصلے کرو۔ ساتویں میں ان و نبوی جھگڑوں کے فیصلوں سے دینی جھگڑوں کے فیصلوں کی طرف
موجو فرمایا اور بتایا کہ دینی اختلافات میں فیصلے قرآن شریف ہی کرتا ہے جو کتب سابقہ پر مبنی تھے۔ آٹھویں رکع میں یہود و نصاریٰ
سے تعلقات کا احاطہ میں ان کی حالت کا ذکر ہے۔ دسویں میں عیسائیت کے حق سے انحراف اور نیکو کامیابیاں

بَابُ النِّكَاحِ

اور ہے، انتہا تمام ہے اور بار بار رحم کسے دے گا نام ہے

میں بتایا کہ بایں عیسائی دین اسلام سے بہت قریب ہیں اور ان کے حق کو قبول کرنے کی چٹھری سنائی بارہویں میں عیسائیوں کی غلطیوں سے مسلمانوں کو تنبیہ کی جنہوں نے ایک طرف قریباً تنگ غلو کیا کہ عبادت کی خاطر خدا تعالیٰ کی مثال چیزوں کو بھی حرام کر دیا، حدود دہری طرف دنیا میں بے انتہا تنگ منہک ہوئے کہ حرام چیزوں جیسے شراب وغیرہ کو بھی شریعہ اور بنالیا، تیرہویں ملک میں تاجکعبہ کی حرمت کا ذکر کیا گیا کہ اگر ایک دفعہ پہلے عیسائیوں نے اس پاک گھر کو دھسائے گا، زادہ کیا تھا تو علم اہل حق میں مدد و مل وقت بھی آئے، دافہا تھا جب اس پاک گھر کے متعلق عیسائی اقوام کے بے ادراکے ہو گئے، چودہویں میں بتایا کہ شریعت کو غور و غور سے دیکھ کر ہر آدمی اس اذکار و فقرہ طے سے کچھ مدد چھوٹے چھوٹے فیض دہری سوا اس سے رکھ کر ہم امر کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت بتائی چند عرصہ میں عبادوں کے ہاتھ طلب کرنے کے ذکر میں یہودیوں کی کثرت دینی ہیں، انہماک کی طرف توجہ دلائی، چھ بتایا کہ اس قوم کی قدامت و دعائی سے باطل ہنگامہ کھانے پہنچے، اور اہل اہانت نفسانی کی طرف مدد حاجتی اور مہر طریں اور آخری رکوع میں بتایا کہ عیسائیت کا اصول باطل ہے، حق کی خدائی مسیح کی تعلیم نہیں +

پہلی سورت سے تعلق + اس سورت کا ربط پہلی سورت یعنی النساء سے ہوں جو کہ اس میں معاشرت کا ذکر تھا اس میں قتل کا ذکر اور معاشرت اہل عدل کے اصول ایک دوسرے سے وابستہ ہیں دوسرا مرحلہ جو اس تعلق کو ظاہر کرتا ہے وہ یہ کہ پہلی سورت بقرہ میں ہے اور فلاں کے ایک بعد اہل عدل میں عیسائیوں کا ذکر کیا تھا، اسی طرح النساء میں یہودیوں کا ذکر کیا اس سورت میں عیسائیوں کا ذکر با تفصیل کیا گیا، بتایا کہ غضب اور ضالین کا انتقال جس کی طرف خاتمہ میں توجہ دلائی تھی قایم ہو۔ زیادہ تفصیل کے لئے ذیل جائے قر دونوں سورتوں کا ربط اور بھی واضح ہو جائے اور پھر پہلی سورت کے آخری حصہ میں یہودیوں کی شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح کے خلاف انکی شرارت کا ذکر کیا تھا اور اس سے انتقال ختم عیسائیت کی طرف ہو گیا تھا، اور اس لئے وہیں عہد کا لہجہ مسیح کی بھی تردید کی تھی چوتھا لہجہ مسیح کے عہدہ کو شریعت کی ہنگامہ لائے تھی اس لئے سورتہ اندھ کے شروع میں شریعت کی ضرورت پر مذکور کی ہوئی ہے اور پڑا ہند دیا گیا جو فرض ہر گز میں اس سورت کے اس مقام پر رکھنے میں قرآن کریم کے مضامین میں ایک ترتیب الخ اور دیگر تنقادی ہے

تایید نزول + ان مضامین پرچن کا ذکر اس سورت میں ہو کر نہ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی راستے اکثر تفسیرین کی بھی ہیں کہ اس سورت کے اکثر حصہ تدریجاً پڑھیں، اور اس وقت سال پوری کے وہ مہینہ جو خاص خاص آیات کی خاص تاویلیں مقرر کیا کہ شرائط میں پہلے سو کو ثابت ہوئی ہے مثلاً عیسائی قرآن ان آیات میں ہیں یہودیوں یا عیسائیوں کے خلاف کچھ اس زمانہ کی طرف منسوب کر کے کہلائی ہیں جب ملی عبادت کی بنیادوں کو ان در مسلمانوں کے وہ مہینہ مناقشات پیدا ہو گئے تھے۔ یہ عیسائیت نہیں سی سورت میں ایک طرف یہودیوں عیسائیوں کے خفیہ تصوروں کا فکر کر کے ان کو دوست بنانے سے روکا ہو تو دوسری طرف عیسائیوں کی نئی اور نئے اسلام سے قریب ہو گیا مکی فلاں ایک لہجہ بالخصوص قابل ذکر ہے جو اللہ جل جلالہ کی وحدانیت علیہ کلمات حق کے متعلق کچھ بنیادی میں ہدایت ہو کر پہلی سورت کے حضرت محمد کے لہجہ ایک آیت انتہائی کتاب میں ہے کہ یہ آیت کہ + اور کہاں آخری اور اس وقت جب آخری وصال ہند صلوات اللہ علیہ کی آیت عرفان تھا اور حقانیت، اور اس میں بھی اس وقت فرض تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تھی چھ جملوں میں ہیں یہ آیت نزول کی اصل آخری زمانہ کی ہو سکتی ہے ترتیب میں اس کو بیان لاکر لکھا ہو تاکہ عیسائیت پر تمام حجت ہو اس سے نہایت صفائی سے معلوم ہو کہ اگر ترتیب قادی خود خدا تعالیٰ کی وحی سے تھی اور آیات کو سورتوں میں اس کے مقام پر اور سورتوں کو اپنی اپنی جگہ غور و فکر کر کے مصلح ہے لکھا

نماہ نزول

عقود

عقود تشریف
اور عقود تشریف
تعلیل

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا بِالْعُقُودِ أَحَلَّتْ لَكُمْ بَيْعَتُ الْأَنْعَامِ الْأَمْنَيْنِ

اے مومنو! جان لو کہ جو اقاروں کو پھرا کر دینا ہوتا ہے اسے جو پڑے جانور حلال کئے گئے ہیں اس کے بیچ

عَلَيْكُمْ عِدَّةٌ مِّنَ الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ

پس جا جانو کہ حلال جاننے والے جب تم حالت احرام میں ہو اس وقت جو چاہتا ہے حکم کرتا رہتا ہے

عقد

عقود عقد کی جتنی باتیں ہیں ایک چیز کی دو طرفوں کو اکٹھا کرنا یعنی گروہ دینا۔ اہل ہادہ ہر مضبوط رابطہ اور پیر معاہدہ یا قرابہ۔ اور اس میں ہر قسم کے معاہدات داخل ہیں خواہ وہ انسان کی حیوانی زندگی سے متعلق رکھے ہوں اور خواہ اسکی صفات طبعی سے اسے اسے وہ تالیف تشریف کے شے ہوں جیسے اللہ یا جان اور اس کی اطاعت کا معاہدہ وہ باہمی معاہدات غنیمت یا باہمی بین دین یا قورس کے تعلقات یا دیگر امور کے متعلق ہوں بلکہ ہر قسم کے معاملات میں شامل ہیں۔ جو عقد منافی ہو یا بدعت نہیں ہے جس کو ہر قسم کے معاہدہ نہ ہو مگر کھوتہ جو تاویہ اور بعض مضرین کے عقود سے یہاں مراد وہ معاہدات کئے ہیں جو جاہلیت میں باہم نصرت و غیرہ کے معاہدات کئے گئے تھے جس سے معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ معاہدہ کئے بھی ہو لاکے کی تعلیم اسلام سے دی ہے۔

دعا داری کی تعلیم

اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامل و فاداری کی تعلیم دی ہے چونکہ یہ کہیں اسے روکھا میں مسلمان کئے خود کر ہو کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ دعا داری کا جوہر اپنے اندر پیدا کرے اور اگر ایک طرف یہ ضروری ہو کہ خدا کا بندہ بنے میں پورا خدا وادہ تو یہ بھی ضروری ہو کہ وہ اپنے سے ماں باپ ہونے میں خداوند یا پوری ہونے میں حاکم یا رعیت ہونے میں دوست یا دشمن ہونے میں بین دین میں اور ہر قسم کے معاملات میں و فاداری دکھائے۔

معاہدہ یا رعیت

اس سمیت کو پانچٹی معاہدہ کے حکم سے شرعی کرنے میں کئی مصلح ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کی دنیا و پابندی معاہدہ پر ہوا۔ یہ سمیت تہن پرچہ دوسرے یہ کہ پانچٹی سمیت کے آخر میں عیسائی مذہب کا ذکر کیا تھا اور اس سمیت میں خصوصیت عیسائی مذہب کا بھی ذکر کیا تھا اس مذہب کے چھ نکہ کفارہ کا سند لکھا کہ ایک حدیث میں خدای تعالیٰ کا یہ شریعہ کو تو باطل ہے جو اس کا معاہدہ ہے حدیث میں انسانوں یا قورس کے باہمی معاہدات کی بھی اس مذہب کے پیروں نے کم پروا کی ہے اسلئے مسلمانوں کو متنبہ کرنا ضروری تھا یہ سب اس سمیت میں پیروں اور یہ مائیں کی حد تکنی کا خاص طور پر ذکر ہو۔ اور پانچٹی سمیت اس کا یہ حق ہے کہ اس میں بھی ہر قسم کے حقوق کا ذکر ہو کر ان کو بیان کر کے اور وہ عقود کیلئے بعد میں مفید فرمایا کہ سب دیکھو کہ مذہب جمیعہ۔ مجھے سخت پتھر کا ہے پھر اس سے تشبیہ کے لایا۔ شجاع کو کہا جا جانو اور دہر جیہ اس کو کہتے ہیں جس میں غنیمت گروہانی نہیں۔ اور صرف میں مدد اور پندوں کے سوسے دور رہے حیوانات پر اس لفظ کا اطلاق نہ ہوتا ہو) یا ہر ایک چاہا پانچٹی میں جو یا سمیت میں۔

بیمۃ جمیعہ

نہ

انعام

حق

انعام حکم کی پانچٹی۔ ۱۔ وہ حقہ حالت سنہ کا نام ہو، ۲۔ قلیل و کثیر سب پر ہوا جا جانو، ۳۔ تقد و اذیتہ اللہ لا تحسدوا براہیلہ، ۴۔ یعنی انی انعمت علیکم بالبعثۃ، ۵۔ فاعقلوا بائعۃ من اللہ لالی علی، ۶۔ اور انعام خصوصیت سے اسے نہ پورا جا نا ہو کیونکہ اوٹ ان کیلئے سب سے بڑی نعمت تھی اس میں گئے بیڑہ کی پانچٹی میں (۷) اور اذیتہ لا تحسدوا کی اضافت بیان کیلئے ہو۔ اور بعض نے تشبیہ کے لئے اضافت لی جو عینی انعام کے لئے جلتے جانور۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْضُرُوا سَاعَةَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا

اے نو جوان! یہ ہے جو اللہ کے نشانوں کی پہچانی نہ کرو اور نہ حرمت دے لیے مہینہ کی اور نہ قربانیوں کی اور نہ

الْقَلَائِدُ وَلَا أَمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِنْ تَوْفِيقِهِمْ وَرِضْوَانِهِ

ان جانوروں کی جو گائی پہنت گئے تھے وہیں اور نہ موت ڈالے گھر کا قصد کر لیا ان کی وہ اپنے رب کا فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں۔^{۶۸}

پہلے جانا جو قریب سے گزرتے کے وقت بوجھ کو لے جاتے ہیں اور محل قریب آسمان وادھم (الوعلہ) (۳۱) داخل اور قوم داد البواد (ویرا ہیتم) (۳۲) اور محلہ داخل میں مکان نزل کر اور کسی چیز کا حلال پر نائل عقدہ سے یہ یگیائی دیں (۳۳) اگر کسی شخص کو حلال کیا جائے تو جب وہ حالت احرار سے کل جائے (۳۴) والذالھتم فاصطادوا (۳۵) +

الصید۔ صائد سے مصدر ہو، اس کے معنی میں جو چیز دشمن کیسے مٹتی ہو اس کو کامیاب ہو کر حاصل کر لینا اور عرفیہ میں حیوان کا پالینا جو انسان کے قبضہ میں نہیں جب تک کہ وہ دوسرے کی ملک نہ ہو اور اسی سے اصحاب آدمی کو اصطفا واد و ایمان عید سے مراد ایسے حیوانات ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہو کیونکہ حالت احرام میں اسباب اور بھگوا اور دوسرے موزی حایوں کا مارنا جائز رہے۔

حُرْمِ حَرَامِ کَرَج، جو اعتدال اور بحریہ کے ایک مہینے میں اور وہ شخص جو جو حالت احرام میں ہو، یعنی اس خاص حالت میں جو حاجی اختیار کرتے ہیں۔

ماتقیٰ علیکم۔ سوائے اسکے جو ہم پر پڑھا جاتا ہی، اور مردار وغیرہ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہی۔

جو چہیزیں انسان سے احکامِ الہی کی پابندی تڑپاتی ہیں وہ اس کی خواہشات ہیں۔ اور ان خواہشات میں سے کچھ بلکہ کچھ بچنے کی خواہش جو اپنے منہ سے پہلے کھانے پینے کی حوصلہ دیتی ہے، احکام کو بیان کیا اور اس سے بھی کھیا پوئے جس سے اس صورت میں خاص بحث ہو۔ کھانے پینے کی علت و حرکت، باطل و ضابطہ ہو، اور کھانے پینے کی خواہشات ان پر پیدائش غالب رہتی ہیں کہ اس بارہ میں ہم نہیں سنے ہر ایک قید کو توڑ ڈالو اور وحشیہ کی کبھی کوئی پروا نہیں کی ۵

۱۸۱۷ء کے شکار شعیبہ کی تصحیح ہو رہی تھی وہ چیز جو علامت یا نشان قرار دی جائے (۱۸) اور اس سے مراد وہ تمام امور ہیں جن میں انسان شرفاً مکلف کیے گیا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی اور افضل اور اہم اور بڑی اور اعلیٰ فعلیں (۱۹) اس لئے حسن کا قائل ہو کہ شکار اڑتے سے مراد بن اللہ جو بعض کے خاص شکار حج سے مخصوص کہلے ہو گمراہ کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

الشہر الحرام۔ جس کے طور پر نام لے دیا ہو مگر اس سے حرمت کے معنی ہیں +

ہندی : ہندی : کیجی ہو کئی وہ چیز جو جاتی جاتی ہو کر گھٹی ہو، ان قربانیوں سے مخصوص ہو جانا، کعبہ کو جاتی جاتی
 میں دغا اور ہدایت نہ، سے مخصوص ہو جو ہم ایک دوسرے کی طرف سے جاتے ہیں بل انتہا جہد بشکر تعظیم (الحق) سے
 قلاشا۔ قلاشا کی تہمید و تقلید سے مل جاتی بنائیں اور۔ قلاشا وہ شیئی ہو جو ہر گھم میں جاتی جاتی ہو یعنی بارگاہ، ان
 جانوروں کو کہ قربانی سے طور سے جاتے تھے اور بطور عزت یا نشان ان کے گھم میں کانی یا بارگاہ سے تھے علامہ کہتے تھے۔

اور حج کو جانے یا طواف سے، آپس سے دوسے کو خبر دی، اسی نذر آپ نے بیٹے سے مل کر انکو کوئی دھم نہ پہنچانے کا
 آئینہ الیقوت الخ امام سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تکبر کا سہارا کر کے ہوں آپ سے معنی ہیں قصہ کیا۔ کا فر و انہیں ہو سکتے تھے
 کہ یسیتون فضلا من الله ورضوانا فمنهن من ہر شایہ ہو۔

يَعْلَمُ حَقْل

صاد

اصطیاد

صبي

حرام۔ مجرم

شعبه

من یاقوت حنفی

كل-قلادة

أَمِينُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ

وَاذْهَبْ لَهُمْ فَاَصْحَابُ دُومًا وَلَا يَجْرُ مِنْكُمْ فَنَنْتَ قَوْمِ اَنْ صَدُّوا عَنْ

اور جب تمام کھول دو تو شکا رکرو اور کسی قوم کی دشمنی کر انہوں نے تم کو حسرت

المسيح الحرام أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا

ہم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کو نہ اور نبی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کر۔

عَلَى الْإِسْمِ وَالْعُدُولِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

دنگناہ اونٹن داتی پر ایک دو سرے کی حور منگرو اور اللہ کا تقویٰ کو بیشک اللہ رحیمی کی، منامنے میں سخت ہے۔

ادوار بالعدد کی تقسیمیں پہلے شماراں میں یعنی حدود امدا کا ذکر کیا کہ ان کی بے حسی نہ ہو یعنی حدود الہی کو پورا کر دے تو عام سب حدود و منزلت ہو۔ امدان حدود آہی سب خصوصیت سے خاندیکہ کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزوں کا ذکر کیا کہ وہ کیسی بھی آہی ہے اور فی ہر نگہ جب خدا کا حکم سے متعلق نہ کیا تو اس کی عزت کو مہملوں کو حکم تو دوسری تو اس کو بھی مہمل سمجھا کر خاندیکہ سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی بھڑکی نہ کر سہ جائیکہ تو خاندیکہ سے متعلق کوئی بے امانہ دہ کر سہ

۸۲۔ عجمیت عجم کا اصل جزم ہے جس کے معنی ہیں وقت سے پہلے کا شے اور ناجزم کے معنی ہیں صادر و اجزم اور ہر ایک ناپسندیدہ امر کے اکتساب پر جلا جاتا ہے اسی سے مخزم ہو اور جزم بمعنی کسی بھی آقا پر معنی کیا یا (خ) اور یہاں عجمیت کے معنی جحلت بھی کہتے ہیں (ن)۔

شان کے سنی بعض میں اسی سے ہر ان شانک ہوا لا یقر (التوثر: ۳) ♦

شأن کے معنی ہیں اسی سے جو ان شاء اللہ ہوا لا بقدر اللہ عزوجل۔

شأن شکی طرف توجہ دہکاب انسانوں کے ایک دوسرے پر حقوق کی طرف توجہ دلانا ہو۔ دشمن کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا یعنی اس کے حقوق اس کو دینا یہ سبب مشکل کام ہو سکتے اس کا ذکر کر کے سمجھا دیا کہ دشمن مہجوں یا بغضہ تعلقات میں یا اتحاد میں ان کے حقوق کی نگہداشت کس قدر ضروری ہو۔ اور پھر دشمن کے غلط کو بھی علم نہیں رکھا کہ بغض و کینه یعنی حق تلفی قوی سے ایک قوم کو دشمن سمجھا جاتا ہو۔ بلکہ ان صلہ و کسوعن المسلمین الخوام کہ بتا دیا کہ دشمن جو حق کی تہادرجہ کے دیکھنے پہلے جس ملک کو دشمنوں کو محال سمجھ کر ہمارا ساتھ دیتی و فیضہ ملک کی ادائیگی میں حائل ہو رہے ہیں ان سے بھی عدل کر یعنی ان کے حقوق کو دہیں یا پابندی سداہ نہت دین دشمن کے ساتھ بھی چاہئے۔ امد نہ صرف پابندی سداہ بلکہ حالت تمدن امد معاشرت سے جو حقوق پیدا ہوئے ہیں وہ بھی دینے چاہئیں۔

۱۹۳۳ء جب اس قدر انصاف کی غنیمت دی تو سوال پیدا ہوا کہ پھر تو تم کو کنگز بستی کی جو پٹی قوم کے حقوق لئے لڑا کر چھوڑ
برداشتی دیو، وہ خود دشمن قوم کو دیکھتے اگلے دو فی باؤں کو منظور کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمنوں کو تو ان کے حقوق دیتے ہو مگر اپنی
قوم کے حقوق تو یہیں کا ایک دوسرے کی اعانت کو ہاں اعانت صرف یہی اور تو یہی کے کاموں میں جو مٹنا اور ہذا فی میں
اعانت ہو کیسا پاک اصول ہے تو حق کی بنیاد کے طور پر قائم کر کے دنیا میں صلح ادا حق کی بنیاد ڈالی ہے اور تا م تو یہی فرمایا
کی جڑ کا ثبی ہو قوم ہر ملک اور ہر ملک کے حقوق سے جو امتیاز رکھوں نے تیار کر کے ہیں اور اس طرح بعض قوموں نے دوسری قوموں
پر بعض قومیت کے حقوق کی وجہ سے وہ سلوک جائز رکھا ہے جس کو اپنی قوم کے ساتھ ظلم قرار دیا گیا ہے، ان تمام قوم اسلام نے یکے کے ساتھ
ہے ایک دوسرے کی اعانت کر کے قومیت بنا کر خلاف حقوق مثل انسانیت کا جہاں صالح ہو وہاں قومیت کی آواز نکال کر

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَمْثِلَتُهُ وَاللَّحْمُ وَالْخِنْزِيرُ وَمَا أُهِلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَ ۳

مواہرہم پر حرام کیا گیا ہو اور خون اور خوراک گوشت اور وہ جس پائنت کے سوا کسی دوسرے کا نام پڑا ہو

الْمُخْتَلَقَةُ وَالْوُفُودَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيجَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ

گھٹ کر مر چکا ہو اور جو گھٹ کر مر چکا ہو اور جو گھٹ کر مر چکا ہو اور جو گھٹ کر مر چکا ہو

وَمَا ذُكِّمَ عَلَى النَّصِيبِ أَنْ تَسْتَقِيمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُ

دوسرے کے لئے مستقیم ہو کر اور جو گھٹ کر مر چکا ہو اور جو گھٹ کر مر چکا ہو اور جو گھٹ کر مر چکا ہو

کیونکہ تو سب میں ایک دوسرے کی اعانت صرف اچھے کاموں میں ہونی چاہئے

مفرد متوقفة

تردیة

متردیة نتیجہ

سبم

تزکیہ

مرحلے متوقفة یعنی سے جو جس کے معنی گھٹ کر مر چکا ہو یا ہائیک گھٹ کر مر چکا ہو

مرحلے متردیہ یعنی سے جو جس کے معنی ہلاک ہیں اور تردیی کے معنی ہیں یا گھٹ کر مر چکا ہو

مالہ الاذاری (اللیل ۹-۱۱) اور متردییہ وہ جو گھٹ کر مر چکا ہو۔ نتیجہ نظم سی جو نطاح یعنی سینک مانے سے مراد ہے (۸)۔

سبم سبم مراد یعنی سبب اور سببم ورنہ ہو گیا یہ نام سبب کا تو کھانے کے لئے ہے لہذا اسے رکھا گیا ہے کیونکہ کسان سبب سے مراد

ذکیتم۔ ذکا سے جو اصل میں آگ کے جلنے پر ہوا جاتا ہے۔ اور ذکیت النساء کے معنی ہیں بے کبری کو ذبح کیا گیا وارث

غریبی کا اخراج تزکیہ جو یعنی حق کے عمل جلنے کا۔ اس لئے شریعت میں اسے جائز کو ذبح کر کے مانے پر ہلا گیا ہے (۱۰)۔

یہاں حوت کی چیزوں کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور ان جائزوں کو جو حدوات سے مراد ہیں جیسے گھٹ

گھٹ کر مر چکا ہو سے یا گھٹ کر مر چکا ہو سے یا گھٹ کر مر چکا ہو سے یا گھٹ کر مر چکا ہو سے

اشتبائے منقطع ہو یعنی جس جائز کو ذبح کر دے وہی کھاؤ اور اس میں یہ بھی شامل ہو کہ جو گھٹ کر مر چکا ہو وغیرہ جائز اگر

ابھی مراد ہو اور ذبح کے قابل ہو تو وہ بھی ذبح کر کے کھا یا جا سکتا ہے۔ اور لفظ تزکیہ میں بتا دیا کہ اصل ذبح کی خون کھانہ

اس لئے بجائے ذبح کے تذکیہ کا لفظ اختیار کیا۔ کیونکہ خون میں بہت قسم کی ذہریں ہیں۔ اور تذکیہ اسی جائز کو کہتا

ہو جس میں زندگی باقی رہتی ہے کہ حرارت غریبی موجود ہو اس لئے بھی لفظ تزکیہ اور مرادوں تھا۔

نصب کا واحد نصب ہے وہ پتھر کسی چیز کا لگانا اور نصب کے اصل معنی ضم یعنی لگانا ہیں۔ یہ لفظ پتھر سے

جن کی وہ لوگ جرات کرتے تھے۔ اور ان پر جانور بھی ذبح کرتے تھے (۸)۔ دوسری جا کج انصاب بھی آئی ہے والاخصاب

والاخصاب جو محل الشیطان (المائدہ ۹۰)۔ یا وہ پتھر اور وہیں جو کعبہ کے گرد گناہ سے بڑھنے سے جن پہ جانور ذبح کر

خون ان پر چھڑکا جائے تھا (۱۰)۔ ماذبح علی النصب سے مراد ایسے جائز ہیں جو تیوں کے نام پر ذبح کرے جائیں۔

تسقیم ہوا۔ استقسام۔ قسم سے ہے۔ اور قسم خط یا نصب یعنی حصہ کو کہا جاتا ہے (۱۱)۔ اور استقسام کے معنی

اس کا طلب کرنا جو کسی کے لئے عقد کیا گیا ہو یعنی ایک امر کو کہے یا د کہے دل، اور بعض وقت یہ صرف قسم میں

حصہ کے لیے کہتے ہیں (۱۲)۔ استعمال ہوتا ہے (۱۳)۔

قسم۔ استقسام

الزام

الکلام۔ لکھنا یا لکھنا کہ جس سے تیر جس پر پند لکھتے تھے ہر دن کی حد سے تیر ہو یا اس پر پند لکھتے تھے

کی شکل پر لکھی ہوئی تھی۔ اور اہل جاہلیت اس سے سخت معلوم کرتے تھے (۱۴)۔ اور قسم کے بچے لکھا ہو کر الزام چسک

اَلْیَوْمَ یَسِّرُ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ دِیْنِکُمْ

آج وہ لوگ جو کافریں مناسبت سے دین سے ناامید ہو گئے

تیرے لئے جن سے ذبح کردہ اونٹنی کے گوشت کئے جانے سے ملکہ نشت معلوم کرنے کے تیرے لئے اور حدیث بھرت بہن کا تو کی روایت میں آتا ہے قاضی جنت الاذکار یعنی مراد کوستا جو کہ جب میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے مذاقی میں گھوڑا دوڑانا ہوا آپ کو پہنچ گیا اور گھوڑے نے ٹھکر کھا لی قومیں تیرے سے خال خالی دل، اور بعض کے نزدیک یہ یحییٰ تیرے ہوتے تھے جن سے بہتر اہم کام کے کرنے میں شٹا سفر پر جانا یا شاد ہی کرنا یا بیج یا جنگ پر جانا وغیرہ خالی لی جاتی تھی کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں۔ ایک پرکھا ہوا اور پی پی میرے رہنے میں کام کے کرنے کا مجھے حکم دیا ہے اگر وہ تیرے خال آتا تو کام کر لیا جاتا اور ایک پر خانی دینی لکھا ہوتا وہ مختار تو نہ کیا جاتا۔ اور ایک خالی ہوتا جس کے نکلنے پر خال دوبارہ خالی جاتی۔ اور بعض کے نزدیک اصل میں سات تیرے جو اہل کے بت کے پاس جو قریش کا سب سے بڑا بت تھا اور کعبہ میں تھا۔ رکھے ہوئے تھے جن میں سے کسی پر دینت کے کسی پر پانی کی تقسیم کسی پر کسی قوم میں سے ہونے یا نہ ہونے کے احکام لکھے ہوئے تھے اور کابین سے تیرے جو ایک سلطان مل گیا جانا۔ اور کسی خال مختار سے وقت چڑھا دیا چڑھا جاتا جس میں سو درہم اور دوشیاں ہوتی تھیں (۱) اور بعض ان سے ہونے کے تیرا دینے ہیں جن سے اونٹنی ذبح کر کے اس کے گوشت کئے جانے سے ۱

یہاں ایک قوس..... گوشت کو حرام کیا جو تیروں وغیرہ پر چڑھا دے چڑھا کر جاؤ ذبح کئے جانے یا ان کا خون تیروں پر چڑھا کر جاؤ یا اس کو بھی ماحل لغیر اللہ ہیں داخل کیا جس طرح کوا گھنکر رہے ہوتے وغیرہ وجوہات میں داخل کیا۔ اور جس طرح ماحل لغیر اللہ ہے کہ دوسری جگہ فقیہی اشد نقالی کے حکم کی نافذی قرار دیا یا اس طرح یہاں تیروں وغیرہ کے چڑھا دوں کو شش کیا۔ اسی سے تیروں اور مرداروں کے چڑھا دوں کا قیاس ہو سکتا ہے مگر اس میں صرف دی جانور داخل ہو گئے جو تیروں پر ذبح کئے جاتے ہیں ۱

اور دوسری چیز جس کو یہاں حرام کیا ہو کہ وہ کھانے کی چیز نہیں وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں خالوں کا کھانا ہو جو چاروں کے ذریعہ سے بھی غواہی جاتی تھیں اور لوگ خود بھی خال لیتے تھے۔ اور چونکہ چاروں سے خال غولنے میں چڑھا سے بھی چڑھا لے جاتے تھے تو شاید اس مناسبت سے اس کا ذکر یہاں کر دیا ہو یا اس لئے کہ حرم صرف کھانے کی چیزوں میں نہیں دوسرے افعال میں بھی ہو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خال کھانا کیا ہے۔ قرآن کہہ کے اس بیان سے تو خال کھانے کی صاف حرم نظر آتی ہے اور یہ قدر نہیں ہو سکتا کہ وہ خال دیوان حافظ یا کسی اور بھی کتابت کے خالی جاتی حتیٰ کہ قرآن کریم سے خال کھانا بھی نوز باشتہ قرآن کو لازم مقام دینا ہے اور یہی جو یہی صلعم کے خال جن کا ذکر احادیث میں آتا ہے تو اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ یہی کریم صلعم کسی کام کرنے سے پہلے خال کھا لے تھیں اور خال کل آتی تو کام کر لیا ورنہ نہ کیا بلکہ وہ صرف اس قدر ہو کہ کسی کوئی بھی چیز یا اچھا نام اتفاق سے سامنے آ گیا تو اس سے آپ کو خوشی ہوتی تھی لکھ تعالیٰ ہمارے کام کا انجام بھی نیک کرے۔ اور اس میں کسی بھی برے نام سے بد شگون کی کبھی دینے سے کہ اس کی وجہ سے کام کرنے سے رک جاتی جس طرح اہل جاہلیت کرتے تھے۔ (۱) یہاں ہی احادیث میں جو ذکر استخارہ کا ہے اس سے بھی ہرگز مراد نہیں کہ استخارہ سے خال لی جاتی ہو کہ کوئی اچھا خواب آجائے تو وہ کام کر لیا جائے ورنہ نہ کیا جائے بلکہ دعا سے استخارہ میں صرف یہ دعا لی جاتی ہو کہ اسے خدا اگر تیرے علم میں یہ امر جو میں کرنا چاہتا ہوں میرے دین دنیا میں نافع ہو تو میرے لئے اس کے سامان مہیا کر دے اور اگر یہ میرے دین دنیا کیلئے بڑا ہو تو اس سے مجھے پھر دے اور اٹھا ہرے کہ یہ صرف استغاثت

جاہلیت میں خال کھانے کا دستور

قرآن کے نام پر چڑھا کر

تیروں کے چڑھا کر

خال کھانے کا حکم

استخارہ

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْا

سورہ سے ڈرو اور مجھ سے ڈرو ۱۵۷

باشیہ، مذبح اور اور قعدہ اندازی کو بھی فال کا نئے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ قعدہ اندازی صرف یہ ہو کہ ایک قسم میں جب ترجیح کیلئے حج پہرہ قعدہ اندازی سے جھگڑے کو ختم کر دیا جائے مثلاً منبر کا، میں مال کا تقسیم کرنا کہ جب مجھے ایک ہو گئے قرب بجا ہے اس کے کسی ایک کو دوسروں پر ترجیح دے کر اسے ایک حصہ چھینے کا اختیار دیا جائے۔ منبر قعدہ اندازی سے جس کے حصہ میں آیا اسے دیدیا، ایسا ہی حدیث میں ہو کہ ایک شخص نے وصیت میں چھ غلام ملام نہ دئے اور اس کا کوئی اور مال دھقا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تباہی کی وصیت کو جائز رکھا کہ وہ غلاموں کو بذریعہ قعدہ اندازی آزاد کر دیا کیونکہ مالک خدو قینین مذکور ہے۔

یا ایہا النبی یا آرزو کا باقی ذرہ نہ رہی۔

تخشوا اخشیة وہ خوف ہے جس کے ساتھ تعظیم لی ہوتی ہو، اور اکثر یہ اس کے علم سے ہوتا ہے جس سے خشیت ہو اس لئے فرمایا یا نبی اللہ من عبادة العباد (فاطر ۱۲۸) (۲)۔

کافروں کے دین اسلام سے یا اس پر جانے سے یہ مطلب ہو کہ یہ امیدیں جو ان کی عقل میں ہیں کہ دین اسلام کو مٹا دے یا مسلمانوں کو مجبور کر کے کفر کی طرف لوٹائیں گے جو حد علیہ اسلام کے منقطع ہوئیں۔ اور اس میں ایک پیشگوئی بھی ہو کہ اب کافروں اسلام کو کبھی بھی مٹا نہ سکیں گے۔ آج بھی کفار اپنی ان حکمتوں کے باوجود خوب جانتے ہیں کہ وہ دین اسلام اب دین سے نہیں مٹا سکتے۔ وہ یہ جو فرمایا کہ ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو تو مطلب یہ ہے کہ اب ان کے دوبارہ علیحدہ سے مت خوف اس احکام الہی کی خلاف ورزی اور حد و حد کے توڑنے سے بچاؤ میں اگر تم کو کوئی نقصان پہنچے گا تو اس وجہ سے پہنچے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرو گے۔ اور اگر تم اپنے عہد پر مضبوط رہو تو کفر کا خوف تم کو نہ ہو کہ وہ بھی بھی تم کو کھا نکلتا ہے۔ اس میں بھی اشارہ دین اسلام کے کمال علیہ اور اسلامی حکومت کے دنیا پر پھیل جانے کی طرف بڑھتی ہے۔ تمہارا علیحدہ دنیا میں ہو گا کہ دنیا کی کوئی طاقت تم کو برباد نہ کر سکے گی۔ لیکن اگر تم احکام الہی کی فرمانبرداری نہ کرو تو یہ تمہارا پناہ نہیں اس بلند مقام سے گرا دے گا۔

اسلام کے کمال علیہ کی چیزوں کا

خشیت اللہ

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت جس کا ذکر بار بار قرآن شریف میں آتا ہے کیا ہے؟ ایک ڈرنا انسان کا وہ ہو جسے کہ وہ ایک چیز سے خائف ہو کر بھاگتا ہے لیکن جیسا کہ امام راجب نے خشیت کے معنی میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ کے خوف سے مراد وہ خوف ہے جس میں تعظیم لی ہوتی ہو یعنی اس چیز کی عزت اور محبت دل میں ہو۔ اب ظاہر ہے کہ مجبور چیز کا خوف یہ نہیں ہوتا کہ انسان اس سے بھاگتا ہے بلکہ اس کی صورت میں خوف یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جائے کہ انسان اس اپنی محبوب چیز سے دور ہو جائے یا کوئی امراں کی ناراضگی کا انسان سے منہ ہو۔ پس خشیت اللہ کے معنی یہی ہیں۔ کہ حدود اللہ کے توڑنے کا خوف ہو اسی سے قرآن شریف نے فرمایا کہ خشیت اللہ صرف علماء کے غلبہ میں پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ حدود الہی کا علم رکھتے ہیں۔ اور صفات الہی سے واقف ہوتے ہیں اور حدود اللہ کے توڑنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور اپنے میثاق اور عہد پختا ایم رہتے ہیں۔

فَمِنْ أَضْطَرِّ فِي مَخْصَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

میرا شخص بھوک سے بھر رہا ہے گناہ کی طرف جھکے بلا زہر تو بیشک اللہ بخشنے والا رحیم کرنے والا ہے آمین

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ

مجھے سے پوچھتے ہیں کہ انکے لئے کیا حلال کیا گیا ہے کہ وہ تمہارے لئے مستحرم چیزیں حلال کی گئی ہیں

اور حقیقہً باطل کی تردید موجود حتیٰ کہ ان عقاید کی بھی جو اس وقت اہل عجمک طرف سے نہ تھے۔ پھر سب مناسب کو خدا کی طرف سے ان کو ان کے اختلافات میں فیصلہ کی ایک نہایت ہی لطیف راہ بتائی۔ پھر ہر ایک دعویٰ بھی خود پر کیا۔ دلائل بھی خود دیئے۔ کوئی حواس پر ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ اس کے کسی اصول کو غلط سمجھتا رہے جس نیک اور حق کو سکھایا گیا ان کے دنگ میں سکھایا کہ اس سے آگے اس نیک یا خلیق کا کوئی مرتبہ نہیں جس دی سے وہ اس کے مبادی سے بھی بچنے کی راہیں ساتھ ہی بتائیں۔ یہاں تک کہ ہر ایک ایک ایک جہی کی طرف سے جا سکتی ہیں ان کو بھی واضح کر دیا جو وہ دیا اس کو اسی دنیا میں اور اگر وہ دکھا یا اور صرف آخرت کے انتظار پر نہیں چھوڑا جس مقام پر انسانوں کو پہنچانے کا دعویٰ کیا تھا اس مقام پر پہنچا کر دکھا یا تعلیم ایسی کامل کہ سب ملکوں سب قوموں سب زمانوں کی ضروریات کیلئے کافی۔ وہ تعلیم جو کہ خلیق ایک وحشی سے وحشی انسان، ادا دے اور جب کی تہذیب والی قومیں ہو گئی ہیں وہ بھی اس میں موجود ہے اور وہ تعلیم جس کا ایک بڑے بڑے فلسفی اور اساتذہ اربع تنہا ہی کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتے تھے وہ بھی اس میں موجود ہے۔ مآخذ ہذا فی الکتاب میں شیخی (الانعام ۳۸) پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اخلاق کے سارے شعبے اور زندگی کے سارے پہلو میں لا کر دکھا دیئے۔ اگر ہر ایک نبی ایک روشن چراغ تھا جس نے ایک انجمیری رات میں ایک قوم کو روشن کیا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب مانتا ہے جن کی شعاورں سے سارے عالم کو منور کر دیا۔ دنیا کے اور کسی نبی یا کسی کتاب میں یہ باتیں مجھ اور میں کسی نے نہیں کہیں تک پہنچانے کا دعویٰ کیا ہے۔

انکامہ منت اور کمال الہیات

اکمال دین کے ساتھ دو باتوں کا اور ذکر کیا۔ ایک اتنا منعت، حدود یہ کہ دینی اور دوسری طور پر مشد تھانے سے
مسلمانوں کو کسی چیز میں دوسرے کا متعلق نہ رہنے دیا۔ بلکہ ہر قسم کی نعمتوں سے ان کو یہاں تک حصہ دیا کہ وہ دوسرے کو
متعلق نہ ہو بلکہ دوسرے ان کے متعلق نہ گئے۔ یہ اتنا منعت اکمال دین کا ہی نتیجہ تھا۔ اوروں سے بات فرمائی نہیں
اس پر مبنی ہوا کہ تم نے اسلام یعنی میرے امر کی فرمانبرداری اور میری اطاعت کی پابندی کو بطور دین اختیار کر لیا تو
میں صحابی بنی اندر عنہم کی کمال طاعت کا ذکر کرو اور اس ذکر کی بیاں ضرورت اس لئے ہوئی رحالاً نکاح صابرہ قرظہ
سے ہی اطاعت کرتے تھے، یہ بیاں اکمال دین کا ذکر ہے یعنی جس قدر جایات دین کی تھیں وہ سب دیدہ گی نہیں تو
ساتھ ہی فرمایا کہ ان سب میں تبہ فرمانبرداری کا بھی اکمال دکھایا مال و جان خدا کی راہ میں دیدہ کے بارہ ہیں۔
قسم درواج کے چھوٹنے کے ۔۔۔ سبحانات کے بجائے کے بارہ ہیں۔ ہر ایک قسم کی بدی سے اعتقاد میں بخوف
انشتغالی کے ایک ایک قسم کی اطاعت میں جو کمال صحابہ نے دکھایا وہ نہ بیچلے کسی قوم نے دکھایا نہ آئندہ دکھائے گی۔
گزرا ایسی اطاعت سے ہی اتنا منعت ہوا جب اطاعت چھوڑ دو گے اتنا منعت بھی ڈرے گا

خامس خمسة

۸۸۰ مختصہ۔ خایمیں دئے آدمی کو کہا جاتا ہے بس مختصہ سے مراد بھوک ہے جس سے پیٹ ڈبلا ہو جائے،

وَالْحَصْنَةُ مِنَ الَّذِينَ أَوْفُوا إِلَيْكَ مِنْ قَبْلِكَ إِذَا أَيْتَمَوْهُنَّ جُورَتُنَّ

اور ان میں سے پاک مومن عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم انکو انکے مویہ و

مُحْصِنِينَ خَيْرَ مَسَافِينٍ وَلَا مُتَّحِدِينَ أَخْدَانِ ۝

خوبصورت اور بڑے ذکاوت والے اور نہ چھپی دوستی رکھنے والے ۱۹۱

کئی جگہ اس سے مراد صرف بڑوں کے ذبايح میں اسل ذہب پہلا جو مکہ کی یہ جگہ کہ اس زمانہ میں جو سب سے زیادہ ضرورت پیش آتی ہو وہ عیسائیوں کے مارے ہوئے جانوروں کے شتعلق ہی سو یہ گوشت ذبح کر کے تین نہ خدا کا نام لیتے ہیں ایسے حالت غلطی کے سوا اس کا کھانا جائز معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی چیز جو اصولاً اسلام نے حرام قرار دی ہو وہ اہل کتاب کا طعام ہونے کی وجہ سے حلال نہیں ہو سکتی۔ مراد صرف یہ ہی کہ چونکہ ایک ہر قرآن اہل کتاب کے ہاتھ لگائے سے نا پاک نہیں ہو جاتی ۱۹۱

اہل کتاب کے ساتھ

۱۹۱ اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے کے احکام کے ساتھ مسابکات کے احکام بھی بیان کر دیئے۔ کیونکہ کھانے پینے کی طرح مسابکات بھی انسان کی فطری ذہن پر اس کا پوری خواہشات فطری کے سارے احکام کو اس کو منع کے اندر جمع کر دیا ہے قرآن کریم میں دوسری جگہ شرک و عورتوں سے نکاح کو منع کیا ہے۔ اور ایک جگہ لا تلتصکوا ببعضکم الا بکھانہ و فرمایا۔ کہ اگر اہل کتاب میں سے بعض شرک ہو سکتے ہیں بعض نہیں پس نے ان دونوں مکوں میں کہ شرک و عورت سے نکاح نہ کرو اور اہل کتاب کی عورت سے نکاح جائز ہو کوئی نقصان نہیں۔ اور وہ جو کافروں سے بے طعن رہا ہو تو وہ علم خاص مکہ والوں کے شتعلق ہی۔ ایسے کہ وہ سب شرک تھے۔ اور علاوہ بریں جنگ کی وجہ سے بھی ان تعلقات کا قطع کرنا ضروری تھا۔ اور بعض کے نزدیک چونکہ اہل کتاب کی اصل بنیاد و قیود باری پر ہو اس لئے سب اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ خواہ وہ علایا و اعتقاداً مشرک بھی ہوں مگر قرآن الی الصواب یہی ہے۔ صرف ان عورتوں سے نکاح جائز ہے جو اعتقاداً مشرک نہ ہوں +

پس قرآن کریم نے یہ جائز رکھا ہے کہ ایک مسلمان مرد ایک غیر مسلم بی بی سے نکاح کرے لیکن یہ جائز نہیں رکھا کہ ایک مسلم بی بی کا کسی غیر مسلم سے نکاح ہو۔ کیونکہ غیر مسلم عورت مسلمان کے گھر میں آکر ایک مسلم عورت کے حقوق حاصل کر کے فائدہ اٹھاتی ہے۔ غیر مسلم عورت غیر مسلم کے گھر میں جا کر بیٹے حقوق کو بھی کھو بیٹھے گی۔ عورتوں کے حقوق کو ہر حال میں تلف ہونے سے بچایا ہے۔ علاوہ انہیں ظاہر ہے کہ اولاد باپ کے مذہب پر ہوگی پس اس بات سے روکا ہے کہ ایک مسلمان بی بی کی اولاد شرک و کفر پر پودش پائے۔ یہودی شریعت میں غیر یہود سے نکاح بالکل ناجائز تھا۔ خدا نے اسے بایہ کرنا اس کے بیٹے کو اپنی بیٹی نہ دینا ۱۵۰ چنے بیٹے کے لئے اس کی کوئی بیٹی لینا کیونکہ وہ تیسرے بیٹے کو کبیری بیوی سے چھوڑ بیٹھے۔ (استغناء ۶: ۳۰) مگر اسلام کو یہ خوف نہیں۔ اور شریعت کو نعمت قرار دینے والے پر ہوس کا فتوے یہ ہے۔ "تم بے ایمانوں کے ساتھ تالافتی جوئے میں مست سبھتے جاؤ" (۲۰۔ قرطبیوں ۱۳: ۶) البتہ جہاں دوسری قومیں اپنی عورتوں کو مسلمانوں کے گھر میں داخل کر کے ان سے حجاب الشیطان کا کام لینا چاہیں تو وہاں بچائی مناسب ہے +

مردوں اور عورتوں کے نکاح

آخری الفاظ میں یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوسری قوموں میں ایسے ناپاک تعلقات کو یعنی کھلی بدمکاری کو یا خفیہ دشناموں کو جائز سمجھا جاتا ہے کہ ایسی باتوں سے بچو +

وَمَنْ يَكْزِبْ يَأْثِمَ الْإِيمَانُ فَتَدْحِطْ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ مِنَ الْخُسْرَانِ

اور جو شخص ایمان سے انکار کرے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھائے والوں میں سے ہوگا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ

۷

مروءت حضرت اور صفات ملکی

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کو اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ

إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

اور اپنے سروں کا مسح کرنا کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں (دھو دیا کرو) ۸

۹۲۲ ایمان کے بخار سے مراد وہ ایمان اللہ تعالیٰ کی شریعت کا انکار نہ ہے جس کا یہاں ذکر ہے۔ کیونکہ ایمان میں عمل بالحوایج بھی شامل ہو دیکھیں علماء اس معنی سے ایمان کا انکار خود اعمال صالح کا انکار ہو تو بنی اعمال کا حیطہ بننا خود ظاہری کوئی اصل غرض اعمال صالح سے ہو لیکن ایک طرف اگر ان شریعت کی طرف اس لفظ ایمان میں اشارہ ہو چونکہ ذکر کیجے ہو ہے تو دوسری طرف اگلے رکع کے ضمن میں اس لفظ میں اشارہ ہو یعنی یہ کہ اگر تم ساری خواہشات ہمیں کے پورا ہو جائیں گے تو تم سے کیا ہو تو خواہشات ملکی کے پورا کرنے کا سامان بھی اس نے پیدا کیا اور دوسری ایمان اور جو ضرورت انسانی کے اس حصہ کا انکار کرتا ہے اس کے وہ اعمال جن کا اشتراک ہمارے ہر پہلی رہ جاتے ہیں اور آخرت میں کچھ کام نہیں دیتے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا اصل سبعہم فی الخیوة الدنیا (الکھف ۱۰) اور انہی کے متعلق فرمایا اُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاءِ رَبِّهِمْ اَعْمَالَهُمْ (الکھف ۱۰) جملہ کے معنی پر دیکھ ۹۲۳

قیام

دقی - مہینہ

۹۲۳ قیام کہ ایک معنی عزم علی الشی کے ہیں اور یہاں قیام الی الصلوۃ سے مراد وہی عزم نازیبا (غ) + مراۃ - مراۃ کی جمع ہو۔ رفت کے معنی لطف اور نرمی ہیں اور مراۃ کسی معاملہ کے متعلق ہو تو مراد ہو تو ہی جو وہ جس سے فائدہ پہنچے وہ یعنی لکھن من اہم کھر مراد (الکھف ۱۶) اور لکھن کو بھی کہتے ہیں دل جیسے یہاں کہہ رہے انسان نیک لکھنے کا فائدہ اٹھاتا ہو +

صفات بہی اور صفات ملکی

جب پہلے رکع میں ان حقوق کا کام کا ذکر کیا جو انسان کے کھانے پینے اور مرد و عورت کے تعلقات کی فطری خواہشات سے تعلق رکھتے ہیں یعنی جن خواہشات میں انسان کا اشتراک ہمارے ہو۔ اور وہی صفات ہمہ کھر حد اعتدال کے اندر لائے گی وہ باقی۔ تو اب اس دوسرے رکع میں ضمن کا انتقال ان حقوق کی طرف کیا جو انسان کی ہی اعلیٰ فطری خواہش سے تعلق رکھتے ہیں جو صلوٰۃ یا دعا کے نام سے موسوم ہوگا اگر رکع اول میں ہمیں خواہشات کا ذکر ہے تو اس رکع میں ملکی صفات کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ شائبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی جو فطر انسانی کا خالق و مالک ہو خواہش بھی انسان کی فطرت میں موجود ہو۔ اس لئے اس رکع کو مانگے متعلق بعض احکام سے شروع کیا ہو اور یہی قسم کے تفصیل احکام سے شروع کیا ہو یعنی وضو کے مسائل کے متعلق تفصیلی احکام دیئے گئے ناوی تفصیل کا ذکر تو ان شریعت میں نہیں کیا لیکن وضو کا کسی قدر تفصیل ذکر کر دیا ہو۔ حالانکہ وضو اس طرح پر برابری سالی سے بنی کہ ہر مسلم کو اس کے طریق صحابہ کو سکھا یا اسی کو سالہا سال بعد قرآن کریم کی وحی متلو میں بیان کیا گیا کے متذکرین کیونکہ جیسی کہ ہم نے وضو کا طریق صحابہ کو سکھا یا اسی کو سالہا سال بعد قرآن کریم کی وحی متلو میں بیان کیا گیا

تفصیل وضو کے ذکر میں ملکت وحی

وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ

اور اگر تم حالتِ جا بختیں ہو تو نہ لیا کرو۔ اور اگر تم بیاہو یا سفر پر ہو یا قہ میں سے

أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ غَائِطٍ أَوْ لَسْتُمْ نِسَاءً فَلَمْ تُجِدُوا مَاءً فَتَمِطُوا أَوْ بَعِيدًا

کونسی جاننے ضرور سمجھ کر آئے ہاتھ لے غصہ توں کو چھو اچھو پھر ہم پانی نہ پاؤا تو پاک مٹی کا

طَبِّبْنَا فَاَسْمَحُوا بَوَاجِهَكُمْ وَاَيُّكُمْ مَنَّةٌ مَا يَرِيدُ اللهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرِّهِ

تصدیک و اور اس سے اپنے منہوں اور اذقوں پر مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے

وَلَكِنْ يَرْيَدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُنَبِّئَكُمْ عَنْهُ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَادْكُرُوا

لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو ۱۹۳ اور اشدکی

نِعْمَةً اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاتَّقُمُوهُ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

نعت یاد کرو اور اتم پر ہو اس کے اس عہد کو بھی جو اس نے تم سے بچتے لیا جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم اوقات اختیار کیے

اس جو صاف معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شروع میں مغرب کی پڑائی سکھائی تو وحی الہی سے ہی سکھایا تھا کہ وہ وحی نبی
الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اسی کو وحی بھی کہتے ہیں ۔

علاوہ بریں وعلوکی جو نماز کے لئے محض ایک تہمدی فصل جو اوز نماز کا کوئی حصہ نہیں تفصیل بیان کرنے میں یہ بھی تاہم ہے کہ نماز کی وہ تمام تر تفصیلات جو نبی کریم سلم نے بتائیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

یہ اسی قابل فخر ہے کہ دعوئی بھی پوری تفصیل کا یہاں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اہل حق کا دھوکا چھڑا کر کرنا پھرنا مسلمانوں کو کچھ بڑھاپا جو درمند دھوکے کے ذکر سے شروع کیا ہو اس لئے کہ منہ کے دھوکے سے پہلے دعوئی انسان آٹھ دھوکے کا بورہ کلی کرنا یا مسواک کرنا اور ناک صاف کرنا منہ کی ظاہری صفائی کے لازم جزا ہیں۔ پاؤں کا دھونا خار دہی ہو اور دوشیاہو ہیں ایسی روایات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ائمہ و حضو میں پاؤں دھوتے تھے۔ اس حالت و حضو میں سوزے مینی جراب پہن کر جانے کو توجہ نمازوں تک اس پر سح جائز ہے اور وہ اس آیت کے خلاف نہیں بلکہ اس کی تفصیل ہے جس طرح و غیر میں کسی حضور پر سح کر لینا اس کے خلاف نہیں۔

1693ء تک تمام امور کا مفصل بیان ۱۳۳۳ میں ہو چکا ہے۔ یہاں ان تفصیلات کو جو نماز کیلئے قہریدی غفلت میں دوہرائے
 کا شائبہ ہے کہ اس کے متعلق بھی احکام اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھے ہیں پہلے آخر پر منت پوری کرنے کا ذکر ہو گا۔ باغیثت
 کی ضروری تفصیلات کو بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔ ادباً کسی نئی شریعت کی ضرورت
 نہ رہی۔ وہ تدبیر کے لحاظ کو بیان کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باطنی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ اسلام ظاہری
 پاکیزگی کے قواعد کو بھی مدنظر رکھتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اخِی الدین علی النظارۃ مدین کی**
بنیاد و نظارت پر مبنی تھی۔

۸ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ کا تقویٰ کو بیشک اللہ سب سے بڑا ہے اور اس کو جانتے ہو اسے جو ایمان لائے ہو اللہ کے

قَوَّامِیْنَ لِلَّهِ شُهَدَآءٌ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَلَا تَعْلَمُوْنَ

حق کی، حفاظت کرنے کے لے لے انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ گے اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پکارہ نہ کہے کہ تم انصاف کرو۔

۹ اَعْلٰی لَوَاۤءِدْهُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کو بیشک اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو ۱۰

۱۰ مِثَاقٌ - وفاقی۔ دو وقت بہ کے معنی ہیں اس سے سکون پڑا اور اس پر اطمینان کیا اور ادا دینی کے معنی اسے مضبوط بنانا۔ اور یہ مِثَاق وہ عہد ہے جو قسم سے مرکب ہو (ج) ۱۱

دینی مِثَاق
یعنی
ظہری عہد

سہی کہتے ہیں کہ اس عہد سے مراد اس شریعت کی غوی ہی جو عقول انسانی میں مرکز ہوا اور عقول نے کہا کہ یہ عہد اللہ کے عہد پر قائم رہا اور بعض نے بیعت تحت الشجرۃ کو یہ عہد قرار دیا (ج) شریعت کا دینا اور مسلمانوں کا دین اسلام میں داخل ہونا اور ایک عہد ہے مگر یہاں چونکہ اوپر انسان کی اس فطری خواہش کا ذکر ہو جس کو کشاں کشاں اللہ کا کی طرف مائل ہو اس لئے مراد وہی فطری عہد ہی جو اہل بیت پر بھیجی گیا ہو اور رغبت اللہ سے مراد قرآن کریم ہے جو ان پر نازل کیا گیا۔ قرآن کے نزول کے جب اس فطری عہد کو یاد دلایا تو مومن سمعنا و اطعنا کہہ اٹھے ۱۲

۱۲ انسان کی وہ صفات جو خواہشات سفلی سے بالا ہیں جن کی طرف اس نوع میں توجہ دلائی ہو ان کا خلاصہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں آجاتا ہو۔ ان دونوں کے قیام کی طرف یہاں توجہ دلائی ہے۔ قوامین اللہ میں حقوق اللہ کی طرف اور شہداء بالقسط میں حقوق العباد کی طرف۔ قوام کے لئے دیکھو ۱۳ ایک امر کے قیام کیلئے پورا زور لگانے والا۔ مگر یہاں بجائے اس امر کے کہ صرف اللہ فرمایا یعنی حقوق اللہ کی حفاظت پر پورا زور لگانے والے ہو۔ النساء ۱۳۵ میں جہاں صرف حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی تھی فرمایا و امین بالقسط شہداء للہ ۱۴

۱۴ اعدلوا۔ عدل کے معنی مساوات ہیں۔ اور عدل ان معاملات میں کہا جاتا ہے جن کا تعلق بصیرت سے ہو اور عدل وزن ناپ وغیرہ میں جن کا تعلق حاسہ سے ہو اور عدل و طرح پر جو ایک احسان کے عوض احسان کرنا اور جو تکلیف دور کر کے اس کی تخفیف و دور کرنا اور دوسرا قصاص سزاؤں وغیرہ کے بارے میں (ج) ۱۵

۱۵ حقوق العباد کی عظمت پر پھر زور دیا ہو۔ پچھلے کئی میں صرف اس قدر فرمایا تھا کہ کسی قوم کی دشمنی کی وجہ سے تم اس پر ہذا دینی نہ کرو۔ یہاں انصاف کے لئے حکم دیا ہو۔ اور انصاف حقوق میں ہے جو کہ ان حقوق کو ادا کیا جائے۔ تقویٰ سے قریب تر کہم کہ بتاؤ کہ تقویٰ حفاظت حقوق سے ہی حاصل ہوتا ہے جب دشمنوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ایسی ضروری ہو تو پھر اپنے عزیزوں اور دوستوں اور مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ذمہ داری کس قدر بڑی ہے۔ کہاں ہیں وہ مسلمان جو اس تعلیم میں محتاط ہیں!

عدل

حقوق العباد کی تاکید

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا فَمَا لَهُمْ بَلَاءٌ ۝۱۴

اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم نصرانی ہیں ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا مگر جو نصیحت ان کو کئی ہی دنوں میں ہو چکی تھی وہ بھول گئے

فَاَعْرَضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ

سہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عقرب اللہ ان کو اس کی خبر دے گا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ ۝۱۵

جو وہ کوہلتے تھے اے اہل کتاب یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے وہ بت کچھ ایسی کچھ کہ تم لکھ کر رکھتے

كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ يَعْفَوْا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ

جو تم کتاب سے چھپاتے تھے اور بت سی بات کو معاف کرتا ہو یقیناً تمہارے پاس امدنی طرف نور اور

كِتَابٌ مُبِينٌ ۝۱۶ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ

واضح کوئی کتاب پہلی پرستہ ان کے ساتھ امداد کو اس کی رضا کی پیروی کرتا ہو سلامتی کی راہوں پر چلا تا ہو

خاتمة

خاتمة۔ یہاں مفسر کے معنی میں جو معنی خیانت۔ دوسری جگہ یہ معلوم خاتمة الا عین والمومنین (۱۱۹) باب

خیانت کرے والی بڑی جماعت بدو، فشیان یعنی ترک کیلئے دیکھو ۱۷

مسلمانوں کو بتا دیا ہو کہ اہل کتاب کی طرف سے ہمیشہ تم خیانت دیکھتے رہو گے۔ اب اس حکم دیا ہو کہ معاف بھی کرتے رہو۔ قرین کیلئے دیکھو مسئلہ ۱۸

مسئلہ ۱۸۔ غزینا۔ غزیر کے معنی ہیں کسی چیز کے ساتھ لگ جانا یا چٹ جانا اسلئے غزیر کہنی ہیں کسی کے ساتھ لگا دینا،

جیسا یوں کہ غزیر شاق سے مراد ان کو احکام دینا جو۔ نبیل بھی اس پر شاہد ہیں جس کی پہاڑی تعلیم میں بھی احکام پائے

جاتے ہیں۔ ایسا کر دیا نہ کہ وہ ان کو بھی شریعت پر عمل کرے کہ حکم تھا۔ ناز پڑے گا روزہ رکھنے کا بھی حکم تھا دوسرے

لوگوں کو عدل و انصاف کرنے کا حکم تھا ۱۹

یہودیوں کی عہد شکنی کی سزا فرمائی تھی امت میں ان کا وہ کر دینا اور وہ کر دینا۔ جیسا یوں کہ عہد شکنی کی سزا

بتائی ہو ان میں باہم دشمنی اور بغض کا رہنا یا یہود نصرانی میں قیامت تک دشمنی اور بغض کا رہنا مراد ہو گرا دل کو

ترجیح دے دو توں باتیں آج صبح صبح پائی جاتی ہیں اور قرآن کریم کے الفاظ کی صداقت ہمیشہ ہی ظاہر ہوتی ہے کہ

چونکہ عیسائی توہوں کی غرض محض مال دنیا جمع کرنا ہو اور اخلاق فاضلہ سے عاری ہیں اسلئے ہمیشہ ایک دوسرے کے خلاف

منصور کرتے رہتے ہیں اس سے یہی معلوم ہوا کہ عیسائی قیامت کے دن تک رہینگے اور ان میں باہم دشمنی بھی رہے گی

بہس یہ خیال کہ کسی وقت کل کے کل مسلمان ہو جائینگے اس آیت کی رود سے غلط فہم نہ ہو ۲۰

مسئلہ ۲۰۔ یہاں بتا گیا ہے یوں اہل کتاب کے دشمنی جو اہل کتاب پہلوگوں میں کاہی اخفا کرتے تھے اور تعلیم کا بھی بیرون فرما دیا ہو کہ ان

نہی پریم صلح کے معاف کرے سے مراد ان کی بہت سی شرارتوں کا معاف کرنا بھی ہو سکتا ہو جو وہ رسول اللہ صلح کے خلاف کرتے تھے ۲۱

اغزو

جیسا یوں کہ شریعت پر چھپنے کا حکم

جیسا یوں کہ باہم

وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اور اپنے حکم سے، انکو اندھیرے، روشنی کی طرف نکال لاتا ہے اور انکو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ

۱۷ وہ یقیناً کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہے کہہ دو کہ کونسا شے خدا میں ہے

شَيْئًا إِن آرَادَ أَنْ يَهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَفَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اختیار ہوا جب اللہ نے مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور ان سب کو جو زمین میں ہیں ہلاک کر لینا چاہا

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا يَنصُرُهُمْ مِمَّا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ

اور آسمانوں اور زمین کی بلوا بہت اچھا ہے انکے درمیان میں لڑنے کیلئے وہی کر دے جو چاہتا ہے کہ تارے اور اللہ شہر چھوڑے

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ

۱۸ پر تارے سب غلط اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں

۱۷ یہاں اول عیسائیوں کا قول نقل کیا ہے کہ مسیح خدا ہے اور اس لئے انکو کافر قرار دیا ہے اس کے بعد ابطال الوہیت مسیح پر

ذیل دی ہے۔ عام طور پر ان الفاظ کے معنی یوں کہے جاتے ہیں کہ اگر خدا یہ ارادہ کرے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں کو ہلاک کر دے تو یہ کون

اللہ کے مقابلہ میں کچھ اختیار رکھتا ہے لیکن ظاہر ہو کر اس کو یہودی اور کوفی ذیل میں ہو سکتی ہے کہ ایک طرف تو یہ فرض کر لیں کہ مسیح ایک

ہو اور اس سے جب ایک قوم اس کی الوہیت کی ذیل لے۔ تو اس میں ہم کہیں کہ خدا جب چاہے اسکا اسے مار دیتا ہے اور تارے سے نہیں نکال سکتا

جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ مسیح دو ہزار سال سے زندہ ہے اور وہ کھائے پینے کا فعل بھی نہیں اور اس کے جسم میں کوئی تیز بھی نہیں آتا

تو یہ باتیں ظاہر اسے بشر یا مخلوق کی حالت سے ظاہر کھفتات الوہیت اس کے اندر قدامت ہی ہیں اس جنگ تو ہم نے عیسائیوں

کی بات کو مان لیا کہ بشر سے واقعی اسکو یہ قدرت ہو کہ بشر کھائے پینے کا فعل بھی کر سکتا ہے اور بشر کے جسم میں تیز آتا ہے تارے

مسیح کے جسم میں نہیں آتا اور یہ صفات الوہیت کی ہیں۔ تو اب ہم انہیں گویا یہ ذیل دیتے ہیں کہ اس میں اس وقت تو خود وہ صفات

الوہیت ہیں کہ جو کہ جب خدا چاہے اسکا اسے مار دیتا ہے اور وہ خدا نہیں۔ کیا ایک لمحہ کیلئے بھی کوئی عقلمند انسان اسکو عیسائیوں

کے عقیدہ الوہیت مسیح کے خلاف ذیل سمجھ سکتا ہے؟ پھر علاوہ ازیں اگر مسیح اس وقت تک نہیں مرے تو ان کی ماں بھی انہی ذیل

میں آتی ہے کہ وہ اس کے متعلق بھی وہی ان اداد کا لفظ پڑا ہے اور یہ ارادہ ابھی واقع نہیں ہوا۔ اور اس سے لوگوں کی ہمت ذیل

میں آئے گی یا اس وقت سے جس قدر زمین فی الارض ہوتے ہیں ان سب کے متعلق ابھی ارادہ ابھی ہلاک کرنے کا نہیں ہوا

۱۷ مسیح مرے ذیل کی ماں داس زمانہ سے اس وقت تک کوئی انسان ہی مرا ہے

پس جب مسیح کی ہلاکت کو بطور دلیل پیش کیا ہو اور ذیل میں یہ نہیں سکتی اگر نزول قرآن کے وقت مسیح زندہ ہوتی ہوتی

ماتا ہے تو کچھ کفر و کفر کے وقت سے فرت ہوجے جس طرح انکی ماں فوت ہو گئیں جس طرح باقی اہل زمین فوت ہوتے ہو تو کچھ

ہلاکت کا ارادہ چل نہیں آتی جو اسنے ان میں شرط نہیں بلکہ معنی اذنی جو یہی ہے جب خدا نے ارادہ کر لیا۔ جیسا کہ لفظ

مسیح کی ہمت انہی
کے ساتھ الوہیت
مسیح کا اس میں
ہر گستاخ

ان میں اذنی

وَجَعَلَكُمْ قُلُوبًا وَآثَرَكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ يَقُومُوا ادْخُلُوا ۲۱

اور تم کو دل دیا اور تم کو وہ کچھ دیا جو تم میں سے کسی کو نہیں دیا ۲۱۔ اے میری قوم! اتریں

الْأَرْضَ الْمَقْدَسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَبُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ

میں، اتر جاؤ جسے اللہ تمہارے لئے لکھا ہے اور پیچھے نہ ہٹو اور اس ذمہ آناورہ تم نقصان نہ کھاؤ اور جانے

میرے دل کی
نیک مثال

نہ جانے سے مرد

بادشاہ بنائے ورنہ

قدیس

الارض المقدسة

برکت میں ہیں دل، اور الارض المقدسة سرزمین شام جو جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے اور فراء کا قتل ہے جو کہ وہ

جاشق اور فلسطین اور بعض علاقہ اُردن و قحہ و دل (ج) اور ابن جبریکین کابل تاویل اور ریت اور علاقہ خبر کاہر

اتفاق ہے کہ ارض مقدسہ طوش مصر اور فرائد کے درمیان واقع ہے۔ اور بائبل میں اس کی برکتوں کا ذکر ہے کہ اس

میں پہنچ دو وہ اور شہر بہت بڑا (گنتی ۱۱۳: ۲۷) ۲۷

کتب اللہ لکھ۔ اس میں اس بیگونی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم سے کی گئی تھی خداوند نے ابراہیم سے

میں

میں

میں

میں

مَا دَامُوا فِيهَا قَاذِهَا أَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَالُوا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ ۝

جنگ کر رہے ہیں میں ہیں تو اور تیرا رب جاؤ اور جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَإِخِي فَأَقُومِي بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ ۝

النصف

اے نبی! کہہ دو میرے رب میں سوائے اپنے اور اپنے بھائی کے کوئی پراختیا نہیں رکھتا سو ہم میں اور ان منافقانوں

الْفَاسِقِينَ ۝ قَالَ فَإِنَّهَا عَصَرَةٌ عَلَيْهِمُ آذِينَ سَنُكَلِّمُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

میں فیصلہ کرے مثلاً (مثلاً، کتاب وہ زمین، ان پر چالیس سال کیلئے حرام کر دی گئی جو اسی زمین میں

فِي الْأَرْضِ، فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

سرگرم نہ بنو، سر تو ان فاسقوں کو پسند نہ کرو

۸۰۹۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور دشمن سے خائف ہو کر جنگ کرنے سے قسوی انکار دیا غاصب
انت وذلک اسی قوم کے منہ سے نکلنا جوابات بات پر غرور اور سرکشی دکھانے کے کوئی عجب بات نہیں مطلب یہ کہ تجھے اپنے رب
کی مدد پر دوسرے کو سوا اور تیرا رب جاکر جنگ کرو یہ ہے آپ کی ہلاکت میں نہیں ڈالتے اور جنگ میں نہیں جاتے

مجمع اہل بیت میں یہ دیکھ کر کہ جس دن خدا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ تم صاحب برکتی کی طرح یہ دیکھنے غاصب
انت وذلک ملکہ آپ کے ساتھ ہرگز آگے اور پیچھے نہ دوڑیں اور بائیں سے لڑیں گے لیکن بعض احادیث میں یہ یوم بدر کا لفظ ہوا اور
بعض میں نہیں بخدا ہی کتاب التفسیر میں بھی یوم بدر کا لفظ ہوا اور ابن جریر نے روایت بیان کی ہے کہ یہ لفظ خدا دے حدیبیہ

میں لکھے تھے اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ گوسورقوں کا نزول لینے و حدیبیہ رہنا تھا گریہ ثابت نہیں ہوتا کہ سورت
نامہ کا کوئی حدیث بدر سے پہلے نازل ہو چکا ہو اور حدیبیہ سے پہلے اس کا نازل ہونا قرین قیاس ہے اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ صحابہ کس طرح ان قصوں کو جو پہلی قوموں کے ذکر میں عبرت حاصل کرتے تھے

۸۱۰۔ حضرت موسیٰ کا یہ کہنا کہ میں اپنے نفس پر اور اپنے بھائی پر اختیار رکھتا ہوں اس لحاظ سے کہ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ
نے نبوت کے مقام پر پہنچا دیا تھا پس ان کا دشمن بھی جنگ کرنے کیلئے اگر حکم آئی آئے خدا مقرر فرماتا اسی لئے یہاں ان
کو بھی شامل نہیں کیا جس پر انعام کا ذکر بھی ہو چکا ہو

اشفاق۔ فتاۃ بین الشیخین کے معنی ہیں دو چیزوں کو صلحہ صلحہ کرنا یا خواہ وہ اسی صلحہ کی چیز ہو یا کسی
یعنی مکانی طور پر یعنی ۶ اور خواہ اسی صلحہ کی جو بصیرت سے معلوم ہو سکے یعنی حکم اور فیصلہ میں الگ الگ کرنا یا خواہ
معنی اقتضای نفس کے ہیں یہ اور خاص نامافران قوم ان کو بظاہر کثرت کے کہا گیا اور مذہد و جزیر انعام جو ان ہی میں شامل ہو
۸۱۱۔ یتیمون۔ تاہا یتیمون یعنی یتیموں کی حیثیت پران راغب، مطلب یہ کہ کسی مقصد کو حاصل نہ کر سکیں

تأس۔ ماہر، مأسا، برا و مأسوف یا مأسعہ وہ حالت ہے جس پر انسان دوسرے کی اتباع میں غرور وہ حالت ہے کہ
یہی ہو اور اسی کے معنی حزن یعنی غم میں گویا وہ قوت شدہ چیز کا اتباع غم سے کرتا ہو اور اسیقت علیہ اور اسیقت الہ
دونوں طرح پر آتا ہے اسی سے تأس ہوا و تکلیف اسی علی قوم کفر بنی دالہ اعراف ۱۹۳۰ء

فہام

تاہا

اسوۃ

اسی

۲۷ وَاَنْتَ عَلَيْهِمْ نَبَا اَنْبٰی اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبٰنًا فَتَقَبَّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا

اور ان پر آدم کے وہ پیش کی خبر حق کے ساتھ چڑھ دو جب انہوں نے کہ ٹی قربانی پیش کی سو وہ ان دونوں میں سے ایک کو

وَلَمْ يَقْبَلْ مِنْ الْاٰخَرِ قَالَ لَا تَمْلِكُ قَالَ لَمْ يَسْخَرْ لِّلّٰهِ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ

اور وہ دوسرے سے قبول نہ کی تھی اس نے کہا میں خود بچھڑا کر چلا اس نے کہا اللہ صرف متقیوں سے قبول کرتا ہے ۲۸

گنتی ۱۳، ۲۳ میں ہے سوئے اس زمین کو جس کی بابت میں نے ان کے باپ وادوں سے قسم کی تھی دیکھتے اور ۲۹ میں ہے کہ تمہاری لاشیں اور ان سب کی جو تمہیں شمار کئے گئے ان کی کل جمع کے مطابق میں برس ولسے ایک اور سال تک جنہوں نے میری شکایتیں کیں اس بیابان میں لوگوں کو یا یہاں میں تباہ ہو جائے گی اور ان کی اولاد قتل ہوگی۔ قرآن کریم نے چالیس سال کا فظنا غیار زکا کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ واسطہ عمر ساٹھ سال سے پچاس سال میں یہ لوگ جو اس وقت نافرمانی کر رہے ہیں اور جنگ کرنے کے قابل ہیں پاک ہو جائیں گے۔

۲۸ اس رکھی میں ایک مثال بیان کی ہو کر سطح ایک انسان نے دھسکر کو محض اس کی نیکی پر حد کی وجہ سے قتل کر دیا ہل ذکر ال کتاب کا تھا اور اس رکھی میں بھی بتی اس میں کا ذکر کیا ہو اور لکھ میں بھی ان کی تعریف وغیرہ کا ذکر ہو اور لکھ بدھ ہی اسی کا ذکر کرتا ہے پس ہل غرض اس قصہ میں بھی ہی بتانا ہو کہ وہ محض حد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منصوبہ کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض مفسرین نے فائق کو اسی تسلی کی طرف توجہ دلائے کیلئے آیت ۱۱ ادم قرآن یسطو الیکم ابیہم غطف قرار دیا ہو دج اور بعض نے اس کو آیت ۱۰ پر غطف کہا ہے جہاں یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ ہو کہ ہم اللہ کے بیٹے اور مجرب ہیں گویا بتایا کہ دعویٰ اور یہ کام اور پھر اس رکھی میں مخالفت جان دال کی طرف کی طرف اسی مخالفت سے توجہ دلائی ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کا یوں سد باب نہ کرتا تو پھر دنیا سے امن باطل آٹھ جانا پڑتا ہل ذکر بطور ایک مثال کے یہ بھانے کیلئے بیان کیا کہ وہ یہود و جنگ سے اس قدر خائف تھے کہ باوجود حکم الہی کے ہنک اٹھا کر کیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس حد پر سر پکارتے یہی حالت آج کل مسلمانوں کی ہو کہ ایک طرف دعوٰ صلح اور محبت کا سپہ اور دوسری پہل کی تلمیم کا حاصل بتایا جانا ہو اور دوسری طرف فدا و ذابات پر دنیا کی آزادی کیلئے کر رہے کیلئے اور دوسری قوموں کو حکم پہنچانے کیلئے لڑائیاں کرتے ہیں۔

آدم کے یہ وہ بیٹے اگر نہ کہ نزدیک حضرت آدم کے صلی بیٹے ذیل وقایل تھے جن اور ضحاک کہتے ہیں بنی اسرائیل کے دواوی تھے بعضوں کی حیثیت کی یہی خیال کی ہو یہ کہ یہ کوئی بہت ابتدائی واقعہ ہو کہ جس طرح اول اول انسان کا لڑا اپنے ہی بھائی کے ماسے کیلئے تھا۔ خواہ وہ حضرت آدم کے صلی و فرزندوں یا ماہروں کیا قربانی کی تھی اور کس طرح اس کی قبولیت کا پتہ لگا یہ نہیں بتایا۔ اس لئے ان تفصیلات میں پڑنا درست نہیں۔ قرآن میں ہر ایک وہ فریضہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسے اور مشورہ یعنی اس کا استعمال عام ۵۹ اور قربیت کے آثار بربا اوقات اس دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور عام جیسے ماہرب کی مکاری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار قربیت کفار کی فحشوں سے بھی فحش نہ تھے صرف حد کی وجہ سے آپ کی رتی سے جلتے تھے اور آپ کو پاک کرنا چاہتے تھے۔

نہج
بہارِ نبوی
اور حضرت جان
ہادی کی عزت
النصف

ذیل اور قابل
قصہ کی غرض

كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ أَمْرِ رَبِّكَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ

ہم نے بنی اسرائیل کو بتایا کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر جان کے (جھگڑے) یا زمین میں فساد کے مار ڈالے

فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا

تو گو یا اس نے سب لوگوں کو مار ڈالا اور جو کوئی اس کو زندہ رکھے تو گو یا اس نے سب لوگوں کو زندہ رکھا

یہ تالیقی، ذیل کے معنی میں بھی پڑتی۔ اور حسرت اور افسوس کے موقع پر بولا جاتا ہو جیسے ذیل ترجمہ کے لئے
فویل لهم ما اکتسبت ايديهم (البقرہ ۷۹، ۸۰) اور وظيفي اور وظيفتنا اپنے اوپر ظہار افسوس کیلئے ہیں +

ندامت میں۔ ندام اور ندامۃ کسی امر پر جو اچھے سے جاتا رہا ہو تبدیل راستے کی وجہ سے افسوس کرنا ہو (۷۹) +

ذیل۔ ویل

ندم

جاؤنگ سبت

ظالم انسان طاعت کے نشہ میں اپنے بھائی کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ بلکہ اسکو اپنی راہ میں روک کچھ کر سیت دیا اور
کے لئے کی کوشش کرتا ہو حالانکہ وہ پروردگار سے جھڑپ کا سبق سیکھ سکتا ہو۔ ایک حالت جہالت کی وہ جاتی ہو جو ایک ہی
قوم کا انسان اسی قوم کے دوسرے انسان کی تباہی کو اپنے لئے بہتری کا موجب سمجھتا ہو پھر اس سے اڑ کر حالت کی ماحول
وہ جو ایک قوم دوسری قوم کی تباہی کو اپنی ترقی کا موجب سمجھتی ہو۔ اور کسی میں ذرا سبب دیکھا تو اس کو سیت دیا
کے لئے پرتل گئے۔ کوئی کوشش کر دینے دیکھ کر کیا سبق اس قاتل نے حاصل کیا۔ اسے کاش میں اپنے بھائی کی سزاؤں کو چھپا کر
سزاؤں سے مراد فرما دے کہ وہ جانے تو اس سے لاش کا چھپانا امر ہو چکا۔ اور ابتدا میں انسان کا کسی جاؤر سے سبق حاصل کرنا
کوئی بعید بات نہیں۔ گو یہاں دوسرے کوئے کا ذکر ہو، اس کی لاش کو چھپانے کا۔ اسلئے جو سلم نے کہا کہ کوئی چڑھ کر
سے زمین کر دیکر چھپائی اور اگر سزاؤں سے مراد امشاطن یا جیجیو۔ تو کوئے کا معنی کر دینا اشارہ جو کسی بات کے معنی کو چھپانے
تو قاتل کو یہ غامت ہو کر گیس لے، اپنے بھائی میں کوئی چھوٹا سبب دیکھ کر بجائے اس کے کہ اس سبب کو چھپا کر اس کیلئے
اسے جان سے مار دے یا توئے کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہو اس لئے کہ انسان اس سے ایک مفید سبق
حاصل کر لے۔ کوئے میں دو باتوں کی خصوصیت ہو ایک یہ کہ اپنی جنس کی لاش کو کھلا نہیں رہنے دیتا دوسرے کوئی
کبھی قدر جھڑپ ایک دوسرے سے ہوتی ہو اس کی نظیر دوسرے جاؤروں میں نہیں ملتی ایک کی آواز پر ہزاروں جمع
ہو جاتے ہیں +

۸۱۔ اجل۔ اجل کے اصل معنی کسی شے کا وقت مقرر ہیں ۸۲۔ اس لئے اجل۔ عاجل کی ضد ہو یعنی دیر سے ہونے
والی بات اور اس لئے اجل وہ بفاعل ہو جس کے نتیجے سے ایک وقت کے بعد خوف ہو (۷۹) +

اجل

بنی اسرائیل کو چونکہ اس وقت خاص مخالفت رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے تھی۔ اسلئے انکا خاص ذکر کیا کہ یہ اب انحضرت کے
قتل کے دسپے ہیں حالانکہ کسی کا قتل کرنا اس وقت جائز نہ تھا جو جب اس نے کوئی خون کیا ہو یا دین میں کوئی فساد پھیلا
ان دونوں باتوں میں سے آخرت صلی علیہ وسلم کی طرف کوئی بھی منسوب نہ ہو سکتی تھی۔ اور شاہدینہ نفس میں اشارہ ماحول
انحضرت صلی علیہ وسلم پر ہو کر دینے عظیم صلی علیہ وسلم کو جو شخص قتل کر دے تو اس نے گو یا سب کو قتل کر دیا اور جو شخص اس کے
چھپانے میں حصہ لیا ہو اس نے۔ تو جو کسی لوگوں کو چھپا دیوں عام معنی کے لحاظ سے بھی درست ہو جیسا کہ وہ جب ایک کو قتل کیا
ویسا سب کر دیا۔ ایک کی زندگی بچائی تو سب ہی کی بچائی اور یہی کے مطابق ہے جو دوسری جگہ فرمایا تھا ولکھ فی القصاص
جیلۃ (البقرہ ۷۹، ۸۰) جو یا قصاص بھی اسلئے نفس ہو کہ اگر اس سے ہلاکت بچات مٹی ہو، مدیا اچھا سے مرا کوئی اس کا روت

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ لَعَلَّهُمْ يُتَّقُونَ ۝

اور قیامتہ جیسے رسول ان کے پاس پہنچا دی گئی تھی کہ ان سے بہت سے

تقینا تم کو میرے لئے ہے ۝ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

خلاف کار ہیں ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور

الْأَرْضِ مَسَاكًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَجْزُلُهُمْ مِنَ

پہچاننے کی کرشمہ کرتے ہیں مرنے سے پہلے کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں یا ان کے سر کاٹ دیے جائیں یا ان کے

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي

خلاف کار ہیں یا ان کو قید کیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا

ان کے لئے عظیم عذاب ہے مگر جو لوگ توبہ کر لیں

شفقت کے موت سے توبہ کر لیں

۱۵۱۔ محاربوں کو حبس کے معنی لائی ہیں۔ اور یہاں محاربوں سے مراد فی الواقع جنگ کرنے والی قومیں ہیں بلکہ مراد

اس سے صرف صحبت کرنا ہے، اور اس کی شکل جو جو سو دو اس کے بارہ میں فرمایا تھا ذرا بوجہ من اللہ و رسولہ البیضاء

(۲۶۹) یا سفید رنگوں کے ذکر میں آئی ہے اور صادق الامین صادق اللہ و رسولہ (الشیخہ ۱۰۱) کہ دونوں صورتوں میں جنگ

نہیں بلکہ محاربت مراد ہے یعنی خدا و رسول کے خلاف کسی چیز کے الگ ہو جانے پر یا جانا یا جانا اور یقیناً اللہ کے معنی ہیں

میں سے اسے نکال دیا اور یہ غرض ہے کہ کسی بھی کئے گئے ہیں کہ ان کا خون چاہے ہوگا اور یہ بھی کہ ان کو ساری عمر کیسے

قید کر دیا جائے اور یہ بھی کہ ان کو جلا وطن کر دیا جائے اور امام احمد رضا اور دیگر علماء نے یہاں مراد سے نفی کیا ہے کہ

اس آیت میں کہ لوگوں کا ذکر ہے اور کیا مراد ہے اور یہاں کیا مراد ہے اور یہاں کیا مراد ہے اور یہاں کیا مراد ہے

اور ایک یہ کہ قتل کرے۔ دوسرے یہ کہ فساد کرے، اسلئے یہاں محاربوں اللہ و رسولہ سے مراد زمین میں فساد کرنے والے

کئے گئے ہیں۔ اور بالخصوص ذاکر جو جان سے مار کر یا جان سے مارنے کا خوف دیکر لوگوں کا مال لوٹتے ہیں یا لوٹ کر جان بچنے

کے بعض مادیات ایسی بھی بیان کی ہیں کہ یہ آیات اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئیں جنہوں نے نبی کریم صلی علیہ وسلم سے

کہ فساد کیا یا مشرکین کے بارہ میں مگر اگر مفسرین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہاں میں لیا ہے کہ چنانچہ آدمی آنحضرت صلی علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے پھر باہر ہو گئے تو نبی کریم صلی علیہ وسلم نے انہیں واپس دیا جہاں مدینہ سے باہر

صدقہ کا اونٹ تھے تاکہ وہ واپس آسکیں اور علاج کریں انہوں نے تندرست ہو کر واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے

اور انہوں نے اس سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے

اور انہوں نے واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے اور انہوں نے واپس آئے

محاربة

نفي

نفي من الارض

فساد و فساد کی سزا

وہابی کی حدیث

وہابی

وَلَا تَقْرَأُ لَهُمْ

مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْرَأَ لَهُمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اس سے پہلے کہ تم پر قراؤ اور اس کو کہہ دیجئے کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اسے کوئی جو

أَمِنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالْعَزَّوَالِيَهُ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

ایمان آجھڑا اللہ کا تعالیٰ کہہ اور اس کا قرب جاؤ اور اس کی راہ میں جاؤ کہ تاکہ تم کامیاب ہو سکو

شاہکی چار قسم کی

انہوں نے چاروں کی آنکھیں نکال دی تھیں دہشت اور پھر اسی حالت میں ان کو دھوپ میں ڈکوا دیا یہاں تک کہ کھجور کیونکر ان کا جرم خزانہ تھا اور جو تباہ کن مزار کو چاہتا تھا تو اس پر بیت نماز لیا جو جس میں ایسے لوگوں کی سزا خاص کر دی گئی۔ مگر خاص کے رنگ میں وہ زیادہ سزا کے مستحق بھی ہوں ۛ

لیکن شان نزول کچھ بھی چوہیاں حکم عام ہو اور ان لوگوں کے بارہ میں جی یہ حکم تسلیم کیا گیا ہو جو ڈاکے مار کر مٹی پھیلاتے ہیں اور چار قسم کی سزا ان کے لئے تجویز کی گئی ہو قتل صلیب۔ ہاتھ پاؤں کا کاٹنا۔ قید۔ ظاہر ہو کہ چار قسم کی سزا جرم کی چار نوعیتوں کے لحاظ سے ہو سکتی ہو۔ اور وہ نوعیتیں ڈاکے کے جرم کی ہیں کہ مال لینے کے ساتھ قتل بھی کریں۔ یا صرف قتل سے ڈرا کر مال لیں۔ پہلی صورت میں سزا قتل یا صلیب ہو دوسری میں ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا قید یا غیر روایات میں یہ ہو کہ قید کی سزا اس صورت میں ہو جب حرف ڈالتے ہوں اور مال نہ لیا ہو مگر مال لینے کے ڈرا کر مارا ہو۔ پھر قتل کی صورت میں وہ حالتیں ہیں اول یہ کہ بعض ڈاکو بہت وارداتیں کر کے ایک دھاک بٹھا دیتے ہیں یا قتل کے ساتھ اور یا ہم کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ ایسوں کی سزا قتل کے ساتھ صلیب بھی ہے۔ تاکہ عبرت بھی ہو اور عام طور کو لوگوں کو ہتھی لگ جائے اور اسی طرح جب قتل نہ ہو اور مال لیا جائے تو بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی قسم کا نقصان جہاں بھی پہنچا یا جائے یا دوسری جرم کا ارتکاب ہو تو اس صورت میں ہاتھ پاؤں کا کاٹنا ہو۔ یا یہ کہ قتل کی حالت کی طرح بہت وارداتیں کی ہوں۔ اور اس کے سوا صرف قید کی سزا ہو چونکہ ڈاکہ کا جرم ان چار قسم کا ہو سکتا ہو۔ اسلئے قرین قیاس یہی ہو کہ چار قسم کی الگ الگ سزا ان جہتوں کی فوجیت پر ہو۔ یہ صحیح ہو کہ سزا کا تقاضا اس کے احتیاج میں ہو مگر امام خود خدا اور جرم کی فوجیت پر سزا دینا حاصل ایک ہو اور ان جہتوں پر سے ایک روایت نقل کی جو جس کے متعلق یہ بھی لکھا ہو کہ اسکی اسناد میں تفسیر اور وہ یہ ہو کہ حضرت انسؓ نے عبدالملک بن مردان کو لکھا تھا کہ وہ بیکہ گروہ اسلام سے مرتد ہو گئے اور انہوں کو لے گئے اور رستوں پر ڈکے مارنے شروع کئے اور عربوں کی آمد و رفت کی توروں اور صلحہ کی چیزیں لے لے کر جو شخص ڈاکہ مار کر مال لیتا ہو اس کا ہاتھ پیر مال لینے کے اور پاؤں جو جہتوں پر ڈرا کر مارنے کے کاٹنا جائے اور اگر قتل بھی کیا ہو اسے قتل کیا جائے اور اگر قتل کے ساتھ رستوں پر ڈرا کر مار دے تو قتل کی آمد و رفت کی کرتا ہو تو صلیب دیا جائے مخالف اطراف کے ہاتھ پاؤں اسلئے کوئی نہ کہل بھی ہو سکتا ۛ

۱۹۱۱ عیسوی صلیب اسلام سے خاص ہو کہ جب کسی کو یہ ایک شخص قید کرے تو اسے معاف کر دیا جائے کہ گناہ بھی بڑا ہو جو اور بھی تو یہ کیونکہ یہ شرط لکھی کہ ان پر قاپو نہ لیا ہو اور انہوں نے ایسے احوال سے بڑھ کر کہ دوسری طرز زندگی کی اختیار کی ہو جب جرم کی حالت میں پکڑے جائیں تو تو بڑے معافی ہو اور اگر ایک شخص قید کر کے پھر ایسا ہی فعل کرے تو اس کے لئے سخت سزا بھی ہو جو وہ ۛ

توبہ پناہ سزا

وَمِثْلَهُ M

ومیلہ

٢٦ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ

جو لوگ کافر ہوئے اگرچہ زمین میں ہوں سب کا سب ان کی ملک ہو اور انکی شل (اور بھی) انکے ساتھ ہو کہ انکے ساتھ

مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

قیامت کے دن کے عذاب کا فنیہ دوس ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کیلئے وہ دنیا کا عذاب ہے۔

آجے لکھا ہے کہ یہ قربہ کی طرح ہے اور واسل اللہ تعالیٰ کی طرف رجعت کوئے والا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ وسیلۃ مرتبہ اور وسیعہ اور قربت کا نام ہے اور وسیلہ ظلال الی اللہ وسیلۃ کے معنی ہیں ایسا عمل کیا جس کے ساتھ اس کا قرب حاصل کیا۔ اور ہم لکھا ہے کہ وسیلۃ پہنچنے اور قرب کو کہتے ہیں۔ اور حدیث میں دعا ہے اذن میں آجائے اذن وسیلۃ جہاں مراد ہے القاب من اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ حضرت معلم نے اذن کی دعا لکھا فرمایا کہ وسیلۃ جنت میں اذن تین درجہ ہیں جس میں کسی میں مراد ہیں۔

ہم دل و گہل کتاب کا تھا جنہوں نے دین کو چھوڑ کر اپنی نظر کو صرف دنیا تک محدود کر دیا اور دین میں بچائے تو
کے شرک کے طریق کو اختیار کیا۔ اور پچھلے کالج کی آخری آیت میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو مسلمان کہہ کر ذلکے مارے اور
بہزین میں فساد پھیلانے اور لشارہ رسول کی کھلی مخالفت کرتے تھے۔ اس لئے بتایا کہ مومن کا اصل کام کیا ہو۔ پہلے
تقویٰ کی نصیحت فرمائی یعنی رعایت حقوق کی ہر کسی کو بھی کسی قسم کا نقصان نہ پہنچانا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ دنیا کے مال پر
بہت بزرگوار و بگڑا ہندوستانی کے قرب کو حاصل کرنے کی ترغیب اپنے اندر یہ کہ کوئی نہ کسی انسان کی زندگی کی اصل غرض جو
مگر یہ غرض حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کیلئے زور نہ لگا جائے اس لئے تیسری نصیحت جماد کیلئے کی تاکہ کامیاب ہو جاؤ
والذین جاہدوا فیما لہم دینہم سبلنا والصلوات۔ ۱۹۹۔ اگلی آیت میں کلمے طور پر بتا دیا ہو کہ دنیا کا مال جس پہلے
کتاب کر گئے ہیں اور جس کی خاطر حق اور صداقت کو اور رضا کو چھوڑ دیا ہو صرف اس دنیا کی زندگی میں کچھ کام دیتا ہو
آخرت میں یہ کام بیکار پس اس آیت میں صرف یہ بتایا ہو کہ اپنی زندگی کی اصل غرض کو چھوڑ کر مال دنیا پر بہت تنہک
جاؤ گا جتنا دنیا غلط طریق سے اسے جمع کرتے لو۔ اللہ تعالیٰ کے قریب حصول کی ترغیب اپنے اندر پیدا کر دینی یعنی وسیلہ کے پس
اور اس معنی پر وہ قرآن کریم کی بھی شہادت ہو اور اللہ تعالیٰ میں عود و یقین اتی بہم الوسیلۃ دینی اس میں اللہ
یعنی جن کو یہ لوگ یہ سمجھا کہ آیت اس کو وہ انکے مصائب دور کر دیئے وہ خود قرب الہی کو چاہتے دلتے اور انہوں نے بھی
ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اور ابن جریر نے وابقیہ الیہ الوسیلۃ کے معنی اطلبوا القربۃ الیہ کے ہیں یعنی اس کا قرب مانگو
اور اس معنی پر مترجم کیا جو ان الرجال لہم الیہ الوسیلۃ اور جس سے اور جاہد ہے اور تادم سے اس کے معنی قرب
ہی روایت کئے ہیں اور اور کوئی معنی نہیں دیتے۔

اور اگر اس کے معنی مایہ وصل یا بیسی پیچھے کا دریدہ بھی لئے جائیں تو یہی اس سے مراد صرف یہی ہو گا کہ ان میں چلو
جنا رہا ہوں سے الٹا طرف پیچ جاؤ یعنی اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے یہی معنی غانا کا جو لوگ مریچ ہیں
ان کو دریدہ بناؤ ایک نہایت لغز حرکت جو یوں تو کسی کریم صلعم نے خود حضرت عمرؓ سے کہا تھا لا تسنا یا اخی من عینا کائن
اسے بھائی اپنی دعا قائل میں ہم کو بھول نہ جائیو۔ اس نے کسی سے دعا کا انکار نہیں کیا۔ مگر جو لوگ وفات پا چکے ہیں ان سے
استعاذہ صحیح شرک ہی جتنی کہ وہ جاتی کریم صلعم کے روضہ مبارک پر کی جاتی ہو اس میں بھی کسی کو گنہ خانہ کعبہ کی طرف کیا

يُذِلُّنَّ أَنْ يَخْرُجْنَ مِنَ الدَّارِ مَا لَهُمْ بِهَا خَائِفِينَ وَمِنْهَا أَلَهُمْ عَذَابٌ مُبِيعٌ ۝

چاہیے کہ لوگ سے غائب نہیں کر دیں اس سے کہیں غلٹ نہ ہو، اسی لئے کہیں سے قیام نہ ہو، اور

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

چور اور چور عورت کے لئے کاٹ دو ہاتھ، اس کی جزا جو جس نے کیا، اس کے برابر عذاب ہے، اور

عَنْ يَزِيدَ حَكِيمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۝

غالب حکمت والا ہے، جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور اصلاح ہو، اس پر رحمت ہے، تو کب کب سے۔

جائے اور توبہ دینا یا جان رہ جائے تو کہ سامنے رکھ کر دکان کی جائے بھلا نام و حنیف کے نزدیک تو اس کی طرف دکان وقت دیکھ لی جائے۔ تو ان کریم میں اس پر غصہ صحر کی ہیں کہ دعا سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے سے جائز نہیں ان تقدیر ہم لایسمعو دعا و کفر و لوسمعو اما استغیا بالکفر و فاعلموا ۱۱۳) لہ دعوت الحق والذین یدعون من دواصلو مسیحین لہم بشری الا کما سلف کفہ الی الباقی (الرعد ۱۱۳)۔

پس اس قدر صراحت کے جوئے ہوتے بزرگان دین کو دیکھ کہ کفران کے ذریعے سے فتنہ عجاوین چاہنا یا ان کی توبہ پر جا کر دعائیں کرنا یا ان کا واسطہ دیکر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا یہ سب شرک و کفر ہیں اور ان کیوں یا بزرگوں کا تو اس ان کی زندگی میں خرید و بیع کی دکان کے جیسا کہ حضرت محمد کا قول متولی جو جب انہوں نے اس کا ہاں کے موقع پر حضرت جیاس کو دعا کیلئے آگے لگے کیا اور بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے توسل کرتے تھے یعنی آپ کے دعا کرنے سے توبہ ہو کر جہنم جنت نالوں فرماتا تھا اب ہم تیرے نبی کے چاہے سے توسل کرتے ہیں یعنی دعا کیلئے ان کو آگے لگتے ہیں اس پر توبہ پر ہاں بہت نقل فرما پس توسل نہ کریں گا صرف اسی حد تک جائز ہو کہ ان کی زندگی میں ان سے دعا کرانی جائے۔

مکرمہ سے نکلتا

۸۲۱) بہشت اور دوزخ کے ذکر میں کریم میں یہ ایک جہن فرق تھا آتا ہو کہ جہاں بہشت کا ذکر ہو وہاں فرمایا و ما ہم منہا بھجین (البقرہ ۲۸) یعنی وہ وہاں سے غصہ نہیں جائیں گے اور دوزخ کے ذکر میں وہاں بھجین منہا جس کی تفسیر خود و مری جگہوں کر دی ہو کلمہ ادا و ان بھجوا منہا العید و انہا (البقرہ ۲۰) یعنی جب غلٹا چاہیے تو اس میں غلٹ کیلئے اور عید میں ہو کہ اللہ تعالیٰ ایک شے بھر کر ان لوگوں کو محال درجہ جنوں نے کہی کوئی بھلائی نہیں کی تو یہ اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ وہ اپنے ارادہ سے نہیں غلٹے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے جوش میں آنے سے غلٹے جاتے ہیں۔

۸۲۲) پچھلے کتب میں خط جان و مال کی ضرورت ہر دے ذکر میں بتائی تھی۔ یہ آیت اسی کا تفسیر و دہر میں صرف لکھا کہ کچھ نصیحت ہو، وہ دکان کو کے دکان کے بعد جو باجوہ مال لیتے ہیں جو دکان دکان چھو کر مال لیتا ہے اور اس کی منقطع یعنی ہاتھ کا کاٹنا تو دوسری ہے۔ ہاتھ کے کاٹنے سے جان و مال کا روکنا ہی مراد ہو سکتا ہو جیسے قطع طعن السبیل میں رستے کے قطع کرنے سے مراد راستہ سے سداوہ روکنا ہو، یا یہی قطع ہے جو ہزار ہا منی میں استعمال ہوتا ہو و قطع السبیل کے معنی سے خارج ہو کہ حدیث میں ہو کہ ایک شاعر نے حضرت عقیقہ فرمایا اخطوا عقیقہ لیساً یعنی اسے بچو و بچو نہ تو کوہ و دل اس کے پہلو میں عاقبتا اخطا روکنا ہو سکتا ہو، لہذا ہر جگہ کوئی کوئی شاعر کے نزدیک و دینا رکاوٹ چھوڑنے کے نزدیک نہیں دیکھ بعض کے نزدیک پچھلے دہر میں ہی اس سے کہ مال کی چوری ہو تو قطع یہ نہیں مگر قرین قیاس ہے کہ ہاتھ کاٹنا چور کی

نکاح سے مراد

۴۰ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يُعَذِّبُ

بیشک اللہ بخفہ و بالغہم کرنا اور کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان اور زمین کی بادشاہت اللہ کے لئے ہے مجھ سے

۴۱ مَنْ يَّشَآءْ وَيُغْفِرْ لِمَنْ يَّشَآءْ ۖ وَاللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَيٰهَا الرَّسُوْلُ لَا

مناہدے اور مجھے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اسے رسول ۵۵

يَحْزَنُكَ الَّذِيْنَ يَسٰءِلُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِالْاٰوٰهِيْمِ وَلَمْ

دک تجھے غناک دیکر جو کفر میں جلدی کرتے ہیں ان میں سے چاہے منہوں سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان آئے ہمارے

تُوْمِنُ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَاِنَّهُمْ لَيَكُوْبُوْنَ لِمَعْمُوْرٍ لِّقَوْمٍ

دل ایمان نہیں دئے ایمان میں سے جو یہودی ہیں وہ جھوٹ قبول کرنے والے ہیں ایک اور گروہ کی ایسی قبل

اٰخِرِيْنَ اَلَمْ يَأْتُوْكَ دِيْحَرٌ قُوْنَ الْكَلَمِ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ

کہتے دوسرے ہیں جو تیرے پاس نہیں آیا۔ اور دیکھ انکی جگہ جاننے کے بعد

ہوتے ہیں

انتہائی منرا ہو۔ اور امام کو اختیار ہے کہ اس سے کم منرا دے۔ اور اس کی وجہ یہ ہو کہ ابھی جو ڈاکو ڈال کی منرا بتائی ہے اس

میں امام کے اختیار کو بڑا وسیع کیا ہے قتل و صلیب کے دیگر قصص تک جو منرا چاہے دے۔ اور جب یہ آیتیں ایک دوسرے کے

علم کی گیل کر رہی ہیں تو اتنا درجہ کس طرح و ان انتہائی منرا قتل کی یہاں صرف انتہائی منرا قطع یہ بتا دی ہے جو عہد کے

عمل سے اس معنی پر کہ فی اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ ڈاکو جو بیکر مال لیتا ہے جب قید کی منرا دینا جائز ہو تو جو روکپوں نہیں

پہرہ پاؤں کا کاٹنا ڈاکو کی منرا بھی ہے جیسے ہاتھ کا کاٹنا چور کی منرا ڈاکو کی منرا قتل و صلیب ہے جو روکپے نہیں اور یہ ڈاکو

کی انتہائی منرا جو اس سے نیچے آکر لٹا پٹاؤں کاٹنے کی منرا ہو چور کی انتہائی منرا قرار دی ہے۔ اور اس سے آتر قید کی منرا

ہو چٹا کو دی جاسکتی ہے تو لٹا پٹاؤں چور کو بھی دی جاسکتی ہو +

علامہ انیس ایک اور بات یہاں قابل غور ہے۔ اُن کی قرات میں بجائے سادق کے شرفی اور سارقہ کے شرفی

ہو جو جالفہ کے صحیفہ میں پس قرین قیاس یہ ہو کہ عادی چور کے لئے منرا لازمی ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کی تجاویز بھی لکھی ہو

وہ منرا قبل کی دوسری منرا سے قطع یہ ہو تو یہ کا کیا غامضہ جب تو یہی صحت میں ڈاکو بھی رعایت دی ہے تو چور کو رعایت کیسے ملنی

چاہئے کہ عادی چوری منرا سے ہے۔ اور عادی چور کی انتہائی منرا۔ اور یوں امام کو قید کا اختیار ہے قطع یہ ہو کہ قید تک منرا

قرار دینا بھی بتاتا ہو کہ بعض انتہائی منرا ہو۔ اور منرا کے دینے میں امام حالات و وقتی کی حالات قوی کو بھی مد نظر رکھ سکتا

اس لئے بعض حالات میں لمحا حالات قوی یا ملکی پہلی چوری پر قطع یہ کی منرا دیکھا جاسکتی ہو۔ پس زمانہ میں اگر حالات و وقتی

معاظسے عادی چور کی منرا قطع یہ ہو اور اس سے ادھر منرا سے قید تو ہرج نہیں اور دوسری طرف یہ بھی صحیح ہے کہ عادی چور کی

منرا سراسر اے اے کاٹنے کے اور کوئی تغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر فرض مصلحت ہو تو ایسی قیدیں ایسے حالات میں سوائے مصلحتی حالت

پر بلا اثر ڈالنے کے اور کوئی غامضہ نہیں پہنچا سکتیں اور ہاتھ کاٹنے سے جو جرم جہم جاتا ہو کہ اصلاح کی گنجائش ایک صحت ہو کہ

۱۲۰ علما فقہاء

۱۲۰ علما فقہاء

عادی چور کی منرا

منرا عادی حالات

يَقُولُونَ إِنَّا أَرِيسْتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِن لَّمْ تَأْتُوا فَاِْحَدًا لَّوْلَاهُ مِنْ يَمِينِهِ

کہنے میں اگر تم کو یہ دیا جائے تو اسے لو اس کا گریہ نہ دیا جائے تو بچ اور جبکہ دیکھ میں پڑا

اللَّهُ فُتِنَتْهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ

ہے لا الہ الا وہ کہے تو اللہ کے سامنے تو اسکے لئے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا یہی وہ ہیں کہ اللہ نے ارادہ نہیں کیا کہ

يُطَهِّرُ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ٥

انکے دل کو پاک کرے انکے لئے دنیا میں رسوائی ہو اور ان کیلئے آخرت میں بھاری عذاب ہو ۸۲۳

۵۲۲۔ مضمون للکدب کے معنی دو طرح ہر کہتے ہیں۔ ایک جھوٹ قبول کرنے والے۔ کیونکہ یہ مضم کے معنی قبول کرنا بھی آتے ہیں۔ دوسرے جھوٹ بولنے کی خاطر باتیں سننے والے۔ ایسا ہی مضمون لقوم آخرین کے معنی بھی دو طرح ہو سکتے ہیں۔ ایک اور قوم کی باتیں قبول کرنے والے یا ایک اور قوم کی خاطر باتیں سننے والے۔

یہاں پھر حکم کو اہل موضوع کی طرف پھیرا دیا اور یہودیوں کے ساتھ منافقوں کا بھی ذکر کیا جو منافقوں کی طرح یہودیوں کا ایک گروہ تھا منافقانہ دروش اختیار کئے ہوئے تھا۔ ان کا ذکر ہو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو قبول نہیں کرتے بلکہ مانتے اپنے سروروں کی بات کو ہی ہیں اور جو کچھ کہہ دیتے ہیں اس کو بولے بانڈا ہوا ہے جس حد تک انہوں نے بات کو ملتے کو کہا مان لی اس سے آگے نکلا کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آخری فیصلے یہ لوگ رسول اللہ صلعم سے کرتے تھے اور یہ اس معاہدہ کے مطابق تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر ہوا تھا ایسے حالات میں بنی کریم صلعم اللہ علیہ وسلم ان کے فیصلے کو قریت کے مطابق کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک نانی اور زانیہ یہودی آپ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے سنگ لڑکا لے کر حکم دیا اور یہی حکم قریت میں تھا اگر جب ان سے دریافت کیا گیا کہ تمہاری کتاب میں کیا حکم تو کہا کہ ان کے منہ کا لے کئے جائیں اور انہیں ذلیل کیا جائے تب بعض علما نے یہودی قریت منکر کر پڑھوائی گئی تو انہوں نے اس کو قبول کیا کہ ان کی نماز اصل میں رجم کو حضرت مسیح کے وقت تک اس حکم کا قریت میں موجود ہونا ثابت ہو چنانچہ پڑھا ۴۸: ۵۰ میں ہو کر فریسیوں نے کہا تم اے استاد یہ عورت زانیہ میں داخل کے وقت پکڑ لی گئی ہو منے سے تو قریت میں ہم کو حکم دیا ہو کہ فریسیوں کو سنگ لڑکریں پڑو کیا کہنا تھا "حالانکہ موجودہ قریت میں رجم نہیں اس سے تحریف قریت کا فیصلہ ہوتا ہے۔"

ایسے ایسے اور واقعات بھی پیش آتے تھے جس طرح علماء عام لوگوں کو کہہ دیتے تھے اسی حد تک وہ قبول کرتے اس لئے کبھی آیت میں حکم دیا ہے کہ ان حالات میں جاہل و فہم کے امتحان کر دو ۔

اس جگہ پر نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا احمی یا احمد کہہ کر قرآن شریف میں خطاب نہیں کیا گیا حالانکہ دیگر انبیاء و رسل کو نام سے خطاب ہوا جو جیسے یا دم - یا موسیٰ - یا عیسیٰ - یا داؤد - یا ابراہیم - یا آدم - آنحضرت صلعم کو خطاب آیا یہاں الرسول یا نبی یا الذنبی سے کیا جو یعنی النبی یا الرسول کے نام سے اس کی وجہ کو آپ کی تشریف بھی ہو مگر اصل حکمت یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ نکلا تھا لہذا النبی یا رسول اللہ کا خطاب کسی دوسرے کو نہ ملتا تو بات آپ میں جمع ہوتے اس لیے نبی و رسول کو نبی یا رسول کا خطاب نہ مل سکتا تھا۔

نابا الرسول وند

۴۳ سَمْعُونَ لَكِنَّا بَآئِلُونَ لِتَلْعَبَ وَإِنْ جَاءَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم وَلَا تَعْزِمْ

جہت قبول کرنے والے ہیں حاکم کئے والے ہیں سرگرمیہ پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کر یا ان سے منہ
عزیمہ وان عزم عنہم فلن یضروک شیئاً ولان حکمت فاحکم بینہم
پہلے اور اگر تو ان سے منہ پھیرے تو تیرا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیگے اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے درمیان انصاف سے

۴۴ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَلَکَیْفَ یُحْکَمُونَکَ وَعِنْدَهُمُ

فیصلہ کر کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور کیونکہ فیصلہ کرنے والا شریف ہے اور ان کے پاس

التَّوْرَةُ فِیْہَا حُکْمُ اللَّهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِکَ وَمَا أُولَٰئِکَ

توریت ہے اس میں اللہ کا فیصلہ ہے پھر ان کے بعد پھر جاتے ہیں اور

۴۵ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِیْہَا هُدًی وَنُورٌ

مومن میں ۴۵ میں نے توریت اتاری ہے اس میں ہدایت اور روشنی ہے اور

۴۶ اس میں جس میں میں نے بھیجی کہ جسے یا کھل دالنے کا خیال پایا جاتا ہے جیسے فیصلہ کرنا بعد از اب (ظہر ۶۱۰) اور جہت

اس حاکم مال کہتے ہیں جو کما سے دالے کیلئے موجب عار ہو کیونکہ وہ دین کا اتصال کرتا ہے رشوت کو بھی صحت کما جاتا ہے

باوجود انکی سبغہ فوٹوں کے پھر بھی انھیں مسلم کو حکم ہی ہو کہ جب فیصلہ کرو تو انصاف کرو کیسے اعلیٰ اخلاق پر

آپ کو کھڑا کیا گیا ۴۵ اسلام میں بہت سی باتوں میں بقابلہ توریت سہولت اور نرمی تھی اس لئے یہودی پہل فیصلہ کی خاطر یہودی

اللہ صلی علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے اس لئے فرمایا کہ یہودی دیکر پھر رسول اللہ کو کس طرح حکم بنا سکتے ہیں انہی لئے توریت

میں خدا کی فیصلہ موجود ہے اور اسی کو شریعت حق سمجھتے ہیں اور اسلام کو قبول نہیں کرتے تو پھر اس پر فیصلہ کریں یہ کیا کہ

تو یہود کا کہیں اور فیصلہ یہودی شریعت کا قبول نہ کریں حاکم اوتلک بالمومنین میں ہی اشارہ ہے کہ ان کا ایمان نہ

توریت پر ہے نہ یہ قرآن شریف کو مانتے ہیں حضرت علیؑ کا ایک قول منقول ہے کہ اگر میرے لئے حکومت ہو تو قرآن و توریت کو

توریت کے مطابق توئی دوں اور اہل انجیل کو انجیل کے مطابق اور کبیر روح المعانی فاحکم بھیم بالقطع کہیے کہ

کس قدر فرق ہو کہ قرآن کریم اہل توریت کے فیصلے توریت کے مطابق اور اہل انجیل کے فیصلے انجیل کے مطابق کرتا ہے تو وہ

لوگ مانتے کو تیا نہیں اور مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کے فیصلے قرآن کریم کے مطابق ہوں تو انہیں یہ میر نہیں آتا

۴۶ مجھے رکھی ہیں ان کے تنازعات باہمی کا ذکر تھا جو توریت کے مطابق نبی کریم صلی علیہ وسلم کہتے تھے اس کی میں بھی

تنازعات سے اسلام کے ساتھ ان کے اختلافات کی طرف رجوع کیا بلکہ کل مذاہب کے اسلام سے اختلافات کا ذکر کر

یہ بتایا کہ ان اختلافات کا فیصلہ کرنے کیلئے قرآن نازل ہوا ہے توریت ہدایت اور روشنی کو لئے ہوئے نازل ہوئی

توریت اس ہدایت اور نور کا کچھ حصہ ضائع کر دیا لیکن بلاشبہ ابھی اس میں ہدایت اور نور موجود ہے چونکہ

۱۱

قرآن کتب سابقہ
پر کما تھا اور سب سے
افضل ذات کا فیصلہ کرنا
محنت

یہودیوں کا توریت
فیصلہ کرنا قبول نہ کرنا

توریت میں ہدایت

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الّٰذِينَ اسْلَمُوا لِذِي بَنِي هَادٍ وَاَوَّلِ النَّبِيِّينَ

اس کے مطابق نبی جو زمانہ وار تھے یہودیوں کیلئے فیصلہ کرتے رہے اور مشائخ

وَالْاَحْبَابُ اِنَّمَا اسْتَحْفَظُوا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

اور علماء بھی، ان کے مطابق جو اللہ کی کتاب کی حفاظت کرتے انہیں کہا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے ۴۴

اس رک میں پہلے فرض ان کو قرآن شریف پر ایمان کی طرف بلا تاہو جسے سب کتب سابقہ کا محاطہ قرار دیا گیا ہو دیکھو آیت ۱۱۱ نے یہاں ہدیٰ و فہمیں بھی اشارہ ان پیشگوئوں کی طرف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلو سے متعلق ان کتاب میں بیان پائی جاتی ہیں •

۴۴ النبیون الذین اسلموا۔ تمام نبی خدا کے کمال فرمانبردار تھے اس لئے ان سب کو مسلم کہا ہو یہاں مراد وہ خاص نبی ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد آئے جیسا کہ آیت ۴۶ سے ظاہر ہو رہا

اجارہ جیسا کہ خبر کی تصحیح ہو اور حدیث کے معنی سیاہی میں دل، یا خوش بینی جو بصورت نقش (نقشہ) و بصورت یحییون (الروحہ) یعنی خوش ہونے پر ایک کس کی انصاف کا نشان پر ظاہر ہوگا اور عجبوں کے معنی خوبصورت بنانا ہیں اسی سے جبریل یعنی عالم روح کا قول برکات دہانی سے مراد ملائے انجیل اور احبار سے مراد ملائے توریت ہیں استحضار! اس اختلاف کی معنی میں ہیں ۷۲ سے سوال کیا کہ وہ اسے ٹکر رکھے یا اس کی حفاظت کرے دل اس لفظ کا اختیار کر کے بتایا کہ توریت کی حفاظت ہم نے قرآن کی طرح اپنے ذمہ لے لی تا نالہ لمخافون (مخوف) بلکہ مشائخ اور علماء یہود کو کہا تھا کہ اس کی حفاظت کریں اسی حفاظت اور احسان کی حفاظت میں یہ فرق ہو کہ توریت میں تحریف ہوتی مگر قرآن محفوظ رہا •

حبر

حفاظت توریت

اس حصہ میں یہ بتایا کہ توریت کو جسے کس قدر عظمت دی تھی کہ اسی کے مطابق انبیاء بھی فیصلہ کرتے تھے اور علماء اور مشائخ بھی یہی یہود کے فیصلے اسی شریعت پر ہوتے تھے کیونکہ وہی نبی اسرائیل میں بطور نبیاء کے تھے فرض یہ ہو کہ اس توریت کو اب تم کس طرح پس پشت پھینک رہے ہو اور اس کی پیشگوئیوں کی پردہ انہیں کہتے اس لئے کہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ظاہر ہوئی ہو جیسا کہ آیت کے آخری حصہ کے الفاظ میں صاف یہ اشارہ موجود ہو رہا •

کیا ان الفاظ سے توریت کا فخر و حریف ہونا یا محفوظ رہنا ثابت ہوتا ہو؟ یہ عیسائیوں کا دعویٰ جو یہ قریب ہو کہ جب قرآن کریم صاف الفاظ میں توریت کی تحریف کا ذکر کر چکا ہو پھر فرقہ انگیزوں نے ان الفاظ سے مراد یہ سمجھ لیا کہ یہ تحریف کا ذکر ہو بلکہ یہی صاف الفاظ میں ذکر ہو کر اپنے ہاتھ سے جان میں لکھ کر کہتے ہیں کہ یہ کام اللہ ربیعہ (۱۱۱) اور آج توریت کی تحریف خود عیسائیوں کے نزدیک ایک مسلم امر اور تو قرآن کریم کے دوسرے موقعوں کے خلاف یہ تم جتنا کے خلاف الفاظ کے معنی کیونکر لکھ سکتے ہیں • الفاظ قرآنی میں تو صرف اس قدر کہ مشائخ اور علماء کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ کتاب اللہ کی حفاظت کریں۔ مگر یہیں ذکر نہیں کہ انہوں نے فی الواقعہ حفاظت بھی کی بلکہ ان الفاظ سے تو صاف ترشح ہوتا ہو کہ توریت میں تحریف بھی ہوئی کیونکہ اس کی حفاظت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا بلکہ اس کو کہا کہ حفاظت کریں۔ اس سے محفوظ ہونے کا نتیجہ نکالنا ایسا ہی جیسا یہ خیال کر لیا جائے کہ یہودیوں نے بھی ترک نہیں کیا دھرم کی مذمت ناقص کیا • اس لئے کہ ان کو حکم تھا کہ ترک نہ کرنا چوری نہ کرنا وغیرہ۔ اسی وہ حصہ جو تھا

فَلَا تَحْشَوْا النَّاسَ اَحْشَوْا اللَّهَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي شَيْئًا قَلِيلًا وَمَنْ

سوڈوں سے مت ڈرو اور بچو ہی سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے فخری قیمت نہ لو

اور جو

لَمْ يَحْكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

۴۴۹

قرآنی

ایکے مطابق فیصلہ دکر سے جو اشیاء آتا

میں آگیا وہ محفوظ رہ گیا کیونکہ اس کے مطابق فیصلہ ہوتے تھے اور پیشگوئیاں بھی ایک حد تک محفوظ رہیں اسلئے کہ ان میں تو ہم کے لئے ایک حالت مستقرہ باقی تھی۔ اور وہ عام طور پر شہرت پانچ تھیں :

ایک اور سوال یہ ہوا کہ جب نبی بھی شریعت قریت پر ہی فیصلہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ ان کو کوئی انگ کتاب میں نہیں دی گئی، اور اس شریعت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہ دونوں نتائج غلط ہیں۔ ایک کتاب میں ان نبی کو لئے کا صریح ثبوت قریت ۴۷۷ سے ملتا ہے جہاں انہی میں سے ایک نے نبی سے کو بکھل دینے کا ذکر کیا۔ اور دوسرا یہی واقعہ کہ زہر دینے کا ذکر ہوا۔ اور پھر سب انبیاء کو کتاب میں دینے کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے جو ان کذب و فساد کذب وصل من قبلک جا قاً بالبینات والزبور والکتاب المنیر (آل عمران ۱۸۳) جہاں دوسری اسرئیل کے رسولوں کا ذکر ہے۔ اس آیت کے سابق سے ظاہر ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سب زہریں لاتے تھے۔ اور یہ کتاب میں آج تک قریت کے ساتھ ملحق ہو کر اسرئیل کا جزو بنی ہوئی ہیں۔ جس بات سے یہ کہ قریت میں بیشک ایک شریعت تھی اسرئیل کو دی گئی تھی مگر وہ قبول نہ کیا۔ اور انبیاء ظاہر ہوتے تھے وہ اس شریعت کی تکمیل کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی جو کچھ قریت میں تھا اس کے مطابق فیصلہ بھی کرتے تھے۔ یہ دونوں امر ایک دوسرے کے بغض نہیں کیونکہ وقتی ضرورتوں کے مطابق تقرر و تبدل اصل شریعت کو باطل نہیں کرتا جس طرح باوجود تعویض ہوا جائے اس کے فیصلہ اس کے مطابق ہوتے تھے۔ اور یہ فرما کر کہ اسرئیل کو ہدایت و نور ہو آیت ۴۷۷ جس طرح قریت میں ہدایت و نور تھا۔ یہ بھی بتا دیا کہ قریت و انجیل کی ذمیت ایک ہی ہے۔ ایسا ہی ان جو کتاب کی جو دیگر نبیائے نبی اسرئیل پر نازل ہوئیں مگر ایک ہی کتاب کا ذکر ہے کہ یہ کتب کلامات پر ہے اور یہ کلامت تکہ دیکھنے کے خلاف اسی لئے قرآن کریم کے بعد کوئی نبی نہیں کیونکہ جس طرح قریت کے ہوتے ہوئے نبی اسرئیل کو ہدایت و نور کی ضرورت تھی اس طرح قرآن کریم کے بعد کسی ہدایت و نور کی ضرورت نہیں اور نبیوں کی بجائے اصلاح کیلئے تھرو کی ضرورت ہو۔ نیز دیکھو ۴۴۹

نبیائے نبی اسرئیل کے مطابق قریت بیشک ان کی نہیں ملتی تھی بلکہ ان کے لئے تھی

۴۴۹

۴۴۹ ان الفاظ میں صاف ان علامتے یہود کو ملازم کیا ہے جنہوں نے دنیا کی ریاست کو منظر ملکوت کے قبول کرنے انکار کیا پہلے قریت میں ہدایت اور نور کی طرف توجہ دلائی تو اب بتا دیا کہ چند روزہ و نبوی زندگی کے خاتمہ کیلئے اور لوگوں سے ڈر کر ان باتوں کو پس پشت نہ ڈالو۔ اور اگر ان پیشگوئیوں کے مطابق فیصلہ نہ کیا کہ حق کو قبول نہیں کرتے تو پھر تم کا فر ہو چنانچہ سورہ بقرہ میں پیغمبروں نہایت صفاتی سے موصوفہ ہوئے اور انزلت مصلحتاً عالمہ معلوم ہوا کہ وہ اول کا ضابطہ ولا تشترؤا بآیاتنکم شئاً قلیلاً وایا فاقفون (البقرہ ۴۱) یا ما انزل اللہ سے مروی ہوا اور آیت ۴۷۷ و ۴۷۸ میں قرآن شریف ہی یعنی جواب اللہ سے آتا ہے اس پر علماء و مفسرین جو ایسا ہی پہلی آیت کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں اسلام کی دعوت دی ہے کہ قرآن کریم کے کل فیصلوں کو صحیح تسلیم کریں۔ اور قرآن کو حکم اور مومن مذہبی اختلافات میں تڑا دیا ہے اور پہلی آیت میں لگے ہوئے تنازعہ میں قریت کے مطابق فیصلہ کرنا ذکر فرما

وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْفُسَ الْنَفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَلَا تَكُنْ بِالْأَنْفِ ۝

اور ہم نے اس میں اپنے پر خض کیا تاکہ جان کے بدلے جان اور ناک کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک

وَالْأَذْنَ بِالْأَذْنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ

اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں جملہ ہے ہر جو شخص اسے معاف

بِهِ فَهُوَ لِقَارِئِهِ ۝ وَمَنْ لَمْ يَجِدْكُمْ يَمَا أُنْزِلَ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

کروے وہ اس کے لئے کفارہ ہوگا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا تو وہی ظالم ہیں ۱۳۶

وَقَيْنَا عَلَىٰ ثُلَاثِمِ بَعْثُوا نَبِيَّ رَمِيمٍ كُنَّا نَعْتَقُ بِهِمْ ۝ اس کی تصدیق کرتا ہوا جو اس سے پہلے توریت میں تھا

وَأَيْنَهُ الْوَحْيُ فِيهِ هُدًى وَتُورَةٌ وَمَصْدَقٌ لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

اور ہم نے اس کو انجیل دی اس میں ہدایت اور نور ہے اور اسکی تصدیق کرتی ہوئی جو اس سے پہلے توریت میں تھا

وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَنَحْنُ أَهْلُ الْوَحْيِ لَمَّا أُنْزِلَ اللَّهُ فِيهِ ۝

اور متقیوں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے ۱۳۷ اور ہم اہل وحی تھے جبکہ اس میں اتارا

اور متقیوں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے ۱۳۸ اور ہم اہل وحی تھے جبکہ اس میں اتارا

۱۳۹ جان کے بدلے جان کا حکم تو قرآن شریف میں بیان فرما دیا تو کتب علیکم (قصاص فی الفطار والبقۃ ۱۷۸)

لیکن زخموں میں قصاص یا دانت کا بدلہ دانت وغیرہ کا حکم قرآن شریف میں نہیں پایا جانا۔ صرف توریت میں ہے۔ اور

ان احکام کا ذکر یہاں اسلئے کیا ہے کہ یہ شریعت موسوی کی بنیاد کے طور پر ہے اور یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ ہدایت و نور

پیشگیوں کا نام نہیں آخری الفاظ میں پہلی آیت کے آخری الفاظ کا اعادہ ہے۔ سو اسلئے اس کے دو اہل نہ قبول کرنا انکو

کا فرما کر اور یہاں ظالم کا فراس لحاظ سے کہ وہ منکر ہونے کا ظالم اس لحاظ سے کہ ان پیشگیوں کو دوسری جگہ لگاتے

ہیں اور ظلم وضع الشیء فی غیر محلہ کا نام ہے ۱۴۰

۱۴۱ حضرت عیسیٰ کی یاد کر اس لئے علیحدہ کیا کہ وہ اس سلسلہ موسوی کے خاتم تھے لیکن یہ صاف بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ پہلے

تھے اور ان کے نقش قدم پر آئے اسلئے شریعت موسوی میں جو مقام ان بنیاد کا تھا اسی مقام حضرت عیسیٰ کا تھا پس حضرت

عیسیٰ کو انیل دینے کے یعنی ہوتے کر ان پہلے بنیاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے وقت میں لکھا جس دی ہمیں چنانچہ دوسرے

جگہ ان بنیاد کا بیانات اور زیادہ در کتاب مینور کے ساتھ آنا صاف لکھا ہے (العلیٰ ۱۸۳) ۱۴۲

اور یہ فرمایا کہ انجیل کو بھی ہدایت اور نور ہے انا تو مطلب یہ ہے کہ یہ بھی اسی نوعیت کی کتاب جو جیسے توریت

کیونکہ جس طرح وہ ایک نبی کی وحی ہے۔ انجیل بھی ایک نبی کی وحی ہے اور ایک نبی کے لئے جو نیک ہے ضروری ہے کہ

وہ ہدایت لائے۔ اسلئے انجیل کے ذکر میں وہی لفظ بڑھا دیا ہے جو توریت کے ذکر میں تھے اور بتا دیا کہ انجیل صرف

زخموں میں تھا

حضرت عیسیٰ پہلے
بنیاد کا نقش قدم
تھے

انجیل میں ہدایت
اور نور ہے

۴۸ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ

اور جو ان کے مطابق فیصلہ کرے جیسا کہ انعام ۴۷ میں مذکور ہے اور جو اس میں بھی ہدایت موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فاسقوں کی طرح

بِالْحَقِّ مَصْدَقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمَعِيْنَا عَلَيْهِمْ لَحْمُ الْكُفْرِ يَمْشِي ۖ وَمَا تَنَزَّلُ اللَّهُ

کیونکہ انہی میں سے ہر ایک کی کتاب کی ۳۲ آیتوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے

پیشگوئی کا نام نہیں بلکہ پیشگوئیوں کے ذریعے کے علاوہ اس میں بھی ہدایت موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ فاسقوں کی طرح ہدایت اور نصیحت حتیٰ یعنی اس میں ہدایت کی کئی تفصیلات اور حفظ و نصیحت کی طرز بھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہ ۳۲ آیتیں لکھی ہیں اور ہر ایک کی کتاب کی ۳۲ آیتوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور ہر ایک کی کتاب کی ۳۲ آیتوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور ہر ایک کی کتاب کی ۳۲ آیتوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہوتا ہے

آیت کے آخر پھر انہی الفاظ کا اعادہ ہے۔ مگر یہاں کا ضیاع اور مظلوموں کی جگہ فاسقوں لکھا ہے یعنی ایسے لوگ جو ان میں سے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت سید نے فارسی کے متعلق کئی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد وہ آئیں گے اور انکو حکم تھا کہ آپ کی تصدیق کریں۔ پھر حکم کی نافرمانی کے لحاظ سے وہ فاسق کہلائے۔ کا فظ ظالم فاسق، یعنی لوگوں کو گناہ کیا اور کا فظ کا فاسق کے لحاظ سے ظالم پیشگوئیوں کو دوسری جگہ لکھنے کی وجہ سے۔ فاسق حکم کی نافرمانی کی وجہ سے

گو اپنی آیات میں اہل کتاب کا خطاب ہے لیکن تینوں آیتوں کے آخر میں یہ لفظ لا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ دے والے کا وہاں ظالم ہیں فاسق ہیں مسلمانوں کو بھی سمجھا گیا ہے کہ وہ اگر قرآن کے مطابق نہ پناہ لے کر ڈر کیلئے تو وہ بھی اسی حکم میں ہیں۔ چنانچہ ابن جریر نے ان روایات کو بیان کیا ہے جو جلی سے یا بات مسلمانوں کے حق میں بھی ثابت ہوتی ہیں۔ البتہ کفر سے مراد کفر و کفریہ اور ایسا ہی ظلم اور فسق سے چاہئے دیں ابن جبر کا قول منقول ہے لیکن کفر بآلہ و ملت لکھنا و کتبہ و دسلہ یعنی یہ کفر ایسا کفر نہیں جیسے اللہ کا انکار اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کا

۴۹ اَلْكِتَابَ پہلی کتاب کے مراد قرآن کریم ہے اور دوسری کتاب کے اہل کتب سابقہ گویا الکتاب وہاں جس طرح ہے اور بھیجنے کے نزدیک بھیجنے اس کا اصل ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز پر نگہبان ہونا اس لئے... ان میں اور بعض کتب کے ایک سالہ امن ہے۔ اور بھیجنے کے معنی ہیں دل، پہلی کتابوں پر حفاظت یا امن ہونے سے ایک ہی ہے کہ ان کی ضروری اور صحیح تعلیم کو کھنڈ کر لیا ہے

توریت و انجیل کا ذکر کرتے کے بعد اب قرآن شریف کے نزول کا ذکر فرماتا ہے اور اس کی دو شاخوں کا بیان کیا ہے یعنی ایک تو وہ پہلی کتابوں کا مصدق ہے یعنی ان کا معنی اللہ ہونا جیسا کہ ان کی پیشگوئیوں کو پورا کرتے ان کو سچا ٹھہرتا ہے۔ اور دوسرے وہ ساری کتب سابقہ کا حفاظت جو یعنی ان کی جلی تعلیم کی حفاظت کرتا ہے اور جو ان میں تحریف ہوتی تھی۔ اس کو غلط ٹھہرتا ہے اور ان کے اختلافات کا بھی فیصلہ کرتا ہے۔ انجیل کو بھی توریت مصدق کہا ہے مگر اس پر بھی قرآن و یاسین قرآن کو کل کتب سابقہ پر بھیمنے فرمادیا ہے۔ اس لفظ کے استعمال سے بھی توریت و انجیل و غیرہ کی تحریف کا فیصلہ کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ قرآن کریم میں تحریف نہ ہو گی۔ اگلیں

الکتاب
بھیجنے

قرآن کتب سابقہ
کا مصدق بھی ہے اور
حفاظت بھی

وَلَا تَنْتَهَ اَهْوَاؤُهُمْ عَمَّا جَاءَ لَكُمْ مِنَ الْحَقِّ ذِكْرًا وَلَكُمْ فِيهِ نُصُوحَةٌ وَمِنْهَا جَانِبٌ

اور مسکو چڑھ کر جو تیرہ اس حق سے آیا اعلیٰ و جوش کی پروردی مکتوبہ ہمہ زمیں کو ہر ایک کیلئے ایک شہادت اور طریق مقرر کیا ہے۔

مختلفات مذہبی کا فیصلہ

مگر شرائع سابقہ کے منسوخ ہونے کا فیصلہ بھی کر دیا ہے کیونکہ اب وہی تعلیم و نیاس رہے گی جس نے پہلی صحیح تعلیموں کی جن کی ضرورت نسل انسانی کو پیشہ کیلئے عقی حاکمیت کو کے اپنے اندر رکھ لیا۔ اور توریت و انجیل کے نگرے کے بعد ان کو بھینٹ کھنے کے صاف معنی ہیں کہ انجیل میں بھی کوئی تعلیم ہو جو توریت کی طرح محفوظ رکھی جائے کے قابل ہو۔

۳۳۳۔ جب قرآن کریم کے مبین یعنی کتب سابقہ کے ناسخ ہوئے اور ان کی صحیح تعلیم کے محافظ ہونے کا ذکر کیا تو اب فرمایا کہ مختلف مذاہب میں صحیح فیصلے اب قرآن شریف ہی کرے گا۔ اسلئے قرآسی کے مطابق ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے۔ اس بات پر کہ یہاں مذکور مقامات کا نہیں بلکہ اختلافات مذہبی کا یہی قطعی شہادت ہو کہ اس کے بعد قرآن ہی ذکر ہو کہ ہم نے تم سے سب کے لئے مبین مختلف قوموں کیلئے ایک شریعت اور ایک طریق مقرر کر دیا تھا اور پھر آیت کے آخر پر صاف فرما دیا کہ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم کو ان کی خبر دے گا۔ اور یہ اختلافات مذہبی ہی ہیں نہ مقامات اور یہاں خطاب بھی صرف یہود سے نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ دونوں قوموں کو کھلا خطاب ہو اور مفسرنا سب قومیں آگئیں۔ کیونکہ قرآن شریف کو ہمیں صرف توریت و انجیل پیش کیا بلکہ مابین بدیادہ من الکتاب پر یعنی جنہی کتب پہلے نازل ہوئیں سب پر پس سب قوموں کے مذہبی اختلافات کے ذکر پر کھلا فیصلہ قرآن شریف کرتا ہے جیسا کہ دوسری جگہ صاف فرمایا و ما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لہم الذل وعلو فضلنا فیہ (الحج ۱۷۴) اور ہم نے تیری طرف کتاب نازل نہیں کی مگر اس لئے کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں تو ان کو کھول کر بیان کرے۔ اس فقرہ میں کہ ان کی خواہشات کی پروردی نہ کر بھی ہی اشارہ ہو۔

منہاج

شیعہ - شیعہ

۳۳۴۔ شیعہ - منہاج - صحیح طریق دین یعنی کلمے رستہ کو کہتے ہیں۔ اور ماسی سے منہاج ہو۔ اور شیعی طریق منہاج پر چلنا ہو اور کلمے رستہ کو بھی شیعہ اور شیعہ کہا جاتا ہو اور طریقہ اقصیہ پر یعنی جو رستہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتلایا ہے اس پر چلو راستہ جاری بولا جاتا ہو (دع) امام رافع کہتے ہیں کہ ان دونوں نظروں کے اختیار کرنے میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہو۔ ایک تو جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک راہ پر چلنے کیلئے مسخر کیا ہے جس کا تعلق مصالح عباد و عطاات ملاو ہو اور دوسرا وہ جس کا انسان اختیار سے قصد کرتا ہے جس میں شرائع کا اختلاف ہے یعنی جو دین اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے مقرر کیا ہو اور حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ شیعہ وہ ہے جو قرآن شریف سے بتایا اور منہاج وہ جو سنت بتایا اور ابن جریر نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے یعنی سبیل اور سنت اور سنتیں مختلف ہیں ایک شریعت تورات کی ہے ایک شریعت انجیل کی ایک شریعت قرآن کی اس میں اللہ جو چاہتا ہو حلال کرتا ہو جو چاہتا ہو حرام کرتا ہو اور دین ایک ہی یعنی توحید اور اخلاص۔ اور حضرت ابن عباس کا قول ہی اس بارہ میں اصول حکم ہو اسلئے کہ یہاں دین اور طریق کا ذکر اور باتیں دو ہی ہیں جو نبی کے آسمنے سے نازل ہو گئی ہیں ایک وہ شریعت یا رستہ جس کی کتاب بتائی ہو دوسرا وہ منہاج یا رستہ جس کا عمل بتایا ہو اور دونوں کلمے طریق ہیں اور دونوں ہی عمل ضروری ہو اور ضروری راہی اور ماسی یعنی بہرینی صاحب شریعت ہو گو وہ کوئی نئی شریعت عمل کیلئے لایا ہو یا نہ۔

ہر مذہب صاحب شہادت ہے

شروع فقہ

ان الفاظ کے معنی یہ بھی لئے گئے ہیں کہ تم میں سے سب کے لئے ہم نے اب ایک شریعت اور منہاج مقرر کیا ہے یعنی اتباع دین محمدی اور دین بھی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک امت کو ہم نے الگ الگ شریعت اور مالک الگ منہاج دیئے

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا

اور ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں اللہ سے بہتر فیصلہ دینے والا کون ہے؟ اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہودیوں

اليهود والنصارى اُولِيَاءُ مَعْصِيَتِهِمْ اُولِيَاءُ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ

یہودیوں اور نصاریوں کو دلی ست بناؤ وہ ایک دوسرے کے دلی ہیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو اپنا دوست بنائے تو وہ

مِنْهُمْ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

انہی میں سے جو بھٹکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں کرے گا ۴۳۹ پس جن کے دلوں میں بیماری ہو وہ ان کو دیکھ کر

يُوقِنُونَكَ فِي بَلِيَّةٍ وَشِدَّةٍ ۝

اس آیت سے بھی صاف ظاہر ہو کر یہاں جس فیصلہ کا ذکر ہے وہ اختلافات مذہبی میں فیصلہ ہو کہ یہ دیکھ سکیں ان اصول سے
ہمائلہ کا ذکر جو آنحضرت معلوم پر نازل ہوئے اور وہ دین اسلام پر مبنی ہے

ان الفاظ سے کہ ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور ان سے احتیاط رکھو بعض باتوں سے ہٹا کر مکہ میں ان میں
یہودیوں کا ناکارہی کریم صلعم خود باطنان کی خواہشات کی پیروی کیا کرتے تھے پہلے درجہ کی حاکمیت پر سوال یہ ہو کر کہ اس
کی ضرورت تھی کہ صلعم کو قوتی جو مشکلات آنحضرت معلوم کو ان لوگوں کے ساتھ معاملات میں پیش آتی تھیں۔ اگر کوئی دوسرے
آپ کی جگہ پر مقرر تھا تو یقیناً ان مشکلات کا مقابلہ کر سکتا اور اس کا قدم ڈنگا جاتا پس یہ ہدایت وحییت آپ کے اس مقام
بلند کو ظاہر کرتی ہے کہ حالات تو ایسے ہیں جن کے کچھ ایک بشر قیام نہیں رہ سکتا مگر آپ کو جس مقام پر خدا نے کھڑا کیا ہے
اس لحاظ سے آپ کے ایسا نہ ہونا چاہیے۔ علاوہ بریں اس خطاب میں ساری امت شامل ہو رہی ہے اس ہدایت کے یقیناً
مخرج ہیں سچ کس قدر مسلمان ہیں جو دل کتاب کی خواہشات کی پیروی سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے اور کس قدر ظاہر
کشش کے سامان عیسائیوں کی تہذیب میں ہیں جو مسلمانوں کو قوت سے پھیر کر کئی تحقیقت ان کو دکھوں میں ڈال رہے ہیں
گو وقت پر سمجھ نہ آئے

۴۳۹ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یعنی یہ یہود حق و حکمت کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں
نازل فرمائی ہیں لیکن جو اس آخری آیت میں پچھلے رکع کی آخری آیات کے مضمون کی طرف اشارہ کیا جو تاکر اس کی طرف
پھر توجہ دلائی جائے یعنی جب ان میں جھگڑا ہو تو یہودیوں کے مطابق فیصلہ چاہتے ہیں جس میں قوی طاقت
کو دیکھ کر قوت سمجھا جاتا تھا یعنی قریط اور یہی تفسیر ہے اسی کے مطابق عمل تھا یعنی بنی نضیر زبردست تھے اور بنی قریظ
کو وہ اس سے بنی نضیر بنی قریظ سے دو چہیت بیٹے تھے

۴۳۹ اولیاء سے کیا مراد ہو دیکھو ۴۳۹ اہل عروا ۴۴۰ میں عام طور پر لکھا کر دیا۔ بنائے سے روکا تھا مگر وہ اہل شرطنی
کا یہی ولایت جو من دعوت المؤمنین ہو دیکھو ۴۴۱ یہاں بظاہر لفظ عام ہیں یہود اور نصاریوں کو دلی ست بناؤ یعنی نہ
ان سے مدد نہ دو۔ اگلی آیت سے ظاہر ہو کہ منافق یہود اور نصاریوں کی پناہ تلاش کرتے تھے اس خوف سے کہ یہاں
مغلوب ہو جائے تو سنا دے یہی پہلی پہن جابگیر اس لئے ان سے ساز باز رکھتے تھے۔ اور اگلے رکع میں اسی مضمون کو دہرا
ہوئے ان اہل کتاب کا مخصوص طور پر ذکر کیا ہے جو دین اسلام سے نفرت کرتے ہیں ۴۴۰ اور میں اہل کتاب کی عداوت کا

یہودیوں کے ساتھ

وَقَدْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ أَهْلُ الذَّمِّ
وَقَدْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ أَهْلُ الذَّمِّ

الثلثہ

یہودیوں کے ساتھ

اہل کتاب کے ساتھ

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ

اور ایمان نہ کیے کیا یہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ کی قسمیں بٹے نذکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ یقیناً

لَكُمْ مِصْرَتٌ أَمْ آتَاهُمْ فَأَصْبَحُوا خَيْرِينَ ۝ يٰ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ تَكُنْ

الثلثة

تمہارا ساتھ میں ان کے عمل ضائع ہوئے سورہ نقصان اٹھائیلے ہو گئے۔ سو کہ جو ایمان لائے ہو جو کہ تم میں سے

مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَلِيَّ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى

اپنے دین سے چھ جائے تو اللہ ایک قوم لائے گا وہ ان سے محبت رکھے گا اور وہ اس محبت کیلئے سونوں کے سامنے

الْمُؤْمِنِينَ أَعْرَضَ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ

نہم کافروں کے مقابلے غالب اللہ کی راہ میں زور نہ لگائے اور کس عات کے نہ لے

لَوَمَةٍ لَا يُرِيدُ ذَلِكَ فَضَّلَ اللَّهُ يَفْتَدِيهِمْ مِنْ تَتَابَعَةٍ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

لامت سے ڈرے گئے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اس کو دے اور اللہ فراخ والا ہے علیم

نہی کفر سے خوب
ذہن چاہئے۔

اور اس کی جمع دعا ہے کہ بکوالد و امزد التوبۃ ۱۹۸ اور ائوۃ کرمہ یا نا پسندیدہ امر میں جیسے نذیل میں ہے

معرض سے ملے یا ان کی زور دے یا غنائی پر ۲۲ و ۲۳ متناقض جیسا کہ اور عبد اللہ بن ابی کا ذکر ہوا یہودیوں سے اور کفار

سے اس وقت خیر تعلقات رکھتے تھے کہ مسلمان آخر کا مغلوب ہو جائے لیکن اور اس طرح بھج جائے لیکن اس دامن میں

سے مسلمانوں کی یہ حالت ہو کہ اسلام پر مصائب و کھچکریا ہوں کی بنا ہ ڈھونڈتے ہیں اگر خدا کی وعدہ پر ایمان نہ

تو خدا پر ہجر و سرکشتی اور ان لوگوں سے دوستی نہ گاتھتے جو اسلام کی تحکیمی کے ورہے ہیں یہاں تسلی کے لئے وہ باتیں کہی

ہیں یا تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے مخالفوں پر فتح دے دے یعنی جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کی کس کس طرح ہو جیسا کہ نبی کریم

صلعم کے زمانہ میں ہوا اور اسی لئے اس کو مقدم کیا جو اس کے بعد ذکر کیا کہ اگر فتح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اپنی جانتے

کوئی اور امر پیدا کرے جو دین اسلام کے غلبہ کا موجب ہو جائے یعنی مسلمانوں کو فتح کی بجائے شکست ملے مسلمانوں کو

موجودہ شکست میں یہ الفاظ تسلی دینے والے ہیں جن سے بشارت ملتی ہو کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا غلبہ کی اور اللہ کی کج

۱۹۷۱ اذللہ ذلیل کی جمع ہوا اور ذلّی جس سے یشتی ہو مغلوب ہونے کا نام ہو غرہ، مگر اپنے لوگوں کے سامنے ذلیل

ہونا یا مغلوب ہونا یہی کہ مسلمان ان کے سامنے حدودہ کی نئی اختیار کرے جیسے مغلوب انسان کے زور یا جغرافیہ والین کے

سامنے جہاد الذلّی تھا کہ نہ کہ گایا ہے جہاں ذلّی سے مراد زوری ہو یہاں بھی اذللہ سے مراد زوری اختیار کر لینے ہیں

دوسری جگہ اسی خیال کو ان الفاظ میں اور کیا ہو دجاہ بدہم پس اذللہ علی المؤمنین سے ملے ہو مومنوں کے سامنے

ایسے نام جیسے مغلوب آدمی تھک جاتا ہو اس سے بڑھ کر آپس کے تعلقات محبت نہیں ہو سکتے

اعرفی حدیث کی جمع زور اور غرہ اس حالت کا نام ہو جب انسان مغلوب نہ ہو اس کی اہل ارض عذر اذ سے ہو

جو سخت زمین کو کہتے ہیں اور عزیز وہ ہو غالب آئے ہو مغلوب نہ ہو اللہ تعالیٰ نے دشمن کے سامنے

عزۃ

عزیز

وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ

اور وہ جو ایمان لے کر نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جگھے رکعتوں میں

وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حَرْبَ اللَّهِ هُمْ الْغُلَبَانُ ۝۵۶

اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اور انکو جو ایمان لے کر دنیا کا جو قبیضہ اللہ کی جماعت ہی غالب ہو

بَايَعُوا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخْذُوا إِلَيْنَا حَرْبًا وَلَا يَنْتَهِزُوا زَكَاةً وَأَعْيَابًا مِنَ الَّذِينَ

اسے جو کہ ایمان لے کر ہوں ان میں سے جسکو تم سے بچے کتاب دی گئی ان لوگوں کو دلی دنیا تو جتنا سے دین کا کوئی نہیں

أَوْتُوا الْكُتُبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَالْقَوْلُ الْمَلْعُونُ كُنْتُمْ مَفْضُوحِينَ ۝

پناہ سے ہیں اور دشمن کا فروں کو اور اللہ کا تقویٰ کو اگر تم ہمسہ ہو

۵۶؎ یہود و نصاریٰ کی مخالفت یعنی ان کی عدم پیروی و سرکشی سے روکا تو اب یہ بھی بتایا کہ مسلمان کا ہر دوسرے کو

فرمایا کہ پناہ کا سامنا خدا کا کھو اور اپنے دوست رسول اور مومنوں کو بناؤ کسی لئے وہ ایک اللہ فرمایا یعنی حقیقی دلی یا ناصر

اللہ ہی ہو اور دنیا کا اللہ اللہ و رسولہ والذین امنوا انہیں فرمایا کہ جو یا رسول اللہ مومنوں میں سے دلی ہیں کہ وہ اللہ کے

احکام کے فرامیہ دار ہیں کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے حالت رکوع میں اپنی انگلی ایک سال کو دی تھی اور یہ آیت انہی کیلئے

ہو کہ حالت رکوع میں وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور تو یہ فعل خود کو فی ایسا قابل تعریف فعل نہیں کہ ایک شخص نماز پڑھتے پڑھتے

اپنی انگلی سال کو دی دے اس سے بچھڑا دینا کہ وہ ہم ہیں جو حضرت ابو بکرؓ کے ظاہر ہونے کا بارگاہ اپنا سارا مال خدا

کی ماہ میں شاد یا مکہ میں ہی اور مدینہ میں ہی دوسرا لوگ مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے آتے ہیں نہ زکوٰۃ دینے کے لئے تیسرا

یہاں تو جو زکوٰۃ دیتے ہیں اور حضرت علیؑ کا انگلی دینا زکوٰۃ نہ تھا اور زکوٰۃ بیت المال میں دینا فی حق ہم داکھو

معنی تو صاف یہی ہیں کہ وہ احکام الہی کی فرامیہ داری کرتے ہیں۔ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا جو مکہ و مدینہ و شام کن میں

فرامیہ داری کے لئے ان کا عہدہ ذکر کر دیا ہو۔ اس سے حضرت علیؑ کی فضیلت اور امامت کی دلیل دینا بہت ہی بڑی بات

۵۷؎ حزب حجاز حزب وہ جماعت جو جس میں شدت ہو اور اس کی جمع احزاب ہو اور المؤمنون المؤمنون الاحزاب

والاحزاب ۷۲) وغیر میں ملو وہ قومیں جو نبی صلعم کی جنگ کیلئے جمع ہوئیں (غ) اور اللہ ان العرب میں جو احزاب

وہ چاہیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی جنگ کیلئے جمل کرے اور حزب الرجل سے مراد ہوا تھا یہ جو جنہ الذین علی

دآیہ (ذ) یعنی اس کے دوست اور اس کے لشکر اس کی رائے پر ہیں اسی معنی سے کا فر منافق حزب الشیطان

ہیں اور مومن حزب اللہ ہیں جو اللہ کا اتباع کرتے ہیں

یہاں یہ غرضی دی کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہر دوسرے رکھنے والے کا کام نہیں ہوتے بلکہ قیضہ وہ اپنے دشمنوں

پر غالب ہونگے یہی جیسا کہ جنگی اسلام اور مسلمانوں کے طلب کی ہو

۵۸؎ یہاں جو کہ کہ ایسے اہل کتاب جو دین اسلام کو تباہ کرنا نہیں چاہتے اصدا اس پر ہتھڑا کرتے ہیں ان سے

معاہدات نصرت ہو سکتے ہیں اور ان کو حدود دینا اور ان سے مدد لینا جائز ہو اور ہم کہ یہاں یہود و نصاریٰ کا نام لیا



یہودی نصاریٰ کی بات

یہودی نصاریٰ کی بات

یہودی نصاریٰ کی بات

حزب احزاب

یہودی نصاریٰ کی بات

بَشِيرٍ مِّنْ ذَلِكَ مَتُوبَةٌ عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَعُصِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلْ

کہ کثرت سے اس سے جہنم لایا جائے گا کہ جو جس پر اللہ نے لعن کیا اور اس پر ناراض ہوا اور ان میں سے

وَنَهُمُ الْفِرْدَوْسُ وَالتَّحَارِيرُ وَعَبْدُ الطَّاعُونَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عُرْوَةً

نہد اور سوزناکے اور وہ جس سے طاغوت کی پرستش کی یہ مرتبہیں بدتر اور بے راستے سے بہت دور

سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ نَحَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ

بھٹکے ہوئے ہیں سب سے اور جب تمہارے پاس آتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور وہ یقیناً کفر کیا کرتے اور وہ یقیناً

خَوَّابِيَهُ ۝ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَسَارِعُونَ

انکے ساتھ ہی بھاگتے ہیں اور اللہ اسکو خوب جانتا ہے ۷۱ اور ان میں سے اکثر کو دیکھو کہ وہ

فِي الْأَشْجَارِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السَّحَابَ لَيْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

گناہ اور زیادتی میں اور حرام کھانے میں جلدی کرتے ہیں بیشک جو وہ کرتے ہیں بُہا ہو

سارے فسق و فجور کے اسلام اور مسلمانوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور دنیا کی کسی دوسری قوم کو دبانے کا اس قدر فکر نہیں

جس قدر مسلمانوں کو ہانپنے کا ہو ۷۲

بَشِيرٍ مِّنْ ذَلِكَ ۝ فَلْيُكَلِّمُوا هَٰؤُلَاءِ ۝ لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ ۝ لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ ۝

قرآن سے مراد صحابہ سب سے اور خلیفہ سے مراد حضرت عیسیٰ کے اصحاب مانڈہ جس میں ہیں کے نبی حضرت

عیسیٰ نے مانڈہ طلب کیا اور ظاہر ہو کہ اصحاب السبت نے سبت کے دن حوران کی عبادت کی تھی مگر کیا گیا تھا عبادت

کو ترک کر دیا اور دنیا میں غرق ہو گئے اسی طرح یہ مانڈہ والا گروہ حضرت عیسیٰ کے پیروں میں سے وہ گروہ جو وہ جو

پہن کر گیا اور مذہب کی غرض بھی سوائے حظ جفائی کے ان کے نزدیک کوئی اور مذہب ہی جس طرح بندہ بننے سے مروج قلوب

سے اسی طرح فخر پر بنانے سے مراد فخر و صفت بنانا بھی ہو سکتا ہو دین و دنیا کی عبادت میں جس سے متعلق آتا ہے

یکساں صلیب و قتل الخنزیر حالانکہ مراد صرف یہی کہ عیسائیت کے مذہبی غلبہ کو توڑ دینا کہ کسی مصلح کا کام نہیں ہو

کہ جنگوں میں جاکر سواروں کو مار دینا پھر اس کا وہ مطلب صلیبی کا وہ کرنا اور صفت خنزیریت کی ہلاکت ہو چاہے خنزیر خود

قوم میں ترقی کر گئی ہو ۷۳

قرآنہ مختصر

میسرہ و تفسیر

و عبد الطاعون کا عطف معن کے علم پر یعنی انہی میں سے وہ لوگ جو نے طاغوت کی پرستش کی طاغوت

سے مراد کثر سوار اور خنزیر ہیں عوام الناس ان کے پیچھے ایسے لگ جاتے ہیں کہ ان کی عبادت کرتے ہیں ۷۴

۷۵ وہی لوگ جنگجو اور پرت ماورئین کہ انہی کے یہاں آئے جاتے گا کہ جو اور ساتھ ہی ان کی منافقانہ روش کا بھی

ذکر کر دیا ہے ۷۶

۶۳ قَوْلَانَهُمْ الرِّبَا بَيِّنٌ وَالْأَجَارُ عَنْ قَوْلِهِمْ لَا شَرَّ وَلَا لَهُمُ السُّحْتُ

کہیں ان کو مشائخ اہل علم و گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے

۶۴ يَكْسِبُ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ

جس کو جو بناتے ہیں برا ہی ۶۴ اور یہودی کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اسی کے ہاتھ بندھے گئے تھے

وَلَعَنُوا إِمَامًا قَالُوا مِثْلَ يَدِ الْمَسْوَطَيْنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَئِنْ زِدْنَا

اے جو کچھ وہ کہتے ہیں کسی وجہ کو اپنے چھٹا کر دینی ۶۵ ہلاکے وہوں ہاتھ کھدیں وہ جہنم جا رہتا ہوں بیچ کرنا ۶۵ اور جو تیرے رب کے

لَعَنُوا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝

تیری طرف آتا گیا وہ عہد ان میں سے بہت کم کرکشی اور کفر میں بڑھانے کا ۶۵

۶۴ اسی آیت میں پھر یہود کا نام لیکر ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر ہوا ہے جس کا قول کر رہا تھا کہ میں اہل ہیں اور اجارہ ملانے تو ریت جس سے اس بات کی تائید ہوئی کہ قدرتہ میں ہی امرئیل کے توفیق و کرم طوف اور خفا میں عیسائی شہوت پرستوں کی طرف اشارہ ہے ۶۵

۶۵ مغلولہ ۶۵ غل کے معنی ہیں قید یعنی نہ دے گا یا خذ وہ ضلوعہ (المائدہ ۶۵) ۱۳۰ اسی ہی کو اغلال دیشیاں ہیں اور محاورہ میں مغلول الیہا بھل کر کہا جاتا ہے اور وہ سری بگڑی لاجعل یدک مغلولہ الی حدیث (۶۵) یہ یہودیوں کے استہزاء کی مثال دی ہے عیسائی تاج اس سے بھی بڑھ کر استہزاء کرتے ہیں یہودی تو مسلمانوں کے مالی مصائب پر یہ مسخر کرتے تھے کہ مسلمانوں کا خدا بھل کر گیا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام سچا ہے تو سیاسی محسوس اس کا زوال کیوں ہوتا اس کا جواب جو غفلت ایدہا ہم سے دیا ہے اس سے مراد ہنگامی کے طور پر ہے جو کہ اسلام کی مخالفت میں ان کے ہاتھ ایسے باندھے جائیں گے کہ مخالفت نہ کر سکیں گے ۶۵

۶۵ یدہا مسوطان یدہا ۶۵ اسی کی صحیح آیت ہے جو اور استعاذہ ہی یدہا ۶۵ کیلئے بولا جاتا ہے اور بھی خلافت اور ایک کیلئے اور بعض الذی بیضا عقدہ النکاح (البقرہ ۲۳۵) میں بھی یہی مراد ہے جیسے کہنے میں ملتی ہے یدہا ۶۵ (۶۵) اور جہاں کی حدیث میں ہے لایا ان لاحد بقا الہم یعنی ان کے ساتھ جنگ کرنے کی کسی کو طاقت نہ ہو گی اور اللہ کہتا ہے جو خدا اور روح خدا اور اللہ علیہ السلام میں مراد ہے جو کمال اسلام کی حاجت تھی خدا تعالیٰ کی مخالفت میں کسی کی نہ اور دنیا مطلقہ کو مراد ہفتوں کا دنیا اور دنیا مطلقہ کے مراد ہجرت بخل اہل ہاتھ رک رکھنا ۶۵ اسی سے جو آیت کا اس کی تائید کی ایدہا ۶۵ تاہم روح القدس (۶۵) اور بظن یدہا سے مراد بھی وہی ہے جو ہمارے ہاتھ میں کھلے ہاتھ سے مراد ہے ۶۵

جواب تو یہودیوں کے اعتراض کا دیا ہے کہ وہ کہتے تھے اللہ اپنے بندوں کو دینا نہیں یعنی مسلمان غریب پر جب کا جواب یہ دیا ہے کہ اسکے دونوں ہاتھ کھلے ہیں یعنی وہ دونوں ہی تم کی خدمت میں ہی اور دوسری ہی اپنی عبادت کرتا اور انکو دینا اور دینا یعنی جو غلط ہے قہراً فرماتے ہیں کہ جو کچھ کہتے ہیں اس کا جواب آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت میں کسی کی طاقت نہ ہو گی اور دنیا مطلقہ کو مراد ہفتوں کا دنیا اور دنیا مطلقہ کے مراد ہجرت ۶۵ اسی طرح حضرت نے کہتے ہیں کہ تم لوہیہم دعا فی الاصل (۶۵) میرے بلائے ان کو کھلے میں ہی اور جہاں یہ مطلب

وقفہ نام

غل مغلول الیہا

یدہا

یدہا اللہ

تائید عبطین

وَالْقِيَابَاتِ بِذَنبِهِمْ الْعَذَابَ وَالْبِغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَقْدُوا نَارَ الْخِزْيِ

اور ہمہ تن اپنے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا ہو جب کسی مہلک یا کینے لگ جائے ہیں

أَطْفَاهَا اللَّهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ وَلَوْ

اللہ کو بجھا دیتا ہو اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے ہیں اور اللہ خداوند کریم ان کو پسند نہیں کرتا اور اگر

أَن أَهْلًا لِّكَيْتٍ امْتَرُوا وَانكفروا عَنْهُمْ سَبِيلًا لَهُمْ وَلَا دَخَلُ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ

اہل کتاب ایمان لائے اور تفریق کرتے تو ہم ضرور ان سے انکی برائیاں دور کر دیں اور ان کو جنت کے باغوں میں داخل نہ کرے

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ دَرَجَةٍ لَّكَانُوا مِنْ قَوْمٍ

اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو انکی طرف ان کے دیکے آتا رہا گیا ہو قائم رکھتے تو اپنے اوپر سے اور بچے

مِنْ خِزْيٍ كَثِيرٍ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

باؤں کے نیچے سے کھلتے ہیں ان میں سے ایک گروہ میاں دہرے اور بہت سے ان میں سے برے کام کرنے والے ہیں

یہ جو کہیں جو قرآن اُتاتا ہو وہ مخالفت پر نیا وہ اٹھتے جلتے ہیں

بیشخصی میں نہ

۵۱؎ بدینہ میں غیر اہل کتاب کے دونوں گروہوں یہود و نصاریٰ کی طرف جاتی ہو کیونکہ اصل خطاب اہل کتاب کے دونوں

گروہوں سے چلا آتا ہو لا تغتذوا بالیہود والنصارى اولیاء (۵۱) یہاں سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ دونوں گروہ

قیامت تک رہیں گے اور ان میں عداوت و بغض بھی قیامت تک رہیں گے حضرت عیسیٰ پر جب کلابان لا اخلاف تو ان کو

اوقدوا نارا للہرب روح المعانی میں ہو کہ عرب میں دستور تھا کہ جب جنگ کا اعلان کرنا ہوتا تو ایک بلند مقام پر یا

ہاڑ پر ڈی آگ جلا دیتے اور اس کو نازعرب کہتے تھے اس آگ کے بجھنے کا مطلب ان کے شر کو دور کرنا ہو اور عرب سے

مراد یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دین اسلام کے خلاف جنگ یا شر کا ادا ہو ہو

۵۲؎ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ دَرَجَةٍ سے مراد قرآن شریف ہو چنانچہ پھر آیت میں بجھنے اقامت تورات و انجیل و ما اُنزل کے

لوا نعم أمعوا و اتقوا یعنی وہ ایمان لائے اور تفریق اختیار نہ کرے اہل ایمان لائے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہی ہوا ان

کے ساتھ تورات و انجیل کی اقامت کا کیوں ذکر کیا اسلئے کہ تورات و انجیل میں پہلے چشموں کی تصریح کی تشریف آوری کی ہیں۔

لاکھلا من قومہم ومن تحت ادجلہم اور کیا مذق برکات سادی ہیں اور کچھ کا مذق برکات ارضی مطلب یہ ہے کہ یہ

لوگ صرف رزق تحت اجل کی طرف بھٹک گئے ہیں یعنی اس دنیا کی زندگی پر حالانکہ اگر یہ قرآن شریف کو قبول کرتے تو

روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی برکات سے تمتع ہوتے

منہم مۃ مقتصدۃ مقتصدۃ مقتصدۃ کے معنی وہ تہ کی ہتھامات ہیں اور اسی سے اقتصد کا جو دو طرح ہے ایک

اقتصد و ہر حال میں قابل تشریف ہوتا ہو اور یہ ایسے معاملات میں ہے جس میں افراط و تفریط کی دو طرفوں میں گویا افراط و تفریط

سے بچنے والا مقتصد ہے جیسے جو دس سواف و بیکل کے درمیان ہو و اقتصد فی مشیۃ و فتن ۱۹ میں ایسا ہی اقتصد ہے

نابالغوب

مقتصد اقتصد

۱۰
سید علی اویسی
قوات اور غزوہ

۶۷ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَلَنْ أَتَّعِلَّ نَمَّا بَلَّغْتُمْ سَلَامَهُ

اے رسول۔ جو کچھ تیرے رب کی قری طرف اتارا گیا پہنچا دے۔ اور اگر تو دیکھ دے کہ تو نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا

۶۸ وَاللَّهُ يُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۚ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ

اور اللہ تعالیٰ منافقوں کو عذاب دے گا کیونکہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا ۶۹ کہو اے اہل کتاب

اور دوسرا مقصود وہ ہے جو اللہ کے دین میں ایک چیز سے جیسے غدا اور جود کے درمیان یا قرب اور بعد کے درمیان ایک کی مثال تو فتنہ ظالمین سے ہے۔ وہ منہم مقتصد (فاطمہ ۳۶) دوسرے کی وضاحت فاضل زالباقیہ میں یعنی جو بہت غلبہ نہ ہو، یہاں مقتصد سے مراد نیک اور نیک کے دین میں ہو۔

یہ دوسری ذہب اسلام میں ہی ہو کہ دوسرے مذہب میں نبی کو تسلیم کرنا ہو اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں ضرور گروہ کا اثر ہے اسلام میں آگیا۔ اور اب بھی ہی گروہ کا قدم اسلام کی طرف امتثال جلا رہا ہو۔

۶۹ صِبْغَتُكُمْ مَعْنَى الْمَسَاكِينِ (دخ) روک رکھنا یا منع دل یعنی بھانا اس نام رافب واللہ بصیغۃ من الناس کی تفسیر میں کہتے ہیں وعصۃ الانبیاء حفظہم ایاہم ولا یجاءلہم بہ من صفاء الجہنم واما انزل من الفضائل الخ یعنی انبیاء علیہم السلام وبتبیت اقدارہم ثم بانزال السکینۃ علیہم وحفظ علویہم وباللہ فیہ یعنی انبیاء سے مراد ان کا محفوظ رکھنا ہو۔ اول تو اس جو ہر کے صفایہ کے لئے جس سے انبیاء کو مخصوص کیا گیا ہو یعنی وہ تیار

سے گناہ سے پاک ہوتے ہیں پھر جہاں میں اور روحانی فضائل دیتے سے پھر ان کو ضرورت اور ثابت قدمی حفظ فرمانے سے پھر ان پر سکینت نازل کرنے سے اور ان کے عقوب کی حفاظت سے اور ان کو توفیق حفظ فرمانے سے پس بصیغۃ میں باتیں داخل ہیں اور روح المعانی میں ایک قول اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ بصیغۃ سے مراد وہ درجہ ہے کہ محفوظ رکھا گیا اور اس حدیث میں من الناس سے مراد جو من بین الناس یعنی لوگوں میں سے آپ کو اس پیغام رسانی کی وجہ سے

گناہ کے حدود سے محفوظ رکھے گا جو یعنی بھی ہیں کہ لوگوں کے حلوں وغیرہ سے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

جب یہ دو مضامین کی عادت واستہزا کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ ان میں سے بیان نہ دے دی تھوڑے میں پائی جا رہی اور اکثر کی حالت بہت بری ہو رہی تھی کہ ان کا پیغام کو نہ پہنچا دینا ہو۔ اور اگر کسی قوم کے ظلم کی وجہ سے یا ان کے دینی جہاد و جلال سے و اگر ایک پیغام کو نہ پہنچا دے تو تمہارے کسی پیغام کو بھی نہیں پہنچا جائے۔ رسول میں اس کے

پیر و پیغمبر شامل ہیں جو اس کے بعد اس پیغام کو دنیا میں پہنچانے والے قرار پائے۔ ان ایسے حالات میں جب چاروں طرف دشمن ہی دشمن ہوں تو اس پیغام کو پہنچانا جو سب کی غلطیوں کو دور کرتا ہو سب پر پسین ہو سب کو اپنا دشمن بنالینا ہو۔ اس لئے سادہ یہی وعدہ دیا کہ ان دشمنوں سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو محفوظ رکھے گا۔ اور دشمن اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کو بھی بیان کر دیا۔ اور فی الحقیقت اس عصمت کا اور دشمنوں کے شر سے بچانے کا بڑا

تعلق ہی ہو کہ اللہ تعالیٰ جب انبیاء کو ایک صفایہ جو ہر سے بنانا ہو تو وہ عرض جس کیلئے وہ ایسا کرتا ہو پوری نہیں ہوتی اگر وہ ان کو دشمنوں کی شرارتوں اور منصوبوں سے محفوظ نہ رکھے یہاں تک کہ وہ اپنا پیغام ہر سے طور پر بنائیں پہنچا دیں پس عصمت حقیقی اور عصمت ظاہری ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اور یہاں دونوں مراد ہیں بعض لوگوں نے صرف عصمت ظاہری یا ظنی دشمنوں سے بچانا مراد لیا ہے اور بعض نے صرف عصمت باطنی یا حقیقی حدود نہ خیر محفوظ رکھنا

معم
صحت نبی و رسول

نبی و رسول
صحت

لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ

تمہارے اہل بیت میں کبھی نہیں یہ بات کہ توہمت اور انجیل کو اور اسکو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف سے بھیجا گیا تھا

حق یہ ہے کہ یہ الفاظ وہ دونوں قسم کی عصمت پر حاوی ہیں۔

بالترتیب کا خیال

اول شیعہ کا یہ خیال کہ اس آیت میں تبلیغ سے مراد حضرت علیؑ کی خلافت کی تبلیغ ہے۔ الفاظ سے یہی ہے۔ ما انزل الیہ سے مراد گو یا پیغامِ وحیدہ و ربی کی دعوت نہیں بلکہ حضرت علیؑ کو رب کی بادشاہت کا مال جانا ہے اور یہ کہ کسا کر حضرت علیؑ علیہ السلام علیؑ کی خلافت کا ذکر کرنے سے ڈرتے تھے کہ صحابہ مخالف ہو جائیں گے بدترین حملہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جا سکتا ہے۔ اس کی شکل یہی نہیں اس سے بدتر ہے جو عیسائی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصبِ شرک بت پرستی شرابخواری زنا باہم جنگ و جہل سب کچھ کر لیا مگر خدا کعبہ کی عظمت کو نہ چھڑا سکتے تھے۔

مردن کا سب
معاذی اللہ عنہما

اس موقع پر جو حضرت ابوہریرہؓ کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو علم سنا کئے ایک کو تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرے کا نام لوں تو یہ میری گردن کاٹی جاتی ہے تو اس سے یہ ہرگز مرد نہیں کہ علم دین کا کوئی حصہ لیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام لوگوں کو نہ پہنچایا تھا اور جہاں کہہ رہے تھے کہ ذکرِ دہا تھا۔ یہ خیال کہ فہمی سے پیدا ہوا ہے۔ سارے کا سارا علم دین و قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا منشا۔ صرف احادیثِ فتن سے تھا جو اس زمانے سے تعلق رکھتی تھیں چنانچہ اس کے مطابق ان کی دوسری حدیث سب جس میں یہ لفظ آتے ہیں کہ میں ساٹھویں سال اہلِ لکھنؤ کی امارت سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور یہی دو سال تھا جس میں یزید کو بادشاہت ملی اور دین میں فساد اسی سے شروع ہوتا ہے تو نگاہِ معاشرہ دین میں وہ اہلِ ذہن ہیں صرف واقعات کی خبریں تھیں اس لئے حضرت ابوہریرہؓ ان کو عام طور پر بیان نہ کرتے تھے۔ رہا کتمانِ ہدایت یعنی دین کے کسی حصہ کا نہ پہنچانا اس پر بحث و عید جو خود قرآن شریف میں موجود ہے ان الذین یحکمون ما انزلنا من قبلہ و الحمد للہ من بعد ما یلقیہ للناس فی الکتاب۔ اذ لئنک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللہ اعنوں (البقرہ ۱۵۹) پس نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا کوئی حصہ چھپایا۔ نہ حضرت ابوہریرہؓ نے دین سے یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعداء کی نسبت بہت زیادہ ہوسکتے وہاں صرف قریش تھے یہاں ایک گروہ منافقوں کا۔ ایک یہود کا۔ ایک عیسائیوں کا۔ پھر سب قبائل عرب خلافت طحطاہ سے ہوئے تھے۔ اور قریش نے اب اپنی ساری طاقت کو اکٹھا کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اس لئے وہ عداوت کی خاص ضرورت ہوئی اور اس قدر دشمنوں میں جو شب و روز آپ کی جان کے دے رہے تھے۔ آپ کا جی رہنا ایک عظیم الشان مجاہد ہوا کہ اس ملک میں عیسائیوں کے خلاف کا خاص رد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ مخالفت دین اسلام کی اس قوم کی طرف سے ہوئے نالی تھی اور یہی سب سے بڑے دشمن تھے انبیاء کے بن جاتے تھے۔ اس لئے ان کے خلاف ذکر کرتے ہی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا ذکر کیا تا

وعدہ مخالفت کی
مذمت کیوں ہوئی

ان پر تمام حجت ہوا کہ مسلمان ان کی مخالفت سے گھبرائیں نہیں۔

قوم کا فکروہدایت نہ دینے سے یہاں مراد یہ ہے کہ ان کے منصوبے کا مگر نہ ہو گئے۔

وَلَنَزِيدَنَّ كَيْفَ يَظُنُّهُمْ مَا أَتَوْا لِيُكْفِرُوا مِنْ رَبِّكَ خُفْيَا ۖ إِنَّا وَكُفْرًا فَلَا تَسْخَرُ عَلَى الْقَوْمِ

اور جو کچھ تیری طرف تیرے وہب کی طرف سے آگیا یقیناً ان میں سے بہتر نگرانی اور ناکامی میں بھائی کا سوت کا ذوق ہو

۶۹ الْكَافِرِينَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِقُونَ وَالْتَّارُونَ مِنَ

انہوں نے ذکر کیا ہے وہ جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور سابق اور تارقی

۷۰ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَلَىٰ صَالِحَةٍ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ لَقَدْ

اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام کر کے وہ ان پر کوئی خوف نہیں اور وہ نہ بچتے تھے نہ بھیت

أَخَذْنَا مِنْهُمُ ابْنَ إِسْرَءِيلَ وَأَرْسَلْنَاهُ مُوسَىٰ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا

ہم نے اسے بنی اسرائیل سے عہد کیا اور ان کی طرف رسول بھیجے جب کہی نکلے پاس رسول وہ چلے گیا

لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ ۖ فَافِرِّقُوا بَيْنَهُمَا ۚ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمَا ۚ

جس کو ان کے دل نہیں چاہتے تھے ایک گروہ کو بھٹایا : صابک گروہ کو قتل کر کے گئے

۷۱ ۚ فَخَرَّصْنَاهُ لِمَنْ هَآؤَ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ

سے پہلے ان کو اہل کتاب کے اصول بحث کی طرف بلا یا جو یعنی یہ کہ تو ریت و بھیل اور ان گناہوں کو جو تمہارے انبیاء

کی رسالت سے تمہاری طرف نازل ہو رہا انزل الیکھ من دیکھو ان کو تاریم کرو جو کہ ان میں ہر وہ بطور اصول تم

تسلیم کرو اگر اس کو تسلیم نہیں کرتے تو تم سے حق کو باطل ترک کرو یا جب اپنی ہی کتب مقدسہ کی شہادت کو قبول نہ

کیا تو پھر واقعی یہ کھنے کا حق ہو کہ تم کسی شے پر نہیں یہاں چونکہ عیسائیت کے ساتھ بحث شروع ہوئی تو اس سے انکو

بتایا جو کہ اس بحث میں تمہارے آئینہ میں کوئی بات نہیں جس کی طرف توجہ کی جائے بیشک کہ اپنی کتب مقدسہ کے

اصول کو تسلیم کر دو اور ان لوگوں کی وحی کو نہ مانو جن کو تم انبیاء تسلیم کرتے ہو انزل الیکھ من دیکھو کہ تمہارے مراد یہاں

توریت و بھیل کے علاوہ انبیاء بنی اسرائیل کی دیگر کتب ہیں جو بائبل میں شامل ہیں اس لئے جب تو ان شریف

کا یہاں ذکر کیا تو انہیں انزل الہیٹ فرمایا ان تمام کتابوں کا اصول متفقہ توحید الہی اور خدا کی طرف سے شریعت اور احکامات

کا ملنا اور اعمال صالحہ کا بجا کرنا جو مذہبیں شلیت کا ذکر ہو دکھانے کا یہاں تک کہ تو وہ بھیل میں خدا سے وحدانیت

ہونے کی شہادت مروجہ ہے لیکن عیسائی ان تمام باتوں کو رد کر کے ایک نیا مذہب بناتے ہیں جس کی بنیاد شلیت اور کفر

پر ہے جو تعلیم انبیاء کے علم پر مخالف ہے

۷۲ ۚ فَخَرَّصْنَاهُ لِمَنْ هَآؤَ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ

۷۳ ۚ فَخَرَّصْنَاهُ لِمَنْ هَآؤَ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ

۷۴ ۚ فَخَرَّصْنَاهُ لِمَنْ هَآؤَ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ

۷۵ ۚ فَخَرَّصْنَاهُ لِمَنْ هَآؤَ ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَفَرَّقْنَا بَيْنَهُمَا ۚ

عہد بنی اسرائیل کی اپنی
کتب مقدسہ کے ساتھ
پہنچاؤ۔

وَصَبَّوْا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةً فَعَمَّوْا وَصَمَّوْا ثُمَّ تَبَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمَّوْا وَصَمَّوْا ۝

اور انہوں نے گمان کیا کہ کوئی فتنہ نہیں آئے گا سو وہ اندھے اور کچھ گنہگار بن گئے اور پھر جنت کی بات پر میں جنت سے

کثیر ختم واللہ بعید عما یعلمون ۝ لَقَدْ لَعَنَّ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ

اندھے اور کچھ گنہگار اور خداوند کیستار پر جو وہ کہتے ہیں ۱۵۰ یقیناً وہ کافر ہیں ۱۵۱ کہتے ہیں کہ اللہ ہی

السَّيِّمُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِیْ اِسْرَءِیْلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبَّیْ وَرَبَّکُمْ ۝

۱۵۲ مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو ۱۵۳ جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

اِنَّهُ مِنْ بَنِیْ اِسْرَءِیْلَ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَدَّ النَّارُ وَّمَا لَظَلَمْتُمْ

کیونکہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو یقیناً اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا آگ پر داخلوں کیلئے

مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ لَعَنَّ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللَّهَ ثَلَاثٌ ثَلَاثَةٌ وَمَا مِنْ اِلَٰهٍ اِلَّا الْوَاحِدُ ۝

۱۵۴ کوئی مددگار نہیں ۱۵۵ یقیناً وہ کافر ہیں کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہوا وجود دوسرے ایک معبود کے کوئی نہیں

وہ خدا اور

تم لوگ ہمیشہ ہوائے نفس کے پیرو رہے ہو یا تم تک کہ نبیاء کو بھی جب انہوں نے تمہارے خلاف مشا کچھ کہا جلتا
اب بھی تم ہوائے نفس کی وجہ سے آنحضرت مسلم کے قتل کے منصوبے کرتے ہو ۱۵۶

نہتہ

۱۵۷ فتنہ کے عام معنی مصائب یا دکھ ہیں مگر یہاں حضرت ابن عباس سے شہاد معنی مروی ہیں (ج ۱) ۱۵۸

اندھے اور ہرے ہرے سے مراد یہی ہے کہ اہل حد کو ترک کر کے نئے اصول بنائے چنانچہ اس کی شہاد

صاف اٹھی آیت میں لکھی ہو کہ پہلی مرتبہ اللہ سے اور ہرے ہرے ہونا حضرت عیسیٰ کے بعد کا فتنہ ہے۔ جب عیسائیوں نے

توحید اور شریعت کو ترک کر کے تثلیث اور کفارہ کے عقاید ایجاد کر لئے تان پر بھی جنت کرنا آنحضرت مسلم کا مبعوث

فرمانا ہو گھر بھی پیدا راست پر نہ آئے اندھے اور ہرے ہی رہیں بلکہ کثرت الہی کی گنجی اور مودعہ کردہ باطل سے

گیا مفسرین نے یہاں یہود و مراد سمجھے ہیں مگر میرے نزدیک یہ عیسائیوں کا ذکر ہو ۱۵۹

تشیب
میں کی خلائی دوزخ

۱۶۰ یہاں صراحت لکھی کہ وہ انھیں اور ہرے ہونا جس کا ذکر اوپر ہو وہ توحید الہی سے انحراف ہی ہو عیسائیوں

کے عقیدہ کو یہاں اور آیت ۱۶۱ میں یوں بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہو اور اس سے اٹھتے ہیں

یعنی آیت ۱۶۱ میں اور انصاف ۱۶۱ میں یوں خداؤں کا نشانہ کا عقیدہ بتایا بعض لوگوں نے اسے اختلاف سمجھ کر یوں

توجیہ کی کہ بعض فرقوں کا ایک عقیدہ تھا بعض کا دوسرا مگر اس پر یہ کہ یہ دونوں باتیں درست ہیں اصل میں یہی ہے

۱۴. وَلَنْ يَرْضَاهُ عَايِقُونَ لَيْسَ لِلدِّينِ كُفْرًا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ

اور اگر وہ اس سے نہ کیجئے گتے ہیں تو خود مانگو جان میں سے کا فر ہیں دردناک عذاب پہنچے گا تو کیا یہ اللہ کے حضور

۴۴. اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لَهُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۴۵ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ خَلَقْتُ

توبہ نہیں کرتے اور اسکی ضمانت نہیں پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی مسیح ابن مریم سوائے رسول کے کچھ نہیں اس سے پہلے

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأَمَّهُمْ صِدْقُهُ. كَأَنَّا يَأْكُلُ الطَّعَامَ أَنْفَرِكُمْ يَبْدُونَ لَهُمْ

الْأَنْتِ كُنْتِ الْآيَةَ فُكِّرْنَ ۖ قَالَا نَحْنُ الْمُتَعِدُّونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَكُمْ أَلَيْكُ

کہ ہیں ہر دیکھیں کہس طرح لائے پھرے جاتے ہیں ملائکہ کی کتاب کے سوائے اس کی عبادت کرتے ہیں جس کو کہ تمنا ہے

لَكُمْ هَـ أَوْ لِنَعْمَادِ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

نقصان کا اختیار رہا، مثنوی کا اور مثنوی نسخہ والا جانے والا ہے ۱۹۶۷ء کہ اسے اہل کتاب اپنے زمین میں

فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا

ناحق کا غلام کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور جس پر اللہ نے لعنت کر دی ہے۔

كثيراً وضلوا عن سواء السبيل ٥

گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بشک گئے ۸۶۱

وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ طَرَفًا مَوْلَانِي

خانا بھاجا، اور دونوں کے کھانا کھانے کا ذکر اسلئے کیا کہ کھانا کھانا، وہ تمام جو انجنتی کا محتاج ہے۔

کھانیکا تھا تو شباب پانچادہی کرچکا۔ دادو خدا نہیں ہو سکتا جو کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب بی۔ گروفسکی کی کمریائی تو جیونیس کہتے تھے۔ گردن پر کیا، انوس پر جب مسلمانوں کی پہنچی یہ حالت ہو کہ ان کھلے، حفاظ کے ہوتے ہوئے کس طرح کھانے کے صلاح تھے یہ ان رہو ہیں کہ وہ ہزار سال سے اسی جو حضرت عیسیٰ کے ہوتے ہوئے کھانے کے طریقے متعلق نہیں بددیگر پہنچ رہی تھی کہ دادو مرعائی ایسے عقیدہ سے اس کی الوہیت کی دلیل دیکھو مسلمان تو نگہ کر رہے ہیں۔

۶۲۔ مسیح کو تیغ نقصان نہیں پہنچاتے ایسیج کی پرستار قوم کا یہ خیال کہ ہمارا غلبہ مسیح کی پرستاری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔

۴۴۰ یہاں یہ بتایا کہ ایک انسان کو خدا بنانے کی پہلی کڑہ کوئی سی پیری کرے۔ یہ الزام جو جان کریم نے عیسائیوں پر دیا ہے۔

سج کے کھانکھانے
کھلے

عقیدہ الہیت و
انیت مسیح میں
خفا پرستوں کی
نقشہ

ع

جیسا کہ اسلام کے
قریب ہیں۔

لَعْنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ أَوْدَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا

جن لوگوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا ان پر اود و عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ

عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا

انہوں نے نافرمانی کی اور ہر سے بڑھ جلتے تھے ۶۴۵ وہ ایک دوسرے کو بری بات سے جسے وہ کرتے روکتے نہ تھے عیسایا جو وہ کرتے

يَفْعَلُونَ ۝ تَرَىٰ كَيْفَ آمَنَهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ

بڑا تھا ۶۴۶ تو ان میں سے بہتوں کو دیکھو کہ جنہوں نے کفر کیا انہیں دوست بناتے ہیں عیسایا جو انہیں اپنے نزدیک چاہتا ہے

أَن يَخُطَّ اللَّهُ عَلَيْهِمُ وَفِي الْعَذَابِ لَهُمْ خِلَافٌ ۝ وَلَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ وَاللَّيْقَىٰ

کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ عذاب میں بہتے والے ہونگے اور اللہ ہی کا فرما اللہ پر وہ بھی ہوا اس پر ایمان

وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنَ الْخُبْرِ وَهُمْ أُولِيَاءُ وَلَكِنْ كَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ۝

لاستے جو اس کی طرف تار گیا تو ان کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے بہت نافرمان ہیں ۶۴۷

کہ وہ اپنے رفقاءؤں کو خدا اور خدا کے پیشے کہتے تھے ۶۴۸ اور آج یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہو کہ ہر کس سے نصن و نانی سے بیکار
کی تعلیم میں یہ ذہب بنایا گیا ایک عرب کا ہی دنیا کی تیار کیے سے ناواقف یہ کہہ سکتا تھا ہمیں یہ خدا سے عالم الغیب کا
کلام تھا جس نے اس حقیقت کو دنیا پر ظاہر کیا ۶۴۹ آج خودیور کے محققین نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور قرآن کریم
کے منجانب اللہ ہر سے پر یہ ایک بین شہادت ہو کہ

۶۴۹ حضرت موسیٰ کے بعد حضرت داؤد میں بنی اسرائیل نے جسٹانی ترقی کا اور حضرت عیسیٰ میں روحانی ترقی کا کامل

حاصل کیا۔ اور ان دونوں نبیوں نے آنحضرت صلی علیہ وسلم کی بڑی بیعت کی جو ادنیٰ کی آمد کا بہت ذکر کیا ہو مگر وہ نبی نے

یہ بھی دیکھا کہ یہ قوم نہایت سخت دل ہوتی جاتی جو اور احکام الہی کی فرمانبرداری نہیں کرتی اس لئے دونوں نے

ان منازوں کا بھی جو ان پر آئے والی تھیں ذکر کیا جو یہی لعنت یعنی دوری ہو۔ حضرت داؤد کے بعد بخت النصر کے

ذریعہ سے اس قوم پر تیار ہی آئی اور حضرت عیسیٰ کے بعد عیسیٰ کے ذریعہ سے اور ان دونوں تیار ہیں سے جبکہ

اس باعث ان کی نافرمانی تھی یہ قوم باطل ذلیل ہوتی اس کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل میں ہو جہاں پہلے فرمایا انقسمت

فی الارض مرتین (دو ایسا بنائیں) اور پھر ان کی شراعت پر جو مناز ان کو دی گئی اس کا ذکر آیت ۵۷ وایت ۵۸ میں کیا

۶۵۰ قوم کی ترقی اسی وقت تک رہتی جو جب ایک دوسرے کو نبی کے کاموں سے روکتے والے ہوں یہی مرض اب تک

میں بھی پیدا ہو گیا جو کہ نبی کے سامنے دیکھے ہیں خلاف قرآن و حدیث جہاں طرف ہر اور جو مگر خود شائد بھی بیکار

وہ دوسری کو بچے نہیں کہتے اور ان کی مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں غیبت اسلامی ہوتی تو کم از کم ایک ایک ہی دیتے اور بچہ ہر تو خدا کا رکھ

۶۵۱ البنی کا لفظ قرآن شریف میں آنحضرت صلی علیہ وسلم ہی ہوا گیا جو بعض لوگوں نے یہاں حضرت موسیٰ کو روا کیا ہے چنانچہ

یہودی حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تو کافروں کو دوست نہ بنائے مگر رواہ اصل میں یہ ہو کہ کافروں اور مشرکوں کو تو ان

بنی اسرائیل پر ہوا
اور عیسیٰ کے بعد خدا
کا

ترک ہوا لہذا

النبی صلی علیہ وسلم

۸۲ كَذَبَتْ أَهْلَ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَجِدَنَّ

تو قیسان کے لئے جو ایمان لانے دشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ مست یوں نہ کہ ان کا ایک اور جو ترک ہیں اور ان کے لئے

أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةَ لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِيْكَ ذَلِكَ بَأَنَّهُمْ

جہان ہٹے دوست ہیں سب سے قریب تو ان لوگوں کا ہونا چاہئے کہ ہم مسلمان ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے

قِيْسِيْنَ وَرَهْبَانًا وَآلَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

عالم اور راہب ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے ۸۶

لوگوں نے دوست بنا رکھا جو جیسا کہ پہلی آیت میں کہا اور وہ دوستی ملک عرب میں - لائش کی وجہ سے یا ہمسائیگی کی وجہ سے نہیں کیونکہ اگر وہی لوگ آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ان کو کبھی دوست نہ بنائیں۔ گو یا صرف اسکا کی دشمنی کی وجہ سے ایسا کیا ہو +

۸۶ قیس جقت کے اہل یعنی رات کے وقت کسی شے کا طلب کرنا اور اس کا پیچ کرنا ہیں اور قیسین نضاری کے علماء کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ مادی بھی ہوتے تھے +

رہبان - راہب کی جمع ہوا اور رغبہ اور رغبۃ کے معنی خوف ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب ملا ہوا ہوا اور رغبۃ انبیاء وہ عبادت ہیں جس میں خوف کی وجہ سے غلو کیا جائے + ودعبا انبیاء یا بتنا دعوا (الحا لہ) ۸۶ - اور راہب وہ لوگ ہیں جو تعلقات و دنیاوی سے باطل الگ ہو کر عبادت میں ہی لگ جائیں اور ایسے لوگ عیسائیت میں بہت تھے +

اصل فضا اس کہی میں یہی بتائے گا کہ عیسائی لوگ باوجود اپنے غلو کے دین اسلام کے قریب ہیں۔ اس لئے یہودیوں کی عداوت اور قساوت بھی کا ذکر کر کے اب اہل مضمون کو بیان کیلئے کہ ان میں مسلمانوں کے ساتھ محبت نیا

ہے کیونکہ ان کے علماء بھی عابد لوگ ہیں اور ان میں راہب بھی ہیں جو دنیا کو ترک کر کے عبادت میں لگے ہوئے ہیں اور عبادت سے دل نرم ہوتا ہے اور اس وقت یہودیوں اور عیسائیوں میں یہ فرق بین تھا کہ یہود باطل دنیا پر گرسے ہوتے تھے۔

سود غامی اور مال دنیا کا لانا اس سے بے محاکم کی کوئی غرض نہ تھی اور عیسائیوں میں عبادت کی طرف زیادہ توجہ ملی تھ

یہود میں قساوت قلبی زیادہ تھی اور عیسائیوں میں نرمی زیادہ تھی چنانچہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں نجاشی شاہ حبش مسلمان ہوا اور صلعم نے بھی چاہا تھا کہ اسلام قبول کرے مگر قوم کی مخالفت سے گھبرا گیا موقوف شاہ مصر نے آپ کے خاکے کے جواب میں

تھا تھا جیسے خود بخود ان کے خدا کو باطل میں لگنے کی جرات نہ ہوگی۔ بالقابل اس کے یہودیوں نے سخت عداوت کی اور لوگ لفظ عام ہیں لیکن جو وہ عیسائیوں کی نرمی کی دی جو اس نے ان الفاظ کو بھی محدود و القی کر دیا یہی اہل حالت عیسائی قوم کی

بلاشبہ یہی تھی کہ ان میں علماء بھی مادی تھے اور تاک لہ دنیا عبادت کرنے کے بھی تھے مگر آخری حالت یہ ہو گیا کہ سورہ کاف میں لایا قوم کا نقشہ لکھنا یہ کہ باطل مال دنیا پر گرتی ہیں الذین ضل صیغہم فی الخیالہ للذین انزلنا الکھفۃ ۱۰۳ اور خدا تعالیٰ کی عبادت کی بجائے دولت کے دنیا اور مکر کے طاقت کی پیش شروع کر دی اس لئے حتی سے دور چاہئے بلکہ حق کی مخالفت پر سنا نہ صرف کیا

لیکن بایں آئیے الفاظ یہ اُمید دلاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر اسلام کی طرف متوجہ ہوں گے اور واقعتاً بھی یہی شہادت تھی کہ لوگ ایک چھوٹے سے یا نہ پاس قوم میں تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ کیرٹوں کی تعداد میں قابل اور فیاض لوگ حلقہ نبوت اسلام دورے +

بقی قیسین

رہب - راہب

رہبانۃ

راہب

عیسائیوں کے اسلام کے زیادہ قریب ہونے کی وجہ

مروجہ عیسائی اسلام

الْحٰجَةُ

وَلَا اِسْمَعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اٰیٰتِهٖمْ تَمْفِیْضٌ مِّنْ ۙ

اور جب تکہ سنتے ہیں کہ جو رسول کی طرف اتارا گیا وہ تو دیکھے گا کہ انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائے

الدِّمْرِ مِمَّا عَرَفُوْا مِّنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا بِالْکِتٰبِ نَامِعَ الشَّهِیْدِیْنَ وَمَا لَنَا ۙ

ہیں اسلئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا کہتے ہیں ہمارے محبوب ایمان لائے سو تو ہم کو گواہی دینے والا ہے سلفہ کے لئے سو یاد

لَا تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِّنَ الْحَقِّ وَنَطْعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوَّوْمِ ۙ

پاس کیا ہو جو کہ ہم دشمن ہو اس میں جو ہر پاس ایمان نہ لائیں اور ہم آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا محبوب ہم کو صلہ و لڑنے کے ساتھ

الصّٰلِحِیْنَ ۙ فَاَنذَرْنٰهُمْ اللّٰهُ مَا قَالُوْا جَآءَتْ یَحْزٰی مِنْ قَعْمٰهَا اَلَا تَنْهٰی عَنْ یَّتٰمَیْنٰوْا ۙ

دشمن کرے سہارے انکو ان باتوں کا بدلہ مانگے جسکے نیچے نہیں رہتی ہیں انہی میں بچنے اور

ذٰلِکَ عِزٌّ لِّلْحٰسِبِیْنَ ۙ وَالدِّیْنَ لَمْ یَرَوْا وَلٰکِنْ بَوَّآ اٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْیَحْزِیْرِ ۙ

ہو نیکی کرنے والوں کا بدلہ جو اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہی وہی دلفرا دلہ ہیں

نہایتی اور سلفہ

۶۴۴۔ اسی گروہ میں سے نجاشی شاہ حبش تھا۔ جو مسلمان قریش کی اذیت سے بھاگ کر حبش میں چلے گئے۔ ان کو نجاشی نے پناہ دی۔ ان کے پیچھے قریش بھی پہنچے اور بہت سے تحفے و نذرانہ وغیرہ کو دیکر یہ درخواست کی کہ مسلمانوں کو یہاں امن دیا جائے نجاشی نے اس درخواست کو رد کر دیا تو انہوں نے اس کو یہ کہہ کر اگسا ناچا کہ یہ لوگ ہمارے مذہب کو ہی برائیاں کہتے بلکہ تمہارے مذہب کو بھی بُرا کہتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا حضرت جبریلؑ اس حال کہ سنا یا کہ ہم کس طرح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور گناہوں میں غرق تھے۔ پیغمبر نے یہیں ضلالت سے نکال کر کس طرح اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ تب اس نے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تم لوگ کیلکھتے ہو۔ انہوں نے مسودہ مریم کی آیات پڑھا کہ میں جن سے نجاشی پر اس قدر اشرہرا کہ وہ سوچا۔ اور شہادت دی کہ جو کچھ قرآن نے عیسیٰ کے بارے میں بیان کیا اور اس سے وہ ایک ننگے کے برابر بڑھ کر نہیں۔ آخر کچھ نجاشی مسلمان ہو گیا۔ یہ تو ایک نونہر عوامی طرح کسی لوگ اسلام میں داخل ہونے کے مقدور ہی تھا کہ عیسائیت جب پورا زندقہ پرشورے اس کے بعد پھر اسلام کو اس پر پورے طور پر غالب کیا جائے۔ اُن ایسے نونہرے آج بھی بہت سے ملتے ہیں لاڈلے شیخ کے حالات میں ایک شخص نے لکھا کہ وہ بچپن ہی سے قرآن شریف پڑھ کر دتا تھا۔ وہ بھی آج بھی ایک یورپین عیسائی ہیں جسکے دل قرآن کریم کے سامنے کھل جاتے ہیں۔

الحق جو اس آیت میں اور اگلی آیت میں آئندہ اس سے اشارہ حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کی طرف ہے جو چاہے کہ وہ عربی اور سواحلیوں باب میں جو دینی کورسج حق کے نام سے پکھان گیا ہو۔

الحق

ع

میں ان کی طرف سے
کے لئے ہے

۸۷ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنْهُمْ حُرْمٌ وَلَا حُرْمٌ مَّا حَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ستمری چیزیں حرام نہ بنیں اور جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور جس سے نہ بڑھو۔ اللہ

۸۸ لَا يَجِبُ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَانْتَعُوا اللَّهَ الَّذِي

جس سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں سکتا ۸۸ ۝ اور اس سے جس شے نے تم کو حلال بنائی ہے اس پر کھاؤ اور اللہ کا ستویٰ کرو جس

۸۹ أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ لَا يَأْخُذُكُمْ اللَّهُ بِالْعُغُوبِ إِيْمَانُكُمْ وَلَكِنْ يَأْخُذُكُمْ

تم ایمان رکھتے ہو اللہ تمہاری سچائی کے حصول میں تم پر گرفت نہیں کرتا لیکن اس پر گرفت کرتا ہے

بِمَا عَقَدْتُمْ الْأَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا

جس پر تم قسم کر رہے ہو سو اُس کا کفارہ دس مسکینوں کا کھانا ہے دیا نہ کھانے سے جو

نُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ وَأَرْسُولُهُمْ أَوْ خَيْرٌ بِرِزْقَةٍ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ

تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا ان کو لباس دینا یا گردن کا آزاد کرنا اور جو شخص نہ پائے تین دن کے روزے

أَيَّامٍ ۚ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْذَرُوا أَيَّامَكُمْ ۚ كَذَلِكَ

لکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اس طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اللہ تعالیٰ تمہاری باتیں تمہارے لئے سکھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر کرو ۸۸

میں ان کی طرف سے

۸۹ مِمَّا حَلَّ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَلَا تَحْزَنْهُمْ حُرْمٌ وَلَا حُرْمٌ مَّا حَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ

جو کچھ اللہ اسلام میں عیسائیوں کا اسلام کے قریب ہونا بیان کرتے ہوئے ان کے راہبوں وغیرہ کو حلال کر دیا تھا

میں یہ عیسائی یہ کہ انہوں نے بھی کھا جو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حلال نہیں کرتا جب تک کہ وہ خدا اور فرشتوں اور خدا اور ملائکہ کو

ذکر کے اُسے فرمایا کہ جب ستمری چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال نہیں فرمائی ہیں تو تم بغیر حرام ذکر کے بے شکاری ہو کر کھاؤ اور

کھانا پینا وغیرہ جو حلال میں صدقہ سے گزر جائے اس وہ بھی غلو کر کے ہیں لہذا اسلام غلو کو جائز نہیں لکھا ماسی نے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مالِ اقوام، موالِ النساء، الطعام والطیب والنوم، بن تموں کو کیا حال ہو گا جنہوں نے رسول کو

اور کھائے کو اور خوشبو کو اور نیند کو حرام کر دیا اور اس کے آخر پر فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت جہاد کا نواہی اور ایک حدیث

میں فرمایا میں دُعا بن سلفی فلیس منی جو شخص میری سنت سے دوسری طرف مائل ہوتا ہو وہ مجھ سے نہیں ملے گا

میں صاف عیسائی قوم کا نقشہ کھینچ کر مسلمانوں کو تنبیہ کیا ہو

عقد

۹۰ عَقْدُ تَمَّ عَقْدُكَ سِوَى حُرْمَةٍ وَطَرَفٍ كَرِهْنَا يَأْكُلُهُ وَيَسْتَعَانُهُ بَيْعُ حُرْمَةٍ وَفِرْعَوْنُ كَرِهْنَا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالْيَسِيرَ وَالْأَنْصَابَ وَلَا تَزَلُمُوا بَعْضُ

اسے تو کہ جو ایمان لائے ہو شراب اور چوریاں اور بچہ اور پائے ناپاک کام

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩١﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ

من شیطان کے عمل سے ہیں سو اس سے بچنا کہ تم کا پیاب ہو غلط شیطان مرف سے ہوتا ہے

پر غصہ عقیدہ عائد و غیرہ بولا جاتا ہو دغا، سورہ بقرہ میں عقد تم الایمان کی جگہ جہاں مضمون ہی جو حرکت تقدیر
فرمایا بالبقیہ ۲۶۵ یعنی نشان کر یا ارادہ اور عید سے ایک کام کرنا +

کفارۃ کفر کے معنی چھپانا اور کفارۃ وہ جو گناہ کو چھپا دے اسی سے قسم کا کفارہ ہو دغا +

اوسط - وسط یا اوسط کے معنی درمیان کی چیز ہیں ابن جریر کہتے ہیں یہاں وسط سے مراد قلت و کثرت میں ط
ہو اور وہ کہتے ہیں کہ کفارہ میں نبی کریم صلعم کی سنت اسی انداز میں ہو دینا تھا لازمی طور پر کفارہ کا کفارہ ناو دینا
سے زیادہ کفارہ جو نبی کریم صلعم سے حکم دیا ہو نصف صلح یا دینی سکین ہو اور کہ سے کم ایک درجہ و چھاپہ ہو
تقریباً بیس لسان کا اور دینا دقت کیلئے دیکھو ۱۲ چونکہ قیدی جب پڑا جاتا تھا تو اس کے لہ لہ گون کیا تہ
باندہ دسے جاتے تھے اسلئے دقت جو گردن کے معنی میں ہو غلام ہو پولا جاتے تھے (۱۰۰) +

حلفتم - حلف اول میں وہ قسم تھی جو ایک دوسرے سے عہد کے وقت لی جاتی تھی پھر ہر قسم پر بولا جانے کا
اسی سے صلیف و ہم جو جس سے عہد کیا ہو دغا +

نفر قسم کے معنی پہلے گزرنے کے ہیں دیکھو ۱۲ یہاں اس کا ذکر اسلئے کیا کہ بسا اوقات لوگ بلا ارادہ قسم کھا کر ایک
حلال چیز کو اپنے اور حرام کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا وغیرہ۔ ہاں جب انسان بچہ طور پر
اور چوراخم کر کے ایک قسم کھائے تو پھر کفارہ دینا چاہئے۔ مگر قسم کے کفارہ کے یہ معنی نہیں کہ انسان ایک جائزہ کر کے
اپنی قسم کھا لیتا ہو تو کفارہ دیکر بس کو بھی توڑ دے اس کا توڑنا کسی صورت میں جائز نہیں بلکہ قسم حفاظت کنی ضرور
ہو۔ ہاں قسم کھا کر ایک جائزہ چیز کو اپنے لئے ناجائز کہہ دیا تو ایسی قسم کفارہ ہے۔ کیونکہ جائز کا ناجائز کا اختلاف حکم
خداوندی جو قسموں کی حفاظت سے مراد یہ بھی ہو کہ قسم کو توڑ نہ نہیں۔ اور یہ بھی مراد ہو کہ قسم کھاؤ +

۱۰۰ دجس - پلیدی یا ناپاکی۔ جسے انسان کی طبیعت پلیدی قرار دے یا عقل یا شریعت (دغ) قرار دے تو میری تخری و دغا
سے جس میں ایسا ہی انصاف و انزالام +

انصاف اور انزالام کا ذکر پہلے شروع صورت میں ہی آیا ہے۔ انصاف سے مراد وہ چیز ہیں جن کی جادات کہتے تھے
اور انزالام سے مراد ان تیروں کے ذبیحہ سے خال کا نالہ ناجن پر لا نعم وغیرہ کھا ہوتا تھا۔ دیکھو ۱۰۰ چنانچہ حدیث کے
افاضل میں شاذب الخمر کھا ہاں اللشون اسی طرف اشارہ ہو یعنی شراب کا بیٹے والا تو بے کس کے پرچے والے کی حق و بہت
پرستی کو شرب کے ساتھ منہج ٹھہر کر بتایا ہو کہ سلمان کو شرب کے ایسا ہی بچنا لازمی ہے جیسے بت چستی ہے +

۱۰۱ چیزیں - قبیلے حرام کی باجلی ہیں یہاں دوسرے اشارہ کیا کہ جو کہ عیسائی جنہوں نے ایک وقت رہبانیت
استقرار کے حلال چیزوں کو اپنے اور حرام کر دیا۔ ایک دوسرے وقت آئے نالہ جو کہ اس قدر دنیا میں فرق اور غلطی دور
تھا۔ جو کہ حرام کو بھی حلال کر لیتے اسلئے مسلمانوں کو شراب اور جو سے بے باغ و خیر روکنا۔ مگر ہوں اور خال کے تیروں کا

کفارۃ

وسط یا اوسط

سبب کے کفارۃ

عقوبہ دقت

حلف

قسم کا کفارہ

خاف قسم

دجس

شراب اور بچہ

میانہ کا حرام کو
حلال بنانا

أَنْ يُعَفِّرَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَيْرِ الْمَيْسِرِ وَيَصِدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ

کہ تمہارے درمیان شرب اور جسے کی وجہ سے عداوت اور بغض ڈال دے اور تم کو اللہ کے ذکر سے

۱۲ وَاللَّهُ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْهَوُونَ ۚ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ

اور خدا سے روک دے سو تم ضرور ان باتوں سے روک جاؤ گے ۱۳ اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا اطاعت کرو

۱۴ أَحْذَرُوا أَنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلِمُوا أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ لَيْسَ عَلَى

معاذ اللہ! پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول ہی صرف مکمل کر رہا دیتا ہے۔ ان لوگوں پر

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا

جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے کوئی گناہ نہیں، اسلام میں جو وہ کھائیں جبکہ وہ تقویٰ کریں ایمان لائے اور

الصَّالِحِينَ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا أَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

عمل کریں پھر تقویٰ کریں اور ایمان لیں پھر تقویٰ کریں اور احسان کریں اور احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ۱۵

بھی ساتھ ذکر کیا ہے جو اگر کسی آیت میں صرف شراب اور جوئے کے نقصانات کو بیان کرے بتا دیا ہو کہ اس فرض الہی سے

روکنا اور جویم احادیث سے ثابت ہو کہ اس آیت کے نزول پر حوت شراب کی عام منادی کرنی گئی تو اسی وقت مدینہ

کی گلیوں میں تمام کی تمام شراب بادی گئی۔ دیکھو ۱۶

۱۷ جِن قَوْمٍ لَمْ يَكُن لَّهُمْ بِلَاغَةٌ فِي الْإِسْلَامِ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۖ ذَٰلِكَ يَدْعُو كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ

نقصان یہ بھی ہو کہ شراب اور جوئے سے باہر عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہو جس کا یہود پنج کھلافتہ و کھار اور وہ اس

۱۸ مَعَالِمٍ لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ يَوْمَئِذٍ يَكُونُ لَكَ يَدْعُو كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمِينِ ۖ ذَٰلِكَ يَدْعُو كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ

کھیل تو اہر یہودیوں احکام میں جن کے نازل ہونے سے پہلے بعض مسلمان فوت ہو گئے وہ ان پر عمل نہ کر کے اللہ کی وجہ سے

زیر ملاحظہ نہ تھے جو اس حکم کی ضرورت پڑتی۔ بغض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تقویٰ کریں تو ہرچ نہیں کہ

اتنی قوت نہ ہو کہ شراب پی لیں جس سے عداوت اور بغض پیدا ہو۔ یہ بھی خوب تقویٰ ہو۔ جس کے بعد جو بدعت نہ تھی

جب شراب کو جس قدر دیا جب اس کو بت پرستی کے ساتھ لاکر اس کی حرمت کو بیان کیا جب صاف کہہ دیا اس سے

بچو۔ تو تقویٰ اور شرب بخوری ایک جگہ نہیں ہو سکتے ۱۹

مواہ اس آیت سے کیا ہے؟ اوپر حلال چیزوں کو حرام کرنے والوں کا ذکر تھا۔ اسلئے یہاں فرمایا کہ کھانے پینے

سے انسان گنہگار نہیں ہوتا جو ان چیزوں کا ترک کرنا بھی تقرب الی اللہ میں داخل ہو۔ پھر بتا دیا کہ سلف میں سے بھی بعض اس

طرف گئے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے لئے گوشت حرام کر لیا تھا اور اپنا

طریق اختیار کرنا چاہتے تھے۔ سو یہاں ایسے لوگوں کی غلطی کو بھی ظاہر کر دیا۔ ان کو یہ آیت ہی حاصل کرنے کی ذمہ داری ساتھ لیا

۱۳

حرف تاء مکملہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ابْتَغُوا إِلَهُكُمْ اللَّهُ يَشْفَعَنَّ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ آيِدٌ يَكْمُرُ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کھانا کے شوق میں نہیں ضرور آنا ہے گا جس کو تمہارے ہاتھ

رہا حکم لے کر اللہ سے بے خوفانہ بالغیب سے کہیں اعتدلی بعد ذلک فلا

تہا لفظ خبر کے لئے ہے تاکہ نہ جانے کہ کون سے کون سے وقت ہے سو جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے اس کے لئے

عَلَّا يَكْمُرُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ وَمَنْ قَتَلَ ۝

وذلك خطاب ہے غیب سے اے لوگو جو ایمان لائے ہو حکم کو دار وجہ تم حالت احرام میں ہو اور جو کوئی تم پر

مِنْكُمْ مُتَعَمِّدٌ أَفْجَرُ مِمَّنْ قَتَلَ مِنَ النِّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ

جو اس میں سے کوئی شخص کہلا چلا چاہوں سے اس کا شوق جو بارے میں کا فیصلہ تم میں سے دو عدل والے کریں۔

هَذَا يَا أَيُّهَا الْعَبَاةُ أَوْ الْفَارَةُ طَعَامُ مُسْكِينٍ

یہ قرانی کتب پہنچا دالی ہو یا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا ۔

تقریبی ترجمہ

پادشاهی اور اس میں تقویٰ کے تین مراتب بھی بیان کر دیتے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ ایمان لانے اور اچھے کام کرے۔ دوسرا مرتبہ

تقریبی کا ہے کہ تمام باتوں کو مان لے اور کسی پر اس کے دل میں غش پیدا نہ ہو یعنی سب احکام الہی کی فرمانبرداری اختیار

کے اور تیسرا مرتبہ تقویٰ کا ہے کہ جو مخلوق خدا کے ساتھ احسان کرے۔ یہاں تیسری میں زیادہ سے زیادہ پہلا مرتبہ تقریبی کا

ہو کہ ایمان لانا کچھ اچھے کام کرنے لگنا احکام الہی کی فرمانبرداری رہا ہے کیونکہ کر سکتا ہو۔ پھر اس آخری مرتبہ مخلوق خدا کے

ساتھ احسان کو وہ کیونکہ یہ سکھ ہے۔ سلم تر ذی لسانی میں ایک حدیث ہے جو اسی معنی کی ہو یہ جو حضرت ابن مسعود سے ہے

کعب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعبہ کہا گیا ہے کہ تقویٰ ان میں سے ہے جو یعنی یہ تینوں مراتب

تقریبی تم میں پائے جاتے ہیں ۔

یہاں اس کتب میں ان کا ذکر کعب کی موت و حیات کا ہے۔ اسی کے متعلق یہ احکام شکار دی ہیں۔ اس ضمن میں کعبی شکار

کے ذکر سے خاص تعلق جو یہی کہ صلح کی پیدا پیش کے سال میں ایک عیسائی پادشاہ نے خانہ کعبہ کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا

تھاجس کا ذکر سورۃ نبیل میں ہے۔ پھر آخری زمانہ میں غلبہ عیسائیت کی ہر جگہ جنگوں میں قرآن شریف اور حدیث میں موجود

ہیں اور ظاہر ہے کہ عیسائیت کے غلبہ سے خانہ کعبہ کی حفاظت کا سوال پھر پیدا ہوتا ہو سکتے عیسائی نے جبکہ ذکر میں اس کا ذکر کیا

خانہ کعبہ کی حرم کو اس قدر بلند مقام پر رکھا کہ حالت احرام میں شکار کو بھی منع کر دیا ہو۔ علاوہ ان میں ایک

مردہ پر جبہ آدمیوں کا اس قدر اجتماع ہو شکار رکھنا دیکھنے بھی نقصان جان کا موجب ہو سکتا ہو ۔

انہوں کے پیچھے سے مرد و جان وغیرہ سے شکار کا پکڑنا ہو وہ یہ مرد و فیس کہ انسان اپنے ہاتھ سے ہی پکڑے۔ اور دیگر

کے شکار سے مرد و ایسا شکار ہے جو اسے زخمی کر کے حاصل کیا جائے۔ تیرا بندہ بھی اس میں آجاتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کچھ

سے مراد چھوٹا شکار دوسرے سے بڑا ہے زج ۔

أَوْعَدُ لَكَ عِيسَى مَالِدٌ وَقُ وَبِالْأَمْرِ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ سَلَفٌ وَمِنْ عَادِ

اس کے علاوہ مذکورہ مکتبہ سے کہنے کا بہانہ چکے۔ جو گزرا وہاں نے سن کر دیا اور پھر ایک

١٦ فَيَنْقُصُ اللَّهُ مِنْهُ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۚ كُلُّكُمْ صِيدُ الْبَرِّ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا

تو اللہ اس کو اس کی مشاوری اور اللہ غالب سزا دینے والا ہے۔ مقتدائے سلفہ کا لشکار اور اس کا نظام حلال کیا گیا ہے۔

لَكُمْ وَالسَّيَافَةِ وَحُرْمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

تھامے لے ہو مسٹر فل کے لے اسلامان ہے علامہ اور نرم خوشی کا شکار حرام کیا گیا ہے جب تک کہ تم سے علوم میں جو اور کمال کوئی نہ ہو

الْبُيُوتُ تُحْشَرُونَ ۖ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْيَمِينُ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ

ملفوظ اکتھے کے جاؤ گے اللہ نے کبر عورت والے گھر کو لوگوں کے لئے قائم ہے دوسرے کے لئے ہمارا انبیاء و ائمہ

الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ، ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا

دلے حسینوں کو اور قربانیوں کو اور لگائیوں ملے جانوں کو یہ اس لئے کہ تم جان لو

حالت احرام میں شکار

۵۵۰ یہاں پہلی آیت کے حکم کی تصحیح کر دی، اور حالات احرام میں شکار کرنا منع کیا ہے۔ درندوں یا سہوی

جاوہدوں کو مارنا اس میں شامل نہیں ہو۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ ایسی صورت میں منظر کیا ہو کسی جانور کی قربانی کعبہ

میں جو متوکل جانور کی مثل ہوں جس کا فیصلہ دو صاحب عدل کریں۔ صاحب عدل سے مراد ایسے لوگ ہیں جو قضاہ

کہتے ہیں۔ اور حقوق کا موازنہ کر سکتے ہوں۔ خاص حالات میں قربانی جو یا سالیکن کا کھانا یا روئے اور کس

سب فیصلہ انہی دو آدمیوں پر چھوڑا ہو۔ قرآن کریم نے عموماً ایسے فیصلوں میں ایک سے زیادہ آدمیوں کو رکھا ہے۔

بھی دو گورکھا ہے۔ اولیٰ خلق کے معاملہ میں بھی دو گورکھا۔ مثلاً، یہ کہ کدو ادنیٰ ایک دو سرے سے اس کے اسماعیل بلکہ

سج جبریل علیہ السلام میں ایک سے کسی کا اسماء، یادہ ہر سنا ہے۔ بیرون کے پی بڑا ماری پیکار میں +

طعم طعام

حضرت ابو بکر صدیقؓ ابن عباسؓ ابن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ صدیق اکبرؓ نے جس کا شکار کر کے اسے مارا حائے

وہ طعناں وہ ہنسنے و سناخ و سنانکے باوریا کے کچے ہٹ جانے سے رہ جاتے ہیں، +

سیارۃ - سیارے زمین میں چلنا۔ اور جو اجرام زمین میں چلے اے سیارۃ کہا جاتا ہے وہ جہاں

سيور-سياركا

سياحة (دولف - ۱۹۰۴)

آپنی شکار کو مٹھنے کو دیا ہو۔ یعنی اس کا پکڑنا حالت احرام میں جائز ہے۔ دریا وغیرہ کے شکار میں ان کا

جان کا خطرہ نہیں +

فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا

جان لو کہ اللہ بڑی کی سزا دینے میں سخت ہے اور کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور کہ رسول کے پرہیزگار ہونے کے

الْبَلْغُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ ۝ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْحَبِثُ وَالطَّيِّبُ

کم نہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم ہی بکرتے ہو اور جو تمہیں پکارتے ہو کہو چاک اور سفیر برابر نہیں۔

وَلَوْ أَحْبَبْتَ كَثْرَةَ الْخَيْرِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

گو تمہیں ناپاک کی بہتات تمہیں میں ڈرے سوائے خدا اور اللہ کا تقویٰ کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْتَوُوا عَنِ شَيْءٍ أَنْ تَبْدِلُوهَ لَكُمْ تَسْوِكُمْ وَإِنْ سَأَلُوا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو رہت اور چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تمہارے لئے ظاہر کی جائے تو تمہیں بدلتے ہو

عَنْهَا حِينَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ تَبْدِلُوهَ اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝

پھر جس میں آئے متعلق سوال کرو جب قرآن نازل کیا جائے تو تمہارے لئے ظاہر کی جائے گی۔ اللہ مہربان اور بخشنے والا مہربان ہے

گوئی شخص خدا کعبہ کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکا عیسائیوں پر یہ سبب ذکر کیا تا ماحمت ہو کہ لو کہ تم

نہا وہ طاقت ان کو دی تھی جو اور سب سے بڑا حکمران بھی انہوں نے ہی لگا یا جو اشاعت مذہب کے ذریعے مسلمانوں کے

عیسائی بنانے کی کوشش کی اس میں کامیاب نہ ہونے کیلئے ضرور تصرف حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس میں ناکام ہو

تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کعبہ کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو اللہ کی طرف سے سخت سزا آئے گی۔ مگر اللہ بہت بخشنے

والا ہے ان کو کئی قصوروں سے درگزر بھی کرتا رہتا ہے ۝

۹۷۷ ناپاک کی کثرت اب بھی ایک عالم کو قبح میں ڈالے ہوئے ہے مگر ناپاک اور طیب با نہیں۔ اور طیب خور کا رفا لڑیکا

۹۷۸ اس ساری سورت میں شریعت پر زور دیا جو اور اس کی تفصیلات کو بیان کیا جو مگر قرآن کریم نے ہرگز اور

و تقریب کے پہلوؤں کو مد نظر رکھا جو جس طرح پچھلے سے پچھلے کچھ میں عبادت میں غلو کروکا اسی طرح یہاں تفصیلات

شریعت میں غلو کروکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ تم بہت سوال نہ کیا کرو اللہ جو جن احکام کو انسانوں کی دہریہ کے لئے

مزدہ کی جگہ دے دینا جس طرح شریعت کا نہ ہونا انسان کیلئے موجب تکلیف ہو اسی طرح جبرے چھوے امور میں احکام

شریعت موجب تکلیف ہو جاتے ہیں اسلامی شریعت نے اعتدال کا پہلو اختیار کیا جو ضروری تفصیلات دے بھی

دی ہیں مگر بہت سی باتیں کو چھوڑ بھی دیا جو تاکہ جہاد کا درد اذہ کھلا ہے اور جو نیک احکام قرآن میں تو بتائی نہیں

سکتی ہیں لیکن جہاد و حالات زمانہ کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اور بلاشبہ بہت سے تفصیلی امور میں تبدیلی حالات کے لحاظ

سے تبدیلی حکم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے یہی طریق امن تھا کہ جوئی جھوٹی باتوں میں احکام قرآن کی تدبیر جاتے

اور ضروریات میں آمد کے مطابق اجتہاد سے کام لیا جاتا۔ حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹے

سوالات کیا کرتے تھے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے وہ بھی اسی کا مرید ہو ۝

ج

۱۰۱

چھوٹے چھوٹے سورت
کی حالت

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝ مَا جَعَلَ اللَّهُ لُغْمَتَهُمْ فِتْنَةً وَأَبْلَحَ اللَّهُ الَّذِينَ نَافَقُوا وَقَالُوا بِالْحَقِّ إِنَّا جَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسٍ وَمَا نَدْرَأُ أَفْعَالَهُمْ فَلَا تُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِآيَاتِنَا وَأَكْثَرُهُمْ لَافِقُونَ ۝ وَلَا أَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا لَوْلَا آيَاتُ اللَّهِ وَالرَّسُولِ لَكُنَّا عِندَ اللَّهِ خَافِضِينَ وَقَدِ احْتَمَمْنَا بِآيَاتِنَا وَالرَّسُولِ لَكُنَّا عِندَ اللَّهِ خَافِضِينَ وَقَدِ احْتَمَمْنَا بِآيَاتِنَا وَالرَّسُولِ لَكُنَّا عِندَ اللَّهِ خَافِضِينَ

تم سے پہلے ایک توخمین جن کا سوال کیا پھر ان کا انکار کرنے والے ہو گئے تھے۔ اُنھنے مذکور بیچرو بتایا ہے اور
 لَا سَابِقَةَ وَلَا وَصِيلَةَ وَلَا حَامٍ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
 نہ سابقہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔ لیکن جو کافر ہوئے وہ اللہ پر جھوٹ افرا کرتے ہیں۔

وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَا أَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ قَالُوا لَوْلَا آيَاتُ اللَّهِ وَالرَّسُولِ لَكُنَّا عِندَ اللَّهِ خَافِضِينَ وَقَدِ احْتَمَمْنَا بِآيَاتِنَا وَالرَّسُولِ لَكُنَّا عِندَ اللَّهِ خَافِضِينَ

اور ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے تھے۔ اور جب ان کو کہا جا کہ جو اس کی طرف آؤ گے اللہ تعالیٰ تم کو نازل کیا
 حَسْبُنَا مَا وَدَّعَآ عَلَيْهِ آبَاءُنَا وَأَوْلَاؤُنَا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا
 ہمارے لئے ہمیں ہی بس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا کیا گو ان کے بڑے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ
 يَهْتَدُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسُكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مِّنْ خَلٍّ ۝
 ہمارے لئے ہمیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کی ہوسلو کرو جو گمراہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتا

عَفَا اللَّهُ عَنْهَا سَے پھر ادو کو باوجود جہتا ہے ایسے سوالوں کے اللہ تعالیٰ نے تم پر شفقت نہیں فرمائی ۛ
 ۛۛۛ پہلی قوم سے جب نام نہ دیا جاتے تو ثانی اسرا میں ہی مراد ہیں ان کی شریعت میں بہت سے چھوٹے چھوٹے
 امور کا ذکر ہے۔ شاید وہ ایسے سوال بھی کرتے ہوں اور ان جہاں سے روایت ہو جیسے عیسائیوں نے مادہ کا سوال کیا
 پھر تا شکر کی وجہ ۛ

ۛۛۛ عیسائیوں سے جس کے معنی شن کرنا ہیں جس اونٹنی کا کان چیرا جائے اسے عیسائی کہتے تھے یعنی جب اونٹنی میں بچے
 جنٹی اور آخری نہ ہوتا اونٹنی کا کان چیر کر اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا اور اس کے کسی قسم کا کام نہ لیا جاتا ۛ
 صائب۔ صائب سے جس کے معنی ہیں زمین پر چلا۔ وہ اونٹنی جو نذرانہ لینے کی وجہ سے یا دس ماہ بچے بچنے
 کی وجہ سے آزاد چھوڑ دی جاتی اور کسی چارہ یا پانی سے اس کو نہ روکا جاتا ۛ

وصیلۃ۔ وصل سے جس کے معنی ملا نا ہیں۔ اس کی بہت سی تشریحات کی گئی ہیں بعض کے نزدیک وہ بکری ہے
 جو سات دفعہ دو دو بچے جگے۔ آخری میں اُترا یک زاد و ایک مادہ ہو تو ماں کا وہ صرف مرہ پیتے۔ اور نہ جانے لے گا
 کہ وہ بکری جو جزیرتی توڑ پھاڑوں پر چڑھایا جاتا لیکن اگر مادہ کے ساتھ نہ رہتا تو پھر اسے کہا جاتا ۛ
 حاکم جی سے جو حضور خدا کا مادہ جس سے سواری کا کام نہ لیا جاتے۔ جو ایسے رحمتی نسل کی نسل شرعی پڑاتی
 یا دس بچے ایک مادہ سے ہو جاتے ان سے پھر سواری کا کام نہ لیتے تھے ۛ

یہ تمام رسوم شرک سے تعلق رکھتی تھیں۔ گویا بتا دیا کہ تفصیلات شریعت میں ان آدمی بھی بہت دیو مگر شرک کے
 سب بیرونی کی جڑوں میں لے کر اس کے متعلق جہنم کی صورت خوب کافری ضروری ہیں۔ مسلمان غزیر کی کشتی کا نہ رسوم و آداب
 نے کس قدر بچنے کی تاکید فرمائی ہے اور ان کے گھروں میں کس طرح شرک کا رسوم جہاں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں ۛ

بحرہ جیدۃ

صائب۔ صائبۃ

وصل۔ وصیلۃ

حمی حاکم

شرک و کفر کی جڑوں

۱۰۶ اِذَا هَدَىٰ يَنْفِرَ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعَكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ يَا أَيُّهَا

جب تم ہمارے پیچھے تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر ہمارے ساتھ تم کو اس کی خبر دی جائے گی کہ تم نے کیا کیا کیا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ اِذَا احْتَرَأَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ حِينَ الْوَصِيَّةِ

وگرو ایمان لانے ہو تم ساری آپس میں گواہی دہیت کے وقت جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آجود ہو

اَنْتُمْ دَوَاعِلُ مِنْكُمْ وَاٰخَرُونَ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ

وہ اپنے میں سے صاحبِ عدل لوگوں کی ہر ایک کو اللہ و دوسرے لوگوں سے اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو

فَاَصَابَكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمْ مِمَّنْ اَبْعَدُ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُونَ بِاللَّهِ اِنْ رَئَيْتُمْ

پھر لوگوں کی موت کی مصیبت پہنچے ان دونوں کو تم دعا کے بعد روک لو گھر گھر کہ ہو تو وہ دونوں تم سے دور

لَا تَشْرِيْ بِهٖ ثُمَّ اَوْفُوا وَكَانَ اَقْوٰى وَلَا تَنْكُثْمْ شَهَادَةَ اللَّهِ اِذَا اَدَّيْتُمْ اَلْاَيْمٰنَ

کہہ دینے کے بعد نہ پھرتے ہو کہ وہ قسمی ہو اور پھر ہر ایک کی حالت کو سمجھتے ہو گھٹنوں میں سے ہر ایک کے سامنے اللہ کی قسم

۱۰۷ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ آیت ان کے قول کیلئے ہے جو جہد میں آجڑا ہو جہد میں سے ہر ایک کو کہہ دینے کے بعد وہ اپنے میں سے صاحبِ عدل لوگوں کی ہر ایک کو اللہ و دوسرے لوگوں سے اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو

فَاَصَابَكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمْ مِمَّنْ اَبْعَدُ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُونَ بِاللَّهِ اِنْ رَئَيْتُمْ

پھر لوگوں کی موت کی مصیبت پہنچے ان دونوں کو تم دعا کے بعد روک لو گھر گھر کہ ہو تو وہ دونوں تم سے دور

لَا تَشْرِيْ بِهٖ ثُمَّ اَوْفُوا وَكَانَ اَقْوٰى وَلَا تَنْكُثْمْ شَهَادَةَ اللَّهِ اِذَا اَدَّيْتُمْ اَلْاَيْمٰنَ

کہہ دینے کے بعد نہ پھرتے ہو کہ وہ قسمی ہو اور پھر ہر ایک کی حالت کو سمجھتے ہو گھٹنوں میں سے ہر ایک کے سامنے اللہ کی قسم

۱۰۸ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ آیت ان کے قول کیلئے ہے جو جہد میں آجڑا ہو جہد میں سے ہر ایک کو کہہ دینے کے بعد وہ اپنے میں سے صاحبِ عدل لوگوں کی ہر ایک کو اللہ و دوسرے لوگوں سے اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو

فَاَصَابَكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمْ مِمَّنْ اَبْعَدُ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُونَ بِاللَّهِ اِنْ رَئَيْتُمْ

پھر لوگوں کی موت کی مصیبت پہنچے ان دونوں کو تم دعا کے بعد روک لو گھر گھر کہ ہو تو وہ دونوں تم سے دور

لَا تَشْرِيْ بِهٖ ثُمَّ اَوْفُوا وَكَانَ اَقْوٰى وَلَا تَنْكُثْمْ شَهَادَةَ اللَّهِ اِذَا اَدَّيْتُمْ اَلْاَيْمٰنَ

کہہ دینے کے بعد نہ پھرتے ہو کہ وہ قسمی ہو اور پھر ہر ایک کی حالت کو سمجھتے ہو گھٹنوں میں سے ہر ایک کے سامنے اللہ کی قسم

۱۰۹ ابن جریر سے روایت ہے کہ یہ آیت ان کے قول کیلئے ہے جو جہد میں آجڑا ہو جہد میں سے ہر ایک کو کہہ دینے کے بعد وہ اپنے میں سے صاحبِ عدل لوگوں کی ہر ایک کو اللہ و دوسرے لوگوں سے اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو

فَاَصَابَكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمْ مِمَّنْ اَبْعَدُ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُونَ بِاللَّهِ اِنْ رَئَيْتُمْ

پھر لوگوں کی موت کی مصیبت پہنچے ان دونوں کو تم دعا کے بعد روک لو گھر گھر کہ ہو تو وہ دونوں تم سے دور

لَا تَشْرِيْ بِهٖ ثُمَّ اَوْفُوا وَكَانَ اَقْوٰى وَلَا تَنْكُثْمْ شَهَادَةَ اللَّهِ اِذَا اَدَّيْتُمْ اَلْاَيْمٰنَ

کہہ دینے کے بعد نہ پھرتے ہو کہ وہ قسمی ہو اور پھر ہر ایک کی حالت کو سمجھتے ہو گھٹنوں میں سے ہر ایک کے سامنے اللہ کی قسم

فَإِنْ عُرِيَ عَنْهَا اسْتَعْتَقَ إِنَّمَا فَاخَرْنَ يَقُولُونَ مَقَامَ مَنْ الْإِنِّ اسْتَعْتَقَ عَلَيْهِمُ الْوَالِدِينَ ۱۰۰

پھر اگر اطلاع مل جائے کہ ان دونوں نے کلمہ کا اظہار کیا ہو تو دونوں کی جگہ کو فریق میں ان کے والدین کی جگہ پر لے کر کہہ دینا چاہیے

فَيَقْبِضُونَ بِاللَّهِ شَهَادَتَنَا الْحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا عَتَدْنَا إِلَّا آدَارَ الظَّالِمِينَ ۱۰۱ ذَلِكُمْ كُنِيَ

پھر ان کے ہاتھں پر لکھی گئی ان کی ان کی کوئی چیز نہ ہوگی کہ وہ ہم سے نہیں بڑھتے بلکہ صرف یہی کہ ان کی جگہ پر لے کر کہہ دینا چاہیے

أَنْ تَأْتِيَا بِالشَّهَادَةِ عَلَى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُ أَنْ تُتْرَكُوا يَمَآئِمْ بَعْدَ آيَمِهِمْ ۱۰۲

ترجمہ: یعنی یہ کہ وہ شہادت کو سچ ادا کریں یا ڈریں کہ ان کی انیسوں کے بعد اور قبیلوں میں ان کی جائیں گی اور

الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۱۰۳

ان کے اقرباء کی طرف اور سنو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو جانوں کو ہدایت نہیں کرتا ۱۰۴

کے ماتحت آتا ہے۔ اور آیت عام ہے۔ اس آیت میں وصیت کے متعلق شہادت کا حکم ہے۔ اس کے یہاں لاسے کی یہ چیز کہ جب

چھوٹے چھوٹے سوالات سے روکا تو اب خود ہی یہی بتا دیا کہ ضروری احکام کو قرآن شریف سے خود بیان کر دیا ہو ایک طرف

شہد کے متعلق ہر قسم کے رواجات اور روکا تو دوسری طرف حفاظت مال کے قوانین کی بھی ضروری تفصیلات کو بیان کر دیا

یہاں سے یہی معلوم ہوا کہ وصیت کا حکم جو سورہ بقرہ میں ہے وہ کسی نسخہ نہیں ہوا کیونکہ اس آیت کا نزول آیت کے وقت ہی ہوا تھا

انہوں میں غلبہ کر گیا کہ ان کی بیٹی مسلمانوں کی بھی جائز تھی ہے۔ اور غیرہ کی بیٹی غیر مسلموں کی بھی۔ اور یہ جو فرمایا انہم

خلافہ فی الاصل یعنی پہلی حالت میں ہو تو یہاں صرف ایک سخت ضرورت کی حالت کو بیان کیا ہے۔ یہ شرط نہیں کہ اس کے سوا

گواہ یا وصیت نہ ہوں جیسو نہ ہمیں جو روکنے کا ذکر ہے وہ شہادت لینے کے وقت ہے۔ زمانہ کے بعد اس کے کہ گواہوں میں انسان

اشفاق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور یہ معاملہ ایک مشکوک شہادت کا ہے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ صلوٰۃ کے

ہر ایک اہل دین کی اپنی اپنی صلوٰۃ ہو یعنی اگر گواہ عیسائی ہوں تو ان کے مذہب کی صلوٰۃ کے بعد ہی یہاں مراد صلوٰۃ

سے ملحق دعا بھی لینا چاہیے ۱۰۵

عشر عشر عتق الرجل کے معنی ہیں وہ گریا پھر اس کا استعمال اس پر ہوتا ہے جو بیطلب کرے کسی امر پر اطلاع پانے نہ

استحقاق استحقاق الشئ کے معنی ہیں استحقاق یعنی اسے واجب کر دیا دل اس استحقاق سے مراد ہونی کہ انہوں نے

گناہ کو اسے ادا کیا ہے جو معنی گناہ کا ارتکاب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسحق علیہم السلام میں اولادیں اسحق کا قائل

ہو اور اس کا مقول خلاف ہو یعنی اٹھ چار بھی آچکا ہے۔ اور علیہم سے مراد ان کے خلاف نہیں بلکہ معنی یوں ہے کہ وہ

اور گواہ ان لوگوں میں سے کہ جنہوں نے جگہ خلاف پہلے دئے اور تاجب جرم کیا ہے معنی وارثان بیت سے ۱۰۶

یہاں یہ بتایا کہ جو لوگوں کی گواہی جب اسکے خلاف قرآن مجید میں دو گواہوں سے ہوگی کہ جاسکتی ہے کہ تین گواہوں

گوہوں کی گواہی کا کوئی علاج نہیں ۱۰۷ اور مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے گواہوں کے بھوتے پر کوئی قرینہ ہو۔ تو وہ ایک جہاں

کے حقدار ہیں ان کے خلاف گواہ پیش کر سکتے ہیں ۱۰۸

۱۰۹ شہادت کے معنی جیسا کہ اسے مراد اس کا سچ ادا کرنا ہے۔ اس قانون کے ماتحت ہر گواہ کو یہ قید ہوگی

عَلَيْهِمْ

۱۵
ع

میں ان کی باتوں کو
سنائی دے گا

۱۰۹ یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنْتَ

جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا اور کہے گا تم میں کس طرح قبول کیا گیا کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی

۱۱۰ عَلَامُ الْغُيُوبِ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيُحْيِي ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ نُرِيْعَمَّتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ

غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے اللہ جب اللہ نے کہا اسے جیسا کہ میں میری نعمت کو یاد کرو جس نے تجھ پر اور میری

وَالَّذِينَ إِذَا أَتَيْنَكَ بِرُوحٍ الْقُدُسِ فَخُذْهُمْ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

اور بزرگی جب میں نے روح القدس کے ساتھ میری کتاب کی تو لوگوں سے بچو کہ بچے میں اور بڑے میں اور بچے میں

وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ خَلَقْنَا مِنَ الطِّينِ

اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریہ اور انجیل سکھائی اور جب تیرے حکم سے مٹی کو

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتَبْرِئُ الْأَكْمَةَ

پرنکی صورت کی مانند مانگا کر انھیں پس میں پرنے کا سودہ ہے کہ کھڑے والا ہو جائے اور تو شکوہ راہ ویرانہ کو میرے حکم

وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ أَخْرَجُ الْمُؤْمِنَ بِإِذْنِي

اور بھڑکے کو اور بھڑکے کو میرے حکم سے مڑوں کو نکالتا

کے ان کی گہری اگر وہ جوش بد سے روکی ہو سکتی ہو جتنوں کے وٹائے جانے سے مراد متنبوں کا دوسری طرف دیکھنا

جو یعنی اور گواہ بلاتے جا رہے تھے

۱۱۱ مَاذَآ أُجِبْتُمْ أَحَابَتُ بَعْضِي قَبُولُ كَرْنَا هِيَ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ دَاعِيَةً ۚ ۱۱۲ هَٰذَا صِرَاطٌ

پہلی اچھلے اچھلے تم کس قسم کی قبولیت سے تمہیں قبول کیا گیا اور جواب دینا مراد نہیں دہنہ ماڈا کی جگہ جگہ اچھلنا

اس کو کج میں اصل غرض تو عیسائیوں کا ننگ ذات و نبی کا بیان کرنا ہے لیکن اس کا آغاز ایک عام سبب

سے کیا ہے کہ تو اس کے دن سب رسولوں سے پوچھا جائیگا کہ تمہاری قبولیت جو تمہارے پیروں نے کی کس شخص

کی تھی یعنی ایمان کے مظہر معائنے آئی تھی یا دنیا کی طرف جھک گئے اور حق کو چھوڑ دیا اچھے رکھ میں ہی عام سوال

خصوصیت سے حضرت عیسیٰ سے کیا ہے یہاں بھی سوال کی اصل غرض عیسائیوں کی حالت کی طرف توجہ دلانا ہے۔

جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے جو حضرت عیسیٰ کو قبول تو یہاں تک کہتے ہیں کہ غلو کے بشر سے خدا بنا دیا مگر خدا کی عیسیٰ

صرف دنیا اور ماب کی ذات کا حصول ہو اور سوال مانہ میں بھی اسی طرف توجہ دلائی ہو یہی وہ چیز کہ رسولوں کا کچھ

ہے کہ جن کوئی علم نہیں کہہ کر جو کچھ ان کی امتوں نے ان کے بعد کیا اس کا علم صرف علام الغیوب کی ذات کو ہی ہو سکتا

ہو وہ یہ سوال اصل غرضوں کی امتوں پر بطور رہنما و تامل و تامل کے ان میں اس غرض کیلئے آئے تھے اومان کا قدم کہ

چارہ چارہ نکال کر اسی کی مزید تشریح کرتا ہے۔ اور جو اس رکھ کی آیت ۱۱۱ و ۱۱۲ میں بھی بتائی ہیں

۱۱۱ ہماروں سے آئی
قبولیت کا سوال
اور اس سے مراد

وَلَا كَفَفْتُ بَنُو إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذِ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک دیا جب تو ان کے پاس مٹل بکرا آیا تو جان میں ہو کر انھوں نے منع کیا

مِنْهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا صُخْرٌ مِثْلُ بَنِي ۝ وَلَا أَفْجِئُ إِلَىٰ الْخَوَلَاءِ إِنَّ أَوْلِيَاءَهُمْ

۱۱۱ صحت کھلا دہڑا ہے غلط ہے اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ تم پر اور میرے

رَبِّي وَرَسُولِي ۚ قَالُوا آمَنَّا وَاقْتَمَدُوا بِلَنَا مُسْلِمُونَ ۝

رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گروہ کہ ہم فرماؤ اور میں غلط

الربیع

سنت

تشریح ہے و لا
ہر دو نام کے معنی

نبیہ کو سادہ
کی وجہ
ادب

خوبی کا حرف دی

۱۱۱ کففت سخت کے اصل معنی ہاتھ سے یعنی لٹکار دینا ہے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو اپنی طرف روکنا دیا، اس وقت کے استعمال سے بھی یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت مسیحی آسمان پر چلے گئے کیونکہ بنی اسرائیل کو روکنا بتاتا ہے کہ وہ انکو پرانی باتیں اور ان کو ہاتھ لگانے کے یہ استدلال بہت ہی عجیب ہو گیا سب پیغمبروں کو تو ان کے دشمن ایذا میں پہنچاتے رہے مگر میرے کچھ ایسے زلمے رسول نے کسی دشمن کا نہ بھی ان کو نہ چھو سکا بنی اسرائیل کو روکنے کا نشانہ اور صرف اس قدر ہو کہ وہ اپنے منصوبہ میں جو حضرت عیسیٰ کے خلاف کیا کامیاب نہ ہو سکے۔ ورنہ جو حالات دشمنوں سے سخت ترین طریقہ میں اٹھائے گئے اور ان کو پیش آئے وہ حضرت عیسیٰ کو بھی آئے۔ باوجود وہ عہد یصلحت من الناس کے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخم کھار جائے ہیں اور مشہور ہو جاتا ہے کہ جو صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے اگر ایک یودی حوت آپ کو نہ روک سکتی ہے تو کففت میں کوئی نقص واقع نہیں ہو سکتا اگر یودی مسیح کو پکار کر صلیب لٹکادیں مگر اللہ تعالیٰ آپ کی جان بچائے۔ بخیر۔ بخیر کے معنی کے لئے دیکھو ۱۱۲ انکار انبیاء کو سادہ ہی کہتے ہیں حضرت موسیٰ کے متعلق بتاتا ہے کہ انھیں (ذوالخرفۃ ۱۱۲) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سادہ کہتے تھے چنانچہ سورۃ یونس کے شری میں ہے کہ لوگوں کو اس پر کیوں ہے ہوتا ہے کہ ہم نے ایک شخص کی طرف وحی کی ہے کہ پرکرداروں کو ڈرانے اور نیکیوں کو خوشخبری دے اور جب رسول پہنچا دیتا ہے تو کافروں کا دیکھتے ہیں ان ہذا النحر میں ہیں دیوٹوں ۱۱۳ نام نافٹے بخیر کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کو بھی کسی فعل کو اس کے حسن کی وجہ سے سحر کیا جاتا ہے جیسے ان من البیان یا بھوٹا میں اور بھی اس کے فعل کی وقت میں اپنی کے لحاظ سے ایک چیز کو سحر کیا جاتا ہے جیسے خدا کو اس کی باریک اور لطیف تاثیر کی وجہ سے بخیر کہا جاتا ہے یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلام کی تعلیم میں بھی وہی دو باتیں ہوتی ہیں ایک طرف اس کا حسن اور دلکشی کا طبعی سلیسہ جو ہر کس کی طرف کھینچی جاتی ہے اودان کا اشرعی بہت باریک اور لطیف ہوتا ہے اس میں وہی کہ انکار انبیاء کو سادہ کہتے ہیں اور اس میں یودیوں نے بھی حضرت عیسیٰ کے کاموں کو سحر کیا۔

باقی تمام اس پر متصل بحث سورۃ آل عمران میں گزری ہے اور یہاں ان کو اس غرض کیلئے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اصل مقصد روحانی مردوں کو زندہ کرنا۔ و حاتی یا مردوں کو خدا دینا۔ اور متعدد خطروں کو ذہنی خیالات سے بچنے کے روحانیات کی بندوبست میں پرواز کرنا تھا۔ مگر ان لوگوں نے روحانی امور کو بھی جانی خیال کیا اور ہستی کی طرف جھٹکے۔ ۱۱۴ وحی کے معنی کیلئے دیکھو ۱۱۵ حواریوں کی طرف وحی کرنا صاف بتاتا ہے کہ وحی فریاد یا دہی کو بھی ہوتی ہے یا خیال یا کلام بھی بنی ہو گئے جیسی ابطلان ہو۔ ان کی اصلاح کیلئے تو حضرت عیسیٰ میں ابوحوت ہوئے۔ چھڑ گئے ان کا سوال کہ ہم پر ہاتھ

۱۱۲ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِيَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ نَسْتَطِيعُ زُرْبًا اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تیرا رب طاقت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے

۱۱۳ مَا يَدُ الْمُعْزَمِ اَلَا قَالَ تَقُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ

کھا دے تو اے معجزہ کا کہا اللہ تعالیٰ کو اگر تم مومن ہو مگر انہوں نے کہا ہم پہنچتے ہیں کہ

نَاْكُلُ مِنْهَا وَنَطْمِيْنُ فُلُوْصِنَا وَنَعْمُ اِنْ كُنْ صِدَقْتَنَا وَكُنُوْنَ عَلَيْنَا مِنْ

اگر ہم سے کھاؤ اور ہمارے دل ٹھیک رہیں اور ہم جان لیں کہ حضور تو نے ہم سے کچھ کہا ہے اور اس پر

الريح

الشَّاهِدِيْنَ ۝ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَللّٰهُمَّ زَيِّنَا

۱۱۴

گو اے ہر جائز ملازم عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ ہمارے رب

فرہم کر عین آئینہ کہ تو ہم سے کچھ برتاؤ۔ صاف بتانا ہو کہ وہ بھی نہ تھے۔ پس ان کی دعا انبیاء علی دینی تھی اور یاد ہو

اس دینی کے ان کو حضرت عیسیٰ کی صداقت پر عین کال نہیں ہوا۔

استطاعة

۱۱۵ ۹۹۹ استطاعة طاقت رکھنے کو کہتے ہیں لیکن بعض اہل سنت نے یستطیع بمعنی یطیع یا یحب بھی لکھا

ہو بمعنی قبول کرنا۔

میدان

مَآثِقَ ۝ مَیْدَان سے جو جس کے معنی کھانا دینا بھی آتے ہیں مادی اُطعمتی دے، اور مآثِقہ اس خان کو کہا جاتا ہو

جس پر کھانا ہو اور رکھا ہے کو بھی کہا جاتا ہو دغ اور بہاں مراد کھانا ہو نہ خان جیسا کہ عیدنا لولنا واُخبرنا بتاتا ہو

اور بعض نے کہا ہو کہ مآثِقہ سے یہاں مراد علم ہو اور علم کہ مآثِقہ اس لحاظ سے کہا کہ وہ قلوب کی غذا ہو دغ، مگر یہ خیال

حضرت عیسیٰ کے حالات کو مد نظر نہ رکھنے سے پیدا ہوا ہو۔

جمہور کی رائے

یہاں اس روئے کے اصل مضمون کی طرف توجہ کو بھیجی ہو۔ یاد ہو دیکھ حواریوں کو الہام بھی ہوا کہ وہ رسول

پر ایمان لائیں مگر اس زمانہ کے یہودیوں کی حالت ایسی تھی کہ حتیٰ کہ دینی بھی آسائش کا خیال دل سے نہیں کیا اور

حواری تھے بھی معمولی حد تک لوگ اسی گیر اور حصول لینے والے۔ اور ایسے لوگ عموماً اپنے خیالات کے ایک نہیں ہوتے۔

جمہور کی حالت

اس سے کھلنے کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا جواب بڑا لطیف ہے۔ دعویٰ تو مومن ہونے کا کرتے ہو اور دینی

سرمون کو تقویٰ کی راہوں پر چلنے آتا ہو نہ جسمانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے پس تم بھی مومن ہو تو تقویٰ کی

راہوں پر چلو جو میری بحث کی غرض ہو۔

جمہور کی حالت

۱۱۶ ۹۹۹ ان الفاظ سے حواریوں کی اصل حالت کا اندازہ لگتا ہو۔ اور معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بار

بار طاقت کرتے ہیں جیسا کہ انجیل میں ہو کہ تم میں جان نہیں۔ اور اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوتا تو تم

میں کہتے اور وہ کہتے اور کبھی پطرس جیسے مقرب حواری کو شیطان کے نام سے یاد کرتے ہیں تو یہ بلا وجہ نہ تھا اور

وہ دیکھ سہتے کہ خواہشات دنیا کا ان پر غلبہ ہو۔ اور گو کچھ ترقی روحانیت میں کرتے کی بھی کوشش کرتے ہیں

مگر پھر بھی کھانے پینے کے جسمانی خیالات سے کھینچے نہیں چھوڑتے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں کی حالت

أَنْزَلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً

ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر وہ ہمارے لئے عید ہو جائے پہلوں کے لئے اور ہمارے پیچھے رکھے

تِلْكَ وَآيَةُ الْفُرْقَانِ ۝ قَالَ اللَّهُ لِي مُزَلِّهَا عَلَيْكَ ۝

تیری طرف سے نشان ہوا کہ تم کو دے اور وہی بہترین حق ہے والا ہی مٹا دے اللہ نے کہا میں اس کو تم پر اتارنے والا ہوں

کر دو نظر آتی ہو۔ اور ان کے بالمقابل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال روحانی ایک آفتاب کی طرح روشن ہو جب وہی جو کرباد و دالہام کے ابھی تک ان کو یقین کا دل نہیں کہ حضرت عیسیٰ ان سے جو کچھ کہتے ہیں سچ ہو جن لوگوں کا یہ خیال ہو کہ حضرت عیسیٰ کی سچ قبروں سے مردے کال کر زندہ کرنا کہتے تھے۔ اور نبی کی شکلیں بنا کر کو سچ کے پیڑ نہایت تھے ان کے لئے یہی دیا سبق ہو کہ اگر ایسے کھلے معجزات ہوتے ہوتے تو حواری حضرت مسیح کو سچا جانتے کیلئے کیا مادہ کے اتارنے کے کیوں محتاج ہوتے۔ قبروں سے مردوں کا کل آنا اور نبی کی شکلوں کا پیڑ نہ جانا تو مادہ کے اتارنے سے بہت زیادہ کھلے بھرنے ہیں۔ جو لوگ یہ دیکھ چکے ہوں وہ مادہ کے محتاج نہیں ہو سکتے پس کم از کم قرآن کے نزدیک ان کے کھلنے و غیرہ معجزات سے ظاہری معنی ہرگز مزا نہیں +

عید

۹۹ عید سے جس کے معنی لوٹ کر آنا ہیں۔ اور عید وہ جو لوٹ لاکر آئے اور خوشی کے دن کے ساتھ لفظ مخصوص ہو گیا ہو۔ اور شریعت میں یوم الفطر اور یوم النحر سے مخصوص ہو گیا +

ایک مرتبہ نصیحت کر کے آخر حضرت عیسیٰ سا کہ میں ادا ہوئی قوم کی خواہش کو پورا کرتے ہیں جس طرح حضرت مسیح کو اپنی قوم کی خواہش ادا کرنا اللہ جبروت کی وجہ سے یہ دعا کرنی پڑی رب ادنیٰ اعلیٰ الیہ السلام مگر بجائے مادہ کے جو صرف حوالہ پر نازل ہوا ہے ایسے مادہ کی درخواست کرتے ہیں جو پہلوں اور پچھلوں کیلئے کیساں موجب سرور ہو۔ اس دعا کی قبولیت میں حالات جو وہ کچھ باقی نہیں رہنے دیتے کہ ان کے معاملہ میں یہاں تک کے اس عید ہی عید ہو پہلوں اور پچھلوں میں فرق صرف یہ ہو کہ ان کو روٹی کے ساتھ کچھ نکر آخرت کی بھی معنی اب روٹی اور پیٹ کی پوجا ہی باقی رہ گئی ہو +

مگر کیا یہ حالت و شک کے قابل ہو؟ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا اپنی امت کے برگزیدہ لوگوں کی پڑی ہو یہ جو کاسے خدا کمال عہد کا رزق کفایت ہو یعنی اس قدر دنیا کے سامان میں انہماک نہ ہو کہ وہ آخرت کو بھولی جائیں یہ دنیا کا حقیقی علم و حافی ہو جس کو اپنی امت کی روح کی تھپے۔ اس چیز کی فکر جو انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہو مگر حضرت مسیح پر کچھ الزام نہیں جس قسم کا میلان قوی دیکھا اسی قسم کی دعا کی۔ اور وہ نہایت ہی ایسا تھا کہ ابھی روحانیت کو ضروری کامل دنیا میں حاصل نہ ہوا تھا اسلئے انبیاء اپنی اپنی قوم کی حالت کے مطابق ہی تعلیم دیتے تھے حضرت مسیح کے معجزات میں بھی کھانے پینے کا بہت ذکر ہو کہیں خود ہی ہوں روٹیاں بہت لوگوں کو کفایت کرتی ہیں۔

(روحانہ ۱: ۱۱) تو کہیں اٹھا رہے تھے پانی کی شرباب بن جاتی ہو اور لوگ پانی کی برکت ہوتے ہیں (روحانہ ۱: ۱۱)۔ اور اسی معجزہ کا شریعہ پر یہی نمایاں ہو۔ دعا کرتے ہیں تو دن بھی روز کی روٹی کی دعا ہی سب پر مقدم کہتے ہیں ہمارے روزینہ کی روٹی کچھ ہم کو بخش۔ (دستی ۱: ۱۱) سو یہاں تک کہ روٹی میں ہی لگنی اور شرباب بھی مسلمان کی زندگی کا مقدمہ ہو کہ وہ دنیا میں نیکی اور اخلاق کا معلم ہے۔ روٹیاں بھی خدا ہی تیا ہو۔ مگر یہ سچ ہی ہو کہ انسانیت کا حسب العین کھانا چاہنا نہیں۔ بلکہ نیکی اور اخلاق ہیں۔ انشاء اللہ ان کلمہ مومنین +

حضرت عیسیٰ کی دعا
مادہ

حضرت کو دستکی
روحانیت کا کار

حق تعالیٰ پر معجزات

۱۶

میں نے اس کے اول
بندہ کی کتب میں

فَمَنْ يَكْفُرْ يَكْفُرْ وَمَنْ يَكْفُرْ فَإِنَّ أَعْدَابَهُ لَحَدَاتِنَ الْعَالِيَةِ

پھر جو کوئی تم میں سے لائے، ایسا دشمن ہے کہ تمام جہان میں کسی کی ایسا خدا نہیں دے گا

۱۱۷ هَذَا قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَاقَتْ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَارْحَمِي

اور جب اللہ نے اسے عیسیٰ ابی مریم کی قوس سے کہا تھا کہ، مجھے اور میری ماں کو خدا

الْهَيْنَ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَذَا قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي

کے سوا اور معبود بناؤں گا۔ کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایاں تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے

رَبِّي إِنْ كُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُ أَنْتَ عَلَّمَ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا

تو نہیں اگر میں نے کہا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو

فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ

تو حق رکھتا ہے۔ کیونکہ تو غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ۱۱۸

۱۱۹ یعنی وہ نبی و فرشتے وی جاس کی لیکن ان کی ناشکری کا نتیجہ بھی پھر دیا ہی ہوا جو جاسی قوموں کے پاس دنیا

کی دولت اور دنیا کی آسائشیں بہت جمع ہو گئی ہیں اور دنیا کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ ہر دور و ہر دور کی آسائش کے بعد مصائب

کا دور شروع ہوتا ہے۔

۱۲۰ یہ کلام عالم برحق کا ہے جو نزول قرآن سے پہلے ہو چکا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اسی کی تفسیر میں حدیث ہے کہ قرآن

نے دن بنی کریم صلعم یعنی اس کے بعض لوگوں کو رونق کی طوف جاسے دیکھنے کے نقطہ میں فاقول کیا قال العبد الصالح لم یب

کون کا مجھے عہد ہوا یعنی مجھے ملے کہ جہاں اپنے لئے عید مضارع اور حضرت عیسیٰ کے لئے عید ماضی استعمال کیا ہے

جسما سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ کا خدا بنانا تو ظاہر ہے۔ مریم کو بھی عیسائیوں کے بعض فرقوں نے صفات الہیت دی ہیں چنانچہ

رد میں کہتے ہیں کہ اس کے بت بنا کر ان کی پیش کرتے ہیں۔ خدا کی ماں اس کا خطاب ہی بنا ہے کہ اس کو ایسا مرتبہ دیا

گیا جو اور ان کے پیڑ پڑی نیکیا میں ہو کہ قرآن عرب وغیرہ مقامات میں بعض عیسائی مریم کو خدا کی طرح پوجتے تھے۔

اور مریم سے دعا وال کا آگنا بھی حاضر رکھا گیا ہے۔ گو قرآن شریف میں مریم کو کہیں تثلیث کا اقوام نہ لکھا ہے کہ بیان نہیں

کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر باپ بیٹے روح القدس کی بجائے تثلیث کے تین اقوام ماں باپ اور دنیا بھر کے جہاں

تو بہت زیادہ ضرور ہوتا تھا۔

۱۲۱ پہلے جواب حضرت عیسیٰ نے یہ دیا ہے کہ میرے لئے یہ کہاں شایاں تھا کہ میں ایسا کہتا مگر اس سے بھی پہلے کہا تھا

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات تمام میرے پاس تھا۔ خدا کے ساتھ کوئی خدا یا معبود یا شیا بنا کر اس کی صفات میں شریک نہ کرنا ہے۔

ما فی نفسی سے مراد ایسی باتیں ہیں جو انسان حق رکھے کیونکہ دل میں جوابات رکھی جاسے وہ حق ہوتی ہیں۔ ظاہر نہیں ہوتی۔

ما فی نفسی

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ

میں نے ان کو کچھ نہیں کہا مگر جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے ۱۷

عَلَيْهِمْ شَهِيدٌ آمَدٌ مُتَرَفِعُهُمْ فَلَمَّا كَوِّفْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ

ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں تھا پھر جب کوئے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر

عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۱۸ إِنَّ لَعْنَتَ رَبِّمُ وَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۝

نہجیان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے ۱۸ اگر تُو ان کو عذاب دے تو وہ میرے ہی بندے ہیں

اور اسی طرح مافی نفسک سے مراد وہ باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ غنی رکھے ان کا علم بندہ کو نہیں ہو سکتا ۱۹

۱۹ یہ دو مراجع آپ کے لئے انہیں کیا گیا۔ وہ وہی تھا جو خدا نے حکم دیا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے ۲۰

۲۰ یعنی خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس کی اچھلے کی بندگی کر ۲۱

حضرت عیسیٰ کا تبار
توحید اور تعلیم

۲۱ یہ تیسرا جواب ہے کہ نہ صرف میں نے تعلیم توحید کی دی بلکہ جب تک ان میں تھا تو ان پر گواہ بھی تھا یعنی دیکھتا رہا کہ وہ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور میری عبادت نہیں کرتے پس یوں تین طرحی سختی کی اول یہ کہ یہ نبی کو شاید پان نہ تھا کہ ایسی تعلیم دیتا۔ دوسرے یہ کہ اس کے خلاف خدا سے واحد کی عبادت کی تعلیم دی تیسرے یہ کہ آپ کی زندگی میں وہ لوگ واقعی اس تعلیم پر قائم رہے اس ساتھ ہی یہ بھی کہ کما کبریٰ وفات کے بعد ان کی کیا حالت ہو گئی اس کو تو ہی جانتا ہو۔ مراد اظہار ہے کہ غلط تعلیم میری وفات کے بعد ان میں ہو گئی۔ جب تک میں ان میں تھا تب تک وہ صحیح تعلیم پر قائم رہتے ۲۲

وفات پہ پہلے

یہ آیت حضرت مسیح کی وفات کو قطعی طور پر ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں عیسائیوں کا عقیدہ مگرشے کا نا نہ صحت مسیح کی وفات کے بعد کا قرار دیا ہو ۱۰ اور چونکہ وہ عقیدہ نزول قرآن سے پہلے پکڑا ہوا تھا اس لئے حضرت عیسیٰ کی وفات بھی نزول قرآن سے پہلے ہو چکی تھی۔ دوسرے نطق قونی کے معنی میں اس پر بحث ہو چکی ہے دیکھو ۱۱ علاوہ انہیں اس آیت کی جو تعبیر خود نبی صلعم سے مروی ہے۔ وہ بھی اس کا قطعی فیصلہ کرتی ہے۔ حدیث بخاری میں ہے کہ جب قیامت کے دن میری امت کے دھن لوگ پلا کر درخ کی طرف میرے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ نہیں جانتا کہ میرے بعد انہوں نے کیا کیا فاقول کہا قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیداً ما دم مت فہم خلفاؤ فی حق کنت انت الوقیب علیہم یعنی میں دی بات کو نہ بھانپتا جو عیسے نے کہی تھی اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب کوئے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ نبی کریم صلعم کا انہی افظا کو استعمال کرنا صاف بتاتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی امت بھی حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد ہو گئی ۱۰ اور اسی طرح آپ کی امت آپ کی وفات کے بعد ہو گئی ۱۱ اس قطعہ اللہ تعالیٰ آیت اور اس حدیث صحیح کے سوتے ہوئے حضرت عیسیٰ کی وفات کا اظہار کرنا انصاف سے ہو گا۔ ورنہ تو یہی کہ معنی سوائے وفات کے کچھ اور کرنا انت کے خلاف ہے ۱۰ اور بخاری سے ابن عباس کے اثر متوفیٹ میثاق کو بیان بیان کر کے بتا دیا ہو کہ توفیق کے معنی سوائے وفات دینے کے اور کچھ نہیں ہو سکتے ۱۲

۱۱۰ وَلَنْ تَغْفِرَ لَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ

اور اگر تو ان کی حفاظت کرے تو یہ حق ہے غالب مکت دالا ہے عفو اللہ نے کہا ۷ وہ دن ہے

يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

کہ صادقوں کو ان کی سچائی بخ دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ

بیشد میں رہیں گے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہوتے ۷ سچائی

۱۲۰ الْعَظِيمُ ۝ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَفِيهِنَّ كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

کامیاب ہے ۷ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ ان میں ہو اس کے نیچے ہو اور وہ ہر چیز بہت در پختہ

۱۱۹ ۷ یہاں حضرت عیسیٰ شرک کی معافی کے لئے سفارش نہیں کرتے بلکہ چونکہ یہ کلام عالم باری کا جو نازل ہوا

سے پہلے جو کچھ اس نے تفسیر لہم سے مراد ان کی حفاظت کر دینا ہو، وہ وہ حفاظت بذریعہ رسول کے جو کچھ پہنچا کر

ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنا ہو اسی نے آخری الفاظ انت الغفور الرحیم نہیں، حالانکہ سفارش معافی پر تو قوی ہو

پاویں تھے، بلکہ انت الغفار الرحیم ہیں۔ جو حضرت ابراہیم نے بھی اس موقع پر بولے ہیں جہاں ایک رسول کی بعثت

کینے دعا کی ہو دہنا دیا بعثت فیہم رسولاً منهم اِنَّكَ أَنْتَ الْغَفَّارُ الرَّحِيمُ (البقرہ ۱۲۹) اور حضرت یا قلیبہ اور

حکمت کی صفات کا ذکر کیسے ہی موقع پر موزوں ہو جہاں اصلاح کر دی جائے یہی معنی سدی سے مروی ہیں ان تفسیر لہم

تفخیم من الصلواتیۃ و تہدیم الی الاسلام (ج) یعنی تفسیر لہم سے مراد یہ ہو کہ ان کو نصرا نیت سے نکال

اسلام کی ہدایت فرماتے ۷

۱۱۹ ۷ ہم سے مراد وہ یوم ہو جو اس حیات دنیا کے بعد شروع ہوتا ہو اور ینفع الصادقین صدقہم کے معنی

اسی طرح ہیں جس طرح لیستل الصادقین عن صدقہم (الاحزاب ۸) میں اپنی حق نے زبان سے سچائی کا اقرار

کیا جو اس کے فعل کے صدق کا سوال کرے کیونکہ اعتراف حق کافی نہیں جیسا کہ اس پر افعال صادق کی ہونے پر

صدقہ کے معنی میں دونوں باتیں شامل ہیں۔ زبان سے سچ بولنا اور افعال سے سچ کر دکھانا پس یہاں یہ بتایا ہو کہ

اس زندگی کے بعد یا اس آخری زندگی میں انسان کو نفع پہنچانے والی دو چیزیں ہیں ایک سچائی کا مان لینا۔ دوسرے

اس پر عمل کرنا۔ ۷ وہ لوگ جنہوں نے سچائی کو قبول ہی نہ کیا وہ کیا نفع اٹھا سکتے ہیں ۷

۱۱۹ ۷ سجد کے آخری الفاظ میں اپنی وسعت سلطنت پر فخر کرنے والی قوم کو بتایا ہو کہ زمین و آسمان کی بادشاہت

اللہ کی ہی ہو، انسانوں کا تصرف عارضی ہو حقیقی مالک ایک ہی ہو جو ہمیشہ رہیگا۔ ابن جریر میں ہو کہ مخاطب الی میں

حضرت عیسیٰ کی دعا
سفرت آیت سے
مراد

ماد قولی کی قدر
کے سوال کا مطلب

سُورَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ

مشکا در سوم کی
چشمک اسم کا پس
قوم تھا

نہی نہی دولت

نام۔ اس سورت کا نام الانعام ہے جس کے معنی چارپائے ہیں اور اس میں بیشش رکوع اور ایک سو چھیاسٹھ آیات ہیں۔ سورت کا اصل مضمون توحید الہی کا بیان کرنا ہے۔ اسی مضمون میں ان مشرک کا ذکر سوم کا ذکر آتا ہے جو چارپایوں کے متعلق عرب میں مروج تھیں یعنی بعض قسم کے اونٹوں بکریوں وغیرہ کی عزت و احترام جو شرک کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ انکو ساندھ کے طور پر چھڑو دیتے تھے۔ ذان پر کوئی سواری کر سکتا تھا نہ انکو فوج کیا جاسکتا تھا نہ ان پر چڑھنے کے متعلق کوئی حد بندی عاید ہو سکتی تھی۔ اسی طرح کی اور بھی رسوم تھیں۔ اسلام کی اصل غرض نہ صرف توحید کا حفظ تھا کہ چند برسے قبلے عالی دماغ لوگ خدش ہو جائیں اور ان کے لئے ایک خیالات بلند کی دعوت کا سامان مجلسائے ملکہ عوام انسان کی زندگی پر توحید کا عملی طور پر ڈالنا اس کے حفظ تھا ان کے رسوم و رواج سے شرک سے تعلق رکھنے والی ہر بات کی تکلفی کرنا اصل مقصد تھا اس لئے توحید کو جس سورت میں بیان کیا اس کا نام ایسا تجویز کیا جس کا تعلق ہر فرد بشر کے گھر سے تھا۔ اور ان رسوم سے تھا جو ہر گھر میں صدیوں سے گھری زندگی کا حصہ بنی ہوئی چلی آتی تھیں۔ یہ خیالات نہیں بلکہ حقیقت ہی یہ کہ توحید کا قیام نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان رسوم کی تکلفی نہ ہو جو شرک کے رنگ میں ہر گھر اور ہر انسان کی زندگی کا عملی طور پر چڑھتی ہوئی ہوتی ہیں مثلاً کے طور پر اس ملک ہندوستان کو لے لو۔ یہاں بت پرستی اور انسان پرستی اور رنگ و رنگ کی مشن لٹھ پرستشیں ایک طرف رکھو اور نگائے کی مشرک کا نہ عظمت کو دوسری طرف رکھو ایک شخص کیلئے انعام فتر کی پرستشوں کو وہ کرنا آسان نہ مگر نگائے کی مشرک کا نہ عظمت کو جس کا تعلق ہر ہندو کے گھر سے اور ہر ہندو کی علمی زندگی سے ہے کوئی شخص دور نہیں کر سکتا اس لئے اس کے جو توحید کامل کا ذمہ دست علم جو سواری دیا تہذیبی کیلئے یہ آسان امر تھا کہ ایک عملی توحید کی تعلیم انہوں نے ہندوؤں کو دی اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بت پرستی سے فطرتاً مگر نگائے کی مشرک کا نہ عظمت کو وہ دور نہ کر سکے اور نتیجہ یہ ہوا کہ حقیقی توحید سے یہ قوم اسی طرح دور پڑی ہوئی جو قربان کریم کا اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا یہ کمال تھا کہ نہ صرف علمی طور پر خط ناک سے خطر ناک بت پرستی کو وہ دور کے توحید گئی کو قیام کیا بلکہ شرک کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور اپنی اصطلاح کو مکمل نہ سمجھا جب تک کہ مشرک نہ رسوم کی تکلفی نہ کر دی۔

خلاصہ مضمون۔ سورت کا اصل مضمون توحید الہی ہے۔ اور اولی سے آخر تک اسی ایک مضمون پر زور دیا ہوئے مفسرین رسالت کا ذکر اس تعلق سے آیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے یہاں توحید کا قیام ہونی چاہی۔ اور اسی میں میں شرک کی انتہا مگر نہ لاکھائی یا موشن کی تہذیبی اور آخری کامیابی کا ذکر بھی آیا ہے مگر اصل غرض کہ نہیں چھڑنا بلکہ اصل میں شرک کی لذات کی تبدیلی یعنی ان لوگوں کے شرک کی جو دو خافی تجویز کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی کچھ ذکر اس مقام کا ہے اس کی مکذیب کرنے والوں کا کیا جو توحید کو قیام کر سکتے دیتا یاں سمجھا گیا تھا۔ دوسرے رکوع میں شرک فی العبادت کی تردید کی جس سے پتہ چلا کہ شرک ایک ایسی چیز ہے کہ مشرکوں پر بھی ایک وقت آئیگا کہ وہ خود شرک سے سبزداری کا انکار کر دیتے۔ اس میں غلطی انسان کی فی شہادت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ چوتھے میں گنہگار کے انجام کا بیان کیا ہے جس میں عذاب استیصال کا ذکر ہے جو چھپے میں توحید کے لئے والوں پر انعام و احسان کا ذکر ہے جو ساتویں اور آٹھویں میں محاسبہ اعمال اور اس کی غرض کو بیان کیا ہے نویں میں بتایا کہ اس مذہب توحید پر حضرت ابراہیمؑ والا نبیاء بھی قائم رہے اور ان کی اپنی قوم سے بحث کا ذکر کیا دسویں میں بتایا کہ سب انبیاء کا مذہب توحید ہی تھا گیا رحویں میں حضرت

وَمَا كُنْزُكُمْ فِيهِ لَافْسِدُشْنَ اِنَّكُمْ لَعِشْرُونَ لَوْ كُنَّا

صلم کی وحی کا ذکر فرمایا بارہویں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا تذکرہ کے بعد پرہیز دہی جو اور ساتھ ہی حق کی تدبیر کی کیا
بلا کر کیا۔ تیرہویں میں شرک کے مختلف پہلوؤں کا ابطال کیا اور اللہ تعالیٰ کا بی بی اور بیٹے سے پاک ہونا بیان کیا۔
چودھویں میں پھر مشرکین کی مخالفت اور پندرہویں میں منجوبہ بازوں کے انجام کا ذکر کیا سوٹھویں اور سترھویں
مشرک اور مشرک کا رسوم کا ابطال کیا انھارہویں میں منجوع غذاؤں اور مشرکین کے باطل عذروں کا ذکر کیا، انیسویں
میں توحید کے علی پہلو کو بیان کیا کہ فرض صرف ایک اور نبیوں صرف مشرک کا رسوم کا ترک کرو یا نہیں بلکہ صحیح
زندگی میں پھر ہونا توحید کا اصل مقصد ہو۔ مال و جان کی حفاظت کے احوال بتاتے اور بیویں میں بتایا کہ توحید کامل کو
جہنم دیکھیں قرآن کریم پیش کیا ہے تو اس کا ملکی غور حضرت خرمی صلی علیہ وسلم ہیں اور اسی بلند مقام پہنچنے کے سہارا
کو کوشش کی جاسکتی ہے اور سورت کا خاتمہ اگر ایک طرف ابطال کفارہ پر کیا تو دوسری طرف آخری الفاظ جوع و خشکی
بھی سنائی کہ جب تم توحید کے ان صحیح اصول پر قائم ہو جاؤ تو تمہیں زمین میں بادشاہ بھی بنا دیے گی کیونکہ مخلوق کا
خیر خواہ و مددگار ہی ان پر حکومت کا اہل ہو اور ساتھ ہی ذرا باجی لگا کر تمہیں ان اصول کو ترک کرو یا تو وہ بادشاہت تم
سے بھی لی جائے گی +

ترتیب قرآنی میں الانعام کا مقام۔ یہ سورت نزول میں پہلی چار سورتوں میں سورت پہلے کی ہوا دہی کو مگر ترتیب میں
اس کو چھٹیں رکھا جو حال کلاس کا مضمون جو توحید پر چاہتا تھا کہ اس کو بتلا میں رکھا جاتا ہے جس سے کہ توحید کو قرآن کریم نے
بنیاد پھرایا ہو۔ اس لئے قرآن شریف کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے ہوتی ہے جو سورتہ بقرہ کی ابتدا بھی ایمان بالذبح
ہوتی ہے مگر سب سے پہلا حکم جو قرآن شریف میں جو دہی بنا چاہا انا اس عبد وادبک اور فلا تعجلوا اللہ انما داہی ہے
پھر سورۃ آل عمران کی ابتدا بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے ہوتی ہے لیکن چونکہ مسئلہ توحید ایک علمی مسئلہ جو اس لئے
مسلمانوں کی تعلیم میں ابتدا ایک ایسی صورت سے کی جس میں ان کی فلاح و بہبود ہی کے طریق ان کو سمجھانے یعنی سورۃ
بقرہ اور سورۃ آل عمران اسی مضمون کی تکمیل کرتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ دونوں میں یہود اور نصاریٰ کے عقائد پر بھی توجہ
کی ہے پھر سورۃ النساء میں معاشرت کے اصول کو بیان کیا اور سورۃ مائدہ میں تمدن کے اور اس ساری علمی تعلیم کے نقطہ
ماتوع کے مضمون کو بیان کیا کہ مسلمان سمجھیں کہ ان کی مقدم ضروریات کیا ہیں اور سورۃ مائدہ جس کے بعد یہ بھی توجہ
سے لیں بھی اس کا خاص تعلق ہو کیونکہ اس سورت میں عقو کے ایفا کی طرف توجہ دلائی تھی تو سب سے پہلا عقدا اللہ تعالیٰ
خلق کی توحید کو بتاتا ہے اس کا ذکر بالتفصیل یہاں کیا۔ بلکہ سورۃ مائدہ کے آخر کا خلق بھی الانعام سے خصوصیت سے ہے
کیونکہ اس سورت کے آخر میں عیسائی عقیدہ اور یہیت مسیح کی تردید کی جو ایک عظیم الشان شرک تھا تو اب شرک کے تمام ذکر
پہلوؤں کا ذکر کر کے مضمون توحید کو کامل کو پہنچایا یہی وجہ ہے کہ باوجود اس کے کہ یہ سورت توحید پر اس میں عیسائی عقیدہ
کا ذکر بالتفصیل نہیں کیا بلکہ نہایت مختصر الفاظ پر اس کی جو آئی ہوں نہ وہ دلد و نہ کن لہ اصاحا۔

تایید نزول۔ اس پر اتفاق ہو کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اور حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ یہ صحت سدی کی
ساری ایک روایت میں مکہ میں نازل ہوئی۔ دیگر روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورت سب کی سب ایک ہی ترتیب
مکہ میں نازل ہوئی۔ اور اس کی دو یا تین آیات کو جو بعض لوگوں نے مکی کہا ہے تو غلط فہمی ہے۔ یہو کا ذکر یا بعض فضیلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد وآلہ وسلم

شرعیات کا کہیں نازل ہوتا ایک مسلم امر جو غذاؤں کی حلت و حرمت کا حکم سورہ نحل میں بھی موجود ہے جو حاکم وہ بھی بالاتفاق کی ہو اور سورۃ انفصام سورہ نحل کے بعد کی ہو اس لئے کہ اس سورت میں سورہ نحل کے حکم حلت و حرمت خدا کا حوالہ موجود ہے جو قل لا اجد فی ما اوحی الیّی عن ربّی الا ان من یحرم من حیوان ما ذبح علی اسم اللہ فہو حلال لکم و لعلکم تعقلون (۱۳۸) قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی زندگی کے آخری سال میں یہ سورت نازل ہوئی۔ ایک اتنی ہی سورت کا یہ کہ تہ نازل ہونا اور اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دہانا قرآن کریم کے عظیم الشان اعجازوں میں سے ایک اعجاز ہے۔ بعض لوگوں کی قوت حافظہ بیشک بڑی زبردست ہوتی ہے جو بعض اشیا کو ایک ہی دفعہ سنا کر یاد کر لیتے ہیں بعض شخص کو ایک ہی دفعہ سنا کر وہ ہر اسکتے ہیں لیکن یہ سب نہ تو اشعار میں سرگدہ ہیں اس میں کوئی قصص ہیں یہ چیزیں حافظہ کے معاون ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس میں توحید کا علمی اور بظاہر خشک معنی بھی جس میں بظاہر کوئی ربط نہیں۔ پھر یہ کوئی قصہ اور کہانی نہیں کہ وہ چار لفظ اور دھڑ دھڑ ہو جائیں تو مصنفہ نہیں یہ شعر نہیں کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرے مرزوں لفظ سے پر ہو جائے تو ہرچ نہیں اس کی ایک ذریعہ میں فرق نہیں کہ ایک حرف کی کمی بیشی نہیں اور پھر نزل کے ساتھ یہ لکھی جاتی ہیں اور اس لکھی ہوتی ہے دوسرے لوگ اس کو یاد کرتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حرف کی جگہ پر آچکے تھے یہ جزوی ہے کہ اسے نازل میں پڑے ان حالات کے اندر کہ قدرت حاکم ہونے کی ہر حرف کی جگہ پر۔ اور یہ سب حفاظت آپ اس حالت میں کہتے ہیں کہ ایک ہی دفعہ آچکے نہیں رکھ اور ۶۶ آیات کی اتنی لمبی سورت کو ذلت کے مرتبے سے سنا جو یہ وہ اعجاز تھا جس کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ میں توجہ دلائی جو مسقط ثبات فلا تنسی ولا تحثی (۱) یعنی ہمارے پڑھنے کا لفظ یہ جو کہ تم اسے بھی بھولو گے نہیں۔ گنتا خدا تعالیٰ جو اس کا پورا ہونا جس پر تائید کا شاہد ہو کر نازل ہوا۔ اور یہ جو اس آیت میں آتا جو مسقط ثبات فلا تنسی الا ماشاء اللہ تو بعض لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف جہل بھی جایا کرتے تھے خود باللہ من ذلک اس طرح قرآنیت کا مطلب بھی خطہ ہو جاتا جو کیونکر پڑھتے کا یہ مطلب ہوا کہ ہم تجھے پڑھائیگے تو تو نہیں بھولے گا مگر جو اللہ جلے جہل جایا کریگا۔ تو نہ بھولنا ایک بے معنی بات ہوتی۔ آیت کا یہ مطلب ہر نہیں یا ان الاستثنائے منقطع ہے اور آیت کا مطلب یہ جو کہ ہم پڑھائیگے وہ تو ہرگز نہیں بھولے گا مگر میں نے نہیں کیا تھا اور حافظ اس قدر زبردست ہو کہ تم بھی کوئی چیز بھولتے ہی نہیں بلکہ اور باتوں میں جو اللہ جلے جہل بھی جاتے ہو لیکن یہ بات وہی ہے کہ پہنچائی جاتی ہو وہ نہیں بھولتے۔ اور یہی حقیقت اللہ تعالیٰ کے پڑھنے میں اعجاز ہے کہ ایک انسان جو اور باتیں جہل بھی جاتا ہو وہی بھی اس کا ایک لفظ تک نہیں بھولتا اور پھر اس اعجاز کا کمال اور یہی پڑھ جاتا ہے جو کہ میں نے نہیں کیا تھا یہ اتنی ہی سورتیں لکھتے تھے نازل ہوتی ہیں تو دوسری طرف کسی سورت کی کوئی آیت کسی وقت نازل ہوتی ہو اور ان لوگوں کو آپ اسی طرح لکھوا دیتے ہیں اور ساتھ ہی حافظوں کو اس تربیتیکی یاد دلادیتے ہیں لیکن کمال یہ کہ آپ کے پڑھنے میں نہ کبھی کسی لفظ میں کمی بیشی ہوتی ہو اور نہ ترتیب وہی میں ہی تغیر واقع ہوتا ہے حالانکہ اس تربیتیکی لکھا ہوا قرآن بھی کوئی سورت نہیں۔ یہ بات بجائے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا بجا معجزہ ہے کہ جس کی تفسیر دوسرے انبیاء میں کوئی نہیں آتی۔

۱ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ

سب قرطب اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائے

۲ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ يَعْذِبُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَفَّضَ

پھر جو کافر ہیں انہیں سب کے ساتھ برابر عذاب میں مبتلا دیا ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر ایک

۳ اَجَلًا وَّاجِلٌ لَّكُمْ عِنْدَنَا ثُمَّ اَنْتُمْ تَمُوتُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ

میں مقرر ہوا اور ایک دن اور ایک دن کے ان میں پھر تم جھوٹے ہو گئے اور آسمانوں اور زمین

وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَعَلَ رُءُوسَكُمْ لِكَيْلِمْ ۝

میں وہی اللہ ہے وہ تمہاری چھپی اور خفیہ باتیں جاننا ہے اور وہ جانچے جو تم کہتے ہو سنا

۱۔ عَذَل کے معنی کے لئے دیکھو ۶۶۵ اور یہاں بعد لفظ میں مراد ہو اس کا عدل یعنی برابر اور شریک
دوسرے کو ٹھہراتے ہیں اور عدل لفظ حق کے معنی آتے ہیں جائز یعنی ظلم کیا (۶) +

اس سورت کی اصل غرض توحید الہی کو بیان کرنا ہے اس لئے پہلی آیت میں ہی سب کوئی قسم کے شرک یعنی شرک

فی الذات کی تردید کی اور وہ شرک ثنویہ کا بھی معنی جو لوگ خدا مانتے ہیں ایک خالق خیر اور ایک خالق شر اور ایک

کا بنائے والا اور ایک خلقت کا۔ یہ عقیدہ آتش پرستوں میں پایا جاتا ہے۔ اسلام نے شرک یا دی کو کوئی مستقل وجوہ نہیں بنا

بلکہ دی کو محض ان قومی کے غلط استعمال کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں اسلئے خالق ایک ہی ہو گیا ہے وجہ یہ کہ انسان

اور زمین کے ساتھ خلق کا لفظ لگا یا اور ظلمت اور نور کے ساتھ جعل کیونکہ جو چیزیں اچھے استعمال کیلئے پیدا کی گئی ہیں

انہی کے ہرے استعمال کا نام دی ہو اُن اصل کا حال اللہ ہی کیونکہ سبب الاسباب دی ہو شرک خالق الگ مانتے ہیں

یہ تسلیم کر لیا جاتا ہے کہ شرک یعنی دی کا مضاف بلکہ انسان اس پر غالب نہیں آسکتا بلکہ ضرور ہے کہ انسان اس میں ہمیشہ

کے لئے غوث ہے۔ پر خلاف اس کے اسلامی توحید کی رو سے دی کوئی ایسی چیز نہیں جس پر انسان غالب نہ آسکے۔

بلکہ انسان کی ساری جدوجہد کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ یہی اس کا نصب العین بنانا چاہے کہ دی پر غالب آئے اور ان

لوگوں کے لئے ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں جو دی پر غالب آئے اور جنہوں نے شیطان کو بھی اپنا فرمانبردار بنا لیا

مطلقاً معلوم ہوا کہ انسان شی سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے کہ خدا میں جن سے انسان کا قیام ہو وہ شی سے ہیں۔ گویا یہی

کا خلاصہ خدا میں ہیں اور خداؤں کا خلاصہ وہ لفظ جس سے انسان کی پیدائش ہوتی ہے جو آسمان اور زمین کی پیدائش

کا ذکر کیا تو انسان کی پیدائش کا بھی ذکر کیا۔ ایک مباحثہ ہمارے میں انسان کی ذہنی زندگی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک

وقت کیلئے جو یعنی موت تک اور اجل اسفحی جو اس کے حضور ہو وہ دوسری زندگی کے متعلق ہے یعنی اس کا کمال بعد بھی ایک

وقت معروضہ بعد مگر یعنی قیامت کے دن اسلئے اسے جسمانی یا معنوی یا دین محزون کا انتقال توحید کو یقیناً بعد الموت کی طرف کیا گیا

مطلقاً پہلی دو آیتوں میں یہ ذکر کیا کہ خالق ایک ہی ہے اور یہی آگاہ آسمانوں میں وہی ایک ہی اللہ ہے یعنی وہ ہر

کوئی اس کی ذات میں شرک نہیں اور اس حقیقت کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اللہ جو ذات باری کا اسم ذات ہے جس سے

۱۰
شرک فی ذات کی تردید

عدل

توحید کا شرک

دی کیا ہے

خالق شرک نہیں ہے

اسم شرک نہیں

وَمَا تَلْبِسُهُمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ

اور کوئی چٹانم اپنے رب کے پیمانوں میں سے کچھ پس نہیں آتا مگر وہ اس سے منحرف نہ ہونے دیتے ہیں بلکہ ان کو

لَكُنْ بُرَايَا نَحْنُ لَنَا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا يَاسْتَعْزِزُونَ

انہوں نے حق کو بھلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا سو ان کے پاس اس کے وقوع کی خبر آ رہی تھی جس پر وہ ہکا بکا کرتے تھے

أَلَمْ يَدْرَأَوْا أَنَّهُمْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کس قدر ان سے پہلے ہم نے انہیں ہلاک کر دیں جن کو ہم نے زمین میں وہ طاقت دی تھی جو

مُكِّنْكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَصَلَّلْنَا الْآلَةَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَكَفَلْنَاهُمْ

تم کو نہیں دی اور تم پر ان پر زور سے جینے کا ہوا بدل بھیجیا اور نری بنا دیں جو ان کے نیچے بہتی تھیں پھر ان کو ان کے

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَاسٍ

نگہ ہلاک کی اور ہلاک کیا اور ان کے پیچھے دوسری نسل پیدا کر دی مگر

بھی کبھی کوئی دوسرا شے نہیں ہوا یعنی یہ نام بھی کسی دوسرے معبود پر نہیں بولا گیا حالانکہ وہ انہوں میں لوگوں سے

اشترک کر لیا ہو اور پھر اس کی قدرت کا ذکر کر کے جو خلق میں خود راہوئی جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا کے علم

کا ذکر کرتا ہو اور ساتھ ہی کچھ ہیاد و ظاہر باتوں میں اور کہتا ہے میں یہ اشارہ ہو کہ تمہارے اعمال کو دوسری زندگی پہنچائی ہو

۱۰۰ اس ماز کو کہ اعمال سے دوسری زندگی پیدا ہوتی ہو اللہ تعالیٰ کی وحی نے ہی انسان پر ظاہر کیا اور حالانکہ

یہ بات انسان کی بھلائی کے لئے بتائی تھی مگر لوگ ہمیشہ ہی ایسے پیغام کو سنکر منہ پھیر لیتے رہے ہیں

۱۰۱ عذاب جس سے وہ استہزاکرے تھے وہ عذاب تھا جس سے ان کو ڈرایا جاتا تھا اس کی خبریں ان سے مراد عذاب

عذاب کا آتا ہو دوسری جگہ اور تعلیم نیا کا بعد حین دھن ۱۸۸۰ ہاں بھی مراد وہی ہو

۱۰۲ قرون قرون یا اختراع کے معنی ہیں وہاں زیادہ چیزوں کا اجتماع کسی رنگ میں اسلئے قرون دہائی قرون وہ کو

ہیں جو ایک زمانہ میں جمع ہوں یعنی ایک نسل (ع)

مکناہم ممکن لکھ۔ صلوات کے ساتھ اور بغیر صلوات کے وہ نون طبع آتا ہو اور اس کا اصل مکان دیا قتل

سے ہے اور ممکنہ کے معنی ہیں اس کو مکان یعنی ثبات اور قرار یا یا مضبوطی اور قوت دی۔ اور ممکنہ کے معنی بھی

یہی کئے گئے ہیں اور یہی کران کو سیاب تصرف اور عیش وغیرہ میں جیسے کنڈالٹ مکنا یوسف (یوسف ۲۱)

ملا دارا اس کا اصل ذوق جو دودھ یا آسنوں کے کثرت سے بھنے پرولا جاتا ہو اور ملتی دودھ کو بھی کھتے ہیں

اور استعارہ بارش کی کثرت پرولا جاتا ہو اور دھن اچھے یا برے عمل کو بھی کہا جاتا ہو جس سے اللہ کڈک عام خاص

جو جمع اندھم دھنوں و مقولوں پرولا جاتا ہو

پہلی نسلوں کی ہلاکت کا ذکر ان کی عبرت کیلئے کیا ہے جن لوگوں کو نبوی آسانشوں کا حصہ نہ پا چلا جاتا ہو وہ آخر

قرون

مکن

ذکر ملاد

کونین شہادت کرے

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ ۝ ۱۲

کوزین کے اندر چھرو ہر دیکھ جھٹلنے والوں کا انجام کیا ہوا کوس کے ٹوہ

مَّا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ قُلْ لِلَّهِ كُتُبٌ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ الرَّحْمَةُ لِقَبْعَتِكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

جو کھڑا سمندر اور زمین پر جو کوشہ کے لئے اُس نے اپنے ہر صحت کو لازم کر لیا ہے وہ تم کو موعیت کے کھٹو

الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ هُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَهُ مَا سَكُنَ

جس کو چکا اس میں کوئی شک نہیں جنوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا ہے ایمان میں لائے ملا اور اسی کا ہے جو کھ

فِي النَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۚ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ اتَّخَذَ وَلِيًّا فَاطْلُبْ

مات اور دن میں سب سے اور وہ کھٹو والا جاننے والا ہے ۱۳ کو کیا میں اللہ کے سوا لئے ولی بناؤں جو اتنا بڑا ہے

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ رَّكِيزٌ ۚ يَوْمَ لَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَالِدَاكُمْ وَلَا أُولَٰؤُا بِمَا كَفَرْتُمْ ۚ أَتَىٰ

اللہ کی ہر ہمت

كُلُّ شَيْءٍ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۚ الرَّحْمَةُ لِقَبْعَتِكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ هُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَهُ مَا سَكُنَ

کل شئی علی نفسہ الرحمۃ لِقَبْعَتِكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ هُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَهُ مَا سَكُنَ

اپنے بندوں کو کشتی دی ہوا اور عیسائیوں کے اس عقیدہ کی بھی تردید کی جو کہ خدا میں بدل پر رحم نہیں بتایا جو کہ ہم کو اس

قدر غالب پر کس کو اس نے اپنے اور بلازم کر لیا ہو اس کا رحم ہے پانچوں طرح جانی دنیا میں کام کر رہا ہو اسی طرح

عالم روحانی میں کام کرتا ہو اور یہ جو اس کے بعد فرمایا کہ تمہیں قیامت کے دن کیلئے جمع کرے گا تو اس میں گو ایسی ہمت

کی وسعت کلاہی ذکر کی کہ نہ کس رحمت کا ظہیم الشان ظہور اسی عالم میں ہو گا اور جنوں نے اپنے کام کئے ہیں ان کو

اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے مالا مال کر چکا بلکہ بنا دیا کہ سب پر ہی رحمت ہو گی اس جنہوں نے خدا کی رحمت کے سامنے

اس دنیا میں خاتمہ نہیں اٹھایا وہ کچھ نقصان ہی اٹھائیں گے مگر آخر کار پوری رحمت ہو گی رحمت کے غضب پر سبقت لے جا

کے کچھ معنی نہیں اگر یہ مانا جائے کہ کوئی حصہ بلکہ کثیر حصہ اور بڑا حصہ مخلوق کا ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گا

اور عذاب جہنم سے کبھی بھی نجات نہ پائے گا ۱۴

سُورَةُ النَّازِعَاتِ ۚ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ ۚ وَلَهُ مَا سَكُنَ

ظہور، ظہور، ظہور

اور مقابل کے مقابل پر تھک رہی تھی حرکت کرنا اور رات کے مقابل پہون اور سکون کیلئے رات ہی زیادہ موزون ہو

اور مقابل کے نفاذ کا ذریعہ کیا جیسا کہ اکثر خدا میں سے ایک کے ذکر پر کتب کیا جاتا ہو اور عرض ہے جو کہ جس طرح مکان

کے لحاظ سے سب کچھ اسی کا ہر اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے بھی سب کچھ اسی کا ہر اسی طرح اسی کی چوکی تھی جو سب کا مالک ہو

سورۃ النازعات ۱۴ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ ۚ وَلَهُ مَا سَكُنَ

کے خاطر ہونے کے معنی ہیں کہ وہ اس کی ابتدا اور اختراع کر لیا اور اسی سے خطیہ ہو دل اور فاعل کا لفظ اختیار کر لیا

یہ اشارہ ہے کہ اس کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے لہے سے ہوئی خواہ ان کی پہلی حالت کیسی بھی ہو اور قرآن شریف میں ہی

ہو کا تعلق فقط ہوا (الانعام ۳۰) یعنی وہ پہلے ایک غیر فیروز حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سب اجرام انگ

لگ کر دئے ہیں جو کہ یہی پہلی حالت فرض کی جائے اس کا بنا تو الہی اللہ تعالیٰ ہی ہو

السموات والأرض هو يظعم ولا ينظم قل إني أوتيت أن أكون أوّل

آسمانوں اور زمین کی اور وہ کھائے کو چھینا اور کھائے کو نہیں دیا بلکہ کھانے کو کھیں اور پینے کو پینے

۱۵ مَن أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إني أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي

جو فرما دیا ہوئے اور تو میرے مشرکوں میں سے نہ ہو ۱۵؎ کہو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے

۱۶ عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنِ النَّبِيِّ ۝ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَلِكَ

دن کے عذاب کے وقت ہوں ۱۶؎ جس سے وہ عذاب آج پھیر دیا جائے تو اس پر اس نے یقیناً رحم کیا اور ۱۶

۱۷ الْقَوْدِ الْمَيِّنَ ۝ وَلَنْ نَسْأَلَكَ اللَّهُ بِضُرِّهِ فَلَا كَاشِفَ لَهُ أَهْوَ وَلَا نَسْأَلَكَ

کھل کا یابی ہے ۱۷؎ اور اگر اللہ تجھے کوئی ضرر پہنچائے تو سوائے اسکے کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے

۱۸ رَحِيمٌ فَهُوَ عَلَىٰ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے ۱۸؎ اور وہ اپنے بندوں کے اور پر غالب ہے اور وہ حکمت والا خبردار ہے ۱۸؎

۱۹ قُلْ لِمَنْ سَبُّ مَجْهُودٍ بَاطِلٌ لَّكَ دِينُكَ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

اسباب بھی جو اس لئے فرمایا اور اس کا حقیقی مستحق وہی ہو گا کوئی اور ۱۹؎

۲۰ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۱ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۲ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۳ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۴ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۵ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۶ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۷ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۸ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۲۹ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۳۰ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۳۱ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

۳۲ قُلْ مَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ عَلَيْهِ السَّمَاءُ بِسُحُبٍ مَدِينَةٍ ۚ وَرَبُّكَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

قُلْ إِنِّي شَهِدْتُ شَهَادَةً قَدْ قِيلَ اللَّهُ سَمِعْتُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَدْعِي إِلَى هَذَا الْقُرْآنِ ۱۹

مگر کوئی چیز شہادت میں سب سے بڑی ہے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے عطا اور قرآن میری طرف سے کیا گیا

لَا نَذْرُكُمْ بِهِ وَمَنْ كَذَّبَ فَإِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَى قُلْ

مگر میں نہیں اس کے ساتھ قداوس اور اسے جس کو وہ پہنچے عطا کیا تم کو ہی دیتے ہو خدا کے ساتھ اور مجھ کو ہی کہہ دیا

لَا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ الَّذِينَ آمَنُوا ۲۰

گوئی نہیں دیتا کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے اور میں اس سے بری ہوں جو تم شریک کرتے ہو عطا جنہیں ہم نے

الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ كَلَّا يَتَذَكَّرُونَ

کتاب ہی سے پتہ چلتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ دجھانے آپ کو نقصان میں ڈالتے ہیں وہی ایمان نہیں لیتے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۲۱

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی باتوں کو جھٹلائے یقیناً ظالم کامیاب نہ ہوں گے عطا

۱۹ اللہ کی شہادت اس سے قبل سے ادا ہوئی ہو۔ وہ اسباب و نیایں پیدا کر دیتے جنوں نے رسول اللہ صلعم کا حق پر ناظا کر دیا۔ وہی سب سے بڑی شہادت جو قبل سے ظاہر ہو

۲۰ یہاں قرآن کریم کے ذریعے سے انذار کے لئے دو گروہوں کا ذکر کیا۔ ایک وہ جو اسکے باہر راست میں مخاطب ہیں اور دوسرے جن میں بلغم یعنی جن کو یہ پہنچے۔ ان الفاظ سے قرآن کریم کے انذار کا دامن سب قوموں اور تمام زمانوں پر غیبت تک پھیلا دیا جو کیونکہ میں بلغم سے باہر کوئی نہیں رہ جاؤ۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو قرآن کریم کی تبلیغ نہ پہنچے وہ اس کو نہ سنے گی وجہ سے مواخذہ کے نیچے نہیں بلکہ فطرت انسانی کے خلاف جو کام وہ کریں اس کی وجہ سے مواخذہ کے نیچے ہونگے۔ گویا ایسا انسان کی فطرت کی دوسری روشنی جو طبع طبع کے عوارض کے نیچے دب جاتی ہو اور ایک قرآن کریم کے آفتاب عالم تاب والی روشنی ہو۔ اس دوسری روشنی میں نہ چلنے کی وجہ سے گمراہی ہوگی جن کو یہ روشنی پہنچ گئی وہ نہ فطری روشنی کے لحاظ سے ہر انسان مواخذہ کے نیچے ہے۔

۲۱ اس میں اصل غرض کو کھرا بیان کیا وہ سب چیز کا مالک ہو سب پر رحم کرنے والا ہو سب کا خالق ہو وہی سب پر غالب ہو پس اس کے سوائے دوسرے معبود کسی کو نہ بناؤ۔ پھر یہی وہی الہی کی شہادت ہو۔ اور یہی صحیح فطرت انسانی کی شہادت ہو۔

۲۲ پہلا حکایت کا وہی ہے جو الباقی ۲۰ میں آچکا۔ وہ مرنے والی گویا جو کچھ کہیں فرمایا وہی میں نے سنا حالانکہ اس وقت ابھی یہودیوں کی طرف سے مخالفت کا اظہار نہ ہوا تھا۔ لکھا ہوا کہ قرآن نے یہودیوں سے دیا قیامت کا کھمبہ صلیبی کی نسبت ان کا کیا خیال ہو۔

۲۳ شہرہ پڑھان ان کا یہ کھنڈہ کے ساتھ شریک ٹھہرتے تھے اس سورت کے سولہویں رکع میں نہایت

وَقَوْلَانِ

سُجَّ

شہادت کی خبر سے

شہادت

ظہری شہادت

پہلا خطہ

شہادت کی خبر سے

۲۲ - **وَيَوْمَ نَخْشَهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّا سُرُّكُمْ وَأَكْمَلُ الَّذِينَ كُنْتُمْ**

اوس دن ہم ان سب کا کھٹا کریں گے تب ہم ان کو جنوں نے شرک کیا کہیں گے وہ تمہارے شرک کہاں ہیں جس کے لئے

۲۳ - **تَرْجَعُونَ ثُمَّ لَكُمْ تَكُنْ فِئْتَهُمْ أَأَنْ قَالَُوا وَاللَّهِ رَبَّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ أَنْظِرْ**

پھر واپس کر دے تھے ۹۲۳ تب ان کا فتنہ نہ ہو گا مگر یہ کہ وہ کہیں گے کہ اللہ ہمارے سب کی قسم ہم مشرک نہ تھے ۹۲۴ دیکھ

۲۵ - **كَيْفَ لَكُمْ أَنْتُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ وَلَهُمْ مِنْ يَسْتَنْصِرُ**

کس طرح اپنے ادھر چھوٹ جاتے ہیں اور جوہدہ اصرار کرتے تھے ان سے جاتا رہے گا ۹۲۵ اور ان میں کو وہیں جو تیری

إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمُ الْكِنَّةَ أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا

طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ کلمہ سمجھیں نہیں اور ننگے کانوں میں بوجھ ہے

صفا میں سے ان کے شرک اور مشرک کا مذہب کو بار بار اقرار علی اللہ کیا ہو

۹۲۳ شہ کا ذکر میں اضافت ادنیٰ بلاست جو مراد ان کے شرک نہیں بلکہ وہ ہیں جنکو وہ خدا کا شرک بناتے تھے۔

ایک جتنار قیامت کے دن ہو گا مگر یہ کریم صلعم کی تشریف آوری نے بھی ایک نونہ قیامت صغریٰ کا

دکھا دیا اور اس دنیا میں بھی ان مخالفین پر وہ وقت آگیا کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ وہ تمہارے خدائی کے شرک

کہاں ہیں اور کہیں اب تمہاری ہر وہ نہیں کہتے

۹۲۴ فتنہ فتنہ سے مراد یہاں بعض مفسرین نے شرک لیا ہو بعض نے جواب یا عذر اور ان کے مذکور فتنہ

اس لئے قرابہ یا کہ وہ جھوٹ ہو۔ مگر فتنہ کے اصل معنی بلا یا عذاب یا دکھ ہیں۔ اس لئے عربوں میں بھی ہو سکتے ہیں

کہ ایک قوم وقت ہو کہ مسلمانوں کو قہر کی وجہ سے دکھ دیتے ہیں۔ لیکن وہ وقت بھی اپنے آپ کا کہ دکھ دینا تو ایک

طرف رہا خود شرک سے اپنی بیزاری ظاہر کر دینے والا اس صورت میں اشتہائے منقطع ہو گا

ہم شرک نہتے یا تو جھوٹا عذر ہو اور اگلی آیت میں یہ اشارہ ہوا اور یا اشارہ ان کے اس خیال کی طرف ہے

۹۲۵ انھیں ہم اللہ یقین دہانی اللہ ذلی (الزمر ۳۰) یعنی ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اس ذریعہ سے اللہ

تعالیٰ کا قرب حاصل کریں۔ اس صورت میں اگلی آیت میں یہ فرمایا کہ جس بات کا اقرار ان کی فطرت کرتی ہو چاہے

۹۲۶ قیامت کے دن وہ بول اٹھیں گے اس کے آج خلاف کر رہے ہیں۔ دوسری جگہ بھی جہاں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا

پتہ چھپنا ہو ہی دکھا یا ہے کہ جب وہ اور نصیبتیں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تب صرف خدا کو پارتے ہیں۔ یوں

بار بار اس فطرت کی شہادت کی طرف توجہ دلائی ہو جس کی گواہی انسان کو اس دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ مگر پھر

وہ جھوٹ بولتا ہو۔ یعنی اپنی فطرت کی شہادت کے خلاف عمل کرتا ہو

۹۲۷ اپنے آپ پر جھوٹ بولنے میں ان کے اس دنیا میں مل کی طرف اشارہ ہو کہ فطرت کی شہادت کو کچھ لیکن یہ سچ

ہی خلاف جھوٹ بلکہ کبھی تقرب کا عذر کہے اور کبھی کچھ کہہ کر شرک کے ترک ہو جاتے ہیں اور اس بات کی طرف اشارہ ہو

۹۲۸ کہ قیامت کے دن ان کا شرک کر کے اپنے ہی خلاف جھوٹ بولتے ہیں

شرک نہ کرے گا خدا

وَمَنْ يَرْوُكْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا حَقًّا ۖ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اگر یہ سنا کہ نشان بھی ہے کھینے تو انہی پر ایمان دلائیں یہاں تک کہ جب شیعہ پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں جہانزیں کہتے ہیں

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُجْلَزُونَ

یہ کچھ نہیں مگر پہلوں کی کہانیاں ہیں ۹۲۳ اور وہ اس سے روکتے ہیں اور خود بھی روکتے ہیں اور وہ عرفان ہے

إِلَّا أَنْفُسَهُمْ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ وَلَوْ زَكَىٰ إِذْ ذُقُوا عَلٰى النَّارِ فَقَالُوا أَأَلَيْسَ تَارِدٌ

آپ کو ہی ہلاک کر رہے ہیں اور دوس نہیں کرتے ۹۲۴ اور اگر تو دیکھ جب آگ کے سامنے کھڑے ہو جائیے کہیں یہ کھلے ہوئے

وَلَا تَنْكِبْ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَتَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

تو نہ جھٹکنا اور انجیب کی باتوں کو جھٹلائیں اور مومنوں میں سے ہوں ۹۲۵

۹۲۳ یسقط۔ استماع کے معنی اصفا و جس دفع، یعنی نازل ہونا اور مرد کا زوں کا نازل کرنا ہو یعنی کان لگانا ۶

استماع

یقفہ۔ رقفہ اس علم سے جو موجود ہو علم غائب کی طرف پہنچنا ہو اسلئے یہ علم سے زیادہ خاص ہو لا یجاءدون

قفہ

یقفہ۔ حدیث (النساء ۷۷) اور تَقَفَّہ کے معنی ہیں قضاہت کو طلب کیا اور اس سے مخصوص ہوا الیتقفہ فی اللہ

تقفہ

(التوبة ۱۲۲) اور یقفہ اس معنی میں کہ علم ہو دفع ۶

قفہ

وقرأ۔ ذوق کان کے بوجھ کر کہتے ہیں اور گدے اور بچہ کے بوجھ کو بھی وقرا کہا جاتا ہے اور وقرا دسکون اور علم کہتے ہیں

وقرأ

اساطیر۔ اُسْطُوْرَة کی جمع ہے اور یہ سطر ہے جو جس کے معنی لکھنا ہیں وَالْقَلَمُ وَمَا يَسْطُرُ وَت (القلم ۱)

سطر

وكتاب مسطور (الطور ۲) کان ذلک فی الكتاب مسطورا (الاحزاب ۶) اور اساطیر کہنے سے مراد ہے

جھوٹ بنا کر خود دکھایا ہے ۶

جھوٹ

اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ ابتدا کے طور پر نہیں لگا تا یا پڑے نہیں ڈالتا افضل لکھا جا چکا ہو دیکھو ۹۲۳ ایسے الفاظ

دلی پر دوس کا

میں عموماً اس کفر پر صراحت کی حالت کو قرآن کریم بیان کرتا ہے جو کفار خود اپنے لافوں سے اپنے لئے پیدا کر رہے ہیں۔

اور خود اس آیت اور اس سے اگلی آیت کے الفاظ سے ہی ظاہر ہو۔ کیونکہ یہاں اول فرمایا کہ اسے نشان خدا

بھی دیکھیں تو یا ان وہ میں کو یاد ہو فیصلہ کر کے ہیں کہ کفر کو کبھی نہ چھوڑینگے خواہ کتنا بھی بین ثبوت ل جائے پھر فرمایا

کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو تمہارے دل سے باتوں پر غور کرنے کی بجائے تھوڑے کیلئے آتے ہیں اور

اس سے اگلی آیت میں یہ تو کہ نہ صرف وہ خود حق سے دور جاتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں ایسے

نافق

لوگوں کے دلوں پر دوس کا ڈالنا جائز نہیں قوانین اللہ کے مطابق ہے ۶

وقت حرق

۹۲۴ یسقط۔ معنی اغرض یعنی منہ پھیرنا یا تابا غلابی و درہو گیا و نا بجائے دفعی اسما یل ۸۳۱ دفع ۶

۹۲۵ یسقط۔ دفع کے معنی ٹھنڈا کرنا یا ٹھنڈا کرنا ہیں۔ اسی سے مؤقت ٹھنڈے کی جگہ ہے۔ اسی سے وقف کا

وَمَنْ يَحْمِلُوْنَ اَوْْلَادَهُمْ عَلٰى ظُهُورِهِمْ اَلَا سَاءَ مَا يَزِيدُوْنَ ۝ وَمَا الْحَيٰوةُ اِلَّا نَسْوٌ ۝۳۳

اور وہ اپنے بچہ اپنی پیشوں پر اٹھاتے ہوئے ہونگے دیکھو وہ بوجھ باریج اور غماز ہیں ۳۳ اور دنیا کی زندگی صرف

الالعب و لہو و ولدا لا اخرة خیر للذین یتقون ا فلا تعقلون ۝

کھیلنا اور بے حقیقت کھندہ اور آفت کا گھر بننا ان لوگوں کو بڑھاپہ و تنہائی کہ نہیں بھرنے کہ تم عقل پر کام نہیں کرتے ۳۳

۹۳۱۔ ساعۃ۔ ساعۃ اصل میں زمانہ کے اجزائیں سے کسی چیز کا نام ہو اور اس سے مراد قیامت بھی لی جاتی ہے اور ساعۃ یعنی قیامت تین طرح پر ہوا جاتا ہے یعنی محاسبہ کیلئے لوگوں کا اٹھا یا جانا یا ساعت کبڑی ایک نسل کا یا ایک قوم کا فنا ہونا یا ساعت و سلی ایک انسان کی موت یا قیامت صفی جیسا کہ حدیث میں ہے من مات فقد قامت قیامتہ و دیکھو ۳۱

ساعۃ

بقعۃ۔ بقعۃ کے معنی ہیں کسی چیز کا انکسار اس طرف آ جانا جاسے گمان نہ ہو غ، +
ضابطۃ۔ ضابطۃ کے معنی ہیں قصور کر کے آگے بڑھا۔ اور ضابطۃ یا ضابطہ مقدم معنی آگے جانے والے یا آگے بڑھنے والے
کوسا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا فخرکم علی الخوض یا جیسا چوئے بچے کے جنازہ کی دعا میں ہے یا اہل جہنم
لنا ضابطا اور ضابطہ یہ ہے کہ آگے بڑھنے میں حد سے تجاوز کرے اور قطعاً یہ کہ آگے بڑھنے میں کوتاہی کرے یا کھٹ
فی جنب اللہ (الزمرہ ۵۶) ما فہلکم فی یوسف (یوسف ۸۰) +

بقعۃ

ضابطۃ

اخراط تفریط

۹۳۲۔ و ذلک لعل یحییٰ فوجک من المعنی یوحی ہیں اور مراد گناہ ہے اور ذلک کے معنی جانے پناہ ہیں جو بائیں سے دغا
اللہ کی لاقات یا لقاء اللہ کا مرتبہ انسان کے اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کا مرتبہ ہے اور اس کا جھلنا ناگہ یا انسان کے
کمال کی ترقیات کا جھلنا ہے جتنی اعلیٰ فرض انسان اپنے سامنے رکھتا ہے وہی قدر اپنے خدا داد قوی سے زیادہ فائدہ
اٹھاتا ہے اور لقاء اللہ سے یا اخلاق اللہ میں رنگین ہونے سے بڑھ کر کوئی مقصد انسان فی زندگی کا نہیں ہو سکتا جو
شخص اس مقصد کو چھوڑتا ہے وہ اپنی اغراض کو صرف دنیوی زندگی تک محدود کر دیتا ہے اور اپنے اعلیٰ قوی کو مٹا کر
گردناتا ہے اور جس وجہ سے وہ بچتا چاہتا ہے جتنی خدا کیلئے جدوجہد اس سے بہت بڑھ کر ہو جائے اٹھنا پڑتا ہے +
۹۳۳۔ اھو وہ چیز ہے جو انسان کو اس بات سے جو اس کیلئے ضروری ہے اور اہم ہو روک کر دوسری طرف مشغول کر دے (غ،
لہو اور لہب و دیکھو ۳۳ فرق یہ ہے کہ لہب میں خوشی کو فوراً حاصل کر لینا خیال ہوتا ہے اور لہو صرف اصل مقصد سے
روکنے والی چیز ہے گو اس سے فوری خوشی مقصود نہ ہو +

ذکر

لقاء اللہ کا مرتبہ

لہو

لہو و لہب یعنی

ردنے والی چیز ہے گو اس سے فوری خوشی مقصود نہ ہو +
حیۃ الدنیا یا دنیا کی زندگی سے یہاں اور ایسے دوسرے موقعوں پر مراد وہ حصہ جو وقتاً شدہ کا اعلیٰ مقصد و غائی
جو صرف کھانے پینے اور غلی خواہشات کے پورا کرنے تک محدود ہو، اسی لئے اس کا مقابلہ آخرت سے کیا جاتا ہے اور کہا
جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا منظر ہے گو وہ کھانے پینے سے بھی ملتی دیکھتے ہیں حیۃ الدنیا میں بلکہ دارالآخرۃ کا حصہ بھی سمجھا
یہاں یہ وجہ دلائی ہے کہ کھانا پینا اور غلی خواہشات غلی کا پورا کر لینا ان باتوں کا تو آخرت کوئی تعلق نہیں۔ یہ جو حیرانی زندگی
کیا تھ اشتراک جو یہاں جہانک آخرت کی تیاری کا سوال ہے جہانک لقاء اللہ کا اعلیٰ مقصد کو سامنے رکھنے کا سلسلہ جو اس پر
کھانے پینے وغیرہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کا غماز ہے یہ صرف ایک کھیل اور بے حقیقت بات ہے کیونکہ بخود یہ چیز جو انسان کو اعلیٰ
مقصد کو دھکیلتی ہے اگر انسان غفل خدا داد سے کام لے تو اسے بھی جلتے گا ایک اعلیٰ مقصد کو ترک کرنا اس کیلئے کس قدر نقصان دہ ہے +

حیۃ الدنیا کے

قَدْ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ يُخَرِّجُكَ إِلَيْنِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَكِنُّونَ لَكِنَّا لَنَدَّبُنَا إِلَيْنَا

ہم خوب جانتے ہیں کہ جو کہتے ہیں وہ تمہیں کتا ہی پروردہ تمہیں نہیں جھٹلاتے لیکن ظالم اللہ کی باتوں کا

اللَّهُ يَجْعَلُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا وَلَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبْرُوا عَلٰى مَا كُنْ يَأْتِيهِمْ وَأَوَدُّوا

اللہ ہر چیز کے لیے پیمانہ رکھتا ہے اور تمہارے پہلے رسول بھیجے جھٹلاتے گئے مومنوں نے جھٹلا یا جانے پر اور اپنا دین جاننے پر بیکار

النصف

حَتَّىٰ آتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مَبْدَلَ إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَلَقَدْ جَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا بِبَيِّنَاتٍ مِنْ رَبِّكَ

یہاں تک کہ اگر کوہاری مدد بھیجی اور اللہ کی کوئی تبدیلی کرنے والا نہیں ہے اور تمہاری پہچان میں کسی تغیر پر بھی تمہاری پہچان

كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَن تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلٰمًا فِي السَّمَاءِ

تمہیں ان کا نہ بھرنے والا طریقہ بتا دی تو اگر تم کو ملاقات نکلتا ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ کاوش کرے یا آسمان میں کوئی پیر

النصف

فَتَذَرِهِمْ يَاجِبِلٌ ۚ وَلَوْ أَنَّ آلَ اللَّهِ جَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ

پس ان کو کوئی نشان نہ دے اور اگر ان سے ملے تو ان کو ہدایت دینا ہی کرے سو تو بے خبروں میں سے نہ ہو

۹۳۵ بھٹن جو دیکھ کر اس چیز کو دل میں نشاۃ الہی کی قبیحی کی جلتے اور جبکہ دل میں نفی ہو اسکا اثبات کیا جانے دھند واہا

و استيقظت انفسهم (الحق ۱۳۰، ۱۳۱) (خ)

انفس کی مددات

یہ بات صریح دلائل کی ہو کر نہ کہ صرف علم کا صدق و دشمنوں تک کو تسلیم تھا چنانچہ اس قسم کے واقعات جن میں

ایسا اعتراض موجود ہو تا ہے جس میں حوث نے آپ کے کما کا کڈنا فقط تو نے ہم سے بھی حوث نہیں ہوا اور بول کے نظا میں

ان میں لصادق و کاذب قطع محضی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں اور بھی حوث نہیں ہوا اور بول عرب آپ کو کلامین کے نام سے

پکارتے تھے یہاں جب ان کے لقاء اللہ کی کذب کا ذکر کیا تو ساتھ ہی فرمایا کہ یہ مجھے تو حیرت کا نہیں سکے کیونکہ آپ کے بھی حوث

نہ ہوا تھا یہ بھی کسی نے آپ کی طرف حوث منسوب کیا ہاں یہ بات اللہ کا انکار ہو کیونکہ آپ کی صداقت کا انکار نہیں بلکہ

اس پیغام کا انکار جو منجانب اللہ آپ کو دیا گیا

بجہل تکلمات

۹۳۶ لاجبیل تکلمات اللہ سیاق و سباق کی پرکھ دیکھ پاوریں گے ان الفاظ سے وہ کام لیا ہو جو ڈوتا ہو گئے

سے لیتا ہو ظاہر ہو کہ آپ کی تکذیب پر آپ کو یہاں تسلی دیتے ہوئے یوں فرمایا کہ پھر رسول بھی جھٹلاتے گئے یہاں تک

کہ حضرت عائشہؓ آپ بھی ایسا ہی تھامے ساتھ ہو گا اور لاجبیل تکلمات اللہ کا صاف علم یہی ہو کہ اس پیچیدگی کو کوئی نہ ٹھیک

سکتا یعنی یہ پوری ہو کر کہہ گی اور آگے و لفظ جاء من دنیا فی المسلمین جو جو یعنی جیسے پہلے رسولوں کے دشمنوں نے

ایسا ہی ہمارے دشمنوں سے ہو گا دیکھا دہری کہتے ہیں اس سے مراد یہی کہ کتب انہی میں کوئی تحریف نہیں کر سکتا حالانکہ قرآن

شریف کے آج سے تیرہ سو سال پیشتر سے کتب الہامی میں تحریف نہ ہوئی کیا ہو اور کج واقعات اور طومرے اسکی تائید کی

سلم

۹۳۷ سلم کا مادہ بھی سلم و سلامتی ہوا اور مادہ اس سے وہ چیز لگائی ہو جس سے ہندوستان پر پہنچ سکیں اور اس سے سلامتی کی امید رکھی جائے یعنی یہی سرچر اس سے مراد وہ وہ چیز جس سے کسی ہندوستان کو حاصل کر سکیں جیسے سبب (خ)

وقف غفران
وقف منزل

إِنَّمَا يَتُحِبُّ الَّذِينَ يُسَمِّعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ وَقَالُوا أَوَلَا

من وہی قبل کرتے ہیں جو سنے ہیں اور رسول کو بھی اللہ اٹھائے گا چھوہ اس کی طرف لوٹے جائیگے قرآن اور کتب میں

زَّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ قُلُوبٌ فَلَمَّا لَمْ يَلَهُ قَادِرُ عَلَى أَنْ يَنْزِلَ آيَةٌ وَلَكِنْ الْكَافِرُ الْغَافِلُونَ

اس پر کوئی دہڑی انسانی اس کے سب کے سر پر گرنے کی تھی گوشت کے ٹکڑے اس کا ہر حصہ پر تھا۔ یہ کہہ کر ان کے لیے ایک نیا عالم کھلا۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أَمْرٌ أَمْثَلُكُمْ ۚ

اور زمین میں کوئی جاندار نہیں اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے صوبوں کے تاج ہے مگر وہ بھی تہدی طرح جانتیں ہیں۔^{۹۳۸}

جیہ ام لہم سلم یسقعون فیہ (الطور: ۳۸) +

یہاں خطاب ہر مخاطب کو جو ممکن مگر رسول اللہ صلعم کو بھی خطاب مانا جاسکتا ہے تو کوئی ہجو نہیں۔ نبی کریم صلعم کو جان کے ایمان لانے کی فوری ترغیب تھی۔ تو اس لئے ان کا اعراض و رُشاہق رُکڑنا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ زمین و آسمان سے کوئی ایسا نشان ظاہر ہو جس کو وہ ایمان لائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نشانوں کا وہ کام ناسیغہ خیر کی طاقت میں نہیں مانند تمنا ہے جب چاہتا ہو اس کے ذریعہ سے کوئی معجزہ دکھا دیتا ہوں۔

اگر شہنشاہ کو لوگوں پر پرجہ کو روک دینے کی نئی پالیسی اور دیگر معنی یوں کہنے جائیں کہ اشد جاہتاؤ کو جرات پر پرجہ کو تیاور دینے کو لوگوں پر پیدایا، یہ اس کا کہ، کہ نیک و بد کی تیز دزدی کا تھی۔ اور وہ عقل سے کام لے سکتے۔ جاہل اس شخص کو بھی کہا جاتا تھا جو کہ کسی خاص بات سے نادانیت جو مطلب یہ ہے کہ اس میں مظلومی یا اس قانون سے بے خبری ملے۔

۹۳۷ مردوں کا بیٹ ایک تو قیامت کے دن کا حساب کیلئے ہوگا اور ایک بٹ روحانی جو جو بھی کرکرم صلعم کے ذریعہ عیسائی آتا تھا۔ کیونکہ یہ بھی ایک مدت سے اٹھنا اور دیکھو، یہاں وہ قیامت کا ذکر نہیں اسلئے وہ اس سے بٹ روحانی کے خواہ طلب یہ ہے کہ یہ لوگ باوجود اس مردہ ہیں اور بات کو سننے نہیں یہی اعتراض کیلئے کہ جو بھی صرف دم قبول کرتے ہیں جو سننے ہیں۔ دوسری جگہ کہ اعلیٰ آقا علیہ السلام متوجہ ہوا اور وہ اپنے زمین کو کرتے دیکھ کر زندہ کرنا۔ زمین کی موت اس کے رہنے والوں کی موت روحانی ہے۔

۹۳۶۔ یہاں آیت سے مراد مذہب بہتصال ہوا حدیث کی تشریح عظیم کیلئے ہے، جب ان کو یہ کہنا یا کہ قرعہ دوں میں ہی اللہ کا پیغمبر کو دیکھ سے رفع کر گیا تو کہئے، اس سے فائدہ ہوا اٹھانے کے واسطے حق کی عادت مستمر کے مطابق طاقت مانگتے ہیں چنانچہ اس کو حق کی خودی آیات میں صاف اس مذہب کا ذکر ہے۔ یہاں نشانات یا معجزات کے دیکھنے سے انکا نہیں بلکہ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ اس پر توحید بنا دیا ہے کہ مذہب بھی آخر اسے گواہ

۹۳۸؎ چندا و پرند بکای طرح جاعتیں ہیں۔ اس سے کیا راہ درو میاں فکر کھلا کا جو جن کی نظرو نیاسے آگے نہیں جوتقا اشد کو چھلے جس اور اسی حیات و بنا کو سب کو کہتے ہیں جن کی نظر کھانے بیٹھے اور خواہشات غلی سے اور نفس مفتی سے بھرنا ہے

کس کا خاصے تو تم میں، و حیوان میں کوئی فرق نہیں۔ دوسری جگہ یہی یوں لکھ کر کے فرمایا اہم کا لاغیاہل عمل
 (الاعراض ۱۷۷) وہ چار پاؤں کی طرح ہیں بلکہ بہت زیادہ گراہ۔ دوسری وصیان الفاظ کی یوں ہر سستی ہو کہ کتب انسانوں کو
 غائب کر کے فرمایا کہ وہ جسے جا خدا ربی تمہاری طرح ہیں جو حضرت انکو مٹانے دی جو وہ اسکے مطابق چلتے ہیں مگر کہنے
 ظوی فی کی شہادت کو دیکھتے ہو یہاں فرمایا وان من شیء الا لیجہ بھلا (یعنی ہر شے کی تیسری وصیہ یہ کہ انسانوں

۱۹۱۹ء واپس کے اکتا
جیسی امت ہوتے
ہو۔

۳۹ مَا قَوَّضْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ كُنَّا كَالْغَيْبِ يُخْشَرُونَ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُفِّرْنَا عَنْهُمْ

ہم نے کتاب میں کسی چیز کی خبر نہیں دی تھی کہ وہ اپنے رب کی طرف گھٹنے کے برابر گرا جائے گا اور جنہوں نے ہماری باتوں کو جھوٹا کر دیا

۴۰ فِي الظُّلُمَاتِ مِنْ نَارِ اللَّهِ يُضْلِلُهُ وَمَنْ يَشَأْ نُفِخْ فِي الصُّورِ طَعْفًا فَتَكُونُ كَالْأَكْثَادِ

اندھیرے میں رہیں گے جس کو اللہ چاہے گمراہی میں بہنے دے اور جسے چاہے اسے سیدھی راہ پر لے کر دے

۴۱ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا رُجُلٌ مِمَّنْ شَاغَبَ اللَّهُ أَنْتُمْ كُنْتُمْ

اگر اللہ کا حذاب تم پر آجستے یا مقررہ آگھری تم کو تھے کیا تم اللہ کے سونے کسی لوگوں کا چارو گے اگر تم

صِدِّيقِينَ بَلْ لَا يَأْتِيَنَّكَ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَتَسَوَّوْنَ مَالَكُمْ كَلَّا

سچے دو بلکہ تم اسی کو پکارو گے جس میں کے لئے تم پکارو گے اگر چاہو تو تھے اور اگر چاہو تو ہم انہیں جہنم میں بھیج دیتے ہیں

کے دو گروہوں کی طرف یہاں اشارہ کیا ہے ایک جوشل چارہ پانے کے زمین پر جھکے رہتے ہیں دوسرے جوشل طے طے عالم مانتا

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۳۹ کتاب سے مراد یہاں قرآن شریف ہی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی یعنی خوب کھول کھول کر سمجھا دیا ہے

۹۴۳ قَطِّعْ دَائِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ ۖ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ

یہں اس قوم کی جرأت دی گئی ہوں نے ظلم کیا اور سب ترچہ نشہ کیے جو جو جانوں کی پرورش کرنے والی مٹی کی مٹی تھے۔

اللَّهُ سَمِعَكُمْ وَالْصَّادِقُ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مِنَ اللَّهِ عَذَابُ اللَّهِ بِأَن تَكْفُرُ ۚ

خبر کیا اگر اللہ تعالیٰ کان اور سماعتی آنکھیں ہی جیسے اور تمہارے دلوں پر لکھ دے اللہ کے سوائے کوئی اور نہ ہو کہ وہ

۹۴۴ أَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرْتُ الْأَيْمَنُ ثُمَّ هُمْ يَصُدُّونَ ۚ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أُنْكِرُ

بھی ہم کس طرح باتوں کا بار بار بیان کرتے ہیں ہر بھی پھر جلتے ہیں ۹۴۵ کو بتاؤ اگر اللہ کا خدا ہے

عَذَابُ اللَّهِ بَعْتَهُ أَوْ هَرَّةً ۚ هَلْ يُمْلِكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَٰلِقُونَ

اچانک یا کھلا کھلا آجائے حق کیا سوائے ظالم لوگوں کے کوئی اور اچانک کیا جاتا ہے

۹۴۳ دایرہ جو بڑے معنی میں ہے اور دائرہ جو ستارہ اور تلخ کرکتے ہیں یعنی جو نیچے رہ جائے مکان کے اعتبار سے

ہو یا زمانہ کے یا قبر کے (دغ) اور اصل یا چڑھی اس سے مراد لی جاتی روح، دایرہ قوم کے کاٹ دینے سے مراد

پر عذاب استیصال کا آنا جو جس سے ان کی شوکت و قوت و ثروت جلتے یہ ضروری نہیں کہ سب لوگ مر جائیں

اہل مکہ کا عذاب استیصال ان کا مغلوب ہو جانا ہی تھا۔ اور جنگ بدر کے ذکر میں ہی و پرید اللہ ان یعنی الحق بکلمہ۔

و یقطع دابر الکافرين (الانفال)۔ حالانکہ ان کے چند سردار مارے گئے تھے۔ مگر چونکہ قوم کی قوت و ثروت گئی تھی

اس کو بڑھانے سے تنہا کیسا ہے

ظالم قوم کی طاقت کے بعد یہ لفظ لا ارحمہم اللہ رب العالمین یہ بتایا کہ کسی قوم کا استیصال اللہ تعالیٰ

عالمین کی ربوبیت کیلئے کرتا ہے یعنی جب قوم کی حالت ایسی ہو جاتی ہو کہ وہ ربوبیت عالمین میں بوجہ ہوتی ہے

اور نیکی کی باطن جڑیں نکلتی ہیں تب اس کا استیصال کر دیا جاتا ہے

۹۴۴ تصرف الایات۔ تصرف کے معنی وہی ہیں جو تصرف کے ہیں یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرح

پھر بنا مگر تصرف میں کثرت پائی جاتی ہو (دغ) +

یہ امنی لوگوں کو فرمایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں سخت دلی اختیار کر رہے ہیں پہلی قرآن

کا حال متا کر اب ان کو تنبیہ کرتا ہے کہ اگر تم اسی طرح مخالفت میں لگے رہو گے تو جانتے ہو نتیجہ کیا ہوگا + تمہارے

کان ہونگے پرستو گے نہیں۔ آنکھیں ہوں گی پر دیکھو گے نہیں۔ دل ہوں گے پرسوچو گے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کہ

لے جاتا ہے کہ ان کے فائدہ سے محروم کر دے گا کیونکہ اس کا قانون یہی ہے کہ جب ایک قوت سے انسان

نہیں دیتا تو وہ بیکار ہو جاتی ہے +

۹۴۵ بقیۃ ۱۰ چانک جس کے نشانات پہلے سے ظاہر ہوں جودۃ کھلا کھلا جس کے علامات بھی پہلے سے نما

ہوں + اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی ایک دم میں ظاہر ہوتا ہے کبھی دوسرے میں +

دہرہ دایرہ

دایرہ قوم کے کاٹ
دینے سے مراد

قہر ہلکا ہونے

تصرف

وَمَا يُرِيدُ الْإِنْسَانُ إِلَّا كَيْدًا مِّنْ عِندِ رَبِّهِ فَمَن يَمُنْ وَأَصْلُهُ فَلَا حُفُوفَ عَلَيْهِمْ ۝

اور ہم بھڑوں کو نہیں سمجھتے مگر غفیری دیتے ہوئے اور دے دے ہوئے پہنچ گئی میدان لئے انسان چاہے کلام کو کون کون کر لے

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

اور جو لوگ ہماری باتوں کو جھٹلاتے ہیں انہیں عذاب پہنچے گا اس کے کدہ نغزانی کرتے

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي عِزَابُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا أَقُولُ لَكُمْ أَنِّي مَلَكٌ ۝

کو میں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب جانتا ہوں اور میں تم کو کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

إِنِ اتَّبِعُوا إِلَّا مَا يَأْمُرُ بِهِ فَالْغَيْبُ لَكُم مِّنْ عِندِ اللَّهِ لَا تَتَفَكَّرُونَ ۝

میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اس کے جو میری طرف سے کیا جا رہے ہو کیا انہما اور کچھ والا ہا میں سو کیا تم نہیں سمجھتے

نہی کی خاطر

۶۸۱ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خزانوں سے مال لے کر آیا اور بہت سی آئندہ کی خبریں انکو بتا دیں یہاں تک کہ جو حالات اس آیت کو پیش آئے وہ سب بتا دیئے اور جب چاروں طرف شکر کی برکت کی فطرت پھیل رہی تھی آپ ایک فرشتہ کی طرح ہر ایک قسم کی آرایش سے پاک رہے لیکن ایمان لانے کیلئے نکل کر نکلنے سے باز نہیں رہتے نیک کی خاطر نیک کرنا اعلیٰ سے اعلیٰ لوگ ہیں اس کی تعلیم اگر کسی نے دی تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دی اس لئے فرمایا کہ ان کو کہہ دو کہ اللہ کے خزانوں کا مالک میں نہیں وہ جسے چاہے دے بیٹا مالک میں نہیں فرشتہ میں نہیں تمہاری طرح بشر ہوں میں تم کو حصول کمال انسانی کیلئے بتاتا ہوں وہی اصل مرض میری دعوت کی ہے جو مجھے قبل کر دے اس میں کوئی دنیوی ملوثی نہ ہو کوئی نفسانی خواہش نہ ہو غرض انسان صرف کمال انسانی کی طرف بڑھنا ہو

انہما کی صحت

کمال میں

ان اتبعوا الا ما دعی الی میں کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا سوائے اس کے جو میری طرف دئی کیا جاتا ہو اس میں ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شہادت ہو کہ آپ صرف احکام الہی کی پیروی کرتے ہیں نہ کسی خواہش نفس کی نہ کسی دوسرے کی دوسرے آپ کے کمال کی طرف اشارہ ہو کہ جو کچھ قرآن شریف میں دئی تعلیم کے رنگ میں ہو ہے آپ اس سب کی پیروی کرتے ہیں گو باجن کمالات کا ذکر قرآن شریف نے کیا ہو وہ سب آپ میں موجود ہیں قرآن علم ہو تو آپ عمل ہیں جس سے آپ کے پیروں کو بتایا کہ وہ اگر کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو باری قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے لئے ایک راہ جو اسی نے آیت کا خاتمہ اس پر کیا جو کہ اعلیٰ اور اعلیٰ برابر نہیں اعلیٰ وہ جو ان کمالات سے غافل رہا بصیر وہ جو جس نے ان کو دیکھ لیا اور پھر ان کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گیا

ان الفاظ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل اور دینی میں قابل اتباع نہیں نشانے الفاظ کے باطل برعکس ہر بیان تو یہ بتایا کہ جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ آپ کی خواہش نفسانی سے نہیں بلکہ دئی الہی سے جو خواہ وہ دئی جلی ہو یا نفی

۱۳

تیسرا کلمہ دالے

۱۱ وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخْفَوْنَ أَنَّ يَحْشُرَ وَإِلَىٰ رَبِّهِمْ لَأَكْبَرُ مِنْ دُونِهِ وَيَوْمَ

اگر ان کے ساتھ ان کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف ان کے کئے جائیں گے ان کے سامنے اس کے کئے کوئی دوسرا

۱۲ وَلَا شَيْعُهُمْ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ

اور ان کی مخالفت کو نہ کرنا کہ وہ حق پر اختیار کریں عطا ۹ اور ان کو نہ نکال جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں

وَالْعِشِيِّ يُرِيدُونَ رَحْمَةً مَّا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ

اسکی رہنا چاہتے ہیں تمہارے حساب میں سے کچھ روزہ داری ان میں دشمن پر تیرے حساب میں نہ کہ ان روزہ داری ہے

۱۳ فَطَرَهُمْ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ وَلَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْفَعْلِ لَأَهْلُوا لَكَ

کہ تو ان کو نکال دے پس ظالموں میں سے ہو جائے گا ۱۴ اور علی بن ابی طالبؓ کو میں نے خلیفہ بنایا ان کی توبہ کی کہ ان کے کئے کو

۱۵ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ۝ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ

یہ اللہ نے ہم میں سے احسان کیا کہ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو نہیں جانتا ۱۶ اور جب تیرے پاس لوگ آئیں

يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۝

جو ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں تو کوئی تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے

۱۷ وَإِنْ كَرِهَ الْغَافِلُونَ ۝ اِنذَار سے مراد یہ ہے کہ ان کی نصیحت میں غفلت

کی غرض حاصل ہوتی ہو کہ یہ کچھ نہیں لوگ ایسے ہیں کہ انذار کی پروا نہیں کرتے اس لئے ان کو انذار کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

یہ انذار جس کا یہاں ذکر ہے اس قبیل سے ہے جو میرا فرمایا اَعَاذْتُكُمْ مِنَ اتِّعَابِ الذِّكْرِ (یعنی ۱۱) یا اَعَاذْتُكُمْ مِنَ الذِّكْرِ عَجْزُونَ

۱۸ بِمِ الْغَافِلِينَ ۝

۱۹ پہلے مسلمان اکثر غریبوں سے تھے بعض حبشی غلام تھے۔ رسول اللہ صلعم ان کے ساتھ لڑ کر بیٹھے اور باتیں

کرتے تھے۔ توحش اپنے غمخیز پراناں تھے۔ رسول اللہ صلعم کو کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں کو پاس سے اٹھا دو تو ہم

تمہارے پاس بیٹھیں گے مگر اسلام کا تو اس مقصد ہی یہی تھا کہ انسانیت کے اشتراک کے سامنے تعزیرات جنگ و قوم فرقت

و جاہت و مرتبہ۔ تفریق مال و دولت کو مٹا دے۔ خدا کی رضا کو چاہنے والا ہو یا انسان جو خدا کی قوم سے ہو۔ یا

کسی جنگ کا ہو۔ اسی کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی اس کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ میں لکھا ہو کہ رسول اللہ صلعم نے لگو

نحال دینے کا ارادہ کیا تھا بلکہ یہ کفار کے اس مطالبہ کا جواب ہو

۲۰ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَوَّيْتُمْ كَأَلْهَامًا ۝ اِنذَار سے مراد یہ ہے کہ ان کو نصیحت میں غفلت

نہ ہو جاوے تو اس پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ جب غرض یہ ہو کہ اس کے کلمات اور غرض کو لکھا گیا ہے کہ یہ کلمہ کلمہ

شاید میں پرے بغیر کلمات ظاہر نہیں ہوتے ہی کہ یہ صلعم کے ساتھ خدا و خدائے انکو کفار نے نہ صرف حاکم کی نظر سے

مسلمان فرما کہ حق
کفار و ذلیل کا مطالبہ

فقہ

أَنَّهُ مِنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوءٌ يَبْهَلُهُ لَقَدْ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّهُ عَفُوٌّ

کہ جو کئی تم میں سے نادانی سے برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توہم کو اسے اصلاً اصلاح کوئے تو وہ بچنے والا

رَحِيمٌ ۝ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

۱۳
وہی ہر حال

رحم کرنے والے ہے مطلقاً اور اسی طریقہ ہم باتوں کو کھوکھلیاں کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہو جائے کہ

إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ

مجھے مدد دہا گیا ہے کہ میں انکی عبادت کروں جنکو تم اللہ کے سوائے پکارتے ہو کہ میں تمہاری خاموشی کی سہری نہیں کروں

قَدْ صَلَّيْتُ إِذْ أَوْأَنَا مِنَ الْمُهَيِّدِينَ ۖ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنِّي وَلَكُمْ يَوْمَ الْاَعْتَدِ مَا تَسْأَلُونَ

اس صورت میں میں یقیناً کروہ جہاد کا احکام دیتا ہوں۔ اور میں نے اپنے ایک کھلی میں پتہ دیا ہے کہ تم نے جو مسئلہ کیا

دیکھا بلکہ ان کو طرح طرح کی ایذا میں دیں: نتیجہ کیا ہوا لیتو لو ایس لام عاقبت کا ہی کہ یہی غریب لوگ جب دکھوں میں

کہا۔ اور ان کو ایسے بلند مقام پر پہنچا کر کہ اس نے اس سے کہہ دیا کہ تم نے جو شکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو دے دو۔ اور وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔

نے قدر کی اور ان کو ضائع نہیں کیا۔ اس میں دنیا کی کمزور قوموں کیلئے خوشخبری ہو کہ اگر وہ بھی خدا کی دی ہوئی طاقت

کی قدر کریں تو انکو بھی اللہ تعالیٰ بڑا بنادینگا۔

۹۵۱۔ تادہ تغیت سے عقلی ہو جائے تو وہ قابل معافی ہو لیکن عہدِ چریوں پر عزم کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علم کو جانچ

۹۵۲ حضرت شیخ رحمہ اللہ سے یہ کہنا کہ اس سے افضل سے بہتر ہے۔

والنوعان: ۱۔ ہمیں برا و نہیں کرنا ان اے نفس کو کہتا ہے کہ تو یہی ذکر بکرا اس سے مراد یہی اشیاء ہے

اس کا الگ کر دینا اور جس چیز کی طرف نفس کی خواہش ہو اس سے بچ جانا۔ اسی لئے نبی عن اللہ کہیں اٹھ

سے جوتی ہے کبھی زبان سے اور کبھی دل سے۔ پھر خدا کی نینلی کچھ اس غفل کی وجہ سے ہے جو اس نے ہم میں دکھی ہو

اور کچھ اس شریعت کی وجہ سے جو اس نے ہم کو دی ہو (دفعہ)

یہاں دیا دار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدت سے روکا گیا ہے تو یہ دونوں سے کو بیحد بیعت ہو کر اللہ

کبھی مشرک نہیں ہوئے اور اسی طرف عقل اور فطرت سلیمہ نے آپ کو ہدایت کی۔ یہاں شرک کو ان کی احوال و اقوال

دے کر بتا دیا کہ فطرت اور عقل جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت کی ہے۔ وہ توحید کی طرف ہی ہدایت

زمانی ہے ♦

۵۸ اِنَّ الْكَلِمَةَ لِلّٰهِ يُفْصِلُ لِمَن يَّشَاءُ وَهُوَ خَيْرُ الْقَاضِيَيْنِ ۝ قُلْ اِنَّا نَعْبُدُكَ اَنْتَ اِلٰهُنَا فَاصْرِفْ وَجْهَكَ عَنْ اَصْنَانِنَا ۝

حکم اشکا ہی ہے وہ حق بیان کرے اور مدعا فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے ۵۸ اگر وہ میرے پاس پہنچے تو تمہاری کیا

۵۹ بِمِثْلِ الْقَصَىٰ لَمْ يَنْفَعِ وَبِذَنبِكَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظَّالِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَ اَمْعَانِ الْغَيْبِ

تو میرے اور تمہارے درمیان مسئلہ کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور ان کے اعلان کو خوب جانتا ہو اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں

لَا يَعْلَمُ الْاِلٰهُ هُوَ اَعْلَمُ مَا فِي الْبُرْءِ وَالْخَيْرِ وَكَاسَتْهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ اِلَّا يَعْلَمُهَا

سوائے اس کے، جو کوئی نہیں جانتا اور وہ بہتر ہے عقل اور سمجھ کے اور کوئی چہ نہیں کرتا مگر وہ اسے جانتا ہے۔

وَلَا حَاجَةَ فِي ظُلُمَاتٍ اَنْفِصَ وَلَا دُطْبَ وَلَا يَابِسَ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

اور کوئی دھندلہ پن کی تاریکیوں میں نہیں اور کوئی بری چیز اور خشک مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے ۵۹

۹۵۳ الفاصلین بفضل الرحمن ہیں ایک چیز کا دوسری سے الگ کر دینا یہاں تک کر دونوں میں فرق ہو جائے۔

اس لئے مکان سے الگ ہونے کو بھی کہا جاتا ہے ولما فصلت العید وبعثنا ۹۵۳ اور جو ہم الفصل وہ دن جو حق کر باطل سے الگ کر دیتا ہے۔ اسی سے فصل کرنا ہے ۹۵۳

مفوات میں ہو کہ بینۃ کھلی دلیل کو کہتے ہیں عقلی ہو یا محسوس اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویر قیام اور بت پرستی سے علی ہزار کی بینۃ کی وجہ سے بنایا اور یعنی ہر چیز کی طرف وحی و عقل نے ہدایت کی ہے اور ایک واضح دلیل ہے ۹۵۳

۹۵۳ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا وسیع دل انسان کوئی نہیں ہوا۔ اپنے دشمنوں سے جس قدر علی نزی اور محبت کا ثبوت آپ نے دیا ہے دوسرے کسی انسان کی زندگی میں وہ نہیں ملتا لیکن خدا کا رحم اور محبت بہت بڑھ کر وسیع ہیں فرماتا ہے کہ ان کے جزائے قدس میں کہ اگر انسان کے اعتبار میں ان کا مرزا دینا ہوتا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا جیسا کہ آیت میں صاف فرمایا مگر خدا بہت بردبار ہے۔ وہ انسان کو بڑی صلت دیتا ہے۔ جمع بھی اسی کا وہاں قانون کام کرتا ہے۔ لوگ چاہتے ہیں غلام قوم جلد تباہ ہو جائے مگر وہ جو فیصلہ کرنے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کس کی تباہی کا وقت ہے ۹۵۳

ان الحكم الا الله سے یہاں مراد صرف دشمنوں کی مرزا کا حکم ہے کہ وہ اللہ کے اختیار میں ہو کسی انسان کے نہیں جیسا کہ سابق عبارت سے ظاہر ہے۔ یہ خطاب نہیں کہ دنیا میں اور کوئی حکم دینے والا ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ اہل قرآن کا اس آیت سے ان احکام دینی کے خلاف استدلال کرنا جو احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مروی ہیں سیاق و سباق عبارت کے خلاف جو علماء و انیس اذنی عقل سے بھی جو شخص کام لے وہ دیکھ کر لگا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کسی کا کسی کو حکم دینا خدا کے حکم میں ہی داخل ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہی سب احکام دیئے ۹۵۳

۹۵۳ فاعلم عظم کی جتنی ہے جس کے سختی تو انہیں معفو یا مفتاح کی جتنی بھی پرستی ہے جس کے سختی کوئی نہیں مگر اصل معنی

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثْكُمْ فِيهِ ۝۷۰

اور وہی ہے جو رات کو تم کو فوت فرماتا ہے اور جس کو تم نے کھانے پر چھوڑا ہے پھر وہ تم کو صبح میں بھجواتا ہے

لِيُقَضِّےَ أَجَلَ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْنَا رُجُوعُكُمْ ثُمَّ يُبْعَثُكُمْ فِيهَا لَكُمْ مُعْتَمَلُونَ ۝

تاکہ ایک معقولہ وقت پر اور کیا جائے جس کی طرف تم لوٹ کر جانا ہو پھر وہ تم کو دوبارہ جو تم صبح کرتے ہو

جو جسد سے مروی ہیں یہاں زیادہ مژدن ہیں مفردات میں دوسرے معنی بیکروں توحید کی ہو کر مراد اس کے واسطے بیکروں جن سے اس کے اس فیث کے پتہ چا جاتا ہے جس کا ذکر غلام نے ملاحظہ علی غیبہ احد (الجن ۲۶) میں ہے

کتاب میں سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہو جیسا کہ خود سیاق و سباق سے ظاہر ہو کر ہر ایک چیز کے علم کا ذکر کر کے تو یہ یہ لفظ لائے ہیں جو اس علم کے قایم مقام ہیں اور مفردات میں ہو کر کتاب اللہ سے مراد اس کا علم اور اس کا علم بھی ہوتے ہیں +

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ لیکن اگر اعمال کی جزا و جزا کا تحقیق علم ہے۔ کوئی عمل ظاہر کرے یا چھپا کر لے اللہ تعالیٰ اسے کیاں جانتا ہے۔ علاوہ ازیں خشک ہو کر گرنے والے پتوں میں اس قوم کی طرف اشارہ بھی ہو جس کا عروج اب جاغیرا ہو۔ زمین کی تاریکیوں میں دانہ جو اب اٹک کر وقت بے کاغذ اسلام جو مطلق چکر پے کچھ ہوتا ہے ہو کر تو سب کے نام اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق ترقی کر رہا ہوگی۔ بسا اوقات قرآن کریم کی دلیل و حکام کی ہو۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا ذکر کیا جو اس کی توحید کی دلیل ہو دوسری طرف یہی بتایا کہ توں کا کمال و عروج کس سطح پر ہوتا ہے اور کنزال قیوم کا اس وقت ہوتا ہے جب وہ خشک پتہ کی طرح فریوں سے خالی ہو جاتی ہو اور عروج ایک دانہ کی طرح ہوتا ہے جو زمین میں بریا جاتا ہو اور رشتہ بن جاتا ہو +

۹۹۹ یوفیٰ فی حقہ۔ قوفی کے لئے جو کچھ مفردات میں ہو قد صبر عن اللوت والنوم بالموتی یعنی قوفی سے مراد موت ہوتی ہو یا غنیمت قوفی میں قبض روح کا نام ہے۔ پھر اس کا استعمال دو وزن حالتوں پہلے قبض روح نام جو موت کے وقت ہوتا ہے۔ اور قبض ناقص جو غنیمت کے وقت ہوتا ہے۔ مگر یہ لفظ قبض روح کیلئے خاص ہو۔ جسم انسانی کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے پہلی نہیں بولا جاتا۔ غنیمت اور موت پر لفظ قوفی کے مشترک طور پر بولنے میں یہ اشارہ ہو کہ جو چیز غنیمت کے وقت قبض کی جاتی ہو وہی موت کے وقت قبض کی جاتی ہو۔ اور وہ قبضہ جس پر انسان کے اعمال کا دار ہے۔ اور جو جان اور انسان میں مابعد الہی ہوتا ہے۔ اسی لئے رات کی قوفی کے بعد یہ فرمایا کہ جو دن کو کرتے ہوئے جاتا ہے یعنی جب تیسری تیز تیسری طرف لوٹ آتی ہو۔ تب تیسرے اعمال محاسب میں آتے ہیں +

جرحتم جرحم کے معنی ہتھیار کے ساتھ اڑ کر تازیانہ میں اور جرح الشی کے معنی کشت ہوتے ہیں یعنی کما ادا اور جرح انسان کے اعضاء میں سے لکھا جاتا ہے اور جرح تو اس کے معنی کشت اٹھ یا گناہ کا کمانا آتے ہیں (دفعہ ۱۸) حسب الذین اجتروا العینات (البا انیۃ۔ ۲۱) +

پہلی آیت کی طرح اس آیت میں بھی ایک طرف علم قہر کا ذکر کیا جو اس کی توحید پر دلیل ہے اور دوسری طرف بتایا کہ جو کچھ انسان حالت بیداری میں کرتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے اور اس پر وہ تسلط و ضرب فرمانا ہو کی طرح ہوتا ہے اور اس کی فرض کیا ہو اگلے رکوع میں بیان فرمایا +

۶۰۱ کُلُّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاذْ اَرَايْتَ الَّذِي يَخْتَصِمُوْنَ فِي

ہر ایک پیشگوئی کے لئے ایک وقت مقرر اور ہم جان لو گے معلوم اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں کے مستحق

اِیْتَانَا فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخْضُوْا فِیْ حَبْلِ غِیْرِہٖ وَاَمَّا یَنْسِفِنَاکَ

ہمیں کہتے ہیں تو ان سے منہ پھریں یہاں تک کہ اس کے سوائے کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان مجھے

الْقَیْطُنُ فَلَا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّکْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ ۝

بھلا دے تو یاد آ جائے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ ملا

ہی پیش نظر آ رہی ہوں جو نہ تو ان کی ہر بیان میں دوسری غرض ہو اس لئے مسلمانوں کو یہی مشنا بھلا یاد کیا کہ ایک شخص کے خلاف جنگ و جدال نہ کریں ورنہ یہ انکی کڑھادی کا موجب ہو جائیگا

نہت میری کی بات
ابھی نہایت ہے

حدیث میں آتا ہے کہ اس امت کی ہلاکت کا موجب ان کا باہمی فساد ہو گا۔ اور وہ وہیں ہو لا سیلہ علیہم علیہم عدو میں مودی انھم فی سفیدہ بیضتہم یعنی ان کے اپنے لوگوں کے سوائے دوسروں کوئی دشمن ان پر مسلط نہ کرے گا جو ان کو باطل غیبت و نابود کر دے بلکہ ہر جنگ و جدال سے ہٹ کر رہیں گے مسلمانوں کی تاریخ پر جو شخص خود لکھا وہ دیکھ لے گا کہ مسلمانوں کے باہمی فساد ہی ان کی ہلاکت کا موجب ہوئے ہیں اور آج جب سلطنت باقی نہیں رہی تو یہی جدال کا سلسلہ جاری ہو رہی ہے جس میں آتا ہے کہ مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں ایک اجڑتی ہوئی مرغ اور ایک ایض یعنی سپید یا سپید خزانہ مٹا رہی باقی ہوا کچے خزانے آپ کی امت ہی ہیں اسلام کی پہلی برقی مشرقی ممالک کی طرف بھی اس کے غور کا وقت آیا ہے اور یہی سپید خزانہ جو نہیں مٹا بہ استیصال اللہ تعالیٰ نے اسلام کے پچھلے دشمنوں پر بھی اسی رنگ کا بھیجا کہ انکی شوکت و شوکر وہ اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے اور پچھلے مخالفوں کیلئے بھی ایسا ہی مقدمہ معلوم ہوتا ہے

انھوں نے کئے غیغ
و سپید خزانوں کا
و دہ

مٹا ہے مقتصد خزانے کے معنی ہیں ایسا شوکر کیا کہ ان سے ہلا نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کو کہتے ہیں جو مسکن کو چاہتی ہے و بطح قری حرکت کو چاہتی ہے جو اسی سے خزانہ عین ہو آگاہ کی تھنڈک اور زمین کو تھا داس لحاظ سے کہا کہ وہ انسان کے لئے اعتقاد کی جگہ ہونا اور مستقیم استقامت کی جگہ پر اور یہاں مراد وقت استقامت و وقیع ہو مراد یہ ہے کہ پیشگوئی تو ہماری ہو کر رہے گی مگر اپنے وقت پر

میں سب سے پہلے
شریعت سے روکا
کہ ہم چوتھے ہیں

مٹا ہے موقوف کے لئے دیکھ ۱۹۹۹ یہاں مخاطب رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہیں بلکہ ہر ایک مسلمان سامع ہو ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے اس نے روکا جو ان کی حجت کے بڑے متاثر ہو جائیگا اور دین کی عظمت دل سے نکل جائیگی۔ دیکھ ۱۹۹۹ جہاں منافقین کے ذکر میں پھر اس سے مدد کا ہو۔ تو ان کی ہر ایک تعلیم یعنی درجہ کے اعتدال پر ہنسی جو تم ملکہ لوگوں کی طرح عام اصول نہیں بنایا کہ ظالم قوم پر نہ کہ تہادی مخالف ہو اسلئے ان کے پاس مستقیم ہونا سے بات حیرت نہ رہی، افراط کا پہلو اختیار کیا ہے کہ جو محبت جسکے دشمنی کوئی نہ کی مرنی صورت اول میں دین کے کار و بار پر جلتے حد تاہی میں لوگ اپنے اخلاق اور روحانیت کو تہاہ کر بیٹھے اس لئے فرمایا کہ ملازمینے باتیں کر کے کی حزن میں تو ناگزیر ہیں مگر ایسا نہ ہو کہ ایسی جھگڑا کو عام کر کے کہتے ہمارا تک فزیت پیچھے کہ غیبتی کو قبول کر لو اور اللہ تعالیٰ کی آیات ہم پر عطا ہنسی ہو رہی ہو تو ایسی جھگڑا میں بھی شریک رہو اس خاص بات کا ذکر اسلئے کیا کہ یہ روحانیت کو ایک برہمی نقصان پہنچا

محبت کا اثر

وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَٰكِنْ ذُكِّرُوا لَعَلَّهُمْ

اور ان لوگوں پر جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے حساب میں سے کچھ ڈر نہ داری انہیں لیکن یہ نصیحت ہے تاکہ وہ

يَتَّقُونَ ۝ وَذَرِ الَّذِينَ أَخَذُوا دِينَهُمْ لِبَئَاءَ أَلْسِنَتِهِم مِّمَّا حَسِبُوا ۚ

ہیں ۹۱ اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے پیڑ و پھل کو کھیل اور بے حیثیت ٹٹا بنا لیا اور اللہ تعالیٰ کی دھمکی سے انکو بچ

الَّذِينَ أَخَذُوا دِينَهُمْ لِبَئَاءَ أَلْسِنَتِهِم مِّمَّا حَسِبُوا ۚ

میں اللہ پر ایمان رکھنے والے اور ان کے ساتھ نصیحت کر کے کوئی جان بچی اور جو جس نے کیا یا عہد دہی کی بجائے ان کے ساتھ کئے

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَكَ شَرِيفٌ ۚ وَلَا تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا تُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی دوست نہیں اور کوئی سفارش کرنے والا اور اگر ایک قسم کا بدلہ دینا چاہی تو اس سے دیا جائے گا ۹۲ وہ بھی

الَّذِينَ آمَنُوا أَعْلَمُوا بِمَا كَسَبُوا ۚ اللَّهُ شَرِيفٌ ۚ وَلَا تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا تُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

جو اس کی وجہ سے انہوں نے کیا یا عہد دہی کر کے ان کے ساتھ کئے اور ان کو بدلہ دینا چاہی تو اس سے دیا جائے گا ۹۲ وہ بھی

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَعْلَمُوا بِمَا كَسَبُوا ۚ اللَّهُ شَرِيفٌ ۚ وَلَا تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا تُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

والی چیز جو ۱۰ اور مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے اخلاق اور روحانیت کو کھلا نقصان پہنچا دیکھے تو کسی محبت کو ترک

کے سوا کچھ نہیں کرے بلکہ مسلمانوں کی مجلس میں اس نقصان سے خالی نہیں ہو جاتا اور نصیحت دین کے یہ لوگ

بجائے کوئی مفید گفتگو کرنے کے ایسی باتوں میں گتے رہتے ہیں جن کا اثر دین کو نقصان ہے۔ کسی کی نصیحت کسی کی قیبت

جوئی کچھ نہیں ٹھہرا ہوتا جو ہر بات کو بہت دیر تک یہ مجلس گرم رہتی ہیں نماز سے عہد دہی سے صبح دیر سے ٹٹے ہیں

حور و دنیا دونوں کو برا دیکھتے ہیں ۹۳

۹۳ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ ۖ هُمْ يَرَوْنَ النَّارَ ۖ

خود ان کے اثر دہی سے بچتے رہیں۔ یا ارادہ یہ ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کے پاس غلطی سے وہ لوگ بھی دین کے

ساتھ بہتیز کرنے سے بچ جائیں گے ۹۴

۹۴ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ ۖ هُمْ يَرَوْنَ النَّارَ ۖ

میں فرق یہ ہو کہ حرام وہ منہج ہو جو حکم سے ہو یعنی یہ کہہ دیا جائے کہ یہ چیز مکہ دیا تو یا تو کس سے جبراً روک دیا

جائے گا یہ عام ہے اور انہیں خاص ہو رہی ہیں سے قرار روک دیا جائے (دع)

حجیم سخت گرم یا کھلتے ہوئے پانی کو کھتے ہیں اور حکام مشہور ہو اور حجیم دوست کو کھتے ہیں اس لئے کہ وہ دوست

کی وجہ سے شہناک ہو کر ۱۰ دین ہی بخار کو کھتے ہیں (دع)

۹۵ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ ۖ هُمْ يَرَوْنَ النَّارَ ۖ

۹۵ میں یہ بتا دیا کہ یہ کافری نہیں بلکہ ایسے ہنشینوں سے ہی بچے جو دین سے استہزا کرتے ہیں بلکہ جن کے پاس بیٹھے ان کو

نصیحت بھی کرتا ہے۔ یہ میں صغیر قرآن شریف کی طرف ہی جاتی ہوں اور نصیحت کا پیر یہ ہے بتا دیا کہ اپنے آپ کو ذرا باطنی

اعلیٰ مقامات سے عہد کر لینا اچھا نہیں ۹۶

بہل

حجیم

ہم صحتیں کو نصیحت
کی ضرورت

يَوْمَ نَخْرُجُ فِي الصُّورِ عِلْمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ وَلَا ۝

جس دن ہمیں پھر نکالے جائے گا وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہ حکمت والا خبر دہندہ ہے ۱۱۳۹ اور جب

قَالَ رَبِّهِمْ كَلِمَةً أَزْدَدْنَاكَ عَلَيْنَا آيَاتِكَ وَقَوْمًا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

ابراہیم نے اپنے بزرگ آرزو کو کہا کیا تو مجھ کو سب سے زیادہ میں مجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں لائے گا

۱۱۴۰ صُور کے عام معنی قرون یا سینک کے ہیں جیسے نکل۔ لیکن لسان العرب میں صُور کو صُورۃ کی جمع بھی قرار دیا ہے اور تفسیر اور جن کی قرات بجائے صُور کے صُورہ جو صُورۃ کی عام جمع ہے۔ اس پر دونوں معنی اقراض کیا گیا ہے۔ یہ کہ صُور قرات درست نہیں دوسرے یہ کہ صُورۃ کی جمع صُور غلطی ہو۔ مگر دوسری قرات صریحا منقول ہے۔ اور صُورۃ صُور

کی جمع لسان العرب میں مسلم ہے۔ اور ابو جہلہ نے بھی یہ کہا ہے اور جوہری نے کہی ہے یہ کہا ہے۔ ہاں یہ امر قابل لحاظ ہے کہ حدیث میں صُور کی جگہ قرآن کا لفظ بھی آتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ لفظ فی الصُورۃ لفظ فی القرآن سے صحیح کا سینک مراد لینا بھی درست نہیں ایسے الفاظ جو قیامت کے متعلق ہوئے گئے ہیں ان کی صحیح حقیقت کا علم سوائے اعتدالی کے کسی کو نہیں صُورۃ قرآن میں نفع کئے والے لائق ہونگے۔ اور لائق کا قرآن بھی کسی اور لائق کی شے ہی ہوگی نہ وہ سینک جس کے ذریعہ سے انسان نکل جائے۔ اور اصل یہ کہ مراد تو لفظ فی الصُورۃ سے حشر ہو نہ کچھ اور لفظ بھی جمع

کے کہنے بجائے یا جاننا ہی پس لفظ فی الصُورۃ سے اصل مراد صرف حشر یا اکٹھا کرنا ہی ہو۔ اور ظاہر ہو کہ وہ حشر جیسا کہ قرآن شریف کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور لوح کا صُورۃ میں پھر دیکھا جاتا ہے پس قرآن کریم نے ایسا لفظ اختیار کیا ہے جو دونوں معنیوں پر حاوی ہو۔ اور یہ دوسرے معنی پہلے معنی کی تفسیر بنا بی نہیں +

۱۱۴۱ اب پر غصے کو جو کسی کے وجود میں لائے یا اس کی اصلاح یا اس کے لغو کا سبب ہو آن کہا جاتا ہے اس نے اس کے معنی یا بھی آتے ہیں اور چچا دادا وغیر بزرگوں پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اور مسلم پر بھی جب دانا یا بے دانا ملے اور میں آ یا مانا سے مراد علماء گئے ہیں جنہوں نے ان کی علم سے رویت کی کیونکہ دوسری جگہ پرانا لفظنا ساقط تھا وکیلونا

ذہب توجہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابراہیم کا ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان کے موحین کی ایک عظیم الشان نسل تھی جو دنیا میں علم توحید پائی جو ادیب انبیاء میں آ پکا خرسہ +

آزادگار ابراہیم کا اب کہا ہے اور اس سے باپ سے یا کوئی اور بزرگ۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے خیال آئی کہ جانا ہو کہ وہ آپ کے والد ہوں اس کے خلاف ایک قیہ امر ہو کہ قریت میں حضرت ابراہیم کے والد کا نام تاج لکھا ہے اور

عرب کے نسب بھی اس پر مشفق ہیں اور دوزخانی نے بھی تاج ہی لکھا ہے مگر اس کا جواب قیہ امر ہے کہ عربی میں اگر نام کی حدیث بدل جاتی ہے۔ اور علاوہ انہیں کہ جیسن۔ ایک یہودی منہج نے تاج کو آخر لکھا ہے جو آذر سے باطل بنا ہے لیکن وہ یہی وقت یہ ہے کہ خود قرآن کریم سے اس کے خلاف شہادت ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کا نام آذر ہو کہ یہ سورۃ التین

میں یہ صاف ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم نے پڑھا ہے یہ دعا کی دیتا اخصا لی ولوالدی وللموئینین یوم قوم المکذبت اسے ہا ہے۔ یہ میری حفاظت فرما دیر سے ہاں باپ کی اور مومنوں کی جس دن حساب ہو را بریکم السلام ۱۱۴۲ صلا لکس اب کے متعلق ہے کہ وہاں اس کا استفادہ ابراہیم لایہ الا عن موعلة وعدا یا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ بطل منہ والتوبۃ ۱۱۴۳ اور ابراہیم کا اپنے اب کیلئے استغفار صرف ایک وعدہ کے سبب تھا جو اس سے کیا تھا پھر جب

صُور

نفع فی الصُور

اب

آندکون تھا

۱۱

مفسرین

۹۲ **إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ وَمَا قَدْ رَوَى اللَّهُ حَقَّ قَدْرَهُ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ**

وہ مکتبہ جہاں کے لئے نصیحت ہو ۹۱ اور انہوں نے اللہ کو نہیں پہچاننا اس کو بھی نکاحی تھا جب کہ کہہ دیتے تھے

عَلَىٰ بَشِيرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ

کچھ نہیں مگر کس کو اس نے وہ کتاب آگاری جو موسیٰ لایا ان لوگوں کے لئے نور و ہدایت تھی

تَجْعَلُونَهُ قَوْلًا مِّنْهُمْ لَا تُخْفُونَ كَثِيرًا وَعَلَّمَكُمْ الْكَلِمَ تَعْلَمُونَ وَلَا أَبَا وَكُمُ

تم کو صرف مدعی کہتے ہیں کہ ایک حصہ کو لکھتے ہو اور بہت سا چھپاتے ہو اور تمہیں ہدایت دینا چاہیے مگر تم نہ چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ

ہیں اور ضرورت نبوت سے واقف ہیں نہ انہیں تو ہم ایک امتی قوم کو وہ علوم دے کر رکھ کر دینگے۔ یہاں سے جہاں

معلوم ہوا کہ یہاں انبیاء کے فائدے کے بعد اہل کتاب سے خطاب ہے ۹۲ و ۹۳ میں اس خطاب کو واضح کر دیے

۹۳ **اِقْتَدُوا فِي هَٰذَا شَيْءٍ مِّنْهُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ** اور اقتدا اپنی کو لیتے ہیں یعنی جس منہ پر ایک انسان پہلے چلا ہے اس کی

آئینہ نظر سے لے کر یہ انبیاء کی ہدایت کی اقتدا کرو جس کو کیا مادی ظاہر ہو اس آیت کے نزول سے

پہلے، اللہ تعالیٰ وہ ہدایت تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکا یعنی اپنی وحی سے دے چکا۔ اور مزید برآں ان انبیاء کی

کوئی کتاب نہیں دینا جس میں موجودہ تحقیق ان کو رکھ کر عمل کرنے کی ہدایت ہوتی۔ اور جو کچھ ان کی تعلیم باقی رہی وہ خود

ظہنات میں سے تھی پس ان کی ہدایت کے اقتدا سے اور صرف ان کے طریق کی موافقت سے اور مطلب یہ ہے کہ جس

طرح جو قید کے قائم کہیں انہوں نے مشکلات کا مقابلہ کیا اسی طرح ہم بھی صبر سے اس کام کو کرنا اور اس کے ساتھ

ہی یہ الفاظ نقل ۱۳۱ سن لکھو علیہ اجماع ہے جس کی یہاں مراد پیغامِ وحید کا پہنچانا ہے ان الفاظ میں ایک اور اشارہ

معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ معنی منزل مقصود تک پہنچانا نہیں یعنی کمال انسانی کو حاصل کرنا۔ اب اس کلمہ کی سب سے پہلی

آیت میں وحید الہی کو ہر قسم کی بندگی و رجات کا اہل موجب ٹھہرایا تھا۔ اور فی الحقیقت مختلف قسم کے کالائیات انسانی

وحید کے مختلف پہلوؤں سے ہی پیدا ہوتے ہیں پس کسی نبی کی ہدایت اس کا ایک خاص کمال انسانی کو حاصل کرنا

ہو کسی کمال انسانی کو اور ہر قسم کے اندیشے میں کسی کو کسی کو یا رکن کسی کو وہ کسی کو سلیمان کسی کو یحییٰ

کسی کو یحییٰ کسی کو یوب و قس فی ہذا ہیں لہذا ہم اقتدا کے معنی یہ ہوتے کہ جن کمالات کو ان نبیاء نے

حاصل کیا ان تمام کمالات کو ہم کیلئے اپنے اندر جمع کرو۔ وہاں کوئی وہ وہ کسی سلیمان کوئی یوب کوئی یحییٰ وغیرہ

تو جن کمالات انسانی کا اظہار کرنے کے لئے یہ الگ الگ نبی ہوتے ان تمام کمالات کو ہم کیلئے اپنے اندر لو۔ یہاں اقتدا

سے مراد فرائض کی پیروی لینا باطل غلط و ایسی پیروی کا حکم ہوتا ہے جو پہلے اللہ تعالیٰ ان تمام کی کتابوں کو تحریف

سے پاک کر کے آپ کو دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہ ثابت کرتا یعنی علاء آپ پہلی شراعت کی باتوں کو لیکر ان پر

اپنے دین کی بنیاد رکھتے۔ مگر ایسا نہیں ہوا پس یہ معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول

نہیں۔ آخری الفاظ میں قرآن شریف کو عالمین کے لئے نصیحت قرار دینا اس معنی کی تائید کرتا ہے جو ہوا یا اولیٰ اللہ میں

اصحیٰ تم کو صرف یہی حکایت کہ طرف اور یہاں خطاب عام ہے یعنی مسلمانوں کو صحابہ کا اقتدا کرنا اور دوسرے نبیوں کو صحابیوں کا پیروی

فایہ اہل بیت علیہم السلام ہے صحابہ سادات کی طرح جس کا اقتدا لوگے ہدایت پالو گے جس حد تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف مطابقت

اقتدا

مفسرین

مفسرین

قُلِ اللَّهُ تَزِدُّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ○ وَهَذَا كِتَابُ أَنْزَلْنَاهُ مِنْكَ مُصَدِّقًا

کہو اللہ نے تم کو چھند سے اپنی بیودہ بچا کر رکھا ہے میں ملک اللہ کے ہے جو تم کو بچا کر رکھا ہے میں ملک اللہ کے ہے جو تم کو بچا کر رکھا ہے

الَّذِينَ يَنْبَغِي يَدِيهِ وَلَيْسَ لَكُمْ الْقُرْآنُ وَمَنْ حَوْلَهُ وَالَّذِينَ يَنْبَغِي

ہو جس کے ہاتھ پر تاکہ تو راہی کہ کو قضاے اور ان کو جس کے گرد آگوشی اور جو کہ آفت پر

بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ○

ایمان لائے ہیں جس پر بھی ایمان لائے ہیں اور وہ اپنی لڑکی حفاظت کو ہیں

عَلَيْهِ قَدْ رَدَّ اللَّهُ قَدْ رَدَّ كَيْسِي حُزْرِي مَقْدَارًا وَاصِحْ كَرُونَا بِاسْ كَا اَلْخَزْدَه كَرُونَا بِاسْ كَا اَلْخَزْدَه كَرُونَا بِاسْ كَا اَلْخَزْدَه كَرُونَا بِاسْ كَا اَلْخَزْدَه

قد

یا شاخ کرنا ہو غرض نے تغلیس کرنا یا وصف بیان کرنا بھی مراد ہوا ہو۔ غرض ایک ہی ہو۔

قسط

قراطیس۔ قراطیس کی حج جو جس کے معنی کا قدیں۔ قراطیس بنائے سے مراد ورق ورق کرنا یا کٹے

مکڑے کرنا ہو۔

بیودہ کا انکار ہو

پچھلے رکج میں یہ ذکر تھا کہ سب انبیاء کا مذہب توحید تھا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب بھی بیکار

سے کمالات کے جامع ہیں ہیں ان انبیاء کے پیرو کلامے والوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کس قدر جائز ہے

گمانوں نے اپنی ہی کتاب کے انکار کیا بلکہ سب سے ہی انکار کر کے کہہ دیا کہ کسی بشر کے کچھ بھی نہیں آتا تا ازل اللہ

کا مطلب نہیں کہ کبھی نہیں آتا بلکہ یہ کہ کبھی نہیں آتا۔ کیونکہ وہ دوسری شریعت کا انکار کرتے تھے چنانچہ

سہی کا قول ابن جریر میں منقول ہے کہ یہودی کہتے تھے تا ازل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شیء اس کے جواب میں حضرت موسیٰ

کی کتاب کی طرف توجہ فی جس میں صاف وعدہ ہو کہ ایک نبی موسیٰ کی مانند کھڑا کیا جائیگا مگر ساتھ ہی فرمایا کہ تمہاری

جس کے پیرو کلامے جواب یہ حالت ہو کہ تم نے اپنی کتاب کو مکڑے مکڑے کر دیا ہو ایک حصہ کو ظاہر کرتے ہو مگر بات

سی باتوں کو چھپاتے ہو یعنی ان کو عمل میں نہیں لاتے۔ اس کا جواب ہے کہ ان کے پاس کوئی نہیں یعنی وہ انکار کرتے

تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ اگر تم کو وہ مشق ہی اتاری تھی ۱۰ اور اسی کے وعدہ کے مطابق اب یہ کتاب

آتتی ہو چنانچہ اگلی آیت میں اور تصحیح کر دی کہ یہی پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے جس اس کا انکار کرتے ہو گئے تھے۔

یہ آیات مدنی نہیں تو خطاب یہود سے ہو گیا کہ پچھلے رکج میں بھی ان کا ذکر کیا ہوا ان یخونہا حلالہ جیسا کہ اسی

سورۃ کی آیت ۲۰ میں ذکر ہو کر پہلی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہنچاتے ہیں جس طرح اپنے بھائیوں کو پہنچاتے ہیں

ان متراظر ظہروں کے ایک ایسی سورۃ میں ہوتے ہوئے جو بالافتقار کلید اور جڑ واحدہ مکرمین نامزد ہوئی ہے چنانچہ

بالحفاظت ہوتا ہو کہ کی سورۃ میں یہ وہی کتاب ہے کہ خطاب نہیں کیا سورۃ نبی امربل کی نہیں جس میں یہود سے

برک۔ بک

مبارک

بالمک

بالمک

الْيَوْمَ تَجْرُونَ عَذَابَ الْهُونِ ۚ مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ

آج تم کو عذاب اس کے جلد میں دیا جائیگا جو تم اللہ پر ناحق افوا کرتے تھے اور تم
عَنِ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ

اس کی باتوں سے تکبر کرتے تھے ۹۵۸ اور یہی بات تم ہمارے پس کیے تھے جو یہی ہے تنکو پہلی دفعہ پہلی اور ہم کہہ
فَاخْلُكُمُورًا ۚ وَآيَاتُ الْهُدَىٰ كَمَا خَلَقْتُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ
ہم نے تم کو کھلا یکساںہ کرنا ہی یہی ہے پھر جو تم نے اور ہم کہہ کے ساتھ تمہارے وہ سفارشی کچھ نہیں بلکہ تم ہی تمہارے خود کو کہہ کر

لَقَدْ نَقَطَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ فَالْكَفَرُ تَرْغُومُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ فَلَقَ الْحَبِيبَ النَّوَىٰ ۙ

یہی بات تمہارے تعلقات کی گڑبگڑ سے جاندار اور ہم کہہ کرے تھے وہ بھی ایک شہی دانہ اور تم کو کہہ کرے ملا ہے
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ فَإِنِّي نُوَفِّئُكُمْ

تمہ کو جو سے نکالتا رہتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتے ملا ہے یہی اللہ ہے پھر تم کہاں سے لے کر پھرے ملا ہے

۹۵۹ غُلَّتِ الْغُلَامُتِ ۚ هَلْ حَسَنَىٰ كَسَىٰ شَيْءٍ كَٱلَّذِي دُرُكُنَ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ
یہاں سے اور اس سے غرقہ جہالت کے معنی میں آتا ہے الذیض فی حقہ ساہون (الذاریت ۱۱۰) فذہم فی حقہم اور ہم کہہ کرے

۹۶۰ اَخْرِجُوا الْفَتَنَ ۚ هَلْ حَسَنَىٰ كَسَىٰ شَيْءٍ كَٱلَّذِي دُرُكُنَ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ
اخراجہ الفتنہ حکم کے طور پر میں بلکہ موت کی سختی کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ دنیا سے اس قدر جھٹ کرے ہیں اور اپنے
وقت کو ضائع کر دیتے ہیں اس قدر ساف ہوتے ہیں کہ نہیں چاہتے کہ ان کی جان بچے بسم کو موت کے وقت یہ دیکھ کر

۹۶۱ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ
فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ
فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ

۹۶۲ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ
فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ

۹۶۳ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ
فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ

۱۲
۶
تَرْغُومُونَ
اللہ کی تعظیم کی بات

غمرہ غمراة

فَرَادَىٰ ۚ
خول خنول

خَفَىٰ
خفت خوی

۹۵۸ اور یہی بات تم ہمارے پس کیے تھے جو یہی ہے تنکو پہلی دفعہ پہلی اور ہم کہہ

۹۶۱ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ

۹۶۳ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ فَرَادَىٰ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ اَوَّلَ مَا يَكُونُ لَهَا حَبْلٌ ۚ

۱۰۱ وَبِصَلَاةٍ لِلَّهِ تُشْرِكُوا إِنَّهُنَّ خَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَ

اور اللہ کے لئے جس شریک بنائے ہیں وہ ان کو پیدا کیا اور اس کے لئے بے علم بنائے اور بیٹیاں پیدا کر کے بیٹوں کے برابر

۱۰۲ تَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ بَلْ يَرَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ

اس کی پندہ جو وہ بیان کرتے ہیں بلکہ آسمانوں اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اس کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے جب اس کا کوئی

۱۰۳ صَلَابَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

تو ہی ہی نہیں اور اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جاننے والی ۹۹: یہ اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں

بن جاتے ہیں کھیل سے باغ۔ کھجور وغیرہ۔ یہ بھی ایک وقت پہل لائے اور پھر وہ پھل کہتے ہیں اس طرح حق بھی بڑے کچھ لیکھا اور ہم بھی لکھا۔ بیان دلوں کیلئے اس میں نشان، سٹے کہا کہ حق پران کا بیان ہو۔ اس کے بٹنے پہلے کرنا سے سمجھا دیا حق پھر حق ایک دوا یا کھل کی طرح زمین کی تاریکی میں بظاہر غائب ہوتا نظر آتا ہے۔ مگر وہ اسی طرح درخت کے نیچے کا جس طرح پہلے درخت بنا تھا۔

۹۹: الجن۔ جن کے معنی کسی چیز کا حاسب ہے چھپانا جس جن علیہ لیل (۷۷)، اور جن روحانی یعنی غیر مادی ہستی ہیں جو جو اس سے بھی ہوتی ہیں اور انہیں اس کے مقابلہ پر ہیں۔ اور اس لحاظ سے ملائکہ کو بھی ان میں داخل کیا گیا ہے مگر بعض کے نزدیک جن صرف خاص قسم کی فیرونی ہستیاں ہیں یا کسی کل فیرونی ہستیاں تین قسم ہیں اول: خارجیہ ثانیہ: دوم: اور شرعی شیطانیں سوم: درسیاتی جن میں اختیار بھی ہیں اور شرابی بھی ہیں جن (۷۸) +

خوفاً متخوف کسی چیز کا قطع کرنا یا زنا کے طور پر بغیر تدبیر و تفکر کے اخوة المتخوف اهلہم اهلکم مٹا۔ ۷۹، یہ مختلف فیہ ضد جو اخوتی ایک فعل کا کرنا جو اندازہ اور رزی سے ہو اور خوف غیر اندازہ کے ہے (۷۹) +
دو قسم کے شرک کا ذکر کیا ہے۔ ایک جنوں کو شرک بنانے کا دوسرے خدا کیلئے بیٹے اور بیٹیاں جو بزرگ دنیا بیٹا بیٹیاں بنائے بنا یا ہو۔ اور بعض دیگر مٹا ہے۔ بیٹیاں جو بیک بت پرست جو نیک تھے جن کے شرک بنانے میں جو سیوں کے عقیدہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو بزرگ کو خالق شر قرار دیتے ہیں اور تمام قسم کے شرک بھی اس میں آجاتے ہیں کیونکہ وہ نظروں سے سوراخی ہوئے ہیں +

۹۹: شرک کا سب سے زیادہ دھوکا دینے والا پہلو خدا کا بیٹا بنانا ہے۔ اسی کو پہلے لیا ہے۔ اس کی اصل توحید تو جہنم کے نظریں ہو دیکھ کر مٹا لیکن ایک نظر پرست قوم جس نے صرف ظاہر الفاظ سے دھوکا کھا یا ہو اور حقیقت پر غور نہیں کیا ظاہر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بیٹا کیلئے باپ سے کبھی پیدا نہیں ہوتا جس جن کا باپ ہو اسی جنس سے مان تجز کرے۔ مان انسان اور باپ خدا! پھر تیسرا جواب دیا کہ سب چیز کا خالق اللہ ہے۔ اگر بیٹا ہو تو چاہئے تھا کہ کچھ مخلوق وہ بھی پیدا کرنا چھوڑا جواب علم میں دیا ہے۔ کیونکہ انجیل میں شہادت موجود ہے کہ بیٹا پورا علم نہ رکھتا تھا۔ اسے عیب کا علم تھا نہ قیامت کا۔ پس صفات میں کوئی اشتراک نہیں تو بیٹا کیسے ایوں اشتراک ناقص و کل مخلوق کو حاصل ہو گا اس سے اسے الگ کر دینے کے لئے کسی بات میں اشتراک کمال بھی دکھانا چاہئے۔ اور دوسرے نہیں +

۱۳
عج

شرک کے مختلف
پندوں کا اجمال

جن جن

خوف

دو قسم کے شرک

اہل جن

خدا کا بیٹا بننے کے
حقیقی طریقہ

۱۰۹. وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيَّاتِ وَلِنَقُولَ أَدْرَسْتَ وَلِيُنَبِّئَهُ لِقَوْمٍ يُعْلَمُونَ اِشْرَکِ
 اسی طرح ہم باتوں کو باہر کر دیتے ہیں تاکہ وہ کہیں کہہ نہ سکیں اور ہم ان کو لوگوں کے سامنے لے آئیں تاکہ ان کو پتہ چلے کہ یہ سب کچھ ہماری قدرت سے ہے۔

۱۰۸. مَا أَوْحَى إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِلَّا الْهُدَىٰ وَالْكَافِرُ الْغَافِلُ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

جو تم پر وحی دے گا وہ سب کو ہی گمراہی کے لئے نہ ہوگا بلکہ تم کو ہدایت دے گا اور کافر غافل ہے اور اگر خدا چاہتا تو

مَا أَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝

وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان پر حراست کرنے والا نہیں کیا اور نہ تو ان کا سامانہ ہے۔

۹۹۶ دوسرے۔ دوس کے معنی میں اثر یا نشان باقی رہا اور جب تک باقی رہنا مٹ جائے کسی کو پتا نہ چلتا ہے۔

دوس کے معنی میں جانا بھی آتے ہیں۔ اور دوس العظم کے معنی میں حفظ کر کے اس کے نشان کو پایا (دغ) اور وہ بہت الکتاب کے معنی میں اس کو بار بار پڑھا کر طبع کر لیا یا تاک کر اس کا یاد رکھنا آسان ہو گیا دل ۱۰۸

دوسرے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب باتوں کو طبع کر کے پڑھنے میں بیان کیا جاتا ہے کسی غفلت انسان کی طرف اور کبھی قانون قدرت کی طرف اور کبھی اہم سابقہ کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ باتیں پہلے تسلیم ہی کی جاتی ہیں اور خوب کشش کر کے ان کو یاد کر لیا ہے۔ مگر صاحب علم لوگ اس سے قانع نہیں ہوتے بلکہ وہ امر حق کو جان لیتے ہیں اور یہ جان لیتے ہیں کہ مختلف قسم کے دلائل ایک ہی نتیجہ پر پہنچاتے ہیں یہی اس کی صداقت کا پتہ ثبوت ہو ۱۰۹

۹۹۷ شاخ کے معنی کے لئے دیکھو ۱۰۸ اس کے معنی کسی چیز کی ایجاد اور اس کا پالنا ہیں وہ سب کے معنی ارادہ کے مراد ہیں۔ ارادہ میں شے کا جو میں لانا لازم نہیں گوشت تھالی کی طرف ہی منسوب ہو یہی اللہ بکھر الیہ السلام پر یہی بکھر الیہ السلام (البقاہ ۱۸۵) اور انسان کا ارادہ ہو سکتا ہے بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس پر خیر کے لئے ہو جیسے انسان چاہتا ہو کہ دوسرے اور یہ ارادہ الہی کے خلاف ہے اور مشیت کیلئے پہلے اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ہونا لازمی ہو مآتشاؤن الان یشاء اللہ (دغ) ۱۰۹

۱۰۸ وشاء اللہ مآتشاؤن الان یہاں اللہ تعالیٰ کی خود فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسی ہوتی ہے کہ شرک نہ کرے اور دوسری جگہ فرما کہ قول منقول ہو وشاء اللہ مآتشاؤن الان (۱۳۹) حالانکہ کفار کے قول کی تردید کی ہو۔ ان دونوں مقامات میں فرق یہ ہے کہ کفار کے قول کا منشا تو یہ ہے کہ خدا کی مشیت یہی ہو کہ ہم شرک کریں اسلئے ان کو جواب بھی یہی دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسان سے (۱۸۵) یعنی اگر مشیت سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور کرنا ہوتا تو وہ بہت پرہیز کرتا نہ شرک پر یہی کہ دوسری مخلوق کو اپنی فرمانبرداری کے قانون میں جکڑا ہوا ہے اور اس جکڑے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ شرک نہ کرے تو مطلب یہی ہو یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں پیدا ہی ایسا کرتا کہ تم نہ مانتے نہ کر سکتے تمہارے ساتھ ہی انسان کا سارا شرف و دوسری مخلوق پر اڑ جانا۔ اسلئے محض علیہم حفظ یہاں فرمایا کہ انہیں مجبور کر کے شرک نہیں چھڑا سکتے اگرچہ یہی کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ پیدا نہیں ہی انکو مجبور کرتا مگر اس کی مشیت ایسی نہیں کہ ان سے قانون بنا کر ارادہ دے گا وہی اپنا حکم اختیار کرے گا بلکہ یہی اشارہ ہو کہ شرک ان میں سے مٹ جائیگا۔

وَلَا تَسْتَوُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوهُمُ اللَّهُ عَذَابًا مُبْتَلًى لَكَ لَيْتَمُ

[illegible]

ایمان میں جگہ نہ ملے گی۔ اے مومن! تمہارا قول انما الایات عند اللہ وما یستقرک

اِنَّهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَتَقْلِبُ اَفْئِدَتَهُمْ ۝ وَابْصَارَهُمْ ۥۥ

جب وہ (نشان) پہنچے تو ایمان نہیں لاتے گے ۹۹۹ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پھر میں گے۔

دکتر سید علی کو
گایاں ندی کی قسیم

۹۹۹ مخالفین کی باتیں نہایت دھجہ دھجہ دینے والی تھیں۔ برا کہتے تھے ہنسی ڈالتے تھے۔ بجائیاں دیتے تھے اس لئے مسلمانوں کو اب ایک اصول بتایا گیا کہ یہاں ہوتی تھی ان کے معبودان باطل کو اسی طرح سب و قسم کر کے لگا دو جو کہ یہاں شرک کی تہذیبوں کا ذکر تھا اس لئے ساتھ ہی یہ بتائے گی کہ حضرت محموس ہوئی کہ دوسرے کے عقاید میں جو برائی ہو اس کی اصلاح کے لئے اس کا بیان کر دینا تو ضروری ہے مگر کدے سے تجاوز نہ ہو گا لیکن مذہب کے خلاف ایک غلطی کا اظہار اور چیلنج جس کی ضرورت ہمیشہ دنیا میں رہے گی۔ نگراؤ، غمخوار، برے الفاظ سے دوسرے کے دل کو توڑ کر پہنچانا جائز نہیں۔ یوں قرآن کریم ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم بھی دیتا چلا جاتا ہے۔ ایک ایسا عمدہ اصول بیان کر دیا ہے کہ جس سے غلطی یا فحش کی بجائے انسانوں میں باہم محبت پیدا ہو۔ عام طور پر اس اصول کو مدنظر رکھتے سے مذہب کی خاطر انسانان اپنے کسر کے دشمن ہو گئے ہیں حالانکہ مذہب کی غرض یہی کہ تمام انسانوں سے محبت اور رشتہ ہو اس زمانہ میں عیسائیوں اور آدیوں نے اس اصول کو توڑ کر باہم بغض و متنفر کا خطہ کھینچ کر دیا ہے جو سینکڑوں کتابیں صرف دوسروں کی برائیاں کیا کہنے ان پہنچی کرے پر شائع ہوئی ہیں۔ اصول سے بحث نہیں کیونکہ وہ ان اپنی گزری ہو جاتے ہیں۔

مندیپ، مہل

حکیم سے مراد ان کا وہ عمل ہے جو ان کو کرنا چاہتے وہ باتیں جو انسان کی بھلائی کا موجب ہیں انکو وہ تو ان کی
شائیت جو بصورت بنا کر دکھا یا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں جیسے یہی اصولی کجی کی دو مسہے لوگ عزت کریں تم انہیں
گالی مت دو جو برسے عمل انسان کرتا ہو وہ بھی اس کو بعض وقت اچھے معلوم ہوتے ہیں ان کا مزین کہنے والا خدا
نہیں بلکہ شیطان ہے۔ جیسے کہ حاصف فرمایا وہ ذین لہم الشیطان کا مافریعون دیکھو آیت ۴۴ ایسا ہی دیکھو
آیت ۱۳۸ جہاں برسے کاسر کی تہذیب شیطان کی طرف منسوب کی ہو +

۱۹۹۹ء میں صدر کھلے دلائل کے باوجود پھر وہی نشان مانتے ہیں دیکھ؟ ۳۵ فرمایا ایسے معجزات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں لیکن جو تم اس قدر کھلے دلائل کو رد کر رہی ہو ۱۰۰ معجزات سے کیا فائدہ اٹھانے کی کوشش سے انکار معجزات نکلانا آیت کے حیرت منطوق کے خلاف ہو۔ آذاجات کا لفظ صاف بتانا ہو کہ جس قسم کے معجزات وہ چاہتے ہیں وہ بھی ان کو مل جائینگے مگر ایمان تو دلائل سے ہی پیدا ہو گا نہ معجزات سے ۔

قرآن شریف عزت
کا انکار نہیں کرنا۔

كُلَّمَا يُمْنُوآءَ أَوْ لَرَقُوْا نَذْرُهُمْ فِي طَعْمَانِهِمْ يَمْهَوْنَ وَلَوْ أَنَّنَا نَرُكِّنَا

جس طرح وہ اس پر پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں بہکا ہوا چھنڈ میں گئے۔ اور اگر ہم ان پر فرستے

الْيَوْمَ الْمَلِكُ وَكَلَّمَهُمُ الْمُوتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قَبْلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

تواضع کرتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور سب چیزوں کو اُن کے سامنے لا اکٹھا کرتے وہ ایمان لانے والے مذہب سے

۱۱۳ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ جَاهِلُونَ ○ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

مولائے اس کے کہ اللہ پہ ہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں علیحدہ اور اسی طرح ہم نے ہر ایک نبی کے لئے انساب

۱۰۰۰ غلبہ کے معنی ایک رخ سے دوسرے رخ کی طرف پھیرنا ہے۔ اور تغلبہ ایک حالت ہے دوری حالت کی طرف پھیرنے کا۔ تغلبہ کی البصائر کے معنی میں یہاں راہ الی راہ کی تلافی کے لئے دوسرے رخ کی طرف پھرتے رہنا ہے، یعنی کبھی کبھی خیال کرنا بھی کہے۔

اختلاف، فساد کی وجہ ہو۔ اور فساد کے معنی ہیں بھرنایا جلا یا۔ اور اسی معنی کے لحاظ سے دل کو خُود کہا جاتا ہے، فُراد اور فُرادِ معنی کے نزدیک دل کا بیرونی بیروہ ہے اور قلب اس کا مرکز (دل) ہے۔

نذر۔ وذر اس کا ادہ جو گمراس کی دھنسی استعمال پر نہیں آتی۔ دینیکا راشنی کے معنی ہیں، ایک جیسے کو بے حیثیت بھکر اسے پینے کی دیا۔ وذر و صاکن بعد ازاں دنا دار الاعراف (۷۰۰) یذرک و الحناک (الاعراف ۱۲۷) وذرهم و ما یغفرنہ (الاعراف ۱۱۳) وذر و ما یبقی من الذریر (البقرة ۲۷۰) وین رعد ازواجاً (البقرة ۲۴) وذرک (آزواج) موقع پر اس نقطہ کے استعمال میں اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جو عورت کی حیثیت نہایت درجہ کی کس پرسی کی رہ جاتی ہے اسی لئے اس کی بے کسی کی طرف توجہ دلا کر وہاں اس کے معنی میں کچھ نصیحت کی سفارش فرمائی ہے۔

اشد خفائی کی طرف دلوں اور آنکھوں کے پھیرنے کی نسبت ویسکری بڑی جیسے ہندیا دمرض کی دیکھو ۱۲۲۰ فحال
 اسی کے ہیں مگر نتیجہ دینے والا اشد خفائی ہے اور ان کے افعال ہونا خود اس سے ظاہر ہے کہ لحد یہ عنوانہ اولیٰ حق
 کا نتیجہ اسے بتایا چلے بان نہیں لائے نتیجہ یہ ہے کہ ابھی ایک واسطے جلدتے ہیں کبھی دوسری اور کرکشی میں پھٹتے پھرتے
 ہیں چونکہ چلے ایمان کی طرف انہیں دلائل سے بلایا تھا اور دلائل کو انہوں نے قبول نہ کیا پھر معجزات دینے کو کبھی
 ساحر کہا کبھی کائنات کہا کبھی کچھ کہہا یہی تعقید اشد خفائی حقیقت کی طرف دلائل نہ ہائی کرتی ہیں معجزات کھس تاہید
 اس میں ان سے وہ شخص کیا فائدہ نہ تھا نیز کچھ دلائل پر تو نہیں کرتا +

عذاب قبلہ۔ بعض نے اسے قیام کی جگہ کہا ہے اور اس کے معنی ہیں ان کے حواس کے مقابل پاسانے اویا تہم العذاب قبلہ (الکاف ۵۰) اور بعض نے قبیل کی جگہ صحنی جاعت ہیں مینی جاعت جاعت کر کے سب چیزوں کو لے آئے۔

پچھلے ربع میں شرک کے مختلف چلوں کا ابطال کر کے خانہ اس آیت پر کیا خاکِ نرگوں نے اگلے محلے دلائل کو رو کر دیا اور وہ مجازت کے طالب ہیں۔ وہ آیت کا ٹیکہ بھی، ایمان نہیں لائیں گے جیسے دلائل سے انہوں نے انہیں بند کر لیں اور قوتِ تشکر سے کام نہ لیا۔ ادبیاتی مجازت کے وقت ہو گا، حتیٰ اگر گوڑے موٹے نشان بھی ظاہر ہو جائیں وہ بے گنتیہ رہتے ہیں۔ توہمی قناتِ قلمی، اس حربہٴ شرعی ہو تو ہے کہ نرگوں نے مخالفت

البحر المختار

مشرکین کی مخالفت

قلب - قلوب

مُزَاد

ہشتمیوں کو بھرتا

دولت و دیانت

قَبْلُ

محرمات کے ماحول
ایمان نہ لائے والے

عَدُوِّ الشَّيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ سُخْرَفَ الْقَوْلِ ۚ وَوَالَّذِينَ

اور جنوں میں شیطانوں کو دشمن بنایا وہ دیکھ کر دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل پر ایک دوسرے کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں

وَكُوشَاكَرُكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۚ وَلَسْتَ بِالْمُفِيدِ ۚ الَّذِي

اور اگر تیرا رب ہوتا تو وہ یہ نہ کرتے سوائے کہ چھوڑ دے اور اس کو بھی جھوٹا کرتے ہیں لہذا تمہارا کئی فوٹان لگانا دل بھاری

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلَيَرَوْهُ مُقَتَّرُونَ ۚ

جو آخرت پر ایمان نہیں لائے اور نہ کہ وہ اس پر دہائی ہو جائیں اور نہ کہ انہی کو کثیر عجز و مدد کرنا ملے

کی شان کی ہو وہ بھی نہ مانگے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ تو نے روحانی باطل مردہ ہو جاتے ہیں پس عجز و مدد کی
میں تو محض ایک عجوبہ دیکھ لینے سے تو نے روحانی زندہ نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں سب لوگوں کا ذکر نہیں ہے
صرف ان لوگوں کا ہے جو مخالفت میں کھڑے ہو جاتے ہیں، اور یہ نشان دہی ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جانے والی کو قبول
نہ کیجئے بلکہ اس کی مخالفت کر بیٹھے چاہئے، اسی آیت میں ایسے لوگوں کو شیاطین کے نام سے موسوم کیا ہے

ہاں الا ان يشاء الله کے لفظ آخر پر لاکر یہ بھی بتا دیا ہے کہ گورس قسم کے عجزات سے تو نہیں مگر اور اسباب سے
جو اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا لوگ مانگتے بھی۔ ذہن سے آئے دیکھو ص ۱۱۱ اور مردوں نے بھی ان سے کام کیا یعنی ہر
لوگ جو تو اپنے روحانی کے لحاظ سے مرچکے تھے ان کو خدا نے زندہ کر کے ایک روشنی عطا کی دیکھو اگلے کلمہ کی پہلی آیت
کہ انکس مردہ ہو ہم سے زندہ کر دیں اور اس کو زندہ کر دیں۔ تو وہ اس کی طرح نہیں جو اندھیروں میں ہو اور باہر کی روشنی
کی شہادت کام مرتے ہو، اور ہر چیز کے سامنے آجائے سے ان کی منزل کے سب سامانوں کا اکٹھا ہو جانا مراد ہے

عَلَىٰ اَوْحٰی - وحی سے مراد یہاں اس کے اصل معنی اشارہ مرید کے ہیں یا دل میں ڈالنا اور ان کی دوسرے اخلاقی
کی طرف اشارہ ہے

زخرف زینت کو کہتے ہیں جو طبع یا نقش و نگار سے ہو اور زخرف القول طبع کی بات ہے یعنی جو اوپر سے اچھی نظر
آتی ہو مگر اس کا انجام نہ زبان ہو

لفظ کن لکے میں کچھ آیت کے ضمن کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جس طبع ہمارے مقابل پر یہ دشمن ہیں جو کچھ
کچھ نشانوں اور واضح دلائل کو قبول نہیں کرتے ایسا ہی کچھ انبیاء کے مقابل میں بھی ہوتے رہے۔ شیاطین الانس
سے مراد انسانوں میں سے سرکش لوگ ہیں جن شیطان وہ ہو جو نظر سے مخفی ہے۔ جو نشان جب دوسرے کا شیطان بنتا
ہو تو جن سے بھی بڑھ کر رہتا ہو۔ کیونکہ جن صرف دوسرے انداز کی کرتا ہو۔ اور یہ باتوں سے اور صل سے فریب دیتا ہو
ما یفترون پس بتا دیا کہ یہ آخر انہی کے اسی معنی انسان ہی ہیں کیونکہ اصل فعل انہی کا ہے اور دوسری جگہ صرف ان کا
وَلَا تَكُنْ جَانِثًا لِّبَنِي حٰمِصَاصٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ وَالْجِنُّ كَرِهُوا مَا يُرِیُّوهُمْ كَرِهُوا
مَعْقُودًا ۚ صَفَحًا ۚ ہوا میں ہر ما صَدَقَتِ الشَّمْسُ کے معنی ہیں سوچ و سوچ کی طرف مائل ہوا، اللہ میں نہیں
زخرف القول یعنی طبع کی باتوں کی طرف ہو یا شیاطین کی وحی کی طرف یا عداوت کی طرف

یَقْتَرِفُوا ۚ حَقًّا ۚ اور اقتراف اصل میں یہ ہو کہ درخت کی چھال آلودی جلسۂ استعاذۃ ایسا کہ معنی میں آیا ہے

کام مرتے ہو

وحی

زخرف

شیاطین الانس
والجن

صفوح

طرف اقتراف

۱۱۵ اَمْذِكرُ اللّٰهِ اَتَتَّبِعُ حِكْمًا وَهُوَ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الْمُقَصَّدًا وَالَّذِي لَا يَتَّبِعُهُمْ

تو ہیں ان کے سامنے نہ کیا ناکش کوں اور وہی جس سے ہماری طرف واضح کتاب نازل کی اور وہ جن کو ہم نے کتاب

۱۱۷ الْكِتٰبَ يَعْلَمُونَ اَنَّهُ مَآزِلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ وَتَمَّتْ

دی جانتے ہیں کہ وہ ترے رب کی طرف حق کے ساتھ نازل ہوئی ہو سو تو چھوٹنے والوں میں سے ہو مخلص اور ترے

كَلِمَتُ رَبِّكَ مِنْ قَاوِعٍ لَا مَبْدَلَ لِكَلِمَتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

رب کی بات چھائی اور انصاف میں کمال پہنچ گئی کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں ہو اور وہ مخلص والا جاننے والا ہے

نایت عطف ہو عز ودا پر مبنی وہ طبع کی باتوں پر ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں وہ محض دھوکہ دینے کیلئے

ہوتی ہیں، اصاف عرض کیئے کہ عام لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اعمال کی جزا و سزا کو نہیں جانتے ان کے دل ان طبع کی باتوں

کی طرف مائل ہو جاتیں اور وہ انکو پسند کرنے لگیں، اور ایسے ہی کام کرتے لگیں جیسے وہ شیطان جنی ان کے سرور خود کرتے

ہیں، یہاں سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شیطان مرف ان کے سرور میں جو بیٹے خود حق کے دشمن بنیتے ہیں پھر آہستہ آہستہ اپنے

پیروں کو بھی اس پر بھی کر لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ پیر بھی تمام وہ شرارت کی باتیں کو سنتے لگتے ہیں جو ان کے سرور

کرتے ہیں اور یہاں بالخصوص انبیاء کی مخالفت کے ذکر سے معلوم ہوتا ہو کہ مراد صرف اعدائے حق انسان ہیں گو ان پر عام

تکڑوں سے مستور ہونے کی وجہ سے جن کا انقضی ہو لایا ہو جیسا کہ جاننے کے رنگ میں ایک شاعر اپنی حمد پر جو جتنی کے نام

سے بچا تا ہو ویدھت یا جانی اگر اسے شیخون پر ایک کجائی تفروالی جاسے تو اس میں کبھی بھی شبہ نہیں رہتا، اس کے

کے آخر پر آیت ۱۲۷ میں پھر شیطان (یعنی سروروں) کے اپنے اور دیا کو وہی کہنے کا ذکر ہو اور آیت ۱۲۸ میں کذا لفظ

لا کر دعائی لوگوں کو اکابر جو جیسا کہ باطن واضح کر دیا کہ شیطانیوں، الجین سے مراد مجوس کے سرور ہیں نہ کچھ اور

۱۲۹ مفصل بھل کے معنی ہیں دو چیزوں کا ایک دوسرے سے الگ کر دینا (۱۲۸) اور مفصل کے معنی تمیز دل، یا کھل

بیان کرنا، اور یہاں مراد ہے کہ جس بابہ میں میلا اور تمنا ماحول ہو اسے کھل کر بیان بیان کر دیا گیا ہو۔ (۱۲۹)

چونکہ قرآن کریم بار بار پہلے انبیاء کی شہادت کی طرف توجہ دلاتا تھا اس لئے مشرک جیلہ کرتے تھے کہ یہودی

یا عیسائی جاہلہ اور تمہارے درمیان حکم بن جائیں۔ تیج بھی بعض لوگ مسائل دینی میں بحث کرتے ہیں ویسٹکٹ میں

شخص کو حکم بنائیں جس کے معنی ہوتے ہیں کہ اس شخص کا فیصلہ سراجن افلا ہو اس کا جواب دیا ہو کہ جب تک مفصل ہو

یعنی اس کے اندر دعویٰ بھی ہیں اور فاضل بھی تو پھر دوسرے کو حکم بنائے کی کیا ضرورت ہو اس کے دعویٰ اور فاضل

پر خود کو کہ خود ہی فیصلہ کرے یہاں مفصل سے مراد نہیں کہ تمام فروعات دین اس کے حقوق سے سوجھیں۔ بلکہ اصل

مضمون جو اثبات توحید و رسالت پر پہنچیں میں جھگڑا ہو رہا ہو اسی کے دعویٰ اور فاضل کے کھول کر بیان کرنے کا ذکر

ہے اور دعویٰ حصر میں اہل کتاب کا ذکر کیا کہ وہ اس بات کے گواہ ہیں کہ محمد رسول اللہ صلعم کا توحید حق کے ساتھ ہو کیونکہ

ان کی کتابوں میں اس کی چٹکیاں موجود ہیں ۱۳۰

۱۳۰ اَمْذِكرُ اللّٰهِ اَتَتَّبِعُ حِكْمًا وَهُوَ الَّذِي اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الْمُقَصَّدًا وَالَّذِي لَا يَتَّبِعُهُمْ

تو ہیں ان کے سامنے نہ کیا ناکش کوں اور وہی جس سے ہماری طرف واضح کتاب نازل کی اور وہ جن کو ہم نے کتاب

جو شیطان سے مراد

مفصل تفصیل

مسیحی اعتقادات میں
کوئی شخص جو نہیں
بنایا جاسکتا۔

تک مفصل سے مراد

دعویٰ اور دعویٰ
کا قرآن میں ہے

۱۳۱ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبُزْءِ ۖ وَلَوْلَا إِلَهُكُمْ عَلَيْهِمْ لَظَنَ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ لَبُذُونَ

اور اس سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ یقیناً نافرمانی ہے اور بیشک شیطان اپنے دوستوں

۱۳۲ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ تَبَدَّلُوا لَكُمْ ۖ وَإِنْ أَهْمُكُمْ لَكُمْ فَاشْرِكُوا ۚ أَوْ مِنْ كَانِمْشَا

کے دلوں میں ڈالتے ہیں کہ وہ تم سے بدلے ہیں اور اگر تم انکی بات مانگے تو یقیناً تم مشک پر عذاب اور کیا وہ جو عذاب ہو

فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ ۚ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ

پھر اسے زندہ کر دیں اور اس کے لئے روشنی کر دیں جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلے اس شخص کی مانند جس کی مثال یہ کہ وہ اندھیرے

۱۳۳ لَيْسَ فِخْرًا مِنْهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ زَيْنَ لَكَ الْكَافِرِينَ ۖ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ وَلَكَ الْآ

اس سے نفع نہیں اسی طرح کافروں کو وہ کام چھے سلوم پرستیں جوہ کرتے ہیں عذاب اور اس طرح

بَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ آلِ الْبَرِّ مَحْجُورِينَ ۖ لِيُكْمَرُوا فِيهَا

ہم نے ہر ایک بستی میں اس کے لئے بڑے محسوس کر دیا کہ وہ اس میں مستور ہو کر

کی طرف متوجہ ہو تو احکام ظاہری کی پروا نہ کر دے دیکھ لے گا کہ اس سے جو تو مخفی طور پر ان کا کتاب کرلو۔ عرب کے لوگ اس بات کو عیب نہ جانتے تھے کہ چھپ کر کوئی گناہ کر لیا جائے مثلاً چھپکر ناکرینے میں کوئی بیج نہ بکھتے تھے۔ ان کا ظہور کر

اس کے اور کتاب کو بننا خیال کر سکتے تھے عین یہی حالت آج عیب کی جو۔ اور قرآن کریم کا نزول جس طرح عجب سے ہوا اسی طرح

۱۳۴ ۚ يَوْمَ لَا يَنْفَعُكَ شَيْءٌ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُرْجَوْنَ ۚ كَذَٰلِكَ يُخَوِّفُ لِقَاءَ رَبِّكَ الَّذِينَ هُمْ يُحَدِّثُونَ ۚ

آخر آیت میں پھر دشمنان دین کی طرف اشارہ کر کے اس کو کعب کے اور اگلے رکن کے اصل معنوں کی طرف اشارہ کیا

۱۳۵ ۚ يَوْمَ لَا يَنْفَعُكَ شَيْءٌ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هُمْ يُرْجَوْنَ ۚ كَذَٰلِكَ يُخَوِّفُ لِقَاءَ رَبِّكَ الَّذِينَ هُمْ يُحَدِّثُونَ ۚ

انکے میت (الزمر ۳۰) میں میت سے مراد بعض کے نزدیک روح کا جسم سے الگ ہوا بلکہ بعض کے نزدیک بعض قبیل اور کسی جو ہرگز واقع ہوتی رہتی ہو۔ کیونکہ انسان جینا اس دنیا میں اور ہرگز اس پر ایک موت وارد ہوتی رہتی ہو جیسا شاہد گستا

یومئذ جبرائیلؑ حضرت ابن عباس سے بیان میت کے معنی کا فضائل اچھا سے مراد حیات۔ دوسرے قرآن مروی ہیں دوسرے

اسلام کے خلاف نص یہ بانی کنیا اوں کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے پہلے بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کیساتھ ان کو لوگوں

چکے تو اللہ وحافی مرچے ہیں کس مقام پر پہنچا دے وہ صرف انکو زندگی عطا فرمائے گا بلکہ اس سے بڑھ کر ایک اور بھی عطا فرمائے گا

اور وہ بھی صرف اپنی ذات کیلئے نہ ہوگا بلکہ دوسرے لوگوں میں اسکو بکھیرے گا یعنی اللہ کو بھی فائدہ پہنچائے گا یہ کھنڈر مسلم کی ذات

۱۵

نصوبہ بادل کا گنا

عرب اور عہد

ذبح اہل کتاب

میت

آنحضرت کا مدد کو

وَمَا يَكْفُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَعْلَمُونَ وَلَا تَعْلَمُ أَيْمَانُ يَدِهِمْ قَالُوا لَنْ نَبْرَحَ فِيهِ ۝۱۳۵

اور مفسر یہ نہیں کہتے مگر اپنی جانوں کے حضور کہنے لگے کہ ان کے ایمان کا کتنا عجب ہے کہ اس کو اپنی امانت پر کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہیں

نُوْنِي فَمَنْ مَّا أَوْفَىٰ وَعْدُ اللَّهِ أَمْ أَنتُمْ لِللَّهِ أَكْثَرُ حَيْثُ يُجْعَلُ رِيسْلَتُهُ سُبْحَنِكَ إِلَهَ يَنْ

دفعہ غزل
دفعہ لہم

کہ ہم کو اس کی قس دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی تھی سبحانہ کہ اس کی رسلات کو رکھنے والا! ان لوگوں کو جنہوں نے

أَجْرُ مَا وَعَدَ اللَّهُ وَعَذَابُ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ

جوہم کے لئے اللہ کی طرف سے عذاب اور عذاب خدا بہ ہیچ کرے گا اس لئے کہ وہ مفسر کہتے تھے کہ اس پر عذاب متعلق شدہ لہذا کہ ہے

أَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ رَحْمَةً وَآيَاتٍ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَاقًا

کہ اس کو ہدایت دے اس کا صدف اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنا چاہے وہ اس کے دل پر غم کا بوجھ لگا دیتا ہے

كَأَنَّا بَصَعْدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

گویا وہ اوپر کو چڑھ رہا ہے اسی طرح اللہ ان لوگوں پر ایسی چیزیں ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے مگر

بجھلے سلوم ہوسنے لگتے ہیں +

مَلِكًا أَكْبَرَ تَكْبِيرِكِي فَجَزَّ جَسَدُكَ سَفِي تَبْسُ يَأْمُرُ رَأْسِي أَنْ يَكْبِدَ كَلِمَةً لَدَىٰ مَلِكِهِ لَحْزَةً ۝۱۳۸

کبیر

یعنی جس طرح اس کو اپنے جملہ سلوم ہوسنے لگتے ہیں اسی طرح میرے کھون کے خلاف منصوبہ بادی سوچتی ہو تا رہی ہے شاید

ملکہ کبیری روشنی کو پسند نہیں کر سکتے مگر جب وہ نور دنیا میں آتا ہے اس کے بجائے اس کی روشنی میں لگ جاتے ہیں مگر آل ان منصوبہ

بازروں کا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے +

مَلِكًا ۝ آیت سے مراد وہاں عام ہو کوئی حکمرانی کوئی شریعت یا کوئی رسل آتا ہے تو مجھے اس کے کایک حق بات کو قبول کرنا

صاف سہجے

یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ پناہ گیری کا منصب ہم کو کیوں ملا دوسری جگہ آتا ہے بل برید علی امرہ منہم ان یوقی مصفا مشفق

والدہ الشریعہ اس کا جواب دیا ہے کہ خدا پناہ گیری کے منصب پر ہمیں ڈالنا کہ تمہارا نہیں فرمایا کرتا تا یہی کہ فرزندوں

وہ پناہ گیری دیکھ کر تعجب نہ ہو کہ اصل کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیغمبر لوگوں کو بنا کر وہی

منصب کے لئے خاص الہیت دیکھتے ہیں جس سے دوسرے عاری ہوتے ہیں اسی سے صحت انبیاء پر ہی دلیل پیدا ہوتی ہے لہذا

صفا

پر بھی کہ منصب رسالت کسی کو کوشش سے ہوا ہے نہیں مگر یہ ایک امر الہی ہے جسے خدا چاہتا ہے تو دیتا ہے +

مَلِكًا ۝ اصفا سے مراد ذات ہو خدا اللہ اکثر مفسرین کے نزدیک من عند اللہ کے ہم سنی ہیں یعنی اللہ کی طرف سے مقرر شدہ ہے

اللہ کے نام ہی اگر معنی کے جائز و مبرا ہی ہے منصوبہ یا ذیوں اور مخلصوں کا انجام بتایا ہے کہ ذیل ہو جائیگے اور قوت و

شرح صدر

شرکت کھیل کرے یہ کہ کر رہے ہیں جاتی ہو یہی اہل مکہ کا انجام ہوا یہی اب ہی الفت کا انجام ہوگا +

مَلِكًا ۝ شیعہ مصلحہ شیعہ کے اس معنی میں یا پھیلا جائے اور شیعہ صدر کے معنی امام راغب نے کہا ہے اسی نوع

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت اور اطمینان کے ساتھ قلب میں دست پیدا ہو جانا +

۱۲۹. وَهَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۖ قَدْ فَضَّلْنَا الْآلِیْنَ لِقَوْمٍ یَذْكُرُونَ لَهُمْ ذُرِّ السَّلَامِ

اور یہ سیدھے سب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے تمہیں ان لوگوں کے لئے کھول کر یہ ان کو یہی نصیحتیں کہیں ان کے لئے کہ تمہیں

۱۳۰. عِنْدَ رَبِّکُمْ وَهُوَ وَهَّابٌ ۖ یُؤْتِیْکُمْ مَّا کُنْتُمْ لَا یَقُولُونَ ۚ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ جَمِیعًا یُعْذِرُ الرَّجُلُ قُلْد

اس صلاحی کا کہہ کر اور یہی مان کا وہ ہے، ان کا حال یہ کہ وہ سیدھے راستے کو اور جہنم میں ان کو کھانے کے لئے جہنم کے گودہ تم نے

اسْتَلْزَمْتُمْ لَآئِسٍ ۚ وَقَالَ وَلَیْسَ مِنْ لَآئِسٍ بَنَّا السَّمِیْعَةُ بَعْضًا یَبْعِضُ ۚ

انسان ہی سے بھلائے لئے اور انسانوں میں سے ان کے دوست کیلئے لے ہمارے ہمہ گیر ایک دوسرے کو فائدہ اٹھانے کو

بَلَعْنَا جِلْمًا الَّذِیْ اَجَلْتْ لَنَا ۚ قَالَ لَنَّا ۚ مَثُوْلُکُمْ خُلِیْنٌ فِیْہَا لَا مَآشَاءَ

ہم نے اپنی جہاد کو کھینچ کر جو کھانے کا وہ ہے لے مقرر کی تھی کہ اس کا اکل شمار اٹھانے پر ہی میں رہو گے مگر جو اللہ

۱۳۱. اَللّٰهُ اِنَّ بَکَ حَکْمَہُمْ عَلَیْمٌ ۚ وَکَذٰلِکَ نُوْلِیْ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا لِّمَا کُنُوْا یُکْسِبُوْنَ

چاہے بیکے تیرے حکمت والا علم والا ہی ہے مگر یہی ہے جو کھانے کو ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں یہ سب کے سب جہاد کھاتے ہیں

بجملہ صدارہ ضیقاً اور حجاجاً حکیم سخت تنگی کا نام جو جس کے اندر کوئی جائے نہیں اور گناہ کو بھی حجاج کہتے ہیں

فیض صر جہاد ہی اس سے کہ اس میں بھلائی کیلئے کوئی رستہ نہیں ۱۰ مہم راغب کہتے ہیں اس سے مراد خون ہے

یصعد فی السماء سے مراد اوپر کو چڑھنا ہے جس سے دم رکنے لگتا ہو یہ صعد اصل میں یصعد ہے اور صعدو

اور ہر کی طرف جاتے کو کہتے ہیں

اس کا یہ منشا نہیں کہ خدا نے دو قسم کے انسان پیدا کئے ہیں اور بعض کا سینہ کھلا اور بعض کا تنگ پیدا کیا

بلکہ یہ بتانا مراد ہو کہ امر حق کا ذکر ایک پیاد کی طرح نظر آتا ہے حالانکہ حق حقیقت وہی باتیں جن سے اس کے سینہ میں اتنی تنگی پیدا

ہوتی ہے کہ سینے کے کھرنے والی ہیں ۱۰ انسان سے انسان کے اخلاق وسیع ہوتے ہیں ۱۰ کا فکا سینہ جو اسے کفر کے تنگ

ہوتی ہے اور باغیظ و غیر تنگی کفر کا نتیجہ ہے کفر تنگی کا نتیجہ نہیں

عَلٰی مَعْشَرٍ کَافٍ ۚ دس سے جو اور چونکہ دس کو عدد کامل سمجھا گیا ہے اس لئے عشیرۃ ایک شخص کے آثار کے

کہا جاتا ہے جس سے وہ اکثر حاصل کرتا ہے اور اس سے معشرہ جو جیسی جماعت کو کہا جاتا ہے جن کا ساملا ایک ہے

کل جامعۃ اہم واحد ہے معشرۃ المسلمین (د)

الجن جن کے معنی ڈھانک دیتا ہے ۱۰ اور جن وہ فوج ہے جن کو انسان کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی اور وہ اس سے

پوشیدہ ہے اسی فوج سے قرآن شریف ہے اے اے جس کو فراموش ہو کان من الجن (الکھف ۵۰) اور شیطان بھی وہ طرح کے

بتائے ہیں شیاطین الانس والجن یعنی ایک انسانوں میں سے اور ایک جن میں سے جو کہ تیرے ہی سے منہج حاسہ

میں لکھا ہے کہ جو کچھ لوگ ایسے شخص کو جو معاملہ میں تیز اور زور ورس ہو جن کے کہتے تھے چاہے کسی نابالغ یا غافل

چینی میں جن سے مراد وہ رفیق گئے ہیں جو جن کی طرح تھے اور سان العرب میں ایک شرط نقل کیا ہو جس میں شاعر

حج

فیض صر

صعد

کفر سے سینہ تنگ

عشیرۃ

معشرہ

جن

جن کا مسئلہ اٹلا

يَعْتَصِرُ الْجَنِّ الْإِنْسَ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمُ الْمُبِينَاتِ ۚ وَكُمۡ

اسے جنوں اور انسانوں کے گردہ کیا تھا اسے پاس تم میری کرول نہ آئے تھے تمہارے لیے میری آیات کو بیان کرتے اور اس قدر

لِقَابِ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا يَشْهَدُنَا عَلٰٓىٰ اَنْفُسِنَا وَعَٰرُۤىۤا نَّهُُمُ الْحَيٰوةُ ۚ الَّذِيۤنَ

دن کی ملاقات سے تم کو ڈرتے تھے کہیں گے ہم اپنی جانوں کے خلاف کیا ہی جیتے ہیں اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا

اپنی معشوقہ کو چھو کے نام سے خطاب کرتا ہو جہاں انسان العرب میں اس لفظ کی تفسیر یہ کی گئی ہو کہ وہ عورت جو جنیت کی طرح ہر اپنے حسن و جمال میں پائے جن جن میں کیونکہ انسان جنوں سے تشعشع نہیں کرتا۔ اور اسفار جہالت میں پہنچنے پر علیہا جنۃً یُتَقَاتٰی ۱۰ ایسے گھوڑوں پر کہ ان پر عرقی جن سوار تھے ۱۰ اور ایک میں جن انا فخر عوا السن۱۱ انا جہاں باوجود جن اور انس کے مقابلہ کے جن سے مراد انسان ہی ہیں دیہ دونوں مصرعے میں نے سرسید صاحب کی تفسیر نقل کئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہو کہ عرب کے لوگ جن کو وسیع معنی میں استعمال کر لیتے تھے یعنی خاص قسم کے آدمیوں کو بھی جن کہہ لیتے تھے ۶

جن سے مراد خاص
انسان ہر نہ ہر حال

اس جگہ یا جن سے مراد وہی غیر مری ہستیاں ہیں۔ یا مراد خاص قسم کے انسان ہیں ۹ اس کا فیصلہ خود قرآن میں
کی عبارت کرتی ہو۔ اول تو فرمایا اسقیت بعضنا ببعض ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے اب انسان تو
ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر وہ غیر مری ہستیاں انسانوں سے اور انسان ان غیر مری ہستیوں سے کوئی
فائدہ نہیں اٹھاتے۔ پھر آیت میں تو جن دامن کو ایک دوسرے کے ادب کیا ہو ۱۰ اور کئی آیت میں فرمایا کہ
اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کے ادب کیا بنا دیتے ہیں۔ تیسرے لگے کہ جس طرح جنوں اور انسانوں کا
ایک ہی معشر فرمایا جس کا اصل اطلاق ایک شخص کے اہل پر ہو اگر ایک نفع والے جن یہاں مراد ہوتے تو انسانوں کے
ساتھ انہیں ایک معشر قرار نہ دیا جاتا۔ چوتھے وہی فرمایا کہ جنوں اور انسانوں کے پاس انہی میں سے رسول
آئے۔ اب ظاہر ہو کہ وہ غیر مری ہستیاں ایک ایک نفع ہیں۔ ان کے پاس انسانوں میں سے رسول نہ آتے
تھے مگر جانتے کہ قرآن کریم سے رسولوں کا ذکر کیا ہو وہ سب انسان رسول ہی ہیں۔ اور نبی آدم کے ساتھ کیا
وعدہ تھا کہ آیا یتلکھ رسول منکم یقصون علیکم آیات ربکم ۱۲ اور ان غیر مری ہستیوں کو بھی یہ رسول یا ان کے
پر وہی مسلمان کرتے ہیں جیسا حدیث سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا۔
پس یہاں جنوں سے مراد وہ انسان ہیں جو جنوں کی طرح ہیں۔ وہی لوگ جن کو شریع میں اکابر کہا ہو۔ اور پہلے
لوگ اس لئے نہیں کہلا سکتے ہیں کہ وہ حوام الناس کی نفروں سے عواما چھپے رہتے ہیں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے
ذکر میں ان کو قیلیل لوگوں کو جن اور شیاطین کہا ہے جن کو قید کر کے حضرت سلیمان نے ان سے عاتق بنائے
اور غوطہ زنی و فروع کے کام لئے۔ اور اگر شیاطین کا لفظ اللہ تعالیٰ کے کفار اور ان کے سرور اہل پر بولا جاسکتا ہو جیسا
تمام مفسرین کا اتفاق ہو تو جن کا لفظ انہی لوگوں پر بولا جانا کوئی جائزہ نہیں ۶

حالانکہ یہاں صاف کفار کا ذکر ہے مگر جنم میں ان کے رہنے کے ساتھ ایک اشتباہ بھی موجود ہو اور انشاء
اللہ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس حالت سے انہیں باہر بھی نکال دے ۶

۱۳۲ وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِم أَنَّهُمْ كَانُوا الْفَرِيقَ ۝ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُن لَّكَ مَوْلَاكَ

اور وہ اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے عھنا ۱ اس لئے کہ تیرا بے بہتین کو ظلم کے ساتھ ہلاک

۱۳۳ الْقَرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مَّا عَمِلُوا وَمَا لَكَ بِغَاوِلِ

کونہ والا دھماکا لگے گئے رہنے والے بے خبروں عھنا ۱ اور ہر کے لئے صحیح ہیں اس کے مطابق جو انوش علی کو تیرا بے باغ کج

۱۳۴ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ لَغَفِيٌّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنَّ تَشَايُنَ هَبْكُمْ وَتَسْتَخْلِفُ مِنْ بَعْدِكَ

نہیں وہ کرتے ہیں اور تیرا بے باغی صاحب رحمت ہے اگر چاہے تم کو دے جائے اور تمہارے بعد میں کو چاہے تمہارا جانشین بنے

عھنا ۱ اس رکوع میں اصل در بعض رسوم مشترک کا جو ہمنا بخون کو شرف کرنے سے پہلے کچھے رکوع کے مضمون کی گیس کی ہو اور بتایا کہ جس بات سے اب بخا رہی آخر اس کا اقرار کر لیجئے۔ اپنی جانوں کے خلاف گواہی دینے سے مراد اپنے گناہ کا اقرار ہے +

کیا جنوں میں رسول

اس آیت کے جنوں کو نبی انسانی کے جن نہ قرار دینے سے مضمون کو یہ شکل پیش آئی ہو کہ آیا جنوں میں علیؑ جن رسول آئے۔ ظاہر ہو کہ یہاں منکر سے مراد یہ نہیں ہو سکتی کہ جنوں میں سے جن اور انسانوں میں سے انسان رسولؑ اور یہ ظاہر ہو کہ مشتاقی جن کیلئے رسولؑ جیتا ہو وہ اس نبی میں نہ جیتا ہو۔ یہاں تک کہ جب انسان یہ کہتے ہیں کہ ملک بینی قرشتہ ان کی طرف رسول کیوں نہ بھیجا گیا تو اس کا جواب یہ دیا کہ اگر زمین میں قرشتہ آیا دوسرے قرشتہ اعلیٰ طرف رسول بھیجا جاتا قل لو کان فی الارض ملطقة یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکاً رسولاً دینی اسل شیلا ۹۵ یہ آیت اس بات پر قطعی شہادت ہو کہ ایک نبی دوسری نبی کی طرف رسول نہیں ہو سکتی اور اس کی وجہ ظاہر ہو کہ رسول صرف احکام پہنچانے والا نہیں بلکہ ان احکام پر عمل کر کے دکھانے والا ہو اور ظاہر ہے کہ قرشتہ انسان کیلئے نزل نہیں ہو سکتا اس لئے ہی انسان جنوں کیلئے نزل نہیں ہو سکتا اور جس ملک انسانوں کیلئے رسول کا کام نہیں دے سکتا انسان جنوں کے لئے رسول کا کام نہیں دے سکتا پس جنوں اور انسانوں کو ایک عہد قرار دیکر پھر ان میں سے رسول بھیجنے کا ذکر صاف بتاتا ہو کہ ایک ہی نبی کا یہاں ذکر ہو اور اس دوسری نبی کا ذکر نہیں جو غیر مرئی ہستیاں ہیں +

ہاں تک پہلے تنبیہ نہ

ملطقی رسولوں کے بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ یہ خبری میں دگر ہلاک نہ ہوں ان کے فرائض سے ان کو ہٹا کر دالا کر ہی ہو۔ حق شریف میں جنوں کی کسی ہستی کی ہلاکت کا ذکر نہیں اگر جنوں کی طرف بھی انسان رسولؑ مبعوث ہوئے تو جن کی ہلاکت کا بھی نہیں ذکر ہوتا۔ بظلم کے معنی دوطرح پر ہو سکتے ہیں یعنی ایک یہ کہ ظلم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو یعنی اللہ اسباب ہذا کا ظلم کر کے بغیر تنبیہ کے اور رسولؑ بھیجے ایک ہستی کو ہلاک کر دے اور دوسرے یہ کہ بعض لوگوں کے ظلم میں کفر یا شرک کی وجہ سے یا حتیٰ ایک غلطی کی وجہ سے انہیں ہلاک نہیں کیا جب تک پہلے رسولؑ بھیج کر تنبیہ نہیں کر دی اور مطلب یہ ہو کہ اگر وہ ظلم کے ان لوگوں کی حالت بہت خراب تھی کفر اور شرک کی انتہا کو پہنچ گئے تھے مگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کا حکم و حکم اس قدر ہو کہ جب تک رسولؑ بھیج کر ان پر تمام حجت نہیں کر دیا اس وقت تک ان پر عذاب بھیجا بھی پسند نہیں فرمایا اسی کی طرف اشارہ آیت ۱۳۴ کے اللہ انزلہ والرحمة میں ہے +

قَالُوا لَكُمُ اسْمُكَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ قَوْمُ الْاٰخِرِيْنَ ۚ اِنْ مَاتُوْا عَلَدُوْنَ لَا يَنْفَعُ ۙ

جیسا تمہیں ایک اور قوم کی نسل سے پیدا کیا جاتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جا تا ہے اور تمہیں

بِعَجْرِيْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ يَفْعَلُوْنَ ۙ اَعْلٰى مَكَاتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۙ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ

ماہر کر کے نہیں بھلائے گا میری قوم تم اپنی طاقت کے مطابق عمل کرتے جاؤ گے میں عمل کرنا لا بہرہ ہو کر اس قوم کو سلطہ ہو ہی جائیگا

تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدِّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ الظَّالِمُوْنَ ۙ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرٰوْنَ

کس کو اس گھر کا رہبر انجام دے گا ان ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے ۱۱۱ اور اللہ کے لئے جو کچھ اس نے کہی

الْحَرٰثَ وَالْاَنْعَامَ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ ۚ وَهٰذَا لِلّٰهِ بِرَبِّنَا ۙ فَمَا كَانَ

اور چار دلوں سے پیدا کیا جو حصہ شہر تھیں لکھتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے ان میں رابہ اور یہی ہر شے کے لئے ہے

لِشْرٰكِهِمْ ۙ فَلَا يُصِلْ اِلَى اللّٰهِ ۙ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شَرْكِهِمْ ۙ

ان کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لئے پہنچتا ہے وہ ان کے شرکیوں کو پہنچ جاتا ہے

۱۳۸ سَمِعَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۙ وَكَذٰلِكَ رَآنَا لِنَشْرِكَ الْمَشْرِكِيْنَ

مبارک ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ۱۱۱ اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کی اولاد کا

۱۴۰ اِسْ اِسْمِ صَافِ مِثْلُوْنِ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۱ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۲ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۳ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۴ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۵ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

۱۴۶ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ اِسْمُ قَوْمٍ كَافِرٍ ۙ

قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ لَهُمْ يُدَّوْنُهُمْ وَاللَّيْسُ بِوَالَيْهِمْ ذِيْنُهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ

قتل کرنا ہے شریک اچھا رکھتا ہے تاکہ وہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان کا دین ان پر خطا کر دیں اور اگر اللہ چاہتا تو

۱۳۹ مَا فَعَلُوْهُ فَلَنْ رَّهْمُ وَمَا يَفْقَرُوْنَ ۚ وَقَالُوا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّهِيَ جُنْحٌ لِّجِبْتِنَا

ایسا ذکر کرتے سوان کو اور خود وہ انہیں ذکر کرتے ہیں پھر وہ سے ملنا اور کھتے ہیں ہر پہلے ایک جیسی منہ جس کو کوئی نہیں کہتا

اِلَآ اَمِنْ نَّشَاۓ رَبِّنَا ۚ وَلَآ اَمِنْ حُرْمَتِ طُهْرٍ وَّهَا وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُوْنَ اَسْمَآءَ

موجود جس کو ہم چاہیں لگے گمان نہ ہاں میں دیا ہی اور پھر پہلے کی پیشینہ پر پھر ان کو رسم لگائی ہو اور پہلے سے جن پر اسکا نام نہیں

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَفْتَرَاۤءَ عَلَيْهِمْ سَيَجْزِيْهُمْ يَوْمَآ كَاۡنُوْا يُفْتَرُوْنَ ۝

یعنی اس پر انہیں ذکر کرتے ہیں وہ ان کو اس کا بدلہ دیا اس لئے کہ وہ انہیں ذکر کرتے تھے

رسم کا ان سے دور کرنا اور سینکڑوں سالوں کی عادات قومی کو بیل دینا کسی انسان کی طاقت میں نہ تھا یہ کلام
عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کو ہی دیا گیا کہ تمام رسوم کو چند سال کے عرصہ میں ایسا دور کیا کہ اسکا
کبھی نام و نشان بھی نہ رہا۔ خیرات کے لئے جو حصہ الگ کرتے اس میں سے ایک حصہ اللہ کے نام پر رکھتے اور باقی
مساکین و فقیروں پر خرچ کرتے اور ایک حصہ بھوتوں کے لئے جو کاجہنوں اور جنوں کے عبادوں کو دیتے پھر خرچ کی چیز
سے اس حصہ کو جو خدا کے لئے ہوتا جنوں پر صرف کر دیتے۔ مثلاً اگر دیکھتے کہ جو حصہ اللہ کیلئے مقرر کیا ہو وہ عمدہ جات
میں ہے تو اسے بھی جنوں کا چڑھا دیا جاتا دیتے۔ یا کچھ خطہ واقع ہو جاتا تو سارا جنوں کا چڑھا دیا تو رویت سے بچ سکا
کے چند سے خیراتی کاموں کے لئے اسی رنگ میں رنگیں ہیں وعدہ کر لیتے ہیں مگر اپنی مزدوریات آئیں تو جو حصہ
کے لئے دینا کیا ہے وہ بھی وہیں خرچ کر لیتے ہیں اور بڑی کبھی نہیں ہوتا کہ اپنی مزدوریات کو کما کر اللہ تعالیٰ کیلئے دینا چاہتے
۱۴۰ اَلَّذِيۡنَ يَدْعُوْنَ ۚ وَذِيۡنَ مَعْنٰی عَنْهُ مَالٌ اِذَا مَضٰوْا رَاۤیْلَ ۙ ۱۱۰ تَاۡلٰفَهُ اَنۡ كُنۡتَ لَدُوْنِ

دو

(وَالصَّفٰتُ ۳: ۵۶)

قتل اولاد ایک تو پیشینوں کا زندہ گاڑ دینا تھا۔ اس صورت میں شریک کا وہم سے مراد ان کے اکابر ہونگے
جو ایک جہتی خیرت کی وجہ سے پیشینوں کو زندہ نہ دیتے دیتے تھے۔ انہی کا متبع عوام انساناں کرتے تھے۔ اور علاوہ انہی
ان میں یہ بھی رسم تھی کہ جب پیشینوں کی تعداد دس تک پہنچ جاتے تو ایک کو جنوں کا چڑھا دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ
جبرائیل علیہ السلام نے کیا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کو بت پر چڑھا دیا کہ اس کے لئے چڑھا یا۔ وہ
آخر ایک سوادش آپ کی جگہ دیا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا اَبْنُ الدُّنْيَا میں دو چیزوں کا شیا ہوا
یعنی ایک حضرت اسماعیل اور دوسرے آپ کے والد عبداللہ اور قتل اولاد سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہو کہ ان کی
پرورش علم شرک جہالت میں کر کے۔ جیسا کہ امام راغب نے لفظ تَقْتُلُوْا اولاد کو دھرم من الحاق (۱۵۲) میں لکھا
قَتْلُ اَنۡ ذَاكَ نَهَى عَنْ شَقْلِ الْاَوْلَادِ بِاَيِّضٍ ۚ اَمۡرٌ عَنِ الْعِلۡمِ ۝
لبس۔ دین کو خطہ کرنے سے مراد پھر کہ اصل دین و تہجد جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا اس پر نہ ہونے دیا

اور کو چاہئے کہ
بجائے کہ

۱۴۳ وَمِنَ الْاَنْعَامِ مَحْمُولَةٌ وَقَدْ نَزَّلْنَا كُلَّ مَا رَزَقْنَاهُ لَكُمْ وَاللَّهُ لَا يَتَّبِعُ اَخْطَاؤَ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ

اور ہمارا ہر چیز کو جو تمہارے لئے اور زمین کو لگے ہو تو اس کو کھا دیجئے کہ اللہ نے ذوق دیا جو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرے

۱۴۴ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ تَنْبِيْهُ اَزْوَاجٍ مِّنَ الْاَنْعَامِ اُنْثٰىنِ وَمِنَ الْغَرٰثِثِ قُلُوبُ الذِّكْرِ ذُو

تمہارا کھلا دشمن ہے ۱۴۴ آٹھ نر اور مادہ دو بیڑوں میں اور دو بچہ بیڑوں سے کوئی دو دونوں نر

حَرَمٌ لَّامُ الْاُنْثٰىنِ اَمَّا اَشْمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثٰىنِ يَنْبُوْنِ عَلٰى اَرْحَامِ

حرام کہے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے رحموں میں ہے مجھ علم کے ساتھ خبر دو اگر تم

۱۴۵ صِدْقَيْنِ ۝ وَمِنَ الْاَيْلٰىلِ اُنْثٰىنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اُنْثٰىنِ قُلُوبُ الذِّكْرِ كَوْنٍ حَرَمٌ

چھ ہو ۱۴۵ اور ایشیوں میں سے دو اور گایوں میں سے دو کوئی دو دونوں حرام کہے ہیں

اِمْرَ الْاُنْثٰىنِ اَمَّا اَشْمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثٰىنِ

یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے رحموں میں ہے

اکل۔ اکل کھانا اور اکل یا اکل وہ چیز ہے جو کھائی جائے مگر اکل حظ یا ذوق کے معنی میں بھی آتا ہو۔ اور کھل

بھی کہتے ہیں دل ۱۶

مسرف۔ مسرف کسی فعل میں صرفے کا نام ہے۔ خاص طور پر مال خرچ کرنے میں۔ اور صرفے کا معنی

دو نر بیچ پر ہے۔ حضرت سے زیادہ خرچ کرے یا اللہ تعالیٰ کی طاعت سے باہر خرچ کرے خواہ قلیل ہی ہو غیر رسوم

و دین پر خرچ کیا جائے ہو وہ سب طاعتِ اللہ سے باہر ہونے کی وجہ سے اسراف میں داخل ہو ۱۷

اول نباتات میں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت میں ان کا ذکر کیا ہو اور بنا یا ہے کہ اس میں حق صرف خالق کا ہو سکتا

اس کے سوا اور کیا حق نہیں۔ اور وہ حق مذکورہ ہے مشرک نباتات یعنی کھیتوں میں اور چارباؤں میں جن کے حقوق

مقرر کرتے تھے۔ خود کھانے کا ذکر ترتیب طبعی کے لحاظ سے پہلے رکھا ہو ۱۸

۱۹۹ احمولہ بھل سے ہر جس کے معنی ٹھکانا ہیں۔ راسخ ہے اس کے معنی کہے ہیں مایکل جو خود یا جائے یعنی چھڑنا ۱۹

فراش۔ فراش کے معنی بچانا ہیں اور زمین کو فراش کہا ہے کہ اس پر انسانوں کا استقرار ہو فراش کے معنی بچنا

ہیں اور اس سے مراد مایو تک ہے جو معنی جس پر ساری کی جائے (دغ) ۲۰

گزشتہ رکوع کی مشرکاتہ رسوم کا ابطال کیا ہو اور فرمایا ہو کہ ان جائزوں کا پیدا کرنے والا خدا تعالیٰ ہی نہ تھا

بہت پس اللہ تعالیٰ نے جس کام کیلئے انہیں پیدا کیا ہو وہ کام ان سے نہ ۲۱ احمولہ اور فراش کے معنی میں بہت سا بھلا

ہے میں نے انہیں فیکے معنوں کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اگلی آیات میں اس ترتیب کے ان جائزوں کا ذکر کیا پہلے

چھوٹے اور پھر بڑے ۲۲

۲۳۱ اذبح۔ زاد مادہ میں سے ہر ایک دوسرے کا ذبح کھانا ہے پس آٹھ اذوح سے مراد ایک ایک ذرا ایک

ذوح

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّيْكُمُ اللّٰهُ هَٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

یا تم گواہ تھے جب اللہ نے تم کو یہ حکم دیا پس اس سے بڑھ کر کون کی ہجو ادا کر رہے ہو

لٰكِنَّ الْبَاطِلَ يُضِلُّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کرتے ہیں کہ حکم کے دھونے ہوئے لوگوں کو گمراہ کرے بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا

قُلْ لَا اِجْدِيْ فِیْ مَا وُحِّیَ اِلَیَّ شَحْرًا عَلٰی طَعْمِ طَعْمَةٍ اَلَا اَنْ یَّکُوْنَتْ مِثْلَ

کہو میں اس میں جو میری طرف ہی کیا گیا ہو کسی چیز کو جو کہ کھانے والا کھائے حرام نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ مردار ہو

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ حَمًا غَضِرًا فَاِنَّهُ رَجَسٌ ۚ وَفَسَقَ اَهْلُ الْغَیْرِ لِلّٰهِ

یا خون گرہا گیا یا شکار کا گوشت کیونکہ یہ (سب) ناپاک ہیں یاہے نافرمانی ہو کہ ہمہرہر کرے اور سب کو ناپاک کرے

فَمِنْ اَضْطَرٍّ غَیْرِ بَآءٍ وَلَا عَادٍ ۚ فَاِنَّ رَبَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر جو کوئی مضطر ہو جائے نہ خواہش کرنے والا نہ حد سے بڑھنے والا تو یہ بیشک سب بخشنے والا حکم فرماتا ہے

ایک مادہ کیلک تعداد آٹھ ہو۔ جیسے کائے خود تقسیم کر کے بتایا ہو۔

ضأن۔ ضأن کی چیز ہے۔ حیث۔ ترکش اور مادہ نفیجہ اور معزز ماعن کی بکرا بنیس ہو اور مادہ علفہ

ضأن یا عنر

بتایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نہ زکو حرام کیا ہو نہ مادہ کو ذان کے بچوں کو۔ مشرک بعض وقت زکو توں کا چڑھا

قرودے کران سے کام لینا حرام سمجھتے تھے بعض وقت مادہ کو۔ اور جیسا کہ پہلے لکھ میں ذکر ہو بعض وقت جو کچھ بیٹ

میں ہو اسے مردوں کیلئے حلال اور عورتوں کیلئے حرام قرار دیتے تھے اسلئے زکو اور مادہ کا ذکر الگ کیا۔

اہل

۱۲۷۔ اہل میں سے دو جمل یعنی زکو اور ناقہ یعنی مادہ۔

بقدر

بعض میں سے دو۔ زکو ٹوہد کہتے ہیں مادہ کو بقیۃ جس کی چیز بقا ہو۔

ان تمام رسوم کو شرکین اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف منسوب کرتے تھے اور یہ سب ان کا افتراء تھا۔

غداؤں میں سے
کو حلت

۱۲۸۔ جب مشرکوں نے رسوم کا ذکر ہو جن کی رو سے حلال چیزوں کو حرام کیا جاتا تھا۔ تو یہ بھی بتا دیا کہ وہی انہی کی

چیز کو حرام سمجھتی ہو۔ لا اجد فیہا اداوی الی بتنا ہو کہ یہاں اشارہ سورہ نکل کی طرف ہو جو بطا قول سورہ الانعام

پہلے کی ہو اور سب سے پہلے اسی میں غداؤں کی حرمت و حلت کا ذکر آیا ہو۔ یہاں ناید یہ بیان کر دیا ہو کہ پہلی تین تین

مردار اور خون جو یہ گیا ہو اور سوا کا گوشت یہ تینوں تین ناپاکی کی وجہ سے حرام کئے گئے ہیں۔ ان میں وہ مضطر

ہیں جو انسان کے جسم پر اور اس کے خلاق پر برہا اثر پیدا کرتے ہیں۔ اور ما اہل بہ لغیر اللہ کو ان تینوں سے

انک کر کے اسے فسق قرار دیا گیا ہو کیونکہ اس کی ناپاکی اصلی نہیں بلکہ وہ محض خدا کے حکم کی نافرمانی ہو کہ وہ چاہا

ہے کہ خدا قن تک میں مشرکوں نے رسوم کی پیروی کر دی جائے۔

۱۳۷۰ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزَمًا لِّذِي ظَفِرَةٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنِيِّ حَرَمًا

اور ان پر جو یہودی ہیں ہم نے سبیلوں والے جانوروں کے قتل اور بکریوں سے ہم نے ان کے

عَلَيْهِمْ شُومُهُمْ لَا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمْ أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ

ان کی چربی حرام کی تھی سوائے اس کے جہاں کی ہاتھ پیر یا انگوٹھوں پر لگی ہو یا جو ہڈی کے ساتھ

۱۳۸۰ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَعْغِهِمْ زَوَّانَا الصِّدْقُونَ ۝ فَإِنْ كَذَّبُوكَ

لی ہڈی پر ۵ ہر ایک ان کو ان کی عبادت کی وجہ سے سزا دی اور بیشک ہم کہے ہیں سچا ۱۰ پس اگر وہ تجھے جھٹلائیں

فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسْعَةٍ وَلَا يُرْدِبَ أَسْهُ عَنِ الْقَوْمِ الْجَاهِلِينَ

تو کہو تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کی سزا مجرم قوم سے نہیں ہٹتی

۱۳۹۰ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْلَا ذَٰلِكَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَزَمْنَا

جنہوں نے شرک کیا اب وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کفر و حرام

شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِندَكُمْ

کرتے اسی طرح وہ لوگ جھٹلاتے رہے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ ہماری سزا کا مزہ چکھ کر ان کو کیا مبالغہ ہاں

مِنْ عِلْمٍ فَخُذُوا إِنَّا تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا خُرُوفُونَ ۝

کوئی علم ہے تم کو ہمارے قول کا تو تم صرف غن کی پیروی کرتے ہو اور تم نری آہلیں دھڑاتے ہو سنا

۱۴۰۰ ذِي ظَفِرَةٍ ۚ ظفر، انسان اور اس کے چتر دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اور ذی ظفر سے مراد ذی مخالف ہیں (غ) ذہ ظفر

یعنی پنجہ والے۔ یہاں اور چندوں میں سے وہ جن کی انگلیاں پچی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ اور شتر مرغ اور بیل (غ) ۵

حایا حیوۃ کی جمع ہے۔ انگوٹیاں اور جوئی کے معنی ہیں جمع کیا اور اسے منجھ کر رکھا دل) ۱۰

مطلب یہ ہے کہ یہودیوں پر جو ان ممنوعہ غذاؤں یعنی سڑک و غیرہ سے علاوہ کچھ حرام کیا گیا تھا تو یہ انکی ضرورت

کی وجہ سے ایک وقتی نزع تھی یعنی انکے مادہ کرکشی کو کم کرنے کیلئے بعض چیزوں سے انہیں بطور سزا محروم کر دیا گیا

۱۰ مثلاً انھوں نے خنزیر کے گوشت کے کھانے کو کما جاتا ہے۔ اور انھوں نے بعض چیزوں کے معنی ہیں کہ حرام کر دیا گیا ہے۔ اور انھوں نے

الغنا صون (اللذی رویت) ۱۰۔ معنی ہیں کہ انوں پر سختی۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک قول جو صرف ظن اور تخمینہ

کی بنا پر کیا جائے وہ خدشہ کا خواہ ایک چیز کے مطابق ہو یا مخالف کیونکہ اس کا کھنہ والا وہ بات ہے کہ یا غلبہ ظن یا

کی بنا پر نہیں کتا بلکہ صرف گمان اور تخمینہ کی بنا پر اور اس طرح پر بات کہنے والا کاذب سمجھا جائیگا (غ) ۵

جب ہر قسم کے دلائل ابطال شرک کے ہو چکے۔ قرآن انکے آخری حذر کا فیصلہ کرتا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ہم

بیشک اللہ عالم
کی نظیر

قُلْ لِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ قُلْ هَلْ يَسْمَعُ مَعَكُمْ الَّذِينَ

کہو تو اللہ کی دلیل ہی فیصلہ کن ہے۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا۔ مگر اس نے اپنے وہ گواہ لاؤ جو

يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا ۖ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ

یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے پھر اگر وہ گواہی دیں تو تو ان کے ساتھ گواہی دے۔ ادا ان گواہوں کی خواہش

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرَوْنَهُمْ يَدْعُونَ

کہیدہی ذکر جو ہمارے ہوں کہ جھٹلاتے ہیں اور ان کی جو آخرت پر ایمان نہیں لگتے اور وہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ گواہ

ایسا نہ کرتے۔ مطلب یہ کہ ہمارا شرک بھی مشیت الہی سے ہے۔ اس کا جواب بھی طع پر دیا ہے۔ اول یہ کہ یہ شخص کذب

ہے۔ پچھلے لوگ بھی اسی طع کے جو دے عذر بنائے کہ انبیاء کو جھٹلاتے رہے۔ آخر عذاب کا خزانہ چمکا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا

یہ منشا ہوتا کہ انسان شرک کریں تو پھر وہ شرک کی وجہ سے عذاب کیوں بھیجنا۔ دوسرا جواب اسی کے اندر ہے

کہ پھر نبی کی پہلے اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب کرتے ہو۔ اگر تم ایسے ہی مسلوب الاختیار ہو تو پھر تکذیب کیوں

کرتے ہو۔ حق کے قبول کرنے میں مسلوب الاختیار بننے میں اس کی تکذیب کے وقت نہیں بننے۔ تیسرا جواب یہ

ہے کہ کوئی علم پیش کرو۔ اگر اسی منشا یہ ہوتا کہ لوگ شرک کیا کریں تو اس کی تعلیم بذریعہ انبیاء بھی جی جی نہ کر

کسی نبی کی تعلیم شرک کی طرف نہیں ملتی۔ اور آخر پر بتایا کہ یہ تمہاری باتیں مزے سن لو اور ان غلوں پر جہنمی ہیں حالانکہ

پنجیہ جو بطلان شرک کرتا ہے وہ یقینی علم کی بنیاد پر کرتا ہے +

جو کچھ یہاں مشرکوں کی حالت بیان کی ہے آج وہی مسلمانوں کے کثیر حصہ پر صادق آ رہی ہے۔ ایک کثیر حصہ

مسلمانوں کا ایسا ہے جو طع کے فسق و فحش میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر کہہ دیتے ہیں کہ خدا کے منشا کے خلاف

تو ہم چل رہے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے۔ پس وہ چاہتا ہی ہے تو ہم ایسا کرتے ہیں اسی طع مذہب کے معاملہ میں بڑی جرات سے

لیکر یہی علم صحیح کے اٹھیں دوشائے نہ ہوتے ہیں اور اس کو یہاں کذب قرار دیا ہے +

المبالغة۔ مبلغ کے معنی غایت متعدد کو پہنچ جانا (غ) پس حجة بالغتہ وہ دلیل قاطعہ ہونی جو دعا کو ثابت کرنے +

جودلائل اور دیکھتے ہیں ان کو حجت بالغتہ یا فیصلہ کن دلیل کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور آخر پر بتایا کہ ارادہ

الہی قربانیت کے لئے ہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ وہ سامان بھی پیدا کرے گا جو کو شرک سے محال کر دینا چاہے

وہ یا لوشاء لہدنا مکہ اجمعین کے معنی یہ ہیں کہ اگر اس کی مشیت انسانوں کو مجبور کرنا ہوتی تو وہ ہدایت

پر مجبور کرتا +

المبالغة۔ کسی چیز کی طرف بلائے پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کی اصل بعض کے نزدیک حائلتہ ہوتی اور لفظ کفایت

سے جو جس کے معنی ہیں ایک چیز کی اصلاح کی اور بعض کے نزدیک فعل آتم یعنی کیا تمہارے لئے اس میں اتم

یعنی قصد پر (غ) +

مطلب یہ ہے کہ ہم کوئی ایسا شخص پیش نہیں کر سکتے جس نے بر بنائے وہی الہی یہ کہا ہو کہ یہ مشرکانہ

باتیں جانتے ہیں +

بالغتہ

ہلم

۱۵۲

تو میری جگہ پر
میں کوئی نہ ہو
چاہا۔ ۹۰

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ الْأَشْيَاءَ الَّتِي كُتِبَ عَلَيْكُمُ أَنْ تُبَدَّلُوا بِهَا شَيْئًا وَلَا تَأْكُلُوا

إِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ أَمْلَاقٍ ۚ إِنَّكُمْ تُرْزَقُونَ بِهَا نَفْسًا

احسان کرو اور اپنی اولاد کو نفسی کی وجہ سے قتل نہ کرو ہم کو روزی دینے ہیں اور ان کو بھی

وَلَا تَقْرَبُوا الْقَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ

اور یہ عیالی کی باتوں کے قریب مت جاؤ جو اوہیں سے ظاہر ہوں اور جو چھپا ہو لیکن اور اس جان کر کے اشد

الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

حرام شے یا بخل نہ کرو سوائے اس کے کہ نصاب پہنچا ہو اس کا تم کو حکم دیتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو

۱۵۳ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ دُخَانُ السَّجَّادِ ۚ وَكَانَ كَذَلِكَ كَوْنًا مِمَّا كَانُوا يَجْعَلُونَ

يَا حَلِيبًا ۚ وَكَانَ كَذَلِكَ كَوْنًا مِمَّا كَانُوا يَجْعَلُونَ ۚ وَكَانَ كَذَلِكَ كَوْنًا مِمَّا كَانُوا يَجْعَلُونَ

مِنْ أَمْلَاقٍ ۚ وَكَانَ كَذَلِكَ كَوْنًا مِمَّا كَانُوا يَجْعَلُونَ ۚ وَكَانَ كَذَلِكَ كَوْنًا مِمَّا كَانُوا يَجْعَلُونَ

دعا اور دفعہ کو بھی ملتی گئی جاتا ہے اور املاق فقیر ہو جائے کہتے ہیں اور اصل اس کا یہ کہ سادہ مال جو کہ پائیں

اس کے پاس کچھ نہ رہا دل، یہاں من املاق فرمایا یعنی نفسی کی وجہ سے دوسری جگہ ہر خشیت املاق یعنی نفسی

کے ڈر سے رہتی اسما میں ۱۵۴، ہو سکتا ہو کہ دونوں کے ایک معنی ہوں ہو سکتا ہو کچھ سے مراد وہ ہیں جو نفس پر

اور دوسرے سے وہ جو نفس نہیں مگر نفسی سے ڈرتے ہیں +

دوسرے کے شرک کی بجائے اس کے ساتھ ہی مشرک دوسرے کی زد پر کر کے اب اس رکھیں بتایا ہو کہ خود کو

تبدیل کرنا نفس ایک عقیدہ کا مان لینا نہیں بلکہ خاص اصول پر اپنی زندگی کو چلانے کا نام ہو چنانچہ اول خلاصہ کے

طور پر ہر قسم کے شرک کا ابطال یوں کیا کہ کسی چیز کو سچ ہو یا لاکھ ہوں یا بت ہوں یا اور چیزیں ہوں یا ہر جن ہو

خدا کے ساتھ شرک مت ٹھہراؤ اور اس کے ساتھ ہی دوسرے احکام کا ذکر کیا جو انسان کی عملی زندگی کے لئے ہیں

گو یا بتا دیا کہ شرک سے بچنا ہی ہے جو صحیح اصول زندگی پر عمل پیرا ہو۔ ان میں سے پہلے والدین کے حقوق کی طرف توجہ

دہائی پھر اولاد کے قتل اور اس سے پہلے بعض نے مراد ہنزل ذخیرہ سے بیخلاف کرنا یا جو اور بعض نے ولیوں کا نذر

گناہانہ گناہات سے معلوم پڑا ہو کہ مراد یہاں لکھنا نہیں دکھایا جا چکا ہو یہی ہے کہ اولاد کو مکرر ذبح سے منع دیتا ہو

کیونکہ اکثر لوگ بعض اس خیال سے اولاد کو قتل نہیں دیتے کہ ہم نفس ہیں یا نفس جو جائیگے نفسی کے خوف سے لاپرواہ

کو نہ دیتے تھے گو والدین کے حقوق کے مقابل اولاد کے حقوق یہ بیان کئے گئے کہ ان کو کچھ تعلیم و تربیت دی جائے پھر ہم

کی عیالی کی باتوں سے روکا خواہ ان کا اثر دوسرے پر نہ پہنچا ہو اور ہم ترین عیالی دنیا پر جو جس سے نسل انسانی کی تخلیق

پہنچے پڑا کر پڑتا ہو۔ پھر خدائے نسل انسانی میں جو مسکے ہوئی ضرورت ہے معنی حفاظت جان اس کی طرف توجہ دینی

ایک دنگ میں جاندار باتوں کا تعلق حفاظت جان سے ہو۔ ان بائیکے ذریعہ سے جان پیدا ہوتی ہو۔ اور اس کی

ملی۔ تنق
املاق

توجہ کا اثر

قن وہ دے مراد

حفاظت جان کی

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ ۚ

اور یتیم کے مال کو قریب نہ جاؤ سوائے اس طریق کے جو بہت اچھا ہو میں تک کہ وہ اپنی جوانی تک پہنچ جاؤ اور ماپ اور

الْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكِلُوهُمْ فِي الْكَيْلِ نَفْسًا وَلَا وِسْعَةً ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۚ وَأُولَٰئِكَ

قول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو ہم کسی بھی کو کھف نہیں کہے گا اس کی دست کے مطابق اور جب تم اہل کو توصل کر دو ہم

ذَاقُوا وَبِهِمُ اللَّهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَلُ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّيْنَا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ وَأَنَّ هٰذَا

نقصی جو اور اللہ کے حمد کو پورا کرو اس کا تم کو حکم کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پڑھو ۱۵۳ اور کہ یہ میث

صِدَاقٌ مُّسْتَقِيمٌ ۚ فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ

ماستہ سیدھا ہے سچائی کی پیروی کرو اور راہ اور راستوں کی پیروی نہ کرو کہ تم کو اس کے راستے سے الگ نہ کرے

ذَٰلِكُمْ وَصَّيْنَا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ ثُمَّ أَنَا نَاوَسُو لِكُتِبَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي

اس کا تم کو حکم دیتا ہے تاکہ تم تقویٰ کرو ۱۵۴ پھر ہم نے مومن کو کتاب دی اس پر ہدف تمام لکھنے پر

الْحَسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ وَهُدًى رَّحْمَةً لِّعَلَّاهُمْ يَلْقَآءُ رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ ۚ

شکرا ہے اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لائیں ۱۵۵

قریب ہوتی ہو۔ ہر دلا دے قتل سے روکا۔ پھر یہ پائی سے جس کی سبک قبیح صورت زمانہ جو جس سے اولاد ضائع

ہوتی ہو۔ پھر دوسرے کو قتل کرے اسے روکا ہو۔ آخر پر قتل سے کام لینے کو کہا ہو کہ اس کے بغیر نفع انسان کا بقا نہیں ہو۔

۱۵۳! اشد۔ شدت کا استعمال مضبوطی حد پر بھی ہو اور قوت دہنی پر بھی من اشد منہم قوت (حکم ۱۵۰) اور اشد

وہ حالت ہو جب انسان کے قرآنے جسمانی مضبوطی پر جائیں اور قرآنے اخلاقی کی مضبوطی پر بھی بولا جاتا ہو جیسا کہ

بلغم اشد وبلغ اربعین سنة والاحتفاف ۱۵۵ دین اور پورا د قوت دہنی کی مضبوطی ہو

اس آیت میں حفاظت مال کی طرف توجہ دلائی ہو۔ سب سے پہلے یتیم کے مال کی حفاظت کی پھر ماپ اور قول کو ترک

رکھنے کا حکم دیا پھر حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں انصاف کا حکم دیا۔ اور بالآخر اللہ کے حمد کی طرف توجہ دلا

تمام احکام شریعت کی طرف توجہ دلائی اس کا خلاصہ نصیحت پر کیا کہ نہ بزرگ مال کے معاملہ میں یا شہادت کے ادھر

میں خدا کو یاد نہیں رکھتے ۱۵۵

۱۵۳! حقوق اللہ یا اللہ کی تعبد کے ساتھ حقوق العباد کو بیان کر کے اس سب کو مراطہ متقیم کہا ہو جس سے معلوم ہوا

کہ حقوق العباد کی ادائیگی بھی مراطہ متقیم میں شامل ہے ۱۵۴

۱۵۳! تم۔ یہاں ترتیب کے لئے نہیں بلکہ مراد صرف ایک اور چیز کا ذکر ہو۔ دیکھو ۱۵۵

تماما یعنی ان تمام نعمت کیلئے جس قوم کے حالات کے مطابق قوریت سے ہی ان پر ان تمام نعمت ہوا۔ ان کل دنیا پر انکا

شد۱۵۳! اشد

حفاظت مال

قوریت کن معنوں میں
ان تمام نعمت پر۔

وَهَذَا كِتَابُ نَزْلِهِ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا عَذَابَكُمْ تَرْحَمُونَ ۝ اِنْ تَقُولُوا اِنَّمَا

اور یہ کتاب جو ہم نے انما ہی برکت ہی مٹی ہے سوس کی پیروی کرو اور تقویٰ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۱﴾ ایسا دہو کہ تم کو

أَنْزَلَ لِكُتُبٍ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَأَنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِيلِينَ

کتاب صرف ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتاری گئی اور ہم ان کے پڑھنے سے یقیناً بے خبر تھے۔ ۱۰۳۸ھ

۱۵۹ اَوْ تَقُولُوا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ

۱۔ کہو اگر کتاب ہم پر اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت پر ہوتے

نہایت قرآن سے ہوا ۛ

علی الذی احسن اس سے مراد ہر ایک نبی کریمؐ والا جو بعض نے مراد حضرت موسیٰؑ کو کیا ہے کہ انہوں نے تبلیغ میں احسان کیا اور ہر احسن القیام یعنی نیک کامی نبی کریمؐ کو یہ یا نام سے مراد کمالِ احسان ہر صاحبِ کرم و نعت کی یاد توجہ سے تفصیل کل شے سے مراد صرف اسی قدر ہے کہ اس قوم کی ضرورت کے مطابق اس میں ہر شے کی تفصیل تھی جیسا کہ ایک ملک کے درمیں ہر واقعیت میں کل شے داخل ہے۔ ۴۲) مراد صرف اس زمانہ کی ضروریات ہیں۔

چونکہ لگ بھگ یہی قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کا ذکر کرنا ہے اس کا غائر حضرت موسیٰؑ کو کیا ہے۔ اور اس نے بھی کہ موسیٰ کی کتاب قرآن کی صداقت پر گواہ ہے۔ اور خود اس رکوع سے یقین ہو کہ جیسے احکام شریعت توحید کے ساتھ اب دیتے ہیں اسی پر احکام موسیٰؑ کو بھی دیتے تھے۔

۱۳۳۰ مسرت کے خاتمہ پر سرکشی میں دو باتوں کا ذکر کیا جو ایک دوسرے کی توجیہ کی تعلیم دینا پس گو پہلے ہی آتی ہی
 حید کو ابھی حضرت موسیٰ کی کتاب کے ذکر میں فرمایا تھا اور اپنے پہلے وقت میں ہر قوم پر انعام و نعمت دینی تعلیم تھی۔
 لیکن وہ کال تعلیم جو دنیا میں ہمیشہ رہنے کیلئے بھیجی جاتی رہی وہ اس کتاب میں ہی جو مبارک ہو جس کی خبر دو گئی ہو
 اور بھی منتقل نہ ہوگی دیگر ۹۲۸ اور دو دوسرا اس کو حید کا علی نو نہ حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو پیش کیا ہو اور یوں بتایا ہو
 کہ توحید کی تعلیم ملی ہوگی۔ اسے کہاں میں اگر قرآن شریف میں موجود ہے تو علی رنگ میں وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی ہو
 ۱۳۳۱ یہاں غائب خصوصیت سے اہل عرب ہیں اور ان تقریبات کا تعلق اتزلانہ ہے جو یعنی اگر ہم کتاب نہ اتزلانے
 تو تمہارا کہہ سکتے تھے اور صرف دو گروہوں کا ذکر اسلئے کیا کہ یہ دو گروہ ملک عرب میں آباد تھے اور انہوں نے عرب کی
 اصلاح کیلئے کوشش بھی کی تھی۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہو کہ پہلے یہودیوں اور پھر عیسائیوں نے اپنا پر زور اہل عرب
 کو یہودی اور عیسائی بنانے پر لگایا لیکن ان کو کامیابی نہ ہوئی اور ان کی دراستہ سے بے خبر ہونا اس لحاظ سے کہا کہ
 یہ کتابیں نہ ان عربی میں نہ قبیل اور ان کے ترجمے بھی وہ دوسری زبانوں میں کرنا جائز نہ سمجھتے تھے بلکہ یہودیوں اور
 عیسائیوں کا یہی خیال تھا کہ ان کی مقدس کتابوں کو صرف مذہبی آدمی ہی پڑھ سکتے ہیں۔ یہودیوں کا تو بتک یہی خیال
 ہو اور عیسائیوں میں یسٹسٹن فرقہ کے پیدا ہونے کے بعد ترجمے شروع ہوئے۔

١٢

توحید کا نام کی پیہم
طہری اور عمل رنگیہ

محرم چوں شد توحید
کی عملی تعلیم ہی

اپنی کتاب و عرب

توہیت و نخل کے ترجمے

فَقَدْ جَاءَكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَهَذَا وَرَحْمَةٌ مِنْ لَدُنِّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

موسوود قضا سے پس نشانہ رسب سے کھلی دلیل بادید اور رحمت بخشنی پھراس سے نہاد عظام کن ہر بادشہی آئینوں کو

اللَّهُ وَصَدَفَ عَنْهَا سَجَرِي النَّارِ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ

جھلائے اعدان سے پھر جائے ہم ان لوگوں کو جو ہمداری آیات سے پھرتے ہیں برسہ عذاب کی سزا میں

يَا كَاذِبًا يَصْدِفُونَ أَلَّا يَنْظُرُوا لِكَيْ لَا أَتَايَهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبَّهُمْ أَوْ يَنْظُرُونَ

اس لئے کہ وہ پھر جاتے تھے عفتنا وہ کسی بات کا انتظار نہیں کرتے کہ کیا انکسپس فرشتہ آئیں یا پھر رسب آئے

يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِكَ لِيُزَيِّنَ بَعْضُ آيَاتِكَ لِيُفْتِنَ نَفْسًا إِيْمَانَهُمْ لَكُنْ أَتَتْ

جیسے رسب کے بعض نشان آئیں میں دن تیرے رسب کے بعض نشان آئینگے کسی شخص کو اس کا ایمان فتنہ میں جو پہچانے

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَكْسِبَ فِي إِيْمَانِهِ خَيْرًا لَقَدْ أَنْظَرُوا أَنْ يَنْظُرُوا

نہاد تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی تھی کو انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں بظن

۱۳۹ اس میں یہ اشارہ ہو کہ وہ لوگ جن پر اب ہم نے یہ کتاب اتاری ہو وہ انصاف سے ہر طرح سے توبہ کریں گے

اور جس طرح حضرت موسیٰ کے ساتھیوں اور حضرت عیسیٰ کے حادریوں نے قریت اور انجیل کی پیر دی میں کہ مذہبی دکھائی نہیں

کمزوری رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اصحاب کے وقوع میں نہ آئیگی۔ آخر میں کذب کرنے والوں کو ڈرایا ہو

نشانہ اس آیت کی تفسیر میں صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ایک حدیث مروی ہو جو الفاظ قلعہ میں اوکئی طرح

میں آئی ہو اس میں کہیں تو یہ لفظ میں لا تقوم السماء حتى قطع الشمس من مغربها فاذا رآها الناس آمنوا من

عليها فذلك حين لا ينفع نفسا ارجا ولا تموتك اهدت من قبل قیامت نہیں آئیگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع

پس جب کہ وہ سے کھینچے تو سب ایمان لے آئینگے اور یہ وہ وقت ہوگا جب کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے ایمان لایا

تھا۔ اور کسی میں یہ لفظ ہو کہ تمین یا تمین ہیں جب وہ ظاہر ہو جائیں گی تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے

ایمان نہ لایا تھا یا سچ ایمان میں غیر نہیں کہانی تھی۔ سورج کا مغرب طلوع کرنا اور دو حال اور دو احوال اور کسی میں یہ

لفظ نہیں کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک دس نشان نہ دیکھو۔ کتاب کا مغرب طلوع اور دو حال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال

وہاچہ اور دو احوال بن مریم اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال اور دو احوال

میں اور آگ جو قعر عدن سے نکلے گی۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان احادیث کو اس آیت سے جو تعلق نہیں ہوسکتے

کہ ان میں بھی یہ لفظ آئے ہیں کہ اس وقت کسی شخص کو ایمان نفع نہ دے گا اور آیت میں بھی یہ لفظ آئے ہیں مگر صرف اس

بنا پر ان اثرات اسناد کو بعض آیات دہش کی تفسیر نہیں کہا جاسکتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں فرشتوں اور رسب کے

آنے کا ذکر ہو اور اس کے ساتھ بعض آیات رسب کے آئے کا ذکر ہو اور ان احادیث میں ایسا کوئی ذکر نہیں بلکہ کوئی

اختلاف نہیں ہے۔ فرشتوں اور رسب کے آنے سے کیا مراد ہو یہ طے نہیں چلا جاسکتا اور دوسری وقت یہ ہو کہ ان

اشارہ

۱۶۰ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا بَيْنَهُمْ وَكَانُوا شِعْبًا كَاسَتْ وَفِي شَوْءٍ اِنَّمَا اَقْرَبُهمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ

وہ ایک جنوں نے اپنی کوٹھنے میں بیٹھا اور گردہ گردہ ہو گئے تھے ان سے کہہ سکا نہیں ان کا معاملہ اس کی طرف ہی پھر

۱۶۱ يَكْتُمُهُمْ جَاكًا نَّوِيْعًا لَّوْنٍ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَلِهَا وَمَنْ جَاءَ

وہ بھی کوٹھوں جیسا جو دیکھ کر تھے ملتا جو کوئی نیک کرتا ہے تو اس کے لئے دس سیکڑی ہیں اور جو کوئی

۱۶۲ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يَجْزِيْهِ اِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يَظْلَمُوْنَ قُلْ اِنِّىْ هَدَيْتُكُمْ اِلَى

پہی کرتا ہے تو اس کی مثل ہی اس کو ملے گی جتنی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا کیونکہ جبکہ جو میرے سب سے زیادہ

صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مَّالَةً اَرْزُوْهُمْ حَيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْكَرِيْنَ

کی طرف مایہ دہی ہے دین صحیح اگر آپس دست دے کہ دھوکہ دین کی طرف اور وہ منکر میں سے نہ تھا

احادیث میں اس اشراط میں صاف طور پر بحال یا مسیح سو دے کہ کئے کا ذکر ہو۔ اور یہ احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہے

کہ بحال کو ترجیح موعود ہلاک کر دیا اور غیر مسلم مسیح موعود کی وجہ سے ایمان لائے گا ایمان لانا یہ سودھا تو مسیح کو سمجھنے

کا فائدہ کیا تھا پس ضرور کہ ان احادیث کا مطلب کچھ اور ہے۔ اور بعض باتیں ان میں استعارہ کے رنگ کی ہیں مگر

اس پر بحث کا یہ موقع نہیں یہاں ہم نے صرف یہ دیکھا ہے کہ بعض آیات دہک سے مراد کیا ہو سو اس تفسیر کو دیکھ

رکھتے ہوئے جو ملے اور اس کے آئے ہی ۱۶۱ میں کی جا چکی ہو یعنی یہ کہ خوشیوں کے کئے سے مراد جو جگہوں میں غنا

کا آنا ہو۔ اور دیکھ آئے سے مراد دشمن کا استیصال قطعی ہو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیات دہک کے آئے سے مراد

موت کا آنا ہو۔ جو وہی صحت فساد قیامت قیامت کے تحت قیامت ہی کو اس میں شک نہیں کہ جب سوکے

آثار کا ہر جو جائیں تو پھر کا ذکر ایمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ دیکھئے شخص کو ایمان کچھ فائدہ دے سکتا ہو جو منہ

ایمان لایا گیا حال اس کے مطابق دیکھئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان بغیر اعمال کے کام نہیں دیتا پہلی آیت میں

جس عذاب کا ذکر تھا اس کی یہاں زیادہ حراحت کر دی ہو اور یہ سب تکذیب کے لوگوں کیلئے ہو اور یہی شاہد قاطع ہے کہ

۱۶۱ شیعہ شیعہ کے متنی انتشار اور تقویت ہیں اسی سے خبر کا شائع ہونا ہو اور شیعہ وہ ہیں جن سے انسان فوت

پڑتا ہو جس سے وہ بچتے ہیں دغا اور ہر ایک قوم کا ایک امر پر جمع ہو۔ وہ ایک شیعہ ہیں اور انہی کہتے ہیں وہ نہیں

بعض کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہ سب متفق نہیں ہوتے اور یہاں مراد ایسے ہی فریق ہیں جو ایک کلمہ کے کی تکذیب کرتے ہیں

اس سے مراد وہاں ہو اور وضاحت کے لئے گئے ہیں مگر تہذیب کی ایک رعایت میں ہو کہ اس سے مراد اس امت کے

اہل بدعت ہیں اور یہی درست معلوم ہوتا ہے جو نکلا اور ایمان میں نیکی نہ کئے والوں کا ذکر تھا اس لئے سادہ ہی

ایسے لوگوں کا بھی ذکر کر دیا

۱۶۲ میں ان کی اور یہی کی جزا اور سزا کا جو قانون یہاں بیان کیا ہو وہ دوسرے مقامات کے خلاف نہیں ہر نیکی کا

جملہ ثواب اور وہ دس گنا ہو یا اس سے بھی زیادہ ہر نیکی کا بدلہ ملتا ہو اور وہ اس ہی کی مثل پھر ملے گی اس سے بھی

کم ہر نیکی کا بدلہ ملے گا جس سے اس سے باطل صاف ہی ہو گا

شیعہ شیعہ

نیک اور بد کی کجی کا قانون

قُلْ إِن صَلَائِي وَمَنَاسِكِي وَعَمَلِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَلَهُ إِلَٰهٌ ۚ ۱۶۴

کہو میری نماز اور میری قربانی اور میری عبادت اور میرا خدا ہے جو جہانوں کا رب ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے

أُفِرَّتْ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۚ قُلْ غَيْرِ اللَّهِ أَغْنِي بَأَوْهَوْرَبُ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ ۱۶۵

مجھے بے پروا کر دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں کہو کیا میں اللہ کے سوائے کوئی رب چاہوں اور دم چرچہ کا رب ہی اور کوئی جان

کُلْ نَفْسِ الْأَعْلَى وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

ہر کسی کی اپنی کھال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا پھر تمہارے سب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

پھر وہ تم کو اس کی ہر دو چیز میں اختلاف کرتے تھے بتلائے گا

۱۶۴۔ اس آیت میں اعلیٰ رنگ میں کمال توحید کو بیان کیا ہے۔ دوسرا انسان اپنے کمال کو اس وقت پہنچتا ہے جو اس کا

آنحضرت کے اہل
دین

ہر شے پر خیر و بد کے رنگ میں ہو یا قربانی کے رنگ میں جب اس کا جیسا تمنا اپنے لئے نہ ہو بلکہ صرف اپنے نفع کے لئے

ہو۔ سب عالمین کیلئے ہونے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ عالمین کی ربوبیت میں لگ جاتا ہے اسی طرح موجد

کامل بھی عالمین کی ربوبیت میں لگ جاتا ہے۔ پس توحید کا عملی رنگ مخلوق خدا کی ربوبیت ہے۔ اور سب سے بڑی ربوبیت

افضل الخلوقات انسان کی ربوبیت روحانی ہے اور انبیاء کے سپرد کی جاتی ہے۔ اور اس ربوبیت روحانی کا سب سے

اعلیٰ مرتبہ ہمارے نبی کریم صلعم کو حاصل ہوا کیونکہ جس قدر اصلاح نسل انسانی کی آپ کی دہ اور کسی نبی کے صحابہ

نہیں آئی۔ اسلئے آپ اہل السالکین کی خلوقات میں سے ٹھہرے ۛ

چونکہ اس سورت میں اہل بحث توحید آپ پر مبنی ہے اس لئے اس کا خاتمہ اس پر کیا کہ محمد رسول اللہ صلعم توحید

کے کس مقام کا لہر ہے جس سے اور کہ توحید کا کمال عملی رنگ میں مخلوق خدا کی بخل میں لگ جاتا ہے ۛ

ہر مقام نصیب

اسی طرح اگر اللہ کرے کہ توحید انسان کا فعل و اخلاق نفسانی سے دور ہو تاوی اسی قدر اس کا پایہ بلند ہوتا

جاتا۔ ہر ایک انسان اپنی ذات کیلئے کچھ کرتا ہے۔ دوسرا اپنے خیال کے لئے۔ تیسرا اپنی قوم کے لئے۔ چوتھا اپنے ملک کے

یہ سب تدریجاً ترقی ہو سکتے ہیں۔ لیکن سب سے بنیاد یہ ہے کہ انسان کا ہر جو مخلوق خدا کے لئے کچھ کرتا ہے اس ادا سے اعلیٰ

آیت میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی توحید کمال کے عملی نمونے کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ دین پیش

کرنے میں اہل فوض ہے کہ ہر مسلمان کا نصیب یسین ہی ہو کر ہے آپ کو اس مقام عالی پر پہنچانے ہی وجہ ہر کمال

انفاق جو دعا سکھائی گئی ہے اس میں یہی نفل آتے ہیں ان مخلوق و منک و عیالی و دعاوی اللہ رب العالمین لا شریک

لہ و بذلک اہم و انا من المسلمین۔ جہاں حرف نقطہ اہل المسلمین کی جگہ ہے آنحضرت صلعم کے لئے خاص ہے

عام مسلمانوں کو من المسلمین کہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس دعا کے سکھانے میں غرض یہی ہے کہ ہر مسلمان توحید

وَدَّ وَ دَر

کمال کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے ۛ

وَدَّ وَ دَر۔ وَدَّ پڑھیں جائے پناہ کو کہا جاتا ہے وَاذْكُرْ (القصۃ۔ ۱۱) اور یذکر اہل

